إنما شفاء العي السؤال

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

جلد ششم

شادی بیاہ کے مسائل، جہیز، حق مہر، طریق نکاح اور رُخصتی
جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں
رضاعت یعنی بچوں کو دُودھ پلانا
زوجیت کے حقوق، طلاق دینے کا صحیح طریقہ، طلاقِ رجعی
طلاقِ بائن، طلاقِ مغلّظہ
حاملہ کی طلاق، خلع، تنسیخ نکاح
نامرد کی بیوی کا حکم، عدت
پرورش کا حق، نان ونفقہ، طلاق کے متفرق مسائل، عائلی قوانین





حضرت مولانا
محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب وتخریج
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ



مکتبہ لدھیانوی

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ (الحدیث)

لاعلمی کی شفا سوال کرنے میں ہے

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

۶

اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

حضرت مولانا

محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب وتخریج

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی، دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

0321-2115502, 0321-2115595,02134130020

نام کتاب	:	آپ کے مسائل اور اُن کا حل
مصنف	:	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید
ترتیب وتخریج	:	حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید
قانونی مشیر	:	منظور احمد میو راجپوت (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
طبع اوّل	:	۱۹۸۹ء
اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن	:	مئی ۲۰۱۱ء
کمپوزنگ	:	محمد عامر صدیقی
پرنٹنگ	:	شمس پرنٹنگ پریس

مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

0321-2115502, 0321-2115595, 02134130020

فہرست

شادی بیاہ کے مسائل

شادی کون کرے اور کس سے؟

منگنی

طریقِ نکاح اور رُخصتی

بغیر ولی کی اجازت کے نکاح

نکاح کا وکیل

نابالغ اولاد کا نکاح

کفو و غیرِ کفو

عقیدے کے لحاظ سے جن سے نکاح جائز نہیں

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں

نکاح پر نکاح کرنا

جبر و اِکراہ سے نکاح

رضاعت یعنی بچوں کو دُودھ پلانا

خون دینے سے حرمت کے مسائل

جہیز

دُوسری شادی

لاپتا شوہر کا حکم

حق مہر

دعوتِ ولیمہ

ثبوتِ نسب

زوجیت کے حقوق

کن چیزوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا؟

شادی کے متفرّق مسائل

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

رُخصتی سے قبل طلاق

طلاقِ رجعی

طلاقِ بائن

طلاقِ مغلّظہ

الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق

مسئلہ طلاق میں دورِ حاضر کے متجدّدین کے شبہات اور ایک مصری علامہ کی طرف سے ان کا شافی جواب

طلاقِ معلق

حاملہ کی طلاق

کن الفاظ سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور کن سے نہیں؟

خلع

ظہار

(یعنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا کسی اور محرَم خاتون کے ساتھ تشبیہ دینا)

تنسیخِ نکاح

طلاق سے مُکر جانے کا حکم

نامرد کی بیوی کا حکم

عدّت

طلاق کے متفرق مسائل

پرورِش کا حق

نان ونفقہ

عائلی قوانین

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شادی بیاہ کے مسائل

شادی کون کرے اور کس سے؟

نکاح کرنا کب فرض، واجب اور کب حرام ہے؟

سوال:... مسلمان مرد اور عورت پر کتنی عمر میں شادی کرنی واجب ہے؟ میں نے سنا ہے کہ لڑکی کی عمر ۱۶ سال ہو اور لڑکے کی عمر ۲۵ سال تو اس وقت ان کی شادی کرنی چاہئے۔

جواب:... شرعاً شادی کی کوئی عمر مقرّر نہیں، والدین بچے کا نکاح نابالغی میں بھی کر سکتے ہیں[۱]، اور بالغ ہوجانے کے بعد اگر شادی کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو شادی کرنا واجب ہے، ورنہ کسی وقت بھی واجب نہیں، البتہ ماحول کی گندگی سے پاکدامن رہنے کے لئے شادی کرنا افضل ہے۔[۲]

درمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر نکاح کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نکاح فرض ہے، اگر غالب گمان ہو تو نکاح واجب ہے (بشرطیکہ مہر اور نان ونفقہ پر قادر ہو)، اگر یقین ہو کہ نکاح کر کے ظلم و ناانصافی کرے گا تو نکاح کرنا حرام ہے، اور اگر ظلم و

---

(۱) وللولي .... إنكاح الصغير والصغيرة جبرًا ولو ثيبًا .... ولزم النكاح ... إلخ. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۶۶ طبع ایچ ایم سعید کراچی). أيضًا: قال أبو جعفر: ولسائر الأولياء تزويج الصغار ويتوارثان بذالک. قال أحمد: أما الأب والجد فلا خلاف بين فقهاء الأمصار في أن لهما أن يزوجا الصغار، إلّا شيء يُحكى عن عثمان البتّي .... ودليل الكتاب يقضي ببطلانه وهو قوله تعالىٰ: والّٰئي يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم فعدتهنّ ثلٰثة أشهر والّٰئي لم يحضن، فقضٰى بصحة طلاق الصغيرة، وأوجب العدة عليها إذا كانت مدخولًا بها، والطلاق لَا يقع إلّا في عقد صحيح، ومن جهة السُّنَّة: أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوّج عائشة رضي الله عنها وهي صغيرة، زوجَّها أباه أبوبكر. (شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۲۹۲، ۲۹۳، كتاب النكاح، طبع دار السراج).

(۲) وأما صفته فهو أنه في حالة الإعتدال سُنَّة مؤكّدة، وحالة التوقان واجب، وحالة خوف الجور مكروه. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۶۷ طبع رشيديه كوئٹه). أيضا: بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۲۸، كتاب النكاح، طبع ايچ ايم سعيد كراچي.

ناانصافی کا غالب گمان ہو تو نکاح کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اور معتدل حالات میں سنتِ مؤکدہ ہے۔ [۱]

بیوہ اور رنڈوا کب تک شادی کر سکتے ہیں؟

سوال:... بیوہ عورت اور رنڈوا مرد کس عمر تک دُوسرا یا تیسرا نکاح کر سکتے ہیں؟

جواب:... جب تک اس کی ضرورت ہو، اور جب تک میاں بیوی کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت ہو، بہرحال شریعت میں دُوسرے اور تیسرے نکاح کا حکم وہی ہے جو پہلے نکاح کا ہے۔ [۲]

شادی کے لئے والدین کی رضامندی

سوال:... میرے والدین میری شادی کرنا چاہتے ہیں، لیکن ایک ایسی جگہ جو مجھے پسند نہیں، درحقیقت میں اپنی چچازاد بہن سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں، اب آپ سے گزارش ہے کہ مجھے کتاب و سنت کی روشنی میں کوئی مشورہ دیں، کیا میں والدین کی بات تسلیم کرلوں یا انہیں مجبور کروں؟

جواب:... والدین کو حکم ہے کہ وہ شادی کرتے وقت اولاد کے جذبات اور خواہش کو ترجیح دیں، [۳] اِدھر اولاد کو چاہئے کہ والدین تک اپنی خواہش تو پہنچادیں لیکن اپنی خواہش اور رائے پر والدین کی صوابدید کو ترجیح دیں، کیونکہ ان کا تجربہ بھی زیادہ ہے اور شفقت بھی کامل ہے، وہ جو انتخاب کرتے ہیں سوچ سمجھ کر ہی کرتے ہیں، اِلَّا ماشاء اللہ۔

میرا مشورہ آپ کے لئے یہ ہے کہ آپ اپنی خواہش والدین تک پہنچادیں، اگر وہ بخوشی راضی ہوجائیں تو بہت بہتر، ورنہ آپ اپنا خیال دِل سے نکال دیں۔ والدین کی صوابدید کو ترجیح دیں اور اس کے لئے اِستخارہ بھی کریں۔

کیا لڑکوں کی طرح لڑکی کی رضامندی ضروری نہیں؟

سوال:... بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ والدین لڑکی کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کردیتے ہیں، لڑکی کی رضامندی کو ضروری نہیں سمجھتے، جبکہ لڑکوں کی رضامندی کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے، حالانکہ ہمارے مذہب میں دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ میرے خیال میں لڑکی کی رضامندی اَشد ضروری ہے، کیونکہ گھر عورت ہی سے بنتا ہے۔ آپ ان سوالوں کے جواب شرعی نقطۂ نظر سے دیں۔

---

(۱) (ويكون واجبًا عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلّا به فُرض نهاية وهٰذا ان ملك المهر والنفقة، وإلّا فلا إثم بتركه. بدائع (و) يكون (سنة) مؤكّدة في الأصح (إلى قوله) حال الإعتدال .... (ومكروهًا لخوف الجور) قال الشامي أي تحريمًا، فإن تيقنه حرم ذٰلك. (در مختار مع رد المحتار، كتاب النكاح ج:۳ ص:۷). أيضًا: بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۲۸، كتاب النكاح.

(۲) أيضًا. ۱۲

(۳) قال المُلّا على القاري في شرحه: والتحصين المطلوب بالنكاح لَا يحصل إلّا بالرغبة في المنكوحة. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۳ ص:۴۱۱ طبع بمبئی).

جواب:... لڑکی کی رضامندی معلوم کرنا اور اس کا لحاظ رکھنا بڑا ضروری ہے، اگرچہ عموماً شریف خاندانوں کی بچیاں اپنے والدین پر اعتماد کیا کرتی ہیں، کیونکہ والدین اپنی بچی کے لئے بہتر رشتے کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں، تاہم لڑکی کا رُجحان ضرور معلوم کرنا چاہئے۔[1]

شادی میں لڑکی کی رضامندی

سوال:... میری ایک بہن جس کا رشتہ میری پھوپھی صاحبہ جو کہ بیوہ بھی ہیں، اپنے لڑکے کے لئے مانگ رہی ہیں۔ میرے والد صاحب نے میری پھوپھی جب بیوہ ہوئیں اور گھر کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں تھا، ان کی دیکھ بھال کی، ان کی ایک لڑکی کی اپنے بھتیجے سے شادی کردی جو تا حال پھوپھی صاحبہ کے گھر ہی رہتا ہے، ماشاء اللہ ان کے پانچ بچے ہیں، لیکن پھوپھی صاحبہ کے ساتھ ہی رہتے ہیں، ان کا کھانا پینا مشترکہ ہے۔ پھوپھی صاحبہ کا ایک لڑکا، ایک لڑکی ہے، لیکن نہ اس بہن نے اس بھائی کے لئے سوچا، نہ بہنوئی نے اس کے لئے سوچا کہ اس کا بھی گھر بسے، اس کی شادی کا انہوں نے کبھی سوچا تک نہیں۔ میرے والد صاحب نے پھوپھی صاحبہ کے لڑکے کا ایک دو جگہ رشتہ کیا، ایک لڑکی فوت ہوگئی، دُوسری کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ لڑکا سمجھدار ہے، مزدوری کرکے اپنی ماں کا پیٹ پالتا ہے، لیکن ایک آنکھ سے قدرتی طور پر بچپن سے محروم ہے، جس کی وجہ سے کوئی لڑکی اس کو پسند نہیں کرتی۔ اب اس صورتِ حال میں، میں نے اپنے والد صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ نے بچپن سے ان کی پرورش کی، میں اپنی چھوٹی بہن کا رشتہ اس کو دینا چاہتا ہوں، والد صاحب مان گئے، لیکن اب میری بہن جو عمر میں اس سے سات یا آٹھ سال چھوٹی ہیں، اس رشتے سے راضی نہیں ہیں۔ میری بہن نے کہا کہ آج میری امی زندہ ہوتیں تو وہ کبھی یہ فیصلہ نہ کرتیں جو بھائی اور باپ کر رہے ہیں، اگر آپ زبردستی اس سے کردیں گے تو قیامت میں آپ کو اس ناانصافی کا حساب دینا ہوگا۔ مولانا صاحب! میں نے یہ فیصلہ بیوہ اور یتیم کو سامنے رکھ کر کیا، پھر میری کوشش ہے کہ میں اس یتیم لڑکے اور اپنی بہن کی دیکھ بھال بھی خود کروں گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت اچھا فیصلہ کیا، لڑکی کی عقل کم ہوتی ہے، وہ بعد میں ٹھیک ہوجائے گی۔ کچھ کہتے ہیں کہ لڑکی کی رضامندی اوّل شرط ہے۔ مولانا صاحب! قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں کہ کیا ایسی صورتِ حال میں لڑکی کی رضامندی لازمی ہے؟ کیا واقعی میرا اور والد صاحب کا فیصلہ میری بہن کے ساتھ ناانصافی ہے؟ کیا واقعی اس بارے میں بازپُرس ہوگی؟ کیا واقعی خدا کے سامنے مندرجہ بالا حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بھی یہ ناانصافی ہے؟ شاید آپ کے جواب سے کوئی بہتری نکل آئے اور میری بہن بھی مطمئن ہوجائے؟

جواب:... آپ کا جذبہ بہت اچھا ہے، اور والد صاحب کا فیصلہ بھی بجا ہے، لیکن رشتہ لڑکی کی رضامندی کے بغیر نہ کیا

---

(۱) قال أبو جعفر: ولَا ينبغي للرجل أن يزوج ابنته البكر البالغ الصحيحة العقل حتّى يستأذنها، فإن سكتت كان ذالك إذنها بالقول، وإن أبت لم يجز تزويجه إياه .... ومن جهة السُّنَّة .... عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تُستأمر اليتيمة في نفسها، فإن سكتت فهو إذنها وإن أبت فلا جواز عليها ومعلوم أن المراد باليتيمة في هٰذا الموضع البكر، لإتفاق الجميع على أن السكوت لَا يكون إذنًا إلّا في البكر خاصة. (شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۲۷۷، ۲۷۸، كتاب النكاح، طبع دار البشائر الإسلامية بيروت).

جائے۔[1] البتہ آپ لوگ لڑکی کو اُونچ نیچ سمجھا کر اور اس کا اَجر و ثواب بتا کر راضی کرلیں تو ٹھیک ہے، بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر لڑکی دِلی طور پر رضامند نہ ہو تو آپ زبردستی نہ کریں، اگر زبردستی کریں گے تو بلاشبہ بازپُرس ہوگی۔

شادی کے سلسلے میں لڑکی سے اِجازت لینا

سوال:... اسلام میں شادی کے سلسلے میں لڑکی سے اِجازت لینے کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ آج کل عام طور پر لڑکیاں دِین دار لڑکے پسند نہیں کرتیں، اسلام کے دیئے ہوئے اِختیار سے غلط فائدہ اُٹھانا، کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... شریف گھرانوں کا دستور یہ ہے کہ والدین بہتر سمجھ کر جہاں رشتہ تجویز کردیتے ہیں، وہ قبول کرلیتی ہیں۔ بہرحال لڑکی کے علم میں ضرور آنا چاہئے کہ فلاں جگہ اس کا رِشتہ تجویز کیا جارہا ہے، اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو وہاں نہیں کرنا چاہئے۔[2]

جو لڑکیاں دِین دار رِشتے کو محض اس کے دِین دار ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتی ہیں، وہ دراصل دِین کو ناپسند کرتی ہیں، میں ایسی لڑکیوں کو مسلمان نہیں سمجھتا،[3] واللہ اعلم!

شادی کے وقت لڑکے کی طرح لڑکی کی بھی رضامندی معلوم کرنی چاہئے

سوال:... آج کل لوگ اپنے بچوں کی شادیاں کرتے ہیں تو لڑکوں سے تو ان کی مرضی اور پسند ضرور پوچھی جاتی ہے، لیکن لڑکی سے اس سلسلے میں بالکل بھی کچھ نہیں پوچھا جاتا، لڑکا اگر دس جگہ سے اِنکار کردیتا ہے تو کوئی بات نہیں، اس کے لئے تلاش جاری رہتی ہے۔ جبکہ لڑکی کی شادی جہاں جو چاہتا ہے کردی جاتی ہے، اس سے اس کی مرضی بالکل بھی نہیں پوچھی جاتی۔ اور یہ بات میں نے ان گھرانوں میں زیادہ دیکھی ہے جو نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں، اور نہایت دِین دار ہوتے ہیں۔ جبکہ جو لوگ دِین سے بالکل دُور ہیں، وہ باقاعدہ لڑکی سے بھی اسی طرح مرضی معلوم کرتے ہیں، جس طرح کہ لڑکے سے معلوم کی جاتی ہے۔ اس طرح جو لڑکی بیچاری ساری عمر نماز روزے کی پابند رہتی ہے اور اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزارتی ہے تو جب اس سے بغیر پوچھے اس کی زندگی کا فیصلہ کردیا جاتا ہے تو وہ یہ ضرور سوچتی ہے کہ کیا ہمارا مذہب ایسا ہی ہے کہ ہمیں ہمارا حق بھی نہ دیا جائے؟ تو مولانا صاحب! یہ بات بتائیں کہ جو ماں باپ ایسا کرتے ہیں، کیا وہ ٹھیک کرتے ہیں؟ اور ایک لڑکی کی شادی اگر اس کی مرضی پوچھے بغیر کہیں کردی جائے اور ذہنی طور پر وہ

---

(۱) لَا یجوز للولی إجبار البکر البالغة علی النکاح۔ (هدایة، کتاب النکاح ج:۲ ص:۳۱۴)۔ قال أبو جعفر: ولَا ینبغی للرجل أن یزوج ابنته البکر البالغ الصحیحة العقل حتّٰی یستأذنها، فإن سکتت کان ذالک إذنها بالقول، وإن أبت لم یجز تزویجه إیاه .... ومن جهة السُّنَّة .... عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تستأمر الیتیمة فی نفسها، فإن سکتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز علیها، ومعلوم أن المراد بالیتیمة فی هٰذا الموضع البکر، لإتفاق الجمیع علٰی أن السکوت لَا یکون إذنًا إلّا فی البکر خاصةً۔ (شرح مختصر الطحاوی للجصاص الرازی ج:۴ ص:۲۷۷، ۲۷۸، کتاب النکاح)۔

(۲) دیکھئے صفحہ گزشتہ حاشیہ نمبر۱۔

(۳) والإستهزاء علی الشریعة کفر لأن ذٰلک من امارات التکذیب۔ (شرح عقائد ص:۱۶۶، طبع مکتبه خیر کثیر کراچی)۔

اپنے آپ کو وہاں سیٹ نہ کر سکے تو اس طرح جو اس کی زندگی تباہ ہوگی، تو اس کا گناہ کس پر ہوگا؟

جواب:... جس طرح شادی کے سلسلے میں لڑکے کی رائے معلوم کی جاتی ہے، اسی طرح لڑکی کی رائے بھی ضرور معلوم کرنی چاہئے، یہ اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ اس لئے جو لوگ لڑکی کی رضامندی کو نظرانداز کرتے ہیں، وہ گناہگار ہیں۔ ایک اِعتبار سے لڑکی کی رضامندی لڑکے سے بھی زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اگر بیوی، شوہر کے مزاج کے مطابق نہ ہو تو شوہر طلاق دے کر بھی اپنے ذہن کا بوجھ ہلکا کرسکتا ہے، جبکہ لڑکی کو خلع لینے کے لئے عدالت میں جانا ہوگا، جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ بہرحال لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کو رِشتۂ اِزدواج میں باندھ دینا گناہ ہے۔ (۱)

والد کے پسندکردہ رِشتے کو اگر بیٹا نہ مانے تو کیا حکم ہے؟

سوال:... ایک باپ اپنے لڑکے کی شادی اپنی پسند سے کرنا چاہتا ہے، جبکہ لڑکا چاہتا ہے کہ اس کی شادی دُوسری جگہ ہو، لڑکا مسلسل اِنکار کرتا ہے اور اس جگہ شادی نہ کرنے کی قسم بھی کھا رکھی ہے۔ کیا اِنکار کرنے سے لڑکا گناہگار تو نہیں ہوگا؟ باپ کہتا ہے: والدین کی ہر بات اولاد کو ماننی چاہئے۔ جبکہ لڑکا کہتا ہے: زندگی مجھے گزارنی ہے اور اِسلام میں اولاد کے بھی حقوق ہیں، نہ کہ صرف والدین کے۔

جواب:... اس قسم کے معاملات میں باپ کو بھی اولاد کی رضامندی ملحوظ رکھنی چاہئے۔ (۲)

لڑکے، لڑکی کی اِجازت کے بغیر نکاح کی حیثیت

سوال:... ہمارے گاؤں کا یہ ایک عام دستور ہے کہ جب کوئی رشتہ طے ہوتا ہے تو اس سلسلے میں لڑکے اور لڑکی کے رضامند ہونے کا لحاظ کوئی نہیں رکھتا، بلکہ والدین خود ہی جہاں چاہتے ہیں، اپنی مرضی سے رشتہ طے کرلیتے ہیں۔ اور اسی طرح زبردستی نکاح کروادیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:... لڑکے اور لڑکی کی رضامندی ضرور معلوم کرنی چاہئے۔ چونکہ ہمارے معاشرے میں بچے والدین پر اِعتماد کرتے ہیں اور والدین زندگی کے نشیب و فراز کو بچوں کی نسبت زیادہ سمجھتے ہیں، اس لئے بچوں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، لیکن جہاں

---

(۱) ولَا یجوز نکاح أحد بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکرًا کانت أو ثیبًا ... إلخ۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح ج:۱ ص:۲۸۷)۔ قال أبو جعفر: ولَا ینبغی للرجل أن یزوج ابنته البکر البالغ الصحیحة العقل حتّٰی یستأذنها، فإن سکتت کان ذالک کإذنها بالقول، وإن أبت لم یجز تزویجه إیاه، قال أحمد: یُحتج فیه من جهة الظاهر بقوله تعالٰی: ولَا تکسب کل نفس إلّا علیها .... ومن جهة السُّنَّة .... عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تُستَأمر الیتیمة فی نفسها، فإن سکتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز علیها، ومعلوم أن المراد بالیتیمة فی هٰذا الموضع البکر۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۷۷، ۲۷۸، طبع بیروت)۔

(۲) ولَا تجبر البالغة البکر علی النکاح .... ولَا الحر البالغ۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۸، أیضًا عالمگیری، کتاب النکاح ج:۱ ص:۲۸۷۔ أیضًا: شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۷۷ تا ۲۷۹، طبع بیروت)۔

والدین کو بچوں پر، اور بچوں کو والدین پر اِعتماد نہ ہو، وہاں بچوں کی رائے ضرور لینی چاہئے۔ [(۱)]

جس جگہ لڑکی راضی نہ ہو، کیا اُس جگہ والدین اُس کا رشتہ کر سکتے ہیں؟

سوال:... اگر لڑکی کا کہیں سے رشتہ آئے اور والدین اس کی شادی وہاں کرنا چاہتے ہیں، جبکہ لڑکی اس کے لئے تیار نہ ہو، اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ وہ خوش نہیں رہ سکتی، تو وہ والدین سے اِنکار کرنے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟ دُوسری صورت میں کوئی ایسا رشتہ آئے جو لڑکی کو پسند ہے، اور وہ لڑکی کے معیار کا ہو، تو کیا لڑکی یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھے یہ رشتہ منظور ہے؟ اس صورت میں والدین پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب:... بالغ لڑکی کا عقد اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوسکتا، [(۲)] اس لئے لڑکی اپنی پسند و ناپسند کا اِظہار کرسکتی ہے، اور اِظہار کی ضرورت ہو تو اسے کرنا چاہئے۔

لڑکی کی شادی میں اُس کی رضامندی ضروری ہے، تو پھر والدین کی بات ماننے کا مشورہ کیوں؟

سوال:... محترم بزرگ! ۱۳ رستمبر بروزِ جمعہ کا اخبار پڑھا، جس میں ایک لڑکی نے آپ سے بغیر اِجازت لڑکی کے نکاح کے مسئلے کے بارے میں پوچھا تھا، مولانا صاحب! آپ نے اس دُکھ بھرے خط کا جواب آخر میں یہ دیا کہ اگر آپ کے والدین بضد ہیں تو اس کو تقدیرِ اِلٰہی سمجھ کر قبول کرلیں، اللہ تعالیٰ اس میں آپ کو برکت عطا فرمائیں گے۔ مولانا صاحب! اللہ ربّ العزّت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالغ لڑکی کی پسند کی اِجازت دی ہے، یہاں تک کہ لڑکی کی مرضی نہ ہو تو نکاح بھی نہیں ہوتا۔ پھر یہ والدین کی ضد اور زبردستی کیسی؟ یہ سراسر ظلم ہے، جبکہ نتائج بعد میں لڑکی کے لئے تکلیف دہ ہوتے ہیں، کیونکہ زندگی لڑکی نے گزارنی ہوتی ہے، کیونکہ میں بھی اسی لڑکی کی طرح دُکھیا لڑکی ہوں، میرے محترم بزرگ! آپ سے میری گزارش ہے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: ''حق اور اِنصاف کی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔''

۱:... میرے والد محترم زمین حاصل کرنے کی خاطر میری شادی ایک ایسے شخص سے کردینا چاہتے ہیں جس کا اخلاق اچھا نہیں

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حوالہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) لَا یجوز للولی إجبار البکر البالغة علی النکاح، فإذا استأذنها الولی فسکتت أو ضحکت فهو إذن۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۱۴)۔ ولَا یجوز نکاح أحد بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکرًا کانت أو ثیبًا ...إلخ۔ (فتاوی عالگمیری، کتاب النکاح ج:۱ ص:۲۸۷)۔ قال أبو جعفر: ولَا ینبغی للرجل أن یزوج ابنته البکر البالغ الصحیحة العقل حتّٰی یستأذنها، فإن سکتت کان ذالک کإذنها بالقول، وإن أبت لم یجز تزویجه إیاه، قال أحمد: یُحتج فیه من جهة الظاهر بقوله تعالٰی: ولَا تکسب کل نفس إلّا علیها .... ومن جهة السُّنّة .... عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تُستأمر الیتیمة فی نفسها، فإن سکتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز علیها، ومعلوم أن المراد بالیتیمة فی هٰذا الموضع البکر۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۷۷، ۲۷۸، طبع بیروت)۔

ہے، جو بے روزگار ہے، منکر اور اِحسان فراموش بھی ہے، کیونکہ والد محترم ہمیشہ ان پر اِحسان کرتے چلے آئے، جس کے صلے میں انہوں نے ظلم کے سوا کچھ نہ دیا۔ اس کے باوجود جبر کی اِنتہا دیکھئے کہ اباجی نے جرگے میں موجود تمام مردوں سے کہا کہ: ''تم کیسے مرد ہو کہ لڑکی سے ایک بات بھی نہیں منوا سکتے؟'' مطلب یہ تھا کہ اگر نرمی سے نہ مانے تو زبردستی کی جائے۔

۲:... کیا یہ سودے بازی نہیں ہے؟ کیا یہ لڑکی پر ظلم نہیں ہے؟ جبکہ والد محترم دِینِ اسلام کے بارے میں تفسیر پڑھے ہوئے ہیں، اور سب مسائل معلوم ہیں، اور جانتے ہیں کہ دُوسروں پر ظلم کرنے والا خود اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے اور بیٹی تو بے بس ہوتی ہے۔

۳:... آپ نے اس لڑکی کو مشورہ دیا کہ یہ تقدیرِ الٰہی سمجھ کر بات مان لیں۔ عورت نے ہمیشہ ظلم کو تقدیرِ الٰہی سمجھ کر برداشت کیا، یہ سوچ کر کہ اس کی بیٹیاں ظلم سے بچیں گی اور سکھ سے رہیں گی، لیکن اس کی بیٹیوں پر بھی وہی ظلم دُہرایا گیا، کیا یہ بات صحیح نہیں ہے؟

۴:... کیا عورت اِنصاف ملنے کی اُمید ختم کردے؟ جبکہ حدیثِ مبارکہ ہے کہ ایک کنواری لڑکی کا اس کی مرضی کے خلاف اس کے والد نے نکاح کردیا، وہ لڑکی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی کہ میری مرضی کے خلاف زبردستی میرے والد نے نکاح کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت نکاح کو ختم کرادیا۔ ایک اور حدیثِ مبارکہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے تین رشتے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مرضی معلوم کی تھی۔ آخری چوتھا رشتہ حضرت علیؓ کا تھا اور پھر حضرت فاطمہؓ نے اپنی مرضی بیان فرمادی جو کہ ہاں میں تھی۔

یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے کیا کہ ان کی اُمت اس پر عمل کرے، پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ تقدیرِ الٰہی سمجھ کر اس ظلم کو قبول کرلیا جائے؟ اس ظلم کو روکا کیوں نہیں جاتا؟ اس لئے نا کہ یہ بیٹیوں کا معاملہ ہے، ایک کمزور ہستی کا معاملہ ہے، یہ مظلوم کی آہوں اور سسکیوں کو کوئی سننے والا نہیں؟ لڑکوں سے اس کی مرضی معلوم کی جاسکتی ہے تو بیٹیوں کو اس حق سے کیوں دستبردار کردیا جاتا ہے؟

۵:... پسند، ناپسند کا حق عورت کو رَبّ العزّت نے دیا ہے، پھر وہ اپنے حق کو اِستعمال کیوں نہیں کرسکتی؟

۶:... میرے محترم بزرگ! دِینِ اسلام میں ذات پات، اُونچ نیچ نام کی کوئی چیز نہیں ہے، پھر رِشتے صرف ذات کے لئے کیوں ٹھکرادیئے جاتے ہیں؟ بیٹیوں کا رِشتہ خاندان میں ہی دیا جاتا ہے، چاہے لڑکے کا اخلاق اچھا نہ ہو، صوم وصلوٰۃ کا پابند نہ ہو، بے روزگار ہو۔ محترم بزرگ! اب آپ ہی بتایئے! ہم لڑکیاں کس سے اِنصاف مانگیں؟

لڑکوں سے اس کی پسند و ناپسند کو ترجیح دی جاتی ہے، یہ کیسا اِنصاف ہے؟ کیونکہ بیٹے والدین کا سہارا ہوتے ہیں، اس لئے لڑکے کی رائے کو مقدم رکھا جاتا ہے، اس لئے نا کہ وہ بیٹا ہے، لڑکا ہے۔ محترم بزرگ! آپ سے گزارش ہے کہ تمام سوالات کا ایک ایک کرکے جواب دیجئے، تاکہ میرے والد محترم جیسے اور بھی والدین آپ کے جواب کو پڑھیں اور ان کے دِلوں میں بیٹیوں کے لئے نرمی پیدا ہوسکے۔ اس کے ساتھ میرا خط بھی شائع کیجئے گا۔ آپ سے ایک اور گزارش ہے، بلکہ اِلتجا ہے کہ آپ بیٹیوں کے حقوق پر ایک مفصل کالم لکھئے۔

آخر میں میری اپیل ہے دُنیا کے والدین سے کہ خدارا! بیٹیوں کو اس ایک حق سے محروم نہ کریں جو رَبِّ کعبہ نے اسے دیا

ہے، بیٹیاں تو بے بس ہوتی ہیں، کمزور ہوتی ہیں۔

۷:...اللہ تعالیٰ نے ماں کا رُتبہ اور اس کا درجہ بلند رکھا ہے، حدیثِ مبارکہ ہے کہ ایک صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں کا! صحابی نے تین بار یہی سوال دُہرایا اور آپ نے تینوں مرتبہ ''ماں'' کا لفظ اِستعمال فرمایا۔ آخر چوتھی بار آپ نے فرمایا: تمہارے باپ کا بھی ہے۔ اس حدیث کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ماں کا رُتبہ اس قدر بلند ہے تو پھر بیٹی کے شادی کے متعلق ماں سے مشورہ کیوں نہیں لیا جاتا؟ کیا باپ بیٹی کو ماں کی اولاد نہیں سمجھتے؟ میرے والدِ محترم نے امی جان سے مشورہ لئے بغیر ان لوگوں کو خود بلایا اور کہا کہ یہ آپ کی چیز ہے، جب چاہیں ہاتھ پکڑ کر لے جائیں، میری طرف سے اجازت ہے۔ کیا شریعت میں اس طرح کرنے کی اِجازت ہے؟ میرے محترم بزرگ! میری ماں وہ ہستی ہے جنھوں نے اس معاشرے میں رہتے ہوئے اپنے ہر عمل سے ہمیں نیکی کی راہ دِکھائی، ہماری خوشی اور سکھ کی خاطر اپنے ہر آرام کو ختم کردیا۔ مگر والدِ محترم نے امی جان سے مشورہ نہ لیا۔ کیا ابا جی کو ایسا کرنا چاہئے تھا؟ جس طرح میں ابا کی بیٹی ہوں، اسی طرح اپنی ماں کی بھی بیٹی ہوں، ماں دُنیا کے تمام دُکھ برداشت کرسکتی ہے، مگر اولاد کا دُکھ وہ کبھی برداشت نہیں کرسکتی۔ میرے محترم بزرگ! رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''کوئی کام شروع کرنے سے پہلے گھر والوں سے مشورہ کرلیا کرو۔'' والدِ محترم کہتے ہیں کہ میں نے بیٹی کو کھلایا، پلایا، پڑھایا، اس کی ضروریات پوری کیں، مجھے حق ہے کہ جہاں چاہوں اس کی شادی کروں۔

جواب:...اس بچی کو میں نے شرعی مسئلہ تو پہلے بتادیا تھا کہ عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوتا۔[1] مسئلہ لکھنے کے بعد میں نے بچی کو ذاتی مشورہ دیا تھا، اور مشورہ ''حکم'' نہیں ہوتا، نہ اس کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ مشورے کی وجہ یہ تھی کہ جو لڑکیاں والدین کے خلاف بغاوت کرکے اپنا نکاح خود کرلیتی ہیں، ان کو آئندہ زندگی میں بے شمار اُلجھنیں پیش آتی ہیں۔ (مجھے بے شمار خطوط کی روشنی میں اس کا بڑی حد تک تجربہ ہے) اور اگر لڑکی ''تن بہ رضا'' کے طور پر اپنے والدین کے فیصلے کو دِل سے قبول کرلیتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ الغرض! اس بچی کو جو کچھ لکھا تھا اس کی خیرخواہی کے طور پر لکھا تھا اور بطورِ مشورہ لکھا تھا۔ میں نہیں سمجھا کہ میں نے یہ مشورہ دے کر حق و اِنصاف کے خلاف کیسے کیا...؟ (اگر میرا یہ خیرخواہانہ مشورہ واقعی حق و اِنصاف کے خلاف ہو، تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوں)۔

اب میں آپ کے سوالوں کا جواب لکھتا ہوں، (چونکہ آپ نے میرے اس مشورے کو بھی، جو میں نے اس بچی کو دِیا تھا، حق و اِنصاف کے خلاف سمجھا ہے، اس لئے میں آپ کو کوئی مشورہ بھی نہیں دُوں گا)۔

---

(۱) عن أبی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال: لَا تنكح الثيب حتّٰی تستأمر، ولَا البكر إلّا بإذنها، قالوا: يا رسول الله! وما إذنها؟ قال: إن سكتت۔ وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: تستأمر اليتيمة فی نفسها، فإن سكتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز عليها۔ (سنن أبی داوٗد ج:۱ ص:۲۸۵، كتاب النكاح، باب فی الإستئمار، طبع ايچ ايم سعيد)۔ لَا يجوز للولی إجبار البكر البالغة۔ (الهداية ج:۲ ص:۳۱۴، طبع شركت علميه ملتان)۔ أيضًا: ولَا تجبر بكر بالغة علی النكاح أی لَا ينفذ عقد الولی عليها بغير رضاها عندنا۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۸، طبع بيروت، أيضًا: شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۷۷ تا ۲۷۹، كتاب النكاح، طبع بيروت)۔

۱:...آپ کے والد صاحب کا ایک ایسے شخص سے رِشتہ تجویز کرنا جس کو آپ پسند نہیں کرتیں، قطعاً غلط ہے، اور جرگے سے جو کچھ آپ کے والد صاحب نے کہا، وہ بھی شرعاً غلط اور گناہ ہے، ان تمام افراد کو جو اس زبردستی میں ملوّث ہیں، توبہ کرنی چاہئے۔ [۱]

۲:...آپ کی مرضی کے خلاف رِشتہ تجویز کرنا بلاشبہ ظلم ہے، اور اگر آپ کے والد صاحب کا اس رِشتے میں کوئی ذاتی مفاد ہے، تو ظلم دَر ظلم ہے کہ اپنی ذاتی غرض کے لئے اولاد کی زندگی تباہ کرنا تقاضائے شرافت و اِنسانیت کے بھی خلاف ہے۔

۳:...مشورہ اور تقدیرِ اِلٰہی کی بات تو اُوپر لکھ چکا ہوں، مگر اتنی بات مزید لکھتا ہوں کہ اگر تقدیرِ اِلٰہی پر رضامندی ہو تو رِضا میں شکایت نہیں رہتی، اور جس شخص کو شکایت ہو، وہ تقدیرِ اِلٰہی پر راضی ہی نہیں ہوا۔ بہرحال! جس خاتون نے کسی وجہ سے بھی ظلم برداشت کیا، اس پر مزید ظلم ڈھانا رَذالت کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں اُمت کو جہاں اور بہت سی قیمتی وصیتیں اِرشاد فرمائی تھیں، وہاں بطورِ خاص عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی تھی:

"عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو! تم نے ان کو اللہ کا عہد دے کر لیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا واسطہ دے کر اپنے گھروں میں لا ڈالا ہے۔" (ابوداؤد ج:۱ ص:۲۶۳) [۲]

اور بہت سی احادیث میں اِرشاد ہے کہ: "میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔" [۳]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بے شمار تاکیدی اَحکام کے باوجود، اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر یا اپنی بیٹیوں پر ظلم رَوا رکھتا ہے، تو وہ خدا رسول کا مجرم ہے۔

۴:...عورت کو اِنصاف کی اُمید ختم نہیں کرنی چاہئے، مگر اِنصاف کے حصول کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ جن لوگوں کے ذمے یہ بات لازم کی گئی ہے کہ وہ لڑکیوں کی رضامندی معلوم کرکے ان کی شادی کریں، وہ خود اِنصاف پر عمل پیرا ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایات سے سرتابی کرکے اپنے لئے دوزخ نہ خریدیں، (اکثر شریف گھرانوں میں یہی ہوتا ہے)۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ اگر والدین اپنی خودغرضی کی وجہ سے اِنصاف دینے پر آمادہ نہ ہوں، تو اس کے سوا اور کیا مشورہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنا معاملہ بارگاہِ اِلٰہی میں پیش کرے۔ شیخ سعدیؒ نے ایک طویل قصہ لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ بیمار ہوا اور اطباء نے تجویز کیا کہ اگر ان صفات کے بچے کا فلاں عضو اِستعمال کیا جائے تو بادشاہ کو شفا ہوسکتی ہے، اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔ چنانچہ شاہی حکم پر ان صفات کا بچہ تلاش کیا گیا اور بہت سے اِنعامات کا لالچ دے کر، بچے کو والدین سے خرید لیا گیا۔ علمائے شرع سے فتویٰ پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ بادشاہ کی قیمتی جان بچانے کے لئے رعایا کے ایک بچے کا خون جائز ہے۔ بچے کو بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو وہ ہنس پڑا، بادشاہ نے بچے سے ہنسنے کی وجہ پوچھی، تو بچے نے کہا کہ: بادشاہ سلامت! بچے کی حفاظت والدین کیا کرتے ہیں، لیکن میرے

---

(۱) "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان" (المائدة: ۲).

(۲) فاتقوا الله في النساء! فإنكم أخذتموهنّ بأمانة الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ...إلخ. (أبو داؤد ج:۱ ص:۲۶۳، كتاب المناسك، باب صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم، طبع ايچ ايم سعيد).

(۳) ..... واستوصوا بالنساء خيرًا! فإنهنّ خلقن من ضلع وإن أعوج شيء في الضلع أعلاه فإن ذهبت تقيمه كسرته، وإن تركته لم يزل أعوج، فاستوصوا بالنساء خيرًا! (بخاري، باب الوصاة بالنساء ج:۲ ص:۷۷۹، طبع نور محمد كراچي).

والدین نے مجھے دُنیوی مال و مقام کے لالچ میں فروخت کردیا ہے۔ پھر علمائے شرع سے اِنصاف کی توقع کی جاتی ہے، علماء نے بادشاہ کی جان بچانے کے لئے میرے قتل کا فتویٰ دے دیا ہے، اِنصاف کی آخری اُمید بارگاہِ سلطانی سے کی جاتی ہے، مگر بادشاہ اپنی جان کی بقا، میری ہلاکت میں سمجھتا ہے۔ اب صرف احکم الحاکمین کی بارگاہ باقی رہ گئی۔ میں یہ سوچ کر ہنسا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس حالت میں بھی جبکہ میرے تمام سہارے ٹوٹ چکے ہیں، مجھے ہلاکت سے بچاسکتے ہیں؟ بادشاہ اس بچے کی بات سے بہت متأثر ہوا اور اس نے کہا کہ: میں مروں یا جیوں، مگر اس بچے کو قربان نہ کیا جائے۔ بادشاہ نے اس بچے کو اِنعام و اِکرام کے ساتھ رہا کردیا اور اللہ تعالیٰ کی شان کہ بادشاہ کو اس بیماری سے فوراً شفا ہوگئی۔[۱]

۵:... میں نے کب کہا ہے کہ وہ اپنا حق اِستعمال نہیں کرسکتی؟ یا اس کو نہیں کرنا چاہئے؟ اگر وہ یہ حق اِستعمال کرنے کی ہمت رکھتی ہے تو اُسے ضرور یہ حق اِستعمال کرنا چاہئے۔

۶:... اچھا رِشتہ اگر برادری سے باہر ملتا ہے تو اسی کو اِختیار کرنا چاہئے،[۲] اور لڑکی کی پسند و ناپسند کا لحاظ رکھنا تو جیسا کہ اُوپر لکھ چکا ہوں، ضروری ہے۔ لڑکی کی مرضی کے خلاف زبردستی کرنے والے ظالم اور خائن ہیں۔[۳] بہت سے لوگ لڑکوں کی شادی میں اس کی پسند و ناپسند کا لحاظ نہیں رکھتے، یہ بھی زیادتی ہے۔ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لئے بہتر سے بہتر رِشتہ تلاش کریں، اور اولاد کی برخورداری یہ ہے کہ والدین کی تجویز کو اپنی تجویز پر ترجیح دیں، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ والدین نے ذاتی اغراض و مفادات سے بالاتر ہوکر اولاد کے لئے رِشتہ تجویز کیا ہو۔

۷:... لڑکیوں کا ولی تو شریعت نے باپ کو بنایا ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی ہے کہ: ''عورتوں سے ان کی بیٹیوں کا رِشتہ طے کرنے میں مشورہ لیا کرو'' (ابوداؤد ص:۲۸۵)۔[۴] اس لئے کسی لڑکی کا رشتہ طے کرتے ہوئے اس کی ماں کو بالکل

---

(۱) باب اوّل حکایت: ۲۳، گلستان سعدی۔

(۲) وفی شرح السُّنَّة روی أن رجلًا جآء إلی الحسن وقال: إن لی بنتًا وقد خطبها غیر واحد، فمن تشیر علیّ أن أزوجها؟ قال: زوجها رجلًا یتقی الله، فإنه إن أحبها أکرمها، وإن أبغضها لم یظلمها۔ (مرقاة شرح مشکوٰة ج:۳ ص:۴۰۳، طبع بمبئی)۔

(۳) عن أبی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: لَا تنکح الثیب حتّٰی تستأمر، ولَا البکر إلّا باذنها، قالوا: یا رسول الله! وما إذنها؟ قال: إن سکتت۔ وعن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تستأمر الیتیمة فی نفسها، فإن سکتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز علیها۔ (سنن أبی داوٗد ج:۱ ص:۲۸۵، کتاب النکاح، باب فی الإستئمار، طبع ایچ ایم سعید)۔ لَا یجوز للولی إجبار البکر البالغة۔ (الهدایة ج:۲ ص:۳۱۴، طبع شرکت علمیه ملتان)۔ أیضًا: ولَا تجبر بکر بالغة علی النکاح أی لَا ینفذ عقد الولی علیها بغیر رضاها عندنا۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۸، طبع بیروت، أیضا: شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۷۷ تا ۲۷۹، کتاب النکاح، طبع بیروت)۔ وأیضًا: والسُّنَّة أن یستأمر البکر ولیها قبل النکاح .... وإن زوجها بغیر إستئمار فقد أخطأ السُّنَّة وتوقف علی رضاها، وهو محمل النهی فی حدیث مسلم لَا تنکح الأیم حتّٰی تستأمر ولَا تنکح البکر حتّٰی تستأذن ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۱، باب الأولیاء والأکفاء، طبع دار المعرفة بیروت)۔

(۴) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أمروا النساء فی بناتهنّ۔ (أبو داوٗد ج:۱ ص:۲۸۵)۔

نظر انداز کردینا شریعت کے خلاف ہے۔ عورتوں کو اپنی بیٹیوں کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جو اُن کے باپ کو معلوم نہیں ہوتے، اور وہ ان کی پسند و ناپسند کے علاوہ اپنی بیٹی کے مزاج سے بھی واقف ہوتی ہیں، ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ میری بیٹی کا نبھاؤ ہوسکتا ہے، اور ایسے شخص سے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان سے مشورہ لینے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ (۱)

کیا لڑکی اپنے لئے رشتہ پسند کرسکتی ہے؟

سوال:... کیا ایک مسلمان لڑکی اپنے شوہر کا خود انتخاب کرسکتی ہے؟ اس مسئلے میں ایک لڑکی کے حقوق، فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں؟ بیٹی کے لئے اس کے شوہر کے انتخاب میں والدین کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟

اگر ایک لڑکی اپنے شوہر کے انتخاب میں والدین کی مرضی کے خلاف اپنی رائے پر زور دیتی ہے تو اس کے والدین کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... مشرقی روایت یہ ہے کہ بچے بچیوں کے رشتے کا انتخاب والدین کرتے ہیں، اور لڑکیوں کا اپنے لئے رشتوں کا انتخاب معیوب سمجھا جاتا ہے۔ شریعت نے والدین پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ رشتوں کا انتخاب کرتے وقت لڑکیوں کی پسند و ناپسند کو بھی ملحوظ رکھیں، جس رشتے کو لڑکی ناپسند کرتی ہو، محض اپنی انا کی وجہ سے لڑکیوں کو اس پر مجبور نہ کریں۔ (۲) اور لڑکیوں پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ ایسے رشتے کا انتخاب نہ کریں جو والدین کے لئے عار کا موجب ہو۔ (۳)

مرد، نیک اور اچھی عورت کی طلب کرتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل صحیح ہے؟

سوال:... میں نے اکثر جگہ پڑھا ہے کہ مرد اچھی عورت کی طلب کرتے ہیں اور نیک بیوی چاہتے ہیں، اکثر اپنی پسند کی شادی بھی کرتے ہیں، کیونکہ وہ مرد ہیں، کیا یہ ٹھیک کرتے ہیں؟

جواب:... نیک اور اچھے جوڑے کی خواہش دونوں کو ہے، اور پسند کی شادی بھی دونوں کرتے ہیں۔ میں تو اس کا قائل ہوں کہ اپنے بزرگوں کی پسند کی شادی کی جائے۔

---

(۱) أی شاوروهن وذالک من جهة إستطابة أنفسهنّ، وهو ادعى للألفة وخوفًا من وقوع الفتنة والوحشة بينهما إذا لم يكن برضاء الأم، إذا البنات إلى الأمهات أميل، وفي سماع قولهنّ أرعب ربما علمت من حال إبنتها المنافي عن أبيها أمرًا لا يصلح معه النكاح من علة تكون بها أو سبب يمنع من وفاء حقوق النكاح. (حاشية نمبر۵، سنن أبي داوٗد ج:۱ ص:۲۸۵، أيضًا جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۵ شرح الغريب).

(۲) گزشتہ صفحے کا حوالہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۳) الأكفاء جمع كفؤ بمعنى النظير لغة والمراد هنا المماثلة بين الزوجين في خصوص أمور أو كون المرأة أدنى وهي معتبرة في النكاح لأن المصالح انما تنتظم بين المتكافئين عادة، لأن الشريفة تأبى أن تكون مستفرشة للخسيس بخلاف جانبها لأن الزوج مستفرش فلا يغيظه دناءة الفراش. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷ فصل في الأكفاء، طبع دار المعرفة بيروت).

نیک عورت کا نیک شخص سے شادی کا اِظہار کرنا

سوال:... اگر آج ایک نیک مؤمن عورت کسی نیک شخص سے شادی کی خواہش کرے، تو اس میں کوئی بُرائی تو نہیں ہے؟ جبکہ عورت اپنی خواہش بیان نہ کرسکتی ہو، تو کیا کرے؟ کیونکہ اگر بیان کرتی ہے تو والدین کی، بھائیوں کی عزّت کا مسئلہ بن جاتا ہے، اگر والدین کی بات مانے تو اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنا ہوگا؟

جواب:... اس کی صورت یہ ہے کہ خود یا اپنی سہیلیوں کے ذریعے اپنی والدہ تک اپنی خواہش پہنچادے، اور یہ بھی کہہ دے کہ میں کسی بے دِین سے شادی کرنے کے بجائے شادی نہ کرنے کو ترجیح دُوں گی، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرتی رہے۔

نیک شخص سے شادی کی خواہش کرنا کیسا ہے؟

سوال:... کیا عورت اپنے لئے اچھے نیک شوہر کی خواہش نہ کرے؟ عورت کسی ایسے شخص کو پسند کرتی ہے اور اس سے عزّت سے شادی کرنے کی خواہش رکھتی ہے، تو اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیونکہ ہمارے معاشرے میں ایسی حرکت عورت کو زیب نہیں دیتی، جبکہ مرد اپنی خواہش پوری کرسکتا ہے۔

جواب:... میں لکھ چکا ہوں اکثر لڑکیاں کسی شخص کو پسند کرنے میں دھوکا کھالیتی ہیں، اپنے خاندان اور کنبے سے پہلے کٹ جاتی ہیں، ان کی محبت کا ملمع چند دِنوں میں اُتر جاتا ہے، پھر نہ وہ گھر کی رہتی ہیں، نہ گھاٹ کی۔ اس لئے میں تمام بچیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ شادی دستور کے مطابق اپنے والدین کے ذریعے کیا کریں۔

کیا حضرت خدیجہؓ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش کی تھی؟

سوال:... میں نے اکثر جگہ کتابوں میں پڑھا کہ حضرت خدیجہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش کی تھی جو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرلی تھی۔

جواب:... صحیح ہے۔[1]

لڑکے یا لڑکی کی سیرت کیسے معلوم کی جائے؟

سوال:... اسلام صورت سے زیادہ سیرت دیکھنے کو کہتا ہے، آپ یہ بتائیے کہ جب تک انسان کے ساتھ رہا نہ جائے، کچھ وقت نہ گزارا جائے، اس کی سیرت کا کیسے اندازہ ہو؟ یا یہ کہ یہ لڑکا اس لڑکی، اور یہ لڑکی اس لڑکے کے لئے مزاج سے مطابقت رکھتی ہے، یہ کیسے معلوم ہو؟ ظاہر ہے آس پاس کے لوگ جھوٹ بھی بول سکتے ہیں، یا غلط اِطلاع دے سکتے ہیں، یہ تمام زندگی کا معاملہ ہوتا ہے، اس لئے آپ بتائیے کہ اس سلسلے میں لڑکے یا لڑکی کو کونسی معلومات حاصل کرنے کا حق اِسلام نے دیا ہے؟

---

(۱) وحدّثها ميسرة عن قول الراهب وعن المكين، وكانت لبيبة حازمة فبعث إليه تقول: يابن عمّي! إنّي قد رغبت فيه لقرابتك وأمانتك وصدقك وحسن خلقك، ثم عرضت عليه نفسها۔ (تاريخ الإسلام للذهبي ج: ۱ ص: ۶۴، طبع بيروت)۔

جواب:... لڑکے، لڑکی کی سیرت کا اندازہ اس کے اخلاق و عادات سے ہوسکتا ہے، اور اپنا اطمینان حاصل کرنے کے لئے جہاں تک ہوسکے، حالات معلوم کرنے کا حق ہے۔

شادی کے معاملے میں والدین کا حکم ماننا

سوال:... بعض گھرانوں میں جبکہ اولاد بالغ، سمجھ دار اور پڑھ لکھ جاتی ہے لیکن والدین اپنی خاندانی روایات کو نبھانے کی خاطر یا پھر دولت، جائیداد کی خاطر اولاد کو جہنم میں جھونک دیتے ہیں، بغیر ان کی رائے جانے ان کی زندگی کے فیصلے کردیتے ہیں، بیشک اولاد کا فرض ہے کہ ماں باپ کی فرمانبرداری و اطاعت کرے، لیکن کیا خدا نے اولاد کو اس قدر بے بس بنایا ہے کہ وہ والدین کے غیراسلامی فیصلے جو کہ ان کی زندگی کے متعلق کئے جاتے ہیں، ان پر بھی خاموش تماشائی بن کر اپنی زندگی ان کے حوالے کردیں؟ کیا اولاد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی زندگی کا یہ اہم فیصلہ خود کرسکے؟

جواب:... شریعت نے جس طرح اولاد کے ذمہ والدین کے حقوق رکھے ہیں،[1] اسی طرح والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق بھی رکھے ہیں، اور جو بھی ان حقوق کو نظرانداز کرے گا اس کا خمیازہ اسے بھگتنا ہوگا۔[2] مثلاً شادی کے معاملے میں اولاد کی رضامندی

---

(۱) قال تعالٰی: "وقضٰی ربک ألّا تعبدوا إلّا إياه وبالوالدين إحسانًا، إمّا يبلغنّ عندک الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أُفٍّ ولَا تنهرهما وقل لهما قولًا كريمًا. واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل ربّ ارحمهما كما ربيانی صغيرًا" (بنی إسرائيل: ۲۳، ۲۴). وقال تعالٰی: "ووصينا الإنسان بوالديه إحسانًا" الآية (العنكبوت: ۸). وفی الحديث: عن أبی أمامة رضی الله عنه أن رجلًا قال: يا رسول الله! ما حق الوالدين علٰی ولدهما؟ قال: هما جنتک أو نارک. (ابن ماجة ص: ۲۶۰). وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من أصبح مطيعًا لله فی والدين أصبح له بابان مفتوحان من الجنّة، وإن كان واحدًا فواحدًا، ومن أصبح عاصيًا لله فی والدين، أصبح له بابان، مفتوحان من النار، إن كان واحدًا فواحدًا. قال: رجل: وإن ظلماه؟ قال: وإن ظلماه! وإن ظلماه! وإن ظلماه! (مشكٰوة ص: ۴۲۱). قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ألَا أحدثكم بأكبر الكبائر؟ قال: بلٰی يا رسول الله! قال: الإشراک بالله وعقوق الوالدين ...إلخ. (جامع ترمذی ج:۲ ص:۲، طبع دهلی).

(۲) وعن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ألَا كلّكم راعٍ وكلُّكم مسئول عن رعيته، فالإمام الذی علی الناس راعٍ وهو مسئول عن رعيته، والرجل راعٍ علٰی أهل بيته وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية علٰی بيت زوجها وولده وهی مسئولة عنهم، وعبدالرجل راعٍ علٰی مال سيّده وهو مسئول عنه، ألَا فكلكم راعٍ وكلّكم مسئول عن رعيته. متفق عليه. (مشكٰوة ج:۲ ص:۳۲۰، ۳۲۱، كتاب الإمارة). ۹۰۱۴ (س – عائشة رضی الله عنها) أن فتاةً دخلتْ عليها فقالت: إن أبی زوّجنی من ابن أخيه، ليرفع بی خسيسته، وأنا كارهةٌ، قالت: إجلسی حتّٰی يأتی رسول الله صلی الله عليه وسلم، فجاء رسول الله صلی الله عليه وسلم فأخبرته، فأرسل إلٰی أبيها فدعاه، فجعل الأمر إليها، فقالت: يا رسول الله! قد أجزتُ ما صنع أبی، ولٰكن أردتُ أن أُعلِمَ الناس أن ليس للأبآء من الأمر شیء، وفی نسخة السماع أردتُ أن أعُلَمَ أللنساء من الأمر شیءٌ؟ أخرجه النسائی. (جامع الأصول فی أحاديث الرسول لابن أثير الجزری ج:۱۱ ص:۴۶۴، طبع بيروت).

لازم ہے،[1] اگر والدین کسی غیر مناسب جگہ رشتہ تجویز کریں تو اولاد کو انکار کا حق ہے،[2] اور اگر وہ اپنی ناگواری کے باوجود محض والدین کی رضاجوئی اور ان کے احترام کی بناء پر اس کو بخوشی قبول کرلے اور پھر نبھا کر دِکھادے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم اجر کی مستحق ہے،[3] لیکن اگر وہ قبول نہ کرے تو والدین کو اس پر جبر کرنے کا کوئی حق نہیں۔

والدین اگر شادی پر تعلیم کو ترجیح دیں تو اولاد کیا کرے؟

سوال:... میرے والدین اگرچہ ہم سب کو بڑی محنت اور توجہ سے تعلیم حاصل کروارہے ہیں، لیکن انہوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ سب کچھ تعلیم ہی ہے، میں اگرچہ بہت چھوٹا ہوں لیکن میری بڑی بہنیں ہیں، جنھیں اعلیٰ تعلیم دِلوائی جارہی ہے، لیکن میرے والدین کو ذرا بھی ان کی شادی کی فکر نہیں جبکہ وہ خود بوڑھے ہورہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج کل کا زمانہ کتنا خراب ہے، اور میں ابھی بہت چھوٹا ہوں اور جب میں بڑا ہوں گا تو اس وقت تک میری بہنیں ادھیڑ عمر کی ہوچکی ہوں گی، پھر تو رشتہ ملنا ہی مشکل ہوگا، جبکہ اس وقت رشتے آرہے ہیں، لیکن میرے والد صاحب سب سے ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں، جبکہ میں جانتا ہوں میری بہنیں ان رشتوں پر خوش ہیں۔ اگر والدین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے تو کیا اولاد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سِول میرج کرلیں؟ جبکہ دونوں ہی مسلمان ہیں اور اسلام میں یہ بات جائز بھی ہے۔

جواب:... آج کل اعلیٰ تعلیم کے شوق نے والدین کو اپنے اس فریضے سے غافل کر رکھا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی عمر کالج اور یونیورسٹیوں کے چکر میں ڈھل جاتی ہے، اور جب وقت گزر جاتا ہے تو ماں باپ کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ مجھے اس طرح کے سینکڑوں خطوط موصول ہوچکے ہیں کہ لڑکی کی عمر ۳۰-۳۵ برس کی ہوگئی، کوئی رشتہ نہیں آتا اور جو آتا ہے وہ بھی دیکھ داکھ کر چپ سادھ لیتا ہے۔ کوئی تعویذ، وظیفہ اور عمل بتاؤ کہ بچیوں کی شادی ہوجائے۔ لڑکی پڑھی لکھی قبول صورت اور سگھڑ ہے، مگر رشتہ نہیں ہوپاتا، وغیرہ وغیرہ۔ خدا جانے کتنے خاندان اس سیلاب میں ڈُوب چکے ہیں اور کتنے لڑکے لڑکیاں غلط راستے پر چل نکلی ہیں، اس لئے آپ نے جو لکھا ہے، وہ ایک دِلخراش حقیقت ہے، حدیث میں ہے کہ:

---

(۱) والسُّنَّة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح .... وإن زوجها بغير إستئمار فقد أخطأ السُّنَّة، وتوقف على رضاها، وهو محمل النهي في حديث مسلم: لَا تنكح الأيم حتّى تستأمر ولَا تنكح البكر حتّى تستأذن ...إلخ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۱، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء). ولَا تجبر البالغة البكر على النكاح ...إلخ. وفي الشامية: ولَا الحر البالغ ...إلخ. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۸ طبع سعيد كراچی).

(۲) أنّ جارية بكرًا أتتْ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة فخيرها رسول الله صلى الله عليه وسلم، أخرجه أبو داوٗد. (جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۳، طبع بيروت). لَا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكرًا كانت أو ثيبًا فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز، وإن ردّته بطل، كذا في السراج الوهاج. (عالمگيری، كتاب النكاح ج:۱ ص:۲۸۷، طبع بلوچستان).

(۳) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أصبح مطيعًا لله في والديه أصبح له بابان مفتوحان من الجنّة وإن كان واحدًا فواحدًا. (مشكوٰة ص:۴۲۱، باب البر والصلة، الفصل الثالث).

"عن أبی سعید وابن عباس رضی الله عنهما قالا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه، فاذا بلغ فلیزوجه، فان بلغ ولم یزوجه فأصاب اثمًا فانما اثمه علٰی أبیه۔" (مشکوٰۃ ص:۲۷۱)

ترجمہ:..."حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:........ جب اولاد بالغ ہوجائے اور والدین ان کے نکاح سے آنکھیں بند کئے رکھیں، اس صورت میں اگر اولاد کسی غلطی کی مرتکب ہو تو والدین بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔"

باقی رہا یہ سوال کہ اگر والدین غفلت برتیں تو کیا لڑکا لڑکی خود اپنا نکاح بذریعہ عدالت کرسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دونوں ہر حیثیت سے برابر ہوں تو یہ نکاح صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔[1] البتہ لڑکے کا کسی جگہ خود شادی کرلینا تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن لڑکی کے لئے مشکل ہے، بہرحال اگر لڑکی خود شادی کرنا چاہے تو اس کو یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا کہ جس لڑکے سے وہ عقد کرنا چاہتی ہے، وہ ہر حیثیت سے لڑکی کے جوڑ کا ہو، اس کو فقہ کی زبان میں "کفو" کہتے ہیں۔[2]

شادی میں والدین کی خلافِ شرع خواہشات کا لحاظ نہ کیا جائے

سوال:...میرے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے، وہ کہتا ہے کہ براہِ راست نکاح پڑھادیا جائے، لیکن والدہ بضد ہیں کہ پہلے چھوٹی منگنی اور اس کے بعد نکاح مع رُسوم کے ہوگا۔ گھر کی عمارت کو سجاوٹ اور چراغاں بھی کرنا چاہتی ہیں، کیونکہ پھر ان کا کوئی بیٹا نہیں، بتایئے والدہ کی جھوٹی خواہشات کا احترام کیا جائے یا سنتِ محمدی کی اطاعت کی جائے؟

جواب:...سنت کی پیروی لازم ہے، اور والدہ کی خلافِ شریعت خواہشات کا پورا کرنا ناجائز ہے،[3] مگر والدہ کی بے ادبی نہ کی جائے، ان کو مؤدّبانہ لہجے میں مسئلہ سمجھایا جائے۔[4]

لڑکی اور لڑکے کی کن صفات کو ترجیح دینا چاہئے؟

سوال:...جس وقت رشتوں کا سلسلہ ہوتا ہے، یہ بات مشاہدے میں ہے کہ لڑکیوں کو اس طرح دیکھا جاتا ہے جیسے بھیڑ بکریوں کو عید کے موقع پر دیکھا جاتا ہے، کیا یہ صحیح طریقہ ہے؟ دُوسری بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ چاہے لڑکی ہو یا لڑکا، اس سلسلے میں

---

(۱) فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی، والأصل أن کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه ومالا فلا۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۶، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۲) ان المرأة إذا زوّجت نفسها من کفوٍ لزم علی الأولیاء، وإن زوّجت من غیر کفوٍ لَا یلزم أو لَا یصح بخلاف جانب الرجل فإنه إذا تزوّج بنفسه مکافئة له أو لَا فإنه صحیح لَازم۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۸۵)۔

(۳) عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا یؤمن أحدکم حتّٰی یکون هواه تبعًا لما جئت به۔ (مشکوٰة ص:۳۰ باب الْإعتصام بالکتاب والسُّنَّة)۔ أیضًا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لَا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"۔ (مشکوٰة ص:۳۲۱، کتاب الْإمارة، الفصل الثانی)۔

(۴) کما قال تعالٰی: "فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" (الْإسراء:۲۳)۔

معاملہ تجارتی بنیادوں پر بھی ہوتا ہے، مثلاً: لڑکا کتنا امیر ہے؟ (چاہے حرام ہی کماتا ہو)، لڑکی کتنا جہیز لائے گی؟ (چاہے حرام آمدنی کا کیوں نہ ہو)، اس سلسلے میں اَحکامِ اسلامی کیا ہوں گے؟

جواب:... اسلام کا حکم یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت لڑکے اور لڑکی دونوں کی دِین داری اور شرافت و امانت کو ترجیح دی جائے۔[1] جو لڑکا حرام کماتا ہو، اس سے وہ لڑکا اچھا ہے جو رزقِ حلال کماتا ہو خواہ مالی حیثیت سے کمزور ہو۔[2] اور جو لڑکی دِین دار ہو، عفیفہ ہو، شوہر کی فرمانبردار ہو، وہ بہتر ہے خواہ وہ جہیز نہ لائے یا کم لائے۔

مرد اور عورت کی عمر میں تفاوت ہو تو نکاح کا شرعی حکم

سوال:... اگر مرد اور عورت کی عمروں میں تفاوت ہو، تو ان کا نکاح صحیح ہے یا غلط؟

جواب:... شریعت میں میاں اور بیوی کے درمیان عمر کے فرق کی کوئی قید نہیں ہے، البتہ دِینی اور ذہنی مطابقت اور اِزدواجی حقوق کی ادائیگی شرط ہے۔

شادی کے لئے ''شیو'' کروانا

سوال:... والدین کہتے ہیں کہ تم شیو کرو، شادی کے بعد داڑھی رکھ لینا، کیا ایسا کرلوں؟

جواب:... توبہ! توبہ! والدین کہیں جہنم میں چھلانگ لگادو، تو لگادو گے؟ جہاں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو، وہاں والدین کی اِطاعت جائز نہیں۔[3] اور جو شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ کر کی جائے، وہ شادی نہیں مرگ ہے...!

شادی میں قابلِ ترجیح چیز کون سی ہو؟

سوال:... اسلام کی رُو سے شادی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کن باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر دُوسری جگہ رشتہ طے کرنا چاہئے؟ کیا سیّد فیملی میں صرف سیّد ہی شادی کرسکتے ہیں؟ برائے مہربانی میری اور میری طرح بے شمار لوگوں کے لئے اس سوال کا جواب بہت اہم اور ضرورت کا حامل ہے۔

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه، إن لَا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (مشكوٰة ص:۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الثاني، وجامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۵، طبع بيروت).
أيضًا: عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (مشكوٰة ص:۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الأوّل).

(۲) وفي شرح السنة روى ان رجلًا جاء إلى الحسن وقال: ان لي بنتًا وقد خطبها غير واحد، فمن تشير على ان أزوجها؟ قال: زوجها رجلًا يتقي الله، فإنه إن أحبها أكرمها، وإن أبغضها، لم يظلمها. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۳ ص:۴۰۳ طبع بمبئي).

(۳) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحبّ وكره ما لم يؤمر بمعصية، فإذا أُمر بمعصية فلا سمع ولَا طاعة. متفق عليه. وعن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۳۱۹). وعن النواس بن سمعان: قال: قال رسول الله صلى الله عله وسلم: لَا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. (مشكوٰة ص:۳۲۱، كتاب الإمارة، الفصل الثاني).

جواب:... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اِرشاد فرمایا: ''شادی چار چیزوں کے لئے کی جاتی ہے: عورت کے مال، حسب ونسب، حسن وخوبصورتی اور دِین کی وجہ سے، پس تم دِین کو ترجیح دو۔'' سیّد خاندان میں غیرسیّد کا نکاح ہوسکتا ہے۔ بہرحال دِین دار کو ترجیح دینا چاہئے، چاہے خاندان میں، چاہے غیرخاندان میں۔ [1]

والد صاحب کے کہنے پر اَن پڑھ عورت سے شادی کرلوں یا اپنے طور پر پڑھی لکھی سے؟

سوال:... میں دِینی مدرسے کا طالبِ علم ہوں، میرے والد صاحب میرا نکاح میرے چچا کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں، لیکن میں نے اِنکار کردیا ہے، کیونکہ اس لڑکی میں نہ دُنیوی تعلیم ہے نہ دِینی، بلکہ ناظرہ بھی نہیں پڑھی ہوئی۔ میرا اِرادہ ہے کہ مستقبل میں ہر آن، ہر گھڑی دِین کی محنت کروں، جبکہ والد صاحب کی بات ماننے میں یہ اِرادہ پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے، کیونکہ اولاد کی تربیت میں ماں کا بہت دخل ہے، اور شرعی پردہ اپنے گھر میں جاری کرنا بھی مشکل بن جائے گا۔ دُوسری طرف مجھے ایک ایسی لڑکی نکاح کے لئے مل رہی ہے جو کہ مدرسے میں ثالثہ پڑھ رہی ہے، اور اس کا گھرانہ بھی بہت دِین دار ہے، لیکن میرے والد صاحب اس پر راضی نہیں ہیں، والد صاحب کی اس ناراضگی پر میں گنہگار ہوسکتا ہوں یا نہیں؟

جواب:... میرے بھائی! تمہارے جذبات بہت اچھے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو نیکی عطا فرمائے۔ میرے خیال میں تمہارے والد صاحب کی رائے زیادہ صحیح ہے، وہ کسی اَن پڑھ لڑکی سے تمہارا نکاح کرنا چاہتے ہیں، دِین کی ضروری تعلیم کی باتیں تم ان کو بتاسکو گے۔ دِینی مدرسے میں یا اسکول کالج میں پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ میں تو دو سال کا بچہ تھا جب میری والدہ کا اِنتقال ہوا، لیکن میرا خیال ہے وہ مرحومہ شاید قرآن مجید بھی نہیں پڑھی ہوئی تھیں۔ ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے: ''جتنے بڑے بڑے آدمی تمہیں نظر آئیں گے، وہ اَن پڑھ ماؤں کی گود میں پلے ہیں، آج کی پڑھی لکھی عورتوں نے بھی کسی بڑے آدمی کو جنم دیا ہے؟'' اور لکھنا تو بے ادبی ہوگی، لیکن حضرات اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے کس مدرسے میں یا اسکول میں پڑھا تھا؟ میں بچیوں کو پڑھانے کا مخالف نہیں ہوں، میں نے اپنی بچیوں کو خود پڑھایا ہے، لیکن اس بددِماغی کا مخالف ہوں کہ کسی اَن پڑھ بچی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، والسلام۔

لڑکیوں کے رشتے میں غلط شرائط لگاکر دیر کرنا دُرست نہیں

سوال:... میری عمر ۲۷ سال ہے، ۲۱ سال کی عمر سے مختلف افراد کے کئی رشتے آچکے ہیں، مگر میرے والدین کا پیمانہ بہت اُونچا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ لڑکا بی اے، ایم اے ہو، اور دس پندرہ ہزار روپے تنخواہ پاتا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ اب کچھ دِنوں سے ایسے افراد کے رشتے آرہے ہیں جو مجھ سے دُگنی عمر کے ہیں۔ اب ایک صاحب کا رشتہ آیا ہے، جو مجھ سے دُگنی عمر کے ہیں، یہ نمازی، شریف اور پڑھے لکھے ہیں، میرے والدین عمر کی وجہ سے انہیں منع کررہے ہیں۔ میں اس رشتے پر رضامند ہوں، صرف والدین کی

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الأوّل).

ناراضی کی وجہ سے خاموش ہوں۔ آپ سے میرا سوال یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں شادی کے وقت کن کن باتوں کا خیال ضروری ہے؟ جب لڑکا اور لڑکی دونوں راضی ہوں تو لڑکا اور لڑکی کو گھر بٹھا کر رکھنا کیسا ہے؟ ماں باپ صرف اس لئے راضی نہیں ہیں کہ دُنیا والوں کو کیا منہ دِکھائیں گے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ: ''علی! جب رشتہ جوڑ کا مل جائے تو رشتہ کرنے میں تأخیر نہ کرنا۔''[1] آپ نے جو صورتِ حال لکھی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دو سال اگر یہ رشتہ نہ کیا گیا تو پھر وقت ہی گزر جائے گا، اس لئے میں آپ کے والدین کو مشورہ دُوں گا کہ لمبے چوڑے مطالبات کو چھوڑ کر رِشتہ کرنے کی کوشش کریں، اور مناسب سے مناسب جو رِشتہ مل سکے، اس میں تأخیر نہ کریں۔

لڑکی کی غلط صفات بیان کر کے رشتہ کرنا

سوال:... ایک بزرگوار نے اپنی لڑکی کے رشتے کے وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ لڑکی بی اے پاس ہے، شادی ہو جانے پر معلوم ہوا کہ لڑکی سوائے باتوں کے کوئی اِمتحان پاس نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قصور ماں باپ کا ہے یا لڑکی کا؟ شرعی لحاظ سے اس کا کیا رَدِّعمل ہونا چاہئے؟

جواب:... انہوں نے جھوٹ بول کر غلط کیا ہے، قصور والدین کا ہے، لڑکی کا نہیں۔ اگر لڑکی نیک اور شریف ہے تو بی اے کی پخ کوئی ضروری نہیں۔

کیا اب شادی نہ ہونا، نیک رشتہ ٹھکرانے کی نحوست کی وجہ سے ہے؟

سوال:... میں ہومیوپیتھ کی ڈاکٹرنی ہوں، سیرت وصورت کے اِعتبار سے اللہ نے مجھے قابلِ پسند بنایا ہے، مگر اس کے باوجود تقریباً چھ ماہ میں تین جگہ رشتے لگ کر چھوٹ گئے۔ جس سے بہت پریشان ہوں۔ سہیلیاں مذاق اُڑاتی ہیں، جس کی وجہ سے مجھے اور ذہنی اُلجھن رہتی ہے۔ اَزراہِ کرم آپ اس کا کوئی حل بتادیں۔ ساتھ ساتھ ایک بات اور عرض کرنا ضروری سمجھ رہی ہوں کہ ۱۹۸۷ء میں میری خالہ نے مجھے اپنے لڑکے کے لئے پسند کیا تھا، لڑکا ہر اِعتبار سے قابلِ پسند ہے، لیکن تبلیغی جماعت سے منسلک رہنے کی وجہ سے انہوں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے، اور محض داڑھی کی وجہ سے میں نے انہیں ٹھکرادیا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے، بلکہ میری بھابھی بھی اب مجھے طعنہ دیتی ہے کہ سنت پر چلنے والے لڑکے کو جو ٹھکرائے، اُسے ایسی ہی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑے گا، اور شاید یہ اسی کی نحوست ہے۔ اگر آپ کے خیال میں یہ بات دُرست ہے تو تلافی کی کوئی صورت بتادیں۔ ویسے میں اپنی غلطی پر نادم ہوں اور توبہ کرتی ہوں کہ آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو معمولی چیز نہیں سمجھوں گی۔ آخر میں آپ سے گزارش ہے کہ دُعا فرمادیں کہ میری خالہ دوبارہ رشتے کے لئے رضامند ہوجائیں، کیونکہ اب میرے والدین بھی بہت پریشان نظر آتے ہیں۔

---

(۱) عن علی أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: یا علی! ثلاث لَا تؤخرها: الصلٰوة إذا أتت، والجنازة إذا حضرت، والأیم إذا وجدتَ لها کفوا۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰة ص: ۶۱، باب تعجیل الصلاة، الفصل الثانی)۔

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حقارت سے ٹھکرانا صرف گناہ نہیں، بلکہ کفر ہے۔[1] اس کے بعد آپ کیا توقع رکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا؟ اس سے توبہ کرلیجئے، اور اگر خالہ زاد آپ کو پسند ہے تو اس رشتے کو منظور کرلیجئے، نہایت باعثِ برکت ہوگا، اِن شاء اللہ!

جوان اولاد کی شادی نہ کرنے کا وبال

سوال:... جب اولاد جوان ہوکر پچیس یا تیس برس کی عمر تک پہنچے اور ہمارے معاشرے کی مصنوعی اقدار (مثلاً: اعلیٰ تعلیم مکمل نہ ہونا، ذاتی مکان، سامانِ آرائش، جہیز وغیرہ کا اِنتظام نہ ہونا) کی وجہ سے شرعی نکاح وعقد کا انتظام نہ کیا جائے، اور پھر جوان اولاد سے گناہ سرزد ہوجائے تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے، والدین پر یا اولاد پر؟

جواب:... گناہ تو گناہ کرنے والے پر ہے، مگر والدین اس گناہ کا سبب بنے ہیں، اس لئے وہ بھی اس گناہ میں حصہ دار ہیں۔[2]

دِین کے کام کے لئے شادی نہ کرنا

سوال:... موجودہ حالات میں جبکہ مسلمان دِین سے دُور ہیں اور کلمے کے الفاظ تک سے واقف نہیں ہیں، ان کی حالت جانوروں سے بدتر ہورہی ہے، بھائی بہن کے رشتے کا تقدس تک نہیں رہا، میں ایسے حالات میں دِین کی محنت میں پوری جان، پورے مال اور پورے وقت کو لگانا ضروری سمجھتا ہوں، مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ اگر میں اپنی پوری زندگی دِین کے کام میں لگادُوں اور شادی نہ کروں تو دِین کے کام میں اِنتہائی مصروف ہونے کی وجہ سے کیا شریعت مجھے اس کی اجازت دیتی ہے؟

جواب:... اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو شادی کرنا واجب ہے، ورنہ مستحب ہے،[3] اگر شہوت کا غلبہ نہیں تو شادی نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ جب شادی کا وقت تھا، تب آپ نے کی نہیں، اور جب بعد میں ضرورت پیش آئی تو آپ کو رِشتہ نہیں ملتا۔

---

(۱) ففي الشامية نقلاً عن المسايرة كفر الحنفية بألفاظ كثيرة ..... أو استقباحها كمن إستقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه أو إحفاء شاربه ...إلخ۔ (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۲۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔ وفي البحر: وباستخفافه بسنة من السنن۔ (ج:۵ ص:۱۲۱، طبع بیروت)۔ والحاصل أنه إذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه صلى الله عليه وسلم كفر۔ (البزازية على هامش الهندية ج:۶ ص:۳۲۸، الفصل الثاني، طبع رشيدية)۔

(۲) عن أبي سعيد وابن عباس قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدّبه فإذا بلغ فليزوّجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه۔ (مشكوٰة ص:۲۷۱، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة)۔

(۳) وأما صفته فهو أنه في حالة الإعتدال سُنّة مؤكدة، وحالة التوقان واجب، وحالة خوف الجور مكروه۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۶۷ طبع رشيديه)۔ وفي الدر المختار: (ويكون واجبًا عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلّا به فرض، نهاية۔ وهٰذا إن ملك المهر والنفقة وإلّا فلا إثم بتركه۔ (و) يكون (سُنّة) مؤكدة في الأصح .... حال الإعتدال ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۷، طبع ایچ ایم سعید کراچی، أيضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۸۵، ۸۶ كتاب النكاح، طبع بيروت)۔

جسمانی ونفسیاتی طور پر بیمار لڑکی کی شادی

سوال:... میری لڑکی جسمانی اور نفسیاتی طور پر بیمار ہے، کیا اس کی شادی کرنا ٹھیک ہے؟

جواب:... اس کے لئے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے کہ شادی کے بعد اس کی صحت ٹھیک ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر ٹھیک ہونے کی توقع ہو تو شادی کردی جائے، ورنہ اس غریب کی وجہ سے دُوسرے آدمی کو مصیبت میں مبتلا کیوں کیا جائے...؟

سوال:... کیا دُوسری بچیوں کی شادیاں فوراً کردی جائیں یا بڑی کے ساتھ مشروط رکھیں؟

جواب:... دُوسری بچیوں کی شادیوں کا فوراً اِنتظام کرنا چاہئے، ورنہ اندیشہ ہے کہ بڑی کی کیفیات سے وہ بھی متأثر ہوجائیں۔

لڑکیوں کی شادی نہ کرنا اُن سے محبت نہیں، ظلم ہے!

سوال:... ہم دو بھائی اور چار بہنیں ہیں، ہمارے ماں باپ اس وقت دُنیا میں نہیں ہیں، میرے بڑے بھائی کی بیوی اور چھ بچے ہیں، جبکہ میری صرف بیوی ہے، چار سال میری شادی کو ہوئے ہیں۔ جنابِ عالی! ہمارے ماں باپ ہم سے بہت محبت کرتے تھے، ہمارے گھر کے ماحول کو ایسا بنایا تھا کہ ہم چھ بہن بھائی ایک دُوسرے سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ باپ تو بہت پہلے وفات پاچکے ہیں، لیکن ہماری والدہ صاحبہ اگست ۱۹۹۷ء میں فوت ہوچکی ہیں۔ ہماری بہنوں کے لئے باہر سے اور رشتہ داروں میں سے رشتے کے لئے لوگ آتے رہے، لیکن ہماری والدہ صاحبہ اور میرا بڑا بھائی اور بڑی بہن جو کہ عرصہ دراز سے بیمار ہے، اِنکار کرتے رہے۔ ایک دِن میں اپنی ماں کے ساتھ اکیلا بیٹھا تھا تو میری ماں نے مجھ سے کہا کہ کل تمہاری ممانی تمہاری بہن کے رشتے کے لئے آئی تھی، جس پر تمہاری بڑی بہن نے اِنکار کردیا اور کہا کہ میرے بڑے بھائی کو اور ہم کو ہماری بہنیں بہت پیاری ہیں، ہم ان کی شادیاں نہیں کراتے۔ تو میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ آپ کی کیا مرضی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بہت اچھی بات ہے کہ بھائی بہنوں کے درمیان اتنی محبت ہو۔ والدہ صاحبہ کے اس جواب سے میں بھی خاموش ہوگیا، لیکن جب میں اِردگرد دُنیا کو دیکھتا ہوں تو اور بات ہے، لوگ تو بہنوں کی شادی کرکے خوشی محسوس کرتے ہیں کہ بہن کا حق ادا کیا۔ نکاح کے بارے میں، میں نے کئی کتابوں میں پڑھا کہ نکاح سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آج کل میں اس مسئلے کے لئے بہت پریشان ہوں کہ آیا ہم غلط راستے پر تو نہیں جارہے؟ مہربانی کرکے قرآن وسنت کی رُو سے مجھے اس مسئلے کی تفصیل بیان فرمادیجئے اور شرعی فتویٰ لکھ دیجئے۔

جواب:... بہنوں کی شادی نہ کرنا سراسر ظلم ہے اور گناہ ہے، اور یہ محبت نہیں، بلکہ عداوت ہے...![1]

---

(۱) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا خطب إلیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه إن لَا تفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰة ص:۲۶۷، أیضًا جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۵)۔

اگر کسی لڑکی کا دِین دار رشتہ نہ آئے تو وہ کیا کرے؟

سوال:... اگر کسی لڑکی کو نمازی یا اِسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والا شخص یا رِشتہ نہ ملے تو کیا وہ بے دِین یعنی ظاہر میں مسلمان ہو، جبکہ اسلام پر عمل نہ کرتا ہو، ایسے شخص کا رِشتہ قبول کرلینا چاہئے؟

جواب:... بے دِین اور بے نمازی سے رِشتہ نہیں کرنا چاہئے، کسی نیک، دِین دار کا رِشتہ تلاش کرنا چاہئے۔ (۱)

سوال:... کیا ایسے شخص کا رِشتہ قبول کرلینا چاہئے جو کہ شریف ہو، لیکن حرام پیشہ اِختیار کئے ہوئے یا اس کی حرام آمدنی ہو؟

جواب:... جب اس کی آمدنی حرام کی ہوگی تو اپنی بیوی کو بھی حرام ہی کھلائے گا۔

سوال:... اسلام والدین کو لڑکے یا لڑکی کے نکاح میں کہاں تک دخل اندازی کی اجازت دیتا ہے؟ کیا وہ صرف دوست کی حیثیت سے مشورہ دیں، یا تمام معاملات میں اپنی مرضی رکھ سکتے ہیں؟

جواب:... لڑکے، لڑکی کا نکاح والدین ہی کیا کرتے ہیں، یہی شریف خاندانوں کا طریقہ ہے، اور اسی کی اسلام تعلیم دیتا ہے۔ لیکن اسلام والدین پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ لڑکے اور لڑکی کی رضامندی وخواہش کو مقدم سمجھیں، ان کی رضامندی کے بغیر عقد نہ کریں۔ (۲)

باپردہ لڑکیوں کی شادی آزادخیال مردوں سے کرنا

سوال:... ہم لوگ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ زندگی اچھی گزر رہی ہے، لیکن دُنیا کی نظروں میں تو ظاہر ہے کہ ہم غریب ہیں، دُوسری بات یہ کہ ہم الحمدللہ پردے کو اَپنائے ہوئے ہیں، اور آپ تو جانتے ہیں کہ آج کے معاشرے میں غریب لڑکیوں اور خاص کر باپردہ لڑکیوں کو کس نظر سے دیکھا جاتا ہے؟ جیسے وہ کسی اور دُنیا کی مخلوق ہوں۔ خیر! ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں، اللہ ہم پر رحم فرمائے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ماں باپ ہمارے رشتوں کی طرف سے بہت پریشان ہیں، پہلے تین بہنوں کے رشتے آتے ہی نہیں تھے، اور جو آتے تھے وہ بہت آزادخیال لوگوں کے۔ آخرکار تھک ہار کر جب بہنوں کی عمریں نکلنے لگیں تو ایسے گھرانوں میں ہی رشتے طے کردیئے۔ والد صاحب نے رشتہ طے کرتے وقت شرط رکھی تھی کہ میری بیٹیاں پردہ نہیں توڑیں گی، جو انہوں نے قبول کرلی، اور بالآخر شادیاں ہوگئیں، لیکن آپ خود سوچئے جب گھر کے ماحول میں اس قدر آزادی ہو کہ کوئی لڑکی چادر تک نہ اوڑھتی ہو، ایسے ماحول میں پردہ قائم رکھنا مشکل کام ہے۔ بہرحال اللہ میری بہنوں کو ہمت دے، اس ساری کہانی سنانے کا مقصد یہ

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لَا تفعلوه تكن فتنة فی الأرض وفساد عريض۔ رواه الترمذی۔ (مشكوٰة ص:۲۶۷، أيضًا جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۵)۔

(۲) عن أبی هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لَا تنكح الثيب حتّٰی تستأمر، ولَا البكر إلّا بإذنها، قالوا: يا رسول الله! وما إذنها؟ قال: أن تسكت۔ وعن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: تستأمر اليتيمة (أی الباكرة) فی نفسها، فإن سكتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز عليها۔ (سنن أبی داوٗد ج:۱ ص:۲۸۵، كتاب النكاح)۔ ولَا تجبر البكر البالغة علی النكاح .... ولَا الحر البالغ۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۵۸، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

ہے ہمارے بہت سے جاننے والے ایسے ہیں جو بہت نیک لوگ ہیں، اس قدر نیک کہ ان کے یہاں اتنا سخت پردہ ہے کہ عورتوں کو کوئی برقع میں بھی کبھی آزادانہ پھرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، اور شریعت کے تمام قوانین کی پابندی ہوتی ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ سب بہت امیر لوگ ہیں، اس لئے وہ لوگ جب اپنے بیٹوں کی شادیاں کرتے ہیں تو اَمیروں کی بیٹیوں سے ہی کرتے ہیں۔ برائے کرم مولانا صاحب! مجھے بتایئے کہ یہ کہاں کا اِنصاف ہے کہ غریبوں کی بیٹیاں صرف اپنی غربت کے باعث ایسے گھرانوں میں بیاہی جانے پر مجبور ہوں جہاں وہ اللہ کے دِین کی پابندی نہ کرپائیں؟ جبکہ صاحبِ حیثیت لوگ صرف صاحبِ حیثیت لوگوں سے ہی رشتے جوڑتے چلے جائیں، جبکہ ان کے سامنے ہی ایسے گھرانے موجود ہوں جہاں نیک شریف باپردہ لڑکیاں موجود ہوں، کیا ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم بھی تمام عمر اللہ کے دِین پر قائم رہ سکیں؟ لیکن ہمیں ایک وقت پر مجبوراً ایسی جگہ جانا پڑتا ہے جہاں ہماری توقع سے بہت مختلف ماحول ملتا ہے، جہاں کوشش کے باوجود دِین پر قائم رہنا مشکل ہوجاتا ہے، آخر اس میں کس کا قصور ہے؟ ہم کس سے اِنصاف مانگیں؟

جواب:...آپ کی یہ تحریر تمام دِین دار لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے! بہرحال اپنے معیار کے شریف اور دِین دار گھرانوں کو تلاش کرکے رشتے کئے جائیں، بلکہ اگر کوئی غریب مگر شریف اور دِین دار رشتہ مل جائے تو اس کو بڑے پیٹ والے لوگوں پر ترجیح دی جائے۔ اس نوعیت کے مسائل تقریباً تمام والدین کو پیش آتے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں دِین داری کی یہ قیمت بہت معمولی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے تمام والدین کی خصوصی مدد فرمائیں۔

لڑکیوں کی وجہ سے لڑکوں کی شادی میں دیر کرنا

سوال:...اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں بیٹیاں ہوتی ہیں، ان کی شادی وغیرہ کے سلسلے میں ان کے بھائیوں کو طویل فہرستِ اِنتظار میں منتقل کردیا جاتا ہے، جس کے باعث ان کی عمریں نکل جاتی ہیں یا کافی دیر ہوجاتی ہے۔ کیا ازروئے اسلام یہ طریقہ جائز تصوّر ہوگا؟ اور یہ کہ اس دوران اگر خدانخواستہ کوئی فرد گناہ کی طرف راغب ہوگیا، اس کا وبال کس پر ہوگا؟

جواب:...شرعی حکم یہ ہے کہ مناسب رشتہ ملنے پر عقد جلدی کردیا جائے تاکہ نوجوان نسل کے جذبات کا بہاؤ غلط رُخ کی طرف نہ ہوجائے، ورنہ والدین بھی گناہ میں شریک ہوں گے۔[1] ہاں! رشتہ ہی نہ ملتا ہو تو والدین پر گناہ نہیں۔[2]

اگر والدین ۲۵ سال سے زیادہ عمر والی اولاد کی شادی نہ کریں؟

سوال:...اگر والدین اولاد کی شادی نہ کریں اور ان کی عمریں ۲۵ سال سے بھی تجاوز کرگئی ہوں تو کیا وہ اپنی مرضی سے شادی کرسکتے ہیں؟ اس طرح کہیں والدین کی نافرمانی تو نہیں ہوجائے گی؟

جواب:...ایسی صورت میں اولاد کو چاہئے کہ کسی ذریعہ سے والدین کو اِحساس دِلائیں اور ان کو اولاد کی شادی کرنے پر

---

(۱) كما في حديث أبي سعيد وابن عباس: فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه. (مشكوٰة ص: ۲۷۱، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة، الفصل الثالث).

(۲) كما قال تعالىٰ: "لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" (البقرة: ۲۸۶).

رضامند کریں، لیکن اگر والدین اس کی پروا نہ کریں تو اولاد اپنی شادی خود کرنے میں حق بجانب ہے۔ (۱)

لڑکے کا کسی جگہ خود شادی کرلینا تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن لڑکی کے لئے مشکل ہے، بہرحال اگر لڑکی بطورِ خود شادی کرنا چاہے تو اس کو یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا کہ جس لڑکے سے وہ عقد کرنا چاہتی ہے، وہ ہر حیثیت سے لڑکی کے جوڑ کا ہو، اس کو فقہ کی زبان میں ''کفو'' کہتے ہیں۔ (۲)

لڑکی کی شادی قرآن سے کرنے کی کوئی حیثیت نہیں

سوال:... میرا تعلق سندھ کے خوش حال زمیندار گھرانے سے ہے، والد صاحب دولت منداور زمیندار تھے، اس لئے بچپن نازونعم سے گزرا۔ والدہ کی وفات والد صاحب کی زندگی میں ہوگئی، میرے ایک بڑے بھائی اور ایک چھوٹی بہن کے علاوہ والد کی اور حقیقی اولاد نہیں۔ والد صاحب کی وفات عارضۂ قلب کی بنا پر ہوئی، اس وقت میری شادی کا بندوبست تلاشِ رشتہ میں والد صاحب نے کوشش کی ہوئی تھی۔ اِنتقال کے بعد بڑے بھائی نے تین ماہ بعد عملی طور پر تلاشِ رشتہ کا سلسلہ بند کردیا اور اپنے واقف کاروں کے توسط سے یہ بات مجھے ذہن نشین کرائی کہ تمہارا رشتہ بھائی نے قرآن سے کردیا ہے۔ اس سے پیشتر میری تایازاد بہن کا رشتہ بھی قرآن سے کرادینے کی بات کا مجھے علم تھا، اس لئے مجھ پر پہاڑ ٹوٹ پڑا، مجھے اِحساس تھا کہ عورت کو مذہبی خوف کا پابند کرکے اس کی فطری خواہشات کا تدارک مذہب کی خودساختہ پابندیوں اور محض اپنی دولت کی تقسیم کو بچانے کے لئے بھائی نے یہ کوشش کی ہے۔ میں نے بھائی کو واضح طور پر ان کے دوستوں، بزرگوں کے توسط سے یہ بات پہنچادی کہ میں اپنی وراثت کے حصے کو چھوڑنے کو تیار ہوں، لیکن سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رشتۂ اِزدواج میں جائز نیک طریقے سے منسلک ہونا چاہتی ہوں۔ بات صاف اور کھری تھی، جو بھائی کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے کافی تھی، اس پر بھائی نے کھل کر بات کردی، کیونکہ قرآن سے شادی طے پاچکی ہے، اس لئے اب کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد سے بھائی نے مجھ پر سماجی، معاشی اور معاشرتی پابندیاں لگادی ہیں، مجھ پر قرآن کی شادی کا لیبل لگادیا گیا ہے، میں پڑھی لکھی، بالغ، ہوش مند مسلمان لڑکی ہوں، مجھے آپ سے دریافت کرنا ہے کہ:

۱:... کیا مجھے بھائی کی بات تسلیم کرلینی چاہئے اور عمر بھر شادی نہ کرسکنے پر خاموش رہنا چاہئے؟

۲:... کیا اسلام میں قرآن سے شادی کا کوئی قانون ہے؟ یا یہ محض نوجوان بیٹیوں، بہنوں کی وراثت (دولت) کو محض گھر کی دولت کو گھر میں رہنے کے لئے قرآن کے نام پر ڈھونگ رچاکر بچانے کی چالبازی نہیں ہے؟

۳:... قرآن سے شادی کی بنا پر اگر مجھ سے کوئی گناہ نفسانی ہوجائے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

---

(۱) "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" (النساء:۳)۔ أیضًا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا خطب إلیکم من ترضون دینه وخلقه فزوّجوه، إن لّا تفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰة ص:۲۶۷، طبع قدیمی)۔

(۲) ان المرأة إذا زوجت نفسها من کفوٴ لزم علی الأولیاء وإن زوجت من غیر کفوٴ لا یلزم أو لا یصح بخلاف جانب الرجل فإنه إذا تزوّج بنفسه مکافئة له أو لا فإنه صحیح لزم۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۸۵، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

۴:...مجھے اس سلسلے میں قانونی اِقدام کرنا چاہئے؟

۵:...دِینِ اسلام، قرآن سے شادی کے قانون کو کیا درجہ دیتا ہے؟

۶:...قرآن سے شادی کے قانون سے تارک ہونے پر میں کس حد تک گناہگار اور شریعتِ محمدی کی مجرم قرار پاؤں گی؟

جواب:...''قرآن سے شادی'' کا لفظ میں نے پہلی بار آپ کی تحریر میں پڑھا، یہ خالص جاہلانہ تصوّر ہے، اسلامی شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ عاقلہ، بالغہ ہیں، اگر بھائی آپ کی شادی کرنے پر راضی نہیں تو آپ اپنے عزیزوں کے ذریعے اپنے جوڑ کا رِشتہ تلاش کرکے خود عقد کرسکتی ہیں۔

آپ کے والد مرحوم کی جائیداد میں آپ دونوں بہنوں کا حصہ بھائی کے برابر ہے، اس جائیداد کے چار حصے کئے جائیں، تو دو حصے بھائی کے، اور ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کا ہے، اور بہن نے خواہ شادی کی ہو یا نہ کی ہو، دونوں صورتوں میں وہ اپنے حصۂ وراثت کی حق دار ہے۔

عام حالات میں شادی کرنا مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے، لیکن اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو فرض ہے۔ [1]

لڑکیوں کی قرآن سے شادی

سوال:...بعض حضرات لڑکیوں کو کئی وجوہات سے بٹھاکر، آخر میں قرآن شریف کے ساتھ نکاح کرواتے ہیں، کیا ایسا کرنا قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوگا؟ اور بلاشرعی عذر کے لڑکی کی شادی نہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...قرآن کے ساتھ نکاح کے کوئی معنی نہیں، یہ خالص بے ہودہ رسم ہے۔ اور بغیر عذرِ شرعی کے لڑکیوں کی شادی نہ کرنا گناہ بھی ہے اور اولاد کو گندگی میں دھکیلنا بھی۔ [2]

نومسلم لڑکی سے شادی کرنا

سوال:...میرا لڑکا کوریا میں مقیم ہے، وہ وہاں کی ایک غیرمسلم لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، وہ لڑکی مسلمان ہونا چاہتی ہے، بلکہ وہ گزشتہ ماہ مسلمان ہوگئی ہے، اور اس میں اس کے والدین کی خوشی بھی شامل ہے، اسلام قبول کرنے سے قبل وہ کوریا کی مسجد میں جاتی تھی اور اب بھی جاتی ہے، تبلیغی جماعت جاتی ہے تو میرا لڑکا اور وہ نصرت بھی کرتی ہے، گویا دِین سے دِلچسپی رکھتی ہے، ایسی صورت میں مجھ سے میرا لڑکا شادی کے لئے اِجازت طلب کر رہا ہے، مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میں اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں۔

---

(۱) (ویکون واجبًا عند التوقان) فإن تیقن الزنا إلّا به فرض، نهایة۔ وهٰذا إن ملک المهر والنفقة وإلّا فلا إثم بترکه، بدائع۔ (و) یکون (سُنّة) مؤکدة فی الأصح حالة الإعتدال۔ (درمختار ج:۳ ص:۷، طبع سعید کراچی، أیضًا: عالمگیری ج:۱ ص:۲۶۷، طبع بلوچستان، أیضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۸۵، ۸۶، کتاب النکاح، طبع بیروت)۔

(۲) عن عمر بن الخطاب وأنس بن مالک عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: فی التوراة مکتوب: من بلغت إبنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوّجها فأصابت إثمًا فإثم ذٰلک علیه۔ (مشکوٰة ص:۲۷۱، باب الولی فی النکاح، الفصل الثالث)۔

جواب:... اس میں پریشانی کی کیا بات ہے، اگر وہ لڑکی برضا و رغبت مسلمان ہوگئی ہے، اور تبلیغ میں بھی حصہ لیتی ہے، تو اس سے نکاح صحیح ہے، آپ اس کو نکاح کی اجازت دے دیں، اِن شاء اللہ آپ کے لڑکے کے لئے بھی فائدہ ہوگا، واللہ اعلم!

کیا میں ملازمت پیشہ لڑکی سے شادی کرسکتا ہوں؟

سوال:... عرض یہ ہے کہ میرا شادی کا سلسلہ چل رہا ہے، میں گورنمنٹ ملازم ہوں، اور میری تنخواہ چار ہزار روپے ماہانہ ہے جو کہ آج کل کے حالات کے لحاظ سے کم ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ میں ملازمت پیشہ لڑکی سے شادی کروں، تاکہ آسانی سے گزارہ ہوسکے۔ حضرت صاحب! یہاں میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ملازمت کرنے والی لڑکیوں کے کریکٹر ٹھیک نہیں ہوتے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ برائے مہربانی میرے اس مسئلے کا جواب دیں کہ میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، وہ بھی گورنمنٹ ملازم ہے، لوگوں کے بیانات سے میں بہت پریشان ہوں، جس کی وجہ سے کوئی فیصلہ کرنے میں ناکام ہوں، میری مدد کریں، کیا آپ اِستخارہ کردیں گے؟

جواب:... میں کسی کے لئے اِستخارہ تو نہیں کرتا، البتہ ''بہشتی زیور'' میں مسنون اِستخارہ لکھا ہوا ہے، اس کی لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں، اور وصیت کرتا ہوں کہ کوئی کارِ خیر اِستخارۂ مسنونہ کے بغیر نہ کریں، کیونکہ حدیث میں ہے:

''ومن شقاوة ابن آدم تركه استخارة الله'' (مشکوٰۃ ص:۴۵۳)

''یعنی آدمی کی بدبختی کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اِستخارہ کرنا چھوڑ دے۔''

جس لڑکی سے تم نکاح کا اِرادہ کرتے ہو، اس کے بارے میں اِستخارہ بھی کرلو، اور اس کے کردار کے بارے میں بھی اِطمینان کرلو۔ دُنیا کا کھانا پینا اور یہاں کی عیش وعشرت آدمی کے پیشِ نظر نہیں رہنی چاہئے، بلکہ آدمی یہاں اپنی آخرت کو بنانے کے لئے آیا ہے، یہاں کی دو روزہ زندگی سے اگر آخرت بن گئی تو بڑی سعادت ہے، اور اگر خدانخواستہ یہاں کی جھوٹی عیش وعشرت سے آخرت بگڑ گئی، تو یہ سب سے بڑی حماقت وشقاوت ہے۔ اسی لئے صوفیاء کہتے ہیں کہ: ''الدنيا يوم، ولنا فيها صوم'' یعنی ''دُنیا ایک دِن ہے، اور ہم نے اس میں روزہ رکھ لیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی کامیابی نصیب فرمائے اور دُنیا میں بھی ہماری کفایت فرمائے۔

عورت کا بیماری کی بنا پر شادی نہ کرنا گناہ تو نہیں؟

سوال:... ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ میری دوست شادی کرنا نہیں چاہتی، وہ قرآن شریف پڑھتی ہے اور پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہے، وہ بچپن سے بیمار رہتی ہے، تھوڑے دِن ٹھیک رہتی ہے، پھر دوبارہ بیمار ہوجاتی ہے، وہ کہہ دیتی ہے کہ اس کا دِل نہیں مانتا کہ وہ شادی کرے، جبکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ کنواری لڑکی کا گھر پر بیٹھنا جائز نہیں، جبکہ سورۃ النساء میں ہے کہ سب مرد وعورت کو نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سوائے ان کے جس کا کوئی خاص سبب نہ ہو، آپ بتائیں کیا میری دوست گھر پر بیٹھ سکتی ہے؟

جواب:...شادی کرنا اس صورت میں ضروری ہے جب کہ شادی کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو،[1] ورنہ سنت ہے، بشرطیکہ شادی کے حقوق ادا کرسکے، اور اگر حقوق ادا نہ کرسکے تو شادی کرنا دُوسروں کو خواہ مخواہ پریشان کرنا ہے۔ پس یہ صاحبہ جن کا سوال میں ذِکر کیا گیا ہے اپنی بیماری یا ذہنی کیفیت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہیں تو وہ معذور ہیں، ان پر شادی نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں۔

''خدا کی قسم شادی نہیں کروں گا'' کہہ دیا تو اَب کیا کیا جائے؟

سوال:...میرے بڑے بھائی کی منگنی میری خالہ زاد بہن سے آٹھ سال سے طے ہے، پچھلے دِنوں خاندانی رنجش کی بنا پر بڑے بھائی نے غصّے میں آکر یہ کہہ دیا کہ: ''خدا کی قسم! قرآن مجید کی قسم! میں یہاں شادی نہیں کروں گا۔'' اب چونکہ خاندانی رنجش دُور ہوگئی ہے، اور بڑے بھائی کی شادی بھی عنقریب ہونے والی ہے، پوچھنا یہ چاہوں گا کہ بھائی نے چونکہ دو قسمیں کھالی تھیں، لہٰذا قرآن وسنت کی روشنی میں ہمیں شادی سے قبل اس کا کیا ''کفارہ'' ادا کرنا پڑے گا؟

جواب:...قسم توڑنے کا کفارہ قسم توڑنے کے بعد ہوتا ہے، پہلے نہیں۔ آپ کے بھائی نے جہاں شادی نہ کرنے کی قسم کھائی تھی، اگر وہاں شادی کرلیں گے تو قسم ٹوٹ جائے گی، اس شادی کے بعد قسم توڑنے کا کفارہ ادا کریں۔[2]

کیا شادی نہ کرنے والی عورتیں بھی روزے رکھیں؟

سوال:...آج کل خواتین میں نوکری کرنے کا رِواج ہے، اور شادی کا تصوّر اور فکر کم ہوتی جارہی ہے۔ جیسے مردوں کے لئے حکم ہے کہ اگر کفالت کرسکے تو شادی کرے، ورنہ گناہ سے بچنے کے لئے روزے رکھے، عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:...عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے اُمورِ خانہ داری کے لئے پیدا کیا ہے،[3] اور ان کے نان ونفقے کا خرچ مردوں کے ذمے ہے۔[4]

کیا شادی نہ کرنا اِنسان کی تقدیر میں شامل ہے؟

سوال:...کیا شادی کا ہونا یا نہ ہونا (خصوصاً لڑکیوں کی) اس تقدیر میں شامل ہے جو لکھی جاچکی ہے یا اس میں اِنسان کی

---

(۱) وأما صفته فهو أنه في حالة الإعتدال سُنّة مؤكدة، وحالة التوقان واجب، وحالة كوف الجور مكروه. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۶۷، طبع بلوچستان). وفي الدر المختار ج:۳ ص:۷ (طبع سعيد كراچی) ويكون واجبًا عند التوقان فإن تيقن الزنا إلّا به فرض، وهٰذا ان ملك المهر والنفقة وإلّا فلا إثم بتركه، بدائع. ويكون سُنّة مؤكدة في الأصح حالة الإعتدال.

(۲) والمنعقدة ما يحلف علٰى أمر في المستقبل أن يفعله أو لَا يفعله، وإذا حنث في ذٰلك لزمته الكفّارة لقوله تعالٰى: لَا يؤاخذكم الله باللّغو في ايمانكم ولٰكن يؤاخذكم بما عقّدتم الأيمان. (هداية ج:۲ ص:۴۷۸، طبع شركت علميه ملتان).

(۳) وقرن في بيوتكنّ .... وفيه الدلَالة علٰى ان النساء مأمورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج. (أحكام القرآن للجصاص ج:۳ ص:۳۶۰، طبع سهيل اكيڈمی لاهور).

(۴) والنفقة لكل ذي رحم محرم إذا كان صغيرًا فقيرًا أو كانت امرأة بالغة فقيرة ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۴۶).

کوشش کا بھی دخل ہے؟

جواب:... لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی تقدیر میں لکھی ہے، اور جو تقدیر میں لکھا ہے اس کے مطابق ہوتا ہے۔ [۱]

کیا جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں؟

سوال:... کیا جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں؟ اور شادی میں قسمت کا کتنا عمل دخل ہوتا ہے؟

جواب:... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کے مطابق جوڑوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن اس کی وجہ سے کوشش ترک نہیں کرنی چاہئے۔ [۲]

مال و دولت کے لئے شادی کرنا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... میرے والدین گزشتہ دو سالوں میں اِنتقال کر چکے ہیں، ہم چار بہن بھائی ہیں، دونوں بہنوں کی شادی ہو چکی ہے، والدین نے کوئی زیادہ جائیداد نہیں چھوڑی تھی، میں اور بڑا بھائی غیرشادی شدہ ہیں، میرے بھائی سائیکل پر پلاسٹک کی تھیلیاں فروخت کرتے ہیں، میں بے روزگار ہوں، یہ تمام میرا مختصر سا تعارف تھا۔

مسئلہ یہ ہے کہ میں اکثر اَخبار میں ضرورتِ رشتہ کے اِشتہارات پڑھتا ہوں، ان اِشتہارات میں اکثر ایسے اِشتہارات آتے ہیں کہ لڑکی جو کہ معمولی نقص کا شکار ہے اتنی جائیداد کے ساتھ رشتہ مطلوب ہے، یا یتیم لڑکی بیس لاکھ کی واحد وارث کے لئے رشتہ چاہئے، پہلی بات کیا یہ جائز ہے؟

۱:... اگر میں ایسی لڑکی سے شادی کرلوں اور میرے دِل میں یہ بات ہو کہ روپیہ پیسہ ملے گا، جائز ہے یا نہیں؟

۲:... اگر میں اس نیت سے لڑکی سے شادی کرلوں کہ میں جو کہ ایک غریب آدمی ہوں، مالی مدد بھی ہو جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ شادی بھی ہو جائے گی، جائز ہے یا نہیں؟

۳:... اگر میں اس نیت سے شادی کروں کہ وقتی طور پر مدد بطورِ قرض لیتا ہوں اور آہستہ آہستہ واپس کر دوں گا، جائز ہے یا نہیں؟

اصل یہ ہے کہ میں نمبر ۳ شرط پر شادی کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے بتادیں کہ کیا میرا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ اور باقی صورتوں کی بھی وضاحت فرمادیں۔

جواب:... نکاح تو آپ کا جائز ہوگا، اور اس پر کچھ گناہ نہیں۔ لیکن ایسے اِشتہارات پر بعض اوقات بڑا دھوکا ہوتا ہے، بس یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آپ کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں کہ پھر ساری عمر پشیمانی ہو۔

---

(۱) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل شيء بقدر حتّى العجز والكيس. رواه مسلم. (مشكوٰة ص: ۱۹، باب الإيمان بالقدر، الفصل الأوّل، طبع قديمي كراچي).

(۲) عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السماوات والأرض ...الخ. (مشكوٰة ص: ۱۹، باب الإيمان بالقدر، الفصل الأوّل، طبع قديمي كراچي).

جائیداد سے حصے مانگنے کے خوف سے بیٹیوں کی شادی نہ کرنا

سوال:... بعض حضرات اپنی بیٹیوں کو شادی سے اس لئے محروم رکھتے ہیں کہ جائیداد، میراث وغیرہ میں سے حصہ مانگے گی، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... یہ بھی جاہلی رسم ہے، جس کی قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ میں اِصلاح کی گئی ہے۔ (۱)

مرنے کے بعد نکاح کی حیثیت، نیز جنت میں بھی دُنیا کی بیوی ملے گی؟

سوال:... کیا مرنے کے بعد شوہر اور بیوی کا رِشتہ قائم رہتا ہے؟ اور اسی شرعی رِشتے کے باعث اگر دونوں یومِ قیامت بخشے گئے تو ایک ساتھ جنت میں بحیثیت میاں بیوی ساتھ رہیں گے؟ میرے خسر کہتے ہیں کہ نکاح مرنے کے ساتھ ہی ختم ہوجاتا ہے۔

جواب:... اِمام قرطبیؒ "التذکرۃ" میں لکھتے ہیں کہ: "جو مسلمان عورت کسی مسلمان مرد کے عقد میں رہی، وہ جنت میں اسی کی بیوی ہوگی۔ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مارا، بیٹی نے باپ سے شکایت کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! صبر کر، کیونکہ زبیر نیک آدمی ہیں، مجھے توقع ہے کہ جنت میں بھی تم دونوں میاں بیوی رہوگے۔

اگر عورت نے شوہر کی وفات کے بعد دُوسرا عقد کرلیا تو ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت میں آخری شوہر کے پاس ہوگی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا کہ اگر تو یہ چاہتی ہے کہ جنت میں بھی میری بیوی رہے (بشرطیکہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں جمع فرمادیں) تو میرے بعد اور شادی نہ کرنا، کیونکہ عورت جنت میں آخری شوہر کے پاس ہوگی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے اِنتقال کے بعد ان کی بیوہ اُمّ الدرداء رضی اللہ عنہا کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھجوایا، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابوالدرداء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل کیا تھا کہ "عورت جنت میں آخری شوہر کے پاس ہوگی" اور ابوالدرداء نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر تو جنت میں میری بیوی رہنا چاہتی ہے تو میرے بعد اور شادی نہ کرنا۔

حضرت اُمّ المؤمنین، اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا کہ یا رسول اللہ! دُنیا میں ایک عورت کے یکے بعد دیگرے دو شوہر تھے، مرنے کے بعد وہ سب جنت میں جمع ہوگئے، اب یہ عورت کس شوہر کے پاس ہوگی؟ فرمایا: اُمِّ حبیبہ! دونوں میں سے جو زیادہ خوش خلق ہوگا، اس کے پاس ہوگی۔ خوش خلقی دُنیا و آخرت دونوں کی خیر و برکت کو سمیٹ لے گی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اگر دُنیا میں کسی عورت کے کئی شوہر رہے ہوں تو اس کو اِختیار دِیا جائے گا کہ ان میں سے جس کو چاہے

---

(۱) "یُوْصِیْکُمُ اللهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" (النساء: ۱۱)

پسند کرلے'' (تذکرہ ص:۵۶۰،۵۶۱)۔[1]

اِمام قرطبیؒ کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد اگرچہ دُنیوی اَحکام کے اِعتبار سے نکاح ختم ہوجاتا ہے، لیکن اگر میاں بیوی دونوں جنتی ہوں تو اِن شاء اللہ جنت میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے۔ اور جس خاتون کو ایک سے زیادہ شوہروں کے پاس رہنے کا اِتفاق ہوا، وہ یا تو آخری شوہر کے پاس ہوگی، یا ان میں جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہوگا اس کے پاس ہوگی، یا اسے اِختیار دیا جائے گا۔

یہ تمام تفصیل تو عام مسلمانوں کے بارے میں ہے، لیکن اس معاملے میں آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پاکباز اور مقدس خواتین سے نکاح فرمایا، اور وہ مدّت العمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں رہیں، ان کا نکاح وصالِ نبوی سے ختم نہیں ہوا، بلکہ وہ دُنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، اس لئے حضراتِ ازواجِ مطہرات اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن دُنیا کی طرح جنت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم دُنیا و آخرت میں میری بیوی ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بخدا میں اس پر راضی ہوں۔ فرمایا: ''پس تم دُنیا و آخرت میں میری بیوی ہو'' (مستدرک حاکم ج:۴ ص:۱۰، صحیح ابنِ حبان ج:۱۰ ص:۱۱۱، فتح الباری ج:۷ ص:۱۰۷، کنزالعمال ج:۱۲ ص:۱۳۵)۔[2]

---

(۱) ابن وهب عن مالک أن أسماء بنت أبی بکر الصدیق رضی الله عنهما امرأة الزبیر بن العوام کانت تخرج علیه حتّٰی عوتب فی ذالک قال: وغضب علیها وعلی ضرتها فقد شعر واحدة بالأخری ثم ضربها ضربًا شدیدًا، وکانت الضرة أحسن اتقاء وکانت أسماء لَا تتقی، فکان الضرب بها أکثر فشکت إلٰی أبیها أبی بکر فقال لها: أی بنیة! اصبری فإن الزبیر رجل صالح ولعله أن یکون زوجک فی الجنّة.
ولقد بلغنی أن الرجل إذا ابتکر بالمرأة تزوجها فی الجنة. قال أبوبکر بن العربی: هٰذا حدیث غریب ذکره فی أحکام القرآن له. فإن کانت المرأة ذات أزواج فقیل: إن من مات عنها من الأزواج أخراهن له. قال حذیفة لِامرأته: إن سرّک أن تکونی زوجتی فی الجنة إن جعلنا الله فیها لَا تتزوجی من بعدی، فإن المرأة لآخر أزواجها فی الدنیا.
وخطب معاویة بن أبی سفیان أم الدرداء فأبت وقالت: سمعت أبا الدرداء یحدث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه قال: (المرأة لآخر أزواجها فی الجنّة، وقال لی: إن أردت أن تکونی زوجتی فی الجنة فلا تتزوجی من بعدی).
وذکر أبوبکر النجاد قال: حدثنا جعفر بن محمد بن شاکر، حدثنا عبید بن إسحاق العطار، حدثنا سنان بن هارون، عن حمید، عن أنس أن أمّ حبیبة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت: یا رسول الله! المرأة یکون لها زوجان فی الدنیا، ثم یموتون ویجتمعون فی الجنة، لأیهما تکون، للأوّل أو للآخر؟ قال: (لأحسنهما خلقًا کان معها یا أمّ حبیبة!) ذهب حسن الخلق بخیر الدنیا والآخرة وقیل: انها تخیر إذا کانت ذات أزواج. (التذکرة للقرطبی ص:۵۶۰، ۵۶۱، باب إذا ابتکر الرجل إمرأة فی الدنیا کانت زوجته فی الآخرة، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت).
(۲) حدثتنا عائشة رضی الله عنها أنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکر فاطمة رضی الله عنها قالت: فتکلمت أنا فقال: أما ترضین أن تکونی زوجتی فی الدنیا والآخرة؟ قلت: بلٰی والله! قال: فأنت زوجتی فی الدنیا والآخرة. (المستدرک للحاکم ج:۴ ص:۱۰، فضائل عائشة عن لسان ابن عباس، طبع دار الفکر بیروت، أیضًا: صحیح ابن حبان ج:۱۰ ص:۱۱۱، طبع بیروت، فتح الباری ج:۷ ص:۱۰۷، طبع بیروت، کنز العمال ج:۱۲ ص:۱۳۵، طبع بیروت).

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ”عائشہ جنت میں میری بیوی ہے“ (طبقات ابنِ سعد ج:۸ ص:۶۶)۔ (۱)

ڈاکٹروں کا یہ کہنا کہ قریبی رشتہ داروں کی آپس میں شادی سے بچے ذہنی معذور پیدا ہوتے ہیں

سوال:... ہمارے ملک اور معاشرے میں یہ رواج رہا ہے کہ شادی بیاہوں کے سلسلے میں اپنے قریب ترین رشتہ داروں، یعنی خالہ، ماموں، چاچا، تایا، پھوپھی کے گھرانوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ خاندان کے بزرگ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کے لئے ان رشتہ کے گھروں سے لڑکے لڑکیوں کو منتخب کرکے ان کی نشاندہی کردیتے ہیں، اور ان پر عمل درآمد والدین کے لئے بھی خوشی کا باعث ہوتا ہے کہ یہ ان کے خاندان کے سربراہوں کا فیصلہ ہے۔ ایسے فیصلے اکثر حالات میں کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ اوّل: تو یہ کہ آپس کے رشتہ داروں کے گھروں کا ماحول یکساں ہوتا ہے اور بیاہ کر جانے والی لڑکیاں سسرال میں جاکر اجنبیت محسوس نہیں کرتیں۔ دوم: یہ کہ لڑکیوں کے والدین کو اپنی لڑکیوں کے رشتوں کے لئے انتظار نہیں کرنا پڑتا اور گھر بیٹھے ان کی یہ مشکل حل ہوجاتی ہے۔ لیکن اب نیا شوشہ یہ چھوڑا جارہا ہے کہ نزدیکی رشتے کی شادیوں کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ ”ایب نارمل“ یا خدانخواستہ ذہنی اور جسمانی معذور ہوتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ اندیشہ ہائے دراز کالج اور یونیورسٹی کی طالبات کو متأثر کر رہا ہے اور چند لڑکیوں نے اس مفروضے سے خوف زدہ ہوکر طے شدہ شادیوں سے بھی انکار کردیا ہے۔

جواب:... اس مفروضے سے خوف زدہ ہوکر لڑکیوں کا ان شادیوں سے اِنکار کردینا، حماقت ہے۔ اس لئے کہ ایسے رشتے صدیوں سے (بلکہ شاید ماقبل تاریخ سے) ہوتے چلے آئے ہیں اور کبھی کوئی غیرمعمولی صورتِ حال پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس میرے علم میں بہت سی مثالیں ہیں کہ بچوں کی شادیاں باہر کی گئیں اور جسمانی ونفسیاتی مسائل اُبھر آئے۔ دراصل جدید تعلیم وتہذیب نے ہم سب کو ”ذہنی مریض“ بنادیا ہے، صدیوں کے تجربات محض توہمات کی بنا پر جھٹلائے جارہے ہیں۔ الغرض شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

بھائی کہنے والی لڑکی سے نکاح جائز ہے، اِظہارِ محبت جائز نہیں

سوال:... میرا ایک دوست ہے، جس کو ایک لڑکی سے محبت ہوگئی، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس نے ابھی تک ان سے اِظہارِ محبت کیا ہی نہیں، اور لڑکی کو پتا ہی نہیں تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ ایک دن اس لڑکی نے میرے دوست سے ایک چیز طلب کی، جب انہوں نے اس کو وہ چیز دِی تو لڑکی نے اپنی سہیلیوں کو میرے دوست کے سامنے اس کا نام لے کر کہا کہ کتنا اچھا بھائی ہے۔

اس کے بعد وہ میرے پاس آئے اور مجھے سارا قصہ سنایا اور کہنے لگا کہ: ”کاش! میں اس کو پہلے ہی بتادیتا“ میں نے کہا فکر نہیں کرو، عالموں سے مشورہ کرلیتے ہیں اور تمہارا مسئلہ ضرور حل ہوجائے گا۔ میں اپنے دوست کی مدد کے لئے آپ کے پاس یہ خط لکھ کر آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب اس کا لڑکی سے اپنی محبت کا اِظہار کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) عن مسلم البطين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عائشة زوجتي في الجنّة. (طبقات ابن سعد ج:۸ ص:۶۶، بحث عائشة، طبع دار صادر، بيروت).

۲:...ان دونوں کا "نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب:...نامحرم لڑکی سے اِظہارِ محبت حرام ہے۔[1]

۲:...شرعی قاعدے سے کیا جائے تو نکاح جائز ہے۔

اگر یہ لڑکا اس لڑکی کو چاہتا ہے تو اس سے اظہارِ محبت کرنے کے بجائے اس کے گھر رشتے کا پیغام بھجوائے، اگر اس کے گھر والے مان جائیں تو ٹھیک، ورنہ ایسی محبت پر لعنت بھیجے۔

---

(۱) عن ابن بریدة عن أبیه رفعه قال: یا علی! لَا تتبع النظرة النظرة فإن لک الأولٰی ولیست لک الآخرة۔ (ترمذی ج:۲ ص:۱۰۱، طبع دهلی)۔ جب نامحرم عورت کو قصداً دیکھنا جائز نہیں تو اِظہارِ محبت کہاں جائز ہوگا؟ أیضًا: عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما ترکت بعدی فی الناس فتنة أضرّ علی الرجال من النساء۔ (ترمذی ج:۲ ص:۱۰۲، طبع قدیمی)۔

منگنی

منگنی کا ثبوت احادیث سے ہے، شادی سے قبل دو نفلوں کا ثبوت نہیں

سوال:... منگنی کرنا کیا اَحادیثِ نبوی سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور جب ہمارے ہاں کسی آدمی کا نکاح ہوا ہو، نکاح کے بعد دولہا کو دو رکعت نفل ہمارے ہاں پڑھائے جاتے ہیں، یہ بھی کیا احادیثِ نبوی سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب:... ''منگنی'' رشتہ مانگنے کو کہتے ہیں، اس کا ثبوت تو اَحادیث میں موجود ہے۔[1] باقی جو رسمیں ہمارے یہاں کی جاتی ہیں، ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ نکاح کے بعد دو رکعتیں پڑھوانے کا بھی ثبوت نہیں، ویسے شکرانے کے طور پر آدمی پڑھ لے تو اس کی اِجازت ہے۔

عذر کی وجہ سے منگنی توڑنا

سوال:... کسی لڑکی کے والد اور والدہ اپنی لڑکی کی منگنی کسی وجہ سے ختم کرنا چاہیں تو کیا وہ شرعاً اس کا حق رکھتے ہیں؟ کیونکہ والدین نے منگنی تو سوچ بچار کے بعد کی تھی، لیکن اب بوجہ مجبوری کے وہاں ارادہ نہیں ہے۔

جواب:... ''منگنی'' رشتے کے وعدے کا نام ہے،[2] وعدہ کرکے مکر جانا، اگر بغیر کسی شدید مجبوری کے ہو تو نہایت بُری بات ہے، اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ہو تو جائز ہے، اس لئے اگر وہاں رشتہ کرنا کسی وجہ سے مناسب نہ ہو تو ان کو عذر کردینا چاہئے۔[3]

---

(۱) وعن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل. رواه أبوداؤد. (مشكوٰة ص:۲۶۸).

(۲) وفي الدر المختار (ج:۳ ص:۱۲، طبع سعيد كراچي) كتاب النكاح: وإن للوعد فوعد. وفي الشامية (ص:۱۱) لو قال: هل أعطيتنيها، فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح. أيضًا: كفايت المفتي ج:۵ ص:۴۸ تا ۵۱، طبع دارالإشاعت كراچي، أيضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۱۴۷ طبع رشديه.

(۳) "وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا" (بني إسرائيل:۳۴). عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان. (صحيح بخاري ج:۱ ص:۱۰، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، طبع قديمي كتب خانه، مشكوٰة ج:۱ ص:۱۷ باب الكبائر وعلامات النفاق، طبع قديمي كراچي). الخلف في الوعد حرام .... إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي لم يف، فلا إثم عليه، وقيل: عليه فيه بحث فإن أمر "أوفوا بالعقود" مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء. (شرح الأشباه والنظائر ج:۳ ص:۲۳۶، كتاب الحظر والإباحة، طبع إدارة القرآن).

منگنی کا توڑنا

سوال:... لڑکی کی جب منگنی ہوجاتی ہے اور پھر وہ منگنی کو توڑنا چاہتی ہے، تو کیا لڑکے کو اتنا اِختیار رہتا ہے کہ وہ لڑکی کو طلاق دے یا نکاح ہی نہیں ہوا؟ لڑکی اپنی مرضی سے اور شادی کرسکتی ہے؟ لڑکا کچھ بھی نہیں کہہ سکتا یا منگنی سے نکاح ہوجاتا ہے؟

جواب:... منگنی سے نکاح نہیں ہوتا، منگنی کے بعد رشتہ توڑنا تو نہیں چاہئے، لیکن اگر اس کی ضرورت پیش آجائے تو طلاق کی ضرورت نہیں، لڑکی والے بھی منگنی توڑ سکتے ہیں۔[1]

نابالغ کی منگنی

سوال:... ایک لڑکی کی منگنی پانچ سال کی عمر میں اس کے چچازاد کے ساتھ کردی گئی، بعد میں لڑکے نے دُوسری جگہ منگنی کرلی، لڑکی کی عمر اس وقت بارہ سال ہے اور وہ نابالغ ہے، کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... لڑکی کے بالغ ہونے تک کوئی کارروائی نہ کی جائے، لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد لڑکی کی رضامندی معلوم کی جائے، اور اس کی رضامندی کے مطابق رشتہ طے کیا جائے۔[2] منگنی ایک وعدہ ہے، چونکہ لڑکے نے دُوسری جگہ منگنی کرلی ہے، اس لئے یہ منگنی ختم سمجھی جائے، واللہ اعلم!

کیا بغیر عذرِ شرعی منگنی کو توڑنا جائز ہے؟

سوال:... رشتہ یا منگنی طے ہوجانے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر منسوخ یا توڑ دینا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... منگنی، وعدۂ نکاح کا نام ہے،[3] اور بغیر عذر کے وعدہ پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق کی علامتوں میں شمار فرمایا۔[4] ہاں! اگر اس وعدے کے پورا کرنے میں کسی معقول مضرّت کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو شاید

---

(۱) دیکھئے صفحہ گزشتہ حاشیہ نمبر ۳۔

(۲) روی عن ابن عباس أن جاریة بکرًا أتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت أن أباها زوجها وھی کارھة فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ الإمام أحمد ورجاله ثقات۔ (إعلاء السُّنن ج:۱۱ ص:۶۷ کتاب النکاح، طبع إدارة القرآن کراچی)۔ وفی البحر ج:۳ ص:۱۲۱ کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: والسُّنّة أن یستأمر البکر ولیها قبل النکاح .... وإن زوجها بغیر إستئمار فقد أخطأ السُّنّة وتوقف علٰی رضاها، انتھی۔ وھو محمل النھی فی حدیث مسلم: لَا تنکح الأیم حتّٰی تستأمر ولَا تنکح البکر حتّٰی تستأذن ... إلخ۔

(۳) قال فی شرح الطحاوی: لو قال أھل أعطیتنیھا ان کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح اھ۔ (ردالمحتار ج:۳ ص:۱۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۴) عن أبی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: آیة المنافق ثلاث: إذا حدّث کذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان۔ (بخاری ج:۱ ص:۱۰ کتاب الإیمان، طبع نور محمد کراچی)۔

اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہ فرمائیں۔[1]

منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے، منگنی سے نکاح نہیں ہوتا

سوال:... ایک شخص نے اپنے رشتہ دار سے کہا کہ میں آپ کی لڑکی کا رشتہ اپنے لڑکے کے لئے چاہتا ہوں، اس پر ان صاحب نے رضامندی کا اظہار کیا اور بروز جمعہ کو منگنی کی رسم ادا کرنے کے لئے طے پایا۔ لڑکی کے والد نے لڑکے کے باپ سے مخاطب ہوکر کہا: میں نے اپنی فلاں لڑکی تمہارے بیٹے کو دی۔ اس نے کہا: میں نے یہ لڑکی اپنے فلاں بیٹے کے لئے قبول کی۔ تقریباً ایک ماہ دس دن گزرنے کے بعد لڑکی کی والدہ لڑکے کے گھر گئی اور ان سے معذرت کرنے لگی کہ میرے رشتہ دار ناراض ہوتے ہیں، لہٰذا یہ رشتہ ہم لوگ منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن لڑکے والے منسوخ کرنا نہیں چاہتے، کیا یہ رشتہ لڑکے کی مرضی کے خلاف منسوخ ہوسکتا ہے؟

جواب:... منگنی رشتہ لینے دینے کے وعدے کا نام ہے،[2] مگر منگنی سے نکاح نہیں ہوتا، اس لئے منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے اور بغیر کسی معقول اور صحیح عذر کے وعدہ خلافی گناہ ہے،[3] مگر چونکہ عقدِ نکاح نہیں ہوا، اس لئے لڑکے سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔

نکاح سے پہلے منگیتر سے ملنا جائز نہیں

سوال:... ایک صاحب فرمارہے تھے کہ: ''منگیتر سے ملاقات کرنا، اس سے ٹیلیفون وغیرہ پر بات کرنا اور اس کے ساتھ گھومنا پھرنا صحیح نہیں۔'' میں نے ان صاحب سے عرض کیا کہ: ''یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے، اس کو تو کوئی بھی بُرا نہیں سمجھتا۔'' پھر میرے جواب کا وہ صاحب واضح جواب نہ دے سکے، جس کی وجہ سے میں اُلجھن میں پڑ گیا کہ کیا واقعی یہ صحیح نہیں ہے؟

جواب:... نکاح سے پہلے منگیتر اجنبی ہے، لہٰذا نکاح سے پہلے منگیتر کا حکم بھی وہی ہوگا جو غیر مرد کا ہے کہ عورت کا اس کے ساتھ اِختلاط جائز نہیں۔[4] اور آپ کا یہ کہنا کہ: ''یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے، کوئی بُرا نہیں سمجھتا'' اوّل تو مُسلَّم نہیں، کیونکہ شریف معاشروں میں اس کو نہایت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں معاشرے میں کسی چیز کا رِواج ہوجانا کوئی دلیل نہیں، ایسا غلط رِواج جو

---

(۱) قال العلّامة العینی: (إذا وعد أخلف) نبه علٰی فساد النية لأن خلف الوعد لَا يقدح إلّا إذا عزم عليه مقارنًا بوعده اما إذا كان عازمًا ثم عرض له مانع أو بدا له رأی فهٰذا لم توجد فيه صفة النفاق ويشهد لذٰلک ما رواه الطبرانی بإسناد لَا بأس به فی حديث طويل من حديث سلمان رضی الله عنه. (عمدة القاری ج:۱ ص:۲۲۱، طبع بيروت).

(۲) دیکھئے ص:۸۲ حاشیہ نمبر۲۔

(۳) دیکھئے ص:۸۲ حاشیہ نمبر۳۔

(۴) وعن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: (إياكم والدخول على النساء) أی غير المحرمات علٰی طريق التخلية أو علٰی وجه التكشف ...إلخ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكٰوة المصابيح ج:۳ ص:۴۰۹، كتاب النكاح، باب النظر، طبع بمبئی).

شریعت کے خلاف ہو، خود لائقِ اصلاح ہے۔[1] ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکیاں غیرلڑکوں کے ساتھ آزادانہ گھومتی پھرتی ہیں، کیا اس کو جائز کہا جائے گا...؟

جس عورت سے نکاح کرنا ہو، اس کو ایک نظر دیکھنے کے علاوہ تعلقات کی اجازت نہیں

سوال:... شادی سے قبل ایک دُوسرے کو چاہنے والے لڑکی اور لڑکے کے تعلقات آپس میں کیسے ہونے چاہئیں؟ یعنی ایک دُوسرے سے میل جول یا بات چیت کرسکتے ہیں، لیکن کوئی غیراخلاقی حرکت کے مرتکب نہ ہونے پائیں۔ ایسی صورت میں ان کا ملن کیا شرعی حیثیت رکھتا ہے؟

جواب:... جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے،[2] خواہ خود دیکھ لے یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ اطمینان کرلے، اس سے زیادہ "تعلقات" کی نکاح سے قبل اجازت نہیں، نہ میل جول کی اجازت ہے نہ بات چیت کی، اور نہ خلوَت وتنہائی کی۔[3] نکاح سے قبل ان کا ملنا جلنا بجائے خود "غیراخلاقی حرکت" ہے۔

شادی سے پہلے لڑکی، لڑکے کا ایک دُوسرے کو دیکھنا

سوال:... کیا شادی سے پہلے لڑکی لڑکے کو، یا لڑکا لڑکی کو دیکھ سکتے ہیں؟ اگر ہاں تو ظاہر ہے کہ دونوں آپس میں نامحرَم ہوتے ہیں اور دیکھنے کے بعد اِنکار بھی ہوسکتا ہے؟

جواب:... نکاح سے پہلے دونوں کو ایک دُوسرے کو دیکھ لینے کی اِجازت ہے، لیکن لڑکی کے معاملے میں بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی قابلِ اِعتماد خواتین اس کو دیکھ لیں۔[4]

نکاح سے پہلے اگر منگیتر سے جنسی تعلق قائم کرلیا تو اس کا کیا کفارہ ہے؟

سوال:... میری شادی دس سال پہلے پاکستان میں ہوئی تھی، اور میری بیوی لندن سے نئی نئی گئی تھی، اور ہم دونوں کے گھر بھی نزدیک تھے، اور شادی سے پہلے ایک دُوسرے کو ملنے اور باتیں وغیرہ کرنے کا ٹائم مل جاتا تھا، اور شادی سے پہلے میری عمر تقریباً بیس

---

(۱) عن أبی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من رأی منکم منکرًا فلیغیّره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإیمان. (مشکوٰة ص:۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأوّل).

(۲) لو اکتفی بالنظر إلیها بمرة حرم الزائد لأنه ابیح للضرورة فیتقید بها۔ (ردالمحتار ج:۶ ص:۳۷۰، طبع معید کراچی).

(۳) الخلوة بالأجنبیة مکروهة وإن کانت معها اُخریٰ کراهة تحریم اهـ۔ (شامی ج:۶ ص:۳۶۸)۔ أیضًا: عن جابر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ألَا لَا یبیتن رجل عند إمرأة ثیب إلَّا أن یکون ناکحها أو ذا محرم۔ (مشکوٰة ص:۲۶۸)۔ وعن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إیاکم والدخول علی النساء (أی غیر المحرمات علٰی طریق التخلیة أو علٰی وجه التکشف ... إلخ۔ (مرقاة المفاتیح شرح مشکٰوة المصابیح ج:۳ ص:۴۰۹، کتاب النکاح، باب النظر، طبع بمبئی).

(۴) لو اکتفی بالنظر إلیها بمرة حرم الزائد لأنه ابیح للضرورة فیتقیّد بها۔ (شامی ج:۶ ص:۳۷۰، فصل فی النظر والمس).

بائیس سال کی تھی، اور میری بیوی میرے سے چار سال چھوٹی تھی۔ اور آپ کو تو معلوم ہونا چاہئے کہ شادی سے پہلے آدمی تھوڑا سا نادان ہوتا ہے، اور اس نادانی کی وجہ سے شادی سے پہلے یعنی دو ماہ پہلے میں اپنی بیوی سے ملا اور باتوں باتوں میں گناہ کر بیٹھا۔ جیسا کہ ہم دونوں کو علم تھا کہ ہم بہت جلد شادی کرنے والے ہیں تو کچھ فرق نہیں پڑتا، تو وہ گناہ کرتے وقت کچھ خیال نہ آیا کہ اس کا کچھ اثر پڑے گا۔ اور بعد میں شادی ہوگئی اور شادی کے سات ماہ بعد میرے گھر بیٹا ہوا، مگر پیدا ہونے سے پہلے وہ مر چکا تھا، یعنی مردہ حالت میں پیدا ہوا۔ اور میرے اس گناہ کرنے سے میری بیوی حاملہ ہوگئی تھی اور اس لئے سات ماہ بعد بچہ ہوا۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ آیا کہ اب ہمارا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اب میرے گھر تین بچے ہیں اور اَب میں پاکستان سے آیا ہوں تو وہاں پر تو کوئی اِحساس نہیں ہوا، مگر یہاں پر آکر آپ کے مسائل وغیرہ پڑھ کر میرا دِل کانپ گیا ہے، اور سوچتا ہوں کہ شاید ہمارا نکاح نہیں ہوا، اور اب جبکہ تین بچے بھی ہوچکے ہیں تو میں کیا کروں؟ اگر آپ اچھی طرح سے قرآن وحدیث کے حوالے سے مجھے کوئی جواب دیں تو میں آپ کا بے حد مشکور ہوں گا۔ اگر کوئی کفارہ ادا کرنا ہے تب بھی میں تیار ہوں، اور جو بھی صورت ہے مجھے برائے مہربانی جلدی جواب دیں، کیونکہ پہلے ہی بہت دیر ہوچکی ہے، اور اَب مزید دیر نہیں کرنا چاہتا، پتا نہیں کہ اس گناہ کی مجھے معافی بھی ملے گی یا نہیں؟ دِن رات بہت پریشان رہتا ہوں، سکون نہیں رہا۔

جواب:... آپ نے نکاح سے قبل جو گناہ کیا، وہ بہت بڑا گناہ تھا، اس کے لئے آپ اور آپ کی اہلیہ اللہ تعالیٰ سے خوب توبہ کریں، بار بار معافی مانگیں، اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔[1] باقی اس کا آپ کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، آپ کے نکاح کے بعد کی تمام اولاد آپ کی جائز اولاد ہے،[2] ان کی بہترین تربیت کریں اور ذہن سے وساوس نکال دیں۔ گناہ کے کفارے کے لئے کچھ صدقہ کردیں۔

منگنی میں باقاعدہ ایجاب وقبول کرنے سے میاں بیوی بن جاتے ہیں

سوال:... ہمارے یہاں رسم ہے کہ منگنی کی رات دعوت ہوتی ہے اور مولوی کو لڑکے والے لاتے ہیں اور مجلس میں باقاعدہ ایجاب وقبول ہوتا ہے۔ اور بعد میں کچھ مدّت گزرنے کے بعد شادی کے وقت پھر ایجاب وقبول ہوتا ہے اور رُخصتی ہوتی ہے۔ کیا پہلے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر شادی اور منگنی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو بغیر طلاق کے تفریق ہوسکتی ہے یا نہیں؟

اگر منگنی والے ایجاب وقبول کے بعد دونوں میں سے کوئی فوت ہوگیا تو کیا ایک دُوسرے سے اپنا حقِ وراثت لے سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے یہاں یہ بھی رسم اور رواج ہے کہ منگنی والے ایجاب وقبول کے بعد لڑکی کے والدین پھر دُوسری جگہ منگنی نہیں کرسکتے، لیکن

---

(۱) "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا، عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ" (التحریم:۸)۔ ولیس شیء یکون سببًا لغفران جمیع الذنوب إلّا التوبة قال تعالٰی: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ ...إلخ. (شرح عقیدة الطحاویة ص:۳۶۷، طبع مکتبه سلفیه لاهور)۔

(۲) وصح نکاح حبلٰی من زنی لا حبلٰی من غیره أی الزانی لثبوت نسبه .... لو نکحها الزانی حل له وطؤها إتفاقًا والولد له۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۴۹، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

یہ بات ہے کہ اگر لڑکا منگنی کے بعد اپنی منگیتر کے پاس آیا تو بہت لعن طعن کرتے ہیں۔

جواب:...اگر منگنی کی دعوت کے موقع پر باقاعدہ نکاح کا ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے اور اس پر گواہ بھی مقرّر کئے جاتے ہیں تو یہ منگنی درحقیقت نکاح ہے، اور شادی کے معنی رُخصتی کے ہوں گے۔ اس لئے لڑکا اور لڑکی منگنی والے ایجاب و قبول کے بعد شرعاً میاں بیوی ہوں گے، اور ان پر میاں بیوی کے تمام اَحکام جاری ہوں گے(۱)، مثلاً: دونوں میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو ایک دُوسرے کے وارث ہوں گے، اور شوہر کے انتقال کی صورت میں بیوی پر ''عدّتِ وفات'' لازم ہوگی(۲)۔ اور اگر منگنی کے موقع پر نکاح کا ایجاب و قبول نہیں ہوتا، صرف والدین سے وعدہ لیا جاتا ہے تو یہ نکاح نہیں، اس پر نکاح کے اَحکام جاری نہیں ہوں گے۔(۳)

منگنی کے وقت والدین کے ایجاب و قبول کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے

سوال:...شادی سے پہلے منگنی کی جاتی ہے، منگنی میں دُولہا اور دُلہن کی غیرموجودگی میں نکاح پڑھ دیا جاتا ہے، رواج کے مطابق دُولہا اور دُلہن کے والدین مولوی صاحب اور گواہوں کے سامنے بیٹھ کر دُلہن کے والد صاحب اپنی بیٹی دُولہا کے والد صاحب کو اس کے بیٹے کے لئے زوجیت میں دے دیتے ہیں، اور یہ الفاظ تین بار ادا ہوتے ہیں اور دُولہا کے والد صاحب دُلہن کو اپنے بیٹے کے لئے تین بار قبول کرلیتے ہیں، کیا نکاح ہوگیا؟ اب شادی کے بعد کا نکاح لازمی ہے یا نہیں؟

جواب:...منگنی کے وقت ایجاب و قبول کے جو الفاظ سوال میں لکھے گئے ہیں، ان سے نکاح ہوجاتا ہے،(۴) دوبارہ نکاح اور ایجاب و قبول کی ضرورت نہیں۔

منگنی کا مسئلہ

سوال:...ہمارے بہت ہی قریبی عزیز ہیں، ان کا ایک اُلجھا ہوا مسئلہ ہے، وہ یہ کہ ان کی منگنی ہوگئی ہے، اور ان کے گھر والوں کے زور پر جبکہ لڑکے کی مرضی نہیں، کیونکہ وہ پہلے سے ایک لڑکی کو چاہتے ہیں، جسے گھر والے پسند نہیں کرتے، اور لڑکے نے

---

(۱) وینعقد بالإیجاب والقبول حتّٰی یتم حقیقة فی الوجود (الٰی قوله) یسمی باعتباره عقدًا شرعًا ویستعقب الأحکام۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۱، طبع بیروت)۔

(۲) وأما أحکامه (النکاح) فحل استمتاع کل منهما بالآخر علی الوجه الماذون فیه شرعًا کذا فی فتح القدیر وملک الحبس وهو صیرورتها ممنوعة عن الخروج والبروز ووجوب المهر والنفقة والکسوة علیه وحرمة المصاهرة والإرث من الجانبین۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۰، کتاب النکاح، الباب الأوّل، طبع بلوچستان)۔

(۳) لو قال: هل أعطیتنیها ان کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فالنکاح ...إلخ۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۱۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۴) وینعقد بالإیجاب والقبول حتی یتم حقیقة فی الوجود۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۱، طبع بیروت)۔ أیضًا: فإن استأذنها هو أی الولی ...... أو وکیله أو رسوله أو زوّجها ولیها وأخبرها رسوله أو فضولی عدل فسکتت .... فهو إذن ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۹)۔ أیضًا: یصح التوکیل بالنکاح۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۴)۔ أیضًا: رجل بعث أقوامًا لخطبة إمرأة إلٰی والدها فقال الأب: زوجت وقیل عن الزوج واحد من القوم لَا یصح النکاح وقیل یصح النکاح وهو الصحیح وعلیه الفتوٰی۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۶۸، طبع بلوچستان)۔

اِستخارہ بھی کرلیا تھا، مگر گھر والوں کو نہیں معلوم۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اس حالت میں نکاح اگر ہوگیا تو جائز ہے؟ برائے کرم قرآن وسنت کی روشنی سے آگاہ فرمائیے، یاد رہے کہ لڑکا منگنی پر خوش نہیں۔

جواب:...اگر لڑکا نکاح کو قبول کرلے گا تو نکاح صحیح ہوگا،[1] واللہ اعلم!

قرآن گود میں رکھ کر رشتے کا وعدہ لینے سے نکاح نہیں ہوتا، یہ صرف وعدۂ نکاح ہے

سوال:...ہمارے گاؤں میں ایک شادی شدہ مرد کے لئے اس کے گھر والوں نے کسی دُوسرے شخص سے رشتہ مانگا ہے، جو اس نے انکار کردیا، پھر انہوں نے کہا کہ اگر تم رشتہ دوگے تو پہلی بیوی کو طلاق دے دیں گے، کیونکہ اس سے ناچاقی ہے، وہ نہ مانا، لڑکے والوں نے قرآن مجید لے کر اس کی گود میں رکھ دیا اور کہا کہ تم رشتہ دو تو ہم اس لڑکی کی طلاق دے دیں گے۔ اس آدمی نے قرآن پاک کی وجہ سے رشتے کی ہامی بھرلی، جس پر یہ نادم ہے، دُوسری شادی کے لئے قانونی اجازت بھی نہیں لی گئی۔ مسئلہ اس صورت میں یہ درپیش ہے کہ کیا یہ آدمی رشتہ دینے کا پابند ہے اور اس لڑکی کو طلاق ہوگئی؟ اور کیا قرآن مجید کا ایسا استعمال شریعت میں جائز ہے؟ کیا صورت ہوگی؟ کیا وہ رشتہ دینے سے انکار کرسکتا ہے؟ کیونکہ اس نے قرآن کے ڈر کے وجہ سے ہاں کردی تھی۔

جواب:...صرف کسی کی گود میں قرآن رکھ دینے سے قسم نہیں ہوجاتی۔[2] بہرکیف! اگر آپ نے رشتہ دینے کی صرف ہامی بھرلی تھی تو یہ نکاح نہیں بلکہ وعدۂ نکاح ہے۔[3] اور اگر آپ رشتہ نہیں دینا چاہتے تو اس میں صرف وعدہ خلافی ہوگی، اور اگر آپ نے قسم اُٹھا کر ہامی بھری تھی تو اب رشتہ نہ دینے کی صورت میں قسم کا کفارہ بھی آپ کو ادا کرنا ہوگا۔[4] قرآنِ کریم کو ایسی باتوں کے لئے استعمال کرنا بُرا ہے۔ یہ آدمی رشتہ دینے کا پابند نہیں، اور اس لڑکی کو طلاق نہیں ہوئی۔[5]

لڑکی کی شادی فاسق مرد سے کرنے والے والدین گناہگار ہوں گے

سوال:...مولانا صاحب! میری ایک سہیلی ہے، جس کی نسبت بچپن ہی سے اس کے کزن سے طے ہوگئی تھی۔ اب تمام خاندان والے شادی پر زور دے رہے ہیں، مگر میری سہیلی کہتی ہے کہ لڑکے میں یہ بُری عادتیں ہیں کہ وہ شراب پیتا ہے اور زِنا کرتا ہے۔ وہ بہت فکرمند ہے، کیونکہ والدین کے سامنے اِنکار نہیں کرسکتی، کوئی وظیفہ بتائیں کہ اس کے ہونے والے شوہر سے یہ عادتیں چھوٹ جائیں۔

---

(۱) وينعقد بالإيجاب والقبول ...إلخ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷، طبع بيروت).

(۲) لأن اليمين عبارة عن تحقيق ما قصده من البر في المستقبل نفيًا أو إثباتًا. (البحر الرائق ج:۴ ص:۲۷۷).

(۳) وينعقد أيضًا (إلى قوله) هل أعطيتنيها ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۱۲).

(۴) قال تعالٰى: "لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمٰنِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمٰنَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ، ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمٰنِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ، وَاحْفَظُوْٓا اَيْمٰنَكُمْ" ...الآية (المائدة: ۸۹).

(۵) إذا اضافه (الطلاق) إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۲۸، طبع بلوچستان).

جواب:...وہ اپنی والدہ کو بتادیں، ایسی جگہ رشتہ نہیں ہونا چاہئے، اس کے والدین گناہگار ہوں گے۔ [1]

لڑکا دِین دار نہ ہو تو کیا منگنی توڑ سکتے ہیں؟

سوال:...۱: ہماری ایک بیٹی ہے، ہمارے گھرانے کو الحمدللہ دِین دار کہہ سکتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی بیٹی کی منگنی ایک دِین دار لڑکے کے بجائے ایک دُنیادار لڑکے سے کی ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اگر ایک دِین دار لڑکے سے کرتے تو ان کی اولاد اِن شاءاللہ حافظِ قرآن اور باعمل عالم ہوتی، اس کے برعکس ان کے گھر میں ٹی وی، وی سی آر اور ہر طرح کی لغویات ہیں، جس کی وجہ سے ہماری بیٹی کے اعمال بھی خراب ہوں گے۔ مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ اس رشتے کے ذمہ دار ہم ہیں، تو کیا آخرت میں ہماری بیٹی کے متوقع گناہوں کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی؟ کیونکہ ایک باشرع رشتے کے موجود ہوتے ہوئے دُوسری جگہ کا انتخاب کیا جارہا ہے، کیا اس بارے میں قرآنی آیات یا احادیثِ مبارکہ ہیں؟ اگر ہیں تو اَزراہِ کرم مجھ کو ضرور مطلع فرمائیں۔

سوال ۲:...اور شرعی لحاظ سے رشتے کے سلسلے میں کیا چیزیں دیکھنا ضروری ہیں کہ جن کا خیال رکھا جائے؟

سوال ۳:...کیا منگنی وعدے کے ضمن میں ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس کو ختم کرسکتے ہیں؟ اور اگر میں ختم کروں تو گنہگار تو نہ ہوں گی؟

جواب:...۱: یہ تو ظاہر ہے کہ جب آپ اپنی بیٹی کا رشتہ ایک ایسے لڑکے سے کریں گی جو دِین سے بے بہرہ ہے تو متوقع گناہوں کا وبال آپ پر بھی پڑے گا، اور قیامت کے دن ان گناہوں کا خمیازہ آپ کو بھی بھگتنا ہوگا۔ قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ میں یہ مضمون بہت کثرت سے آیا ہے کہ جو شخص کسی نیکی کا ذریعہ بنے، اس کو اس نیکی میں برابر کا حصہ ملے گا، اور نیکی کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جو شخص کسی گناہ اور بُرائی کا ذریعہ بنے گا، اس کو اس گناہ میں بھی برابر کا حصہ ملے گا، اور گناہ کرنے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [2]

جواب ۲:...رشتہ تجویز کرتے ہوئے والدین خود ہی بہت سی چیزوں کو ملحوظ رکھتے ہیں، حسب و نسب، مال و متاع اور ذریعہ معاش کے علاوہ اخلاق و کردار کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے، شریعت نے اس بات پر زور دیا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی دِین داری کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے اس کے حسب

---

(۱) روی عن ابن عباس أن جارية بكرًا أتت النبی صلی الله عليه وسلم فذكرت أن أباها زوّجها وهی كارهة فخيرها النبی صلی الله عليه وسلم. رواه الإمام أحمد ورجاله ثقات. (اعلاء السُّنن ج:۱۱ ص:۶۷، كتاب النكاح، طبع إدارة القرآن كراچی). وفی البحر ج:۳ ص:۱۲۱ كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: والسُّنَّة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح .... وإن زوّجها بغير إستئمار فقد أخطأ السُّنّة وتوقف علٰى رضاها انتهٰی. وهو محمل النهی فی حديث مسلم: لَا تنكح الأيم حتّٰی تستأمر ولَا تنكح البكر حتّٰی تستأذن.

(۲) عن بلال بن الحارث المزنی قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من احيی سنة من سنتی قد اميتت بعدی فإن له من الأجر مثل أُجور من عمل بها من غير أن ينقص من أُجورهم شيئًا، ومن ابتدع بدعة ضلالة لَا يرضاها الله ورسوله كان عليه من الإثم مثل آثام من عمل بها، لَا ينقص ذٰلك من أوزارهم. رواه الترمذی. (مشكوٰة ج:۱ ص:۳۰، باب الإعتصام بالكتاب والسُّنّة).

ونسب، اس کے حسن و جمال، مال ومتاع اور دِین کی خاطر نکاح کیا جاتا ہے، تم دِین دار کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ (۱)

جواب ۳:... منگنی وعدہ ہے، (۲) اور اگر لڑکا دِین دار نہ ہو تو اس رشتے کو ختم کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔

بیوی یا منگیتر کا اپنے خاوند کو قرآن پڑھانا

سوال:... بیوی یا منگیتر اپنے خاوند اَن پڑھ کو قرآن شریف پڑھا سکتی ہے؟

جواب:... بیوی شوہر کو پڑھا سکتی ہے، نکاح سے پہلے منگیتر کے لئے پڑھانا جائز نہیں۔ (۳)

منگنی اور نکاح میں فرق

سوال:... آج کل منگنی کی رسم کے اندر لڑکا اور لڑکی کے خاندان کے چیدہ چیدہ افراد جمع ہوتے ہیں، باقاعدہ مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، اور خوب زور وشور سے منگنی کی رسم کا چرچا کیا جاتا ہے، اور انگوٹھیاں ایک دُوسرے کو پہنائی جاتی ہیں، جو کہ ایک قسم کا اِعلان ہے، اور ہم نے سنا ہے کہ نکاح بھی اِعلان ہی کو کہا جاتا ہے، خطبے کی حیثیت مسنون ہے، بعد میں اگر فریقین کی آپس میں بنتی نہ ہو تو لڑکی والے یا کوئی بھی انگوٹھی پھینک دیتے ہیں جو کہ رشتے کے ختم ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ جب نکاح اِعلان کا نام ہے تو مذکورہ صورت میں نکاح ہوجانا چاہئے، اور اس کے ختم کے لئے طلاق ہونی چاہئے، جبکہ یہاں ہر لڑکے کی طرف سے طلاق نہیں ہوتی اور لڑکی دُوسری جگہ شادی کرلیتی ہے، تو یہ شادی کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:... منگنی اور نکاح میں فرق ہے۔ ''منگنی'' نام ہے رشتہ تجویز کردینے کا، اور ''نکاح'' نام ہے اِیجاب وقبول کے ذریعے دونوں کے درمیان عقد کردینے کا۔ (۴) منگنی کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ جب تک باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوجاتا دونوں میاں بیوی نہیں۔ اس لئے آپ کا منگنی کو نکاح کے قائم مقام سمجھنا غلط ہے۔ (۵)

اپنی بیٹی کا پیغامِ نکاح دینا

سوال:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں آپ نے خود اپنی بیٹی کا پیغامِ نکاح دیا، کیا موجودہ دور میں بھی والد اپنی بیٹی

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. (مشكوٰة ص:۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الأوّل).

(۲) قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل اعطيتنيها؟ إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (درمختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۱۲). فالمراد بالوعد في الحديث الوعد بالخير وأما الشر فيستحب إخلافه وقد يجب ما لم يترتب على ترك إنفاذه مفسدة. (فتح الباري ج:۱ ص:۹۰، طبع لاهور).

(۳) ولَا يكلم الأجنبية إلّا عجوزًا عطست أو سلمت فيشمتها ويرد السلام عليها وإلّا لَا. وفي الشامية: أي وإلّا تكن عجوزًا بل شابة لَا يشمتها. (الدر المختار مع الرد ج:۶ ص:۳۶۹، فصل في النظر والمس).

(۴) وينعقد أي النكاح أي يثبت ويحصل إنعقاده بالإيجاب والقبول. (رد المحتار ج:۳ ص:۹).

(۵) قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل اعطيتنيها؟ إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (رد المحتار ج:۳ ص:۱۱، طبع ايچ ايم سعيد كراچي).

کا پیغامِ نکاح دے سکتے ہیں؟

جواب:... دے سکتے ہیں!

بینک میں کام کرنے والے منگیتر سے شادی کرنا

سوال:... پچھلے دو تین ہفتوں سے ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' میں بینک کے بارے میں سوالات آرہے ہیں، اس سے پتا چلا کہ بینک میں کام کرنے والے لوگوں کی تنخواہ حرام اور ناجائز ہوتی ہے۔

ابھی حال ہی میں میری منگنی ہوئی ہے، میرے منگیتر بینک میں کام کرتے ہیں، آپ کے کالم کے ذریعے مجھے پتا چلا کہ بینک کی تنخواہ حرام ہوتی ہے، لیکن یہ پتا منگنی کے بعد چلا ہے۔ مولانا صاحب! آپ کو پتا ہے کہ اس زمانے میں رشتے کتنی مشکلوں سے ملتے ہیں، دو بہنوں کو چھوڑ کر میری منگنی ہوئی ہے، اور میں نہیں چاہتی کہ میری منگنی ٹوٹے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ میں کیا کروں؟ پھر سوچا کہ کیوں نہ آپ ہی سے مشورہ مانگا جائے، مولانا صاحب! اپنی بیٹی سمجھ کر مجھے کوئی مشورہ دیں کہ یہ منگنی بھی نہ ٹوٹے اور کوئی حل نکل آئے۔

الف:... اگر فرض کریں کہ شادی ہوجائے تو بَری میں آنے والی چیزیں میں بعد میں اِستعمال کرسکتی ہوں کہ نہیں؟

ب:... اگر یہ شادی ہوگئی تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

ج:... شادی کے بعد وہاں کا کھانا پینا مجھ پر حلال ہوگا یا حرام؟

د:... میرے گھر والے ان کے گھر جائیں، میری خاطر اور اَخلاقی طور پر بھی وہاں کچھ نہیں کھانا پڑے تو؟

ھ:... اگر میری سسرال والے ہمارے گھر کچھ لائیں یا مجھے کچھ دے کر جائیں تو؟

جواب:... آپ شادی کرلیں، اور شادی کے بعد اپنے شوہر کو آمادہ کریں کہ وہ مجھ سے اس کی تدبیر معلوم کریں، اِن شاء اللہ ان کو اچھی تدبیر بتادُوں گا۔ اس وقت تک آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا و اِستغفار کرتی رہیں، اللہ تعالیٰ دُنیا اور آخرت کی سرخروئی نصیب فرمائیں اور تمام پریشانیوں اور آفتوں سے محفوظ رکھیں۔

رِشوت لینے والے سے شادی کرنی چاہئے یا ملک سے باہر رہنے والے سے؟

سوال:... میرے لئے دو رِشتے آئے ہیں، ایک شخص باہر ملازمت کرتا ہے، وہ صرف سال میں پندرہ دِن کے لئے ملنے آسکتا ہے، اور مجھے بقیہ عرصے بھائی کے گھر رہنا پڑے گا، خرچہ وہ بھیجے گا۔ دُوسرا شخص سرکاری افسر ہے، لیکن وہ رِشوت لیتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھے گا۔ میں ذہنی مریضہ ہوں، اِحساسِ محرومی کا شکار ہوں، کسی کے بغیر کہیں آجا نہیں سکتی۔ آنجناب میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... میرے خیال میں دُوسرا رِشتہ بہتر ہے، جبکہ اس کے ساتھ طے کرلیا جائے کہ وہ صرف حلال کی کمائی (خواہ وہ تھوڑی ہو) سے آپ کا نان و نفقہ دیا کرے۔ اِستخارہ بھی کرلیں، اِن شاء اللہ رشتہ بہتر رہے گا۔

طریقِ نکاح اور رُخصتی

نکاح کا مسنون طریقہ

سوال:... نکاح کا طریقہ کیا ہے؟ زمانہ بدلنے کے ساتھ بہت سی باتیں بدلی ہیں، کیا وہ طریقہ جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، وہی طریقہ دُرست ہے یا کہ کونسی باتیں ایسی ہیں کہ جو اگر شاملِ نکاح کرلی جائیں تو جائز ہیں؟

جواب:... نکاح کا سنت طریقہ وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح میں اِختیار فرمایا۔ اس کا خلاصہ مولانا شبلی نعمانی نے ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں حسبِ ذیل الفاظ میں قلم بند فرمایا ہے:

''حضرت علیؓ نے خواہش ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس مہر اَدا کرنے کو کچھ ہے؟ بولے: ایک گھوڑا اور زِرہ کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: گھوڑا تو لڑائی کے لئے ضروری ہے، زِرہ کو فروخت کرڈالو۔ حضرت عثمانؓ نے ۴۸۰ درہم پر خریدی اور حضرت علیؓ نے قیمت لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں، عقد ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں ایک پلنگ اور ایک بستر دیا۔ ''اِصابہ'' میں لکھا ہے کہ ''آپ نے ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشک بھی دی۔'' اور یہ عجیب اِتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

نکاح کے بعد رسمِ عروسی کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک مکان لے لیں، چنانچہ حارث بن نعمان کا مکان ملا اور حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ اس میں قیام کیا'' (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج:۲ ص:۴۲۸ طبع کراچی)۔

نکاح میں ایجاب وقبول اور کلمے پڑھانے کا کیا مطلب ہے؟

سوال:... کافی عرصہ پہلے ایک دوست کی شادی میں شرکت کی، نکاح کے وقت نکاح خواں نے لڑکے سے قبول کے بعد پہلے تین کلمے پڑھائے، پھر دُعا کی۔ کچھ دن پہلے ایک اور دوست کی شادی میں شرکت کی، وہاں پر مولوی صاحب نے لڑکے سے تین مرتبہ قبول کرانے کے بعد دُعا کردی اور کلمے نہیں پڑھائے، لہٰذا یہ تحریر فرمائیں کہ کلمے پڑھنے والا نکاح صحیح تھا یا کہ بغیر کلمے کے؟ نیز قبول وایجاب کے معنی بھی بتائیے۔

جواب:... نکاح کے لئے ایجاب وقبول شرط ہے، یعنی ایک طرف سے کہا جائے کہ: ''میں نے نکاح کیا'' اور دُوسری طرف

سے کہا جائے: ''میں نے قبول کیا''۔[1] ایجاب وقبول ایک بار کافی ہے، تین بار کوئی ضروری نہیں، اور کلمے پڑھانا بھی کوئی شرط نہیں، مگر آج کل لوگ جہالت کی وجہ سے کفر کی باتیں بکتے رہتے ہیں، اس لئے بعض مولوی صاحبان کلمے پڑھادیتے ہیں تاکہ اگر لڑکے نے نادانی سے کبھی کلمۂ کفر بک دیا ہو تو کم سے کم نکاح کے وقت تو مسلمان ہوجائے۔

نکاح کے وقت کلمے، دُرود وغیرہ پڑھانا

سوال:... ہمارے ہاں شادی بیاہ میں بعض اوقات تو کوئی قاضی بہت سے کلمے، کلمات، دُرود وغیرہ پڑھاتا ہے، اور بعض قاضی مختصر اور جلد نکاح کرادیتے ہیں، آپ یہ بتائیں کہ ایک مسلمان کے لئے نکاح کن کلموں، کلمات سے ہوجاتا ہے؟ اور کن کے بغیر نہیں ہوسکتا؟

جواب:... نکاح ایجاب وقبول سے ہوجاتا ہے،[2] خطبہ اس کے لئے سنت ہے،[3] دو گواہوں کا ہونا اس کے لئے شرط ہے۔[4] قاضی صاحبان جو کلمے پڑھاتے ہیں وہ کچھ ضروری نہیں، غالباً ان کلموں کا رِواج اس لئے ہوا کہ لوگ جہالت کی وجہ سے بسا اوقات کلماتِ کفر بک دیتے ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کلمۂ کفر زبان سے کہہ کر اِسلام سے خارج ہو رہے ہیں۔ نکاح سے پہلے کلمے پڑھادیئے جاتے ہیں تاکہ خدانخواستہ ایسی صورت پیش آئی ہو تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائیں تب نکاح ہو۔ بہرحال نکاح سے پہلے کلمے پڑھانا کوئی ضروری نہیں اور کوئی بُری بات بھی نہیں۔

نکاح سے پہلے تین کلمے پڑھنا

سوال:... اگر ایک شخص کا نکاح ہو رہا ہو تو کیا اُس شخص سے پہلے تین کلمے پوچھنا ضروری ہیں؟

جواب:... نکاح کے لئے کلمے پوچھنا شرط نہیں۔[5] مولانا صاحبان شاید اس لئے پوچھتے ہوں گے کہ آج کل یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ شخص کلمہ بھی جانتا ہے یا نہیں؟ اور مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر و بیشتر لوگ جہالت کی وجہ سے کلمۂ کفر بک دیتے ہیں، اس لئے مولوی صاحبان نکاح سے پہلے کلمہ پڑھادیتے ہوں گے تاکہ لڑکا کم از کم نکاح سے پہلے مسلمان تو ہوجائے۔[6]

---

(۱) (وینعقد) متلبسًا (بإیجاب) من أحدهم (وقبول) من الآخر۔ (درمختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۹، کتاب النکاح)۔

(۲) وینعقد أی النکاح أی یثبت ویحصل انعقاده بالإیجاب والقبول۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۹)۔

(۳) ویندب إعلانه وتقدیم خطبة۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۹، کتاب النکاح)۔

(۴) وشرط (حضور) شاهدین حرین أو حر وامرأتین مکلفین سامعین کلامهما ...إلخ۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۲۱ کتاب النکاح، أیضًا: هدایة ج:۲ ص:۳۰۶، کتاب النکاح، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۵) ویحصل إنعقاده بالإیجاب والقبول ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۹، کتاب النکاح، أیضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷)۔

(۶) وفی تبیین المحارم .... والإحتیاط أن یجدّد الجاهل إیمانه کل یوم ویجدد نکاح امرأته عند شاهدین فی کل شهر مرّة أو مرّتین۔ (شامی ج:۱ ص:۴۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

دُولہا کا ''قبول ہے'' ایک بار کہنا، نیز دُولہا کا صرف دستخط کرنا

سوال:... زمانے سے یہ دیکھتا آیا ہوں کہ نکاح خواں دُلہن سے اِجازت ملنے کے بعد دُولہا سے بھی وکیل اور گواہان کی موجودگی میں نکاح کو قبول کرواتے ہیں، اور یہ تین بار دُہراتے ہیں، مگر ابھی ایک شادی میں شرکت کا موقع ملا تو وہاں میں نے دیکھا کہ نکاح خواں نے دُلہن سے اِجازت ملنے کے بعد پہلے خطبہ پڑھا اور اس کا مطلب بیان کیا، پھر لوگوں سے دُولہا اور دُلہن کا نام لے کر کہا کہ یہ نکاح ان کے درمیان ہو رہا ہے، یہ کہنے کے بعد انہوں نے صرف دُولہا سے دستخط کروایا مگر ان سے روایت کے مطابق ایجاب وقبول نہیں کروایا جو کہ سب کے لئے ایک انوکھا تھا۔ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح طریقہ نکاح کا کیا ہے؟ اور یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

جواب:... لڑکی سے تو اِجازت لی جاتی ہے کہ فلاں لڑکے کے ساتھ اتنے مہر کے عوض اس کا نکاح کیا جارہا ہے، اور لڑکے سے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر کے عوض تم سے کیا جاتا ہے، یہ ''اِیجاب'' ہوا، اور لڑکا اس کو قبول کرتا ہے، یہ ''قبول'' ہوا۔ ایجاب وقبول کے بغیر صرف دستخط کرنے سے نکاح نہیں ہوتا، اور اِیجاب وقبول کے الفاظ کو صرف ایک بار کہنا کافی ہے، تین بار دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ [1]

کیا مرد اور عورت بغیر مولوی کے نکاحِ جدید کرسکتے ہیں؟

سوال:... کیا نکاحِ جدید کسی مولوی سے ہی پڑھوایا جائے جیسا شادی کے موقع پر ہوتا ہے؟ اگر ہم یہ چاہیں کہ کسی کے علم میں یہ بات نہ آئے تو آپس میں ہی ایجاب وقبول کرسکتے ہیں؟ یا پھر کسی ایک فرد کے سامنے خواہ وہ عورت ہو یا مرد کرسکتے ہیں؟ اور مہر بھی مقرّر کرنا ہوگا؟

جواب:... دو عاقل وبالغ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا جائے اور کچھ مہر بھی مقرّر کرلیا جائے، بس ہوگیا نکاح، نہ میاں جی کو بلانے کی ضرورت اور نہ دعوت کی۔ [2]

مجبوری میں اِیجاب وقبول سے کیا نکاح ہوجاتا ہے؟

سوال:... چند دِنوں پہلے میں نے سنا کہ مرد اور عورت کسی مجبوری میں ناقابلِ برداشت حالت میں ہوں تو وہ دونوں ایک دُوسرے کو قبول کرلیں تو نکاح کی ضرورت پیش نہیں آتی، لیکن ہم نے جو کچھ پڑھا ہے اس کی رُو سے نکاح لازمی ہے۔

---

(۱) وینعقد بالإیجاب والقبول۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷)۔ وأما رُکنه فالإیجاب والقبول کذا فی الکافی۔ والإیجاب ما یتلفظ به أوّلًا من أیّ جانب کان والقبول جوابه هٰکذا فی العنایة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۶۷، طبع بلوچستان)۔

(۲) وینعقد بالإیجاب والقبول (الٰی قوله) عند حُرّین أو حُرّ وحُرّتین عاقلین بالغین مسلمین۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷)۔ وأیضًا: ثم المهر واجب شرعًا ابانة لشرف المحل۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۴۲، کتاب النکاح، طبع دار المعرفة بیروت)۔

جواب:...آپ نے غلط سنا ہے، نکاح کے بغیر وہ بدکار ہوں گے۔[1]

نکاح کے لئے ایجاب وقبول ایک مرتبہ بھی کافی ہے

سوال:...ایک بڑی مسجد کے قاضی صاحب جب نکاح پڑھاتے ہیں وہ ''قبول ہے'' صرف ایک مرتبہ پوچھتے ہیں، جبکہ دُوسری تمام مساجد میں تین مرتبہ قبول کرایا جاتا ہے، بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے کہ ایک مرتبہ کہنے سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ تین مرتبہ ''قبول ہے'' کہنا پڑتا ہے۔

جواب:...ایک مرتبہ ایجاب وقبول سے بھی نکاح ہوجاتا ہے،[2] تین مرتبہ دُہرانا محض پختگی کے خیال سے ہوتا ہوگا۔

الگ الگ شہروں میں اور مختلف گواہوں سے ایجاب وقبول نہیں ہوتا

سوال:...میری شادی اس طرح ہوئی کہ میں اپنے گاؤں میں تھی اور وہ لڑکا (جو اَب میرا شوہر ہے) کراچی میں مقیم تھا، ہم آپس میں مل نہیں سکتے تھے، چنانچہ میرے شوہر نے مجھے لکھا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں، بہ عوض بیس ہزار روپے مہر کے، اگر قبول ہوتو فارم پر دستخط کردیں۔ اس فارم پر میرے شوہر کے دستخط اور دو گواہوں کے دستخط تھے۔ اِدھر میں نے بھی اسی فارم پر دستخط کئے اور میری دو سہیلیوں اور ایک مرد کو (جو میری سہیلی کا بھائی تھا) گواہ کیا، ان سے بھی دستخط لئے، بعد میں میرے شوہر آئے اور ہم چپ چاپ کراچی آگئے۔ اب جبکہ ہماری اولاد بھی ہوگئی ہے، میرے والدین کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح غلط تھا۔ یہ بتایئے کہ جن حالات میں، میں تھی اور جیسے ہم نے دُور دوا الگ مقامات پر رہ کر نکاح کیا ہے، دِل سے ہم نے قبول کیا، تو کیا یہ نکاح صحیح نہ تھا؟ بعد میں بہرحال ہم نے یہ بھی کرلیا کہ سِول کورٹ گئے اور وہاں قاعدے کے مطابق سب کچھ کرلیا، مگر کیا اس سے پہلے ہم میاں بیوی ''حرام'' کے مرتکب ہوئے؟

جواب:...آپ کا نکاح دُرست نہیں تھا، اس لئے کہ نکاح میں اِیجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہونا چاہئے۔[3] اور مزید یہ کہ نکاح کے گواہ دُولہا اور دُلہن دونوں کے مشترکہ ہونے چاہئیں،[4] جبکہ یہاں نہ تو اِیجاب وقبول زبانی ہوا اور نہ ایک مجلس میں ہوا، اور گواہ بھی مشترکہ نہیں تھے، بلکہ شوہر کے گواہ کراچی میں تھے اور آپ کے گواہ گاؤں میں تھے۔ سِول کورٹ میں جاکر آپ نے شرعی ضابطے کے مطابق شادی کرلی ہے تو آپ میاں بیوی ہیں، جبکہ اس سے قبل آپ دونوں حرام کے مرتکب ہوئے، خدا سے مغفرت طلب کریں۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ آپ کے سوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والدین اس نکاح میں شریک نہیں

---

(۱) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البغایا اللّاتی ینکحن أنفسهن بغیر بینةٍ .... وأیضًا: نهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح السرّ، وإذا لم یحضرهما غیرهما فهو نکاح السر فلا یجوز۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۴۵، کتاب النکاح، طبع بیروت)۔

(۲) ویحصل إنعقاده بالإیجاب والقبول۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۹، کتاب النکاح، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۳) شرائط الإیجاب والقبول فمنها إتحاد المجلس إذا کانا الشخصان حاضرین فلو اختلف المجلس لم ینعقد۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۳، کتاب النکاح، طبع بیروت)۔

(۴) وشرط حضور شاهدین أی یشهدان علی العقد۔ (شامی ج:۳ ص:۲۱، کتاب النکاح، طبع سعید کراچی)۔

ہوئے، ورنہ پہلے ''خفیہ نکاح'' کرنے کی اور بعد میں سول کورٹ جاکر نکاح کرنے کی ضرورت پیش کیوں آتی؟ سوایسا نکاح جو والدین کی اِجازت کے بغیر کیا جائے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر لڑکا ہر اِعتبار سے لڑکی کے جوڑ کا ہو تب تو نکاح صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں، خواہ عدالت میں کیا گیا ہو۔ پس اگر آپ کے شوہر آپ کے جوڑ کے ہیں تو سول کورٹ میں جو نکاح کیا گیا وہ صحیح ہے، اور اگر آپ کے شوہر کم تر حیثیت کے مالک ہیں تو سِول کورٹ والا نکاح نہیں ہوا، والدین کی اِجازت کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا جائے۔ (۱)

لڑکے کی غیر حاضری میں والد کا اُس کی طرف سے اِیجاب وقبول کرنا

سوال:... اگر لڑکا ملک سے باہر ہو تو کیا لڑکے کا باپ لڑکے کی غیرموجودگی میں اس کی مرضی کو جانتے ہوئے نکاح کے وقت قاضی کے سامنے یہ کہہ کر کہ ''مجھے اپنے لڑکے کے لئے اس لڑکی کا رِشتہ منظور ہے'' اپنے لڑکے کا نکاح کرسکتا ہے؟ کیا نکاح کے وقت لڑکا فون پر اپنی مرضی قاضی کے سامنے بیان کرسکتا ہے؟ اگر بیرونِ ملک مقیم لڑکا کسی شخص کو نکاح کے لئے اپنا وکیل مقرّر کردے اور وہ شخص اس لڑکے کی طرف سے اِیجاب وقبول کرلے تو کیا نکاح ہوجائے گا؟

جواب:... اگر لڑکے کا والد لڑکے کی اِجازت کے ساتھ اِیجاب وقبول کرلے تو یہ اِیجاب وقبول لڑکے کی طرف سے سمجھا جائے گا اور نکاح صحیح ہوگا۔ (۲)

۲:... اور اگر لڑکے نے اِجازت نہیں دی تھی، اس کے باوجود لڑکے کے والد نے لڑکے کی طرف سے اِیجاب وقبول کرلیا، اور اِطلاع ملنے پر لڑکے نے اس کو رَدّ نہیں کیا، بلکہ قبول کرلیا تو نکاح ہوجائے گا۔ (۳)

۳:... اور اگر لڑکے نے ٹیلی فون پر نکاح خواں کو اپنی رضامندی بتادی اور پھر کسی شخص نے لڑکے کی طرف سے وکیل بن کر اِیجاب وقبول کرلیا تو بھی نکاح ہوگیا۔

لڑکی، لڑکے کا ٹیلی فون پر اِیجاب وقبول کرنا

سوال:... ایک ماہ قبل ایک آشنا لڑکی سے فون پر گفتگو کرتے ہوئے ہم نے ایک دُوسرے کو کہا کہ ہم فلاں پسر فلاں اتنے حق مہر کے عوض آپ کو قبول ہیں؟ اسی طرح اس محترمہ نے بھی یہ لفظ دُہرائے کہ ہم فلاں بنت فلاں آپ کی زوجیت کے طور پر آپ کو قبول ہیں۔ اور یہ الفاظ تین بار دُہرائے گئے اور اس کے بعد حقِ زوجیت تو اَدا نہیں کیا، لیکن اب اس کے والدین اس کی شادی کہیں دُوسری جگہ کر رہے ہیں، برائے مہربانی بتائیں اسلام کی رُو سے یہ قبولیت نکاح کہلائے گی یا نہیں؟

جواب:... ٹیلی فون پر اس قسم کی آوارہ گفتگو سے نکاح نہیں ہوتا۔ نکاح کا شریفانہ طریقہ یہ ہے کہ لڑکی کے والدین سے

---

(۱) ان المرأة إذا زوجت نفسها من كفوءٍ لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفوءٍ لَا يلزم. (رد المحتار ج:۳ ص:۸۴).

(۲) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۴، طبع بلوچستان).

(۳) رجل زوّج رجلًا إمرأة بغير إذنه فبلغه الخبر فقال: نعم ما صنعت أو بارک الله لنا فيها، أو قال: أحسنت أو أصبت كان إجازة كذا في فتاوىٰ قاضيخان. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۹، طبع بلوچستان).

رشتے کی مانگ کی جائے، وہ راضی ہوں تو مجلسِ نکاح میں گواہوں کے رُوبرو نکاح کا اِیجاب وقبول کیا جائے۔[1]

ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:... کیا ٹیلی فون پر نکاح جائز ہے؟ ہمارے ایک عزیز نے جو اپنی بیٹی اور دُوسرے گھر والوں کے ساتھ یہاں مقیم ہیں، اپنی بیٹی کا نکاح ٹیلی فون پر پاکستان میں پڑھوایا ہے، جبکہ لڑکا اور نکاح خواں پاکستان میں ٹیلی فون پر موجود تھے۔ نکاح پاکستان میں رجسٹر بھی ہوگیا ہے، کیا نکاح شرعی طور پر ہوگیا؟

جواب:... ٹیلی فون پر اِیجاب وقبول نہیں ہوتا،[2] البتہ ٹیلی فون پر اگر نکاح خواں کو اِختیار دے دیا جائے کہ وہ فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ اتنے مہر پر کردے، اور وہ اس ہدایت کے مطابق نکاح کرادے تو نکاح ہوجائے گا۔[3]

ٹیلی فون پر نکاح کرنا

سوال:... میرا بھائی کوریا میں رہتا ہے، اس کے سسرال والے ٹیلی فون پر نکاح کرکے لڑکی کو کوریا بھجوانا چاہتے ہیں، کیا ٹیلی فون پر کیا گیا نکاح منعقد ہوگا؟

جواب:... لڑکا بذریعہ ٹیلی فون کے یا خط کے، کسی آدمی کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل مقرّر کردے، اور وکیل اس کی طرف سے اِیجاب وقبول کرے، بس نکاح ہوجائے گا۔ خود لڑکے سے ٹیلی فون پر اِیجاب وقبول کرانے سے نکاح نہیں ہوگا،[4] واللہ اعلم!

بحالتِ مجبوری ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:... کیا حالتِ مجبوری میں تمام بڑوں کی رضامندی سے ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے؟ اور کیا باہم ملاپ سے پہلے تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں؟

جواب:... ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوسکتا۔[5] اگر دُور ہونے کی وجہ سے لڑکا خود مجلسِ نکاح میں نہ آسکتا ہو، تو وہ اپنی طرف سے

---

(۱) شرائط الإيجاب والقبول فمنها إتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۹ كتاب النكاح، طبع بيروت).

(۲) شرائط الإيجاب والقبول فمنها إتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۳، كتاب النكاح، طبع بيروت). وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحريتين مكلفين سامعين قولهما معًا. (در مختار ج:۳ ص:۲۰۶، كتاب النكاح).

(۳) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود كذا في التتارخانية. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۹۴).

(۴) شرائط الإيجاب والقبول فمنها إتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۹، كتاب النكاح، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۵) شرائط الإيجاب والقبول، فمنها إتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر ج:۳ ص:۸۹، كتاب النكاح، طبع دار المعرفة، بيروت).

کسی کو وکیل بنادے، اور وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے۔[۱]

ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوتا

سوال:... ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟ میرا بھائی امریکا میں ہے اور اس کی جہاں شادی کی بات چل رہی تھی تو لڑکی والوں نے اچانک جلدی کرنا شروع کردی۔ لڑکا اتنی جلدی نہیں آسکتا تھا، اس لئے فوری طور پر ٹیلی فون پر نکاح کرنا پڑا، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا۔

جواب:... نکاح کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول مجلسِ عقد میں گواہوں کے سامنے ہو،[۲] اور ٹیلی فون پر یہ بات ممکن نہیں، اس لئے ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسی ضرورت ہو تو ٹیلی فون پر یا خط کے ذریعہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے۔[۳] چونکہ آپ کی تحریر کردہ صورت میں نکاح نہیں ہوا اس لئے اب رُخصتی سے پہلے ایجاب وقبول گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کرالیا جائے۔

لڑکی کے دستخط اور لڑکے کا ایک بار قبول کرنا نکاح کے لئے کافی ہے

سوال:... ایک دن میری ہمشیرہ کا اور دُوسرے دن میری کزن کا نکاح ہوا، جس میں محلّے کے اِمام صاحب نے نکاح پڑھایا، مگر دُولہا سے دو مرتبہ پوچھا: ''تمہیں قبول ہے؟'' مگر دُلہن سے صرف ایک دستخط کرائے، استفسار پر جواباً فرمانے لگے کہ شریعت میں ایک مرتبہ پوچھنا ہوتا ہے دُوسری مرتبہ گواہوں کی تسلی کے لئے ہوتا ہے۔ آپ ہماری ذہنی خلش کو دُور فرمادیں، کیا یہ نکاح دُرست ہوئے ہیں؟

جواب:... صرف ایک دفعہ کے ''قبول ہے'' سے بھی نکاح ہوجاتا ہے، اور لڑکی نے جب دستخط کردیئے تو گویا اپنی رضامندی سے مولوی صاحب کو وکیل بنادیا، اس لئے نکاح صحیح ہے۔[۴]

نکاح کے لئے فارم کی کوئی شرط نہیں

سوال:... اگر کوئی لڑکی ایک ایسے نکاح نامے پر دستخط کردے جو کہ اصل نہ ہو، بلکہ فوٹو اسٹیٹ ہو، اور اس پر گواہان اور وکلاء کے دستخط پہلے سے موجود ہوں، اور اس کے پاس اس وقت لڑکے کے سوا کوئی موجود نہ ہو، واضح رہے کہ لڑکے نے بھی اس کے سامنے دستخط کردیئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا نکاح ہوگیا؟ اس فعل کی دِینی وقانونی حیثیت کیا ہے؟ نیز اگر وہ نکاح نامہ اصلی ہوتا تو صورتِ حال کیا ہوتی؟

---

(۱) ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضر الشھود کذا فی التتارخانیة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۴)۔

(۲) شرائط الإیجاب والقبول: فمنھا إتحاد المجلس إذا کانا الشخصان حاضرین فلو اختلف المجلس لم ینعقد۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۹)۔ وشرط (حضور) شاھدین۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۸)۔

(۳) یصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضرہ الشھود۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۴، کتاب النکاح، طبع رشیدیه)۔

(۴) والعلم للوکیل بالتوکیل (إلٰی قوله) ویثبت العلم اما بالمشافھة أو الکتاب إلیه۔ (البحر الرائق ج:۷ ص:۱۴۰)۔

جواب:... نکاح، اِیجاب وقبول کا نام ہے۔ پس جب تک مجلسِ نکاح میں گواہوں کے سامنے نکاح کا اِیجاب وقبول نہ ہو، محض نکاح نامے پر دستخط کرنے سے نکاح نہیں ہوتا۔ مجلسِ نکاح میں اِیجاب وقبول کرنے کے بعد خواہ نکاح نامے پر دستخط نہ کئے جائیں، نکاح ہوجاتا ہے۔ یا اگر گواہوں کے سامنے دستخط نہ کئے جائیں تب بھی نکاح صحیح ہے۔ [۱]

نکاح کے لئے دستخط ضروری نہیں

سوال:... میرے نکاح نامے میں میری بیوی کے دستخط کے بجائے ان کے کسی رشتہ دار نے دستخط کردیئے، بیوی سے صرف پوچھا گیا تھا، کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اگر نہیں تو اس کا کیا کفارہ ہوگا؟

جواب:... بیوی نے نکاح منظور کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا، رشتہ دار کے بجائے اپنی بیوی کے دستخط کرالیں۔ [۲]

کیا دُولہا کو اِیجاب وقبول کروانے والا ہی دُلہن سے اِجازت لے؟

سوال:... میں نکاح خواں بھی ہوں، عام طور پر دُلہن کے وکیل اور دو گواہ مقرّر کئے جاتے ہیں، اور وہ دُلہن سے اِیجاب کرکے آتے ہیں، اور پھر نکاح خواں دُولہا کو نکاح پڑھاتا ہے، قبول کراتا ہے، ہم نے ہمیشہ اسی طرح ہوتے دیکھا ہے، اور اَب خود بھی اسی طرح پڑھاتا ہوں۔ مگر کچھ لوگوں نے مجھے ایک کتاب کا حوالہ دیا کہ اس میں لکھا ہے کہ جو دُلہن کو اِیجاب کرائے وہی دُولہا کو قبول کرائے، وکیل کی اِجازت کافی نہیں ہے۔ برائے مہربانی اس سلسلے میں صحیح طریقۂ کار کی وضاحت فرمادیں۔ نیز کسی کتبِ فقہ کا حوالہ بھی دے دیں تو بہتر ہوگا۔

جواب:... لڑکی کا ولی مجلس میں موجود ہوتا ہے، ولی خود اِجازت لے لے اور لڑکی کے دستخط کروالے، ولی کی اِجازت کافی ہے۔ [۳]

نکاح نامے پر نکاح سے قبل ہی لڑکی، لڑکے کے دستخط کروالینا

سوال:... میں ایک عجیب اُلجھن میں گرفتار ہوں، وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی کے بےاولاد ہونے کے پیشِ نظر میں نے اپنی بیٹی ان کو دے دی، میرے شوہر امریکا میں مقیم تھے، لہٰذا مجھے بھی امریکا جانا پڑا، میری بیٹی میرے بھائی کے گھر پڑھ لکھ کر جوان ہوئی، اگلے ماہ اس کی شادی ہے۔ پریشانی کی بات یہ ہے کہ مجھے پاکستان آکر یہ پتا چلا کہ میرے بھائی نے میری بیٹی کی ولدیت میں میرے

---

(۱) وینعقد بالإیجاب والقبول عند حُرّین أو حُرّ وحُرّتین عاقلین بالغین مسلمین۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷، أیضًا: درمختار ج:۳ ص:۹، کتاب النکاح، طبع ایچ ایم سعید کراچی، طبع مؤسسة الرسالة بیروت)۔

(۲) وینعقد أی ینعقد النکاح بالإیجاب والقبول (الٰی قوله) عند حُرّین أو حُرّ وحُرّتین عاقلین بالغین مسلمین۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷، کتاب النکاح، طبع دار المعرفة، بیروت، طبع رشیدیه)۔

(۳) والعلم للوکیل بالتوکیل (الٰی قوله) ویثبت العلم اما بالمشافهة أو الکتاب إلیه۔ (البحر الرائق ج:۷ ص:۱۴۰)۔

شوہر کے نام کی جگہ اپنے نام کا اِستعمال کیا ہے، اور تمام سرٹیفکیٹس وغیرہ پر بھی میرے بھائی نے اپنے نام کو بطورِ ولدیت اِستعمال کیا ہے۔ میری بیٹی کی شادی بھی عنقریب ہے، اور میں اپنے شوہر کے ساتھ چھٹیوں پر پاکستان آئی ہوں۔ پوچھنا یہ ہے کہ ولدیت بدل لینے سے کوئی گناہ لازم تو نہیں آتا؟ برائے مہربانی اس سلسلے میں کچھ وضاحت فرمادیں۔ اور دُوسری بات اس سے بھی زیادہ پریشانی کی معلوم ہوتی ہے کہ ابھی میری لڑکی کے نکاح میں ایک ماہ ہے، اور میرے پاکستان پہنچنے سے پہلے ہی لڑکے والوں نے نکاح نامے پر میری بیٹی سے دستخط کروالئے ہیں، جبکہ باقاعدہ نکاح ابھی نہیں ہوا ہے۔

جواب:...نسب کا بدلنا اور ولدیت غلط لکھنا حرام ہے۔[1] تاہم مجلسِ نکاح میں جب تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ فلاں لڑکی کا نکاح ہو رہا ہے تو نکاح صحیح ہوجائے گا۔[2] نکاح سے پہلے دُلہن کے دستخط کرانا، نکاح کے لئے گویا اُس کی منظوری لینا ہے، اس لئے اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، مگر عام طریقہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد دستخط کرائے جاتے ہیں۔

لڑکی کے صرف دستخط کردینے سے اجازت ہوجاتی ہے

سوال:... پندرہ دن پہلے میری شادی ہوئی تھی، نکاح کے وقت وکیل نے مجھ سے نکاح نامے پر صرف دستخط کرالئے، یہ نہیں پوچھا کہ ''آپ کو فلاں لڑکا قبول ہے؟'' اب میں بہت پریشان ہوں کہ آیا صرف دستخط کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے یا وکیل کی طرف سے پورا جملہ بھی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے؟ اور کیا لڑکی کو بھی تین مرتبہ منہ سے ''قبول ہے'' بولنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے کہا ہے کہ دستخط کرنے سے بھی نکاح ہوجاتا ہے بشرطیکہ لڑکی پر جبر نہ کریں اور وہ اپنی مرضی سے کرے۔ یہ بات میں واضح کردوں کہ نکاح نامے پر دستخط میں نے کسی دباؤ یا زور دینے پر نہیں بلکہ اپنی مرضی، خوشی اور ہوش و حواس میں کئے تھے۔

جواب:...لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت دی جاتی ہے، اور بغیر جبر و اِکراہ کے دستخط کردینے سے بھی اجازت ہوجاتی ہے،[3] اس لئے نکاح صحیح ہے، دستخط کرنے کے بعد لڑکی کا تین بار منہ سے ''قبول ہے'' کہنا ضروری نہیں۔

لڑکی کے قبول کئے بغیر نکاح نہیں ہوتا

سوال:...ایک لڑکا اور لڑکی آپس میں بہت پیار کرتے تھے اور دونوں کا شادی کا بھی ارادہ تھا، جب یہ سب کچھ لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو لڑکی کے والدین نے لڑکی کی شادی دُوسرے لڑکے سے کرادی۔ جب لڑکی کا نکاح ہونے لگا تو لڑکی نے وکیلوں اور گواہوں کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ لڑکی کے باپ نے جھوٹے وکیلوں اور گواہوں کے ساتھ سیٹ کردیا، اسی جھوٹی گواہی سے

---

(۱) ...... من ادعى إلى غير أبيه أو تولى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه صرف ولا عدل۔ (سنن ابن ماجة ص:۱۹۴ طبع کراچی)۔ وأيضًا: من انتسب إلى غير أبيه أو تولّى غير مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين۔ (كنز العمال ج:۶ ص:۱۹۳ حديث رقم: ۱۵۳۰۹)۔

(۲) ولو كان الشهود يعرفونها وهي غائبة فذكر الزوج إسمها لا غير وعرف الشهود أنه أراد به المرأة التي يعرفونها جاز النكاح كذا في محيط السرخسي۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۶۸)۔

(۳) والعلم للوكيل بالتوكيل .... ويثبت العلم إمّا بالمشافهة أو الكتاب إليه۔ (البحر الرائق ج:۷ ص:۱۴۰)۔

مولوی صاحب سے نکاح پڑھوالیا۔ اب بتایئے کہ یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور ان دونوں میاں بیوی کی اولاد جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب:... عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کو قبول کرنا ضروری ہے، بغیر اس کے نکاح نہیں ہوتا۔[1] آپ کی تحریر کردہ صورت میں لڑکی نے نکاح کی اجازت بھی نہیں دی اور نکاح ہونے کے بعد اس کو مسترد کردیا، تو یہ نکاح نہیں ہوا۔ البتہ نکاح کے بعد اگر لڑکی نے زبان سے اس نکاح کو مسترد نہیں کیا تھا بلکہ خاموش رہی تھی اور پھر جب لڑکی کو رُخصت کیا گیا تو وہ چپ چاپ رُخصت ہوگئی اور جس شخص سے اس کا نکاح کیا گیا تھا اس کو میاں بیوی کے تعلق کی اجازت دے دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے والدین کے کئے ہوئے نکاح کو عملاً قبول کرلیا، لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا اور اولاد بھی جائز ہے۔[2]

صرف نکاح نامے پر دستخط کرنے سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے کوئی رشتہ دار نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے کورٹ میں شادی کا فیصلہ کیا، اور ہم دونوں کورٹ گئے اور کورٹ کے باہر جو ٹائپسٹ بیٹھے ہوتے ہیں ان سے حلف نامے کے فارم پر نکاح نامہ ٹائپ کروایا اور میں نے دستخط کئے، جبکہ میرے شوہر نے دستخط نہیں کئے، اس نے اس کے بارے میں کہا: ''میں مجسٹریٹ کے دستخط کے بعد دستخط کروں گا اور تمہیں مجسٹریٹ کے سامنے حلف دینا پڑے گا''، میں خاموش ہوگئی، دُوسرے دن کہنے لگے کہ: ''تم کو کورٹ نہیں جانا پڑے گا، میں نے ایک وکیل سے بات کرلی ہے وہ فیس لے کر مجسٹریٹ کے سائن کرادے گا۔'' وہ گئے اور مجسٹریٹ کے سائن کرواکر لے آئے اور کہنے لگے کہ: ''اب تم میری بیوی ہوگئی ہو، بیوی کے حقوق ادا کرو۔'' میں نے کہا کہ یہ تو کوئی نکاح نہیں ہوا۔ کہنے لگے کہ: ''تم نے دو گواہوں کے سامنے دستخط کردیئے، یعنی دو گواہوں کے سامنے اقرار کرلیا، اس لئے نکاح ہوگیا ہے۔'' وہ دو گواہ ٹائپسٹ تھے جبکہ ان دونوں کے دستخط نہیں ہوئے تھے، اس وقت نہ ہی میرے شوہر کے دستخط ہوئے، ہم دونوں میں بحث ہوتی ہے، میں کہتی ہوں کہ نکاح نہیں ہوا، وہ کہتا ہے کہ نکاح ہوگیا ہے۔

جواب:... جو صورت آپ نے لکھی ہے اس سے نکاح نہیں ہوا، نکاح میں فریقین کی طرف سے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا کرتا ہے، جو نہیں ہوا۔[3] اب تک آپ لوگوں نے جو کچھ کیا ناجائز کیا، آئندہ حرام سے بچنے کے لئے باقاعدہ نکاح کرلیجئے۔

---

(۱) ولَا یجوز للولی إجبار البکر البالغة علی النکاح۔ (فتح القدیر ج:۳ ص:۱۶۱، طبع دار صادر، بیروت)۔ وینعقد بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر۔ (درمختار ج:۳ ص:۹، کتاب النکاح، طبع سعید کراچی)۔

(۲) لو إستأذنها فی معین فردت ثم زوجها منه فسکتت جاز علی الأصح بخلاف ما لو بلغها فردّت ثم قالت: رضیت حیث لَا یجوز لأن العقد باطل بالردّ۔ (فتح القدیر ج:۳ ص:۱۶۷، طبع بیروت)۔

(۳) وینعقد بالْإیجاب والقبول (الٰی قوله) عند حُرّین أو حُرّ وحُرّتین۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷، طبع بیروت)۔ ولَا ینعقد نکاح المسلمین إلّا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۰۶، کتاب النکاح، طبع شرکت علمیه)۔ وفی الهندیة (ج:۱ ص:۲۶۸) کتاب النکاح: ومنها سماع الشاهدین کلامهما معًا، هٰکذا فی فتح القدیر۔

بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا

سوال:… میری ایک دوست اپنی مرضی سے ایک لڑکے سے شادی کرنا چاہتی تھی، وہ لڑکا بھی اسے خلوصِ دِل سے چاہتا تھا، دونوں بالغ تھے لیکن اس کام کے لئے حالات سازگار نہیں تھے، اس لئے دونوں نے رمضان کی ستائیسویں شب قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر ایک دُوسرے کے جسم کو اپنے لئے حلال کرلیا، اور اب اسی دن کے بعد سے وہ دُنیا والوں سے چھپ کر باقاعدہ ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کتاب وسنت میں کہیں اس قسم کا نکاح جائز ہے یا وہ زناکاری کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

جواب:… نکاح کے لئے دو گواہوں کے سامنے اِیجاب وقبول کرنا شرط ہے۔[1] جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس سے نکاح نہیں ہوا، بلکہ وہ فعلِ حرام کے مرتکب ہیں،[2] انہیں چاہئے کہ اس فعلِ حرام سے توبہ کریں اور والدین کی اجازت سے باقاعدہ نکاح کرلیں۔

شرعی گواہ کے بغیر نکاح ہوا ہی نہیں

سوال:… میرے والد میرے بچپن میں ہی فوت ہوگئے، اس لئے میں اب تک اپنی والدہ کی زیرِ کفالت رہی ہوں۔ تقریباً سوا دو سال قبل میں نے اپنی والدہ کی اِجازت اور رضامندی سے ایک مرد سے بالمشافہ نکاح کا اِیجاب وقبول کیا، نکاح کے گواہ ایک مرد اور ایک عورت (میری والدہ) ہیں۔ حق مہر ایک ہزار روپیہ مقرّر ہوا جو کہ میرے شوہر نے بروقت اَدا کردیا۔ کیا یہ نکاح منعقد ہوچکا ہے یا نہیں؟

جواب:… یہ نکاح نہیں ہوا، کیونکہ نکاح میں دو مردوں کا، یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے۔[3] اس لئے ایک مرد اور ایک عورت کی موجودگی میں جو نکاح کیا گیا، وہ نکاحِ فاسد ہے۔

سوال:… اپنے شوہر کے مسلسل تقاضوں کے باوجود میں نے کسی قسم کا تعلق قائم نہیں کیا، اس کی وجہ کوئی ناراضگی وغیرہ نہیں

---

(۱) قال أبو جعفر: ولَا نكاح إلّا بشهود أحرار، مسلمين، بالغين شاهدين أو أكثر أو رجل وامرأتين، قال أحمد: لَا نكاح إلّا بشهود، روى عن عمر رضى الله عنه وعبدالله بن عباس رضى الله عنهما من غير مخالف لهما من الصحابة. (شرح مختصر الطحاوى ج:۴ ص:۲۴۳، كتاب النكاح، طبع دار السراج، بيروت).

(۲) عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: البغايا اللّاتى يُنكحن أنفسهن بغير بينة .... وأيضًا: نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن نكاح السر وإذا لم يحضرهما غيرهما، فهو نكاح السر فلا يجوز. (شرح مختصر الطحاوى ج:۴ ص:۲۴۵، كتاب النكاح، طبع دار السراج، بيروت).

(۳) وشرط حضور شاهدين حُرّين أى يشهدان على العقد. (شامى ج:۳ ص:۲۱). وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أخبار بألفاظ مختلفة فى نفى النكاح بغير شهود، وروى عن على، وابن مسعود، وعمران بن حصين، وجابر، وأنس بن مالك، وأبى موسى الأشعرى، وابن عمر، وأبى سعيد، وأبى هريرة كلهم عن النبى صلى الله عليه وسلم: لَا نكاح إلّا بشاهدين بألفاظ مختلفة والمعنى واحد. (شرح مختصر الطحاوى ص:۲۴۳، كتاب النكاح، طبع دار السراج، بيروت).

ہے۔ میرے شوہر کا کہنا ہے کہ زن و شوہر کے تعلقات قائم رکھنے کے لئے کم از کم چار ماہ میں ایک بار تعلق قائم کرنا ضروری ہے، ورنہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۶ کے تحت یہ ''ایلاء'' ہے اور چار ماہ کی مدّت گزر جانے کے بعد خود بخود طلاق واقع ہوجاتی ہے اور نکاح باقی نہیں رہتا۔ آپ یہ فرمائیں کہ کیا واقعی چار ماہ میں ایک بار تعلق قائم کرنا ضروری ہوتا ہے؟ اور یہ کہ مندرجہ بالا صورت میں ہمارا نکاح اب تک قائم ہے یا ٹوٹ چکا ہے؟

جواب:... آپ کا نکاح ہوا ہی نہیں، اس کے ٹوٹنے یا باقی رہنے کا کیا سوال ہے...؟ ویسے اگر چار مہینے یا اس سے زیادہ عرصہ میاں بیوی کی ''مقاربت'' نہ ہو تو نکاح نہیں ٹوٹتا۔ سورۂ بقرہ کی جس آیت کا حوالہ آپ نے دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر یہ قسم کھالے کہ وہ چار مہینے یا اس سے زیادہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا، تو یہ ''ایلاء'' کہلاتا ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ یا تو شوہر چار مہینے گزرنے سے پہلے پہلے اپنی قسم توڑ دے اور بیوی سے مقاربت کرلے، ورنہ چار مہینے گزرنے کے بعد اس کے قسم کھانے کی وجہ سے طلاق واقع ہوجائے گی۔[1] لیکن اگر شوہر نے ایسی قسم نہ کھائی ہو تو خواہ کتنے ہی عرصے تک میاں بیوی نہ ملیں، طلاق نہیں ہوتی۔

بیوہ سے اُس کی اولاد کی گواہی میں نکاح کرلیا تو جائز ہے

سوال:... میں ایک دُور افتادہ گاؤں کا باشندہ ہوں، میں نے وہاں ایک بیوہ سے اِیجاب و قبول اور حق مہر مقرّر کرکے اس کے تین جوان بالغ بیٹوں اور بیٹی جو کہ بالغ ہے، ان کی گواہی میں نکاح کرلیا، اور اپنی بیوی کو لے کر کراچی آگیا ہوں۔ نکاح کے لئے میں نے مولوی کو نہیں بلایا، کیونکہ فساد کا اندیشہ تھا۔ آپ فرمائیں کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا مجھے دوبارہ مولوی سے نکاح پڑھوانے کی ضرورت ہے؟

جواب:... جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس کے مطابق نکاح ہوگیا، دوبارہ پڑھوانے کی ضرورت نہیں۔[2]

ایک دُوسرے کو شوہر اور بیوی کہنے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال:... میں اپنے دِل میں خوفِ خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھتی ہوں، کچھ عرصہ پہلے میری ایک ایسے لڑکے سے بات ہوئی تھی جس کی نیت میں فتور اور دھوکے بازی تھی۔ اس بات کا علم مجھے اور میرے والدین کو اَب ہوا۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں نے دو مرتبہ اُسے کچھ لوگوں کے سامنے شوہر کہا تھا، اور اس نے بھی ایک مرتبہ مجھے اپنی بیوی کہا تھا۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ کیا اتنا کہنے سے میرا اس سے نکاح ہوگیا؟ اگر ہوگیا تو مجھے اس سے نجات کیسے ملے گی؟ کیا اسی حالت میں میرا کسی اور کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ کیا اس کو تین مرتبہ اس کے منہ پر بھائی کہنے سے میں آزاد ہوجاؤں گی؟ میں قرآن اور خدا کے حضور اس کو بھائی مان چکی ہوں، میں بہت پریشان ہوں اور آپ سے اِلتجا کرتی ہوں کہ آپ مجھے اس سے نجات کی کوئی ترکیب بتادیں، خدا آپ کو اس کا اَجر دے گا۔

---

(۱) وإذا قال الرجل لإمرأته: والله لَا أقربک، أو قال: والله لَا أقربک أربعة أشهر فهو مول ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۰۱، طبع شركت علميه ملتان)۔

(۲) ويحصل انعقاده بالإيجاب والقبول۔ (شامی ج:۳ ص:۹، كتاب النكاح، طبع ايچ ايم سعيد كراچی)۔

جواب:... نکاح کے لئے ضروری ہے کہ گواہوں کے سامنے لڑکے اور لڑکی کا اِیجاب وقبول کرایا جائے، خواہ اِصالۃً یا وکالۃً۔[1] بغیر نکاح کے محض شوہر اور بیوی کہہ دینے سے میاں بیوی نہیں بن جاتے۔ اس لڑکے کے ساتھ آپ کے نکاح کا اِیجاب وقبول نہیں ہوا، اس لئے وہ لڑکا آپ کا شوہر نہیں، اور نہ اس سے گلوخلاصی کی ضرورت ہے۔ آپ دُوسری جگہ جہاں چاہیں، نکاح کرسکتی ہیں۔

نکاح خواں اور ایک دُوسرے شخص کو نکاح کا گواہ بنانا

سوال:... میرے پڑوس والی میری سہیلی ہے، میرا نکاح اس طرح ہوا کہ نکاح والے دِن میرے شوہر شام کو ایک مولوی صاحب کے ساتھ آئے، میری سہیلی اور اس کا شوہر بھی ساتھ تھے، اس طرح میں، میرا شوہر، میری سہیلی اور ان کے شوہر، چار آدمی اور ایک مولوی صاحب، صرف پانچ آدمی تھے، شام کو مولوی صاحب نے ہمارا نکاح پڑھایا، پھر مٹھائی سب کو دی، گواہوں کے نہ ہونے کی وجہ سے گواہوں کے دستخط نہیں ہوئے، ہم دونوں میاں بیوی نے دستخط کئے تھے، خدا اور رسولِ خدا کو گواہ بناکر نکاح کیا۔ میری سہیلی کہنے لگی کہ تم دونوں نے دستخط کردیئے، بس نکاح ہوگیا، ہم لوگ شامل ہوگئے، دستخط نہیں کریں گے گواہوں کی جگہ۔ مگر نکاح کے بعد مٹھائی کھاکر وہ لوگ مبارک باد دے کر چلے گئے۔ کیا اس طرح بغیر گواہوں کے ہمارا نکاح ہوگیا ہے؟

جواب:... جب آپ خود دونوں موجود تھے، تو مولوی صاحب اور سہیلی کا شوہر دو آدمی گواہ بن گئے، لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا۔[2]

بالغ لڑکے کا نکاح اگر لڑکی گواہوں کی موجودگی میں قبول کرلے تو جائز ہے

سوال:... میرے دو قریبی عزیزوں نے آپس میں اپنے بچوں کے نکاح کا فیصلہ کیا، ایک صاحب کے تین بیٹے تھے، جن میں ایک لڑکا بالغ جبکہ دو لڑکے نابالغ تھے، جبکہ دُوسرے صاحب کی تین صاحبزادیاں تھیں، ان میں سے بھی ایک لڑکی بالغ تھی اور دو لڑکیاں نابالغ تھیں۔ بالغ لڑکے اور لڑکی اور نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کے آپس میں نکاح کا فیصلہ ہوا۔ لڑکے والے بارات لے کر آئے، اور نکاح کے وقت نابالغوں کی طرف سے تو والدین نے اِیجاب وقبول کرلیا، بالغوں کے لئے بالغ لڑکے سے جو اس وقت موجود تھا، نکاح خواں نے پوچھا تو اس نے نکاح قبول کرلیا، لیکن قبل اس کے کہ نکاح خواں اپنے ساتھ گواہ لے کر لڑکی سے قبولیتِ نکاح پوچھنے اندر جاتا، لڑکے اور لڑکی کے والدین میں آپس میں سخت تنازع اُٹھ کھڑا ہوا، اور لڑکی والوں نے نکاح خواں کو لڑکی سے اِیجاب وقبول کروانے کے لئے جانے سے روک دیا، اور لڑکی کو بھی روک دیا کہ اگر کوئی آکر نکاح کا پوچھے بھی تو رَدّ کردینا کہ نکاح قبول نہیں۔ اب تنازع یہ ہے کہ لڑکے والے تینوں نکاحوں کو دُرست مانتے ہیں، جبکہ لڑکی والے دو نابالغ نکاح تو دُرست مانتے ہیں، لیکن بالغ لڑکی کے نکاح کو ماننے سے اِنکاری ہیں کہ لڑکی نے رُوبرو گواہوں کے اِقرار کی شرعی شرط پوری نہیں کی۔ اس صورتِ حال میں کیا بالغ جوڑے کا

---

(۱) ولَا ينعقد نكاح المسلمين إلّا بحضور شاهدين حُرّين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين ... إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۰۵، ۳۰۶، كتاب النكاح، طبع شركت علميه، شرح مختصر الطحاوى ج:۴ ص:۲۴۳ تا ۲۴۶، طبع بيروت).

(۲) وشرط حضور شاهدين حُرّين ...... أى يشهدان على العقد. (شامى ج:۳ ص:۲۱، طبع ايچ ايم سعيد كراچى، أيضًا: شرح مختصر الطحاوى ص:۲۴۳، كتاب النكاح، طبع بيروت).

نکاح ہوگیا؟ کیا بالغ لڑکا لڑکی سے رُوبرو گواہان اقرار لینا لازمی ہے یا والدین نابالغوں کی طرح ان کی طرف سے بھی بغیر ان سے رسمی اجازت لئے اِیجاب وقبول کرسکتے ہیں؟

جواب:...وہ نکاح جو دونوں نابالغوں نے اپنے والدین کی وساطت سے کئے، وہ تو صحیح ہیں۔[۱] اور بالغ لڑکے نے اِیجاب کیا، مگر لڑکی کی طرف سے قبول نہیں ہوا، یہ نکاح صحیح نہیں۔[۲] جب اِیجاب وقبول ہوگا تو نکاح صحیح ہوگا۔

بالغ لڑکی اگر انکار کردے تو نکاح نہیں ہوتا

سوال:...میری ایک سہیلی کے والدین نے بچپن ہی میں یعنی تین چار سال کی عمر میں اس کے چچا کے لڑکے سے اس کی بات کی تھی، نکاح وغیرہ کچھ نہیں ہوا اور ابھی تک لڑکی کو کوئی علم نہیں تھا، اب وہ بالغ ہوچکی ہے اور وہ اپنے چچا کے لڑکے کو پسند نہیں کرتی بلکہ اس سے نفرت کرتی ہے اور لڑکی کے والدین کو بھی اس کا علم ہے، لیکن اس کے باوجود والدین اپنی جھوٹی غیرت اور زبان کی وجہ سے اس پر زبردستی کرتے ہیں اور اسے راضی کرتے ہیں، لیکن وہ کسی قیمت پر تیار نہیں۔ اب والدین کہتے ہیں کہ جیسا بھی ہو ہم اس کی شادی کریں گے یعنی زبردستی۔ تو کیا یہ نکاح ہوجائے گا جبکہ لڑکی لڑکے کو دِل سے نہ مانے اور کسی کے ڈَر کی وجہ سے وہ زبان سے ہاں کردے، دِل اس کا نہ چاہے؟ کیا اسلام میں لڑکی کو اپنی رائے کا حق نہیں؟ اور اگر یہ نکاح نہیں ہوتا اور شادی کے بعد یہ اپنے شوہر سے ملتی ہو تو اس کا گنہگار کون ہوگا والدین یا لڑکی؟

جواب:...اگر لڑکی نے زبان سے ''ہاں'' کہہ دی تو نکاح ہوجائے گا، اور اگر پوچھنے پر خاموش رہی تب بھی ہوجائے گا،[۳] اور اگر اِنکار کردیا تو نہیں ہوگا۔[۴] اسلام میں لڑکی کی رائے کا احترام ہے اور اس کی منظوری کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔[۵] اور والدین کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی کی رائے کو ملحوظ رکھیں اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں، لیکن اگر لڑکی اپنی خواہش کے خلاف محض والدین کی عزّت کی خاطر والدین کی تجویز پر ہاں کردے تو نکاح ہوجائے گا۔[۶]

---

(۱) ولـلولي إنكاح الصغير والصغيرة ولو ثيبًا ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفوٰ إن كان الولي أبًا وجدًّا. (در المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۶۶، طبع سعيد كراچي، أيضًا: شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۲۹۲، طبع بيروت).

(۲) وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. قوله ينعقد أي النكاح أي يثبت ويحصل إنعقاده بالإيجاب والقبول. (شامي ج:۳ ص:۹، كتاب النكاح).

(۳) ان الولي لو استأذنها في رجل معين فقالت يصلح أو سكتت ثم لما خرج قالت: لَا أرضي ولم يعلم الولي بعدم رضاها فزوجها فهو صحيحٌ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۹ باب الأولياء والأكفاء). عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لَا تنكح الثيب حتّٰى تستأمر، ولَا البكر إلّا بإذنها، قالوا: يا رسول الله! ما إذنها؟ قال: إن سكتت، ويدل عليه حديث ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الأيم أحق بنفسها من وليّها، والبكر تُستأمر في نفسها، وإذنها صُماتها .... فهٰذا الأخبار كلها تدل علٰى أن تزويج البكر لَا يجوز بغير إذنها. (شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۲۸۰).

(۴) وقيد بالسكوت لأنها لو ردته ارتدـ. (البحر ج:۳ ص:۱۱۲). عن أبي موسى الأشعري عن النبي صلى الله عليه وسلم تستأمر اليتيمة في نفسها فإن سكتتْ فقد أذنتْ وإن أنكرت لم تزوج. (شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۲۸۰).

(۵) ولَا تجبر بكر بالغة على النكاح أي لَا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها. (البحر ج:۳ ص:۱۱۸).

(۶) وينعقد بالإيجاب والقبول. (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷، طبع بيروت).

گونگے کی رضامندی کس طرح معلوم کی جائے؟

سوال:... ایک لڑکی پیدائشی گونگی، بہری، نابینا ہے، یعنی نہ دیکھ سکتی ہے، نہ سن سکتی ہے اور نہ بول سکتی ہے۔ اب وہ جوان ہوگئی اس کی شادی کا مسئلہ ہوا، تو اس کی رضامندی کیسے پتا چلے گی؟

جواب:... گونگا اِشاروں کے ذریعے اپنی رضامندی و ناراضی کا اظہار کرسکتا ہے،[1] اور اِشاروں سے اس کو بات سمجھائی جاسکتی ہے۔

نکاح میں غلط ولدیت کا اظہار

سوال:... ایک شخص نے ایک لڑکا گود لیا، جب لڑکے کی شادی ہوئی تو اس شخص نے جس نے لڑکا گود لیا ہے، نکاح نامے پر لڑکے کی اصل ولدیت کے بجائے اپنا نام لکھوادیا، جبکہ لڑکے کا اصل والد بھی نکاح کے وقت موجود تھا، سوال یہ ہے کہ کیا لڑکے کا نکاح ہوگیا ہے؟

جواب:... غلط ولدیت نہیں لکھوانی چاہئے تھی، تاہم اگر مجلسِ نکاح کے حاضرین کو معلوم تھا کہ فلاں لڑکے کا نکاح ہو رہا ہے تو نکاح ہوگیا۔[2]

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں بنتی

سوال:... میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں، اتنی محبت کہ میں نے رُوحانی طور پر اسے اپنی بیوی مان لیا ہے، اور کچھ عرصہ پہلے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی بیوی مانا ہے، آپ بتایئے کہ کیا وہ لڑکی ایسا کرنے سے میری بیوی ہوگئی؟ اگر نہیں تو کیا کہیں اور شادی کرتے وقت مجھے اسے طلاق دینا ہوگی یا اس کی کوئی عدّت وغیرہ کرنی ہوگی؟

جواب:... قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں ہوجاتی۔[3] چونکہ قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھنے سے دونوں کا نکاح نہیں ہوا اس لئے اس لڑکی کا نکاح دُوسری جگہ جائز ہے۔ اور آپ بھی والدین کی خواہش کے مطابق شادی کرسکتے ہیں۔ البتہ قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر آپ نے جو قسم کھائی تھی وہ ٹوٹ جائے گی،[4] لہٰذا نکاح کے بعد دونوں اپنی قسم کا کفارہ ادا کردیں۔[5]

---

(۱) وكما ينعقد بالعبارة ينعقد بالإشارة من الأخرس إن كانت إشارته معلومة، كذا في البدائع. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۰، طبع بلوچستان، أيضًا: بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۳۱، فصل أما ركن النكاح، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۲) ولم يذكروا اسم أبيه إن كان الزوج حاضرًا وأشاروا إليه جاز. (خانية على هامش الهندية ج:۱ ص:۳۲۴، طبع بلوچستان، أيضًا: إمداد الأحكام ج:۲ ص:۲۲۶، كتاب النكاح، طبع دار العلوم كراچی).

(۳) بل يحصل إنعقاده بالإيجاب والقبول. (رد المحتار ج:۳ ص:۹).

(۴) ولا يخفى ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينًا وقال ابن عابدين: اما في زماننا فيمين وبه نأخذ ونأمر ونعتقد. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۷۱۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۵) اگر لڑکی نے بھی قسم کھائی ہے تو، ورنہ فقط لڑکے پر کفارہ ہوگا۔ ۱۲

خدا کی کتاب اور خدا کے گھر کو بیچ میں ڈالنے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال:... میں بنگلہ دیش میں رہتی تھی، ہمارا چھوٹا سا خاندان تھا، وہ سب جنگ میں مارا گیا، میں نے ایک گھر میں نوکری کرلی، وہاں ایک ڈرائیور تھا، بہت شریف خاندانی اور پڑھا لکھا۔ ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہم شادی کرلیتے ہیں، ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ خدا کی کتاب اور اللہ کا گھر ہے، اس کے سامنے کھڑے ہوکر ہم نے خدا کے سامنے وعدہ کیا کہ: ''اے اللہ! ہم دونوں کا نکاح قبول فرما۔'' پھر ہم دونوں نے ازدواجی زندگی بسر کرنا شروع کردی۔ ہمارا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا ہے تو وہ طریقہ بتلائیں کہ کسی طرح سے ہمارا نکاح ہوجائے۔

جواب:...آپ نے جس طرح نکاح کیا ہے، اس طرح نکاح نہیں ہوتا، دو مسلمان عاقل بالغ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے، موجودہ حالات میں تو آپ دونوں غلط کاری میں مبتلا ہیں۔ اگر آپ کسی عالم کے پاس جانے سے بھی شرماتے ہیں تو کم از کم دو مسلمان عاقل بالغ گواہوں کو بٹھاکر ان کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کرلیجئے[1]، اور مہر بھی مقرّر کرلیجئے۔[2]

نکاح اور رُخصتی کے درمیان کتنا وقفہ ہونا ضروری ہے؟

سوال:...کسی لڑکی کے نکاح اور رُخصتی میں زیادہ سے زیادہ کتنا وقفہ جائز ہے؟ بشرطیکہ کوئی معقول شرعی عذر موجود نہ ہو، صرف جہیز وغیرہ کے انتظامات کا مسئلہ ہو۔

جواب:...شریعت نے کوئی کم سے کم وقفہ تجویز نہیں کیا، البتہ جلدی رُخصتی کی ترغیب دی ہے،[3] اس لئے جہیز کی وجہ سے رُخصتی کو ملتوی کرنا غلط ہے۔

رُخصتی کتنے سال میں ہونی چاہئے؟

سوال:...لڑکی کی رُخصتی کردی جاتی ہے جبکہ لڑکے کی عمر صرف ۱۶ سال، لڑکی کی عمر ۱۴ یا ۱۵ سال ہوتی ہے، اس عمر میں رُخصتی کے انتہائی تباہ کن نتائج دیکھنے میں آئے ہیں، جن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں۔ آپ مہربانی فرماکر یہ بتائیے کہ اتنی کم عمر میں رُخصتی جائز ہے؟

---

(۱) وينعقد بالإيجاب والقبول (إلى قوله) عند حُرّين أو حُرّ وحُرّتين عاقلين بالغين مسلمين. (البحر الرائق ج:۳ ص:۹۴).

(۲) ثم المهر واجب شرعًا ابانة لشرف المحل فلا يحتاج إلى ذكره لصحة النكاح. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۵۲، كتاب النكاح، باب المهر، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۳) عن علي بن أبي طالب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا علي! ثلاث لَا تؤخرها: الصلوٰة إذا اٰنت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفوا. (ترمذي، باب تعجيل الجنازة ج:۱ ص:۲۰۶). وقد صرحوا عنه بان الزوجة إذا كانت صغيرة لَا تطيق الوطىء لَا تسلم إلى الزوج حتّٰى تطيقه، والصحيح أنه غير مقدور بالسن بل يفوض إلى القاضي بالنظر إليها من سمن أو هزال. (رد المحتار ج:۲ ص:۵۴۹، باب القسم، أيضًا: عالمگيري ج:۱ ص:۲۸۷، طبع بلوچستان).

جواب:... شرعاً جائز ہے۔[1] اور کوئی خاص رُکاوٹ نہ ہو تو لڑکے لڑکی کے جوان ہوجانے کے بعد اسی میں مصلحت بھی ہے، ورنہ بگڑے ہوئے معاشرے میں غلط کاریوں کے نتائج اور بھی تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ حلال کے لئے ''تباہ کن نتائج''... جو محض فرضی ہیں... پر نظر کرنا، اور حرام کے ''تباہ کن نتائج''... جو واقعی اور حقیقی ہیں... پر نظر نہ کرنا، فکر و نظر کی غلطی ہے۔

رُخصتی میں تأخیر کا وَبال کس پر ہوگا؟

سوال:... اگر کسی لڑکی کا نکاح کردیا جائے اور اس کو رُخصتی کے اِنتظار میں تین سال تک گھر میں بٹھائے رکھا جائے تو شرعی قانون کے تحت کہاں تک جائز ہے؟ جبکہ شرعی طور پر اور دُنیاوی قانون کے تحت کوئی مجبوری بھی نہ ہو، محض یہ بہانہ بنایا جائے کہ ہم چونکہ دُھوم دھام سے رُخصتی کرانے کا اِرادہ رکھتے ہیں، اس لئے رقم حاصل ہوگی تب رُخصتی کریں گے۔ مزید یہ بھی بتایئے گا کہ نکاح کے بعد کتنے عرصے میں رُخصتی کروادینی چاہئے؟

جواب:... رُخصتی کے لئے کوئی وقت مقرّر نہیں کیا گیا، لیکن نکاح کے بعد رُخصتی میں بلاوجہ تأخیر نہیں ہونی چاہئے۔[2] اور شادی یا رُخصتی میں دُھوم دھام کرنا، ناجائز ہے، اور یہ بہت سے محرّمات کا مجموعہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔[3]

نکاح پڑھانے کا صحیح طریقہ

سوال:... میں نکاح خواں ہوں، اور اس طرح نکاح پڑھاتا ہوں: ایک وکیل، دو گواہان مقرّر کرکے ان کو لڑکی کے پاس بھیج دیتے ہیں، وہ وکیل دو گواہوں کے رُوبرو مقرّرہ حق مہر کے ساتھ شوہر کا نام لے کر اِجازت اور ساتھ میں دستخط لے لیتے ہیں۔ ان کے آنے کے بعد میں وکیل سے تین مرتبہ معلوم کرتا ہوں کہ آپ نے لڑکی سے اِجازت لے لی؟ پھر گواہوں سے کہتا ہوں کہ تم لوگ گواہ ہو کہ لڑکی نے تمہارے سامنے اِجازت دی ہے؟ وہ گواہ کہتے ہیں: جی ہاں لڑکی نے اِجازت دے دی۔ پھر میں وکیل سے کہتا ہوں کہ تم اپنی وکالت مجھے دے دو، یعنی بچی کی طرف سے اِجازت نامہ، میں نکاح پڑھاؤں، وکیل اِجازت دے دیتا ہے۔ پھر میں اس طرح اِیجاب و قبول کراتا ہوں، لڑکے کا نام لے کر متوجہ کرتا ہوں، پھر میں اس سے کہتا ہوں کہ مثلاً: شبیر احمد ولد بشیر احمد صاحب، مسماۃ شکیلہ بنتِ کمال الدین کو میں اپنی وکالت میں دو گواہوں کے رُوبرو مبلغ حق مہر ۵۰۰ روپے کے آپ کا نکاح کردیا ہے، آپ نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا؟ وہ کہتا ہے: ہاں میں نے اپنے نکاح میں قبول کیا۔ اس طرح تین مرتبہ کہلواتا ہوں۔ آیا اس طرح نکاح صحیح ہوا؟ یعنی شریعت کے مطابق؟ اگر خدانخواستہ شریعت کے مطابق نہیں ہوا تو پھر آپ صحیح طریقہ تحریر فرمائیں، تاکہ آئندہ اسی کے مطابق نکاح پڑھایا جائے۔

---

(۱) عن أبی سعید و ابن عباس قالا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من ولد له ولد فیحسن اسمه و ادبه فإذا بلغ فلیزوّجه، فإن بلغ ولم یزوّجه فأصاب إثمًا فإنما إثمهٗ علٰی أبیه۔ (مشکوٰة ص: ۲۷۱)۔ ایضاً صفحۂ گزشتہ حاشیہ نمبر ۳۔

(۲) ایضاً۔

(۳) وکره کل لهو أی کل لعب وعبث فالثلاثة بمعنی واحد کما فی شرح التأویلات والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعة کالرقص والسخریة والتصفیق وضرب الأوتار من الطنبور ...إلخ۔ (شامی ج:۶ ص:۳۹۵، کتاب الحظر والإباحة)۔

جواب:... جب لڑکی کا ولی موجود ہے تو اس کی اِجازت کافی ہے، اس سے کہہ دیا جائے کہ وہ نکاح نامے پر دستخط کرا لائے۔[۱] ہاں کسی جگہ لڑکی کی اجازت پر تردّد ہو، وہاں گواہوں کا مقرّر کرنا دُوسری بات ہے۔[۲]

کون نکاح پڑھانے کا اہل ہے؟

سوال:... مشہور شاعر فیض احمد فیض کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بھتیجی یا بھانجی کا نکاح خود بطورِ ''قاضی'' پڑھایا تھا۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ایک عام مسلمان جس کے پاس قاضی وغیرہ کی مسند نہ ہو، کیا وہ نکاح پڑھا سکتا ہے؟ (اس زمانے میں جبکہ شادی کے اِخراجات آسمان سے باتیں کررہے ہیں، اگر اِنسان خود ہی یہ فریضہ انجام دے لے، تو کتنے ہی جھمیلوں اور اِخراجات سے بچ سکتا ہے)۔

جواب:... نکاح اِیجاب وقبول کا نام ہے، اگر لڑکا لڑکی اِصالۃً یا وکالۃً گواہوں کی موجودگی میں اِیجاب وقبول کرلیں تو نکاح ہوجائے گا۔ اگر لڑکی کا والد لڑکے سے یوں کہہ دے کہ: ''میں نے اپنی لڑکی مسماۃ فلاں کا نکاح بعوض اتنے روپے مہر کے تجھ سے کیا'' اور لڑکا اس کو قبول کرلے تو نکاح ہوجائے گا۔[۳] البتہ نکاح خواں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔[۴]

قاضی صاحب کا خود شادی شدہ ہونا ضروری نہیں

سوال:... کیا نکاح پڑھوانے کے لئے قاضی صاحب کا خود شادی شدہ ہونا ضروری ہے؟

جواب:... نہیں۔

نکاح کی زیادہ اُجرت لینے والے نکاح رجسٹرار کی شرعی حیثیت

سوال:... ہمارے ہاں ایک نکاح خواں ورجسٹرار ہیں، وہ لوگوں سے ہر نکاح کی رجسٹریشن ونکاح خوانی پر ۵۰۰ روپے لیتے ہیں، اور اگر کوئی مطلوبہ رقم نہ دے تو زبردستی پر اُتر آتے ہیں۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے؟ کیا اس قدر فیس نکاح خوانی صحیح ہے؟ اور یہ مسجد کے اِمام وخطیب بھی ہیں، تو ان کی اِمامت کا کیا حکم ہے؟

جواب:... رجسٹرار کی فیس تو متعین ہے، وہ ادا کردی جائے، اور نکاح خوانی کی اُجرت اگر وہ اس قدر زیادہ مانگتا ہو تو اس

---

(۱) والعلم للوكيل بالتوكيل (إلٰى قوله) ويثبت العلم اما بالمشافهة أو الكتاب إليه. (البحر الرائق ج:۷ ص:۱۴۰).

(۲) لَا تشرط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل علٰى عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد المؤكل إياها. (شامی ج:۳ ص:۹۵، كتاب النكاح، طبع ايچ ايم سعيد كراچی).

(۳) ويحصل إنعقاده بالإيجاب والقبول ... إلخ. (شامی ج:۳ ص:۹). ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود كذا في التتارخانية. (عالمگيری ج:۱ ص:۲۹۴، كتاب النكاح). قالوا إذا زوّج ابنته البكر البالغة بأمرها وبحضرتها ومع الأب شاهد آخر صح النكاح ... إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۲۶۸، طبع رشيديه).

(۴) وشرط في الشهود أربعة أمور: الحرية، والعقل، والبلوغ، والإسلام، فلا ينعقد .... بحضرة الكفار في نكاح المسلمين لأنه لَا ولَاية لهٰؤلَاء ... إلخ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۹۵، كتاب النكاح، طبع دار المعرفة، بيروت).

سے نکاح ہی نہ پڑھوایا جائے۔

نکاح خواں کی فیس جائز نہیں

سوال:... دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ نکاح خواں (قاضی) کے لئے گورنمنٹ کی جانب سے نکاح پڑھانے کی فیس مقرّر ہے، اگر کوئی قاضی مقرّرہ فیس سے زائد مثلاً ۵۰۰ یا ۱۰۰۰ روپے طلب کرتا ہے تو مقرّرہ فیس سے یہ زائد حاصل شدہ رقم جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:... شرعاً نکاح پڑھانے کی فیس جائز نہیں۔[۱]

نکاح پڑھانے والے کو بجائے اُجرت کے ہدیہ دینا جائز ہے

سوال:... نکاح پڑھانے والے مولوی کو اُجرت دینا اور لینا کیسا ہے؟

جواب:... بطورِ ہدیہ اُس کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے۔

---

(۱) لَا تصح الْإجارة .... لأجل الطاعة ... إلخ۔ الأصل ان کل طاعة یختص بها المسلم لَا یجوز الْإستئجار علیها۔ (شامی ج:۶ ص:۵۵، مطلب فی الْإستئجار علی الطاعات، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

بغیر ولی کی اجازت کے نکاح

ولی کی رضامندی صرف پہلے نکاح کے لئے ضروری ہے

سوال:... ایک لڑکی کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی، اس نے عدّت کے بعد تایازاد بہن کے لڑکے سے نکاح کیا، اس نے بھی طلاق دے دی، اور عدّت گزرنے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے نکاح کرلیا، دوبارہ نکاح میں لڑکی کے رشتہ دار شامل نہ ہوسکے، کیونکہ صرف ماں راضی تھی۔ گو بھائی شامل نہ ہوں اور گواہ میں کوئی دُوسرے شامل ہوں تو نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟

جواب:... جو صورت آپ نے لکھی ہے اس کے مطابق پہلے شوہر سے نکاح صحیح ہے، خواہ بھائی یا رشتہ دار اس نکاح میں شامل نہ ہوئے ہوں، تب بھی یہ نکاح صحیح ہے۔ اولیاء کی رضامندی پہلی بار نکاح کے لئے ضروری ہے، اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کے لئے ضروری نہیں، کیونکہ وہ ایک بار اس شوہر سے نکاح پر رضامندی کا اظہار کرچکے ہیں۔ بلکہ اگر لڑکی پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو اولیاء کو اس سے روکنے کی قرآنِ کریم میں ممانعت آئی ہے۔[1] اس لئے اگر بھائی راضی نہیں تو وہ گنہگار ہیں، لڑکی کا نکاح پہلے شوہر سے صحیح ہے۔

باپ کی غیرموجودگی میں بھائی لڑکی کا ولی ہے

سوال:... جب مسلمان کے گھر میں لڑکی جوان ہوجائے اور اس کے لئے مناسب رشتے بھی آتے ہوں لیکن لڑکی کے ماں باپ بضد ہیں کہ ہم لڑکی کا بیاہ نہیں کریں گے اور اس کے برخلاف لڑکی کا بڑا بھائی کہتا ہے کہ بہن کی شادی کردینی چاہئے لیکن ماں بالکل نہیں مانتی کہ میں بیٹی کی شادی نہیں کرنے دُوں گی اور لڑکی گھر پر بیٹھی رہے گی۔ اس ضمن میں لڑکی کے ماں باپ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اور لڑکی کا بھائی اصرار کرتا ہے کہ لڑکی کی شادی ضرور ہوگی، لیکن ماں باپ نہیں مانتے، تو اَب لڑکی کے بھائی کا خاموش رہنا بہتر ہے یا کہ سختی سے اس فرض کو پورا کرنے کی کوشش جاری رکھنی چاہئے؟

---

(۱) قال الله تعالٰی: وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن ينكحن أزواجهنّ إذا تراضوا بينهم بالمعروف۔ قال في المظهري: المخاطب به الأولياء (الٰى قوله) وفي لفظ الأزواج تجوز علٰى جميع التقادير فإنه إطلاق بناء علٰى ما كان أو علٰى ما يؤول إليه۔ (والتفصيل في التفسير المظهري ج:۱ ص:۳۱۶)۔

جواب:...لڑکی کے بھائی کا موقف صحیح ہے، والدین اگر بلاوجہ تأخیر کرتے ہیں تو گنہگار ہیں۔[1] اور اگر باپ نہیں صرف ماں ہے تو لڑکی کا ولی حقیقی بھائی ہے، وہ لڑکی کی رضامندی سے عقد کراسکتا ہے، ماں کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔[2]

والد کے علاوہ سب گھر والے راضی ہوں تو بالغ لڑکی کے نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:...ایک عاقل بالغ لڑکی کا نکاح ہو، اور اس نکاح پر اس کا والد رضامند نہ ہو، اور باقی تمام اہلِ خانہ رضامند ہوں، اور اس کے والد کی غیرموجودگی میں اس کے بھائی اس کا نکاح کردیں، جبکہ خود لڑکی بھی رضامند ہو تو اس حال میں نکاح ہوجائے گا یا نہیں؟ مہربانی فرماکر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں اس مسئلے سے آگاہ کریں۔

جواب:...اگر لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور رشتہ موزوں ہے تو اپنے بھائی کو نکاح کا وکیل بناسکتی ہے، بھائی کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا،[3] واللہ اعلم!

''ولی'' اپنے نابالغ بہن بھائیوں کا نکاح کرسکتا ہے لیکن جائیداد نہیں ہڑپ کرسکتا

سوال:...اولاد کا ''ولی'' باپ ہوتا ہے، باپ کی وفات کے بعد بڑا بھائی ''ولی'' ہوگا، میں سب سے چھوٹا بھائی ہوں، شادی شدہ ہوں اور پانچ بچے بھی ہیں، والد کی وفات کے بعد سے میرا سب سے بڑا بھائی اور سب سے بڑی بیوہ بہن اس حد تک ''ولایت'' جگاتے رہے ہیں کہ پوری وراثت (جائیداد) پر قابض ہیں۔ میری بیوی بچوں کو آنے بہانے جھگڑے کھڑے کرکے ایک سال سے زائد عرصہ ہوا میرے سسرال بھجوانے پر مجبور کردیا۔ شاید اس کا گناہ مجھ پر بھی ہو کہ مار پیٹ کا ظلم بیوی پر میں نے کیا۔ میری بڑی بہن اور بڑے بھائی کی توقعات میرے سسرال والوں سے ان کے لڑکوں کے رشتوں کے لئے ہیں، جس دباؤ کے سبب مجھ سے بھی اپنی بیوی پر سختی کراتے ہیں، میرے بڑے بھائی بہن کی بیٹیاں جوان ہیں، کیا مجھے ان کی بات (حکم) ماننا چاہئے؟ کیا میرا بھائی بڑا ہونے کے سبب شرعی ''ولی'' ہے کہ اس کی ہر اچھی بُری بات میں مان لوں؟

---

(۱) عن علی بن أبی طالب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال له: یا علی! ثلاث لَا تؤخرها: الصلٰوة إذا اٰنت، والجنازة إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لها کفوا۔ (ترمذی، باب ما جاء فی تعجیل الجنازة ج:۱ ص:۲۰۶)۔ أیضًا: عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: فی التوراة مکتوب: من بلغت إبنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوّجها فأصابت إثما فإثم ذٰلک علیه۔ (مشکوٰة ص:۲۷۱)۔ أیضًا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا خطب إلیکم ممن ترضون دینه وخلقه فزوّجوه، إن لَا تفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض۔ (مشکوٰة ص:۲۶۷، کتاب النکاح، الفصل الأوّل)۔

(۲) الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسطة أنثٰی علٰی ترتیب الإرث۔ قال الشامی: یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۷۶، باب اولی، أیضًا: هدایة ج:۲ ص:۳۱۶، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۳) نفذ نکاح حُرّة مکلفة بلا ولی لأنها تصرفت فی خالص حقها وهی من أهله لکونها عاقلة بالغة ولهٰذا کان لها التصرف فی المال ولها إختیار الأزواج وانما یطالب الولی بالتزویج کیلا تنسب إلی الوقاحة۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۷، باب الأولیاء والأکفاء، طبع بیروت، أیضًا: شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۵۵ تا ۲۷۴، کتاب النکاح، مسألة جواز نکاح المرأة بغیر أمر ولیها، طبع بیروت)۔

جواب:... "ولی" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نابالغ بہن بھائیوں کا نکاح کرسکتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ وہ جائیداد پر قابض ہوکر بیٹھ جائے یا اپنے بھائی کی بیوی کو سسرال بھجوادے۔[1] آپ اپنے بھائی سے الگ رہائش اختیار کریں اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھیں۔

ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کی شادی کی نوعیت

سوال:... محترم! کیا دِینِ اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایک بالغ لڑکی اپنی پسند کے مطابق کسی لڑکے سے شادی کرسکے، جبکہ والدین جبراً کسی دُوسری جگہ چاہتے ہوں، جہاں لڑکی تصوّر ہی نہ کرسکے اور مرجانا پسند کرے؟

جواب:... لڑکی کا والدین سے بالا بالا نکاح کرلینا شرافت و حیا کے خلاف ہے، تاہم اگر اس نے نکاح کرلیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ لڑکا اس کی برادری کا تھا اور تعلیم، اخلاق، مال وغیرہ میں بھی اس کے جوڑ کا تھا، تب تو نکاح صحیح ہوگیا، والدین کو بھی اس پر راضی ہونا چاہئے، کیونکہ ان کے لئے یہ نکاح کسی عار کا موجب نہیں، اس لئے انہیں خود ہی لڑکی کی چاہت کو پورا کرنا چاہئے۔

دُوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑکا خاندانی لحاظ سے لڑکی کے برابر کا نہیں (اس میں بھی کچھ تفصیل ہے)، یا ہے تو اس کی برادری کا، مگر عقل و شکل، مال و دولت، تعلیم اور اخلاق و مذہب کے لحاظ سے لڑکی سے گھٹیا ہے، تو اس صورت میں لڑکی کا اپنے طور پر نکاح کرنا شرعاً لغو اور باطل ہوگا، جب تک والدین اس کی اِجازت نہ دیں۔[2] آج کل جو لڑکیاں اپنی پسند کی شادیاں کرتی ہیں، آپ دیکھ لیجئے کہ وہ اس شرعی مسئلے کی رعایت کہاں تک کرتی ہیں...؟

والد یا دادا کے ہوتے ہوئے بھائی ولی نہیں ہوسکتا

سوال:... میں نے اپنی مرضی سے غیر برادری کے ایک شخص سے جو قبول صورت، صحت مند و دولت مند ہے، تعلیم میں مجھ سے کم ہے، اس نے ایک ہزار میرا حق مہر باندھا ہے، والدین سے چھپ کر نکاح کرلیا۔ میرے بھائی نے جو بالغ ہے، میری طرف سے

---

(۱) (الولی فی النکاح) لَا المال (العصبة بنفسه) وقال الشامی: ثم لَا یخفی ان قوله لَا المال علٰی معنی فقط أی المراد بالولی هنا الولی فی النکاح سواء کان له ولَایة فی المال أیضًا کالأب والجد والقاضی أو لَا کالأخ لَا الولی فی المال فقط. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۷۶، باب الولی، أیضًا: هدایة ج:۲ ص:۳۱۶، باب الأولیاء والْأکفاء، شرکت علمیه ملتان).

(۲) ان المرأة إذا زوّجت نفسها من کفؤ لزم علی الأولیاء وإن زوّجت من غیر کفؤ لَا یلزم. (رد المحتار ج:۳ ص:۸۴، باب الولی). قال أبوجعفر: وإذا تزوجت المرأة البالغة الصحیحة العقل بغیر أمر ولیها، فالنکاح جائز وإن کان کفؤًا لها، لم یکن للأولیاء أن یفرقوا بینهما، وإن کان غیر کفؤ لها، کان لِوَلِیّها أن یفرقوا بینهما .... والحجة لأبی حنیفة فی جواز عقدها بغیر إذن الولی، من وجوه ثلاثة: الکتاب، والسُّنّة، والنظر، فأما الکتاب فقوله: فلا تحل له من بعد حتّی تنکح زوجًا غیره، فإن طلّقها فلا جناح علیهما أن یتراجعا، وهٰذه الآیة تدل من وجهین علٰی صحة ما قلنا ...إلخ. (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۵۵، ۲۵۶، کتاب النکاح، طبع بیروت).

شرکت کی۔ کیا یہ نکاح باطل ہے یا صحیح ہے؟ کیونکہ وہ اب مجھ سے ملنا چاہتا ہے مگر ابھی تک میں انکار کر رہی ہوں؟

جواب:... اگر آپ کے والد یا دادا زندہ ہیں اور انہوں نے اس پر رضامندی ظاہر نہیں کی ہے تو نکاح باطل ہے۔[1] اور اگر باپ دادا موجود نہیں تو آپ کے بھائی ولی ہیں اور بھائی کی شرکت کی وجہ سے نکاح صحیح ہے۔[2]

بغیر گواہوں کے اور بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہوتا

سوال:... میں ایک کنواری، عاقل، بالغ، حنفی، سنی مسلمان لڑکی ہوں، میں نے ایک لڑکے سے خفیہ نکاح کرلیا ہے، نکاح اس طرح ہوا کہ لڑکے نے مجھ سے تین بار کہا کہ اس نے مجھے بہ عوض پانچ سو روپیہ حق مہر شرعِ محمدی کے بموجب اپنے نکاح میں لیا، میں نے تینوں بار قبول کیا۔ اس ایجاب و قبول کا کوئی وکیل، کوئی گواہ نہیں۔ کسی مجبوری کے تحت ہم نکاح کی تشہیر بھی نہیں چاہتے۔ کیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہوگیا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیسے ہوگا؟ براہ کرم آپ کا جواب خالصتاً فقہ کی رُو سے ہونا چاہئے۔

جواب:... یہ نکاح دو وجہ سے فاسد ہے، اوّل یہ کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو عاقل بالغ مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری شرط ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، حدیث میں ہے:

"البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة۔" (البحر الرائق ج:۳ ص:۹۴)

ترجمہ:... "وہ عورتیں زانیہ ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کرلیتی ہیں۔"

(مشکوٰۃ شریف، البحر الرائق ج:۳ ص:۹۴)

دُوسری وجہ یہ ہے کہ والدین کی اطلاع و اجازت کے بغیر خفیہ نکاح عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں لڑکا، لڑکی کے جوڑ کا نہ ہو۔ اور ایسی صورت میں والدین کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

"عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما إمرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل۔"

(مشکوٰۃ شریف ص:۲۷۰)

ترجمہ:... "جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔" (مشکوٰۃ شریف، البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۸)

---

(۱) الولي في النكاح العصبة بنفسه بلا توسطة انثى على ترتيب الإرث۔ قال الشامي: يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۷۶، باب الولي، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۱۶، طبع شركت علميه ملتان)۔

(۲) وإن المفتي به رواية الحسن عن الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷، طبع بيروت)۔ وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفؤ فللأولياء أن يفرقوا بينهما لأنها ألحقت العار بالأولياء۔ (المبسوط للسرخسي ج:۵ ص:۲۵، باب الأكفاء، طبع دار المعرفة بيروت)۔ وفي الدر المختار (ج:۳ ص:۵۶، طبع سعيد كراچي) كتاب النكاح: ويفتى في غير الكفو بعدم جوازه أصلًا وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان۔

بہرحال آپ کا نکاح نہیں ہوا، آپ دونوں الگ ہوجائیں، اور اگر میاں بیوی کا تعلق قائم ہوچکا ہے تو اس لڑکے کے ذمہ آپ کا مقرّر کردہ مہر پانچ سو روپیہ لازم نہیں، بلکہ اس کے ذمہ مہرِ مثل لازم ہے۔[1] مہرِ مثل سے مراد یہ ہے کہ اس خاندان کی لڑکیوں کا جتنا مہر عموماً رکھا جاتا ہے اتنا دِلوایا جائے۔[2] بہرصورت آپ دونوں الگ ہوجائیں اور توبہ کریں۔

لڑکے کے والدین کی اجازت کے بغیر نکاح

سوال:...ایک لڑکا، لڑکی کو پسند کرتا ہے، اور اپنے گھر والوں سے رشتہ مانگنے کے لئے کہتا ہے، مگر گھر والے محض اس لئے لڑکی کا رشتہ نہیں چاہتے کہ وہ اُونچے گھرانے سے تعلق نہیں رکھتی، حالانکہ لڑکی ہر طرح سے شریف ہے، پانچوں وقت کی نماز بھی پڑھتی ہے۔ کیا شریعت کی رُو سے یہ شادی جائز ہے؟ یعنی ایسی شادی میں لڑکی کے گھر والے شامل ہوں گے، مگر لڑکے والے نہیں۔

جواب:...اگر لڑکی کے والدین رضامند ہوں تو نکاح جائز ہے، لڑکے کے والدین کی رضامندی کوئی ضروری نہیں۔[3]

ولی کی اجازت کے بغیر اغواشدہ لڑکی سے نکاح

سوال:...کسی شخص نے کسی بالغہ لڑکی کو اغوا کرکے دو گواہوں کی موجودگی میں مہر مقرّر کرکے نکاح کرلیا ہے، جبکہ یہ نکاح دونوں کے والدین ورشتہ داروں کے لئے بدنامی کا باعث ہے، نیز دونوں ہم کفو بھی نہیں، کیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب:...دُوسرے ائمہ کے نزدیک تو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح ہوتا ہی نہیں، اور ہمارے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفو میں تو ہوجاتا ہے اور غیرکفو میں دو روایتیں ہیں، فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح نہیں ہوتا۔[4] اس لئے اغواشدہ لڑکیاں جو غیرکفو میں والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرلیتی ہیں، چاروں فقہائے اُمت کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق ان کا نکاح فاسد ہے۔[5]

---

(۱) ويجب مهر المثل في نكاح فاسد. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۱۳۱، البحر الرائق ج:۳ ص:۱۶۹، طبع بيروت).

(۲) والحُرّة مهر مثلها الشرعي مهر مثلها اللغوي أي مهر امرأة تماثلها من قوم أبيها لا أمّها ان لم تكن من قومه كبنت عمه. (الدرالمختار ج:۳ ص:۱۳۷، باب المهر، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۳۳، طبع شركت علميه ملتان).

(۳) الرجل فإنه إذا تزوّج بنفسه مكافئة له أو لا فإنه صحيح لازم. (رد المحتار ج:۳ ص:۸۵، باب الولي).

(۴) ان المفتىٰ به رواية الحسن عن الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷ فصل في الأكفاء طبع دار المعرفة). أيضًا: نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، وله الإعتراض في غير الكفوٴ، وروى الحسن عن الإمام عدم جوازه، وعليه فتوىٰ قاضي خان، وهٰذا أصح وأحوط، والمختار للفتوىٰ في زماننا. (مجمع الأنهر ج:۱ ص:۴۸۸ باب الأولياء والأكفاء، طبع دار الكتب العلمية).

(۵) إختلف العلماء هل الولاية شرط من شروط صحة النكاح أم ليست بشرط؟ فذهب مالك إلىٰ أنه لا يكون نكاح إلّا بوليّ، وانها شرط في الصحة. وفي رواية أشهب عنه، وبه قال الشافعي، وقال أبو حنيفة وزفر والشعبي والزهري: إذا عقدت المرأة نكاحها بغير وليّ وكان كفوًا جاز، وفرق داوٗد بين البكر والثيب فقال: باشتراط الوليّ في البكر وعدم إشتراط في الثيب. (بداية المجتهد لِابن رُشد ج:۲ ص:۲،۷ كتاب النكاح، الفصل الأوّل في الأولياء، طبع المكتبة العلمية لاهور پاكستان، أيضًا: الفقه الإسلامي وأدلّته ج:۷ ص:۸۲، طبع بيروت).

عائلی قوانین کے تحت غیرکفو میں نکاح کی حیثیت

سوال:... حکومتِ پاکستان کے عائلی قوانین کی رُو سے ایک بالغہ لڑکی اور لڑکا عمر سرٹیفکیٹ اور کورٹ سرٹیفکیٹ حاصل کر کے، بغیر والدین و رشتہ داروں کی رضامندی کے غیرکفو میں نکاح کرسکتے ہیں، یہ ان کا قانون ہے، آیا ایسا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب:... عائلی قوانین کی کئی دفعات اسلام کے خلاف ہیں، اور غیراسلامی قانون کے مطابق عدالتی فیصلہ شرعی نقطۂ نظر سے کالعدم متصوّر ہوتا ہے، اس لئے ایسے نکاحوں کا بھی وہی حکم ہے جو اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔[1]

اپنی مرضی سے غیرکفو میں شادی کرنے پر ماں کے بجائے ولی عصبہ کو اعتراض کا حق ہے

سوال:... مارچ ۱۹۸۶ء کے ڈائجسٹ میں مضمون ''شادی کیوں'' کے مطالعے کا موقع ملا، دورانِ مطالعہ یہ مسئلہ نظر سے گزرا کہ لڑکی خود اگر اپنی مرضی سے شادی کرلے تو نکاح ہوجاتا ہے، لیکن اگر اس کی ماں یا ولی وارث اور سرپرست کو اس نکاح پر کفو کا اِعتراض ہے کہ اپنے جوڑ میں شادی نہیں ہے تو اِسلامی عدالت میں اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔ اور اگر حقیقت میں یہ ثابت ہوجائے کہ اس لڑکی نے ماں باپ کی مرضی کے خلاف غیرکفو میں شادی کی ہے تو قاضی اس نکاح کو فسخ کردے گا۔ اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ظاہرالروایہ کا یہ مسئلہ غیرمفتیٰ بہ ہے، علماء میں سے متأخرینِ اَحناف نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے، اب مفتیٰ بہ یہی ہے کہ اگر بالغ لڑکی ولی عصبہ کی رضا کے بغیر غیرکفو میں نکاح کرے تو وہ نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا، اس کی تفصیلات کتبِ فقہ وفتاویٰ میں موجود ہیں۔

دُوسری بات اس میں قابلِ تصحیح یہ ہے کہ ماں کو اس صورت میں ظاہرالروایہ کے مطابق نہ اِعتراض کا حق ہے اور نہ ہی اس کی عدمِ رضا معتبر ہے، تو مضمونِ مذکور میں ماں کا لفظ قابلِ حذف ہے، صحیح یہ ہے کہ صرف ولی عصبہ کو غیرکفو میں نکاح کرنے پر ظاہرالروایہ کے مطابق حقِ اعتراض حاصل ہے۔ اور یہ بات پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ متأخرینِ اَحناف نے اس مسئلے میں روایت حسنؒ عن ابی حنیفہؒ کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔

جواب:... جناب کی یہ تنقید صحیح ہے، غیرکفو میں ولی کی اِجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، لہٰذا ایسا نکاح کالعدم اور لغو تصوّر کیا جائے گا، اس کو فسخ کرانے کے لئے ولی کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں۔ یہی مفتیٰ بہ قول ہے۔[2] اور یہ بھی صحیح ہے کہ ماں ولی نہیں، عصبات علی الترتیب ولی ہیں، مضمون نگار کو ان دونوں مسئلوں میں سہو ہوا ہے۔

نوٹ:... عصبہ ان وارثوں کو کہا جاتا ہے جن کا وراثت میں کوئی حصہ مقرّر نہیں ہوتا بلکہ حصے والوں کے حصے ادا کرنے کے بعد جو مال باقی رہ جاتا ہے وہ ان کو دے دیا جاتا ہے،[3] اور یہ عصبات علی الترتیب چار ہیں:

---

(۱) إن المرأة إذا زوّجت نفسها من كفؤ لزم على الأولياء، وإن زوّجت من غير كفؤ لَا يلزم. (رد المحتار ج:۳ ص:۸۴).

(۲) ان المفتىٰ به رواية الحسن على الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا كان لها ولى ولم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۸، كتاب النكاح، باب الأولياء، طبع دار المعرفة).

(۳) والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض وعند الإنفراد يحرز جميع المال. (سراجى ص:۳، طبع ايچ ايم سعيد).

۱:...میّت کے فروع یعنی بیٹا، پوتا، نیچے تک۔
۲:...میّت کے اُصول یعنی باپ یا دادا، پَر دادا اُوپر تک۔
۳:... باپ کی اولاد یعنی بھائی، بھتیجے، بھتیجوں کی اولاد۔
۴:...دادا کی اولاد، یعنی چچا، چچا کے لڑکے، پوتے۔ (۱)
یہی عصبات علی الترتیب لڑکی کے نکاح کے لئے اس کے ولی ہیں۔ (۲)

ولدالحرام سے نکاح کے لئے لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی شرط ہے

سوال:...ایک شخص نے شادی شدہ عورت اغوا کی تھی، جب اس نے عورت اغوا کی تھی تو اس کا کوئی بچہ وغیرہ نہ تھا، اور نہ ہی وہ حاملہ تھی۔ اس عورت کے اغوا کے دوران ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور ان کی پیدائش کے بعد اغوا کنندہ کا عقدِ نکاح کیا گیا اور پہلے خاوند نے طلاق دے دی اور اغوا کنندہ کو شرعی طور پر تعزیر دی گئی۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو بچہ اغوا کے دوران پیدا ہوا ہے، کیا اس لڑکے کا ایک نہایت شریف اور یتیم لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ حالانکہ وہ اغوا کنندہ کے نکاح کرنے سے پہلے پیدا ہوا ہے۔

جواب:...لڑکی اور لڑکی کے اولیاء اگر اس نکاح پر راضی ہوں تو نکاح ہوسکتا ہے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو نکاح صحیح نہیں۔ (۳)

اگر والدین کورٹ کے نکاح سے خوش ہوں تو نکاح صحیح ہے

سوال:...لڑکا، لڑکی کی حیثیت کے برابر ہے، لڑکی کے والدین اس نکاح سے خوش ہیں، لیکن یہ نکاح کورٹ کے ذریعہ ہوا ہے، تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

جواب:...صحیح ہے، بشرطیکہ نکاح کی دیگر شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

---

(۱) یحوز العصبة بنفسه وهو كل ذكر (إلى قوله) ما أبقت الفرائض أى جنسها، وعند الإنفراد يحرز جميع المال بجهة واحدة، ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف جزء الميت ثم أصله ثم جزء أبيه ثم جزء جدّه ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهٰذا الترتيب ...إلخ. (الدر المختار مع ردالمحتار ج:٦ ص:٧٧٤).

(۲) الولى فى النكاح ...... العصبة بنفسه وهو من يتصل بالميت .... بلا توسطة أنثى ...... على ترتيب الإرث ...إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:٧٦، باب الولى، أيضًا: هداية ج:٢ ص:٣١٦، طبع شركت علميه ملتان).

(۳) عن أبى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لَا تنكح الثيب حتّٰى تستأمر، ولَا البكر إلّا بإذنها، قالوا: يا رسول الله! ما إذنها؟ قال: أن تسكت. ويدل عليه حديث ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأمر فى نفسها وإذنها صماتها .... فهٰذه الأخبار كلها تدل على أن تزويج البكر لَا يجوز بغير إذنها. (شرح مختصر الطحاوى ج:٤ ص:٢٨٠، كتاب النكاح، طبع دار السراج، بيروت). وفى البدائع الصنائع (ج:٢ ص:٣١٨، طبع سعيد كراچى) كتاب النكاح: لأن فى الكفاءة حقًا للأولياء لأنهم ينتفعون بذالك .... ولو كان التزوج برضاهم يلزم حتّٰى لَا يكون لهم حق الإعتراض. وأيضًا فى الجوهرة النيرة ج:٢ ص:٧٧ طبع مكتبة حقانية.

والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح سرے سے ہوتا ہی نہیں، چاہے وکیل کے ذریعہ ہو یا عدالت میں

سوال:... اگر لڑکا، لڑکی اپنی رضامندی سے شادی کرنا چاہتے ہوں، والدین آڑے ہوں اور لڑکی، لڑکا کورٹ نہ جاسکتے ہوں تو کیا کسی وکیل کے پاس جاکر دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد کیا جاسکتا ہے؟

جواب:... عام طور پر ایسے نکاح جن میں والدین کی رضامندی شامل نہ ہو، یا والدین کے لئے ہتکِ عزّت کے موجب ہوں وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتے، خواہ وکیل کے ذریعے سے ہوں یا عدالت میں ہوں۔ (۱)

(۱) عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: أیّما امرأة نکحت نفسها بغیر إذن ولیها فنکاحها باطل، فنکاحها باطل، فنکاحها باطل۔ (مشکوٰة ص:۲۷۰، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة، الفصل الثانی)۔ ان المفتیٰ به روایة الحسن علی الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا کان لها ولی ولم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعده۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۸ کتاب النکاح، باب الأولیاء، طبع بیروت)۔ وفی الدر المختار (ج:۳ ص:۵۲، طبع سعید کراچی) کتاب النکاح، باب الولیّ: ویفتیٰ فی غیر الکفو بعدم جوازه أصلًا وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان۔

نکاح کا وکیل

لڑکے کی عدم موجودگی میں دُوسرا شخص نکاح قبول کرسکتا ہے

سوال:... کیا لڑکے کی عدم موجودگی میں اس کا والد یا وکیل لڑکے کی جانب سے نکاح قبول کرسکتا ہے؟ جبکہ ہمارے علاقے میں ایسا عام کیا جاتا ہے، بعد میں وہ لڑکے سے قبول کروالیتا ہے۔

جواب:... کسی دُوسرے کی جانب سے وکیل بن کر ایجاب و قبول کرنا صحیح ہے۔[۱] اب اگر لڑکے نے اس کو "نکاح کا وکیل" بنایا تھا تب تو وکیل کا ایجاب و قبول خود اس لڑکے کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا، بعد میں لڑکے سے قبول کرانے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر لڑکے نے وکیل مقرّر نہیں کیا تھا، کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر ہی وکیل بن گیا اور اس نے لڑکے کی طرف سے ایجاب و قبول کرلیا تو اس کا کیا ہوا نکاح لڑکے کی اجازت پر موقوف ہے، اگر لڑکا اس کو برقرار رکھے تو نکاح صحیح ہوگا، اور اگر مسترد کردے تو نکاح ختم ہوگیا۔[۲]

دُولہا کی موجودگی میں اس کی طرف سے وکیل قبول کرسکتا ہے

سوال:... اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے وقت موجود ہو اور وہ نکاح کی مجلس میں نہ بیٹھے تو اس شخص کا نکاح اس کا بھائی یا کوئی سرپرست اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرسکتا ہے؟

جواب:... اگر کوئی شخص اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرلے تو نکاح ہوجائے گا۔[۳]

دُولہا کی غیرموجودگی میں نکاح

سوال:... صوبہ سرحد کے دیہی علاقوں میں شادی کے موقعوں پر عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ دُولہا کی غیرموجودگی میں

---

(۱) ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود کذا فی التتارخانیة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۴ کتاب النکاح)۔

(۲) قال: وتزویج العبد والأمَة بغیر إذن مولَاهما موقوف فإن أجاز المولٰی جاز وإن ردّهٗ باطل وکذٰلک لو زوّج رجل امرأة بغیر رضاها أو رجلًا بغیر رضاه وهٰذا عندنا فإن کل عقد صدر من الفضولی وله مجیز انعقد موقوفًا علی الإجازة۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۲۲، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۳) ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود کذا فی التتارخانیة۔ (عالمگیری، الباب السادس فی الوکالة، کتاب النکاح ج:۱ ص:۲۹۴)۔ ثم النکاح کما ینعقد بهٰذه الألفاظ بطریق الإصالة، ینعقد بها بطریق النیابة بالوکالة والرسالة، لأن تصرف الوکیل کتصرف المؤکل۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۳۱، فصل فی رکن النکاح)۔

نکاح پڑھایا جاتا ہے، اور دُولہا کی جگہ اس کا بھائی یا دوست وغیرہ اِیجاب وقبول کے الفاظ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کے لئے یہ لڑکی قبول کرلی۔ کیا یہ نکاح جائز ہے؟

جواب:... کسی کی طرف سے وکیل بنا کر اِیجاب وقبول صحیح ہے۔ (۱)

شوہر اور بیوی الگ الگ ملک میں ہوں تو تجدیدِ نکاح کس طرح کریں؟

سوال:... اگر کوئی نکاح کے ایک سال بعد اپنا نکاح دوبارہ کرنا چاہے، اور مرد ایک ملک میں اور عورت دُوسرے ملک میں ہو تو کیا یہ صورت ہوسکتی ہے کہ اس عورت سے مرد خط کے ذریعے معلوم کرلے کہ میں اپنا اور تمہارا نکاح کر رہا ہوں، اگر وہ اِجازت دیدے کہ میری طرف سے آپ وکیل مقرّر کرلیں یا خود اگر صرف خاوند کو اتنا بتادے کہ میری اِجازت ہے، نکاح پڑھ لیں، تو اگر شوہر بیوی کی طرف سے خود وکیل مقرّر کرے اور اسی مہر پر جتنا پہلے تھا، نکاح پڑھ لے تو کیا نکاح ہوجائے گا؟ نیز اگر منہ سے ایسی بات نکل جائے، جس سے نکاح ٹوٹ جائے اور اِیمان جاتا رہے، تو اگر بیوی پاس نہ ہو بلکہ کسی دُوسرے ملک میں ہو اور وہ خط کے ذریعے یا ٹیلیفون کے ذریعے اِجازت دے کہ تم نکاح دوبارہ پڑھ لو اور وکیل بھی خود مقرّر کرلو، تو کیا بیوی کی اس اِجازت پر نکاح ہوجائے گا؟

جواب:... اگر نکاح کی تجدید کی ضرورت ہو تو بیوی سے ٹیلیفون پر یا کسی اور ذریعے سے رابطہ قائم کرکے دریافت کیا جاسکتا ہے، اگر وہ اِجازت دیدے تو نکاح کی تجدید صحیح ہے، شوہر اس کی طرف سے وکیل بھی ہوجائے گا۔ (۲)

کیا ایک ہی شخص لڑکی، لڑکے دونوں کی طرف سے قبول کرسکتا ہے؟

سوال:... اگر کسی شادی میں لڑکی کا باپ نکاح میں کہے کہ: ''میں لڑکی کے والد کی حیثیت سے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے کرتا ہوں'' پھر کہے کہ: ''لڑکے کے سرپرست کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں'' تین بار کہے تو کیا نکاح ہوگیا یا کہ نہیں؟

جواب:... جو شخص لڑکے اور لڑکی دونوں کی جانب سے وکیل یا ولی ہو، اگر وہ یہ کہہ دے کہ: ''میں نے فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کردیا'' تو نکاح ہوجاتا ہے۔ (۳) یعنی اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ ایک بار یوں کہے کہ: ''میں فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کرتا ہوں''، اور دُوسری بار یوں کہے کہ: ''میں اس لڑکے کی طرف سے قبول کرتا ہوں''، اور تین بار دہرانے کی بھی ضرورت نہیں، صرف ایک بار گواہوں کے سامنے کہہ دینے سے نکاح ہوجائے گا۔

---

(۱) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود كذا في التتارخانية. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۴، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة).

(۲) إمرأة وكلت رجلًا أن يزوّجها من نفسه فقال: زوجت فلانة من نفسي، يجوز وإن لم تقل قبلت كذا في الخلاصة. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۹۵، طبع بلوچستان). وللوكيل أن يزوج مؤكلته من نفسه، والمراد بالوكيل، الوكيل في أن يزوجها من نفسه لما في المحيط، لو وكلته بتزويجها من رجل فزوجها من نفسه لم يجز. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۴۶، كتاب النكاح، فصل بعض مسائل الوكيل والفضولي، طبع دار المعرفة بيروت).

(۳) (ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب مع القبول في خمس صور كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۹۶، كتاب النكاح، باب الولي، طبع ايج ايم سعيد كراچي).

بالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہے

سوال:... لڑکے کی عمر تقریباً بیس بائیس سال ہے، لڑکی کی عمر اٹھارہ تا بیس سال ہے، دونوں عاقل بالغ شرعی اعتبار سے خود مختار ہیں، ان کا نکاح اس طرح کرایا گیا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے باپ کو مولوی صاحب نے اس طور سے ایجاب و قبول کرایا کہ لڑکی کے باپ سے مولوی صاحب نے پوچھا کہ: ''تم نے اپنی لڑکی بعوض حق مہران صاحب کے بیٹے کے نکاح میں دی؟'' انہوں نے جواب دیا کہ: ''میں نے دی!'' لڑکے کے باپ سے پوچھا کہ: ''تم نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی؟'' انہوں نے کہا: ''قبول کی!'' اس کے بعد لڑکا اور لڑکی ہر دو کے والدین نے اپنے بچوں کو اس نکاح سے مطلع نہیں کیا، اب لڑکا علیحدہ زندگی بسر کر رہا ہے، اس نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب:... یہ نکاح تو ہوگیا، مگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی اجازت پر موقوف رہا، اطلاع ہونے کے بعد اگر دونوں نے قبول کرلیا تھا تو نکاح صحیح ہوگیا، اور اگر ان میں سے کسی ایک نے انکار کردیا تھا تو نکاح ختم ہوگیا۔ (۱)

نکاح نامے پر صرف دستخط

سوال:... وکیل اور گواہان لڑکی کے پاس گئے اور موجودہ قوانین کے مطابق صرف نکاح نامے کے رجسٹر پر لڑکی کا دستخط لے لیا، وکیل نے لڑکی سے کوئی بات نہ کہی، نہ لڑکے کا نام لیا، نہ مہر کی رقم بتائی، نہ خود کو وکیل گردانا، نہ نکاح پڑھانے کی اجازت لی، صرف دستخط لے کر نکاح خواں کے پاس لوٹ آئے، اور دونوں گواہوں نے بھی صرف دستخط کرتے ہی دیکھا، سنا کچھ بھی نہیں، اور ایسی ہی حالت میں نکاح خواں نے بھی بغیر گواہوں سے دریافت کئے نکاح پڑھا دیا اور لڑکی بھی رُخصت ہوکر سسرال چلی گئی، کیا شرعاً نکاح ہوگیا؟ اور اگر نہیں ہوا تو کیا صورتِ حال سامنے آئے گی؟

جواب:... نکاح کے فارم میں یہ ساری تفصیلات درج ہوتی ہیں، جنھیں پڑھ کر لڑکی نکاح کی منظوری کے دستخط کرتی ہے، اس لئے نکاح کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (۲)

اجنبی اور نامحرَم مردوں کو لڑکی کے پاس وکیل بناکر بھیجنا خلافِ غیرت ہے

سوال:... ہمارے یہاں رواج ہے کہ جب کسی گھر میں لڑکی کی منگنی کی جاتی ہے تو دس بیس آدمی یا کم و بیش لڑکے کے گھر

---

(۱) لَا یجوز نکاح أحد علٰی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکرًا کانت أو ثیبًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۷، کتاب النکاح)۔ وفی البحر: والسُّنَّة أن یستأمر البکر ولیها قبل النکاح .... وإن زوجها بغیر إستئمار فقد أخطأ السُّنَّة، وتوقف علٰی رضاها، انتهٰی۔ وهو محمل النهی فی حدیث علم لَا تنکح الأیم حتّٰی تستأمر ولَا تنکح البکر حتّٰی تستأذن، قالوا: یا رسول الله! وکیف إذنها؟ قال: أن تسکت، فهو بیان السُّنَّة للإتفاق علٰی أنها لو صرحت بالرضا بعد العقد نطقًا فانه یجوز۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۱، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، طبع دار المعرفة بیروت)۔

(۲) والعلم للوکیل بالتوکیل (الٰی قوله) ویثبت العلم اما بالمشافهة أو الکتاب إلیه۔ (البحر الرائق ج:۷ ص:۱۴۰)۔

والوں کی طرف سے لڑکی والے کے گھر جاتے ہیں، ساتھ ہی کافی مقدار میں مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لئے کئی جوڑے کپڑے اور جوتے، انگوٹھی لڑکی کو پہناتے ہیں، جو تھوڑی دیر کے بعد اُتار دیتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکے والوں کی آمد و رفت خلافِ معمول کسی تکلف کے بغیر رہتی ہے۔ پھر شادی سے دو چار دن پہلے لڑکی کو کچھ مستورات لڑکے کے گھر سے آکر مایوں بٹھاتی ہیں اور لڑکی کے والدین لڑکی کے لئے جہیز وغیرہ بناتے ہیں۔ غرض مدعا یہ ہے کہ یہ سب باتیں ہوتی ہیں اور لڑکی کو اپنے رشتے اور نسبت کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور وہ تمام معاملے میں خاموش رہتی ہے۔ اور ان تمام باتوں کو لڑکی منظور کرتی ہے، اس کی صاف دلیل یہ ہے کہ لڑکی کسی بات پر انکار نہیں کرتی تو بوقتِ نکاح بعض حضرات لڑکی کے پاس اجازت کے لئے دو گواہ بھیجتے ہیں جو کہ غیر محرَم ہوتے ہیں اور غیر محرَم عورتوں میں بلا جھجک جاتے اور لڑکی سے اجازتِ نکاح اور وکیل کا سوال کرتے ہیں، اکثر و بیشتر لڑکی خود نہیں بولتی، پڑوس والی عورتوں میں سے کوئی عورت کہہ دیتی ہے کہ لڑکی نے فلاں کو وکیل مقرّر کیا ہے، جبکہ لڑکی کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ مجلس میں موجود ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسے نام بھی وکالت کے لئے سامنے آتے ہیں جن کی ولیٔ اَقرَب کی موجودگی میں وکالت جائز بھی نہیں ہوتی، کیا یہ سب کچھ جائز ہے؟

جواب:...اجنبی اور نامحرَم لوگوں کا لڑکی کے پاس اِجازت کے لئے جانا خلافِ غیرت ہے۔ معلوم نہیں لوگ اس خلافِ غیرت و حیا رسم کو کیوں سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں؟ باپ لڑکی کا ولی ہے، وہی اس کی جانب سے نکاح کرنے کا وکیل اور مجاز بھی ہے،[1] البتہ رشتہ طے کرنے اور مہر وغیرہ کے سلسلے میں لڑکی سے مشورہ ضرور ہونا چاہئے، اور یہ مشورہ لڑکی کی والدہ اور دُوسری مستورات کے ذریعے ہوسکتا ہے۔[2] اور آج کل تو نکاح کے فارم میں تمام اُمور کا اِندراج ہوتا ہے، نکاح کے فارم پر دستخط کرنے سے لڑکی کی اجازت بھی معلوم ہوجاتی ہے، اس لئے اجنبی نامحرَم اَشخاص کو دُلہن کے پاس بھیجنے (اور ان کے دُلہن سے بے حجابانہ ملنے) کی رسم قطعاً موقوف کردینی چاہئے۔ شادی کی تیاری کے باوجود کنواری لڑکی کا اس پر خاموش رہنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔

---

(۱) الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسطة انثٰی علٰی ترتیب الإرث۔ قال ابن عابدین: یقدم الأب ثم أبوه ...إلخ۔ (ردالمحتار ج:۳ ص:۷۶، باب الولی، أیضًا: هدایة ج:۲ ص:۳۱۶، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۲) وهو السُّنَّة بأن یقول لها قبل النکاح فلان یخطبک أو یذکرک .... واستحسن الرحمتی ما ذکره الشافعیة من أن السُّنَّة فی الإستئذان أن یرسل إلیها نسوة ثقات ینظرن ما فی نفسها والأمّ بذٰلک أولٰی لأنها تطلع علٰی ما لَا یطلع علیه غیرها۔ (شامی ج:۳ ص:۵۸، باب الولی، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

نابالغ اولاد کا نکاح

بچپن کی شادی

سوال:... والد نے اپنے فرزند کا نکاح (بچپن میں) کردیا تھا، اب لڑکا، لڑکی کو لانے پر رضامند نہیں ہے، تو طلاق کی نوبت آتی ہے یا نہیں؟ واضح رہے بچپن کی شادی اور جوان آدمیوں کی منگنی بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ منگنی میں بھی چالیس پچاس آدمی آتے ہیں، ایک دُوسرے کو دینے کا اِقرار ہوتا ہے، مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، اس طرح بچپن کی شادی میں چند مہمانوں کو اِقرار (جوکہ والدین کی طرف سے ہوتا ہے، بعینہٖ اس طرح جس طرح کہ لوگ آج کل منگنیوں میں کرتے ہیں) کے بعد کھانا کھلایا گیا۔ جس طرح منگنی میں لکھائی والی کارروائی نہیں ہوتی، بعینہٖ اس طرح بچپن کی شادی میں بھی اس نکاح پر ثانوی کارروائی، لکھائی پڑھائی، الغرض فارم وغیرہ پُر کرنا نہیں ہوتا۔ اس طرح والدین کی رضامندی میں یہ نکاح ہوا، اگرچہ گواہ بھی ہیں، مگر اس سے زائد گواہ منگنی پر ہوتے ہیں، اور پھر مروّجہ منگنی اور بچپن کی شادی اور نکاح کی نوعیت بالکل ایک جیسی ہے۔ اب لڑکی کہتی ہے کہ جی میں تو نہیں جاتی۔ گھر والوں کو کہتی ہے کہ آپ نے اِقرار کیا تھا، آپ چلے جائیں۔ اور اگر لڑکی آنے کے لئے تیار ہے تو لڑکا لانے کے لئے تیار نہیں۔ اب کیا کریں؟ طلاق ضروری ہوگی یا اس نکاح کو بچپن کی وجہ سے کوئی اہمیت ہی نہیں اور طلاق کی بھی ضرورت نہیں؟

۲:... کیا والدین کا بچپن میں اولاد کا اس طرح نکاح کرنا شریعت کی رُو سے جائز ہے جو کہ بعد میں اِختلاف و دُشمنی کا سبب بنتا ہے؟

جواب:... بچپن کی شادی اگر اس طرح ہو کہ اس میں نکاح کا اِیجاب و قبول ہو، اور مہر مقرّر کیا جائے، اور لڑکی اور لڑکے کے والدین نے بطورِ وکیل اِیجاب و قبول کیا ہو، تو شرعی نکاح ہوجائے گا۔(۱) بعد میں بغیر طلاق کے علیحدگی نہیں ہوسکتی۔

۲:... بعض اوقات ایسی ضرورتیں اور مصلحتیں سامنے آتی ہیں کہ والدین بچوں کی نابالغی کی حالت میں شادی کردینا چاہتے ہیں، اس لئے شرعاً بچپن کی شادی جائز ہے۔(۲)

---

(۱) ثم النکاح کما ینعقد بھٰذہ الألفاظ بطریق الإصالة، ینعقد بھا بطریق النیابة بالوکالة والرسالة، لأن تصرف الوکیل کتصرف المؤکل۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۳۱، کتاب النکاح، فصل فی رکن النکاح، طبع سعید کراچی)۔

(۲) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیبًا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش أو بغیر کفؤ إن کان الولی أبًا وجدًّا ...إلخ۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۶۶، باب الولی، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

بچپن میں کئے ہوئے نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:... جن بچیوں کا نکاح دو ماہ کی عمر یا دو سال کی عمر میں کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اِیجاب وقبول کے وہ قابل تو نہیں، جس کی جگہ اس کے والدین یا کوئی دُوسرا سرپرست کرتا ہے۔ لڑکی کے بالغ ہونے پر اس نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے جبکہ لڑکی کو اور اس کے ورثہ کو اَب یہ رشتہ قبول نہیں؟

جواب:... نابالغ بچی کا نکاح اگر والد نے کیا ہو تو لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ کرنے کا اِختیار نہیں، بلکہ وہ نکاح پکا ہے۔ یہی حکم ہے جبکہ نکاح والد کے بجائے دادا نے کیا ہو۔ اور اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور رشتہ دار نے نکاح کرایا تھا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اس کا اِختیار ہوگا کہ نکاح کو رکھے یا نہ رکھے،[1] لیکن شرط یہ ہے کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئی ہو اسی مجلس میں اِعلان کردے کہ میں اس نکاح کو نامنظور کرتی ہوں،[2] واللہ اعلم!

بچپن کا نکاح کس طرح کیا جائے؟

سوال:... ہمارے ہاں عام طور پر یہ رواج ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا رشتہ بچپن میں ہی طے کردیا جاتا ہے، اور بچپن کے نکاح کی درج ذیل مختلف صورتیں ہوتی ہیں:

۱:... لڑکے اور لڑکی کے بجائے دونوں کے والدین اِیجاب وقبول کرلیتے ہیں۔

۲:... نابالغ لڑکے اور لڑکی سے نکاح کے فارم پر دستخط کروائے جاتے ہیں۔

۳:... خطبۂ نکاح کے بعد دونوں کو پانی پلادیا جاتا ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ان صورتوں میں نکاح دُرست ہوگا یا نہیں؟

جواب:... نکاح کی جو تین صورتیں لکھی گئی ہیں، ان میں سے دُوسری اور تیسری تو بالکل مہمل ہیں۔ البتہ پہلی صورت صحیح ہے، بشرطیکہ لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ نہ ہوں،[3] اگر بالغ ہوں تو ان کی رضامندی لینا ضروری ہے، اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوگا۔[4]

---

(۱) ویجوز نکاح الصغیر والصغیرة إذا زوّجهما الولی بکرًا کانت الصغیرة أو ثیبًا والولی هو العصبة ...... فإن زوّجهما الأب أو الجد یعنی الصغیر والصغیرة فلا خیار لهما بعد بلوغهما ...... وإن زوّجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء أقام علی النکاح وإن شاء فسخ ... إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۱۶، ۳۱۷، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۲) إذا بلغت وهی عالمة بالنکاح أو علمت به بعد بلوغها فلا بد من الفسخ فی حال البلوغ أو العلم فلو سکتت ولو قلیلا بطل خیارها۔ (شامی ج:۳ ص:۷۴، باب الولی)۔

(۳) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیبًا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش أو بغیر کفؤ إن کان الولی أبًا وجدًا ... إلخ۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۶۶، باب الولی، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۴) والسُّنّة أن یستأمر البکر ولیها قبل النکاح .... وإن زوجها بغیر إستئمار فقد أخطأ السُّنّة وتوقف علی رضاها، انتهٰی۔ وهو محمل النهی فی حدیث مسلم: لَا تنکح الأیم حتّٰی تستأمر ولَا تنکح البکر حتّٰی تستأذن، قالوا: یا رسول الله! وکیف إذنها؟ قال: أن تسکت۔ فهو بیان السُّنّة، للاتفاق علٰی أنها لو صرحت بالرضا بعد العقد نطقًا فإنه یجوز۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۱، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، طبع بیروت)۔

نابالغ لڑکی کا نکاح اگر والد، والدہ زندہ ہونے کے باوجود بڑا بھائی کردے تو کیا والد رَدّ کرسکتا ہے؟

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے دِین کہ:

۱:... ایک نابالغ لڑکی جس کا والد، بھائی، والدہ زندہ ہیں، اس لڑکی کو جو نابالغ ہے والد کی رضامندی کے بغیر بھائی نکاح کرکے دے سکتا ہے یا نہیں؟

۲:... والد کو نکاح کا علم ہونے پر، والد نکاح کو رَدّ کرسکتا ہے؟ یا وہ لڑکی کے حدِ بلوغت کا اِنتظار کرنے کا پابند ہوگا؟

۳:... کیا وہ نابالغ لڑکی بالغ ہونے پر اپنے نکاح کو رَدّ کرنے کا اِعلان کرسکتی ہے؟ اور بھائی یا ماموں یا دیگر رشتہ دار کو اَپنا ولی تسلیم نہ کرتے ہوئے اپنے والد، والدہ کو اپنے نکاح کو مسترد کرنے سے آگاہ کرنا ہی کافی ہوگا؟

جواب:... ۱:... اگر لڑکی کا والد زِندہ ہو اور موجود ہو تو والد ہی لڑکی کا ولی ہے، اس کی رضامندی کے بغیر لڑکی کا بھائی اس کا نکاح نہیں کرسکتا، اگر بھائی نے نکاح کردیا تو والد کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر والد نے اس کو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور اگر اس نے مسترد کردیا تو وہ نکاح ختم ہوگیا۔[1]

۲:... رَدّ کرسکتا ہے، جیسا کہ اُوپر لکھا گیا۔

۳:... اگر والد نے اس کو قبول کرلیا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اِختیار نہیں، بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ گویا والد نے خود یہ نکاح کیا اور نابالغ بچی کا جو نکاح اس کے باپ نے کیا، اس میں لڑکی کو بلوغ کے بعد اِختیار نہیں ہوتا۔[2] اور اگر بھائی کا کیا ہوا نکاح والد نے رَدّ کردیا تھا تو وہ اسی وقت ختم ہوگیا، بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اس کے رَدّ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔[3]

نابالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح جائز ہے

سوال:... عرض یہ ہے کہ ہماری برداری میں لڑکے یا لڑکی ابھی چار پانچ سال کے بھی نہیں ہوتے کہ ان کی شادی کردی جاتی ہے، جب وہ جوان ہوتے ہیں تو ان کی رُخصتی کردیتے ہیں۔ لڑکے یا لڑکی کی طرف سے ایجاب وقبول ان کے والدین کرتے ہیں جبکہ لڑکے یا لڑکی کی رضامندی نہیں ہوتی۔ اس طرح کی شادیاں ہمارے اسلام میں جائز ہیں یا نہیں؟

---

(۱) وللولی إنكاح الصغير والصغيرة والولی العصبة بترتيب الإرث ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۶، طبع بيروت)۔ واما إذا كان أحدهما أقرب من الآخر فلا ولَاية للأبعد مع الأقرب إلّا إذا غاب غيبةً منقطعةً ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۸ كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، طبع دار المعرفة بيروت)۔

(۲) فإن زوّجهما الأب أو الجد يعنی الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما لأنهما كاملا الرئ وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما۔ (هداية ج:۲ ص:۳۱۷، طبع شركت علميه ملتان)۔

(۳) الفضولی لو باع الصبی ماله .... أو تزوّج .... توقف علٰی إجازة الولی۔ (شامی ج:۳ ص:۹۷، باب الولی)۔

جواب:...نابالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح ان کے ولی کے ایجاب و قبول کے ساتھ صحیح ہے، اور بالغ ہونے کے بعد باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو مسترد کرنے کا اِختیار ان کو نہیں۔[۱]

بالغ ہوتے ہی نکاح فوراً مسترد کرنے کا اِختیار

سوال:...کیا نابالغ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے ہوجاتا ہے، جبکہ وہ دونوں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ اپنی والدہ کا دُودھ پی رہے ہوتے ہیں؟ بعض خاندانوں میں ایسے نکاح کا رِواج عام ہے، اور اس نکاح کے تمام فرائض لڑکی کی ماں اور لڑکے کا باپ انجام دیتا ہے، کیا یہ نکاح شریعت کی رُو سے جائز ہے؟

جواب:...نابالغی میں بچوں کا نکاح نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کے رُجحان کا لحاظ کرتے ہوئے کرنا چاہئے۔ تاہم بعض اوقات والدین اَزراہِ شفقت اسی میں بھلائی دیکھتے ہیں کہ نابالغی میں بچے کا عقد کردیا جائے۔ اس لئے شریعت نے نابالغی کے نکاح کو بھی جائز رکھا ہے۔ پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نکاح باپ یا دادا نے کیا ہو تو بچوں کو بالغ ہونے کے بعد اِختیار نہیں، بلکہ لڑکا اگر اس رشتے کو پسند نہیں کرتا تو طلاق دے سکتا ہے، اور اگر لڑکی پسند نہیں کرتی تو خلع لے سکتی ہے۔ اور اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے نابالغ کا نکاح کردیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد ان کو اس نکاح کے رکھنے یا مسترد کرنے کا اِختیار ہے[۲]، مگر اس کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئے ہوں، اسی مجلس میں بالغ ہوتے ہی اس کو مسترد کردیں۔ اور اگر بالغ ہونے کے بعد فوراً اسی مجلس میں نکاح کو مسترد نہیں کیا، بلکہ مجلس کے برخاست ہونے تک خاموش رہے تو نکاح پکا ہوجائے گا، بعد میں اس کو مسترد نہیں کرسکتے۔[۳]

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیبا ولزم النکاح ولو بغبن فاحشن أو بغیر کفؤ إن کان الولی أبًا وجدًّا۔ (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۶۶، باب الولی، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔ (قوله ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء) أی للصغیر والصغیرة إذا بلغا وقد زوجا .... بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد فإنه لَا خیار لهما بعد بلوغهما لأنهما کاملا الرأی وافرا الشفقة فیلزم العقد بمباشرتهما کما إذا باشرا برضاهما بعد البلوغ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۸، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، طبع دار المعرفة بیروت)۔

(۲) لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لَا یکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ بعد البلوغ۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۶۸، باب الولی، طبع سعید کراچی)۔ وفیه أیضًا: وإن فعل غیرهما فلهما أن یفسخا بعد البلوغ۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۶۸)۔ وفی البحر الرائق (ج:۳ ص:۱۲۸) کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء (طبع دار المعرفة، بیروت): (قوله ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء) أی للصغیر والصغیرة إذا بلغا وقد زوجا أن یفسحا عقد النکاح الصادر من ولی غیر أب ولَا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة .... بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد فإنه لَا خیار لهما بعد بلوغهما لأنهما کاملا الرأی وافرا الشفقة فیلزم العقد بمباشرتهما ...إلخ۔

(۳) (ولَا یمتد إلٰی آخر المجلس) .... إذا بلغت وهی عالمة بالنکاح أو علمت به بعد بلوغها فلا بد من الفسخ فی حال البلوغ أو العلم فلو سکتت ولو قلیلًا بطل خیارها ولو قبل تبدل المجلس۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۷۳، باب الولی)۔

نابالغی کا نکاح اور بلوغت کے بعد اختیار

سوال:... ہمارے گاؤں میں نکاح کا ایک طریقہ رائج ہے، جو کہ کم و بیش ہی پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ لڑکا اور لڑکی ابھی چھوٹی عمر کے ہی ہوتے ہیں یعنی بالکل نابالغ بچے ہوتے ہیں کہ ان کے والدین ان نابالغ بچوں کے نکاح کا آپس میں ایک معاہدہ کر لیتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ کیا یہ نکاح اسلام میں جائز ہے؟ ہماری مقامی زبان میں اسے ''جابہ قبولہ'' کہتے ہیں، کیونکہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ نکاح میں لڑکے اور لڑکی کا رضامند ہونا نہایت ہی ضروری ہے، ورنہ جبراً نکاح نہیں ہوتا۔ اگر یہ جابہ قبولہ جائز ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟ اور یہ معاہدہ کون کرسکتا ہے؟ نیز بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی کی رضامندی نہ ہو تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اس معاہدہ یعنی جابہ قبولہ کا شریعت کی رُو سے نام کیا ہے؟

جواب:... نابالغی کا نکاح جائز ہے۔[1] پھر اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور نے کرادیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے رکھے یا مسترد کردے،[2] مگر شرط یہ ہے کہ جس مجلس میں لڑکی بالغ ہوا سی مجلس میں اعلان کردے، ورنہ نکاح لازم ہوجائے گا اور بعد میں مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔[3] اور باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو مسترد کرنے کا اختیار نہیں،[4] اِلَّا یہ کہ واضح طور پر یہ نکاح اولاد کی رعایت و شفقت کی بنا پر نہیں بلکہ کسی لالچ کی بنا پر کیا ہو۔[5]

باپ دادا کے علاوہ دُوسرے کا کیا ہوا نکاح لڑکی بلوغت کے بعد فسخ کرسکتی ہے

سوال:... مسماۃ زینب کا نکاح مسمّٰی زید سے اس وقت منعقد ہوا جب زینب بالغ نہیں تھی، چنانچہ زینب کی طرف سے زینب کے والدین کی عدم موجودگی میں زینب کے ماموں نے قبول کیا، دو سال بعد زینب بالغ ہوگئی، بلوغت کے ساتھ ہی زینب نے اس نکاح کو فسخ کر ڈالا، اس صورت میں مسماۃ زینب کے لئے شرعاً و قانوناً دُوسرے شوہر کے نکاح میں جانے کا جواز ہے یا نہیں؟ جانے میں عدّت کا مسئلہ طے ہوگا کہ نہیں؟

جواب:... نابالغ بچی کا نکاح اگر اس کے باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کردیا ہو تو اس بچی کو بالغ ہونے کے بعد اختیار

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیبا. (درمختار ج:۳ ص:۶۲، باب الولی)۔ قال أبو جعفر: ولسائر الأولیاء تزویج الصغار ویتوارثان بذالک .... ومن جهة السُّنة: أن النبی صلی الله علیه وسلم تزوّج عائشة رضی الله عنها، وهی صغیرة زوجها إیاه أبوبکر. (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۱۹۲، ۱۹۳، کتاب النکاح، طبع دار البشائر الإسلامیة)۔

(۲) وإن فعل غیرهما فلهما أن یفسخا بعد البلوغ. (رد المحتار ج:۳ ص:۶۸، باب الولی، طبع ایچ ایم سعید کراچی، أیضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۸، باب الأولیاء والأکفاء، طبع بیروت)۔

(۳) فلو سکتت ولو قلیلًا بطل خیارها ولو قبل تبدل المجلس. (رد المحتار ج:۳ ص:۷۳)۔

(۴) لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لَا یکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ. (رد المحتار ج:۳ ص:۶۸، باب الولی، أیضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۱۲۸، طبع بیروت)۔

(۵) لو عرب من الأب سوء الإختیار لسفهه أو لطمعه لَا یجوز عقده إجماعًا. (رد المحتار ج:۳ ص:۶۷، باب الولی)۔

ہے، خواہ اس نکاح کو برقرار رکھے یا مسترد کردے۔[۱] چونکہ زینب نے بالغ ہونے کے فوراً بعد اس نکاح کو، جو اس کے ماموں نے کیا تھا، مسترد کردیا، اس لئے یہ نکاح فسخ ہوگیا، لڑکی دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہے، چونکہ ماموں کا کیا ہوا نکاح رُخصتی سے پہلے ہی کالعدم ہوگیا، اس لئے لڑکی کے ذمہ عدّت بھی نہیں۔[۲]

نابالغ لڑکی کا نکاح اگر باپ کردے تو بلوغت کے بعد اسے فسخ کا اختیار نہیں

سوال:... ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے کردیا تھا، پھر اس کا والد فوت ہوگیا، وہ لڑکی اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہے، یہاں تک کہ اب بالغ ہے، اب لڑکے والے اصرار کرتے ہیں کہ لڑکی ہمارے ہاں رُخصتی کردو لیکن لڑکی کی ماں اور لڑکی نہیں مان رہی ہیں۔ اب کیا کیا جائے؟ اور لڑکے والے چھوڑ نہیں رہے، اب عدالت میں لڑکے سے طلاق دِلوائی جائے یا لڑکی کو بھیج کر پھر وہ خود بخود طلاق دے دے یا مہر واپس کرکے طلاق لی جائے؟

جواب:... جب نابالغ کا نکاح اس کے والد نے کردیا اور نکاح گواہوں کے سامنے ہوا تو یہ نکاح برقرار ہے، اور لڑکے والے اپنے مطالبے میں حق بجانب ہیں، اور لڑکی اور اس کی والدہ کا انکار صحیح نہیں، اب اگر لڑکی وہاں آباد نہیں ہونا چاہتی تو اس کے شوہر سے طلاق لے لی جائے، اور اگر شوہر مہر معاف کرنے کے بدلے میں طلاق دینا چاہتا ہے تو مہر چھوڑ دیا جائے۔ لڑکے کو بھی چاہئے کہ جب لڑکی اس کے گھر آباد ہونا نہیں چاہتی تو خواہ مخواہ اس کو روک کر گنہگار نہ ہو، بلکہ خوش اُسلوبی سے طلاق دے کر فارغ کردے۔ بہرحال جب تک لڑکے سے طلاق نہ لی جائے (خلع بھی طلاق ہی کی ایک شکل ہے) تب تک یہ نکاح قائم ہے، محض لڑکی کے یا لڑکی کی والدہ کے انکار کردینے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا، اور لڑکی دُوسری جگہ عقد کرنے کی مجاز نہیں ہوگی۔[۳]

بچپن کے نکاح کے فسخ ہونے یا نہ ہونے کی صورت

سوال:... ایک لڑکی کے بچپن میں باپ نے ایک شخص کو عام طریقے سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کو

---

(۱) دیکھئے ص:۱۲۶ حاشیہ نمبر۲۔

(۲) قال تعالٰی: "یٰٓأیها الذین اٰمنوا إذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلّقتموهنّ من قبل أن تمسّوهنّ فما لکم علیهنّ من عدّة تعتدّونها" (الأحزاب). قال: ویطلق غیر المدخول بها متٰی شاء، لأنه لیس علیها عدة فیعتبر طلاقها للعدة. (شرح مختصر الطحاوی ج:۵ ص:۴۹، کتاب الطلاق، طبع بیروت)۔

(۳) لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لَا یکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ بعد البلوغ. (رد المحتار ج:۳ ص:۶۸، باب الولی، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔ قال أبو جعفر: ومن وقع بینه وبین زوجته شقاق فله أن یطلقها علٰی جُعْلٍ یأخذه منها بعد أن لَا یتجاوز به ما أعطاها، وإن کان النشوز من قبله، لم ینبغ له أن یأخذ منها شیئًا .... قال أحمد: الأصل فی ذالک قول الله تعالٰی: ولَا یحل لکم أن تأخذوا ممّا اٰتیتموهن شیئًا إلّا أن یخافا ألّا یقیما حدود الله، فإن خفتم ألّا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به. فاقتضٰی ظاهر الآیة جواز خلعها عند الخوف أن لّا یقیما حدود الله علی الکثیر والقلیل ...إلخ. (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۴۵۴، کتاب النکاح، مسألة الخلع، طبع بیروت)۔

دے دی۔ اب لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد عدالت میں بیان دیا ہے کہ میں اپنی مرضی سے شادی کروں گی، اس صورت میں پہلا نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب:... ''میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کو دے دی'' کے الفاظ کبھی ''رشتے کا وعدہ'' یعنی منگنی کے لئے بولے جاتے ہیں، اور کبھی نکاح کے ایجاب و قبول کے لئے، اب فیصلہ طلب چیز یہ ہے کہ یہ الفاظ لڑکی کے والد نے کس حیثیت سے کہے تھے؟ اس کا فیصلہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ:

الف:... جس مجلس میں یہ الفاظ کہے گئے اگر وہ مجلس لڑکے یا لڑکی کے نکاح کے لئے منعقد کی گئی تھی، قاضی کو بھی بلایا گیا تھا، گواہ بھی بلائے گئے تھے، مہر بھی مقرّر کیا گیا تھا، اور لڑکے لڑکی کے والدین نے اپنے بچوں کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب و قبول بھی کیا تھا تو یہ ''نکاح'' ہوا۔ بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اس کے توڑنے کا اِختیار نہیں،[1] اور اس کا عدالت میں دیا ہوا بیان بھی بے محل ہے، اب اس کا حل یہ ہے کہ لڑکے سے باقاعدہ طلاق لی جائے۔

ب:... دُوسری صورت یہ ہے کہ جس موقع پر یہ الفاظ کہے گئے تھے، نہ وہ نکاح کی مجلس تھی، نہ مہر کا ذکر تھا، نہ گواہ تھے تو ''میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کو دے دی'' کے الفاظ محض وعدۂ نکاح یا منگنی شمار ہوں گے، اس لئے لڑکی کا وہاں شادی کرنے سے انکار صحیح ہے، کیونکہ جب ان الفاظ سے نکاح ہی نہیں ہوا، تو لڑکی کو عدالت میں جاکر بیان دینے کی ضرورت نہیں۔[2]

والد نے نابالغ لڑکی کا نکاح ذاتی منفعت کے بغیر کیا تھا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد ختم کرنے کا اختیار نہیں

سوال:... ''الف'' نے اپنی بچی کی بچپن ہی میں وکیل بن کر ''ب'' سے منگنی اور باقاعدہ نکاح کیا، مگر بوجہ نابالغ ہونے کے رُخصتی ۱۲-۱۳ سال تک ممکن نہ تھی، مگر جب مذکورہ لڑکی جوان ہوگئی اور سمجھ دار ہوگئی تو اس نے ''ب'' سے رشتے کو پسند نہیں کیا اور صاف انکار کرگئی، تو کیا اس صورت میں لڑکی اس نکاح کو ختم کرسکتی ہے یا کہ نہیں؟ ختم کرسکتی ہو تو محض زبان سے یا عدالت سے رُجوع لڑکی کے لئے اَزروئے شریعت ضروری ہے؟

جواب:... اگر باپ نے اپنے کسی ذاتی مفاد کے لئے یہ نکاح نہیں کیا تھا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں،[3] اگر وہ اس گھر میں آباد نہیں ہونا چاہتی تو اپنے شوہر سے خلع لے سکتی ہے۔[4]

---

(۱) لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لَا يكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ. (رد المحتار ج:۳ ص:۶۸).

(۲) لو قال هل اعطيتنيها فقال اعطيت إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (رد المحتار ج:۳ ص:۱۱).

(۳) ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفؤ إن كان الولي أبًا وجدًّا لم يعرف منهما سوء الإختيار. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۶۶، باب الولي، طبع ايچ ايم سعيد كراچي، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۱۷، طبع شركت علميه ملتان).

(۴) ''فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ'' (البقرة:۲۲۹). وفي شرح مختصر الطحاوي (ج:۴ ص:۴۵۴) كتاب النكاح: فاقتضى ظاهر الآية جواز خلعها عند الخوف أن لّا يقيما حدود الله على الكثير والقليل.

کفو و غیرِ کفو

کفو کا کیا مفہوم ہے؟

سوال:... کیا لڑکا اور لڑکی سول میرج کرسکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ ''اگر دونوں ہر حیثیت سے برابر ہوں، تو نکاح صحیح ہے، ورنہ نہیں۔'' آپ ''ہر حیثیت سے برابر'' کی وضاحت کریں۔

جواب:... ''لڑکا ہر حیثیت سے لڑکی کے برابر ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ دِین، دیانت، مال، نسب، پیشہ اور تعلیم میں لڑکا، لڑکی سے کم تر نہ ہو۔ (۱)

فلسفۂ کفو و غیر کفو کی تفصیل

سوال:... دو ایک سوال کے جواب میں نکاح کی بابت آپ نے جو کچھ فرمایا، جس کا نچوڑ یہ ہے کہ بالغ لڑکا اور لڑکی کا نکاح ان کے والدین کی مرضی کے خلاف ان کی عدم موجودگی میں صرف اسی صورت جائز ہوگا جب دونوں لڑکا اور لڑکی، برادری، تعلیم، اخلاق، مال، عقل و شکل میں (آپ کے الفاظ میں) ہم پلہ ہوں۔ قبلہ! جہاں تک اخلاق کی بات ہے وہ تو قابلِ فہم، باقی باتیں میری ناقص عقل میں نہیں آتیں۔ میں نے اب تک تو یہی پڑھا اور سنا ہے کہ مذہبِ اسلام میں کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر فوقیت حاصل نہیں، اور مسلمانوں کی حیثیت و مرتبہ کا تعین صرف تقویٰ، ایمان و اخلاق اور نیک اعمال سے ہوگا، نسل، برادری، وجاہت و دولت سے نہیں۔ اور جب یہ بات ہے تو بالغ مرد و عورت کے نکاح کے لئے مذکورہ بالا شرائط مثلاً: عقل و شکل، مال، برادری وغیرہ کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ (خواہ یہ نکاح والدین کی مرضی کے مطابق نہ ہو)۔ حضورِ والا! اگر کچھ اس پر روشنی ڈالیں تو مجھ کم علم کی اُلجھن دُور ہوجائے۔

جواب:... جناب نے ''اسلامی مساوات'' کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ بالکل دُرست اور بجا ہے۔ اسلام کسی کو کسی پر فخر کی اجازت نہیں دیتا، نہ رنگ و نسل، عقل و شکل اور برادری یا مال کو معیارِ فضیلت قرار دیتا ہے۔ لیکن اس پر بھی غور فرمائیے کہ ''نکاح'' اس مقدس رشتے کا نام ہے جو نہ صرف زوجین کو بلکہ ان کے تمام متعلقین کو بھی بہت سے حقوق و فرائض کا پابند کرتا ہے، اور ان

---

(۱) والكفاءة تعتبر نسبًا فقريش أكفاء والعرب أكفاء وحرية وإسلامًا وأبوان فيهما كالآباء وديانة ومالًا وحرفة لأن هٰذه الأشياء يقع بها التفاخر فيما بينهم فلا بد من إعتبارها. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۹، فصل في الأكفاء، طبع دار المعرفة، بيروت، أيضًا: شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۲۵۴، كتاب النكاح، مسألة وجوه الكفاءة).

تمام حقوق وفرائض کی ادائیگی نہ صرف میاں بیوی کی مکمل یکجہتی اور ہم آہنگی پر موقوف ہے بلکہ دونوں طرف کے اہلِ تعلق کے درمیان باہمی اُنس واحترام کو بھی چاہتی ہے۔

ادھر انسانی نفسیات کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ بہت ہی کم اور شاذ ونادر ایسے حضرات ہوں گے جو صرف "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰکُمْ" کے اُصول کو رِشتۂ اِزدواج میں کافی سمجھیں، اور ان کی نظر نہ لڑکے، لڑکی کی عقل وشکل پر جائے، نہ تعلیم وتہذیب پر، نہ رنگ ونسب پر، نہ جاہ ومال پر۔ رِشتۂ اِزدواج چونکہ محض ایک نظریاتی چیز نہیں، بلکہ زندگی کی امتحان گاہ میں ہر لمحہ اسے عملی تجربوں سے گزرنا ہوتا ہے اور اس رشتے سے بڑھ کر (اپنے عملی آثار ونتائج کے اعتبار سے) کوئی رشتہ اتنا نازک، اتنا طویل اور ایسے وسیع تعلقات اور ذمہ داریوں کا حامل نہیں۔ اس لئے اسلام نے ... جو صحیح معنوں میں دِینِ فطرت ہے ... انسانی فطرت کی ان کمزوریوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا، اور نہ وہ ایسا کرسکتا تھا، اس لئے اس نے اپنے "اُصولِ مساوات" کے مطابق جہاں یہ فتویٰ دیا کہ ایک مسلمان خاتون کا نکاح، بلاتمیز رنگ ونسل، عقل وشکل اور مال ووجاہت ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے، وہاں اس نے انسانی فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ اس عقد سے متأثر ہونے والے اہم ترین افراد کی رضامندی کے بغیر بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے، تاکہ اس عقد کے نتیجے میں ناخوشگواریوں، تلخیوں اور لڑائی جھگڑوں کا طوفان برپا نہ ہوجائے۔ یہ حاصل ہے اسلام میں مسئلۂ کفو کی اہمیت کا۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد اب میں مسئلہ لکھتا ہوں۔ ایک اعلیٰ ترین خاندان کا فرد، اپنی فرشتہ سیرت اور حور شمائل صاحب زادی کا عقد اس کی رضامندی سے کسی نومسلم حبشی کے ساتھ کردیتا ہے تو اِسلام نہ صرف اس کو جائز رکھتا ہے،[1] بلکہ اسے دادِ تحسین دیتا ہے۔ یہ تو ہوا اِسلام کا اُصولِ مساوات۔

اب لیجئے دُوسری صورت: کہ ایک شریف اور اعلیٰ خاندان کی لڑکی صرف اپنے جوشِ عشق میں کسی ایسے لڑکے سے نکاح کرلیتی ہے، جو حسب ونسب، عزّوشرف، دِین وتقویٰ، علم وفضل، مال وجاہ کے لحاظ سے کسی طرح بھی اس کے جوڑ کا نہیں، اور یہ عقد والدین اور اقربا کی رائے کے علی الرغم ہوتا ہے، تو چونکہ رشتۂ اِزدواج میاں بیوی کو دو بکریوں کی طرح باندھ دینے کا نام نہیں، بلکہ اس کے کچھ حقوق وفرائض بھی ہیں، اور اِسلام یہ دیکھتا ہے کہ ان حالات میں اس مقدس رشتے کے نازک ترین حقوق اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ادا نہیں ہوسکیں گے، اس لئے والدین اور اولیاء کی رضامندی کے بغیر اِسلام اس بے جوڑ عقد کو، ناروا قرار دے کر[2] ان تمام فتنوں اور لڑائی جھگڑوں کا دروازہ بند کردینا چاہتا ہے، جو اس بے جوڑ عقد کے نتیجے میں پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر جناب ان معروضات پر توجہ فرمائیں گے تو مجھے توقع ہے کہ اسلام کا دِینِ فطرت ہونا بھی آپ پر کھل جائے گا۔

---

(۱) ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفؤ إن كان الولي أبًا وجدًّا لم يعرف منهما سوء الإختيار. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۶۶، باب الولي). وفي البحر (ج:۳ ص:۱۲۸) باب الأولياء والأكفاء: بخلاف ما إذا زوجها الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما لأنهما كاملا الرأي، وافرا الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما. أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۱۷.

(۲) ان المفتى به رواية الحسن عن الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷، فصل في الأكفاء، طبع دار المعرفة، بيروت).

شادی میں ''برابری'' کی شرط سے کیا مراد ہے؟

سوال:... '' آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' کے کالم میں ایک سوال شائع ہوا تھا: کیا اِسلام میں پسند کی شادی کی اِجازت ہے؟ جواب ہاں میں تھا، ظاہر ہے فریقین اگر راضی ہوں تو پسند کی شادی کی بالکل اِجازت ہے، مگر ساتھ ہی دو باتیں بھی لکھی تھیں کہ والدین کی رضامندی اور ہم پلہ ہونا ضروری ہے، اس سلسلے میں کچھ وضاحت درکار ہے۔

والدین کی رضامندی تو بہتر اور سعادت مندی ہے، اور سمجھ دار والدین پسند کے معاملے میں بلاوجہ رُکاوٹ نہیں بنتے، لوگ ٹھیک ہوں تو والدین کے یا سرپرست کے علاوہ کسی اور کو مداخلت کا حق بھی نہیں ہے، مگر آج کل والدین ویسے ہی اولاد کی شادی کی فکر نہیں کرتے، شادی کے ساتھ بے شمار لوازمات اور شرائط عائد کردیتے ہیں، نہ وہ پوری ہوتی ہیں، نہ شادی کی نوبت آتی ہے۔ عجیب حالت ہے۔ ایسے میں کیا ہو؟ اِسلام میں تو نکاح کی بڑی تاکید ہے۔ دُوسرا سوال یہ ہے کہ ہم پلہ سے کیا مراد ہے؟ رہن سہن، طرز و اَطوار کے لحاظ سے ہم پلہ یا حسب نسب کے لحاظ سے ہم پلہ؟ اسلام میں تو ذات، رنگ، نسل، زبان اور دولت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہے، سب برابر ہیں، اس لئے اس کی وضاحت درکار ہے۔ ویسے لوگ طبیعت کی نیکی اور شرافت، سمجھ داری، بُردباری کو زیادہ دیکھتے ہیں۔

کیا ہم پلہ ہونا ایک ترجیحی چیز ہے یا لازمی شرط ہے؟ اگر ہم پلہ نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا یا ہوجائے گا؟ ایک اور سوال یہ ہے کہ فریقین کی عمر کی بھی کوئی شرط ہے یا ان کی اپنی رضا ہے کہ دونوں فریق راضی ہوں؟ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عمر کا فرق فریقین میں زیادہ ہوگا تو نکاح نہیں ہوگا۔ اسی طرح کچھ لوگ ایک سے زائد شادی کرنے کو غلط مفہوم دے کر اِسلام پر معترض نظر آتے ہیں۔

جواب:...والدین اگر سمجھ دار ہوں تو وہ اولاد کی خانہ آبادی پر خوش ہوتے ہیں۔ بے مقصد نکتہ چینیاں کرنا احمق لوگوں کا کام ہے۔ شریف والدین کسی کی اولاد پر نکتہ چینی نہیں کرتے، اگر رِشتہ مناسب معلوم ہو تو ہاں کردیتے ہیں، ورنہ خاموشی اِختیار کرلیتے ہیں۔

۲:... برابری میں بہت سی چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، برادری کو بھی، پیشے کو بھی اور دُوسری بعض اور چیزوں کو بھی، لیکن یہ شرط صرف اس لئے ہے کہ والدین کو عار نہ ہو، ورنہ ایک مسلمان کا دُوسرے مسلمان کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے۔[1]

اِمام زین العابدینؒ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے اپنی باندی کو آزاد کیا اور اس سے نکاح کرلیا، اور اپنے غلام کو آزاد کیا، اپنی کسی عزیزہ کا اس کے ساتھ نکاح کردیا، اس وقت کے بادشاہ نے... جو غالباً ہشام بن عبدالملک تھا... اس پر اعتراض کیا کہ آپ قریش کے ممتاز ترین فرد ہیں، آپ نے باندی کو آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا، اور آپ کی عزیزہ قریش کے اُونچے خاندان کی لڑکی ہیں، آپ نے اپنے غلام کو آزاد کرکے اس کا نکاح ان سے کردیا۔ حضرتؒ نے جواب میں تحریر فرمایا: ''لَقَدْ کَانَ

---

(۱) (قوله والكفاءة تعتبر نسبًا فقريش اكفاء، والعرب اكفاء، وحرية واسلامًا، وأبوان فيهما كالآباء وديانة ومالًا وحرفة لأن هٰذه الأشياء يقع بها التفاخر فيما بينهم فلا بد من اعتبارها. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۹، باب الأولياء والأكفاء). وفيه أيضًا: وانما يطالب الزوج بالتزويج كيلا تنسب إلى الوقاحة ولذا كان المستحب فى حقها تفويض إليه. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۷، باب الأولياء والأكفاء، طبع بيروت).

لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ"، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہؓ کو آزاد کیا اور اس سے نکاح کرلیا، اور زید بن حارثہؓ سے جو کہ غلام تھے، اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحشؓ کا نکاح کردیا۔ (۱)

غیروں میں لڑکیوں کی شادی نہ کرنا اگرچہ بیٹھی رہ جائیں

سوال:... ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی شادی غیروں میں نہیں کرتے، اور بعض تو کہتے ہیں کہ چاہے ہماری لڑکیاں بیٹھی رہ جائیں، ہم ان کی شادی غیروں میں نہیں کریں گے۔ ہمارے ہاں اتنی قابل اور اچھی لڑکیاں والدین کے اسی فعل کی وجہ سے بیٹھی ہوئی ہیں، اور ان کی عمریں بھی بہت زیادہ ہوگئی ہیں۔ کیا والدین کا یہ فعل دُرست ہے؟ کیا شادی کے معاملے میں ذات پات کی کوئی قید ہے؟ جو والدین اس طرح کرتے ہیں، ان کے بارے میں کیا شرعی حکم ہے؟

جواب:... برادری میں شادی کرنے میں کچھ مصلحتیں تو پیشِ نظر ہوتی ہیں، مگر اس معاملے میں اتنا تشدّد کرنا کہ برادری سے باہر خواہ کتنا ہی اچھا رِشتہ ہو، طے نہیں کیا جاتا، یہ جاہلانہ حرکت ہے، اور اس کے نتیجے میں بچیوں کے رشتے نہ ہونا نہایت افسوسناک بات ہے۔ (۲)

جس رشتے پر والد راضی نہ ہوں اُس کا کیا حکم ہے؟

سوال:... میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، وہ بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے، اس کی منگنی ہوچکی ہے، لیکن وہ میری وجہ سے منگنی توڑنے کے لئے تیار ہے۔ میری والدہ راضی ہیں، لیکن والد کسی صورت میں راضی نہیں ہیں۔ میں میمن ہوں اور لڑکی مہاجر ہے، آنجناب سے مشورہ درکار ہے کہ کیا کیا جائے؟

جواب:... میں اس لڑکی سے شادی کا مشورہ نہیں دیتا۔

بالغ لڑکے اور لڑکی کی پسند کی شادی

سوال:... کیا بالغ لڑکا اور لڑکی اپنی پسند سے شادی کرسکتے ہیں؟ اگر انہوں نے باہمی رضامندی سے نکاح کرلیا تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب:... اگر برابری اور خاندانی وقار کو ملحوظ رکھا جائے تو ہوجائے گا، (۳) البتہ ماں باپ کو ناراض کرکے شادی کرنا ندامت

---

(۱) وقال سفیان بن عیینة: کان علی بن الحسین یقول .... وذکروا أنه زوج أمه من مولٰی له وأعتق أمة فتزوجها فأرسل إلیه عبدالملک یلومه فی ذالک، فکتب إلیه: (لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الْأخر وذکر الله کثیرًا) وقد أعتق صفیة فتزوجها، وزوج مولاہ زید بن حارثة من بنت عمّه زینب بنت جحش۔ (البدایة والنهایة ج:۹ ص:۱۰۸، بحث علی بن الحسین، طبع مکتبة دار الفکر، بیروت)۔

(۲) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا خطب إلیکم من ترضون دینه وخلقه فزوّجوه، ان لّا تفعلوا تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰة ص:۲۶۷، کتاب النکاح، الفصل الثانی)۔

(۳) إن المرأة إذا زوّجت نفسها من کفوٴ لزم علی الأولیاء۔ (شامی ج:۳ ص:۸۵، باب الولی، طبع ایچ ایم سعید کراچی، أیضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۷، باب الأولیاء والأکفاء، طبع بیروت)۔

اور مستقل مصیبت کا باعث ہوتا ہے۔

اگر اپنے خاندان میں نیک عورت نہ ملے تو کیا دُوسرے خاندان میں شادی کرسکتا ہے؟

سوال:... جب آدمی کو اپنے لئے خاندانی اور نیک عورت شادی کے لئے نہ ملے تو کیا وہ اپنے خاندان کے علاوہ کسی دُوسرے خاندان کی عورت سے شادی کرے؟ یا بالکل ہی نہ کرے گا؟

جواب:... خاندان سے باہر جہاں ملے، کرلے۔ (۱)

غیر کفو میں نکاح باطل ہے

سوال:... اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دُوسرے کو پسند کرتے ہیں، اور لڑکی والوں کا یہ قانون یا رواج ہے کہ وہ خاندان سے یا برادری سے باہر لڑکی نہیں دیتے، اور جس لڑکے کو لڑکی پسند کرتی ہے وہ غیر برادری کا ہے، اور تعلیم، اخلاق اور مالی حیثیت میں لڑکی سے کم نہیں ہے اور وہ دونوں گھر والوں سے چھپ کر شادی کرلیتے ہیں تو کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر لڑکا ہر طرح لڑکی کی حیثیت کے برابر کا ہے کہ لڑکی کے وارثوں کو اس نکاح سے کوئی عار نہیں لاحق ہوتی تو نکاح صحیح ہے۔ (۲)

سوال:... اگر باپ دادا اور بھائیوں کی غیر موجودگی میں نکاح باطل ہے تو شریعت کے مطابق اس نکاح کی اہمیت کیا ہے جو والدین سے چھپ کر کرتے ہیں، یعنی کورٹ میرج؟

جواب:... اگر کفو میں ہو تو جائز ہے، (۳) اور غیر کفو میں ہو تو باطل ہے۔ (۴)

غیر برادری میں شادی کرنا شرعاً منع نہیں

سوال:... بعض مسلمان برادریاں اپنے سوا ہر دُوسری مسلمان برادریوں میں شادی بیاہ کرنا بہ منزلہ حرام کے سمجھتی ہیں۔ براہ مہربانی تحریر فرمایئے کہ ان کا یہ فعل شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟ اس قسم کے ایک نکاح کی ایک ایسے صاحب شدید مخالفت کررہے ہیں جن

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أراد أن يلقى الله طاهرًا مطهّرا فليتزوّج الحرائر. (مشكوٰة ص:۲۶۸). وأيضًا: عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنكح المرأة لأربع: لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الأوّل).

(۲) ان المرأة إذا زوّجت نفسها من كفوْ لزم على الأولياء. (رد المحتار ج:۳ ص:۸۵، باب الولي، طبع ايچ ايم سعيد كراچي، أيضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۷، باب الأولياء والأكفاء، طبع بيروت).

(۳) أيضًا.

(۴) وان زوّجت من غير كفوْ لَا يلزم أو لَا يصح. (رد المحتار ج:۳ ص:۸۵، باب الولي، طبع سعيد كراچي). وفي البحر الرائق: وان المفتٰى به رواية الحسن عن الْإمام من عدم الْإنعقاد أصلًا إذا كان لها ولي ولم يرض به قبل العقد. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷، ۱۳۸ باب الأولياء والأكفاء).

کے والد کے نکاح میں غیر برادری کی دو خواتین تھیں اور بیٹے کے گھر میں بھی غیر برادری کی خاتون ہے، ان صاحب کی اس مخالفت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:... برادری کے محدود دائرے میں شادی بیاہ کرنے پر بعض برادریوں کی طرف سے جو زور دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اس پر ہرجانہ یا بائیکاٹ تک کی سزا دی جاتی ہے، یہ تو شرعاً بالکل غلط ہے اور حرام ہے۔[1] لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی سے دُوسری اسلامی برادریوں میں بھی نکاح ہوسکتا ہے اور اس میں شرعاً کوئی عیب کی بات نہیں، اور اگر دُوسری برادری کا لڑکا نیک ہو اور اپنی برادری میں ایسا رشتہ نہ ہو، تو غیر برادری کے ایسے نیک رشتے کو ترجیح دینی چاہئے۔[2]

رشتے میں برادری کی پابندی ضروری نہیں

سوال:... ہمارے معاشرے میں آج کل لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ کئی گھروں میں موجود ہے، ہمارے ہاں یہ رِواج ہے کہ لڑکیوں کی شادی خاندان یا قبیلے سے باہر نہیں کی جاتی، چاہے کتنا ہی اچھا رِشتہ کیوں نہ آئے، خاندان یا برادری، قبیلے سے باہر رِشتہ نہیں دیا جاتا۔ اکثر لڑکوں کے ساتھ بھی تقریباً یہی مسئلہ ہوتا ہے، تاہم لڑکوں کی شادیاں عام طور پر ان کی پسند سے خاندان سے باہر، یا قبیلے سے باہر کردی جاتی ہیں، (یا وہ خود بغاوت کرلیتے ہیں جسے اکثر بعد میں قبول کرلیا جاتا ہے)۔ اگر کسی لڑکی کا خاندان سے باہر، یا قبیلے سے باہر رِشتہ بھی آجائے تو سخت ناراضگی کا اِظہار کیا جاتا ہے اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ سخت بدنامی ہوگی، برادری میں ہم منہ دِکھانے کے قابل نہ رہیں گے، خاندان، برادری اور قبیلے والے اکثر لڑکی کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں، لڑکی کا جینا مشکل کردیتے ہیں، لڑکی کو اگر پسند ہو اور رِشتہ بھی نہایت اچھا ہو، تب بھی رشتہ نہیں کیا جاتا ہے، جبکہ لڑکوں کے ساتھ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ لڑکیوں کی عمر گھر بٹھاکر ضائع کردی جاتی ہے، لیکن برادری، خاندان یا قبیلے سے باہر رِشتہ نہیں دیا جاتا، بلکہ برادری سے باہر کی دوستی، دُشمنی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

کیا والدین کا برادری سے باہر رِشتہ نہ دینے کا یہ عمل جائز ہے؟ کیا مذکورہ بالا طرزِ عمل اِختیار کرنے والے والدین کے ذمے کوئی گناہ نہیں؟

جواب:... رشتے میں برادری کی ایسی پابندی کہ برادری سے باہر کا رِشتہ خواہ کتنا ہی اچھا اور دِین دار ہو، تب بھی اس کو معیوب سمجھا جائے، قطعاً جاہلانہ نخوت ہے، اور ایسے والدین سخت گناہگار ہیں۔

سوال:... کیا اسلام لڑکی کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مذکورہ بالا حالات اگر پیدا ہوں اور مناسب رشتہ موجود ہو تو لڑکی خود والدین کی مرضی کے بغیر شادی کرلے؟ شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا يدخل الجنّة قاطع۔ (مشكوٰة ص:۴۱۹)۔ أيضًا: عن عبدالله بن أبي أوفٰى قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لَا تنزل الرحمة علٰى قوم فيهم قاطع رحم۔ (مشكوٰة ص:۴۲۰، باب البر والصلة)۔

(۲) كما في حديث أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تنكح المرأة لأربع، لمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين۔ (مشكوٰة ص:۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الأوّل، طبع قديمى كتب خانه كراچى)۔

جواب:... اگر لڑکا، لڑکی کے جوڑ کا ہو، جس کی وجہ سے یہ رِشتہ والدین کے لئے عار اور ذِلت کا موجب نہ ہو، تو جوان لڑکی والدین کی اِجازت کے بغیر عقد کرسکتی ہے،[۱] اور اگر لڑکا، لڑکی سے کمتر حیثیت کا ہو، جس کی وجہ سے یہ رِشتہ والدین کے لئے عار اور ذِلت کا موجب ہو، تو والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔[۲]

بے جوڑ رِشتے والا نکاح بغیر والدین کی اِجازت کے جائز نہیں

سوال:... ۲۳/اگست کے جمعہ ایڈیشن میں آپ کا ایک جواب جو آپ نے نکاح کے بارے میں دیا، پڑھ کر ایک اُلجھن سی دِماغ میں ہوئی اور میں آپ کو خط لکھنے پر مجبور ہوگئی۔ میرا سوال یہ ہے کہ آپ نے کافی عرصے پہلے کسی کے پوچھے گئے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ نکاح صرف دو عاقل و بالغ افراد کی موجودگی میں اپنے آپ اِیجاب و قبول کرنے سے بھی ہوجاتا ہے، کسی مولوی کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ کے اس جواب میں بھی یہ بات واضح نہیں ہوئی تھی کہ جو دو گواہ ہیں وہ صرف مرد ہوں یا عورت بھی ہوسکتی ہے؟ اور اَب آپ کا یہ جواب کہ ماں باپ کی غیرموجودگی میں نکاح ہی نہیں ہوتا۔ ایک ہی مسئلے پر آپ کے دو جواب مجھ جیسی کم فہم کے لئے ایک اُلجھن پیدا کر رہے ہیں۔

جواب:... عاقل بالغ دو گواہوں (دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتوں) کی موجودگی میں اِیجاب و قبول کرلیں تو نکاح ہوجاتا ہے،[۳] بشرطیکہ لڑکی کے والدین اس نکاح پر رضامند ہوں۔ اس لئے دونوں مسئلے اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ والدین کی رضامندی کے بغیر اگر لڑکی بے جوڑ اور غیرموزوں جگہ نکاح کرلیتی ہے، تو یہ نکاح نہیں ہوگا، خواہ مولوی نے پڑھایا ہو، یا عدالت میں پڑھایا گیا ہو۔[۴]

عاقلہ بالغہ باکرہ کا ولی کی اِجازت کے بغیر کفو میں نکاح کرنا

سوال:... عاقلہ بالغہ باکرہ لڑکی اپنے کفو میں دادا، چچا، ماموں، بھائی، والدہ، خالہ کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے یا وہ ان مذکورہ رِشتہ داروں میں سے کسی کے فیصلے کی شرعاً پابند ہے؟

جواب:... شریف زادیاں اپنے اولیاء کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کیا کرتیں، تاہم اگر کسی عاقلہ بالغہ لڑکی نے کفو میں

---

(۱) إن المرأة إذا زوّجت نفسها من كفوٴ لزم على الأولياء۔ (شامي ج:۳ ص:۸۴، باب الكفاءة، طبع سعيد كراچی)۔ وإذا زوجت المرأة البالغة الصحيحة العقل بغير أمر وليها، فالنكاح جائز، وإن كان كفوًا لها لم يكن للأولياء أن يفرقوا بينهما۔ (شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۲۵۵، كتاب النكاح، طبع دار السراج، بيروت)۔

(۲) وإن زوّجت من غير كفوٴ لَا يلزم أو لَا يصح۔ (شامي ج:۳ ص:۸۴، باب الكفاءة)۔ وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفوٴ فللأولياء أن يفرقوا بينهما لأنها ألحقت العار بالأولياء۔ (المبسوط للسرخسي ج:۵ ص:۲۵، باب الأكفاء، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

(۳) النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول ... إلخ۔ ولَا ينعقد نكاح المسلمين إلّا بحضور شاهدين حُرّين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين ... إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۰۵، ۳۰۶، طبع شركت علميه ملتان)۔

(۴) فإن حاصله إن المرأة إذا زوّجت نفسها من كفوٴ لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفوٴ لَا يلزم أو لَا يصح۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۸۴ باب الكفاءة، طبع ايج ايم سعيد كراچی)۔

نکاح کرلیا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، تو نکاح ہوجائے گا۔ [1]

عورت کے دُوسرے نکاح میں اگر والدین شریک نہ ہوں تو نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:... گھریلو حالات کے پیشِ نظر طلاق کا شبہ تھا، معلومات حاصل کرنے پر بھی بات واضح نہیں ہوئی، لہٰذا آخرت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے طلاق کو بالفعل عمل میں لاکر شرعی حلالہ کی صورت اِختیار کی گئی۔ گواہوں میں مرد کی طرف سے ماموں زاد بھائی نے عورت کی گواہی دی، مرد نے حلالہ کرنے والے کی گواہی دی، جبکہ دُوسری بار نکاح میں ماموں زاد بھائی اور اس کا دوست گواہ تھے۔ جمعہ ۲۳ راگست کے ''جنگ'' کے مطابق دونوں کے والدین حیات ہوں اور شریک نہ ہوں تو اس نکاح کی شرعی حیثیت نہیں، متذکرہ بالا صورتِ حال کے حوالے سے آنجناب اِرشاد فرمائیں کہ والدین کی عدم موجودگی میں نکاح ہوا یا نہیں؟

جواب:... جس شخص سے دُوسرا نکاح کیا گیا، کیا وہ عورت کے جوڑ کا تھا؟ یعنی اگر والدین اس سے نکاح کرتے تو ان کے لئے عار کا باعث تو نہ ہوتا؟ اگر یہ شخص ایسا تھا جو اُوپر میں نے ذِکر کیا تو والدین کی اِجازت کے بغیر نکاح صحیح ہوگیا، اور اگر ایسا نہیں تھا تو نہیں ہوا۔ [2]

اگر کسی عورت کا کفو نہ ہو تو کیا وہ غیر کفو میں نکاح کرسکتی ہے؟

سوال:... اگر کسی عورت کا کوئی باپ، دادا اور کوئی رشتہ دار اَزقسمِ عصبہ نہ ہو، تو کیا وہ عورت کسی غیر کفو سے نکاح کرنے میں آزاد ہے کہ نہیں؟

جواب:... اگر اس کا کوئی ولی ہی نہیں تو آزاد ہے۔ [3]

والدین کی اِجازت کے بغیر لڑکی کے نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:... ایک لڑکی ایک لڑکے کے ساتھ دُوسرے شہر میں جاکر نکاح پڑھوالیتی ہے، جبکہ اس میں نہ لڑکے کے ماں باپ، نہ لڑکی کے والدین یا ولی شامل ہوتے ہیں۔ آپ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں صادر فرمائیں کہ آیا یہ نکاح ہوگیا یا نہیں؟ میں

---

(۱) إن المرأة إذا زوّجت نفسها من كفؤٍ لزم على الأولياء. (شامی ج:۳ ص:۸۴، باب الكفاءة). نفذ نكاح حُرّة مكلفة بلا ولی لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة، ولهٰذا كان لها التصرف في المال ولها اختيار الأزواج وانما يطالب الولي بالتزويج كيلا تنسب إلى الوقاحة ولذا كان المستحب في حقها تفويض الأمر إليه. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۷ باب الأولياء والأكفاء، طبع بيروت).

(۲) إن المرأة إذا زوّجت نفسها من كفؤ لزم على الأولياء، وإن زوّجت من غير كفؤ لَا يلزم أو لَا يصح. (شامی ج:۳ ص:۸۴ باب الكفاءة، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۳) وإن لم يكن لها ولي فهو أي العقد صحيح نافذ مطلقًا إتفاقًا ...إلخ. وفي الشامية: (قوله مطلقًا) أي سواء نكحت كفوًا أو غيره (قوله إتفاقًا) أي من القائلين برواية ظاهر المذهب والقائلين برواية الحسن المفتى بها. (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۵۸، باب الولي، طبع سعید کراچی).

نے آپ ہی کے اخبار کے رسالے میں ایک جگہ پڑھا تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اور اس طرح یہ نکاح نہیں ہوا، جبکہ ''بہشتی زیور'' میں بھی یہ لکھا ہے کہ اس طرح نکاح نہیں ہوتا۔

جواب:... ایسا نکاح جو والدین سے بھاگ کر خفیہ کیا جاتا ہے، عموماً غیر کفو میں ہوتا ہے، شرعی فتوے کی رُو سے ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا،[1] اور ایسی لڑکیاں ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو برباد کرلیتی ہیں۔

غیر کفو میں نکاح والدین کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا

سوال:... کیا کوئی مسلمان بالغ لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے بغیر اپنی پسند کی شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... لڑکی کا نکاح تو والدین ہی کو کرنا چاہئے اور ان کو لڑکی کی پسند کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔ لڑکی کا والدین سے بالا بالا نکاح کرلینا حیا کے خلاف ہے اور اگر لڑکا کم تر حیثیت کا مالک ہو تو ایسا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔[2]

لڑکی کا غیر کفو خاندان میں بغیر اجازت کے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال:... ایک لڑکی نے والدین کی رضامندی کے بغیر کورٹ سے مختار نامہ لے کر اپنے سابقہ ڈرائیور سے شادی کرلی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے یا والد کو فسخ کرنے کا حق ہے؟ جبکہ لڑکی میمن خاندان کی ہے، لڑکا پٹھان ہے۔ عادات و اخلاق کے اعتبار سے لڑکی والے اور لڑکے والوں میں بڑا فرق ہے، مالی اعتبار سے بھی لڑکے کی کچھ حیثیت نہیں ہے، لڑکی کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچہ بھی نہیں دے سکتا۔ والدین کا خیال ہے کہ موجودہ نکاح غیر قانونی اور غیر شرعی ہے، لڑکی والوں کے خاندان پر بدنما داغ ہے، جبکہ لڑکے کی ایک بیوی پہلے سے موجود بھی ہے، اب کیا صورت ہوگی؟

جواب:... اگر لڑکے اور لڑکی کے درمیان نسب کے اعتبار سے، مال کے اعتبار سے، دِین کے اعتبار سے یا پیشے کے اعتبار سے جوڑ نہ ہو تو والدین کی رضامندی کے بغیر کیا گیا نکاح شرعاً صحیح نہیں ہے، اور دونوں کے درمیان تفریق کرادینا واجب ہے۔ مذکورہ سوال میں چونکہ پیشہ اور مال کے اعتبار سے لڑکا، لڑکی ہم پلہ نہیں ہیں اس لئے نکاح منعقد نہیں ہوا۔ دونوں کے درمیان علیحدگی ضروری ہے۔ لڑکی اور لڑکا اگر علیحدگی پر رضامند نہیں تو لڑکی کے والدین کو شرعاً قانونی و عدالتی کاروائی کرنے کا حق ہے۔ بہرحال لڑکی کی رضامندی پر والدین کی مرضی کے خلاف غیر خاندان میں جو نکاح ہوا وہ صحیح نہ ہوا۔[3]

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل۔ (مشكوة ص:۲۷۰)۔ وإن زوّجت من غير كفوٴ لا يلزم أو لا يصح۔ (شامي ج:۳ ص:۸۵، باب الكفاءة، طبع ايچ ايم سعيد كراچي)۔

(۲) ان المفتٰى به رواية الحسن عن الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷ باب الأولياء والأكفاء، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

(۳) ايضاً۔

چاہت میں خفیہ شادی کرنا غلط ہے

سوال:... ایک لڑکے، لڑکی نے چاہت میں شادی کرلی، دونوں کے والدین کو علم نہیں، بعدازاں لڑکی کے چچا نے پولیس کے ذریعے لڑکی واپس منگوائی اور یہ کہہ کر اس کا دُوسرا نکاح کردیا کہ پہلا نکاح نابالغی میں ہوا تھا۔ اب اگر لڑکا ثبوت پیش کرے کہ جب میں نے نکاح کیا تھا تو لڑکی بالغ تھی، تو ایسی صورت میں کون سا نکاح صحیح ہوا، پہلا یا دُوسرا؟

جواب:... لڑکی اگر اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیرکفو میں شادی کرنا چاہے تو یہ نکاح نہیں ہوتا،[1] والدین کے علم کے بغیر جو شادیاں کی جاتی ہیں وہ عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اس لئے صورتِ مسئولہ میں پہلا نکاح غلط تھا، دُوسرا صحیح ہے۔

خفیہ شادی کی شرعی حیثیت

سوال:... میری بیٹی نے ایک شادی شدہ مرد سے خفیہ شادی کی ہے، اُس شخص کی پہلے سے تین بیویاں اور بچے بھی ہیں۔ مجھے علم نہیں تھا کہ میری بیٹی نے خفیہ نکاح کرلیا ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کی سخت مخالفت کی، میں بہت پریشان ہوں، جب سے میں نے اخبار میں شیخ الازہر شیخ محمد طنطاوی کا فتویٰ پڑھا ہے کہ ''خفیہ شادی جرم ہے'' اس شخص نے ابھی تک اپنے خاندان والوں پر میری بیٹی کے ساتھ شادی کو ظاہر نہیں کیا ہے، نہ کبھی اپنے گھر والوں کے پاس لے کر گیا ہے، ایک فلیٹ میں رکھا ہوا ہے۔ میں وہ کیفیت بیان نہیں کرسکتا کہ جب لوگ مجھ سے بیٹی کے بارے میں طرح طرح کے سوال کرتے ہیں، سخت ذہنی اذیت اور کرب میں مبتلا ہوجاتا ہوں، اگر بیٹی کو طلاق دِلوادُوں تو حرام کاری کی مرتکب تو نہیں ہوگی؟ اور کیا یہ عمل دُرست ہوگا؟

جواب:... جو لڑکیاں اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر خفیہ شادی کرلیتی ہیں، شرعاً ان کا نکاح نہیں ہوتا، بلکہ وہ زِنا کی مرتکب ہیں۔[2] اور آپ نے جو شیخ الازہر کا فتویٰ نقل کیا ہے، وہ صحیح ہے۔

کیا لڑکی خفیہ نکاح کرسکتی ہے؟

سوال:... حضور سے ایک فوری اور اہم مسئلہ دریافت طلب ہے۔ دو بالغ مرد اور عورت جو پختہ عمر کے ہیں، عام رائج طریقے سے ہٹ کر نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟ صورت یہ ہے کہ خاتون اپنے والدین کے بغیر علم کے تنہا یا کسی سہیلی یا بہن کے ساتھ نکاح خواں (رجسٹرڈ) (جس مرد کو چاہتی ہے) کے حضور میں جاکر نکاح پڑھوا سکتی ہے؟ رجسٹر پر دستخط دونوں کے ہی ہوں گے اور گواہ نکاح خواں ہوں گے۔ کیا یہ بالکل غیرشرعی تو نہیں ہوگا؟ سِول میرج یا کورٹ میں جاکر شوہر اور بیوی بن جانا تو غیرشرعی ہے، خاتون اپنی حیثیت سے خودکفیل ہے اور وہ عرصہ سے اچھی ملازمت کرتی ہے، مگر والدین سے نکاح پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، اور اس صورت میں نکاح

---

(۱) دیکھئے صفحہ گزشتہ حاشیہ نمبر ۲۔

(۲) عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: البغایا اللّتی یُنکحن أنفسهن بغیر بینة .... وأیضًا: نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن نکاح السر، وإن لم یحضرهما غیرهما، فهو نکاح السر فلا یجوز۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۲۴۵، کتاب النکاح، طبع بیروت)۔

غیرشرعی تو نہیں ہوگا؟

جواب:... خفیہ نکاح عموماً غلط ہوتا ہے... اِلَّا ماشاء اللہ... اس لئے عقل کی بات تو یہ ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا جائے اور والدین کی اِجازت و رضامندی کے ساتھ کیا جائے۔ ورنہ بہت سی بے لطفیوں کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ والدین کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح ہے، بشرطیکہ کفو (برابری) میں ہو (یعنی لڑکا ہر حیثیت سے لڑکی کے جوڑ اور برابر کا ہو کہ اس سے نکاح کرنا والدین کے لئے عار کا موجب نہ ہو)،[1] اور مہرِ مثل مقرّر کیا جائے (یعنی جتنا مہر اس خاندان کی لڑکیوں کا رکھا جاتا ہے)۔[2] اور اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو والدین کی اِجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

سیّد باپ، دادا اگر اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح پٹھان موچی کی لڑکی سے کردیں تو کیا حکم ہے؟

سوال:... سیّد باپ، دادا نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح ایک پٹھان پیشہ موچی کی لڑکی سے کردیا تو جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب:... اگر لڑکی اور اس کے والدین راضی ہیں تو جائز ہے۔[3]

سیّد لڑکا نہ ملنے کی وجہ سے سیّد لڑکیوں کو شادی سے محروم رکھنا

سوال:... ہمارے سیّد حضرات اکثر لڑکیوں کو سیّدوں میں رشتہ طے نہ ہونے کی وجہ سے غیرسیّد لڑکوں کے ساتھ نکاح نہ کرواکر شادی سے محروم رکھتے ہیں، کیا یہ دُرست ہے؟ اگر نہیں تو کیا غیرسیّد لڑکوں کے ساتھ نکاح دِلوانے میں کوئی شرعی عذر تو حائل نہیں ہے؟

جواب:... یہ رِواج ہے کہ لڑکی غیرسیّد کو نہیں دیتے، خواہ لڑکا کتنا ہی نیک ہو، اور خواہ لڑکی کو ساری عمر بٹھانا پڑے۔ یہ رِواج خالص جاہلی نخوت پر مبنی ہے، اور جاہلیت کے اس بت کو اِسلام نے توڑا ہے۔[4]

---

(۱) إن المرأة إذا زوّجت نفسها من كفوٍ لزم على الأولياء، وإن زوّجت من غير كفوٍ لَا يلزم أو لَا يصح. (شامی ج:۳ ص:۸۴ باب الكفاءة). وفي المبسوط (ج:۵ ص:۲۵، طبع بيروت) باب الأكفاء: وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفوٍ فللأولياء أن يفرقوا بينهما لأنها ألحقت العار بالأولياء.

(۲) وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها، فللأولياء الإعتراض عليها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ حتّٰى يتم لها مهر مثلها أو يفارقها. (الهداية ج:۲ ص:۳۲۱، فصل في الكفاءة، طبع شركة علمية).

(۳) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبرًا ولو ثيّبًا .... ولزم النكاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها، وزيادة مهره أو زوجها بغير كفءٍ إن كان الولي المزوج بنسه أبًا أو جدًّا .... لم يعرف منهما سوء الإختيار مجانةً وفسقًا. (الدر المختار ج:۳ ص:۶۵، ۶۶، باب الولي، طبع ايج ايم سعيد كراچی).

(۴) كان علي الحسين يقول .... لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرًا، وقد أعتق صفية فتزوجها، وزوج مولَاه زيد بن حارثة من بنت عمه زينب بنت جحش. (البداية والنهاية ج:۹ ص:۱۰۸، ذكر علي بن الحسين، طبع دار الفكر).

کیا سیّد بالغ لڑکا پٹھان موچی کی لڑکی سے والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرسکتا ہے؟

سوال:... کیا سیّد بالغ لڑکا اپنا خود نکاح ایک پٹھان موچی کی لڑکی سے کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اگرچہ دونوں کے والدین راضی نہیں ہیں، اور لڑکی بالغہ عاقلہ ہے اور میٹرک پاس ہے۔

جواب:... اگر لڑکی کے والدین راضی نہیں ہیں، تو یہ نکاح صحیح نہیں۔ (۱)

غیرسیّد لڑکی کو سیّد گھرانے میں ''ہدیہ'' کے طور پر چھوڑنا حرام ہے

سوال:... چند دوستوں، بلکہ اکثر سیّد خاندانوں کے بڑے بڑے لوگوں سے بھی سنا ہے کہ ایک عام (مسلمان) لڑکا سیّد لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا، اور عام لڑکی (مسلمان) سیّد لڑکے سے شادی کرسکتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں کرسکتی۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ اپنی لڑکی یا بیٹی کو ''ہدیہ'' کے طور پر سیّد گھرانے لے جاتے ہیں، تو گھر میں اگر سیّد لڑکا موجود ہے تو ہدیہ والی لڑکی سے شادی کرتا ہے، اور اگر موجود نہیں تو بے چاری لڑکی سیّد گھرانے کی ملازمہ بن جاتی ہے، اور اسی طریقے سے وہ شادی سے بھی بچ جاتی ہے اور زندگی تباہ ہوجاتی ہے، کیا یہ سب کچھ اسلام میں موجود ہے؟

جواب:... غیرسیّد لڑکے کی سیّد لڑکی سے شادی جائز ہے۔ (۲) اور غیرسیّد لڑکی کو ''ہدیہ'' کے طور پر سیّد گھرانے میں چھوڑ دینا حرام ہے۔ (۳)

سیّد کا نکاح غیرسیّد سے

سوال:... ہمارے ملک پاکستان میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو سیّد ہیں، وہ دُوسرے گھرانوں یعنی اہلسنّت والجماعت وغیرہ کے ہاں یا جو اہلسنّت ہیں سیّد خاندان کے ہاں شادی کرلیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی تفصیل بیان کریں۔

جواب:... لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی سے ہر مسلمان کے ساتھ نکاح صحیح ہے، خواہ لڑکی اعلیٰ ترین شریف خاندان کی ہو اور لڑکا فرض کیجئے نومسلم ہو۔ (۴) لیکن اگر والدین یہ نکاح لڑکی کی اجازت کے بغیر کرتے ہیں یا لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر کرلیتی ہے تو جائز نہیں۔ (۵)

---

(۱) وإن زوّجت من غير كفوٍ لَا يلزم أو لَا يصح. (شامى ج:۳ ص:۸۴، كتاب النكاح، باب الكفاءة).

(۲) وقال سفيان بن عيينه كان على بن الحسين يقول .... وذكروا أنه زوج أمه من مولى له وأعتق أمه فتزوجها. (البداية والنهاية ج:۹ ص:۱۰۸، طبع مكتبة دار الفكر).

(۳) هو عقد يرد على ملك المتعة قصدا أى النكاح عند الفقهاء والمراد بالعقد مطلقًا نكاحًا كان أو غيره مجموع إيجاب أحد المتكلمين مع قبول الآخر. (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۵ كتاب النكاح). أيضًا: ولو قال وهبت بنتى لخدمتك وقبل الآخر لَا يكون نكاحًا كذا فى الذخيرة. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۷۰، كتاب النكاح، طبع رشيديه).

(۴) ولزم النكاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها وزيادة مهره أو زوجها بغير كفءٍ أو إن كان الولى المزوج أبًا وجدًّا .... لم يعرف منه سوء الإختيار. (درمختار ج:۳ ص:۶۶ باب الولى، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۱۷، طبع ملتان).

(۵) لَا ينفذ عقد الولى عليها بغير رضاها. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۰). وإن المفتى به رواية الحسن على الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا كان لها ولى لم يرض به. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷ طبع بيروت).

سیّد کا غیر سیّد سے نکاح کرنے کا جواز

سوال:...ایک مسئلہ ''سیّد قوم کی خاتون کا نکاح غیر سیّد سے ہوسکتا ہے'' پڑھا۔ ہمارے یہاں پر ایک شاہ صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیّد نہ تھے، بلکہ ''سیّد'' آلِ حسنؓ و حسینؓ کہلاتی ہے۔ آپ ذرا تفصیل سے اس مسئلے کی وضاحت فرمادیں۔

جواب:...جس طرح ان شاہ صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیّد نہ تھے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی سیّد نہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ سیّدہ تھیں، ان سیّدہ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر سیّد سے کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحب زادیاں سیّدہ تھیں، ان کے نکاح غیر سیّدوں سے ہوئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری صاحب زادیوں کے نکاح غیر سیّدوں سے ہوئے۔ اگر شاہ صاحب کے نزدیک آج کی سیّد زادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد سے زیادہ مقدس ہیں تو میں ان کو مسلمان ہی تصوّر نہیں کرتا۔ اور آج تک کسی اِمام وفقیہ نے یہ نہیں کہا کہ سیّد زادی کا نکاح غیر سیّد سے نہیں ہوسکتا۔ شاہ صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ اِمام زین العابدینؒ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کیا تھا۔[1]

سیّد لڑکی کی غیر سیّد لڑکے سے خفیہ شادی کالعدم ہے

سوال:...میں اور مشتاق ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں، مشتاق نے میرے گھر رشتہ بھیجا مگر میرے گھر والوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ہم سیّد ہیں، باہر شادی نہیں کریں گے۔ ہم نے مایوس ہوکر علیحدگی میں پانچ آدمیوں کی گواہی میں سادے کاغذات پر نکاح نامہ لکھ کر ایجاب وقبول کیا اور شیرینی تقسیم کی اور کورٹ میں جانے کو فرصت پر ٹال دیا۔ مگر اب صورتِ حال یہ ہے کہ چند وجوہ کی بناپر کورٹ نہ جاسکے تو ہمارا سابقہ نکاح کافی ہے یا نہیں؟

جواب:...سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی سیّد ہے اور لڑکے کا تعلق کسی غیر قریشی خاندان سے ہے، پس اگر لڑکا قریشی نہیں تو وہ سیّد لڑکی کا ''کفو'' نہیں، یعنی خاندانی اعتبار سے برابر نہیں۔ ایسا رشتہ والدین کی اجازت سے تو ہوسکتا ہے، لیکن جب والدین ناخوش ہوں تو نکاح صحیح نہیں۔ چونکہ یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں، اس لئے آپ دونوں میاں بیوی نہیں بنے، اور اگر آپ کورٹ جاکر نکاح کرلیں گے والدین کی اطلاع واجازت کے بغیر یہ نکاح جب بھی نہیں ہوگا۔[2]

---

(۱) وقال سفیان بن عیینة: کان علی بن الحسین یقول .... وذکروا أنه زوج أمه من مولٰی له، وأعتق أمه فتزوجها. (البداية والنهاية ج:۹ ص:۱۰۸، علی بن الحسین، طبع دار الفکر).

(۲) وان المفتٰی به رواية الحسن عن الإمام من عدم الإنعقاد أصلًا إذا کان لها ولی لم یرض به. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۳۷ فصل فی الأکفاء طبع دار المعرفة بیروت). نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی، وله الإعتراض فی غیر الکفو، وروی الحسن عن الإمام عدم جوازه، وعلیه فتویٰ قاضی خان، وهٰذا أصح وأحوط والمختار للفتویٰ فی زماننا. (مجمع الأنهر ج:۱ ص:۴۸۸، باب الأولیاء والأکفاء، طبع دار الکتب العلمية، بیروت).

عقیدے کے لحاظ سے جن سے نکاح جائز نہیں

مسلمان عورت کی غیرمسلم مرد سے شادی حرام ہے، فوراً الگ ہوجائے

سوال:... کیا ایک مسلمان عورت کسی مجبوری کی وجہ سے یا بے آسرا ہونے کی وجہ سے کسی عیسائی مرد کے ساتھ شادی کرسکتی ہے؟ جبکہ اس عورت کی پہلے کسی مسلمان آدمی سے شادی ہوئی تھی اور اس عورت کی ایک لڑکی بھی ہے، اور اَب عیسائی مرد سے بھی دو بچے ہیں، کیا مسلمان عورت، عیسائی سے شادی کرسکتی ہے؟ کیا وہ اپنا مذہب تبدیل کرسکتی ہے یعنی مسلمان سے عیسائی ہوسکتی ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کی کیا سزا ہے؟

جواب:... کسی مسلمان عورت کی غیرمسلم سے شادی نہیں ہوسکتی،[1] اس کو جائز سمجھنا کفر ہے۔[2] اس عورت کو چاہئے کہ اس شخص سے فوراً الگ ہوجائے اور اپنے گناہ سے توبہ کرے، اور جن لوگوں نے اس شادی کو جائز کہا ہے وہ بھی توبہ کریں اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں، اور کسی مسلمان کا عیسائی بن جانے کا ارادہ کرنا بھی کفر ہے،[3] اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں۔

شوہر کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہوگیا، بیوی دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے

سوال:... میری عمر ۳۰ سال ہے، میرے والد پی آئی اے میں ڈرائیور تھے جو کہ اب ریٹائر ہوگئے ہیں، میرا ایک بھائی جو کہ ابھی زیرِ تعلیم ہے، میری والدہ دِل کی مریضہ ہے، میری شادی والدین کی رضامندی سے میرے پھوپھی کے بیٹے سے اِنڈیا میں ہوئی ہے، میرے شوہر کا نام سعید شیخ ہے، جس سے میرے دو لڑکے ہیں، بڑے لڑکے کی عمر ۱۳ سال اور چھوٹے کی عمر ۱۱ سال ہے، میرے شوہر نے اب ہندو مذہب اپنالیا ہے، اور اِنڈیا کی تحریک شوشنا جو کہ ہندو تحریک ہے، اس میں شامل ہوگیا ہے، شراب پینا، جوا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: "وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا" (البقرة: ۲۲۱)۔ وفي البدائع (ج:۳ ص:۴۶۵) كتاب النكاح (طبع دار الكتب العلمية): ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالیٰ: ولا تنكحوا المشركين حتّٰى يؤمنوا، ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع مؤمنة في الكفر ... إلخ. (أيضًا: فتاویٰ هندية ج:۱ ص:۲۸۲، كتاب النكاح، طبع رشيديه)۔

(۲) والأصل ان من اعتقد الحرام حلالًا فإن كان حرامًا لغيره كمال الغير لَا يكفر، وإن كان لعينه فإن كان دليله قطعيا كفر. (ردالمحتار ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد)۔

(۳) وفي المحيط من رضي بكفر نفسه فقد كفر أي إجماعًا. (شرح فقه أكبر ص:۲۲۱ طبع لاهور)۔

کھیلنا اور عورتوں کو گھر میں لانا، قرآن کو پھاڑ کر زمین پر ڈال کر شراب ڈال کر اَطراف ناچ ناچ کر یہ کہتا ہے کہ دیکھو تمہارا اللہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اور یہ کہ جب میں مرجاؤں تو مجھ کو جلانا۔ مولانا صاحب! یہ مجھے ناجائز کاموں کے لئے کہتا ہے اور اپنے ہندو دوستوں کو گھر میں لاکر مجھ سے کہتا ہے کہ میں ان سے غلط تعلقات قائم کروں۔ جب یہ سب ماننے سے انکار کرتی ہوں تو مجھے بہت مارتا ہے اور سگریٹ سے جلاتا ہے۔ ان سب باتوں کی خبر میرے والدین کو ہوئی تو میری والدہ اِنڈیا آکر مجھے اور بچوں کو پاکستان لے آئی۔ مجھے پاکستان آئے ہوئے ۲ سال ۷ مہینے ہوگئے ہیں، میرا میرے شوہر سے کوئی رابطہ نہیں ہے، نہ وہ مجھے کوئی خرچ، نہ خط، کچھ بھی نہیں بھیجتا ہے، میں گھر کے قریب ایک فیکٹری میں کام کرکے اپنے بچوں کی کفالت کرتی ہوں۔ مولانا صاحب! قرآن اور سنت کی روشنی میں میرا ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہے یا ختم ہوگیا ہے؟ (میرے شوہر نے گھر میں مندر بنالیا ہے اور بدھ کو پوجا روز صبح شام کرتے ہیں اور مجھے نماز روزے کسی بھی چیز کی اجازت نہیں ہے)۔

جواب:... جو واقعات سوال میں لکھے ہیں، اگر صحیح ہیں تو شوہر کے مرتد ہوجانے کے بعد نکاح فسخ ہوچکا ہے،[1] اور چونکہ اس عرصے میں عدّت ختم ہوچکی ہے، اس لئے آپ اگر چاہیں تو دُوسری جگہ شادی کرسکتی ہیں، پہلے شوہر کے ساتھ اب کوئی تعلق نہیں رہا۔

مسلمان لڑکی کا عیسائی لڑکے سے شادی کرنا

سوال:... ایک ہفت روزہ رسالے کی ایک قریبی اِشاعت میں ایک مسئلہ شائع ہوا تھا، جس میں سائل کا سوال یہ تھا: ''ہمارے اس مسئلے کا حل کیا ہے کہ میرے بھائی کی بیٹی نے ایک عیسائی نوجوان کے ساتھ تعلقات اُستوار کرلئے، بعد میں لوگوں کے مشورے سے اس عیسائی نوجوان سے اس کی شادی کردی گئی، ایسی صورت میں جبکہ وہ شخص بدستور اَب بھی عیسائی ہے، کیا یہ شادی جائز ہے؟'' اور جواب یہ دیا گیا تھا: ''اہلِ کتاب کے ساتھ شادی جائز ہے۔'' آنجناب سے دریافت یہ کرنا تھا کہ آیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟

جواب:... یہ مسئلہ غلط ہے، کسی مسلمان خاتون کی شادی کسی غیرمسلم مرد سے نہیں ہوسکتی۔[2] اور یہ مسئلہ کہ ''اہلِ کتاب کے ساتھ شادی جائز ہے'' اس صورت میں ہے کہ مسلمان مرد کسی اہلِ کتاب عورت سے شادی کرے،[3] اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ عورت

---

(۱) وارتداد أحدهما (الزوجين) فسخ فلا ينقص عددًا عاجل بلا قضاء۔ (درمختار ج:۳ ص:۱۹۳)۔ وفي الفتاوى الهندية (ج:۱ ص:۳۳۹) الباب العاشر في نكاح الكفار: إرتد أحد الزوجين عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال قبل الدخول وبعده ... إلخ۔

(۲) ولَا يجوز تزوّج المسلمة من مشرك ولَا كتابي۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۲)۔ ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ولَا تنكحوا المشركين حتّٰى يؤمنوا، ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۷۱، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۳) وكل من يعتقد دينًا سماويًّا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم عليه السلام وشيث، وزَبور داوٗد عليه السلام فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۱، طبع رشيديه)۔

واقعی اہلِ کتاب ہو بھی، ورنہ اگر وہ ملحد اور بے دِین ہو تو اس سے شادی جائز نہیں۔[۱] دُوسری شرط یہ ہے کہ اپنی اولاد کے بگڑ جانے اور بے دِین ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ شادی جائز نہیں۔[۲]

سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مرد سے نہیں ہوسکتا

سوال:... کیا سنی لڑکی کا نکاح غیرسنی یعنی شیعہ مرد کے ساتھ ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جواب:... جو شخص کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً: قرآنِ کریم میں کمی بیشی کا قائل ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صفاتِ اُلوہیت سے متصف مانتا ہو، یا یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ حضرت جبریل علیہ السلام غلطی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے تھے، یا کسی اور ضرورتِ دِین کا منکر ہو، ایسا شخص تو مسلمان ہی نہیں،[۳] اور اس سے کسی سنی عورت کا نکاح دُرست نہیں۔ شیعہ اثناعشریہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، تین چار افراد کے سوا باقی پوری جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) کافر و منافق اور مرتد سمجھتے ہیں، اور اپنے ائمہ کو انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل و برتر سمجھتے ہیں، اس لئے وہ مسلمان نہیں اور ان سے مسلمانوں کا رشتہ ناتا جائز نہیں۔ شیعہ عقائد و نظریات کے لئے میری کتاب ''شیعہ سنی اختلاف اور صراطِ مستقیم'' دیکھ لی جائے۔

شیعہ لڑکی سے نکاح کس طرح ہوسکتا ہے؟

سوال:... اگر شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے والی لڑکی دِلی طور پر صحیح اسلام کو پسند کرتی ہے، لیکن اپنے گھر والوں کے خوف سے

---

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں: اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ، نصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے، اوّل یہ کہ وہ تمام اقوامِ یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب (دہریہ) نہ ہو، بلکہ اپنے مذہبی اُصول کو کم از کم مانتی ہو، اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دُوسری شرط یہ ہے کہ وہ اصل سے یہودیہ و نصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت و نصرانیت اختیار کی ہو، جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح و منعقد ہوجاتا ہے، لیکن بلاضرورتِ شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے، اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کو منع فرمادیا تھا، اور جب عہدِ فاروقی میں، کہ زمانۂ خیر تھا، ایسے مفاسد موجود تھے، تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں۔ (الحيلة الناجزة، رسالہ حکم الازدواج مع اختلاف الازواج ص:۱۰۴، طبع دارالاشاعت کراچی، أيضًا: فتح القدير ج:۲ ص:۳۷۲، فصل في المحرمات، طبع دار صادر، بيروت)۔

(۲) وانما كان غضبه (أي غضب عمر رضي الله عنه) لخلطة الكافرة بالمؤمن، وخوف الفتنة على الولد لأنه في صغره الزم لأمه. (فتح القدير ج:۲ ص:۳۷۲، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، طبع دار صادر، بيروت).

(۳) لَا شك في تكفير من قذف السيّدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الأُلوهية في عليّ، أو ان جبريل غلط في الوحي. (رد المحتار ج:۴ ص:۲۳۷). وبهٰذا ان الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في عليّ، أو أن جبريل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيّدة الصديقة، فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (رد المحتار ج:۳ ص:۴۶، كتاب النكاح، فصل في المحرمات). وفي البحر الرائق (ج:۳ ص:۱۲۱، طبع دار المعرفة، بيروت) كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ويكفر من أراد بغض النبي صلى الله عليه وسلم .... بقذف عائشة رضي الله عنها من نسائه صلى الله عليه وسلم فقط، وبإنكاره صحبة أبي بكر رضي الله عنه.

شادی سے پہلے واضح طور پر اسلام قبول کرنے کے بجائے اپنی ہونے والی نند سے یہ کہتی ہے کہ میں سسرال آکر اہلسنّت کے مذہب کو اختیار کرلوں گی، کیا اس کا یہ اقرار نکاح کے صحیح ہونے کا جواز پیدا کرتا ہے؟

جواب:... "کرلوں گی" کا کوئی اعتبار نہیں، اگر وہ اہلِ حق کے مذہب کو قبول کرلے تو قبول کیا جائے گا۔

سوال:... لڑکے کے والدین یہ نکاح کرنے پر بضد ہیں اور معلوم ہونے کے باوجود شیعہ سنی مسئلے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے، تو ایسی صورت میں بعض رشتہ داروں کی رائے یہ ہے کہ لڑکی کا بظاہر نکاح کرواکے رُخصتی کے بعد اپنے سسرال میں لاکر لڑکے کے حوالے کرنے سے پہلے لڑکی سے باقاعدہ اِسلام قبول کرواکر دوبارہ نکاح منعقد کیا جائے، جس پر لڑکی بھی بخوشی راضی ہو، تو کیا یہ صورت صحیح ہوگی؟

جواب:... جی ہاں! اگر ایسا ہوجائے تو صحیح ہے کہ لڑکی مسلمان ہوجائے اور دوبارہ اس کا نکاح کیا جائے۔

سوال:... اگر نکاح سے پہلے لڑکی اپنی ہونے والی نند کے سامنے خفیہ طور پر اِسلام قبول کرلے مگر فی الحال والدین کے ڈر سے وہ والدین کے سامنے اپنے معمولات شیعہ مذہب کے مطابق کرے، جو کہ صرف دِکھلاوا ہو تو کیا ایسی صورت میں نکاح صحیح ہوگا؟

جواب:... صحیح ہے۔

شیعہ اور سنی کا آپس میں رشتہ جائز نہیں ہوسکتا

سوال:... ہمارے شہر ڈیرہ اِسماعیل خان میں چونکہ "شیعہ سنی" برادری کے نکاح اکثر ہوتے رہتے ہیں، اس سلسلے میں آپ مکمل وضاحت کریں تاکہ تفصیلاً معلوم ہوجائے کہ یہ نکاح اسلامی نقطۂ نظر میں کس حد تک جائز یا ناجائز ہے؟ یا یوں کہیں کہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... شیعہ اثناعشری کے عقائد اہلِ سنت سے بالکل مختلف ہیں، اور ان کے تین عقیدے تو ایسے ہیں کہ ان کے بعد کسی تأویل کے ذریعے بھی ان کو مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا، اور نہ ان سے اسلامی برتاؤ کیا جاسکتا ہے۔

اوّل:... ان کا یہ عقیدہ کہ حضراتِ خلفائے راشدینؓ... نعوذ باللہ... منافق و مرتد اور ظالم و غاصب تھے، اور آیاتِ کریمہ: "اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِھِمْ" اور "اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدٰی" ان کے حق میں نازل ہوئیں۔

دوم:... ان کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے اور اس میں اَدل بدل کردی گئی ہے۔

سوم:... ان کا عقیدۂ اِمامت کہ بارہ اِمام، انبیائے کرام کی طرح معصوم اور مفترض الطاعت ہیں، اور وہ تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

ان تینوں عقیدوں کی تشریح میں اپنی کتاب "اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم"[1] میں اور اپنے رسالے "ترجمہ فرمان علی پر

(۱) اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم ص:۲۱ تا ۲۸، شیعہ سنی اِختلاف۔ طبع مکتبہ لدھیانوی۔

ایک نظر" میں کر چکا ہوں، ان کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان عقائد کے لوگوں سے رشتہ ناطہ جائز نہیں ہوسکتا، اس لئے سنی لڑکی کا نکاح شیعہ عقائد رکھنے والوں سے صحیح نہیں، بلکہ باطل اور کالعدم ہے۔

قادیانی عورت سے نکاح حرام ہے، ایسی شادی کی اولاد بھی ناجائز ہوگی

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے دِین اس مسئلے کے متعلق کہ کیا کسی قادیانی عورت سے نکاح جائز ہے؟

جواب:... قادیانی زِندیق اور مرتد ہیں، اور مرتدہ کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے، نہ کسی کافر سے اور نہ کسی مرتد سے۔ "ہدایہ" میں ہے:

"اعلم أن تصرفات المرتد علٰی أقسام نفاذ بالإتفاق کالإستیلاء والطلاق .... وباطل بالإتفاق کالنکاح والذبیحة لأنه یعتمد الملة ولا ملة له." (ہدایہ ج:۲ ص:۵۸۳)

ترجمہ:... "جاننا چاہئے کہ مرتد کے تصرفات کی چند قسمیں ہیں، ایک قسم بالاتفاق نافذ ہے، جیسے: استیلاء اور طلاق۔ دُوسری قسم بالاتفاق باطل ہے، جیسے: نکاح اور ذبیحہ، کیونکہ یہ موقوف ہے ملت پر اور مرتد کی کوئی ملت نہیں۔"

درمختار میں ہے:

"ولا یصلح (أن ینکح مرتد أو مرتدة أحدا) من الناس مطلقًا وفی الشامیة (قوله مطلقًا) أی مسلمًا أو کافرًا أو مرتدًا." (فتاویٰ شامی مع درمختار ج:۳ ص:۲۰۰)

ترجمہ:... "اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی انسان سے مطلقاً صحیح نہیں، یعنی نہ مسلمان سے، نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔"

فتاویٰ عالمگیری میں مرتد کے نکاح کو باطل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"فلا یجوز له أن یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدّة ولا ذمیة ولا حرّة ولا مملوکة."

(فتاویٰ عالمگیری ج:۳ ص:۵۸۰)

ترجمہ:... "پس مرتد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے کسی مسلمان عورت سے، نہ کسی مرتدہ سے، نہ ذِمی عورت سے، نہ آزاد سے اور نہ باندی سے۔"

فقہِ شافعی کی مستند کتاب "شرح مہذب" میں ہے:

"لا یصح نکاح المرتد والمرتدة لأن القصد بالنکاح الإستمتاع ولما کان دمهما مهدرًا ووجب قتلهما فلا یتحقق الإستمتاع ولأن الرحمة تقتضی ابطال النکاح قبل الدخول فلا ینعقد النکاح معها." (شرح مہذب ج:۱۶ ص:۲۱۴)

ترجمہ:... ''اور مرتد اور مرتدہ کا نکاح صحیح نہیں، کیونکہ نکاح سے مقصود نکاح کے فوائد کا حصول ہے۔ چونکہ ان کا خون مباح ہے اور ان کا قتل واجب ہے، اس لئے میاں بیوی کا استمتاع متحقق نہیں ہوسکتا، اور اس لئے بھی کہ تقاضائے رحمت یہ ہے کہ اس نکاح کو رُخصتی سے پہلے ہی باطل قرار دیا جائے، اس بنا پر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔''

فقہِ حنبلی کی مشہور کتاب ''المغنی مع الشرح الکبیر'' میں ہے:

''والمرتدة يحرم نكاحها علٰى أى دين كانت لأنه لم يثبت لها حكم أهل الدين الذى انتقلت اليه فى اقرارها عليه ففى حلها أولٰى۔'' (المغنی مع الشرح الکبیر ج:۷ ص:۵۰۳)

ترجمہ:... ''اور مرتد عورت سے نکاح حرام ہے خواہ اس نے کوئی سا دِین اختیار کیا ہو، کیونکہ جس دِین کی طرف وہ منتقل ہوئی ہے اس کے لئے اس دِین کے لوگوں کا حکم ثابت نہیں ہوا جس کی وجہ سے وہ اس دِین پر برقرار رکھی جائے، تو اس سے نکاح کے حلال ہونے کا حکم بدرجۂ اَوْلیٰ ثابت نہیں ہوگا۔''

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ قادیانی مرتد کا نکاح صحیح نہیں، بلکہ باطلِ محض ہے۔

سوال:... اولاد کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

جواب:... جب اُوپر معلوم ہوا کہ یہ نکاح صحیح نہیں تو ظاہر ہے کہ قادیانی مرتدہ سے پیدا ہونے والی اولاد بھی جائز اولاد نہیں ہوگی، البتہ اُوپر جو صورتیں اس شخص کے مسلمان ہونے کی ذکر کی گئیں، اگر وہ صورتیں ہوں تو یہ ''شبہ کا نکاح'' ہوگا، اور اس کی اولاد جائز ہوگی، اور یہ اولاد مسلمان باپ کے تابع ہو تو مسلمان ہوگی۔

سوال:... اس شخص سے معاشرتی تعلقات روا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جسے علاقے کے لوگ مختلف اداروں میں اپنا نمائندہ بناکر بھیجتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کی بیوی قادیانی ہے۔ لوگوں کا موقف یہ ہے کہ اس کا مذہب اس کے ساتھ ہے، ہمیں اس کے مذہب سے کیا لینا؟ یہ ہمارے مسائل حل کراتا ہے۔ تو اَزروئے شریعت اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:... یہ شخص جب تک قادیانی عورت کو علیحدہ نہ کردے اس وقت تک اس سے تعلقات رکھنا جائز نہیں۔ جو لوگ مذہب سے بے پروا ہوکر محض دُنیوی مفادات کے لئے اس سے تعلقات رکھتے ہیں، وہ سخت گنہگار ہیں، اگر انہیں اپنا ایمان عزیز ہے اور اگر وہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے خواستگار ہیں تو ان کو توبہ کرنی چاہئے، اور جب تک یہ شخص اس قادیانی مرتدہ کو علیحدہ نہیں کردیتا اس سے تمام معاشرتی تعلقات منقطع کرلینے چاہئیں، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

''لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ، اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا، رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللهِ، اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔'' (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ:... ''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے بَرخلاف ہیں، گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوّت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔'' (ترجمہ: حکیم الامت تھانویؒ)

سوال:... اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مرتد تو وہ ہوتا ہے جو دینِ اسلام سے پھر جائے، یعنی پہلے مسلمان تھا بعد میں نعوذ باللہ کافر ہوگیا، اس لئے جو شخص پہلے مسلمان تھا پھر اس نے مرزائی مذہب اختیار کرلیا وہ تو مرتد ہوا، لیکن جو شخص پیدائشی قادیانی ہو وہ تو مرتد نہیں، کیونکہ اس نے اسلام کو چھوڑ کر قادیانی کفر اختیار نہیں کیا بلکہ وہ ابتداء ہی سے کافر ہے، وہ مرتد کیسے ہوا؟

جواب:... اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ہر قادیانی ''زِندیق'' ہے، اور ''زِندیق'' وہ شخص ہے جو اسلام کے خلاف عقائد رکھتا ہو، اس کے باوجود اسلام کا دعویٰ کرتا ہو اور تأویلاتِ باطلہ کے ذریعہ اپنے عقائد کو عین اسلام قرار دیتا ہو۔[1] اور ''زِندیق'' کا حکم بعینہٖ مرتد کا ہے۔ البتہ ''زِندیق'' اور ''مرتد'' میں یہ فرق ہے کہ مرتد کی توبہ بالاتفاق لائقِ قبول ہے،[2] اور زِندیق کی توبہ کے قبول کئے جانے یا نہ کئے جانے میں اختلاف ہے۔[3] اس ایک فرق کے علاوہ باقی تمام اَحکام میں مرتد اور زِندیق برابر ہیں۔ اس لئے قادیانی مرزائی خواہ پیدائشی مرزائی ہوں یا اسلام کو چھوڑ کر مرزائی بنے ہوں، دونوں صورت میں ان کا حکم مرتد کا ہے۔

قادیانی لڑکے سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں

سوال:... مسلمان لڑکی (جانتے ہوئے بھی) اگر قادیانی لڑکے کے ساتھ عشق میں مبتلا ہوکر اس سے شادی کی خواہش ظاہر کرے، اس صورت میں لڑکی اپنے مذہب پر رہے اور لڑکا اپنے مذہب پر، نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر لڑکی شادی کرلیتی ہے تو آخرت

---

(۱) إن الزّنديق يموه كفره ويروج عقيدته الفاسدة ويخرجها في الصورة الصحيحة وهٰذا معنٰى ابطان الكفر فلا ينافي إظهاره الدعوىٰ۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۲۴۲ باب المرتد، طبع سعيد كراچي)۔

(۲) وكل مسلم إرتد فتوبته مقبولة إلّا جماعة من تكررت ردته۔ (درمختار ج:۴ ص:۲۳۱ باب المرتد، طبع سعيد)۔

(۳) والثاني يفيد الزندقة، فبعد أخذه لَا تقبل توبته إتفاقًا فيقتل، وقبله اختلف في قبول توبته، فعند أبي حنيفة تقبل فلا يقتل وعند بقية الأئمة لَا تقبل ويقتل حدًّا۔ وفي الشامية: وحاصل كلامه أن الزنديق لو تاب قبل أخذه، أي قبل أن يرفع إلى الحاكم، تقبل توبته عندنا وبعده لَا إتفاقًا وورد الأمر السلطاني للقضاة بأن ينظر في حال ذالك الرجل إن ظهر حسن توبته يعمل بقول أبي حنيفة وإلّا فبقول باقي الأئمة، وأنت خبير بأن هٰذا مبني علىٰ ما مشى عليه القاضي عياض من مشهور مذهب مالك وهو عدم قبول توبته وأن حكمه حكم الزنديق عندهم، وتبعه البزازي كما قدمانه عنه، وكذا تبعه في الفتح، وقد علمت أن صريح مذهبنا خلافه كما صرح به القاضي عياض وغيره۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج:۴ ص:۲۳۵، ۲۳۶، باب المرتد، مطلب مهم في حكم ساب الأنبياء، طبع ايچ ايم سعيد)۔

میں کن لوگوں میں شامل ہوگی؟

جواب:...قادیانی مرتد ہیں،(۱) ان سے نکاح نہیں ہوگا۔(۲) لڑکی ساری عمر زِنا کے گناہ میں مبتلا رہے گی جیسے کسی سکھ کے عشق میں مبتلا ہوکر اس سے شادی کرلے۔

سوال:...شادی کے لئے لڑکی کی معاونت وحمایت کرنے والے کے لئے (جبکہ قادیانی لڑکا اَزخود شادی کرنے سے کئی بار اِنکار کرچکا ہو) اور اسے عاشق لڑکی کی سہیلی وغیرہ نے کسی طور پر رضامند کیا ہو، جس میں لڑکی کے مذہب تبدیل کرنے کے اِمکانات کو رَدّ نہیں کیا جاسکتا، اور خود لڑکی کے لئے شریعت میں سزا کی حد کیا ہے؟ کیا لڑکی جبکہ مسلم گھرانے کی ہے اور غیرمسلم لڑکے سے شادی کا اِرادہ کرنے کے شرعی جرم میں اور معاونت کرنے والے بھی واجب القتل نہیں ہیں؟

جواب:...غیرمسلم کے ساتھ شادی کو جائز سمجھنا کفر ہے،(۳) لڑکی کی معاونت وحمایت کرنے والوں نے اگر اس شادی کو جائز سمجھا تو ان کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔(۴)

سوال:... بات چیت طے ہونے یعنی منگنی وغیرہ ہونے پر قادیانی لڑکے یا مسلم لڑکی کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے مشترکہ طور پر تقسیم کی گئی مٹھائی کھانا اور انہیں مبارک باد دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر مٹھائی کھاسکتے ہیں اور مبارک باد دے سکتے ہیں تو کیوں؟ جبکہ نکاح ہی جائز نہ ہوا اور یہ ایک ناجائز فعل کی ابتدا کے شگون میں تقسیم کی گئی ہو۔

جواب:...مٹھائی کھانا اور مبارک باد دینا بھی رضا کی علامت ہے، ایسے لوگوں کو بھی اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔(۵)

سوال:...اس سلسلے کی مٹھائی کو جائز قرار دینے کے لئے میرے ایک دوست نے دلیل دی کہ ہندوستان میں لوگ (مسلمان) اپنے ہندو پڑوسی کے یہاں شادی وغیرہ کی تقریبات میں شرکت کرتے تھے اور کھاتے تھے۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ وہ ہندوؤں کی آپس کی شادی ہوتی تھی، ایک ہی مذہب کا معاملہ تھا۔ لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان لڑکی بھی اب مرتد ہوگئی یا ہوجائے گی، لہٰذا یہ

---

(۱) إذا لم يعرف أن محمدًا آخر الأنبياء فليس بمسلم لأنه من الضروريات. (الأشباه والنظائر ج:۲ ص:۱۹۱ كتاب السير، باب الردة، طبع إدارة القرآن). أيضًا: وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها. (الدر المختار مع الرد ج:۱ ص:۵۶۱، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) فلا يجوز له أن يتزوّج إمرأة مسلمة ولَا مرتدة ولَا ذمية ولَا حُرّة ولَا مملوكة. (فتاویٰ عالمگیری ج:۳ ص:۵۸۰).

(۳) من اعتقد الحرام حلالًا (الٰى قوله) فإن كان دليله قطعيا كفر. (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فى منكر الإجماع، طبع سعيد).

(۴) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح .... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (درمختار ج:۴ ص:۲۴۷، كتاب الجهاد، باب المرتد، طبع سعيد).

(۵) إذا رأى منكرًا معلومًا من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه واستحسنه ورضى به كان كافرًا. (مرقاة المفاتيح ج:۵ ص:۳، باب الأمر بالمعروف، طبع أصح المطابع، بمبئى). أيضًا: ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح. (درمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد ج:۴ ص:۲۴۷، طبع سعيد).

ایک مرتد اور زِندیق میں اضافے پر یا لڑکی کے مذہب تبدیل کرنے، اسلام سے پھر جانے کی خوشی میں مٹھائی ہوگی۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ جنھوں نے مٹھائی کھائی اور اس فعل پر لڑکی لڑکے کو (منگنی کے بندھن میں بندھنے پر) مبارک باد دی، اب وہ کیا کریں؟ اگر انہوں نے اَن جانے میں ایسا کیا، اگر انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ناجائز فعل ہے ایسا کیا، اب وہ کیا کریں؟

جواب:... غیرمسلموں کی آپس کی شادی میں مبارک باد دینے کا تو معمول رہا ہے، لیکن کسی مسلمان لڑکی کا عقد کسی غیرمسلم سے کردیا جائے یا... نعوذ باللہ... کسی مسلم لڑکی کو مرتد کرکے غیرمسلم سے اس کی شادی کردی جائے تو اس صورت میں کسی مسلمان کو کبھی مبارک باد پیش کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، بلکہ غیرت مند مسلمانوں میں ایسے خبیث جوڑے کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کی مثالیں موجود ہیں۔ بہرحال جو لوگ اس میں ملوّث ہوئے ہیں ان کو توبہ کرنی چاہئے اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔ [1]

قادیانی کی بیوی کا مسلمان رہنے کا دعویٰ غلط ہے

سوال:... ہمارے علاقے میں ایک خاتون رہتی ہیں، جو بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتی ہیں، نیز محلّے کی مستورات تعویذ گنڈے اور دِینی مسائل کے بارے میں موصوفہ سے رُجوع کرتی ہیں۔ لیکن باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا شوہر قادیانی ہے، موصوفہ سے دریافت کیا گیا تو اس نے یہ موقف اختیار کیا کہ اگر میرا شوہر قادیانی ہے تو کیا ہوا، میں تو مسلمان ہوں، میرا عقیدہ میرے ساتھ اور اس کا اس کے ساتھ، اس کے عقائد سے میری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ آپ سے دریافت کرنا مطلوب ہے کہ:

۱:... کسی مسلمان مرد یا عورت کا کسی قادیانی مذہب کے حامل افراد سے زَن و شوہر کے تعلقات قائم رکھنا کیسا ہے؟

۲:... اہلِ محلّہ کے شرعی معاملات میں ان خاتون سے رُجوع کرنا، نیز معاشرتی تعلقات قائم رکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:... کسی مسلمان خاتون کا کسی غیرمسلم سے نکاح نہیں ہوسکتا، [2] نہ قادیانی سے، نہ کسی دُوسرے غیرمسلم سے، اور نہ کوئی مسلمان خاتون کسی قادیانی کے گھر رہ سکتی ہے، نہ اس سے میاں بیوی کا تعلق رکھ سکتی ہے۔ یہ خاتون جس کا سوال میں ذکر کیا گیا، اگر اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تو اس کو مسئلہ بتادیا جائے، مسئلہ معلوم ہونے کے بعد اسے چاہئے کہ وہ قادیانی مرتد سے فوراً قطع تعلق کرلے، اور اگر وہ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی بدستور قادیانی کے ساتھ رہتی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ درحقیقت خود بھی قادیانی ہے، محض بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی ہے، محلے کے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے کہ اس سے قطع تعلق کریں اور اس سے بھی وہی سلوک کریں جو قادیانی مرتدوں سے کیا جاتا ہے۔ اس سے بچوں کو قرآنِ کریم پڑھوانا، تعویذ گنڈے لینا،

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

(۲) قال تعالٰی: "وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا" (البقرة: ۲۲۱)۔ أيضًا: ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالٰى: ولَا تنكحوا المشركين حتّٰى يؤمنوا، ولأن فى إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة فى الكفر۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۷۱، كتاب النكاح، فصل فى عدم نكاح الكافر المسلمة، طبع ايچ ايم سعيد)۔ أيضًا: لَا يجوز للمرتد أن يتزوّج مرتدة ولَا مسلمة ولَا كافرة أصلية۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۸۲)۔

دِینی مسائل میں اس سے رُجوع کرنا اور اس سے معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔[1]

مسلمان کا قادیانی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، شرکاء توبہ کریں

سوال:... ہمارے علاقے میں ایک زمین دار کی قادیانی کے گھر شادی ہوئی، مگر دُولہا مسلمان ہونے کا دعویدار ہے، ان کا شرعاً نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ اور دعوتِ ولیمہ میں شریک لوگوں کا نکاح برقرار ہے یا نہیں یا گنہگار ہیں؟ آئندہ شریک ہوں یا نہیں؟

جواب:... قادیانیوں کا حکم مرتد کا ہے،[2] ان کی تقریبات میں شریک ہونا اور اپنی تقریبات میں ان کو شریک کرنا جائز نہیں۔[3] جو لوگ اس معاملے میں چشم پوشی کرتے ہیں، قیامت کے دن خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں گے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی اور عتاب کے مورد ہوں گے۔ قادیانیوں سے رشتہ ناتا جائز نہیں،[4] اگر وہ لڑکی مسلمان ہوگئی ہے تو نکاح صحیح ہے، اور اگر مسلمان نہیں بلکہ قادیانی ہے تو نکاح باطل ہے، جس طرح کسی سکھ اور ہندو سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح کسی قادیانی سے بھی جائز نہیں۔ اس شخص کو لازم ہے کہ قادیانی عورت کو الگ کردے، جو لوگ ان کے نکاح میں شریک ہوئے ہیں وہ گنہگار ہیں ان کو توبہ کرنی چاہئے، آئندہ ہرگز ایسا نہ کریں۔

قادیانی لڑکی سے شادی اور اُن سے میل جول رکھنا

سوال:... میرے شوہر کے سگے چچازاد نے قادیانی لڑکی سے شادی کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے لڑکی کو مسلمان کرکے نکاح کیا ہے۔ اس شادی میں ان کے والدین کی رضامندی شامل نہیں تھی، اس لئے انہوں نے خود ہی یہ شادی کی۔ نکاح کی تقریب میں کوئی رشتہ دار شامل نہیں تھا، جبکہ ولیمے میں میرے سسر (یعنی تایا) نے شرکت کی تھی۔

شادی کے سات آٹھ ماہ بعد والدین سے صلح ہوگئی اور یہ اپنے والدین کے گھر آگئے، لڑکی کا اپنے قادیانی والدین کے گھر آنا جانا ہے، بلکہ اب ان کے دو بیٹے ہیں اور بچوں کی ولادت میکے میں ہی ہوئی ہے، اور وہ وہاں سے سوا مہینہ گزار کر آئی ہیں۔ اب آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ:

۱:... آیا یہ نکاح دُرست ہے؟ (جبکہ لڑکی کا قادیانی میکے میں آنا جانا ہے)۔

---

(۱) قال تعالٰی: "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (الأنعام:۶۸) وقال تعالٰی: "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ" (المجادلة:۲۲)۔

(۲) إذا لم يعرف أن محمدًا آخر الأنبياء فليس بمسلم لأنه من الضروريات۔ (الأشباه والنظائر ج:۲ ص:۹۱ كتاب السير، باب الردة، طبع إدارة القرآن)۔ أيضًا: وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها۔ (شامي ج:۱ ص:۵۶۱)۔

(۳) وهٰذا يدل علٰى ان علينا ترك مجالسة الملحدين وسائر الكفار عند إظهارهم الكفر والشرك وما لَا يجوز على الله تعالٰى إذا لم يمكنّا انكاره۔ (أحكام القرآن للجصاص ج:۳ ص:۲، طبع سهيل اكيڈمی لاهور)۔

(۴) فلا يتزوّج المرتد مسلمة ولَا كتابية ولَا مرتدة ولَا يتزوّج المرتدة مسلم ولَا كافر ولَا مرتد۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۵۹، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

۲:...اگر نہیں تو جن لوگوں نے شادی میں شرکت کی تھی ان کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا وہ گناہگار ہیں جبکہ وہ لڑکے کے والدین کی درخواست پر شامل ہوئے تھے کہ ان کا کہنا تھا کہ کہیں ہمارا بیٹا بالکل ہی خاندان سے الگ نہ ہو جائے (جبکہ لڑکے کے والدین خود شریک نہیں تھے)۔

۳:...اب جبکہ لڑکا اپنے والدین کے گھر بمعہ فیملی کے مقیم ہے تو اس کے والدین کے گھر آنا جانا یا ان سے میل ملاپ جائز ہے؟

۴:...اگر لڑکا الگ رہتا ہے، لیکن والدین سے ملتا ہے تو ہم لوگوں کا اس کے والدین سے میل جول جائز ہے یا ناجائز؟

۵:...کیا مسلمان اپنے قادیانی والدین، بہن بھائی وغیرہ سے اسی طرح میل جول رکھ سکتا ہے؟ کیا یہ دُرست ہے یا اس سے اِیمان متأثر ہوتا ہے؟ آیا جائز ہے یا ناجائز؟ جیسا کہ اس لڑکی نے رکھا ہوا ہے۔

جواب:...۱:...اگر یہ لڑکی بدستور قادیانی ہے تو کسی مسلمان سے کسی قادیانی کا نکاح جائز نہیں۔[1] اور اگر یہ لڑکی مسلمان ہوگئی ہے تو اس کا اپنے قادیانی والدین کے ساتھ تعلق رکھنا جائز نہیں۔[2]

۲:...اگر لڑکی مسلمان ہوگئی تھی تو نکاح میں شرکت جائز ہے، ورنہ تمام شریک ہونے والے گناہگار ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔[3]

۳:...اس مسئلے کا مدار بھی لڑکی کے مسلمان ہونے پر ہے، اگر لڑکی واقعتاً مسلمان ہے تو ان لوگوں کے گھر میں آنا جانا صحیح ہے، ورنہ ناجائز ہے۔

۴:...اس کا جواب بھی اُوپر آچکا ہے۔

۵:...کسی سچے مسلمان کا جو اللہ اور اللہ کے رسول پر اِیمان رکھتا ہو، قادیانی مرتدوں کے ساتھ تعلقات رکھنا حرام ہے۔[4]

قادیانی لڑکی سے شادی کرانے والے والدین اور شادی میں شرکت کرنے والے حضرات کا شرعی حکم

سوال:...کئی سال قبل ایک شادی میں شرکت کی تھی، کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ ماں باپ اور چند اَعزّا کی ملی بھگت سے

---

(۱) ولَا يصلح أن ينكح مرتد أو مرتدة أحد من الناس مطلقًا. (قوله مطلقًا) أى مسلمًا أو كافرًا أو مرتدًا، وهو تأكيد لما فهم من النكرة فى النفى. (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۲۰۰ قبيل باب القسم، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) قال تعالىٰ: "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ...." (المجادلة:۲۲).

(۳) وهٰذا يدل علىٰ ان علينا ترك مجالسة الملحدين وسائر الكفار عند إظهارهم الكفر والشرك وما لَا يجوز على الله تعالىٰ إذا لم يمكنّا انكاره. (أحكام القرآن للجصاص ج:۳ ص:۲، طبع سهيل اكيڈمى).

(۴) ايضاً۔

وہ شادی غیرمسلم یعنی قادیانیوں میں کی گئی، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس شادی میں جو لوگ نادانستہ شریک ہوئے، ان کی اب کیا ذمہ داری ہے؟

ماں باپ اور وہ لوگ جنھوں نے دانستہ ایسا کیا، ان کے ساتھ میرا کیا رویہ ہونا چاہئے؟

اس لڑکی سے جو اولاد پیدا ہو رہی ہے، اس کو کیا کہا جائے؟

جواب:... جن لوگوں کو لڑکی کے غیرمسلم ہونے کا علم نہیں تھا، وہ تو گنہگار نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

اور جن لوگوں کو علم تھا کہ لڑکی غیرمسلم ہے، اور ان کو قادیانیوں کے عقائد کا علم نہیں تھا، اس لئے ان کو مسلمان سمجھ کر شریک ہوئے، وہ گناہگار ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہئے۔[۱]

اور جن لوگوں کو لڑکی کے قادیانی ہونے کا علم تھا، اور ان کے عقائد کا بھی علم تھا، اور وہ قادیانیوں کو غیرمسلم سمجھتے تھے، مگر یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، وہ بھی گناہگار ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے۔[۲]

اور جن لوگوں کو لڑکی کے قادیانی ہونے کا بھی علم تھا، اور ان کے عقائد بھی معلوم تھے، اس کے باوجود انہوں نے قادیانیوں کو مسلمان سمجھا اور مسلمان سمجھ کر ہی اس شادی میں شرکت کی، وہ اِیمان سے خارج ہوگئے،[۳] ان پر تجدیدِ ایمان اور توبہ کے بعد تجدیدِ نکاح لازم ہے۔[۴]

قادیانیوں کا حکم مرتد کا ہے، مرتد مرد ہو، یا عورت، اس سے نکاح نہیں ہوتا، اس لئے اس قادیانی لڑکی سے جو اولاد ہوگی وہ ولدالحرام شمار ہوگی۔

جس لڑکی پر قادیانی ہونے کا شبہ ہو اُس سے نکاح کرنا

سوال:... زید ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے جس کے مسلمان ہونے پر شبہ ہے، ان کے آباء واجداد کے کچھ لوگ قادیانی فرقے سے تعلق رکھنے پر شبہ ہے۔ اسلامی رُو سے اس شبہ کی موجودگی میں اس شادی کی کیا حیثیت ہوگی؟ نیز اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اس کا گناہ ووبال کس کے ذمے ہوگا؟ اس لڑکے پر یا اس کے والدین پر؟

---

(۱) قال تعالیٰ: یٰایھا الذین اٰمنوا توبوا إلی الله توبة نصوحًا. (التحریم:۸)۔ عن أبی ھریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لله أشد فرحًا بتوبة أحدکم من أحدکم بضالته إذا وجدھا۔ قال النووی فی شرح مسلم تحت ھٰذا الحدیث: واتفقوا علٰی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة۔ (صحیح مسلم مع شرح النووی ج:۲ ص:۳۵۴، طبع قدیمی)۔

(۲) أیضًا۔

(۳) تنبیه: وفی البحر، والأصل أن من اعتقد الحرام حلالًا فإن کان حرامًا لغیره کمال الغیر لَا یکفر، وإن کان لعینه، فإن کان دلیله قطعیًا کفر، وإلّا فلا۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد، مطلب فی منکر الْإجماع)۔

(۴) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح .... وما فیه اختلاف یؤمر بالْإستغفار والتوبة وتجدید النکاح ...إلخ۔ (درمختار ج:۴ ص:۲۴۷، کتاب الجھاد، باب المرتد)۔

جواب:... اگر لڑکی واقعتاً قادیانی ہے تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا،[۱] لڑکا اور والدین دونوں گناہگار ہوں گے۔ اور اگر زید مسلمان کئے بغیر شادی کرتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ شادی جائز ہے، تو وہ دائرۂ اسلام سے نکل گیا۔[۲] ایسے شخص اور خاندان سے دیگر لوگوں کو تعلقات رکھنا جائز نہیں۔[۳]

قادیانی یا دُوسرے غیرمسلموں سے شادیاں کرنے اور اس میں شرکت کا شرعی حکم

سوال:... ایک مسلم خاندان کے والدین اور خاندان کے تمام افراد جو دولت کے نشے میں اپنے آپ کو ایڈوانس ثابت کرنے کے جوش میں مبتلا ہیں، اپنی رضامندی سے ایک لڑکی کی شادی ایک قادیانی اور دُوسرے بھائی نے اپنی لڑکی کی شادی دُوسرے غیرمسلم سے رچائی۔ اس خاندان کے افراد اور دوستوں نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ دونوں لڑکے غیرمسلم ہیں، بڑے شوق سے شرکت کی۔ آپ بتائیں کہ لڑکیوں کے والدین، رشتہ دار اور دوست جنھوں نے اللہ کے اَحکام کا علم رکھتے ہوئے اس کافرانہ اقدام کی ہمت افزائی کی، کافر نہیں ہوگئے اور ان کے نکاح نہیں ٹوٹ گئے؟

جواب:... یہ نکاح قطعاً منعقد نہیں ہوئے،[۴] جنھوں نے اس نکاح کو حلال سمجھا، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئے،[۵] انہیں تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرنا ہوگا۔[۶]

سوال:... ان دو لڑکیوں کے بطن سے جن کے شوہر غیرمسلم ہیں دو دو بچے جنم لئے، کیا یہ بچے حرامی نہیں ہوئے؟

جواب:... بچے حرامی ہیں، نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا۔[۷]

سوال:... جو لوگ اب بھی اس خاندان کی ہر تقریب میں ان کے کافرانہ اقدام سے واقفیت رکھتے ہوئے مسلسل شرکت

---

(۱) ولَا يصلح أن ينكح مرتد أو مرتدة أحدًا من الناس مطلقًا أى مسلمًا أو كافرًا أو مرتدًّا۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۲۰۰ قبيل باب القسم، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

(۲) لأنه إذا رأى منكرًا معلومًا من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه ورضى به واستحسنه كان كافرًا۔ (مرقاة المفاتيح شرح مشكٰوة المصابيح ج:۵ ص:۳، باب الأمر بالمعروف، طبع أصح المطابع، بمبئى)۔

(۳) قال تعالٰى: "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ" (المجادلة:۲۲)۔ وهٰذا يدل علٰى أن علينا ترك مجالسة الملحدين وسائر الكفار عند إظهارهم الكفر والشرك وما لَا يجوز على الله إذا لم يمكنا انكاره۔ (أحكام القرآن ج:۳ ص:۲، طبع سهيل اكيڈمى لَاهور)۔

(۴) ولَا يصلح أن ينكح مرتد أو مرتدة أحد من الناس مطلقًا۔ (قوله مطلقًا) أى مسلمًا أو كافرًا أو مرتدًّا۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۲۰۰ قبيل باب القسم، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۵) والأصل: ان من إعتقد الحرام حلالًا فإن كان حرامًا لغيره كمال الغير لَا يكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعيًا كفر۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد، مطلب فى منكر الإجماع)۔

(۶) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح .... وما فيه إختلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح ...إلخ۔ (درمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد ج:۴ ص:۲۴۷)۔

(۷) وفى مجمع الفتاوىٰ: نكح كافر مسلمة فولدت منه لَا يثبت النسب منه ولَا تجب العدة لأنه نكاح باطل۔ وفى الشامية: أى فالوطء فيه زنا لَا يثبت به النسب ...إلخ۔ (رد المحتار مع الدر المختار، قبيل باب الحضانة ج:۳ ص:۵۵۵)۔

کرتے ہیں، کافر نہیں ہوگئے؟ اور ان سب کا حشر کے دِن کیا حشر ہوگا؟

جواب:... بدترین لوگ ہیں، اللہ و رسول کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔[1]

سوال:... میں اس خاندان والوں میں سے تھا، اس کافرانہ اقدام کے بعد ہی میرے گھر والوں نے رشتہ منقطع کرلیا، اور ان کے محلے والوں نے بھی ان خاندان والوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، چونکہ اس خاندان کے افراد عریانیت اور بے حیائی کو جدید ہونے کی علامت سمجھتے ہیں، اس لئے انہوں نے کفر کو اسلام پر ترجیح دی۔ آپ بتائیں جو مسلمان اس خاندان سے رابطہ یا دوستی برقرار رکھے، وہ اسلام سے خارج نہیں ہوجائے گا؟

جواب:... ان سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کرنا لازم ہے، مسلمانوں کو ان سے بائیکاٹ کرنا چاہئے۔[2]

ایک شبہ کا جواب

سوال:... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ابوالربیع سے ہوا جو کافر تھا، حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتیبہ سے ہوا، جو ایک کافر تھا، حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا جو کافر تھا، ہر سہ متذکرہ دخترانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح پہلے کافروں سے کیوں ہوا؟

جواب:... اس وقت تک غیرمسلموں سے نکاح کی ممانعت نہیں آئی تھی، بعد میں اس کی ممانعت ہوگئی۔[3] عتبہ نے اپنے باپ ابولہب کے کہنے پر حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کو، اور عتیبہ نے حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔ چنانچہ بعد میں ان دونوں کا عقد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا،[4] اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جنگِ بدر کے بعد

---

(۱) لأنه إذا رأى منكرًا معلومًا من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكره ورضى به واستحسنه كان كافرًا۔ (مرقاة ج:۳ ص:۵ باب الأمر بالمعروف، طبع أصح المطابع، بمبئی)۔

(۲) قال تعالٰى: "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ...." (المجادلة:۲۲)۔

(۳) .... وجدنا نكاح المشركات قد كان مباحًا في أوّل الإسلام إلٰى أن نزل تحريمهن۔ (أحكام القرآن للجصّاص ج:۱ ص:۳۳۵، باب نكاح المشركات، طبع سهيل اكيڈمى، لاهور پاكستان)۔

(۴) وتزوج زينب أبو العاص بن الربيع .... وأما رقية فكان قد تزوجها أوّلًا ابن عمه عتبة بن أبى لهب، كما تزوج أختها أخوه عتيبة بن أبى لهب، ثم طلقاهما قبل الدخول بهما بغضة فى رسول الله صلى الله عليه وسلم حين أنزل الله (تبت يدا أبى لهب الآية) وبعد فتزوج عثمان بن عفان رضى الله عنه رقية وهاجرت معه إلٰى أرض الحبشة .... ولما أن جائه البشير بالنصر إلى المدينة وهو زيد بن حارثة وجدهم قد ساووا علٰى قبرها التراب، وكان عثمان قد أقام عليها بمرضها بأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم وضرب له بسهمه وأجره، ولما رجع زوّجه بأختها أُمّ كلثوم أيضًا، ولهٰذا كان يقال له ذوالنّورين، ثم ماتت عنده فى شعبان سنة تسع ...إلخ۔ (البداية والنهاية ج:۳ ص:۳۲۱، فصل فى ذكر أولاد رسول الله صلى الله عليه وسلم، طبع قديمى كتب خانه)۔

اسلام لے آئے تھے۔[۱]

اگر اولاد کے غیرمسلم ہونے کا ڈر ہو تو اہلِ کتاب سے نکاح جائز نہیں

سوال:... یہاں جرمنی میں اکثر مسلمان لڑکے غیرمسلم لڑکیوں کے ساتھ شادی کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے پیپر میرج کر رکھی ہے۔ قرآن وسنت کی رُو سے بتائیں کہ ان کا یہ فعل جائز ہے؟

جواب:... اگر وہ لڑکیاں اہلِ کتاب ہیں تو ان سے نکاح جائز ہے،[۲] بشرطیکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ ان کی غیرمسلم بیویوں کی وجہ سے اولاد غیرمسلم بن جائے گی، اگر ایسا اندیشہ ہو تو ہرگز نکاح نہ کیا جائے، ورنہ اپنی اولاد کو کفر کی گود میں دھکیل کر گنہگار ہوں گے۔[۳]

کیا غیرمسلموں کی اپنے طریقوں پر کی ہوئی شادیاں دُرست ہیں؟

سوال:... مسلمانوں میں مروّجہ طریقہ برائے ادائیگی زوجیت کے لئے اوّلین شرط ''نکاح'' ہے، اب غیرمسلموں کی شادی اور ان کے اِیجاب وقبول کا طریقہ غیراِسلامی ہے، اس ناطے کیا وہ تمام غیرمسلم صریحاً حرام کاری اور بدکاری کے مرتکب نہ ہوئے؟ جبکہ وہ غیرمسلم ہونے کا عذاب تو بھگتیں گے، لیکن کیا انہیں اس کے علاوہ اپنی زندگی میں ہونے والی بے قاعدگیوں کی سزا ملے گی؟

جواب:... ہر قوم میں شادی بیاہ کا خاص طریقہ رائج ہے، ایک غیرمسلم جوڑا جس نے اپنے مذہب کے مطابق نکاح کیا ہو، جب تک مسلمان نہیں ہوجاتے، تب تک تو ظاہر ہے کہ ہم ان پر اِسلامی قانون لاگو کرنے کے مجاز نہیں، اور نہ ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرسکتے ہیں، بلکہ ''وہ جانیں اور ان کا دِین'' کے اُصول پر عمل کیا جائے گا۔

---

(۱) وذكر ابن إسحاق أن أبا العاص أقام بمكة علٰى كفره واستمرت زينب عند أبيها بالمدينة حتّى إذا كان قبيل الفتح خرج أبو العاص فى تجارة لقريش، فلما قفل من الشام لقيته سرية فأخذوا ما معه وأعجزهم هربًا وجاء تحت الليل إلٰى زوجته زينب فاستجار بها فاجارته .... قال (أى أبو العاص) فانى أشهد أن لَا إلٰه إلّا الله، وأن محمدًا عبده ورسوله، والله ما معنى عن الإسلام عنده ألَا تخوف ان تظنوا أنى إنما أردت أن آكل أموالكم فلما أداها الله إليكم وفرغت منها أسلمت ثم خرج حتّى قدم علٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم .... عن ابن عباس قال: رد عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم زينب على النكاح الأول ولم يحدث شيئًا۔ (البداية والنهاية ج:۳ ص:۳۳۲، فصل فى فضل من شهد بدرًا من المسلمين، طبع دار الفكر، بيروت)۔

(۲) قال تعالٰى: "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ" (المائدة:۵)۔ (وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيهًا (مؤمنة بنبى) مرسل (مقرة بكتاب) منزل، وإن اعتقدوا المسيح إلٰهًا۔ وفى الشامية: (قوله مقرة بكتاب) فى النهر عن الزيلعى، واعلم ان من اعتقد دينًا سماويًا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داوٗد فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۴۵، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، طبع سعيد، أيضًا: عالمگيرى ج:۱ ص:۲۸۱، كتاب النكاح، القسم السابع، البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۰، فصل فى المحرمات)۔

(۳) والأولٰى أن لَا يتزوج كتابية .... وفى المحيط: يكره تزوج الكتابية الحربية، لأن الإنسان لَا يأمن أن يكون بينهما ولد، فينشأ علٰى طبائع أهل الحرب، ويتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۱، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، طبع دار المعرفة، بيروت، أيضًا: أحكام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۲۳۶، باب تزوج الكتابيات، طبع سهيل اكيڈمى)۔

اور اگر ایسا غیرمسلم جوڑا مسلمان ہوجائے تو یہ دیکھا جائے کہ ان کا نکاح ایسا تو نہیں جو شرعی قانون کے لحاظ سے ممنوع ہے؟ مثلاً کسی نے اپنی محرَم سے نکاح کر رکھا تھا، تو اسلام لانے کے بعد ان کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی،[۱] اور اگر ایسا نکاح شرعاً ممنوع نہیں تو اس نکاح کو برقرار رکھا جائے گا۔[۲]

رہا یہ کہ غیرمسلم اِسلامی دستور کے خلاف نکاح کرتے ہیں، ان کو ان اُمور پر بھی عذاب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ساری بے قاعدگیاں کفر کا شعبہ ہیں، اور کفر پر ہونے والے عذاب میں یہ بے قاعدگیاں اَزخود شامل ہوں گی، واللہ اعلم!

اہلِ کتاب عورت سے نکاح جائز ہے، تو اہلِ کتاب مرد سے نکاح کیوں جائز نہیں؟

سوال:... ایک مسلمان مرد کتابیہ عورت سے تو شادی کرسکتا ہے، لیکن کیا ایک مسلمان عورت بھی اہلِ کتاب مرد سے اسی طرح شادی کرلینے کی مکلف ہے؟ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟ کیا نکاح کے بعد وہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں؟ اس صورت میں ان کی اولاد کا مذہب کیا ہوگا؟ اگر اولاد مسلمان بن کر رہنا گوارا نہ کرے تو اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ کیا وہ میاں بیوی کی حیثیت سے اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر زندگی گزار سکتے ہیں؟

جواب:... مسلمان مرد کا اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے،[۳] لیکن مسلمان عورت کا نکاح کسی غیرمسلم مرد سے جائز نہیں، خواہ وہ اہلِ کتاب میں سے ہو۔[۴] اس کی وجوہات بڑی معقول ہیں، ضرورت ہو تو اس کی تفصیل کسی عالم سے زبانی سمجھ لیجئے۔

غیرمسلم ممالک میں شہریت کے حصول کے لئے عیسائی عورت سے نکاح کرنا

سوال:... کوئی مسلمان اپنی مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے کسی دُوسرے غیرمسلم ملک میں صرف ملازمت کی خاطر عیسائی عورت سے شادی کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اور ایسا کرنے کی شکل میں اس کا پہلا نکاح کیسا ہوگا، باقی رہے گا؟ وہ مسلمان (عورت) اس کے لئے حلال ہوگی؟ اور اس مسلمان شخص کا اِیمان باقی رہے گا؟ اور اس کی کمائی، دولت مسجد میں لگانا کیسا ہوگا؟

---

(۱) ولو كانا ...... محرمين أو أسلم أحد المحرمين أو ترافعا إلينا وهما على الكفر فرّق. (درمختار ج:۳ ص:۱۸۶، باب نكاح الكافر، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۲) كل نكاح صحيح بين المسلمين فهو صحيح بين أهل الكفر. (تنوير الأبصار، باب نكاح الكافر، ص:۱۸۴).

(۳) وحل تزوج الكتابية، لقوله تعالىٰ: والمحصنٰت من الذين أوتوا الكتٰب، أى العفاف من الزنا، بيانًا للندب، لَا أن العفة فيهن شرط. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۰، فصل فى المحرمات، طبع دار المعرفة، بيروت، أيضًا: فتح القدير ج:۲ ص:۳۷۲، طبع دار صادر). ويجوز للمسلم نكاح الكتابية ...إلخ. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۸۱).

(۴) ولَا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولَا كتابى. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۸۱). ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر لقوله تعالىٰ: ولَا تنكحوا المشركين حتّٰى يؤمنوا، ولأن فى إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة فى الكفر .... والنص وإن ورد فى المشركين لٰكن العلة وهى الدعاء إلى النار يعم الكفرة فيتعمم الحكم بعموم العلة فلا يجوز إنكاح المسلمة الكتابى ...إلخ. (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۷۱، ۲۷۲، كتاب النكاح، طبع ایچ ایم سعید).

جواب:... پہلے سے مسلمان بیوی کا نکاح میں ہونا تو عیسائی عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے مانع نہیں، البتہ چند دیگر وجوہ کی بنا پر ایسی شادی ناجائز ہے۔

اوّلاً:... اہلِ کتاب کی جن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، ان سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جو دارُ الاسلام کے شہری ہوں، جن کو "ذِمی" کہا جاتا ہے، دارُ الکفر کے باشندے مراد نہیں، لہٰذا اِسلامی مملکت کی ذِمی عورتوں سے، جبکہ وہ اہلِ کتاب ہوں، نکاح کی اِجازت ہے، مگر مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور جو اہلِ کتاب دارُ الحرب میں رہتے ہیں، ان کی عورتوں سے نکاح مکروہِ تحریمی ہے، (اور مکروہِ تحریمی، حرام کے قریب قریب ہونے کی وجہ سے ناجائز کہلاتا ہے)۔ لہٰذا یہ نکاح منعقد تو ہوجائے گا، مگر مکروہِ تحریمی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا، اور ایسا کرنے والا گناہگار ہوگا۔[1]

ثانیاً:... اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ واقعتاً اہلِ کتاب ہوں بھی، محض نام کے عیسائی، یہودی نہ ہوں۔[2] آج کل کے بہت سے یہود و نصاریٰ صرف نام کے یہودی، عیسائی ہیں، ورنہ واقع کے اِعتبار سے وہ قطعاً ملحد ہوتے ہیں، وہ نہ کسی کتاب کے قائل ہیں، نہ کسی نبی کے، نہ دِین و مذہب کے، اگر ایسی عیسائی عورت ہو جو صرف قومی طور پر عیسائی کہلاتی ہے، واقعتاً ملحد اور لادِین ہو، اس کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، اور ایسا جوڑا شرعی نقطۂ نظر کے لحاظ سے بدکاری و زِناکاری کا مرتکب شمار ہوگا۔[3]

ثالثاً:... کسی مسلمان نے اہلِ کتاب کی عورت سے شادی کی ہو تو شرعی قانون کے لحاظ سے اولاد مسلمان شمار ہوگی،[4] لیکن دیارِ غیر میں عیسائی عورتوں سے جو شادیاں رچائی جاتی ہیں، ان سے پیدا ہونے والی اولاد اپنی ماں کا مذہب اِختیار کرلیتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے یہ جوڑا طے کرلیتا ہے کہ آدھی اولاد شوہر کی ہوگی اور آدھی بیوی کے مذہب پر ہوگی، اگر ایسی شرط لگائی جائے تو ایسی شادی کرنے والا مسلمان یہ شرط لگاتے ہی مرتد ہوجائے گا، کیونکہ اس نے اپنی اولاد کے کافر ہونے کو گوارا کرلیا

---

(۱) وإذا تزوّج المسلم كتابية حربية في دار الحرب جاز ويكره. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۱). وما ذكر عنه (أي ابن عمر) من الكراهة يدل على أنه ليس على وجه التحريم كما يكره تزوج نساء أهل الحرب من الكتابيات. (أحكام القرآن للجصاص ج:۱ ص:۳۳۳، باب نكاح المشركات، طبع سهيل اكيڈمی). أيضًا: ويجوز تزوج الكتابيات، والأولى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلّا لضرورة وتكره الكتابية الحربية إجماعًا لإفتتاح باب الفتنة. (درمختار ج:۳ ص:۴۵).

(۲) (وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيهًا (مؤمنة بنبي) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وإن اعتقدوا المسيح إلهًا (قوله مقرة بكتاب) في النهر عن الزيلعي، واعلم أن من اعتقد دينًا سماويًا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث، وزبور داوُد، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم. (رد المحتار على الدر المختار ج:۳ ص:۴۵، كتاب النكاح).

(۳) لا يجوز نكاح المجوسيات ولا الوثنيات، ويدخل في عبدة الأوثان عبدالشمس والنجوم، والصور التي استحسنوها والمعطلة، والزنادقة، والباطنية، والإباحية، وكل مذهب يكفر به معتقده كذا في فتح القدير. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۱ كتاب النكاح، القسم السابع المحرمات بالشرك). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معارف القرآن ج:۳ سورۃ المائدۃ ص:۴۸، ۴۹ اور ۶۰ تا ۶۴۔

(۴) فإن كان أحد الزوجين مسلما فالولد على دينه. (هداية ج:۲ ص:۳۴۶، باب نكاح أهل الشرك).

اور اس پر رضامندی دے دی، اور کسی کے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔[1] لہٰذا ایسی شرط لگاتے ہوئے ہی یہ شخص ایمان سے خارج ہوکر مرتد ہوجائے گا، اور اس کی پہلی بیوی نکاح سے خارج ہوجائے گی۔[2]

رابعاً:... ہمارے بھولے بھالے نوجوان امریکا وغیرہ کی شہریت حاصل کرنے اور روٹی کمانے کا ذریعہ پیدا کرنے کی خاطر عیسائی عورتوں کے چکر میں تو پڑ جاتے ہیں، لیکن ان ممالک کے قانون کے مطابق چونکہ طلاق کا حق مرد کے بجائے عورت کو حاصل ہے، لہٰذا ایسی عورتیں جن کے جال میں ہمارے بھولے بھالے نوجوان پھنسے تھے، ان کو طلاق دے کر، گھر بار بھی اور اولاد پر بھی قبضہ کرلیتی ہیں، اور یہ شوہر صاحب "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ" کا مصداق دونوں جہان میں راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے۔ چونکہ فقہ کا قاعدہ ہے: "**المعروف کالمشروط**" یعنی جس چیز کا عام رِواج اور عرف ہو، اس کو ایسا سمجھنا چاہئے کہ گویا عقد کے وقت اس کی شرط رکھی گئی تھی، لہٰذا ان ممالک کے عرف کے مطابق گویا یہ شخص اس شرط پر نکاح کر رہا ہے کہ عورت جب چاہے اس کو طلاق دے کر بچوں پر قبضہ کرلے۔

ان وجوہات کی بنا پر غیرممالک میں مسلمان نوجوانوں کا عیسائی عورتوں سے شادی کرنا ناجائز ہے۔ اور دُوسری وجہ کی بنا پر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔ اور تیسری وجہ چونکہ موجبِ کفر ہے، اس لئے اس صورت میں اس کا پہلی بیوی سے نکاح فسخ ہوجائے گا۔ اور چوتھی وجہ میں بھی اندیشۂ کفر ہے۔ البتہ اگر کوئی کفریہ شرط نہیں رکھی گئی تھی اور نہ معروف تھی، تو پہلی بیوی اس کے نکاح میں رہے گی، مگر یہ شخص عیسائی عورت سے نکاح کرنے کی بنا پر گناہگار رہوگا۔ **هٰذا ما عندی، والله أعلم بالصواب!**

نصرانی عورت سے نکاح

سوال:... نصاریٰ خود حق تعالیٰ کے قول: "وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ" سے مشرک ہیں، اور مشرک عورتوں سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ اِرشادِ الٰہی: "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ" میں اس کی تصریح ہے، پھر نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کیوں جائز ہے؟ جس وقت قرآن اُترا تھا اس وقت بھی قرآن کے مطابق وہ مشرک تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ پہلے ان سے نکاح جائز تھا، اور اب ناجائز ہے، کچھ معقول نہیں معلوم ہوتا۔

جواب:... بہت سے اہلِ علم کو یہی اِشکال پیش آیا، اور انہوں نے کتابیات سے نکاح کو عام مشرکین کے ساتھ مشروط کیا، لیکن محققین کے نزدیک کتابیات کی حلّت "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ" کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔[3]

---

(۱) وفیہ (أی فی الظهیریة) ان الرضاء بکفر غیره أیضًا کفر۔ (شرح فقه أکبر ص:۲۱۸، طبع مجتبائی، دهلی)۔ أیضًا: والرضا بالکفر کفر۔ (فتاویٰ قاضی خان علیٰ هامش الهندیة ج:۳ ص:۵۷۳)۔

(۲) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح۔ (درمختار ج:۴ ص:۲۴۷، باب المرتد)۔

(۳) وأما الآیة فهی فی غیر الکتابیات من المشرکات لأن أهل الکتاب وإن کانوا مشرکین علی الحقیقة لٰکن هٰذا الإسم فی متعارف الناس یطلق علی المشرکین من غیر أهل الکتاب، قال الله تعالیٰ: ما یود الذین کفروا من أهل الکتٰب ولَا المشرکین .... فصل بین الفریقین فی الإسم علیٰ أن الکتابیات وإن دخلن تحت عموم إسم المشرکات بحکم ظاهر اللفظ لٰکنهن خصصن عن العموم لقوله تعالیٰ: والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۷۱، کتاب النکاح)۔

سوال:...آپ نے فرمایا کہ: محققین کے نزدیک کتابیات کی حلّت "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ" کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے، اس جواب سے تسلی نہیں ہوئی۔

جواب:...مطلب یہ کہ نصرانیات کا "مشرکات" ہونا تو واضح ہے، اس کے باوجود ان سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ" کا حکم کتابیات کے لئے نہیں، غیرکتابیات کے لئے ہے۔

کرسچین بیوی کی نومسلم بہن سے نکاح

سوال:...میں ایک کرسچن عورت ہوں، میرا شوہر میری بہن کو بھگا کر اوکاڑہ لے گیا، جبکہ وہ لڑکی بھی عیسائی ہے، دونوں مسلمان ہوئے اور نکاح کرلیا۔ جبکہ میرے چھ بچے ہیں، نہ مجھے طلاق دی اور نہ بتایا۔ آپ سے عرض یہ ہے کہ آپ کا مذہب اسلام شرعی طور پر اس کی کیا اجازت دیتا ہے کہ دونوں بہنوں سے نکاح جائز ہے، اور دونوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے، جبکہ ایک عیسائی ہو اور دُوسری مسلمان؟ تفصیل سے جواب دیں، میرا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔

جواب:...شرعاً دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔[۱] اور عیسائی (اہلِ کتاب) میاں بیوی کے جوڑے میں سے اگر شوہر مسلمان ہوجائے تو نکاح باقی رہتا ہے، لہٰذا آپ کا نکاح بدستور باقی ہے،[۲] جب تک کہ اس نے طلاق نہ دی ہو۔ اور جب تک آپ کا نکاح باقی ہے، وہ آپ کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ عدالت کا فرض ہے کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرادے، واللہ اعلم!

---

(۱) حرمت علیکم امهاتکم .... وأن تجمعوا بین الأختین إلّا ما قد سلف۔ (النساء: ۲۳)۔

(۲) وإذا أسلم زوج الکتابیة، فهما علٰی نکاحهما لأنه یصح النکاح إبتداءً فلان یبقی اولٰی۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۴۷، کتاب النکاح، باب نکاح أهل الشرک)۔

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

کیا اَیامِ مخصوص میں نکاح جائز ہے؟

سوال:...بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ اَیامِ مخصوص میں عورت کا نکاح نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جائے تو بعد میں دوبارہ نکاح پڑھانا پڑتا ہے، آپ یہ بتائیں کہ کیا اَیامِ مخصوص میں نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب:...نکاح ہوجاتا ہے، مگر میاں بیوی کی یکجائی صحیح نہیں۔[1] رُخصتی ان اَیام کے ختم ہونے کے بعد کی جائے گی۔

ناجائز حمل والی عورت سے نکاح کرنا

سوال:...ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا، جس سے حمل ٹھہر گیا۔ حمل ٹھہرنے کے فوراً بعد دونوں نے نکاح کرلیا، شرعی طور سے یہ بتایئے کہ بچہ حلال کا ہوگا یا حرام کا؟ اور دونوں کا نکاح قبول ہوگا کہ نہیں؟ اگر ہوگا تو کس طرح؟

جواب:...یہ بچہ چونکہ نکاح سے پہلے کا ہے، اس لئے یہ تو صحیح النسب نہیں، مگر یہ نکاح صحیح ہے، پھر جس کا حمل تھا اگر نکاح بھی اسی سے ہوا تو صحبت جائز ہے، اور اگر نکاح کسی دُوسرے سے ہوا تو اس کو وضعِ حمل تک صحبت نہیں کرنی چاہئے۔[2]

ناجائز حمل کی صورت میں نکاح کا جواز

سوال:...ایک لڑکی کے ناجائز تعلقات تھے اور عملاً ناجائز حمل ٹھہر گیا، اب مذکورہ آدمی اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، حمل کی صورت میں نکاح جائز ہے؟

---

(۱) "وَيَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ، فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللهُ" (البقرة:۲۲۲)۔ أيضًا: ويمنع الحيض قربان زوجها ما تحت إزارها كما في البحر .... يعنى ما بين سرة وركبة ...إلخ۔ (رد المحتار ج:۱ ص:۲۹۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔ قال والعوارض المانعة عن الوطء مع ثبوت النكاح (إلٰى قوله) أحدها الحيض۔ (النتف في الفتاوىٰ ص:۱۸۸، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۲) وصح نكاح حبلٰى من زنى لَا حبلى من غيره أى الزنى لثبوت نسبه .... وإن حرم وطؤها حتّٰى تضع .... (فروع) لو نكحها الزانى حل له وطؤها إتفاقا والولد له ولزمه النفقة۔ (قوله: وصح نكاح حبلى من زنى) أى عندهما وقال أبو يوسف لَا يصح، والفتوىٰ علٰى قولهما .... (قوله والولد له) أى إن جاءت بعد النكاح بستة أشهر مختارات النوازل۔ فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح، لَا يثبت النسب۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۴۸، ۴۹ كتاب النكاح، مطلب مهم فى وطء السرارى، طبع ایچ ایم سعید)۔

جواب:...نکاح تو اس سے بھی جائز ہے جس کا حمل ہے اور کسی دُوسرے سے بھی، مگر جس کا حمل ہے وہ نکاح کے بعد صحبت بھی کرسکتا ہے، دُوسرے سے اگر نکاح ہو تو اس کو وضعِ حمل تک صحبت کرنے کی اجازت نہیں۔ [1]

زنا کے حمل کی صورت میں نکاح کا جواز

سوال:...آپ سے ایک عورت نے یہ سوال کیا تھا: ''میرا نکاح ہوا تو غیر آدمی کا حمل پیٹ میں تھا، اس نکاح کے بعد سات سال ہوچکے ہیں اور دو بچے بھی ہیں، خدا کے واسطے مولانا صاحب آپ بتلائیے کہ میں کیا کفارہ ادا کروں؟'' جواب میں آپ نے فرمایا تھا: '' آپ کا نکاح جو نا جائز حمل کی حالت میں ہوا، صحیح تھا......''

مولانا صاحب! عرض ہے کہ آپ کا مندرجہ بالا جواب کس فقہ کے مطابق ہے؟ کسی ایک کتاب کا حوالہ دیجئے، میں بے حد ممنون و مشکور رہوں گا۔ کیونکہ بعض علمائے کرام کے مطابق غیر آدمی سے حاملہ عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا، صرف زانی مرد سے ہوسکتا ہے، اور اگر حاملہ عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا یا ہوسکتا ہے تو پھر بیوہ یا مطلقہ عورت کا نکاح بھی حاملہ کی صورت میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:...میں نے جو مسئلہ لکھا ہے وہ فقہِ حنفی کی تقریباً ساری بڑی کتابوں میں موجود ہے، درمختار میں ہے:

''وصح نکاح حبلی من زنی .... وان حرم وطؤها حتّٰی تضع لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا۔'' (درمختار مع ردمحتار ج:۳ ص:۴۸ طبع جدید)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''وقال أبو حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی: یجوز أن یتزوج امرأة حاملًا من الزنا ولَا یطؤها حتّٰی تضع۔ وقال أبو یوسف رحمه الله: لَا یصح، والفتوٰی علٰی قولهما کذا فی المحیط۔'' (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۰)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق حاملہ کا نکاح زانی اور غیر زانی دونوں سے ہوجاتا ہے، فرق یہ ہے کہ وضعِ حمل سے پہلے زانی صحبت کرسکتا ہے اور غیر زانی نہیں کرسکتا۔ جس خاتون نے مسئلہ پوچھا تھا اس کا کیس کئی سال پُرانا تھا، اس لئے اس کو صرف نکاح کے صحیح ہونے کا مسئلہ بتادیا گیا۔ دُوسرا حصہ اس سے متعلق نہیں تھا، اس لئے اسے ذکر نہیں کیا گیا۔ بیوہ یا مطلقہ عورت کا نکاح حمل میں نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ عدّت میں ہے، اور عدّت میں نکاح جائز نہیں، [2] بخلاف اس حمل کے جو زنا سے ہو، اس کی کوئی عدّت

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۲) قال تعالٰی: ''وَأُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ'' (الطلاق:۴)۔ أیضًا: فصل: ومنها أن لَا تکون معتدة الغیر لقوله تعالٰی: ولَا تعزموا عقدة النکاح حتّٰی یبلغ الکتٰب أجله، أی ما کتب علیها من التربص ولأن بعض أحکام النکاح حالة العدة قائم فکان النکاح قائمًا من وجه .... وسواء کانت العدة عن طلاق أو عن وفاة ...إلخ۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۶۸، کتاب النکاح، طبع ایچ ایم سعید)۔

نہیں، اس لئے کہ عدّت حرمتِ نسب کے لئے مقرّر کی گئی ہے اور حملِ زنا کی کوئی حرمت نہیں۔[1] تعجب ہے کہ علمائے کرام کو اس مسئلے میں کیوں اشکال پیش آیا۔

ناجائز تعلقات والے مرد وعورت کا آپس میں نکاح جائز ہے

سوال:... کسی عورت کے ساتھ کسی مرد کے ناجائز تعلقات ہوجائیں تو اس کے بعد اس عورت اور مرد کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح ہوسکتا ہے تو کیا سابقہ تعلقات کی بنا پر گناہ اس کے سر رہیں گے یا نہیں؟

جواب:... نکاح ہوسکتا ہے،[2] سابقہ تعلقات کا وبال ان پر بدستور رہے گا اور ان سے توبہ و اِستغفار لازم ہے، نکاح کے بعد ایک دُوسرے کے لئے حلال ہوں گے۔

ناجائز تعلقات کے بعد دیور بھابی کی اولاد کا آپس میں رشتہ

سوال:... دیور اور بھابھی میں ناجائز تعلقات تھے، پھر دیور نے بھابھی کی چھوٹی بہن سے شادی کرلی، پھر بھی ان دونوں میں ناجائز تعلقات رہے، اب جبکہ بھابھی کا لڑکا بڑا ہے اور دیور کی لڑکی چھوٹی اور دونوں جوان ہیں، تو شادی کے لئے کہا جارہا ہے کہ دونوں کی شادی ہوجائے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا اس لحاظ سے یہ شادی ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ بھابھی سے دیور کی کوئی اولاد ہے یا نہیں؟ لیکن دیور اور بھابھی میں تقریباً ۱۵ سال سے تعلقات منقطع ہیں۔

جواب:... جائز ہے۔[3]

زانیہ کی بھانجی سے زانی کا نکاح کرنا

سوال:... اقبال اور شاہین کے آپس میں جنسی تعلقات تھے، اور رِشتے میں دونوں دیور بھابھی ہیں، اب شاہین اپنے دیور اقبال کے لئے اپنی سگی بھانجی کا رِشتہ مانگ رہی ہے، کیا یہ رِشتہ جائز ہوگا؟ اگر اِقبال، اللہ کے سامنے سچی توبہ کرے، تو کیا اس کی توبہ قبول ہوجائے گی؟

---

(۱) لَا تجب العدة على الزانية وهٰذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالٰى كذا في شرح الطحاوي. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۶). وعلٰى هٰذا يخرج ما إذا تزوج إمرأة حاملًا من الزنا أنه يجوز في قول أبي حنيفة ومحمد لٰكن لَا يطؤها حتّٰى تضع .... لهما أن المنع من نكاح الحامل حملًا ثابت النسب لحرمة ماء الوطؤ، ولَا حرمة لماء الزنا بدليل أنه لَا يثبت به النسب قال النبي صلى الله عليه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر، فإذا لم يكن له حرمة لَا يمنع جواز النكاح إلّا أنها لَا توطأ حتّٰى تضع ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۶۹، كتاب النكاح، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) ايضاً.

(۳) قال تعالٰى: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" (النساء:۲۴). أيضًا: وفي الشامية: ويحل لأصول الزاني وفروعه اصول المزني بها وفروعها. (رد المحتار، فصل في المحرمات ج:۳ ص:۳۲ طبع ايچ ايم سعيد كراچي).

جواب:... اقبال کا شاہین کی بھانجی سے نکاح ہوسکتا ہے،(۱) اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرے، واللہ اعلم!

ناجائز تعلقات والے مرد، عورت کی اولاد کی آپس میں شادی

سوال:... ''الف'' نامی پندرہ سولہ سال کے نوجوان لڑکے کے ''ن'' نامی شادی شدہ عورت سے ناجائز تعلقات اُستوار ہوجاتے ہیں، جو رِشتے میں ''الف'' کی بھابھی ہوتی ہے، آٹھ نو سال تک تعلقات رہے، پھر ''الف'' کو ہوش آیا، اور اس نے توبہ کی۔ اس عرصے میں ''ن'' کے ہاں اس کے شوہر سے چار بچے پیدا ہوئے، اس کے بعد طلاق ہوگئی۔ ''ن'' نے دُوسری شادی کرلی اور اس سے بھی طلاق ہوگئی، پھر اس نے تیسری شادی کرلی۔ ''الف'' نے بھی شادی کرلی اور اس کے اب پانچ بچے ہیں، اب ''ن'' کا بیٹا ''الف'' کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے، آنجناب شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... یہ نکاح صحیح ہے،(۲) واللہ اعلم!

بدکار دیور بھاوج کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال:... ایک شخص نے ایک عورت سے بدکاری کی، اس پر شرعی گواہ موجود نہیں، وہ اس کی بھابھی تھی، اس کے کئی سال بعد اس نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کے بیٹے سے کردیا، اب اس کے ہاں بیٹا بھی پیدا ہوگیا ہے، کیا یہ نکاح صحیح ہے اور اولاد کا کیا حکم ہے؟ اور اس میں جن لوگوں کو علم تھا اور اس میں شریک ہوئے کیا ان لوگوں کا نکاح باقی رہے گا؟

جواب:... ان دونوں کی بدکاری کا ان کی اولاد کے آپس میں رشتوں کے جائز ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے۔(۳)

بدکار چچی بھتیجے کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال:... چچی اور بھتیجے کے درمیان تقریباً دو سال ناجائز تعلقات رہے، اس عرصے میں کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوئی، اس کے بعد تعلقات منقطع ہوگئے، اب چچی اور بھتیجے کے بچے ہیں، کیا ان دونوں کی اولاد میں رشتے ہوسکتے ہیں؟

جواب:... ہوسکتے ہیں۔(۴)

---

(۱) "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" (النساء:۲۴)۔ وقال عطاء: أحلّ لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم۔ (أحكام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹ قبيل باب المهور، طبع سهيل اكيڈمی۔ أيضًا تفسير مظهری ج:۲ ص:۲۶، طبع كوئٹه)۔

(۲) ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها۔ (شامی ج:۳ ص:۳۲ فصل فی المحرمات، أيضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۸)۔

(۳) ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۸، فصل فی المحرمات، طبع دار المعرفة بيروت، أيضًا: رد المحتار ج:۳ ص:۳۲، فصل فی المحرمات)۔

(۴) ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۳۲ فصل فی المحرمات)۔ وفی البحر الرائق (ج:۳ ص:۱۰۸) وأراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع .... ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها۔

ماں بیٹی کا باپ بیٹے سے نکاح

سوال:...زید نے اپنے بیٹے کی شادی اپنی سالی کی بیٹی سے کردی، کچھ عرصہ بعد زید کی بیوی فوت ہوگئی، اس کے بعد زید نے اپنے بیٹے کی ساس یعنی اپنی سالی سے نکاح کرلیا، اب ماں اور بیٹی ایک ہی گھر میں ساس اور بہو اور ساتھ ساتھ ماں اور بیٹی کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:...جائز ہے، آپ کو ناجائز ہونے کا شبہ کیوں ہوا...؟[1]

بیوی اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے

سوال:...خسر کی بیوی جو اپنی زوجہ کی حقیقی ماں نہیں ہے، خسر کے انتقال کے بعد پہلی منکوحہ کی زندگی میں اس بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:...ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں کہ ان دونوں میں سے کسی کو اگر مرد فرض کرلیا جائے تو دونوں کا نکاح نہ ہوسکے، مثلاً: دو بہنیں، خالہ بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی۔[2] اس اُصول کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ ایک لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں کے درمیان رشتہ کیا ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر لڑکی کو مرد فرض کرلیا جائے تو اس کا نکاح سوتیلی ماں کے ساتھ نہیں ہوسکتا، لیکن اگر سوتیلی ماں کو مرد فرض کرلیا جائے (تو اس صورت میں چونکہ وہ سوتیلی ماں نہیں ہوسکتی اس لئے) لڑکی سے اس کا عقد جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی اور اس کی سوتیلی والدہ کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ اس لئے خسر کی بیوہ سے جو بیوی کی سوتیلی ماں ہے بیوی کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔[3]

---

(۱) وقال عطاء: أحل لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم ...إلخ. (أحكام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹، سورة النساء: ۲۴ قبيل باب المهور، طبع سهيل اكيڈمی لاهور). قالوا: ولَا بأس أن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج إبنه أمها أو بنتها لأنه لَا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفية إمرأة وزوج إبنه بنتها. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۵، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، طبع دار المعرفة، أيضًا: فتح القدير ج:۲ ص:۳۶۴، طبع دار صادر، بيروت).

(۲) لَا يجوز الجمع بين امرأتين لو كانت إحداهما ذكرًا لَا يجوز له أن تتزوّج بالأُخرىٰ. (خلاصة الفتاوىٰ ج:۲ ص:۷ طبع كوئٹه). (قوله وبين إمرأتين أية فرضت ذكرًا حرم النكاح) أى حرم الجمع بين إمرأتين إذا كانتا بحيث لو قدرت إحداهما ذكرًا حرم النكاح بينهما أيتهما كانت المقدرة ذكرًا كالجمع بين المرأة وعمّتها، والمرأة وخالتها، والجمع بين الأم والبنت نسبًا أو رضاعًا لحديث مسلم ...إلخ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۴، فصل في المحرمات، طبع دار المعرفة).

(۳) وقيد بقوله "أيَّةً فرضت" لأنه لو جاز نكاح إحداهما علىٰ تقدير مثل المرأة وبنت زوجها أو إمرأة إبنها فإنه يجوز الجمع بينهما عند الأئمة الأربعة وقد جمع عبدالله بن جعفر بين زوجه علي وبنته ولم ينكر عليه أحد وبيانه أنه لو فرضت بنت الزوج ذكرًا بأن كان ابن الزوج لم يجز له ان يتزوج بها، لأنها موطوءة أبيه، ولو فرضت المرأة ذكرًا لجاز له ان يتزوج ببنت الزوج لأنها بنت رجل أجنبي...إلخ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۵، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، طبع دار المعرفة، بيروت).

سوتیلے چچا کی مطلقہ سے نکاح دُرست ہے

سوال:...میرے سوتیلے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور میرے بیٹے کے ساتھ الزام لگایا، اور میرے بیٹے نے اس عورت سے شادی کرلی ہے، کیا یہ نکاح جائز ہے؟

جواب:...سوتیلے چچا کی مطلقہ سے نکاح دُرست ہے، جبکہ عدّت ختم ہونے کے بعد کیا جائے۔ (۱)

سوتیلی والدہ کے شوہر کے پوتے سے رشتہ جائز ہے

سوال:...ہم اپنی بہن کی شادی اپنی سوتیلی والدہ یعنی والد صاحب کی پہلی بیوی کے پہلے شوہر کے پوتے سے کرسکتے ہیں؟ اگر دیکھا جائے تو آپس میں ان کا کوئی رشتہ نہ ہوگا، ویسے دُنیا والے پھوپھی بھی کہتے ہیں۔ جناب کیا یہ نکاح جائز ہے؟

جواب:...جائز ہے۔ (۲)

سوتیلی ماں کی بیٹی سے شادی جائز ہے

سوال:...زید کے والد دُوسری شادی کرتے ہیں، زید کی دُوسری والدہ اپنے ساتھ ایک لڑکی لے کر آتی ہیں، جو ان کے پہلے شوہر سے ہے، زید میں اور لڑکی میں کوئی خونی رشتہ نہیں ہے، کیا زید اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟

جواب:...جی ہاں! کرسکتا ہے۔ (۳)

سوتیلی والدہ کی بہن سے شادی کرنا

سوال:...''الف'' نے اپنی پہلی بیوی کی وفات کے بعد بچوں کی موجودگی میں دُوسری شادی ''ب'' سے کرلی، جبکہ بچے شیرخوارگی (دُودھ پینے) کی عمر سے نکل چکے تھے، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان بچوں میں سے کوئی اپنی دُوسری ماں یعنی ''ب'' کی سگی بہن سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:...اگر اس کے علاوہ اور کوئی رشتہ نکاح سے مانع نہ ہو تو سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، بلکہ اس سے

---

(۱) قال تعالٰی: "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ" (النساء:۲۴). وفی أحکام القرآن للجصّاص: قال عطاء: أُحلّ لکم ما وراء ذوات المحارم من أقاربکم. (أحکام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹ طبع سهیل اکیڈمی).

(۲) أیضًا.

(۳) قالوا: لَا بأس أن یتزوج الرجل إمرأة ویتزوج إبنه أمها أو بنتها لأنه لَا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیة إمرأة، وزوج إبنه بنتها. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۵، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، أیضًا: فتح القدیر ج:۲ ص:۳۶۴، فصل فی المحرمات، طبع دار صادر بیروت).

بڑھ کر یہ کہ سوتیلی ماں کی سگی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے جو پہلے شوہر سے ہو۔ (۱)

سوتیلی ماں کے بھائی سے نکاح جائز ہے

سوال:... کیا لڑکی ایک ایسے شخص سے شرعی طور سے نکاح کرسکتی ہے جو اس لڑکی کی سوتیلی ماں کا سگا بھائی ہو؟

جواب:... سوتیلی ماں کے بھائی سے نکاح جائز ہے، واللہ اعلم۔ (۲)

بھائی کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال:... منیر کا نکاح ایسی بیوہ عورت سے ہوا جو اپنے سابقہ مرحوم خاوند کی ایک لڑکی ساتھ لائی، کیا قرآن وسنت کی رُو سے منیر کے سگے چھوٹے بھائی کا نکاح اس لڑکی سے ہوسکتا ہے؟

جواب:... ہوسکتا ہے۔ (۳)

بہن کی سوتیلی لڑکی سے نکاح کرنا

سوال:... میرے ایک چچازاد بھائی ہیں، ان کی شادی تقریباً ۱۸ سال پہلے ایک خاتون سے ہوئی، ان سے ان کی دو بچیاں ہیں، تقریباً آٹھ سال بعد میرے چچازاد بھائی کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد انہوں نے میری بہن سے شادی کرلی، اس وقت ان کی بڑی لڑکی کی عمر تقریباً ۱۳ سال تھی اور چھوٹی ۹ سال کی۔ اب جبکہ ان کی بڑی بیٹی کی عمر تقریباً ۱۹ سال ہے اور میں ان سے شادی کا خواہش مند ہوں مگر چند رشتہ دار کہتے ہیں یہ شادی حرام ہے، جبکہ دونوں بچیاں اپنی دادی کے پاس رہتی ہیں اور انہوں نے میری بہن کے ساتھ زیادہ تعلقات بھی نہیں رکھے، میری عمر تقریباً ۲۲ سال ہے اور پورے گھر والے اور میری بہن اور لڑکی کے والد بھی رضامند ہیں اور لڑکی بھی۔

جواب:... اس لڑکی کے ساتھ آپ کا نکاح جائز ہے۔ (۴)

---

(۱) وقد قدمنا قريبًا أنه لَا بأس أن يتزوج الرجل إمرأة، ويتزوج إبنه أمها أو بنتها لأنه لَا مانع، وقد تزوج محمد بن الحنفية إمرأة وزوج إبنه بنتها۔ (فتح القدير ج:۲ ص:۳۶۴، طبع دار صادر، بيروت، أيضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۵، طبع دار المعرفة بيروت)۔

(۲) قال تعالٰى: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" (النساء:۲۴)۔ قال عطاء: أحلّ لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم۔ (أحكام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹)۔

(۳) قال تعالٰى: حرمت عليكم أمهاتكم .... وأحل لكم ما وراء ذالكم۔ أى: ما عدا من ذُكرن من المحارم، هُن لكم حلال، قاله عطاء وغيره۔ (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۲۳۰، سورة النساء:۲۴، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه، أيضًا: أحكام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۱۳۹)۔

(۴) ایضاً۔

سوتیلے والد کا بیٹے کی ساس سے نکاح جائز ہے

سوال:... چند روز پہلے پنجاب کے ایک گاؤں سے میرے دوست کا خط آیا، جس میں اس نے بتایا ہے کہ گاؤں میں ایک نکاح اس طرح ہونے والا ہے کہ جسے گاؤں کی اکثریت قبول کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ زید کے والد کا انتقال ہوگیا تو اس کی والدہ نے دُوسرا نکاح کرلیا، اسی دوران ماں کے بطن سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی، کچھ دنوں بعد زید نے کسی بیوہ کی لڑکی سے شادی کرلی، عنقریب زید کا سوتیلا والد مذکورہ بیوہ یعنی زید کی ساس سے نکاح کرنے والا ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ کیا یہ نکاح شریعت میں جائز ہے یا ناجائز؟ عین ممکن ہے گاؤں کا یہ شخص جو کہ زمین دار کہلاتا ہے آپ کا جواب سن کر استفادہ کرسکے اور اگر کسی گناہ کے سرزد ہونے کا امکان ہے تو بچ سکے۔

جواب:... زید کے سوتیلے والد کا زید کی ساس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔[1]

یتیم لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنے کے بعد اس کی ماں سے خود اور اس کی بہن سے اپنے لڑکے کا نکاح جائز ہے

سوال:... ایک شخص نے ایک نوجوان یتیم سے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا، پھر اس لڑکے کی والدہ سے اپنا اور لڑکے کی بہن سے اپنے بیٹے کا نکاح پڑھوالیا، یہ نکاح کیسا رہا؟

جواب:... صحیح ہے، اس میں آپ کو کیا اِشکال ہے...؟[2]

باپ بیٹے کا سگی بہنوں سے نکاح جائز ہے لیکن ان کی اولاد کا نہیں

سوال:... زید نے ہندہ سے شادی کی، جس سے تین بچے سلیمہ، نسیمہ اور عابد پیدا ہوئے، بعد میں ہندہ کا انتقال ہوگیا تو زید نے سلمیٰ سے دُوسری شادی کرلی، اس عرصے میں زید کا بیٹا عابد بھی جوان ہوگیا، اس کے رشتے کی تلاش ہوئی تو سلمیٰ کی بہن طاہرہ سے زید کے بیٹے عابد کی شادی کردی گئی، اس طرح سلمیٰ اور طاہرہ دونوں سگی بہنیں زید اور عابد سگے باپ بیٹے کے گھر میں بیویاں بن گئیں۔ اس صورت میں ان کی اولادوں کے درمیان رشتہ داری کی کیا نوعیت ہوگی؟ اور خود عابد کی اولاد شرعی حدود میں کیا نوعیت رکھتی ہے؟ اور ان سے شادی کرنے والے کیا کہلائیں گے؟ کیا شرعی حدود میں یہ رشتے صحیح ہیں؟

---

(۱) قال تعالٰی: حرمت علیکم أمهاتکم .... وأحل لکم ما وراء ذالکم. أی: ما عدا من ذُکرن من المحارم، هُن لکم حلال، قاله عطاء وغیره. (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۲۳۰، سورة النساء:۲۴، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه، أیضًا: أحکام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۱۳۹، طبع سهیل اکیڈمی لاهور). وفی الفتاوی الشامیة (ج:۳ ص:۳۱) باب المحرمات: قال الخیر الرملی: ولَا تحرم بنت زوج الأم .... ولَا أم زوجته الإبن ولَا بنتها، ولَا زوجة الربیب ولَا زوجة الراب.

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

جواب:... باپ اور بیٹے کا نکاح دو سگی بہنوں سے صحیح ہے، مگر باپ اور بیٹے کی اولادوں کے درمیان رشتہ نہیں ہوسکتا۔[۱]

سمدھی سے نکاح جائز ہے

سوال:... اگر کوئی عورت سمدھی سے شادی کرلے تو از روئے شریعت یہ اقدام کیسا ہے؟ جائز ہے یا باعثِ شرم؟ نیز ایسے لوگوں سے ملنا جلنا چاہئے یا نہیں؟ آگاہ فرمائیں کہ شریعت کی رُو سے یہ نکاح ٹھیک ہوا یا نہیں؟

جواب:... سمدھی اگر عورت کا نامحرَم ہے تو اس سے نکاح کرلینا جائز اور صحیح ہے، اور اس میں کوئی بات لائقِ شرم نہیں، نہ ان لوگوں سے میل ملاقات ترک کرنے کی کوئی وجہ ہے۔[۲]

بہنوئی کے سگے بھائی کی لڑکی سے شادی جائز ہے

سوال:... کیا میرے بہنوئی کے سگے بھائی کی لڑکی سے میرے سگے بھائی کا رشتہ جائز ہے؟

جواب:... جائز ہے۔[۳]

جیٹھ سے نکاح کب جائز ہے؟

سوال:... کیا جیٹھ سے نکاح جائز ہے؟

جواب:... شوہر نے طلاق دے دی ہو یا اس کا انتقال ہوگیا ہو، تو عدّت کے بعد اس کے بڑے بھائی سے نکاح جائز ہے۔[۴]

دو سگے بھائیوں کی دو سگی بہنوں سے اولاد کا آپس میں رشتہ

سوال:... زید اور بکر دو بھائیوں کو دو سگی بہنیں بیاہی گئیں، زید کا لڑکا ہے، بکر کی لڑکی ہے، بکر کے ذہن میں ہے کہ زید اس لڑکی کا رشتہ مانگے گا، زید کہتا ہے کہ دو سگے بھائیوں کو دو سگی بہنیں بیاہی گئی ہوں تو ہم نے پڑھا اور بزرگوں سے سنا ہے کہ انہیں اپنے بچوں کی شادیاں آپس میں نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ ان کی اولاد ٹھیک ٹھاک پیدا نہیں ہوتی (خدا نہ کرے)۔ ہمارا مذہب اس سلسلے میں کیا کہتا ہے؟

---

(۱) أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة .... (قوله قرابة) فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن وفروع أجداده وجداته ببطن واحد فلهٰذا تحرم العمات. (رد المحتار، فصل في المحرمات ج:۳ ص:۲۸)

(۲) وأما بنت زوجة أبيه أو إبنته فحلال .... وفي الشامية: قال الخير الرملي: ولَا تحرم بنت زوج الأم ولَا أمه، ولَا أم زوجة الأب ولَا بنتها. (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۳۱، كتاب النكاح، باب في المحرمات، طبع سعيد، أيضًا: فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۷ كتاب النكاح، الفصل الثالث، طبع رشيديه).

(۳) قال تعالىٰ: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" (النساء:۲۴). وفي الجصّاص: قال عطاء: أُحلّ لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم. (أحكام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹ طبع سهيل اكيڈمی).

(۴) ایضاً حوالہ بالا۔ نیز: لَا يجوز للرجل أن يتزوّج زوجة غيره وكذٰلك المعتدة سواء كانت العدّة عن طلاق أو وفاة. (فتاویٰ هندية ج:۱ ص:۲۸۰، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس، طبع رشيديه).

جواب:...شرعی نقطے سے یہ بات بالکل غلط ہے۔

لے پالک کی شرعی حیثیت

سوال:...زید کے ہاں اولاد نہیں ہے، اس نے محمود سے بیٹی گود لے لی، زید کا محمود سے کوئی رشتہ نہیں ہے، اب زید کے ہاں وہ لڑکی جوان ہوجاتی ہے، آپ بتائیں کہ وہ لڑکی زید کے لئے محرَم ہے یا غیرمحرَم؟ وہ اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:...شریعت میں "لے پالک" بنانے کی کوئی حیثیت نہیں، وہ لڑکی اس کے لئے نامحرَم ہے اور اس سے عقد بھی جائز ہے۔[1]

بیٹی کے شوہر کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال:...ہماری کمپنی کے ایک ڈرائیور عبداللہ نے اپنی سگی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کیا تھا، اس شخص کی پہلے سے ایک بیٹی موجود تھی، اس طرح عبداللہ اس لڑکی کا نانا ہوا، اب عبداللہ اس لڑکی یعنی اپنی سوتیلی نواسی کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے، حالانکہ دونوں کی عمروں میں بھی کافی فرق ہے، عبداللہ ایک صحت مند آدمی ہے اور پیسے والا بھی ہے، وہ کہتا ہے کہ وہ لڑکی میری سگی نواسی کی بیٹی نہیں ہے، اس لئے میں اس سے شادی کرسکتا ہوں۔

جواب:...نکاح تو جائز ہے،[2] لیکن مناسب ہے بھی یا نہیں؟ اس کو دونوں فریق جانتے ہوں گے۔

لے پالک لڑکی کا نکاح حقیقی لڑکے سے جائز ہے

سوال:...اگر کوئی شخص کسی اور لڑکی کو لے کر پال لے تو اس لڑکی کی حیثیت اس شخص کے سگے بیٹے کے ساتھ کیا ہوگی؟ اگر وہ نامحرَم قرار پاتی ہے تو اس کے ساتھ نکاح بھی جائز ہونا چاہئے؟ اس طرح تو ایک گھر میں ساتھ ساتھ رہنا بھی مناسب نہیں۔

جواب:...یہ لڑکی اس شخص کی اولاد کے لئے نامحرَم ہے اور اس کے لڑکوں سے اس کا نکاح صحیح ہے،[3] لہٰذا ان کا بے پردہ ایک ساتھ رہنا بھی جائز نہیں۔[4]

---

(۱) قال الله تعالٰى: "وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ" (الأحزاب: ۴). وقال تعالٰى: فلما قضٰى زيد منها وطرًا زوجنٰكها لكيلا يكون على المؤمنين حرج في أزواج أدعيائهم، الآية. قد حوت هٰذه الآية أحكامًا .... والثانى ان البنوة من جهة التبنى لَا تمنع جواز النكاح۔ (أحكام القرآن للجصّاص ج:۳ ص:۳۶۱ سورة الأحزاب، قبيل باب الطلاق قبل النكاح، طبع سهيل اكيڈمى)۔

(۲) قال تعالٰى: "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" أى ما عدا من ذكرن من المحارم، هن حلال لكم، قاله عطاء وغيره۔ (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۲۳۰، سورة النساء:۲۴، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۳) ایضاً حوالہ بالا نمبر ۱، ۲۔

(۴) قال تعالٰى: "وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ...اِلخ" (النور: ۳۱)۔

بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد سے شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کا نکاح جائز ہے

سوال:... زید کے والدین زید کی شادی چچازاد بہن سے کرنا چاہتے ہیں، صورتِ حال یہ ہے کہ چچا کے فوت ہونے کے بعد زید کے والد صاحب نے چچی سے نکاح کرلیا تھا، اب چچی بھی فوت ہوچکی ہیں، ان کی اکلوتی بیٹی ہے، زید کے والد صاحب چاہتے ہیں کہ اب وہ اپنے بیٹے (زید) کی شادی اس لڑکی سے کریں۔ مولانا صاحب! براہِ کرم یہ بتائیں کہ کیا یہ شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے،[1] اگرچہ لڑکی کی والدہ لڑکے کے والد کے نکاح میں ہو، بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد سے شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کا نکاح جائز ہے۔

پہلی بیوی کی لڑکی کا نکاح دُوسری بیوی کے بھائی سے جائز ہے

سوال:... ایک شخص کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہے اور دُوسری بیوی کا ایک بھائی ہے، اور وہ دونوں بالغ ہیں، کیا ان دونوں کا نکاح جائز ہے؟

جواب:... جائز ہے۔[2]

سابقہ اولاد کی آپس میں شادی جائز ہے

سوال:... زید، جس کی بیوی کا انتقال ہوچکا ہے اس کی ایک اولاد ہے (لڑکا یا لڑکی) اسی طرح سے ایک بیوہ ہے اور اس کی بھی ایک اولاد ہے (لڑکا یا لڑکی) یہ دونوں یعنی زید اور بیوہ شادی کرلیتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں کی جو سابقہ اولادیں ہیں ان کی آپس میں بالغ ہونے پر شادی جائز ہے یا ناجائز ہے؟ جبکہ زید کے بچے نے اس بیوہ کا دُودھ بھی نہیں پیا۔

جواب:... سابقہ اولادوں کی شادی آپس میں جائز ہے۔[3]

والدہ کی چچازاد بہن سے شادی جائز ہے

سوال:... کیا کوئی شخص اپنی والدہ کی چچا کی بیٹی سے شادی کرسکتا ہے؟ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نہیں کرسکتا کیونکہ ایک طرح سے لڑکی، لڑکے کی خالہ بن جاتی ہے، کچھ کہتے ہیں کہ نہیں یہ شادی ہوسکتی ہے، کیونکہ لڑکی خالہ نہیں ہوتی۔

جواب:... اگر اور کوئی مانع نہ ہو تو والدہ کے چچا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے،[4] وہ رشتے کی خالہ ہے، حقیقی خالہ نہیں۔

---

(۱) وتحل بنات العمات والأعمام. (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۲۸، طبع سعید).

(۲) قوله تعالیٰ: "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" وقال عطاء: أحلّ لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم .... قال أبوبكر: هو عام فيما عدا المحرمات في الآية وفي السنة النبي صلى الله عليه وسلم. (أحكام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹، سورة النساء:۲۴، طبع سهيل اكيڈمی).

(۳) أيضًا.

(۴) أيضًا.

والدہ کی پھوپھی زاد اولاد سے شادی

سوال:...اپنی والدہ کی سگی پھوپھی کی بیٹی یا بیٹا یعنی والدہ کے پھوپھی زاد کزن یعنی اپنی خالہ یا ماموں سے کیا شادی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...والدہ کی پھوپھی کی لڑکی اور لڑکے سے نکاح جائز ہے۔(۱)

رشتے کی بھانجی سے شادی جائز ہے

سوال:...میرے گھر والے میری شادی کرنا چاہتے ہیں، جس لڑکی سے شادی کر رہے ہیں وہ لڑکی میرے تایا کی لڑکی کی بیٹی ہے، جس سے میری شادی ہوگی وہ لڑکی رشتے میں میری بھانجی لگتی ہے، کیا یہ شادی ہوسکتی ہے؟

جواب:...جس طرح تایا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، اسی طرح اس لڑکی کی لڑکی یعنی تایا کی نواسی سے بھی جائز ہے۔(۲)

رشتے کے ماموں، بھانجی کا نکاح شرعاً کیسا ہے؟

سوال:...میں اپنے بیٹے کی شادی اپنی بہن کی بیٹی کی بیٹی سے کرنا چاہتی ہوں، یہ آپس میں ماموں بھانجی بھی ہیں رشتے سے۔

جواب:...آپ کے بیٹے کی شادی بہن کی بیٹی کی بیٹی سے جائز ہے، شرعاً کوئی ممانعت نہیں، اور رِشتے کے ماموں بھانجی ہونے کا کوئی اِعتبار نہیں۔(۳)

سوتیلے ماموں کی پوتی سے نکاح

سوال:... جہاں میں اپنا رِشتہ کرنا چاہتا ہوں، وہ لڑکی میری رشتہ میں ماموں زاد سوتیلی بھانجی لگتی ہے۔ قصہ یوں ہے کہ میرے نانا نے دو شادیاں کی تھیں، پہلی بیوی میں سے ایک لڑکا ہوا جو میرے بڑے ماموں ہیں، اور کچھ عرصہ بعد میری سوتیلی نانی فوت ہوگئی، چھ لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے، پھر بڑی لڑکی کی شادی ہوگئی اور اس کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، یعنی میرے سوتیلے ماموں کی پوتی پیدا ہوئی، بیوی کی وفات کے فوری بعد میرے نانا نے دُوسری شادی کرلی تھی، اس طرح دُوسری بیوی سے میری امی پیدا ہوئی۔

جواب:...سوتیلے ماموں کی پوتی سے آپ کا عقد جائز ہے۔(۴)

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) وتحل بنات العمّات والأعمام۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۲۸، فصل فی المحرمات)۔

(۳) قوله تعالٰی: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" .... وقال عطاء: أُحلّ لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم .... قال أبوبكر: هو عام فيما عدا المحرمات في الآية وفي السنة النبي صلى الله عليه وسلم۔ (أحكام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹، سورة النساء:۲۴، طبع سهيل اكيڈمی)۔

(۴) ایضاً حوالہ بالا۔

خالہ کے نواسے سے نکاح جائز ہے

سوال:... میری ایک سگی خالہ ہے، ان کا سگا نواسہ ہے، وہ میرا بھانجا ہوا، تو کیا خالہ اور بھانجے کا نکاح جائز ہے؟

جواب:... خالہ کا نواسہ رشتے کا بھانجا کہلاتا ہے، سگا بھانجا نہیں، اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔(۱) یا یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح خالہ کے لڑکے سے نکاح ہوسکتا ہے،(۲) اسی طرح خالہ کے نواسے سے بھی ہوسکتا ہے۔

خالہ زاد بھانجی سے شادی

سوال:... میرے گھر والے جہاں میری شادی کرنا چاہتے ہیں اس لڑکی کے والد میرے والد صاحب کے چچازاد بھائی ہیں اور اس کی والدہ میری سگی خالہ زاد بہن ہیں، کیا یہ شادی ہوسکتی ہے؟ اور یہ شادی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... بلاشبہ جائز ہے۔(۳)

پھوپھی زاد سے نکاح جائز ہے

سوال:... میرا دوست جو اپنی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح کر چکا ہے، نکاح کورٹ میں کیا تھا، کیونکہ گھر والے خلاف تھے، نکاح کروانے میں میرا بھی ہاتھ ہے، مگر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح اسلام میں جائز نہیں، لیکن نکاح سے پہلے میں نے علماء سے معلوم کیا تھا، علماء نے یہ رشتہ جائز قرار دیا تھا، میں سوچتا ہوں اگر یہ رشتہ جائز نہیں تو سارا گناہ میرے سر ہوگا، تو کیا یہ رشتہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... پھوپھی زاد سے نکاح جائز ہے، اس کی لڑکی سے بھی جائز ہے۔(۴)

پھوپھی زاد کی بیٹی سے نکاح جبکہ وہ رشتے میں بھانجی ہو

سوال:... کیا میری پھوپھی زاد کی بیٹی سے میرا نکاح جائز ہے؟ جبکہ میں رشتے میں اس کا ماموں لگتا ہوں۔

جواب:... پھوپھی زاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، آپ اس کے رشتے کے ماموں ہیں، مگر سگے ماموں نہیں۔(۵)

---

(۱) قال تعالٰی: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" وقال عطاء: أُحلّ لكم ما وراء ذوات المحارم من أقاربكم .... قال أبوبكر: هو عام فيما عدا المحرمات فى الآية وفى السنة النبى صلى الله عليه وسلم. (أحكام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹، سورة النساء:۲۴، طبع سهيل اكيڈمی).

(۲) وتحل بنات العمّات والأعمام والخالات. (رد المحتار ج:۳ ص:۲۸).

(۳) ایضاً حوالہ بالا۔

(۴) ایضاً۔

(۵) ایضاً۔

پھوپھی زاد بہن کی پوتی سے نکاح

سوال:... میں جس جگہ رشتے کا خواہش مند ہوں وہ لڑکی میرے والد صاحب کی سگی بھانجی کے لڑکے کی لڑکی ہے، اس سے میرا رِشتہ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

جواب:... یہ لڑکی آپ کی پھوپھی زاد بہن کی پوتی ہوئی، شرعاً یہ رشتہ محرمیت کا نہیں، اس لئے آپ کا رِشتہ اس سے ہوسکتا ہے۔[۱]

پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے

سوال:... دُور کے رِشتے کی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟ شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جلد از جلد جواب سے نواز کر پریشانی سے نجات دِلائیں، عین نوازش ہوگی۔

جواب:... سگی پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہن بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔[۲]

والدہ کی ماموں زاد بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:... میرے گھر والے میری جس جگہ شادی کی بات کر رہے ہیں وہ میری والدہ کی ماموں زاد بہن ہے، اس طرح وہ رشتے میں میری خالہ ہوئیں، کیا ایسی خالہ سے میرا نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب:... صرف سگی خالہ یا رضاعی خالہ سے شادی نہیں ہوسکتی،[۳] باقی رشتوں کی اس طرح کی خالہ سے نکاح دُرست ہے۔[۴]

بھتیجے اور بھانجے کی بیوہ، مطلقہ سے نکاح جائز ہے

سوال:... جس طرح بھتیجا یا بھانجا اپنے چچا اور ماموں کی بیوہ یا مطلقہ (اپنی چچی یا ممانی) کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں، اسی طرح ایک چچا یا ماموں بھی اپنے بھتیجے یا بھانجے کی بیوہ یا مطلقہ عورتوں کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) قال تعالیٰ: "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ" وقال عطاء: أحلّ لکم ما وراء ذوات المحارم من أقاربکم ...إلخ. (أحکام القرآن للجصّاص ج:۲ ص:۱۳۹ طبع سهیل اکیڈمی).

(۲) ایضاً۔

(۳) قال تعالیٰ: "حرمت علیکم أمهٰتکم وبناتکم وأخوتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم" (النساء:۲۳). وفی شرح مختصر الطحاوی (ج:۴ ص:۳۱۹) کتاب النکاح: والرضاع مثل النسب فی ذالک لقول النبی صلی الله علیه وسلم: یُحرم من الرضاع ما یحرم من النسب. تحرم العمّات والخالاَت ...... (قوله رضاع) فیحرم به ما یحرم من النسب. (رد المحتار ج:۳ ص:۲۸ فصل فی المحرمات).

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

جواب:... جی ہاں کرسکتے ہیں، بشرطیکہ کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہ ہو۔ (۱)

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے، مگر بیٹے کی بیوہ سے نہیں

سوال:... زید کا چچی (چچا کی بیوی) کے ساتھ نکاح تو چچا کے فوت ہونے کے بعد جائز ہے، کیا زید کے مرنے کے بعد زید کا چچا اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو زید کا باپ اپنے بھائی کے فوت ہونے پر اس کی بیوہ سے نکاح کی صورت میں گویا اپنی بہو سے نکاح کا مرتکب ہوجاتا ہے۔

جواب:... بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے، (۲) مگر بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز نہیں، (۳) چونکہ اس صورت میں اس کے بھائی کی بیوی بیٹے کی بھی بیوہ ہے، اس لئے اس کا بھائی کی بیوہ سے نکاح دُرست نہیں ہوگا۔

بیوی کے مرنے کے بعد سالی سے جب چاہے شادی کرسکتا ہے

سوال:... کیا یہ بات دُرست ہے کہ سالی سے شادی کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیوی کے انتقال کے ۳ ماہ ۲۰ دن بعد کی جائے، ورنہ حرام ہوگی؟

جواب:... نہیں! شوہر پر ایسی کوئی پابندی نہیں، البتہ بیوی کو طلاق دینے کی صورت میں جب تک اس کی عدّت نہیں گزر جاتی اس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ (۴) بیوی کے انتقال سے نکاح فوراً ختم ہوجاتا ہے، اس لئے بیوی کی وفات کے بعد جب بھی چاہے سالی سے نکاح کرسکتا ہے، اس کے لئے کسی مدّت کی پابندی شرط نہیں۔ (۵)

مرحومہ بیوی کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

سوال:... میرے دوست کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اور میرے دوست کے خاندان والے اس کی شادی بیوی کی پھوپھی سے کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے کہ پھوپھی ساس کے ساتھ شادی کرے؟

(۱،۲) قال تعالیٰ: "وأحل لکم ما وراء ذٰلکم" (النساء: ۲۴)، أی ما عدا ما ذکرن من المحارم هن حلال لکم، قاله عطاء وغیره. (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۲۳۰، طبع رشیدیه، أیضًا: تفسیر نسفی ج:۱ ص:۳۴۸، طبع بیروت).

(۳) حرم تزوجه أمه .... وامرأة أبیه وابنه وان بعدا .... وأما حلیلة الإبن فبقوله تعالیٰ: وحلٰئل أبنآئکم الذین من أصلٰبکم ... إلخ. (البحر الرائق مع الکنز ج:۳ ص:۹۹ تا ۱۰۱، طبع دار المعرفة، بیروت). وتحرم موطوٰت آباءه وأجداده (إلٰی قوله) وموطوٰت أبنائه وأبناء أولَاده. (رد المحتار، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۲۸).

(۴) ولَا یجوز أن یتزوّج أخت معتدته سواء کانت العدة عن طلاق رجعی أو بائن أو ثلاث ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۹، کتاب النکاح، مطلب وقت الدخول بالصغیرة).

(۵) إذا ماتت امرأة الرجل فتزوّج بأُختها بعد یوم جاز. (خلاصة الفتاویٰ ج:۲ ص:۷).

جواب:...بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کی پھوپھی، اس کی خالہ اور اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ (۱)

بھائی کی بیوی کی پہلی اولاد سے شادی ہوسکتی ہے

سوال:...میرے بھائی نے ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، ان خاتون سے ایک لڑکی پہلے شوہر سے تھی، اب میرے بھائی سے بھی ماشاء اللہ دو بچے ہیں، ظاہر ہے کہ دونوں بچے تو میرے سگے بھتیجے ہوئے اور اسی رشتے سے پہلے شوہر سے جو لڑکی ہے وہ میری بھتیجی ہوئی، مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ آیا میں اس لڑکی سے (جو پہلے شوہر سے ہے) شادی کرسکتا ہوں؟

جواب:...آپ کے بھائی کی بیوی کی پہلی اولاد سے آپ کی شادی میں کوئی شرعی رُکاوٹ نہیں۔ (۲)

دادی کی بھانجی سے شادی جائز ہے

سوال:...کیا دادی کی چھوٹی بہن کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

جواب:...جائز ہے۔ (۳)

باپ کی پھوپھی زاد بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:...میرے والد کی سگی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ میرا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ مجھے فوراً بتائیں مہربانی ہوگی، اور میرا اس لڑکی کے ساتھ کیا رشتہ بنتا ہے؟

جواب:...باپ کی پھوپھی زاد بہن سے نکاح جائز ہے۔ (۴)

رشتے کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

سوال:...بشیر اور نصیر دونوں بھائی ہیں، زید بشیر کے پوتے کی شادی نصیر کی لڑکی ہندہ سے کرنا چاہتے ہیں جو کہ ایک رشتے سے زید کی پھوپھی لگتی ہے۔ ہماری برادری کے بہت سے لوگوں کا اعتراض ہے کہ یہ شادی جائز نہیں، حالانکہ رضاعت کا بھی کوئی رشتہ نہیں ہے۔

جواب:...ایک بھائی کے پوتے کا دُوسرے بھائی کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے، یہ رشتہ شرعاً دُرست ہے، کوئی قباحت

---

(۱) قال تعالیٰ: "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" .... وقال عطاء: أحل لكم ما ورآء ذوات المحارم من أقاربكم .... قال أبوبكر: هو عام فيما عدا المحرمات في الآية وفي السُّنة النبي صلى الله عليه وسلم. (أحكام القرآن للجصاص ج:۲ ص:۱۳۹، سورة النساء، طبع سهيل اكيڈمی).

(۲) أيضًا.

(۳) أيضًا.

(۴) إذا ماتت امرأة الرجل فتزوّج بأُختها بعد يوم جاز. (خلاصة الفتاویٰ ج:۲ ص:۷، كتاب النكاح، الفصل الثانی، فيمن يكون محلًا للنكاح وفيما لَا يكون، طبع رشيديه كوئٹه).

نہیں۔[1] لڑکی، لڑکے کی سگی پھوپھی نہیں کہ اشکال ہو۔

پھوپھی کے انتقال کے بعد پھوپھا سے نکاح جائز ہے

سوال:... جناب میری ہمشیرہ کا ۲ برس ہوئے انتقال ہوگیا، وہ بے اولاد تھیں، کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بہنوئی سے کردُوں؟

جواب:... جائز ہے۔[2]

بیوہ چچی سے نکاح جائز ہے

سوال:... ایک شخص نے ایک غیر مسلم عورت کو مسلم کرکے اس سے شادی کی، اس عورت سے اس شخص کے چار بچے ہوئے، پھر وہ شخص انتقال کرگیا۔ اس شخص کے مرنے کے دو سال بعد بچوں کے مستقبل کی خاطر اس شخص کے سگے بھتیجے نے اس عورت سے شادی کرلی، کیا اسلام کی رُو سے یہ شادی جائز ہے؟

جواب:... شوہر کا بھتیجا عورت کا محرَم نہیں، اس سے نکاح جائز ہے،[3] بشرطیکہ کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہ ہو۔

تایازاد بہن کے لڑکے سے نکاح جائز ہے

سوال:... کیا تایازاد بہن کے لڑکے سے شادی ہوسکتی ہے؟ کیونکہ وہ لڑکا رشتے میں لڑکی کا بھانجا ہوتا ہے، ان دونوں کا رشتہ خالہ بھانجے کا ہوا۔

جواب:... تایازاد بہن کے لڑکے سے نکاح جائز ہے،[4] وہ سگا بھانجا نہیں۔

تایازاد بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:... میرے والدین میری شادی میرے تایا کی لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں، میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا اسلام میں تایازاد بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... جائز ہے۔[5]

---

(۱) قال تعالیٰ: "وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" أی ما عدا من ذکرن من المحارم، هن حلال لکم، قاله عطاء وغیره۔ (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۲۳۰، سورة النساء، طبع رشیدیه کوئٹه، أیضًا: تفسیر نسفی ج:۱ ص:۳۴۸، طبع بیروت)۔

(۲) أیضًا۔

(۳) أیضًا۔

(۴ و ۵) وتحل بنات العمّات والأعمام۔ (رد المحتار، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۲۸)۔

تایازاد بھائی کی لڑکی سے شادی جائز ہے

سوال:... کیا تایازاد بھائی کی لڑکی سے شادی ہوسکتی ہے؟

جواب:... جائز ہے۔[1]

چچازاد بھائی کی لڑکی سے شادی کرنا

سوال:... چچازاد بھائی کی لڑکی سے شادی جائز ہے؟

جواب:... سگے چچا بھتیجی کا رِشتہ جائز نہیں،[2] رشتے کے چچا بھتیجی کا جائز ہے۔

چچا کی پوتی سے نکاح جائز ہے

سوال:... ایک دادا کی اولاد، سات بھائیوں نے آپس میں لڑکے لڑکیوں کا نکاح کیا، مسمّیٰ مسلم کی اہلیہ چچازاد بہن ہے، اب مسلم اپنے بھائی کی منگنی اپنے سالے کی لڑکی یعنی چچا کے لڑکے کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے، جبکہ چچا کی بیٹی مسلم کی منکوحہ ہے، جس کا بھائی مسلم کا سالا ہوا، اس کی بیٹی سے اپنے بھائی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ جبکہ یہ فروعی رشتے سے چچا بھتیجی ہوتے ہیں، لیکن یہ رشتہ حقیقی نہیں محض ددھیالی رشتہ ہے، آیا ان کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... چچازاد بھائی کی بیٹی سے مسلم کے بھائی کا نکاح جائز ہے (یعنی چچا کی پوتی سے نکاح دُرست ہے)، مسلم کے چچازاد بھائی کی بیٹی مسلم کی حقیقی بھتیجی نہیں، بلکہ رشتے کی بھتیجی ہے، حقیقی بھتیجی سے نکاح منع ہے،[3] رشتے کی بھتیجی سے نکاح منع نہیں ہے۔[4]

والد کے ماموں زاد بھائی کی نواسی سے شادی جائز ہے

سوال:... والد کے ماموں زاد بھائی کی لڑکی کی لڑکی سے شادی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ رشتے کے حساب سے یہ میری بھانجی ہوئی۔

---

(۱) قال تعالٰی: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" أی ما عدا ما ذكرن من المحارم، هن حلال لكم، قاله عطاء وغيره. (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۲۳۰، سورة النساء، طبع رشيديه كوئٹه، أيضًا: تفسير مدارك ج:۱ ص:۳۴۸، طبع دار ابن كثير).

(۲) قال تعالٰی: حرمت عليكم أمهٰتكم وبناتكم .... وبنات الأخ وبنات الأخت، الآية (النساء:۲۳). المحرمات بالنسب وهن الأمّهات والبنات والأخوات والعمّات والخالات وبنات الأخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۲۷۳، كتاب النكاح).

(۳) قال الله تعالٰی: "حرمت عليكم امهٰتكم وبناتكم وأخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنات الأخ" الآية (النساء:۲۳). فتحرم بنات الإخوة والأخوات. (رد المحتار، فصل في المحرمات ج:۳ ص:۲۸).

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

جواب:... والد کے ماموں زاد بھائی کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔ (۱)

رشتے کے بھتیجے سے شادی جائز ہے

سوال:... میرے خالہ زاد بھائی کے لڑکے سے میرا نکاح جائز ہے کہ ناجائز؟ جبکہ مجھے اس سے شادی کرتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی ہے۔

جواب:... خالہ زاد بھائی کے لڑکے سے نکاح جائز ہے۔ (۲)

والد کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:... والد صاحب کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... اپنے والد کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے۔ (۳)

والد کی ماموں زاد بہن سے شادی جائز ہے

سوال:... والد کے ماموں کی بیٹی سے شادی ہوسکتی ہے؟

جواب:... اگر کوئی اور رِشتہ محرمیت کا نہیں تو جائز ہے۔ (۴)

ماموں کی لڑکی کے ہوتے ہوئے خالہ کی لڑکی سے نکاح

سوال:... ایک صاحب کے ہاں اپنے ماموں کی بچی پہلے ہی اس کی زوجیت میں ہے، آیا وہ پہلی بیوی کی موجودگی میں بوجہ مجبوری دُوسری شادی اپنی خالہ کی لڑکی سے کرسکتا ہے کہ نہیں؟

جواب:... ماموں کی لڑکی کی موجودگی میں خالہ کی لڑکی سے نکاح دُرست ہے۔ (۵)

---

(۱) قال تعالٰی: وأحل لکم ما ورآء ذالکم الآیة، قال عطاء وغیره: أحل لکم ما ورآء ذوات المحارم من أقاربکم۔ (أحکام القرآن للجصاص، سورة النساء:۲۴، ج:۲ ص:۱۳۹، طبع سهیل اکیڈمی، أیضًا: تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۲۳۰، سورة النساء، طبع رشیدیه کوئٹه، أیضًا: تفسیر مدارک للإمام النسفی ج:۱ ص:۳۴۸، طبع دار ابن کثیر، بیروت، لبنان)۔

(۲) وتحل بنات العمّات والأعمام والخالات۔ (رد المحتار، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۲۸)۔

(۳) ایضاً حاشیہ نمبرا ملاحظہ ہو۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبرا ملاحظہ ہو۔

(۵) فلیحفظ هٰذا الأصل: وحرم الجمع (الٰی قوله) بین امرأتین أیتهما فرضت ذکرًا لم تحل للأُخرٰی۔ (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۳۸، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔ حرم الجمع بین إمرأتین إذا کانتا بحیث لو قدرت إحداهما ذکرًا حرم النکاح بینهما أیتها کانت المقدرة ذکرًا۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۴، کتاب النکاح، وفصل فی المحرمات، طبع دار المعرفة، بیروت)۔

سالی کے لڑکے سے اپنی بہن کی شادی کرنا

سوال:...ایک آدمی اپنی بیوی کی بڑی بہن کے لڑکے سے اپنی بہن کی شادی کرنا چاہتا ہے، ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب:...جائز ہے۔[1]

بیٹے کی سالی سے نکاح کرنا

سوال:...ہمارے شہر میں ایک معزّز آدمی نے اپنی شادی اپنے لڑکے کی سالی کے ساتھ کی ہے، اور اس آدمی کے دُوسرے لڑکے کے گھر لڑکی کی پھوپھی ہے، یعنی شادی سے پہلے اپنے لڑکے کی عورت کا خسر تھا اور جس سے شادی کی اس کا خالو تھا، کیا یہ نکاح دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:...اگر لڑکا پہلی بیوی سے تھا تو دُوسری بیوی کی بہن سے اس کا نکاح جائز ہے، اور لڑکی کی پھوپھی کے ساتھ دُوسرے لڑکے کا نکاح بھی جائز ہے۔[2]

ممانی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے اگرچہ بعد میں اس نے دُوسرے بھانجے سے نکاح کرلیا ہو

سوال:...میری ایک بیوہ ممانی ہے اس کی کچھ بیٹیاں ہیں، ان میں سے کسی بیٹی سے شادی کرنا مجھ پر جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو پھر یہ بتایئے کہ اب جبکہ میری ممانی نے میرے بھائی سے شادی کرلی ہے تو اس کے بارے میں قرآن وسنتِ رسول کے مطابق مجھے بتادیں کہ اب اس کی بیٹی سے میری شادی جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ اب میری ممانی کہتی ہے کہ اب میں آپ کی بھابھی بن گئی ہوں اس لئے میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے نہیں کرتی، حالانکہ وہ لڑکی میری منگیتر ہے۔

جواب:...آپ کی ممانی کی وہ لڑکی جو آپ کے ماموں کی اولاد ہے، اس کے ساتھ آپ کا نکاح صحیح ہے۔[3] ممانی کے آپ کے بھائی کے نکاح میں آجانے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

بیوہ ممانی سے نکاح کرنا جائز ہے اگر وہ محرَم نہ ہو

سوال:...کیا سعید اپنی بیوہ ممانی سے نکاح کرسکتا ہے؟

جواب:...ممانی اگر غیرمحرَم ہو تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔[4]

---

(۱) "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ" (النساء:۲۴). وفی تفسیر النسفی (ج:۱ ص:۳۴۸) تحت هٰذه الآیة: أی ما سوی المحرمات المذکورة.

(۲) أیضًا.

(۳) وتحل بنات العمّات والأعمام والخالات والأخوال. (رد المحتار، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۲۸).

(۴) قال تعالٰی: "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ" (النساء:۲۴). أی ما عدا ما ذکرن من المحارم، هن حلال لکم، قاله عطاء وغیره. (تفسیر ابن کثیر ج:۲ ص:۲۳۰، طبع رشیدیه کوئٹه).

ماموں کی سالی سے شادی کرنا

سوال:... زید چاہتا ہے کہ اس کی شادی فلاں لڑکی سے ہو جائے، لیکن سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ لڑکی زید کے ماموں کی سالی ہے، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جواب دیں کہ آیا شریعت کی رُو سے ان دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ خاص طور پر اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ وہ لڑکی زید کے ماموں کی سالی اور زید کی ممانی کی سگی (چھوٹی) بہن ہے۔

جواب:... شادی تو باپ کی سالی سے بھی ہوسکتی ہے، اگر کوئی اور مانع نہیں ہو، ماموں کی سالی سے کیوں نہ ہوگی؟ اور خود ماموں کی بیوہ سے ہوسکتی ہے تو اس کی بہن سے کیوں نہ ہوگی...؟[1]

منہ بولی بیٹی یا بہن شرعاً نامحرَم ہے اس سے نکاح جائز ہے

سوال:... اگر کسی کی کوئی بہن یا بیٹی نہ ہو اور وہ کسی کو منہ بولی بیٹی یا بہن بنالے تو کیا شریعت اس سے نکاح کی اجازت دیتی ہے؟

جواب:... منہ بولی بہن یا بیٹی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، شرعاً وہ نامحرَم ہے اور اس سے نکاح جائز ہے۔[2]

کسی لڑکی کو بہن کہہ دینے سے وہ حرام نہیں ہوجاتی

سوال:... اگر ایک بالغ لڑکا کہے کہ: ''جب تک میرے والد صاحب میرے لئے نیا گھر نہ بنائیں اس وقت تک مجھ پر بیوی بہن ہے'' اب اس لڑکے نے شادی کی ہے تو یہ عورت اس کی بیوی ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... نکاح سے پہلے کسی لڑکی کو بہن کہنے سے وہ لڑکی حرام نہیں ہوجاتی، اس لئے نکاح صحیح ہے، اور یہ لڑکی اس کی بیوی بن گئی اور بیوی کو بہن کہہ دینے سے بھی بیوی حرام نہیں ہوجاتی۔[3]

محض بھائی یا بہن کہنے سے نامحرَم، بھائی بہن نہیں بن سکتے

سوال:... میرے ماموں کی لڑکی جو کہ مجھے اپنا بھائی سمجھتی ہے اور میں بھی اس کو اپنی بہن کا درجہ دیتا ہوں، کچھ دنوں سے ہمارے رشتے کی بات چل گئی ہے، اس لئے قرآن مجید کی روشنی سے حوالہ دیجئے کہ یہ رشتہ قابلِ قبول ہے؟ جبکہ ہم دونوں اب تک بھائی بہن ہی کی طرح ایک دُوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

(۲) قال تعالٰی: فلما قضٰی زید منها وطرًا زوجنٰکها لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی أزواج أدعیائهم، الآیة، قد حوت هٰذه الآیة أحکامًا ...... الثانی: ان البنوة من جهة التبنی لَا تمنع جواز النکاح. (أحکام القرآن للجصّاص ج:۳ ص:۳۶۱، سورة الأحزاب، طبع سهیل اکیڈمی).

(۳) ولو قال لها: أنت أمّی لَا یکون مظاهرًا وینبغی أن یکون مکروهًا ومثله أن یقول: یا ابنتی ویا أختی ونحوه. (فتاوٰی عالمگیری، الباب التاسع فی الظهار ج:۱ ص:۵۰۷، طبع رشیدیه).

جواب:... ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، چچا زاد سے نکاح جائز ہے،[1] اور نامحرم کو بھائی بہن بنالینے سے سچ مچ کے بھائی بہن نہیں بن جاتے۔[2]

پھوپھی یا بہن کہہ دینے سے نکاح ناجائز نہیں ہوجاتا

سوال:... میں حیدرآباد میں رہتی ہوں، ہمارے ہمسائے میں ایک صاحب ہیں ان کی بیوی سے دوستی کی بنا پر میں ان کے گھر آتی جاتی تھی، ان کے بچے مجھے پھوپھو کہہ کر پکارتے تھے اور میں ان کو بھائی کہتی تھی، مگر انہوں نے شاید ایک دو بار مجھے بہن کہا ہو ورنہ نہیں۔ چار سال قبل ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا، جبکہ میرے شوہر کا انتقال دس ماہ قبل ہوا ہے۔ میرا کوئی بچہ نہیں، عدت ختم ہوتے ہی میرے ہمسائے کے نکاح کے لئے پیغام آنے شروع ہوگئے، اگر میں نکاح کرلوں تو جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب:... بچوں کے آپ کو پھوپھی کہنے سے یا آپ کے ان صاحب کو بھائی کہہ دینے سے نکاح ناجائز نہیں ہوگیا، اس لئے آپ عقد کرسکتی ہیں۔

بغیر صحبت کے منکوحہ عورت کی بیٹی سے نکاح

سوال:... ایک شخص نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا، لیکن رُخصتی نہیں ہوئی، (یعنی ہمبستری نہیں ہوئی)، اس سے پہلے وہ بیوہ عورت فوت ہوگئی، اب اس بیوہ کی ایک لڑکی جوان ہے کیا وہ شخص جس کا بیوہ سے نکاح ہوا تھا، اس بیوہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے؟

جواب:... جس عورت سے صرف نکاح ہوا ہو، صحبت نہ کی ہو، اس کی طلاق یا موت کے بعد اس کی لڑکی سے نکاح دُرست ہے، **لقوله تعالیٰ:** "فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔" (النساء:۲۳)۔[3]

---

(۱) وتحل بنات العمّات والأعمام والخالات والأخوال۔ (رد المحتار، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۲۸)۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۳) وفی تفسیر المدارک تحت هٰذه الآیة: فلا حرج علیکم فی أن تتزوجوا بناتهن إذا فارقتموهن، أو متن۔ (تفسیر مدارک ج:۱ ص:۳۴۷، طبع دار ابن کثیر، بیروت)۔

جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں

باپ شریک بہن کے لڑکے سے نکاح جائز نہیں

سوال:... میرے ابا نے پہلے شادی کی، چھ بچے پیدا ہوئے، پھر پہلی بیوی کو طلاق دے دی، پھر میرے ابا نے اپنی سگی خالہ کی لڑکی سے دُوسری شادی کی، اس سے بھی چھ بچے ہوئے، پھر پہلی بیوی کی لڑکی کی شادی دُوسری بیوی کے بھائی سے کردی۔ اب وہ میرے ماموں اور ممانی بھی لگتے ہیں، اور سوتیلی بہن بہنوئی بھی۔ ان کا ایک لڑکا ہے اب ہم ایک دُوسرے کو بہت چاہتے ہیں، ہم ایک دُوسرے کے ماموں پھوپھی زاد بہن بھائی بھی ہیں اور خالہ بھانجے بھی ہیں، کیا ہم دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے؟

جواب:... آپ کی سوتیلی بہن، جو رِشتے میں آپ کی ممانی بھی لگتی ہیں اس کے لڑکے سے آپ کا عقد نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ لڑکا آپ کا بھانجا ہے، اور خالہ بھانجے کا عقد نہیں ہوسکتا۔[1]

بھانجی سے نکاح باطل ہے، علیحدگی کے لئے طلاق کی ضرورت نہیں

سوال:... میرا ایک گہرا دوست ہے، اس نے اپنی حقیقی بھانجی سے شادی کرلی ہے، یہ اس طرح کہ میرا دوست سلیم اور اس کی بہن شاہدہ ایک ماں کی اولاد ہیں، شاہدہ کا باپ مرگیا تھا تو شاہدہ کی ماں نے نکاح کرلیا، اس سے سلیم پیدا ہوا، شاہدہ اور سلیم نے ایک ہی ماں کا دُودھ پیا ہے، ایک ماں سے پیدا ہوئے ہیں، جبکہ باپ الگ الگ تھے، شاہدہ کی شادی کے بعد نوراں پیدا ہوئی اور جب وہ جوان ہوئی تو سلیم کو پسند کرنے لگی، سلیم بھی چاہنے لگا اور خود کو عاقل و بالغ ظاہر کرکے شادی کرلی۔ میرا دوست کہتا ہے کہ یہ شادی جائز ہے، کیونکہ ہم نے نکاح کیا ہے، نکاح کسی سے بھی جائز ہے، ہم نے حرام نہیں کیا۔ جبکہ شرعی لحاظ سے یہ نکاح ہوا ہی نہیں ہے۔ نوراں کہتی ہے کہ سلیم مجھے طلاق دے دے میں الگ ہوجاؤں گی۔ سلیم کہتا ہے کہ جب نکاح نہیں ہوا تو طلاق کیسی؟ یہ الگ رہے اور نکاح کرلے میں زبردستی تھوڑی رکھ رہا ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا جب تک وہ طلاق نہ لکھے نوراں شادی نہیں کرسکتی یا بغیر طلاق کے نوراں کا نکاح جائز ہوگا؟ وہ الگ ہوجائے یا وہ اسی طرح زندگی بسر کریں؟ اور ان لوگوں کے یہاں کا کھانا پینا، ان سے ملنا جلنا جائز ہے یا نہیں؟ اسلام کی رُو سے کیا حکم ہے؟

---

(۱) قال تعالٰی: "حرمت علیکم أُمھٰتکم .... وبنات الأخ وبنات الأخت" الآیة (النساء:۲۳)۔ وفی الدر المختار: أسباب التحریم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع ...الخ۔ وفی الشامیة: (قوله قرابة) کفروعه .... وفروع أبویه فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات ...الخ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۲۸)۔

جواب:... آپ کے دوست کا اپنی بھانجی سے نکاح قرآنِ کریم کی نصِ قطعی سے باطل ہے،[1] اور اس کو حلال اور جائز سمجھنے والا کافر و مرتد ہے۔[2] یہ نکاح نہیں ہوا، نہ طلاق کی ضرورت ہے، کیونکہ طلاق کی ضرورت نکاح کے بعد ہوتی ہے، جب نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کے کیا معنی؟ البتہ چونکہ یہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے ملاپ کر چکے ہیں اس لئے آپ کے دوست پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان سے یہ الفاظ کہہ دے کہ میں نے اس کو الگ کیا،[3] اور یہ کہہ کر دونوں فوراً الگ ہوجائیں اور فعلِ بد سے توبہ کریں اور دونوں اپنے ایمان کی بھی تجدید کریں۔[4] جب تک وہ توبہ کرکے الگ الگ نہیں ہوجاتے ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ جائز نہیں۔[5]

سگی بھانجی سے نکاح کو جائز سمجھنا کفر ہے

سوال:... میرے ایک سگے ماموں ہیں جو کہ عمر میں مجھ سے ۱۰ سال بڑے ہیں، انہوں نے مجھے ایک بزرگ کا دھوکا دیا اور کہا کہ ایک بزرگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ماموں کی سگی بھانجی سے شادی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے مجھ کو بے وقوف بناکر مجھ سے شادی کرلی۔ میں انٹر کی طالبہ ہوں، مجھے ان کی دھوکا بازیوں کا بعد میں علم ہوا، انہوں نے مجھ سے اپنا نکاح نامہ بھی لکھوالیا ہے، اب میں بے حد پریشان ہوں، میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اب میں کیا کروں؟ میرے گھر والے یعنی امی ابا، بہن بھائی اس بات سے بے خبر ہیں، میں نے کہا کہ ماموں یہ تو گناہ ہے تو کہنے لگے کہ کوئی گناہ نہیں ہے، یہ جائز ہے۔ اب مجھے ذرا یہ بھی بتادیں کہ اگر یہ ناجائز ہے، گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیسے ادا ہوگا؟ آپ مجھے یہ بتادیں کہ کیا یہ شادی جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب:... ماموں بھانجی کا نکاح قرآنِ کریم کی نصِ قطعی سے حرام ہے،[6] جو شخص اس کو جائز کہے جیسا کہ آپ کے بدقماش ماموں نے کہا، وہ کافر و مرتد ہے۔[7] اس کو چاہئے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے اور اس کفر سے توبہ کرے۔[8] آپ کو لازم تھا کہ آپ ان سے کہتیں کہ کسی مستند عالم کا فتویٰ لاؤ تب میں اس شادی کے لئے تیار ہوسکوں گی۔ بہرحال یہ نکاح نہیں ہوا، نہ ہوسکتا ہے۔ آپ اپنے والدین کو اس کی اطلاع کردیں۔

---

(۱) قال تعالیٰ: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ" (النساء: ۲۳).

(۲) من اعتقد الحرام حلالًا (الٰی قوله) فإن کان دلیله قطعیا کفر. (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد).

(۳) المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لَا تکون إلّا بالقول کخلیت سبیلک أو ترکتک. (رد المحتار، مطلب فی النکاح الفاسد ج:۳ ص:۱۳۳، البحر الرائق، باب العدّة ج:۴ ص:۱۴۶).

(۴) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح. (درمختار ج:۴ ص:۲۴۷، باب المرتد).

(۵) "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (الأنعام:۶۸).

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۷) ایضاً حاشیہ نمبر۲ ملاحظہ ہو۔

(۸) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح وما فیه إختلاف یؤمر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح. (درمختار ج:۴ ص:۲۴۷ باب المرتد).

بھانجے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... کریم بخش کی بڑی بہن کا ایک ہی لڑکا ہے، جس نے غیر خاندان میں شادی کی ہے، جس سے اس کی ایک لڑکی ریحانہ ہے، اس طرح یہ لڑکی ریحانہ، کریم بخش کے بھانجے کی لڑکی اور بڑی بہن کی پوتی ہے۔ مولانا صاحب! کیا قانونِ خداوندی کے تحت لڑکی ریحانہ اور کریم بخش کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... بھانجے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، دُوسرے لفظوں میں جس طرح بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح بہن کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے بھی نکاح حرام ہے۔ [1]

سوتیلی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ سوتیلے بھائی کی شادی سوتیلی بہن کی لڑکی سے ہوسکتی ہے؟ یعنی سوتیلے ماموں اور بھتیجی کا نکاح اسلام کی رُو سے جائز ہے یا ناجائز؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شادی ہوجاتی ہے، کچھ کہتے ہیں کہ نہیں ہوسکتی ہے۔ میں اس سلسلے میں بڑا پریشان ہوں، خدارا جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب:... سوتیلی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، قرآنِ کریم میں اس کو محرّمات میں شمار کیا ہے۔ [2]

سوتیلی بہن کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... کیا زید اپنی سوتیلی بہن کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے؟

جواب:... جس طرح سوتیلی بہن سے نکاح نہیں ہوسکتا، اسی طرح سوتیلی بھانجی سے بھی نہیں ہوسکتا۔ [3]

ماں کی سوتیلی بہن سے شادی جائز نہیں

سوال:... میری ایک خالہ ہے جو کہ اپنے باپ کی طرف سے میری ماں کی سوتیلی بہن ہے، یعنی میری والدہ اور اس خالہ کی ماں ایک تھی، جبکہ میرے نانا کی وفات کے بعد نانی نے دُوسری شادی کی جس سے یہ خالہ پیدا ہوئی، کیا ایسی خالہ سے میری شادی جائز ہے؟

جواب:... خالہ سے شادی جائز نہیں، چاہے کسی قسم کی خالہ ہو، چاہے صرف ماں کی جانب سے، یا باپ کی جانب سے۔ [4]

---

(۱) فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات۔ (رد المحتار، فصل في المحرمات ج:۳ ص:۲۸)۔

(۲) قال تعالٰی: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ، تعم ما كانت منها لأب أو لأم أو لهما۔ (تفسير مظهری ج:۲ ص:۵۶)۔

(۳) قال تعالٰی: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ" (النساء:۲۳)۔

(۴) أيضًا۔

سوتیلی خالہ سے شادی جائز نہیں

سوال:... کیا زید کی شادی اس کی سوتیلی خالہ سے اور زید کی بہن کی شادی اس کے سوتیلے ماموں سے ہوسکتی ہے؟ جبکہ زید کے نانا تو سگے ہیں لیکن نانی سوتیلی ہیں۔

جواب:... سوتیلی خالہ اور سوتیلے ماموں سے بھی نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح حقیقی خالہ اور حقیقی ماموں سے۔ [1]

سوتیلے والد سے نکاح جائز نہیں

سوال:... رضیہ کی والدہ کی شادی پچیس سال پہلے ہوئی تھی، اور ایک سال بعد رضیہ نے جنم لیا، لیکن جب رضیہ کی عمر دس سال ہوئی تو اس کے والدین میں کچھ ناچاقی پیدا ہوگئی، جس سے رضیہ کے والد نے رضیہ کی والدہ کو طلاق دے دی، اور رضیہ کو مہر کی جگہ والدہ کو لکھ کر دے دیا۔ کچھ عرصہ گزرا تو رضیہ کی والدہ نے اپنے سے پندرہ سال کم عمر لڑکے سے شادی کرلی، رضیہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ رہتی رہی، لیکن خدا کو کچھ منظور نہ تھا، اس لئے دُوسری شادی بھی کامیاب نہ رہی اور طلاق ہوگئی، اس وقت رضیہ کی عمر ۲۴ سال ہے اور اس کے سوتیلے باپ کی عمر ۳۵ سال ہے۔ رضیہ کا خیال ہے کہ وہ اس آدمی سے شادی کرلے جبکہ رشتے سے وہ رضیہ کا سوتیلا باپ لگتا تھا، لیکن اب کوئی رشتہ نہیں کیونکہ اس نے رضیہ کی والدہ کو طلاق دے دی ہے، اور نہ ہی یہ آدمی خاندان میں سے ہے۔ ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے کہ کیا رضیہ کا نکاح اس آدمی سے ہوسکتا ہے؟

جواب:... سوتیلا باپ ہمیشہ کے لئے باپ رہتا ہے، خواہ لڑکی کی والدہ مرگئی ہو یا اسے طلاق دے دی ہو۔ رضیہ کا نکاح اس کے سوتیلے باپ سے نہیں ہوسکتا، سوتیلا باپ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح سگا باپ حرام ہے۔ [2]

سوتیلی بیٹی سے نکاح حرام ہے

سوال:... زید نے ایک طلاق یافتہ عورت سے شادی کی تھی، طلاق یافتہ عورت کے ساتھ پہلے گھر سے ایک لڑکی تھی، زید کے اس عورت سے پانچ بچے بھی ہوئے، لیکن وہ مرگئی، فوت ہوگئی، زید کی زوجہ کی پہلے گھر سے جو لڑکی تھی، زید اس سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مشکور فرمائیں۔

---

(۱) قال تعالٰی: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الٰی قوله) وَخٰلٰتُكُمْ" (النساء:۲۳)۔ وفی العالمگیریة: وأما الخالات فخالته لأب وأم وخالته لأب وخالته لأم. (عالمگیری، المحرمات بالنسب ج:۱ ص:۲۷۳)۔

(۲) قال تعالٰی: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الٰی قوله) وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" (النساء:۲۳)۔ أيضًا: بنات الزوجة وبنات أولادها وإن سفلن بشرط الدخول بالأم كذا فی الحاوی القدسی، سواء كانت لابنة فی حجره أو لم تكن كذا فی شرح الجامع الصغير لقاضيخان. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۴)۔ وحرم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة ... إلخ. قوله بنت زوجته الموطوءة أی سواء كانت فی حجره أی كنفه ونفقته أو لا. (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۳۰، فصل فی المحرمات، طبع ایچ ایم سعید)۔

جواب:... یہ زید کی سوتیلی بیٹی ہے، اس سے زید کا نکاح جائز نہیں۔ وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے، قرآنِ کریم میں چوتھے پارے کے آخر میں ان کو شمار کیا گیا ہے، اس میں سوتیلی بیٹی بھی شامل ہے۔[۱] بہرحال زید کو اس خیال سے بھی توبہ کرنی چاہئے۔

سوتیلی ماں سے نکاح کرنے والے کی شرعی حیثیت

سوال:... ہمارے علاقے میں ایک شخص احمد بخش مغل رہتا ہے، جو نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتا ہے، اپنے والد کے فوت ہونے کے بعد اپنی سوتیلی ماں (جو اس کی عمر سے تقریباً چار سال بڑی ہے) سے نکاح کرلیا، کوئی نہیں جانتا کہ یہ نکاح کہاں ہوا؟ ان لوگوں نے مشہور کردیا کہ ہم میاں بیوی ہیں، جبکہ احمد کے والد سے اس عورت کے سات بچے بھی ہوئے، جو موجود ہیں، بڑے بچے اس شخص کو ''بھائی'' اور چھوٹے بچے ''ابو'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ شناختی کارڈ فارم میں ابھی تک ماں بیٹا لکھا ہوا ہے، اس واقعے کو دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ یہ سوال ایک عرصے سے لوگوں کے ذہنوں میں گردش کر رہے ہیں، متعدّد بار اس بارے میں معلوم کیا گیا، مگر کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ اب یہ سوال آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، اس اُمید پر کہ آپ اس مسئلے کو صحیح طریقے سے واضح بیان کریں گے۔

۱:... آیا ان کا یہ رشتہ صحیح ہے یا غلط؟ اور ان کی دِینِ اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب:... یہ رشتہ جائز نہیں، یہ دونوں واجب القتل ہیں، اگر اِسلامی حکومت ہوتی تو ان کو قتل کرادیتی۔[۲]

۲:... کیا ان لوگوں کے ساتھ میل جول، کھانا پینا جائز ہے؟

جواب:... ہرگز جائز نہیں۔[۳]

۳:... قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کا کیا مقام ہے؟

جواب:... باپ کی منکوحہ کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا قرآنِ کریم میں ذِکر کیا گیا ہے،[۴] اس کو جائز سمجھنے والا مرتد اور واجب القتل ہے۔[۵]

---

(۱) "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ .... وَرَبَـٰٓئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" (النساء:۲۳).

(۲) عن البراء بن عازب قال: بينما أنا أطوف علٰى إبل لى ضلت إذا أقبل ركبٌ أو فوارس معهم لواء، فجعل الأعراب يطيفون بـى لمنزلتى من النبى صلى الله عليه وسلم إذ أتوا قُبةً، فاستخرجوا منها رجلًا فضربوا عنقه، فسألت عنه فذكروا أنه أعرس (أى نكح) بامرأة أبيه. عن يزيد بن البراء عن أبيه قال: لقيت عمى ومعه رايةٌ فقلت له: اين تريد؟ فقال: بعثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم إلٰى رجل نكح امرأة أبيه فأمرنى أن أضرب عنقه، وآخذ ماله. (سنن أبى داوٗد ج:۲ ص:۲۵۶، باب فى الرجل يزنى بحريمه، كتاب الحدود). وفى الحاشية نمبر ۲: قوله: فأمرنى أن أضرب عنقه يستنبط منه ان نكاح المحارم يوجب الكفر والإرتداد ولهٰذا حكم عليه السلام بقتله، كذا قال مولانا رفيع الدين الدهلوى. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: بذل المجهود ج:۵ ص:۱۵۱، كتاب الحدود، طبع المكتبة اليحيوية، سهارنپور.

(۳) فلا تقعد بعد الذكرٰى مع القوم الظّٰلمين.

(۴) حرمت عليكم أُمهٰتكم وبناتكم، الآية (النساء:۲۳).

(۵) ایضاً حوالہ نمبر ۲۔

جس عورت سے صحبت ہوچکی ہے، اُس کی اولاد شوہر پر حرام ہے

سوال:... زید نے ہندہ سے جب شادی کی تو ہندہ خلع یافتہ تھی اور سابقہ شوہر سے اس کے بچے بھی تھے، جو شادی کے بعد بجائے اپنے سگے باپ کے ساتھ رہنے کے، اپنی ماں کے ساتھ رہنے لگے۔ چند سال کے بعد سابقہ شوہر سے ہندہ کی بڑی لڑکی کے اپنے سوتیلے باپ یعنی زید کے ساتھ تعلقات اُستوار ہوگئے، ہندہ نے ان تعلقات کا علم ہوتے ہی اپنے تعلقات زید سے ختم کرلئے اور طلاق حاصل کرلی۔ اب زید ہندہ کی بڑی لڑکی یعنی اپنی سوتیلی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے، جبکہ ہندہ سے بھی زید کے اپنے بچے ہیں، کیا ایسی صورتِ حال میں مذہبِ اسلام فقہِ حنفی کی رُو سے اس شادی کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟

جواب:... جس عورت سے نکاح کے بعد صحبت ہوگئی ہو، اس کی اولاد مرد پر اسی طرح حرام ہو جاتی ہے جس طرح کہ اپنی اولاد حرام ہے، یہ مسئلہ قرآنِ کریم میں مذکور ہے، اور اس میں کسی فقہ کا اِختلاف نہیں۔[۱]

سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے

سوال:... زید کے والد زوجہ کے اِنتقال کے بعد اپنی سالی کی لڑکی کے ساتھ عقدِ ثانی کرتے ہیں، لڑکی کی عمر ۱۸ برس کی اور زید کے والد کی ستر سال۔ زید اپنی سوتیلی ماں کو نہ ماں کہتا ہے، اور نہ ماں اس کو بیٹا کہتی ہے۔ دو سال کے بعد زید کے والد کا اِنتقال ہوجاتا ہے، زید کی سوتیلی ماں زید سے عقدِ ثانی کی خواہش مند ہے، کیا یہ نکاح ہوسکتا ہے؟ تمام معاملہ آپ کے جواب تک رُکا رہے گا۔

جواب:... سوتیلی ماں کا نکاح سوتیلے بیٹے سے بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح حقیقی ماں کا۔[۲]

باپ مرجائے تو تب بھی سوتیلی ماں سے نکاح جائز نہیں

سوال:... ایک مولانا کے مطابق ایک بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے اس وقت نکاح کرسکتا ہے جب اس کا باپ مرجائے، بشرطیکہ اس کی سوتیلی ماں کی اس کے باپ سے کوئی اولاد نہ ہو۔

جواب:... یہ مسئلہ بھی قرآنِ کریم کی نصِ قطعی کی رُو سے غلط ہے،[۳] ایسا کہنے والا قرآنِ کریم کا منکر اور کافر ہے۔[۴]

جس عورت کو گھر آباد کرلیا ہو، اُس کی پہلی اولاد سے کبھی بھی نکاح جائز نہیں

سوال:... آج سے پانچ سال قبل میرے شوہر کا اِنتقال ہوگیا، اس کی طرف سے میری ایک لڑکی ہوئی، میرے شوہر کے

---

(۱) "وَرَبَـٰٓئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" (النساء:۲۳)۔ وفی تفسیر النسفی تحت هٰذه الآیة: الربیبة من المرأة المدخول فیها حرام علی الرجل۔ (تفسیر نسفی ج:۱ ص:۳۴۶، طبع دار ابن کثیر، بیروت)۔

(۲ و ۳) "وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" (النساء:۲۲)۔

(۴) أنكر آیة من كتاب الله أو عاب شیئًا من القرآن ..... غیر مؤوّل كفر۔ (شرح فقه اكبر ص:۲۰۵)۔ والأصل ان من اعتقد الحرام حلالًا، فإن كان حرامًا .... لعینه، فإن كان دلیله قطعیًا كفر، وإلّا فلا۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد)۔

اِنتقال کے تین سال بعد کسی مجبوری کے لئے میں نے دُوسری شادی کرلی، اس وقت میری لڑکی کی عمر ۱۲ سال تھی، میری شادی کو اَب دو سال ہوگئے، اب اس کی عمر ۱۴ سال ہے۔ اب کہنا یہ ہے کہ اس کا دُوسرا باپ میری لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، وہ مجھے بھی چھوڑنا نہیں چاہتا، کہتا ہے دونوں کو رکھوں گا، تو کیا خدا کی طرف سے جائز ہے؟ میں اس کو یہ کہتی ہوں کہ آپ مجھے طلاق دے دو، پھر یہ شادی ہوسکتی ہے، تو آپ مجھے یہ بتایئے کہ میرے طلاق لے لینے سے یہ شادی جائز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جواب:... جس عورت کو نکاح کرکے گھر میں آباد کرلیا ہو، اس کی لڑکی مرد کی اولاد کی طرح ہوجاتی ہے، اور جس طرح اپنی سگی لڑکی سے نکاح کا کوئی شریف آدمی تصوّر بھی نہیں کرسکتا، اسی طرح بیوی کی لڑکی سے نہ نکاح ہوسکتا ہے اور نہ کوئی شریف آدمی ایسا سوچ سکتا ہے۔ آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ ''مجھے طلاق دے دو تب یہ شادی ہوسکتی ہے'' نہیں! بلکہ وہ اگر آپ کو طلاق دیدے تب بھی نہیں ہوسکتی۔ [۱]

سوتیلی پھوپھی سے شادی جائز نہیں

سوال:... ''ق'' نے پہلی شادی کے کافی عرصے بعد دُوسری شادی کی، مسئلہ یہ ہے کہ ''ق'' کی پہلی بیوی کے بیٹے کے بیٹے کی شادی اس کی دُوسری بیوی کی بیٹی سے جائز ہے کہ نہیں؟ یعنی ''ق'' کے پوتے کی شادی اس کی بیٹی سے جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ رشتے میں لڑکی، لڑکے کی سوتیلی پھوپھی ہوتی ہے اور لڑکا سوتیلا بھتیجا۔ دراصل پریشانی یہ ہے کہ یہ دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں اور ہم سب کے خیال میں کتاب و سنت کی روشنی میں یہ سب جائز نہیں، آپ جلد از جلد ہمیں اس کا جواب دیں تاکہ دونوں کو سمجھایا جاسکے۔

جواب:... جس طرح سگی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح سوتیلی پھوپھی سے بھی جائز نہیں۔ [۲]

دو سوتیلی بہنوں کو ایک نکاح میں رکھنا جائز نہیں

سوال:... میرا دوست زید اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کی سوتیلی بہن (سالی) سے نکاح کا خواہش مند ہے، (دونوں بہنوں کی ماں ایک ہی ہے مگر باپ سوتیلے ہیں) کیا دو سوتیلی بہنیں ایک نکاح میں رہ سکتی ہیں؟ جبکہ حالات بھی ایسا کرنے پر مجبور کرتے ہوں۔

جواب:... دو بہنیں ایک نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں، خواہ دونوں سگی ہوں یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک۔ [۳]

---

(۱) ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ ...... وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ'' (النساء:۲۳).

(۲) قال تعالٰی: ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الٰی قوله) وَعَمّٰتُكُمْ'' (النساء:۲۳). وفی تفسیر النسفی (ج:۱ ص:۳۴۶) حرمت علیکم امهاتکم .... وعماتکم من الأوجه الثلاثة. وفی الهندیة: وأما العمّات فثلاث عمّة لأب وأمّ وعمّة لأب وعمّة لأمّ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۳، کتاب النکاح، الباب الثالث).

(۳) ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الٰی قوله) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ'' سواء کانت لأب أو لأمّ أو لهما من النسب. (تفسیر مظهری ج:۲ ص:۶۲ سورة النساء، وهٰکذا فی العالمگیریة ج:۱ ص:۲۷۷، کتاب النکاح، الباب الثالث).

خالہ اور بھانجی سے بیک وقت نکاح حرام ہے

سوال:... ہمارے والد محترم نے ہماری والدہ سے شادی کے کئی سال بعد ہماری والدہ کی بڑی بہن کی بیٹی سے خفیہ طور پر نکاح خواں سے رشتے کی نوعیت کا اظہار کئے بغیر شادی کر لی ہے۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ آیا شریعت کی رُو سے ''خالہ'' اور ''بھانجی'' سے بیک وقت اس طرح نکاح جائز ہے؟ اور آیا ہماری نئی والدہ جو رِشتے کے اعتبار سے ہماری خالہ کی بیٹی ہے، ماں کی حیثیت حاصل کر سکتی ہے؟

جواب:... آپ کی والدہ کی موجودگی میں یہ نکاح جائز نہیں[۱]، بلکہ احادیث کی رُو سے حرام اور ممنوع ہے، آپ کے والد محترم نئی دُلہن کو فوراً الگ کر دیں، یہ نکاح نہیں، زنا ہے۔ اور آپ کے والد کے حق میں اندیشۂ کفر ہے[۲]، اس لئے ایمان کی تجدید کر کے آپ کی والدہ سے بھی دوبارہ نکاح کریں۔[۳]

بیوی کی بھانجی سے نکاح بیوی کے ہوتے ہوئے جائز نہیں

سوال:... سالی کی لڑکی سے شادی کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ پہلی بیوی کی ماں کی طرف سے تو بھانجی ہے مگر باپ کی طرف سے نہیں۔

جواب:... سالی کی لڑکی بیوی کی بھانجی ہوتی ہے، خالہ اور بھانجی بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں[۴]، ہاں بیوی کو طلاق دے دی ہو اور اس کی عدّت بھی ختم ہوگئی ہو، یا بیوی مر جائے تو اس کی بھانجی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ بھانجی خواہ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہو، یا ایک کی طرف سے، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

بیوی کی موجودگی میں اس کی بھانجی سے نکاح کر لینا جائز نہیں

سوال:... ہمارے خاندان میں ایک شخص نے اپنی بیوی کی بہن یعنی سالی کی بیٹی سے دُوسری شادی کر لی ہے، جبکہ اس شخص

---

(۱) قال تعالٰی: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ (الٰی أن قال) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ" قال القاضی: والتحقت به بالسُّنّة والإجماع حرمة الجمع بين امرأة وعمّتها وامرأة وخالتها. (التفسير المظهری ج:۲ ص:۶۲ سورة النساء). وفی شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۳۳۰ كتاب النكاح: مسألة: تحريم الجمع بين المرأة وعمّتها وخالتها .... وذالک لما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم فی أخبار متواترة، لَا تنكح المرأة علٰی عمّتها، ولَا علٰی خالتها ... إلخ. أيضًا بخاری ج:۲ ص:۷۶۶، كتاب النكاح، والفتاوی الهندية ج:۱ ص:۲۷۷، كتاب النكاح، الباب الثالث.

(۲) من اعتقد الحرام حلالًا (الٰی قوله) إن كان دليله قطعيًّا كفر. (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳).

(۳) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح. (ج۴ ص:۲۴۷، باب المرتد).

(۴) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لَا يجمع بين المرأة وعمّتها ولَا بين المرأة وخالتها. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۲۷۳). قال: وكذالک (أی الجمع بين) المرأة وعمّتها وخالتها، وذالک لما روی عن النبی صلی الله عليه وسلم فی أخبار متواترة: لَا تنكح المرأة علٰی عمّتها، ولَا علٰی خالتها ... إلخ. (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۳۳۰، كتاب النكاح).

کی پہلی بیوی زندہ حیات ہے، ابھی کچھ لوگ ایسا کرنا جائز اور کچھ ناجائز خیال کرتے ہیں۔ آپ شرعی لحاظ سے ایسا کرنے کو جائز یا ناجائز کا فیصلہ دے کر شکریہ کا موقع دیں، تاکہ ہم اس شک وشبہ سے نجات حاصل کریں۔

جواب:... بیوی کی موجودگی میں اس کی بھانجی کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا[1]، بیوی کو طلاق دے دی ہو اور اس کی عدّت بھی گزر گئی ہو، یا بیوی کا اِنتقال ہوگیا ہو تو اس کی بھانجی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ جس شخص نے بیوی کی موجودگی میں سالی کی بیٹی سے شادی کرلی ہے، اس نے سنگین جرم اور گناہ کا اِرتکاب کیا ہے، وہ بدکاری کا مرتکب ہو رہا ہے، اس کو چاہئے کہ اس فعل سے توبہ کرے اور اس لڑکی سے فوراً علیحدگی اِختیار کرلے۔

بیوی کی نواسی سے کبھی بھی نکاح جائز نہیں

سوال:... زید اپنی منکوحہ کی سگی نواسی کو نکاح میں لانا چاہتا ہے، شریعتِ محمدیہ کی رُو سے یہ نکاح حلال ہے یا نہیں؟ زید کی زوجہ تاحال حیات ہے۔

جواب:... جس طرح اپنی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی حرام ہے، اسی طرح بیوی کی بیٹی اور نواسی بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہے، لہٰذا زید کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کی سگی نواسی سے نکاح کرے، نہ بیوی کی زندگی میں اور نہ اس کے مرنے کے بعد۔[2]

باپ کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا خواہ رُخصتی نہ ہوئی ہو

سوال:... ایک شخص نے جو پہلے بھی شادی شدہ تھا، ایک لڑکی سے نکاح کیا، لیکن رُخصتی سے پہلے فوت ہوگیا، اس کی اولاد جوان ہے اور وہ اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتی ہے (یعنی اس شخص کا لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے) کیا اس لڑکی اور لڑکے کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلے کا حل فرمائیں۔

جواب:... جس لڑکی سے باپ نے نکاح کیا ہو، خواہ رُخصتی نہ ہوئی ہو، اس سے اولاد کا نکاح جائز نہیں، کیونکہ باپ کی منکوحہ نصِ قرآن کی رُو سے حرام ہے۔[3]

---

(۱) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا یجمع بین المرأة وعمّتها ولَا بین المرأة وخالتها. متفق علیه. (مشکوٰة ص:۲۷۳، باب المحرمات، الفصل الأوّل).

(۲) قال تعالٰی: "حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ (الٰی قوله) وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ" ویشتمل الربائب بعموم المجاز أو بالقیاس بنات أبناء الزوجات وبنات بناتهنّ وإن سفلن. (تفسیر مظهری ج:۱ ص:۲۰). وفی الهندیة: القسم الثانی المحرمات بالصهریة: وهی أربع فرق (الٰی قوله) والثانیة: بنات الزوجة وبنات أولَادها وإن سفلن بشرط الدخول بالأُمّ کذا فی الحاوی القدسی. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۳، کتاب النکاح، الباب الثالث).

(۳) قال تعالٰی: "وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" (النساء:۲۲). قال القاضی: والصحیح عندی ان المراد بالنکاح فی هٰذه الآیة العقد دون الجماع. (تفسیر المظهری ج:۲ ص:۵۴). أما منکوحة الأب فتحرم بالنص، وهو قوله تعالٰی: ولَا تنکحوا ما نکح أبآؤکم من النساء، والنکاح یذکر ویراد به العقد سواءً کان الأب دخل أو لَا، لأن إسم النکاح یقع علی العقد والوطئ فتحرم بکل واحد منهما علی ما نذکر ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۶۰، کتاب النکاح، فصل وأما الفرقة الرابعة، طبع ایچ ایم سعید).

داماد پر ساس، ماں کی طرح حرام ہے

سوال:... ایک آدمی کی بیوی مرگئی تو وہ اپنی بیوہ ساس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... جس عورت سے نکاح ہوجائے (خواہ وہ عورت اس مرد کے گھر آباد بھی نہ ہوئی ہو) نکاح ہوتے ہی اس کی ماں اس مرد پر حرام ہوجاتی ہے، جس طرح اپنی ماں حرام ہے۔ لہٰذا بیوی کی ماں سے نکاح نہیں ہوسکتا۔[1] ہاں! بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح ہوسکتا ہے۔[2]

پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال:... میں نے بیوی کی اجازت سے اس کی بھتیجی سے نکاح کرلیا، اس سے دو بچے بھی ہوگئے، دونوں بیویاں اکٹھی رہتی ہیں، ان میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں۔ میرے علم میں نہیں تھا کہ بیوی کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے ایک حدیث کی رُو سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ حدیث واقعی مصدقہ ہے یا نہیں؟ آپ مجھے بتائیں کہ کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... پھوپھی اور بھتیجی کو اور خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اس پر بہت سی احادیث موجود ہیں،[3] اور صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ ہدیٰ کا اس پر اجماع ہے،[4] اس لئے آپ نے اپنی بیوی کی بھتیجی سے جو نکاح کیا وہ نکاح باطل ہے۔[5] آپ اس سے توبہ کیجئے اور اپنی دُوسری بیوی کو فوراً الگ کردیجئے۔

---

(۱) فیحرم على الرجل أم زوجته بنص الكتاب العزيز، وهو قوله عزّ وجلّ: وأمهات نسائكم، معطوفًا على قوله عزّ وجل: حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم، سواء كان دخل بزوجته أو كان لم يدخل بها عند عامة العلماء .... وروى عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: إذا نكح الرجل إمرأة ثم طلقها قبل أن يدخل بها فله أن يتزوج إبنتها، وليس له أن يتزوج الأم وهٰذا نص فى مسئلتين. (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۵۸، كتاب النكاح، وأما النوع الثانى). وتثبت حرمة المصاهرة بالنكاح الصحيح دون الفاسد كذا فى محيط السرخسى. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۷۳).

(۲) (قوله: وبين إمرأتين أية فرضت ذكرًا حرم النكاح) أى حرم الجمع بين إمرأتين إذا كانتا بحيث لو قدرت إحداهما ذكرًا حرم النكاح بينهما، أيتهما كانت المقدرة ذكرًا .... وقيد بقوله: "أية فرضت" لأنه لو جاز نكاح إحداهما على تقدير مثل المرأة وبنت زوجها أو إمرأة إبنها فإنه يجوز الجمع بينهما عند الأئمة الأربعة، وقد جمع عبدالله بن جعفر زوجة علىّ وبنته، ولم ينكر عليه أحد، وبيانه أنه لو فرضت بنت الزوج ذكرًا بأن كان ابن الزوج لم يجز له أن يتزوج بها، لأنها موطوءة أبيه، ولو فرضت المرأة ذكرًا لجاز له أن يتزوج ببنت الزوج لأنها بنت رجل أجنبى. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۴، ۱۰۵، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۳) عن أبى هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لَا يجمع بين المرأة وعمّتها ولَا بين المرأة وخالتها. (صحيح بخارى ج:۲ ص:۷۶۶، باب لَا تنكح المرأة على عمّتها).

(۴) والتحقت به بالسُّنَّة والإجماع حرمة الجمع بين إمرأة وعمّتها وامرأة وخالتها. (التفسير المظهرى ج:۲ ص:۶۲).

(۵) نعم فى البزازية قولين ان نكاح المحارم باطل أو فاسد والظاهر ان المراد بالباطل ما وجوده كعدمه (إلى قوله) وفسر القهستانى هنا الفاسد بالباطل. (رد المحتار، مطلب فى النكاح الفاسد ج:۳ ص:۱۳۲).

بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح فاسد ہے

سوال:...ایک شخص اپنی سالی کو دھوکے سے عدالت لے گیا، عدالت میں جاکر جبراً ایک بانڈ (فارم) پر دستخط کرائے اور عدالت میں نکاح کرلیا، کیا یہ ممکن ہے کہ بیک وقت دو بہنیں ایک ہی شخص کے نکاح میں رہیں؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:... بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح فاسد ہے(۱)، کیونکہ دو بہنوں کو ایک شخص بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ قرآنِ کریم اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے، اور باجماعِ اُمت دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔(۲) لہٰذا اس شخص کو لازم ہے کہ سالی کو علیحدہ کردے، اور یہ شخص جب تک سالی سے علیحدگی اختیار نہ کرلے تب تک بیوی سے ازدواجی تعلق حرام ہے۔

بیوی کی موجودگی میں اس کی سوتیلی بھتیجی سے بھی نکاح جائز نہیں

سوال:... زید کی بیوی کا ایک مادرزاد سوتیلا بھائی ہے، یعنی زید کا سوتیلا سالا ہوا، اب سوال یہ ہے کہ اس سوتیلے سالے کی لڑکی زید کے نکاح میں شرعی طور پر آسکتی ہے؟ جبکہ زید کی بیوی بھی موجود ہے۔

جواب:... بیوی کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں ہوسکتا، خواہ سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے بھائی کی۔(۳)

سوال:... اگر زید کی موجودہ بیوی فوت ہوجائے یا طلاق ہوجائے تو پھر زید کا سالا جس کا ذکر اُوپر کے سوال میں کیا گیا ہے، اس کی لڑکی زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... بیوی کو طلاق ہوجائے اور اس کی عدّت بھی ختم ہوجائے یا بیوی مرجائے تو اس کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے۔(۴)

ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی حرام ہے

سوال:... ایک شخص نے اپنی بیوی کی بہن سے نکاح کیا، تو کیا شرعاً بیک وقت دو سگی بہنوں سے نکاح جائز ہے؟ کیا دُوسری بہن سے نکاح کرنے کے بعد پہلی بہن کا نکاح رہے گا یا دُوسری بہن کا نکاح نہ ہوگا؟ ایسے ناجائز نکاح میں شرکت کرنے والوں اور

---

(۱) قال تعالٰی: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ (الٰی أن قال) وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ" (النساء:۲۳)۔ أما في الحديث: أن أمّ حبيبة قالت: قلت: يا رسول الله! انكح أختي بنت أبي سفيان ...... (قال عليه السلام) فلا تعرض علي بناتكن ولا أخواتكن۔ قال المحشي: الجمع بين الأختين في التزويج حرام بالإجماع۔ (الصحيح للبخاري، باب قوله وأن تجمعوا بين الأختين ...الخ ج:۱ ص:۷۶۶)۔

(۲) أيضًا۔

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يجمع بين المرأة وعمّتها ولا بين المرأة وخالتها۔ (بخاري ج:۲ ص:۷۶۶، باب لا تنكح المرأة على عمّتها)۔

(۴) کیونکہ اب کوئی وجہ حرمت نہیں رہی، قال تعالٰی: "وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ" (النساء:۲۴)۔

حصہ لینے والوں پر کوئی پابندی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:... بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم پر حرام کردیا گیا دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا''،[1] دُوسری بہن کا نکاح ہوا ہی نہیں،[2] اس لئے پہلی بیوی کا نکاح باقی ہے۔ جو لوگ دیدہ و دانستہ اس ناجائز نکاح میں شریک ہوئے وہ سخت گنہگار ہوئے،[3] ان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و اِستغفار کریں، البتہ جو لوگ لاعلمی کی بنا پر شریک ہوئے ان پر کوئی گناہ نہیں۔[4]

بیوی کی بہن سے شادی نہیں ہوتی، اگر مرد جائز سمجھتا ہے تو کفر کیا اور پہلا نکاح کالعدم ہوگیا

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ایک عزیز جنھوں نے عرصہ سات سال قبل شادی کی تھی، اور جس لڑکی سے انہوں نے شادی کی تھی اس کی ایک بڑی بہن تھی، وہ بھی شادی شدہ اور سات بچوں کی ماں تھی، کچھ عرصے بعد یہ انکشافات ہونے لگے کہ وہ حضرت اسی بڑی بہن کو پسند کرنے لگے اور اس عورت نے اپنے پہلے شوہر سے اس وجہ سے علیحدگی اختیار کرلی، اب دونوں آزادی سے ملنے بھی لگے، اور اب معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں نے نکاح بھی کرلیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ آیا ان کا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ میں نے کسی سے سنا تھا کہ دُوسرے نکاح کے بعد ان کی پہلی بیوی بھی نکاح سے خارج ہوگئی، شرعی طور پر کیا یہ سچ ہے؟ کیا دو سگی بہنوں سے ایک وقت میں نکاح جائز ہے یا دونوں سے حرام ہو رہا ہے؟

جواب:... ایک بہن کی موجودگی میں دُوسری بہن سے نکاح نہیں ہوتا، اس لئے دُوسری بہن سے جوان صاحب نے نکاح رچایا یہ نکاح فاسد ہے،[5] اس کی پہلی بیوی اس کے نکاح میں ہے، لیکن اگر اس نے دو بہنوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا جائز اور حلال سمجھا تھا تو یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا[6] اور اس کا پہلا نکاح بھی کالعدم ہوگیا۔[7]

دو بہنوں سے شادی کرنے والے کی دُوسری بیوی کی اولاد کا حکم

سوال:... کیا ایک مسلمان مرد کے لئے بیک وقت دو سگی (حقیقی) بہنوں سے نکاح جائز ہے؟ اور اگر کسی صاحب نے اپنی پہلی بیوی کی زندگی میں اپنی سگی سالی سے نکاح کرلیا ہو تو کیا ان دونوں کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد جائز ہوگی؟

---

(۱) قال تعالیٰ: ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ (الیٰ قوله) اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ'' (النساء:۲۳)۔

(۲) وإن تزوجهما في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد۔ (عالمگیری، کتاب النکاح، المحرمات بالجمع ج:۱ ص:۲۷۷)۔

(۳) ''وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ اِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ'' (المائدة:۲)۔

(۴) ''لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' (البقرة:۲۸۶)۔

(۵) وإن تزوجهما في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد۔ (عالمگیری، المحرمات بالجمع ج:۱ ص:۲۷۷)۔

(۶) من اعتقد الحرام حلالًا (الیٰ قوله) إن كان دليله قطعيًا كفر۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳، طبع سعید)۔

(۷) وارتداد أحدهما فسخ عاجل بلا قضاء۔ (درمختار، باب النکاح الکافر ج:۳ ص:۱۹۴، طبع سعید)۔

جواب:... بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے،[۱] اگر کسی نے نکاح کرلیا اور اولاد بھی ہوگئی تو دونوں بہنوں کی اولاد جائز اور ثابت النسب ہوگی، پہلی بہن کی اولاد تو نکاحِ صحیح میں پیدا ہوئی اس لئے اس کا نسب ثابت ہے، اور دُوسری بہن کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے یہ نکاح فاسد ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس نکاحِ فاسد کی وجہ سے اولاد پیدا ہوئی وہ ثابت النسب ہے،[۲] لیکن دونوں کے درمیان تفریق ضروری اور لازمی ہے، تفریق کے بعد عورت کے ذمہ عدّت واجب ہے اور مرد کے ذمہ پورا مہر دینا واجب ہے۔[۳]

جس لڑکے اور لڑکی کا باپ ایک ہو، اُن کا آپس میں نکاح جائز نہیں

سوال:... زید نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی کا لڑکا اور دُوسری بیوی کے لڑکی، جبکہ ان کا باپ ایک ہے اور ماں دو ہیں، کیا ان کا نکاح جائز ہے؟ جبکہ انہوں نے دُودھ بھی اپنی اپنی ماں کا پیا ہے۔

جواب:... جب لڑکے اور لڑکی دونوں کا باپ ایک ہے تو وہ دونوں بہن بھائی ہوئے، ان کا نکاح کیسے ہوسکتا ہے...؟[۴]

دو بہنوں سے شادی کرنے والے باپ بیٹے کی اولاد کا نکاح آپس میں دُرست نہیں

سوال:... جمعہ ۲۹ / اپریل کو مسئلہ لکھا تھا کہ دو بہنوں کا ایک باپ اور بیٹے سے نکاح جائز ہے، اور آپ نے جواب میں لکھا تھا کہ جائز ہے، تو اگر ان کی اولادیں آپس میں شادی کرسکتی ہیں آیا یہ دُرست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس کے بارے میں ذرا وضاحت سے بتائیں۔

جواب:... ان کی اولاد کا نکاح آپس میں نہیں ہوسکتا، کیونکہ اولاد کے درمیان رشتہ چچا بھتیجے کا ہوگا۔[۵]

ماں شریک بہن بھائیوں کا نکاح آپس میں جائز نہیں

سوال:... ایک بیوہ (سلمیٰ) کا ایک بیٹا ہے، سلمیٰ نے دُوسری شادی کرلی، دُوسرے شوہر سے سلمیٰ کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، ایک مولانا کا کہنا ہے کہ اس عورت (سلمیٰ) کے پہلے شوہر سے جو لڑکا اور دُوسرے شوہر سے جو لڑکی پیدا ہوئی ان دونوں کا نکاح آپس میں جائز ہے، گویا ایک عورت سے جنم لینے کے باوجود باپ کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے ان کا نکاح آپس میں جائز ہے۔

جواب:... مولانا صاحب نے کوئی اور مسئلہ بیان کیا ہوگا، جس کو آپ نے سمجھا نہیں۔ سلمیٰ کا لڑکا اور لڑکی تو دونوں ماں شریک بہن بھائی ہیں، ان کا نکاح کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور کوئی عالمِ دین اس کا فتویٰ کیسے دے سکتا ہے...؟

---

(۱) قال تعالٰی: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ (الٰی قوله) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ" (النساء: ۲۳).

(۲) النكاح الصحيح وما هو فی معناه من النكاح الفاسد والحكم فيه انه يثبت النسب من غير دعوة. (عالمگيری، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب ج: ۱ ص: ۵۳۶).

(۳) وان تزوّجهما فی عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد ويجب عليه ان يفارقها (الٰی قوله) فإن فارقها بعد الدخول فلها المهر ويجب الأقل من المسمی ومن مهر المثل وعليها العدّة ويثبت النسب. (عالمگيری، المحرمات بالجمع ج: ۱ ص: ۲۷۷).

(۴) "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ" (النساء: ۲۳). المحرمات بالنسب .... وأما الأخوات فالأُخت لأب وأم، والأُخت لأب، والأُخت لأم ... الخ. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۲۷۳).

(۵) "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ" (النساء: ۲۳).

نکاح پر نکاح کرنا

کسی دُوسرے کی منکوحہ سے نکاح، نکاح نہیں بدکاری ہے

سوال:... میرے دو بچے ہیں، ۱۲ سال قبل شادی ہوئی تھی، مجھ سے پہلے میری بیوی کی شادی ایک دُوسرے شخص سے ہوئی تھی، اس شخص کو ایک مقدمے میں ۱۶ سال سزائے قید ہوگئی تھی، دو سال کے بعد میں نے اس کی بیوی سے عدالت میں نکاح کرلیا، جبکہ پہلے شوہر نے ابھی تک طلاق نہیں دی۔ اُس سے بھی میری بیوی کے چار بچے ہیں۔ اب اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا ہے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ خدا کے لئے قرآن کی روشنی میں بتایئے کہ یہ میری بیوی ہے یا پہلے شوہر کی؟ یا اب ہم کیا کریں؟

جواب:... یہ تو ظاہر ہے کہ جب یہ عورت پہلے ایک شخص کی منکوحہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ عورت اُسی کی بیوی ہے، اور یہ مسئلہ ہر عام و خاص کو معلوم ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس سے دُوسرے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔[1] اس لئے یہ عورت آپ کی بیوی نہیں، بلکہ پہلے شوہر کی بیوی ہے، آپ اس کو علیحدہ کردیں، اور وہ عدّت گزار کر پہلے شوہر کے پاس چلی جائے یا پہلے شوہر سے طلاق لے لی جائے، اور عدّت گزرنے کے بعد آپ اس سے دوبارہ صحیح نکاح کریں۔[2]

نکاح پر نکاح کو جائز سمجھنا کفر ہے

سوال:... ایک عورت جس کے شوہر عرصہ پندرہ سال سے انڈیا میں رہتے ہیں، اس عورت نے پاکستان میں کسی دُوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہے، جبکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، اس میں بھی کئی اشخاص شامل تھے جبکہ دُوسری مرتبہ نکاح پڑھوایا اور ان لوگوں کو علم بھی ہے کہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، اس کے متعلق بھی یہی سنا ہے کہ نکاح میں شامل ہونے والوں کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ کیا یہ شادی دُرست ہے؟ کیا ان لوگوں کا نکاح فسخ ہوگیا؟ اور اگر شوہر لاپتہ ہوجائے تو کتنے عرصے کے بعد عورت نکاح کرے؟ یا

---

(۱) اما نکاح منکوحة الغیر (الٰی قوله) لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلًا۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۱۳۲)۔

(۲) یہ تب ہے جب ناکح ثانی کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ عورت منکوحہ ہے، اور اگر اس کے منکوحہ ہونے کے علم کے باوجود نکاح کرلیا، تو اَب نکاح بھی باطل اور عدّت بھی واجب نہیں۔ قال فی البحر: لو تزوّج بامرأة الغیر عالمًا بذٰلک ودخل بها لَا تجب العدّة علیها حتّٰی لَا یحرم علی الزوج وطؤها وبه یفتٰی (الٰی قوله) نعم لو وطئها بشبهة وجب علیها العدّة وحرم علی الزوج وطؤها۔ (رد المحتار، مطلب فیما لو زوّج المولٰی أمَة ج:۳ ص:۵۰)۔ وفیه أیضًا: أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدة فالدخول فیه لَا یوجب العدة ان علم أنها للغیر لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلًا۔ (رد المحتار، مطلب فی النکاح الفاسد ج:۳ ص:۱۳۲)۔

علم بھی ہو اور شوہر طلاق نہ دیتا ہو تو بھی عورت کتنے عرصے کے بعد نکاح کرسکتی ہے؟

جواب:... جو عورت کسی کے نکاح میں ہو جب تک وہ اسے طلاق نہ دے اور اس کی عدّت نہ گزر جائے دُوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔[۱] اس کو جائز سمجھ کر دُوسرے نکاح میں شریک ہونے والے اسلام سے خارج ہوگئے،[۲] ان کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کریں۔[۳]

جس عورت کا شوہر لاپتہ ہوگیا ہو اس کو چاہئے کہ عدالت سے رُجوع کرے، عدالت میں اپنے نکاح کا ثبوت اور شوہر کی گمشدگی کا ثبوت پیش کرے۔ اس ثبوت کے بعد عدالت اس عورت کو مزید چار سال انتظار کرنے کا حکم دے، اور اس دوران اس کے لاپتہ شوہر کا پتہ چلانے کی کوشش کرے، اگر اس عرصے میں شوہر کا سراغ نہ مل سکے تو عدالت اس کی موت کا فیصلہ کردے۔ اس فیصلے کے بعد عورت اپنے شوہر کی موت کی عدّت (چار مہینے دس دن) پوری کرے، عدّت پوری ہونے کے بعد یہ عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، لیکن جب تک عدالت سے اس کے لاپتہ شوہر کی موت کا فیصلہ نہ کرالیا جائے، عورت دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

جو شوہر نہ تو اپنی بیوی کو آباد کرتا ہو، نہ اسے طلاق دیتا ہو، وہ عورت عدالت سے رُجوع کرے اور عدالت تحقیق و تفتیش کے بعد شوہر کو حکم دے کہ وہ یا تو دستور کے مطابق بیوی کو آباد کرے، یا اسے طلاق دے دے، اگر وہ کسی بات پر بھی آمادہ نہ ہو تو عدالت، شوہر یا اس کے وکیل کی موجودگی میں ''فسخِ نکاح'' کا خود فیصلہ کردے، اس فیصلے کے بعد عورت عدّت گزارے، عدّت کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکے گی۔[۴]

نکاح پر نکاح کرنے والا زنا کا مرتکب ہے

سوال:... ہمارے محلے میں ایک لڑکی ہے جس کا نکاح والدین نے اپنے کسی رشتہ دار سے تقریباً ۸ سال کی عمر میں کیا تھا، اب اس لڑکی کے والدین نے کسی اور رشتہ دار سے دوبارہ نکاح کرایا ہے (دہرا نکاح ہے)، نکاح کے اُوپر نکاح کرایا گیا ہے، بتائیں کہ کیا یہ نکاح دُرست ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ زنا ہے، اگر زنا ہے تو اس کی شریعتِ محمدیہ کے مطابق سزا دینی چاہئے یا اس میں کچھ معافی بھی ہے؟

جواب:... لڑکی کا جو نکاح آٹھ سال کی عمر میں کیا گیا تھا وہ صحیح تھا، اب اگر اس لڑکی کو پہلے شوہر سے طلاق نہیں ہوئی تو دُوسرے نکاح کے غلط اور باطل ہونے میں کیا شک ہے...؟[۵] اور اگر یہ لڑکا اور لڑکی جنسی تعلق قائم کریں گے تو اس کے زنا اور خالص زنا ہونے میں کیا شبہ ہے...؟ باقی شرعی سزا تو تمام حالات کی تحقیق کرکے جرم کی نوعیت کے مطابق شرعی عدالت ہی جاری کرسکتی ہے۔

---

(۱) اما نکاح منکوحة الغیر (الٰی قوله) لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلًا۔ (رد المحتار، مطلب فی النکاح الفاسد ج:۳ ص:۱۳۲)۔

(۲) من اعتقد الحرام حلالًا (الٰی قوله) إن کان دلیله قطعیًا کفر۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۲۲۳)۔

(۳) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح۔ (شامی ج:۴ ص:۲۴۷)۔

(۴) دیکھئے رسالہ: ''الحیلة الناجزة'' للتھانوی ص:۵۹۔

(۵) ایضاً حوالہ نمبر۱۔

کسی دُوسرے کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں

سوال:... میرا نکاح مسماۃ فلاں بنت فلاں سے ہوا اور تقریباً ایک سال رہا، اور اس سے ایک لڑکا بھی ہوا، مگر لڑکی کا معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھی اور اس کا آدمی انڈیا میں زندہ ہے اور اس نے اب تک طلاق نہیں دی۔ لہٰذا مجھ کو جب پتا چلا تو میں نے اسے طلاق دے دی، اب میں دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، اگر وہ پہلے شوہر سے طلاق لے لے کیا وہ مجھ پر جائز ہوگی؟

جواب:... پہلے شوہر سے طلاق ہوجائے اور اس کی عدّت بھی گزر جائے، تو آپ سے نکاح ہوسکتا ہے۔[1] آپ کو تو معلوم نہیں تھا کہ اس کا پہلے سے نکاح موجود ہے، اس لئے آپ تو گناہ گار نہیں ہوئے، مگر اس لڑکی کو تو معلوم تھا کہ اس کا پہلا شوہر زِندہ موجود ہے، اس لئے وہ گناہ گار ہوئی، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

لڑکی کی لاعلمی میں نکاح کا حکم

سوال:... ایک لڑکی جس کا والد تقریباً دس سال پہلے وفات پاچکا ہے اور اس کی والدہ نے اس کا رِشتہ اپنے رشتہ داروں میں کیا، منگنی وغیرہ کی رسم ہوئی، کچھ عرصہ بعد والدہ کسی لالچ کی وجہ سے منگنی توڑ کر رِشتہ دُوسری جگہ کرنا چاہتی تھی تو لڑکی نے انکار کردیا کہ میں اپنی عزّت سرِعام نیلام نہیں کروں گی۔ اسے دھمکیاں دی گئیں، مارا پیٹا بھی مگر لڑکی برابر اِنکار ہی کرتی رہی، اور آخرکار ایک دن زبردستی نکاح نامے پر دستخط کے بجائے (نشان) انگوٹھا لگوالیا، جس کا لڑکی کو کوئی علم ہی نہ تھا، لڑکی پڑھی لکھی تھی، رُخصتی وغیرہ نہیں ہوئی تھی، اب جبکہ عیدالاضحیٰ کے بعد رُخصتی کرنا چاہتے تھے تو لڑکی اپنے پہلے والے رشتہ داروں کے پاس آگئی اور وہاں آکر کورٹ میں حلف نامہ لکھوا کر نکاح کرلیا ہے، کیونکہ پہلے والے نکاح کا تو لڑکی کو کوئی علم ہی نہ تھا، نہ ہی اس نے قبول کیا تھا، اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالیں کہ کیا پہلے والا نکاح تھا یا نہیں؟

جواب:... اگر لڑکی پڑھی لکھی تھی تو نکاح نامے پر اس کا انگوٹھا کیسے لگوالیا گیا اور اس کو علم کیسے نہیں ہوا؟ یہ بات تحقیق طلب ہے۔ اگر تحقیق سے ثابت ہوجائے کہ لڑکی کو واقعی نکاح کئے جانے کا علم نہیں تھا، نہ اس نے نکاح کو قبول کیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔[2] اور اگر مار پیٹ کر صرف دستخط کرائے گئے، یا انگوٹھا لگوالیا گیا، جبکہ لڑکی اس نکاح پر رضامند نہیں تھی تب بھی نکاح نہیں ہوا۔[3] لہٰذا لڑکی کا وہ نکاح، جو اس نے پہلی منگنی کی جگہ کیا صحیح ہے۔[4]

---

(۱) اس لئے کہ اس صورت میں کوئی وجہ حرمت نہیں، قال تعالیٰ: "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ" (النساء: ۲۴)۔

(۲) لَا یجوز نکاح أحد علٰی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکرًا کانت أو ثیبًا فإن فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علٰی إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل کذا فی السراج الوهاج۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۷)۔

(۳) ولَا تجبر البالغة البکر علی النکاح لِانقطاع الولَایة بالبلوغ۔ (در مختار، کتاب النکاح، باب الولی ج:۳ ص:۵۸، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۴) ان المرأة إذا زوّجت نفسها من کفوٴ لزم علی الأولیاء۔ (رد المحتار، باب الکفاءة ج:۳ ص:۸۴)۔

جھوٹ بول کر طلاق کا فتویٰ لینے والی عورت دُوسری جگہ شادی نہیں کرسکتی

سوال:...میرے دوست ''ف'' کی شادی ایک سال قبل اس کی چچازاد بہن ''ن'' سے ہوئی، جو کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ایک اچھے ادارے میں اعلیٰ پوسٹ پر کام کرتی ہے، جبکہ ''ف'' ایک کلرک کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ یہ شادی ''ف'' اور ''ن'' کی باہمی رضامندی اور پسند کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی مرضی سے ہوئی تھی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد پیسہ، روپیہ اور اعلیٰ معیار کا مسئلہ ''ن'' اور ''ن'' کے گھر والوں کی طرف سے شروع ہوا۔ ''ف'' کی آمدنی محدود تھی، اس لئے وہ لڑکی اور ان کے گھر والوں کی خواہش کے مطابق سامانِ آرائش وزیبائش فراہم نہ کرسکا۔ اس پر ''ن'' ناراض ہوکر اپنے والدین کے گھر چلی گئی، جب ''ف'' نے ''ن'' سے رُجوع کیا تو ''ن'' نے کہا کہ: آپ ابھی اپنی تعلیم مکمل کریں اور اپنے اعلیٰ معیار کو بڑھائیں۔ اور کہا کہ: آپ امتحان سے فارغ ہوجائیں تو پھر میں آپ کے پاس آؤں گی۔ ''ف'' اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگیا، اسی دوران ''ن'' نے ایک خط دارالافتاء کے نام ارسال کیا جس کا متن یہ ہے کہ: ''میرے شوہر نے مجھے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور نکالتے وقت یہ الفاظ بار بار کہے: جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔'' جس پر مولانا صاحب نے فتویٰ دیا کہ: ''اگر آپ کے شوہر نے یہ الفاظ بار بار کہے تو طلاق ہوگئی، اور آپ ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے۔'' یہ فتویٰ حاصل کرنے کے بعد ''ن'' نے علاقے کے چیئرمین پنچایت کمیٹی کو درخواست دی کہ مجھے اس فتویٰ کی رُو سے طلاق ہوچکی ہے، لہٰذا مجھے مہر دِلوایا جائے اور ساتھ ہی عدّت کے اخراجات بھی۔ پنچایت کمیٹی کے سمن پر ''ف'' نے حاضری دی تو چیئرمین نے ''ف'' سے حقیقت دریافت کی تو ''ف'' نے حلفیہ بیان دیا کہ میں نے نہ تو ''ن'' کو گھر سے نکالا اور نہ ہی ایسے الفاظ کہے۔ اس پر طے پایا کہ ''ن'' کو پنچایت کمیٹی کے سامنے حاضر کیا جائے اور دونوں کے بیان قلم بند ہوں گے۔ مگر ''ن'' چیئرمین پنچایت کمیٹی کے سامنے حاضر نہ ہوئی۔ جنابِ والا! میرا دوست اس مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان ہے، آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن وسنت سے اس کی رہنمائی کریں:

الف:...کیا لڑکی کی غلط بیانی سے لیا ہوا فتویٰ قابلِ قبول ہے؟

ب:...کیا اس فتویٰ کی رُو سے طلاق ہوگئی؟

ج:...قرآن وسنت کی روشنی میں غلط بیانی سے فتویٰ حاصل کرنے والے کی کیا حیثیت ہے؟

د:...کیا لڑکی اس فتویٰ کے بعد دُوسری شادی کرسکتی ہے؟

جواب:...مفتی کا جواب سوال کے مطابق ہوتا ہے، مفتی کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ سوال میں واقعات صحیح بیان کئے گئے ہیں یا غلط؟ یہ تحقیق کرنا عدالت کا کام ہے۔ آپ نے جو کہانی لکھی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت طلاق دینے کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جب یہ اختلاف ہو تو بیوی اگر دو ثقہ اور قابلِ اعتبار گواہ پیش کردے جو حلفاً شہادت دیں کہ ان کے سامنے شوہر نے طلاق دی ہے تو عورت کا دعویٰ دُرست تسلیم کیا جائے گا، اور اگر طلاق پر دو گواہ پیش نہ کرسکے تو شوہر سے حلفاً پوچھا جائے کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں؟ اگر وہ حلفاً کہے کہ اس نے طلاق نہیں دی تو عورت کا دعویٰ جھوٹا ہوگا اور شوہر کی یہ

بات صحیح ہوگی کہ اس نے طلاق نہیں دی۔[1] آپ کے مسئلے میں چونکہ بیوی کے پاس گواہ نہیں، لہٰذا اس کا دعویٰ قابلِ اعتبار نہیں، وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

نکاح پر نکاح کرنا اور اس سے متعلق دُوسرے مسائل

سوال:... میری عمر ۳۲ سال ہے اور میں ایک پڑھی لکھی خاتون ہوں، میں گورنمنٹ اسکول میں بحیثیت معلّمہ کے فرائض انجام دے رہی تھی کہ میری زندگی میں بہت بڑا سانحہ پیش آیا۔ میں نے آج تک اپنی زندگی کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا، میرے تین بھائی ہیں، اور ہم دو بہنیں ہیں، ایک بہن کی شادی تقریباً ۲۵ سال قبل ہوئی، دُوسری میں ہوں، میری باجی عمر میں ۱۴ سال بڑی ہیں، اور تینوں بھائی مجھ سے چھوٹے ہیں۔ تو عرض کر رہی تھی کہ میں نے کبھی بھی زندگی کے متعلق سوچا تک نہ تھا کہ کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ حالانکہ تعریف اپنی نہیں کرنی چاہئے، توبہ توبہ کرکے عرض کرتی ہوں کہ خدا نے شکل وصورت ایسی دی ہے کہ آج تک دیکھنے والے رشک کرتے ہیں اور سیرت بھی ایسی تھی کہ اس پورے علاقے میں لوگ میری مثالیں دیا کرتے تھے۔ مگر یہاں مسئلہ میرا نہیں اس معاشرے کا تھا کہ میرے ماں باپ کے پاس جہیز کے نام پر دینے کے لئے اتنا کچھ نہیں تھا کہ کوئی ڈھنگ کا رشتہ آتا، ایسے رشتے آتے جو معیار پر پورے نہ اُترتے یا جن کے مطالبے پورے نہ ہوسکتے تھے۔

پھر یکایک میری زندگی میں ایسا موڑ آیا کہ میرے بھائی تینوں جوان ہوگئے، میں تینوں کی نظر میں کانٹا بن گئی، صاف صاف الفاظ سننے میں آنے لگے کہ اس منحوس کی وجہ سے ہماری شادیاں نہیں ہو رہی ہیں، ماں کے منہ سے بھی یہی الفاظ نکلتے کہ میرے بیٹوں کا گھر نہیں بسانا چاہتی۔ پھر میں نے اپنے دِل پر پتھر رکھ لیا اور تہیہ کرلیا کہ بھائیوں کی شادی جلد اور اپنے ہاتھوں سے کرکے پھر خود بھی شادی کروں گی، لیکن اپنی ذات پر اپنے بھائیوں یا والدین کا روپیہ پیسہ نہیں لگنے دُوں گی۔ آج سے تقریباً آٹھ ماہ قبل میں نے اپنی زندگی کا ساتھی چن لیا، اور دو بھائیوں کی شادی بالترتیب ۱۷ر فروری ۱۹۸۴ء اور ۱۸ر فروری ۱۹۸۴ء کو کردی اور پھر میں نے والدین کی مرضی کے خلاف ۲۷ر فروری ۱۹۸۴ء کو شادی کرلی۔ سارے حالات اور واقعات کا علم والدین کو کردیا اور راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کے بعد میں نے اپنا حقِ شرعی اور قانونی استعمال کیا، والدین کسی بھی صورت میں راضی نہیں ہوئے اور اپنی بے انتہا کوششوں کے بعد مجبوراً پھر مجھے ۲۷ر فروری ۱۹۸۴ء کو کورٹ میرج کرنی پڑی۔ ۲۵ر فروری کو کورٹ سے باقاعدہ قانونی مختارنامہ حاصل کیا، ۲۷ر فروری ۱۹۸۴ء کو باقاعدہ چار گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ رجسٹرڈ مولوی صاحب نے نکاح پڑھایا شرعی طریقے سے، اور باقاعدہ حکومتِ پاکستان کے نکاح نامے کے جو کاغذات تھے ان پر میرے اور میرے شوہر اور چار گواہوں نے دستخط کئے اور کاغذات باقاعدہ رجسٹرڈ ہوئے۔

ٹھیک چوتھے دن یعنی یکم مارچ ۱۹۸۴ء کو میرے گھر والوں کو علم ہوگیا، میں نوکری کرتی تھی لیکن میرے گھر والوں نے زبردستی

---

(۱) ويسأل القاضي المدعى عليه عن الدعوىٰ فيقول انه ادعى عليك كذا فماذا تقول ...إلخ. فإن أقرّ فبها أو أنكر فبرهن المدعي قضى عليه بلا طلب المدعي وإلّا يبرهن حلفه الحاكم بعد طلبه. (رد المحتار، كتاب الدعوىٰ ج:۵ ص:۵۴۸).

مجھے مارا پیٹا، گردن پر چھری رکھ کر ۳؍مارچ ۱۹۸۴ء کو میرا استعفیٰ لکھوا کر میرے دستخط کرا کر میری نوکری ختم کرائی، پھر میرے شوہر سے ۵؍مارچ ۱۹۸۴ء کو طلاق نامے پر اس کے گھر والوں سے زبردستی دباؤ ڈلوا کر طلاق نامے پر دستخط کرائے، مجھے معلوم نہیں کیسے کرائے گئے، میں اس دن سے گھر پر ہوں، نوکری ختم ہوگئی ہے، ہمارا نکاح صرف ۸ دن رہا، میں ان دنوں سے حکمِ خداوندی کے تحت عدّت کے دن گھر پر گزار رہی ہوں۔ میرے والدین اور بھائیوں کا کہنا ہے کہ کورٹ سے نکاح کوئی نکاح نہیں ہوا۔ حالانکہ میں نے یہ نکاح بخوشی اور اپنی مرضی سے کیا تھا، اس میں کسی قسم کا جبر یا تشدد نہیں تھا۔ والد صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے ایک مولوی سے پوچھا ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ کورٹ میرج کوئی شادی نہیں ہوتی، اس لئے اس کا نکاح فوری کہیں بھی ہوسکتا ہے، لیکن میں نے یہ دلیل دے کر گھر والوں کو قائل کیا کہ اگر یہ شادی، شادی نہ تھی تو آپ لوگوں کو طلاق کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ بھائی نے طلاق کی نقل باقاعدہ کورٹ میں نکاح نامے کے ساتھ منسلک تک کرائی ہے اور ایک نقل کونسلر صاحب کے دفتر میں جمع کرائی ہے۔ میں دن رات روتی رہتی ہوں اور میرا دِل یقین ہی نہیں کرتا کہ مجھے طلاق ہوئی ہے، جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے خدا کسی دُشمن کے ساتھ بھی نہ کرے، آمین۔ میرے ذہن میں مندرجہ ذیل سوالات اُبھر رہے ہیں، اُمید ہے کہ آپ نمبروار سوالوں کا جواب دے کر مجھے مطمئن ضرور کریں گے اور ان سوالوں کا جواب جلد تحریر کریں گے، کیونکہ میں پھر دوبارہ نوکری کی تلاش کرنا چاہتی ہوں۔

سوال:...کیا کورٹ میرج کے طریقے پر نکاح جائز ہے؟ جس میں تمام شرعی تقاضے پورے کئے گئے ہوں؟

جواب:...اگر لڑکا اور لڑکی جوڑ کے ہوں تو یہ نکاح صحیح ہے، ورنہ نہیں۔[1]

سوال:...کیا صرف زبردستی طلاق نامے پر دستخط کرا لینے سے طلاق ہوجاتی ہے یا زبان سے طلاق کا لفظ تین بار نکالنے سے ہوتی ہے؟

جواب:...اگر طلاق نامہ کسی اور نے لکھا ہو اور زبردستی اس پر دستخط کرائے جائیں تو اس سے طلاق نہیں ہوتی،[2] اور اگر طلاق نامہ خود شوہر نے لکھا ہو،[3] یا زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کئے ہوں تو طلاق ہوجاتی ہے۔[4]

سوال:...ہوسکتا ہے کہ زبان سے یہ الفاظ نہ کہے ہوں اور طلاق نامہ پر دُوسروں کے کہنے پر دستخط کردیئے ہوں، ایسی صورتِ حال پیش آئی ہو تو کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟

---

(۱) ان المرأة إذا زوّجت نفسها من كفوٴ لزم على الأولياء، وإن زوّجت من غير كفوٴ لَا يلزم أو لَا يصح۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة ج:۳ ص:۸۴، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۲) رجل أكره بالضرب والحبس علٰى أن يكتب طلاق امرأته وكتب فلانة بنت فلان طالق، لَا تطلق إمرأته۔ (خلاصة الفتاویٰ، كتاب الطلاق ج:۲ ص:۹۱)۔

(۳) وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ثم المرسومة لَا تخلو اما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد فأنت طالق، فكما كتب هٰذا يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۸)۔

(۴) ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبدًا أو مكرهًا فإن طلاقه صحيح۔ وفي البحر: إن المراد الْإكراه على التلفظ بالطلاق۔ (شامی، مطلب فی الْإكراه إلخ ج:۳ ص:۲۳۵)۔

جواب:... اگر اپنی خوشی سے دستخط کئے ہوں تو طلاق ہوجائے گی،[۱] زبردستی دستخط لینے سے طلاق نہیں ہوتی۔[۲]

سوال:... میرے گھر والے عدّت کے دنوں کے اندر دُوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ جائز ہوگا؟

جواب:... آپ کے مسئلے کی تین صورتیں ہیں:

۱:... جو نکاح آپ نے والدین کی اجازت کے بغیر کیا تھا اگر وہ غیرکفو میں تھا تو وہ نکاح نہیں ہوا، مگر چونکہ نکاح کے شبہ میں صحبت ہوچکی ہے، اس لئے عدّت لازم ہے،[۳] چنانچہ عدّت سے پہلے دُوسرا نکاح ہرگز جائز نہیں۔[۴]

۲:... اور اگر پہلا نکاح کفو میں ہوا تھا اور طلاق نامے پر زبردستی دستخط لئے گئے تھے، تو چونکہ طلاق نہیں ہوئی، اس لئے پہلا نکاح باقی ہے، لہٰذا دُوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔[۵]

۳:... اور اگر پہلا نکاح کفو میں ہوا تھا، اور طلاق بھی صحیح طریقے سے لی گئی تھی تو طلاق کی عدّت گزارنا لازم ہے، عدّت پوری ہونے سے پہلے دُوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔[۶]

سوال:... میرے گھر والے دُوسری جگہ جو نکاح کرنا چاہتے ہیں وہ ان لوگوں کو پہلے نکاح کا ہرگز نہیں بتارہے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:... پہلی اور تیسری صورت میں عورت پر عدّت لازم ہے اور عدّت سے پہلے دُوسرا نکاح ہرگز جائز نہیں، بہرحال آپ کے والدین جہاں آپ کا عقد کرنا چاہتے ہیں ان کو اس تمام صورتِ حال سے آگاہ کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ نادانستہ اس حرام میں مبتلا نہ ہوں، اور دُوسری صورت میں چونکہ پہلا نکاح بدستور باقی ہے، اس لئے عدّت کا یا دُوسرے نکاح کا سوال ہی غلط ہے۔

سوال:... عدّت کی مدّت کتنا عرصہ ہے؟ سنا ہے ۳ ماہ ۱۰ دن ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... طلاق کی عدّت تین حیض ہے،[۷] تین بار ایام سے پاک ہونے سے عدّت پوری ہوجاتی ہے، تین ماہ دس دن عدّت نہیں۔

---

(۱) لو استکتب من آخر کتابًا بطلاقها وقرأه علی الزوج فأخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به إلیها فأتاها وقع إن أقرّ الزوج أنه کتابه۔ (رد المحتار، مطلب فی الطلاق بالکتابة ج:۳ ص:۲۴۶، ۲۴۷، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) فلو اکره علٰی أن یکتب طلاق إمرأته فکتب لَا تطلق۔ (شامی، مطلب فی الْإکراه إلخ ج:۳ ص:۲۳۶)۔

(۳) لو وطنها بشبهة وجب علیها العدة۔ (رد المحتار، مطلب فیما لو زوّج المولی أمَته ج:۳ ص:۵۰)۔

(۴) لَا یجوز للرجل أن یتزوّج زوجة غیره وکذٰلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج سواء کانت العدة عن طلاق (إلٰی قوله) أو شبهة نکاح کذا فی البدائع۔ (عالمگیری، المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر ج:۱ ص:۲۸۰، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

(۵) أیضًا۔

(۶) أیضًا۔

(۷) قال تعالٰی: "وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸)۔

جبر و اِکراہ سے نکاح

نکاح میں لڑکے لڑکی پر زبردستی نہ کی جائے

سوال:... زید کا نکاح ایسی جگہ کیا جارہا ہے کہ نہ تو زید اس سے رضامند ہے اور نہ ہی زید کا والد راضی ہے، صرف والدہ زید اس پر اِصرار کر رہی ہیں، ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:... جب زید رِشتے پر راضی نہیں ہے تو اس پر جبر و اِکراہ صحیح نہیں، ورنہ آج اس نے اگر نکاح کا ایجاب و قبول کر بھی لیا تو کل جب موافقت نہ ہوگی تو طلاق دے دے گا۔

بالغ افراد کا خوف کے ذریعے زبردستی نکاح کا شرعی حکم

سوال:... بالغ افراد کا ان کی مرضی کے بغیر زبردستی یا خوف کے ذریعے نکاح کیا جائے تو نکاح ہوجائے گا یا نہیں؟

جواب:... بغیر رضامندی کے نکاح نہیں ہوگا،[1] اور زبردستی کرنے والے گناہگار ہوں گے۔ البتہ اگر دباؤ میں آکر اس نے قبول کرلیا تو نکاح ہوجائے گا، مگر اس طرح دباؤ دُرست نہیں، اور ایسی شادیاں پائیدار بھی نہیں ہوتیں۔[2]

بچپن کی منگنی کی بنیاد پر زبردستی نکاح جائز نہیں

سوال:... ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً چھ سال تھی، اس کی منگنی کی گئی، اب وہ جوان ہے اور میٹرک پاس ہے، اب وہ شادی سے انکار کرتی ہے، شادی سے اس کے ماں باپ نے لڑکے والوں کو منع کردیا کہ لڑکی رضامند نہیں ہے، لڑکے والے راضی نہیں ہو رہے ہیں اور عدالت تک پہنچنا چاہتے ہیں، زبردستی شادی کرنا چاہتے ہیں، آپ اس کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں دیں، مشکور ہوں گا۔

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لَا تُنكح الأيّم حتّٰى تستأمر، ولَا البكر حتّٰى تستأذن، قالوا: يا رسول الله! كيف إذنها؟ قال: أن تسكت. أخرجه الجماعة إلّا الموطأ. (جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۰، الفرع الثاني في الإستئذان والإجبار، طبع مكتبه دار البيان، بيروت).

(۲) وينعقد بإيجاب وقبول. (البحر الرائق ج:۳ ص:۸۷، كتاب النكاح). وإن استأذن الولي البكر البالغة فسكتت فذٰلك إذن منها، وكذا إذا مكنت الزوج من نفسها بعد زوجها الولي فهو رضا ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۲۸۷).

جواب:...اگر لڑکی وہاں رضامند نہیں تو اس کی رضا کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا،[1] یہ رشتہ ختم کردینا چاہئے، اور لڑکے والوں کو بھی اس پر اِصرار نہیں کرنا چاہئے، عدالت میں پہنچ کر کیا کریں گے...؟

کیا والدین بالغہ لڑکی کی شادی زبردستی کرسکتے ہیں؟

سوال:...والدین نے لڑکی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کردی، لڑکے نے لڑکی کو خوش رکھنے کی کوشش کی، لیکن لڑکی کے دِل میں لڑکے کی جگہ نہ بن سکی، تو اس سلسلے میں لڑکے کو کیا کرنا چاہئے؟ براہِ مہربانی اس کا جواب شریعت کی رُو سے ارسال فرمائیں۔

جواب:...عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کرنا جائز نہیں،[2] اگر لڑکی نے والدین کے کہنے کی وجہ سے نکاح منظور کرلیا تھا تو نکاح تو ہوگیا،[3] لیکن چونکہ دونوں میاں بیوی کے درمیان اُلفت پیدا نہیں ہوسکی اس لئے لڑکے کو چاہئے کہ اگر لڑکی خوش نہیں تو اسے طلاق دے کر فارغ کردے۔

قبیلے کے رسم و رواج کے تحت زبردستی نکاح

سوال:...کسی عورت کا نکاح قبیلے کے رسم و رواج کا سہارا لے کر زبردستی کرانے سے نکاح ہوجاتا ہے؟

جواب:...اگر عورت نے قبول کرلیا تو نکاح ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔[4]

بادِلِ نخواستہ زبان سے اقرار کرنے سے نکاح

سوال:...اگر لڑکی کسی شخص سے نکاح کرنا نہیں چاہتی، والدین کی عزّت اور اپنی عزّت کا خیال کرکے بھری محفل میں اقرار کرلے، جبکہ وہ دِل سے نہ چاہتی ہو تو کیا یہ نکاح دُرست ہے؟

جواب:...اگر اس نے زبان سے اقرار کرلیا تو نکاح صحیح ہے۔[5]

---

(۱) قوله ولَا تجبر بكر بالغة على النكاح أى ولَا ينفذ عقد الولى عليها بغير رضاها عندنا. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء ج:۳ ص:۱۱۸، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۲) قالت (أى عائشة) سألتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الجارية ينكحها أهلها، أتستأمر أم لَا؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم، تستأمر. قالت عائشة: فقلت له: إنها تستحى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فذالك إذنها إذا هى سكتتْ. (جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۲، الفرع الثانى فى الإستئذان والإجبار). ولَا تجبر البالغة البكر على النكاح لِانقطاع الولَاية بالبلوغ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولى ج:۳ ص:۵۸).

(۳) لَا يجوز نكاح أحد على بالغة (الٰى قوله) بغير إذنها ...... فإن فعل ذٰلك فالنكاح موقوف علٰى إجازتها فإن أجازته جاز. (عالمگيرى، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء ج:۱ ص:۲۸۷، طبع رشيديه كوئٹه).

(۴) أيضًا.

(۵) عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث جدهنّ جدٌّ وهزلهنّ جدّ: النكاح، والطّلاق والرجعة. (سنن أبى داوٗد، باب فى الطلاق على الهزل ج:۱ ص:۳۰۵، طبع ايچ ايم سعيد).

رضامند نہ ہونے والی لڑکی کا بیہوش ہونے پر انگوٹھا لگوانا

سوال:...ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۱۹ سال ہوگی، اس کی شادی ایک ۳۵ سال سے زیادہ عمر کے شخص سے ہوئی، اس شخص کی پہلی بیوی سے بھی اولاد تھی جو اس لڑکی سے بھی زیادہ عمر کی تھی، نکاح کے وقت جب لڑکی سے اجازت نامے پر دستخط کروانے گئے تو اس نے انکار کردیا، کیونکہ لڑکی اس شادی پر تیار نہ تھی، وہ مسلسل رو رو کر انکار کر رہی تھی، اور روتے روتے بیہوش ہوگئی، اور بیہوشی کی حالت میں اجازت نامے پر انگوٹھا لگوایا گیا، یعنی گواہوں نے ہاتھ پکڑ کر لگایا۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا یہ نکاح ہوگیا؟ اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...نکاح کے لئے لڑکی کا اجازت دینا شرط ہے، آپ نے جو واقعات لکھے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت ہی نہیں ہوئی، اس لئے نکاح نہیں ہوا۔ [1]

بالغہ لڑکی نے نکاح قبول نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوا

سوال:...ہمارے مذہب اسلام میں ہر بالغہ لڑکی کو پسند کی شادی کرنے کی اجازت ہے، اگر ماں باپ بالغہ لڑکی کا نکاح کسی لڑکے سے زبردستی اس کی مرضی کے خلاف کردیں تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...اگر بالغہ لڑکی نے نکاح قبول نہیں کیا بلکہ نکاح کا سن کر اس نے انکار کردیا تو نکاح نہیں ہوا، اور اگر والدین کی عزّت وآبرو کا خیال کرکے اس نے انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہی، نکاح قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ [2]

مار پیٹ کر بیہوشی کی حالت میں انگوٹھا لگوانے سے نکاح نہیں ہوا

سوال:...ایک لڑکی جس کی عمر ۱۵ سال ہے اس کے والد کو الگ کمرے میں بند کرکے اور لڑکی کو دُوسرے کمرے میں بند کرکے لڑکی سے اجازت نامے پر دستخط کروانے لگے تو اس نے انکار کردیا، کیونکہ وہ دِلی طور پر رضامند نہ تھی، لڑکی کو مارا پیٹا گیا جس سے لڑکی بیہوش ہوگئی اور بیہوشی کی حالت میں انگوٹھا لگوایا گیا، کیا یہ نکاح ہوگیا؟ اگر نہیں تو کیا کرنا چاہئے؟

---

(۱) قوله ولَا تجبر بالغة على النكاح أى ولَا ينفذ عقد الولى عليها بغير رضاها عندنا۔ (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء ج:۳ ص:۱۱۸)۔ نیز بےہوشی کے عالم میں انگوٹھا لگوایا گیا جو معتبر نہیں۔ فی الشامية: من اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فاجأته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الأقوال والأفعال لَا تعتبر أقواله. (رد المحتار، مطلب فی طلاق المدهوش ج:۳ ص:۲۴۴)۔

(۲) لَا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكرًا كانت أو ثيبًا فإن فعل ذٰلک فالنكاح موقوف علٰى إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل، كذا فی السراج الوهاج. (عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولياء ج:۱ ص:۲۸۷، طبع رشیدیه)۔

جواب:... بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا،[1] اور بیہوشی کی حالت میں انگوٹھا لگوانے کو اجازت نہیں کہتے،[2] اس لئے یہ نکاح نہیں ہوا۔

بالغ لڑکی کا نکاح اُس کی اِجازت کے بغیر دُرست نہیں

سوال:... والد نے میری مرضی کے بغیر میرا نکاح کسی سے کردیا، کیا یہ نکاح دُرست ہے؟

جواب:... بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اِجازت کے بغیر نہیں ہوتا، اور اگر کردیا جائے تو اس کی اِجازت پر موقوف رہتا ہے۔ آپ نے نکاح کا علم ہونے کے بعد اس کو قبول کرلیا تھا تو نکاح صحیح ہوگیا، اور اگر آپ نے قبول نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوا۔[3]

زبردستی کیا گیا نکاح نہیں ہوا

سوال:... مجھے اغوا کرنے کے بعد مجھ سے زبردستی نکاح کیا گیا کہ نہ تو میرے والد اس وقت موجود تھے، اور نہ میں راضی تھی، بلکہ میں مسلسل اِنکار کرتی رہی، لیکن انہوں نے زبردستی مجھ سے دستخط لے لئے اور قاضی صاحب کو بھی دھمکی دی کہ اگر یہ نکاح نہ پڑھایا تو جان سے ماردیں گے۔ اس کے بعد میں اس لڑکے کے ساتھ کچھ دن رہی، لیکن اس نے سوائے مار پیٹ کے اور کچھ نہ کیا جو ایک بیوی کے ساتھ ہونا چاہئے، کیا یہ نکاح صحیح ہوا؟

جواب:... شرعاً یہ نکاح نہیں ہوا، تم پاک صاف ہو، اپنا نکاح دُوسری جگہ کرسکتی ہو، واللہ اعلم![4]

اگر کسی لڑکی نے مار پیٹ کے ڈر سے نکاح میں ہاں کردی تو نکاح ہوجائے گا

سوال:... مولانا صاحب! نکاح کے بارے میں آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ اگر کسی لڑکی کو نکاح کے لئے زبردستی مار پیٹ، تشدّد سے راضی کیا جائے اور وہ لڑکی مار پیٹ کی وجہ سے ہاں کردے، لیکن بعد میں اِنکار کرے اور اسے دِل سے یہ رِشتہ قبول نہ ہو، تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟

---

(۱) لَا یجوز نکاح أحد علٰی بالغة (الٰی قوله) بغیر إذنها۔ (عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء ج:۱ ص:۲۸۷)۔ أیضًا: ولَا ینعقد بالکتابة من الحاضرین فلو کتب تزوّجتک فکتبت قبلت لم ینعقد هٰکذا فی النهر الفائق۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۰، کتاب النکاح، طبع رشیدیه)۔

(۲) من اختل عقله لکبر أو لمرض أو لمصیبة فاجأته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الأقوال والأفعال لَا تعتبر أقواله۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش ج:۳ ص:۲۴۴)۔

(۳) لَا یجوز نکاح أحد علٰی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکرًا کانت أو ثیبًا فإن فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علٰی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردّته بطل، کذا فی السراج الوهاج۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۷)۔

(۴) وینعقد بإیجاب وقبول وضعا للمضی۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح ج:۳ ص:۸۷)۔ لَا یجوز نکاح أحد علٰی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکرًا کانت أو ثیبًا ..... فإن فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علٰی إجازتها فإن أجازته جاز، وإن ردّته بطل۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۷، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، طبع رشیدیه)۔

جواب:...عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوتا،[۱] لیکن اگر اس نے اِیجاب و قبول کے وقت ہاں کردی تو نکاح ہوجائے گا۔[۲] نکاح کے معاملے میں والدین کا لڑکی پر زبردستی اور تشدّد جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کہ ایک عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے اپنے بھتیجے سے کردیا تھا، اور یہ رشتہ لڑکی کو ناپسند تھا، اس لڑکی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ نے اس کو نکاح کے قائم رکھنے یا رَدّ کرنے کا اِختیار دِیا، اس نے کہا کہ میرے والد نے جو کیا، میں اس کو جائز رکھتی ہوں، مگر میں نے لوگوں کو یہ بتانا چاہا ہے کہ والدین کو عاقلہ بالغہ لڑکی کا زبردستی نکاح کرنے کا کوئی اِختیار نہیں (جامع الاصول ج:۱۱ ص:۴۶۴)۔[۳]

عورت سے زبردستی نکاح کرنا کیسا ہے؟ نیز عورت ایسے شخص سے کس طرح جان چھڑاسکتی ہے؟

سوال:...عرض ہے کہ ایک شخص کسی دُوسرے کے گھر سے لڑکی اُٹھالیتا ہے، اور اسے پانچ چھ مہینے اپنے ساتھ زبردستی رکھ لیتا ہے، اور اس دوران لڑکی کو مارتا ہے اور اس کو زبردستی نکاح کرنے پر مجبور کرتا ہے، اور اس کے ساتھ نکاح کرتا ہے۔ محترم مولوی صاحب! قرآن و سنت کی روشنی میں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کیسے؟ اور اگر نہیں تو کس طرح؟ تفصیل سے جواب دے دیں۔

جواب:...والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا،[۴] اور یہاں تو لڑکی کی رضامندی بھی نہیں پائی گئی، اس لئے نکاح نہیں ہوا۔[۵]

سوال:...اگر عورت اس نکاح سے اِنکار کرے اور طلاق لینا چاہے تو قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟

جواب:...یہ نکاح ہی نہیں ہوا، اس لئے طلاق کی ضرورت نہیں، لیکن اگر نکاح نامے کے فارم پر عورت کے دستخط لئے گئے تھے تو اس شخص کو مار کر طلاق کے الفاظ اس سے لکھوائے جائیں اور زبانی بھی کہلوائے جائیں۔

---

(۱) لَا تجبر بالغة على النكاح أى لَا ينفذ عقد الولى عليها بغير رضاها عندنا۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۸، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء) لَا يجوز للولى إجبار البكر البالغة على النكاح۔ (هداية ج:۲ ص:۳۱۴، كتاب النكاح)۔

(۲) ينعقد بالْإيجاب والقبول ...إلخ۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۷۰)۔

(۳) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن عائشة رضى الله عنها أنّ فَتَاةً دخلتْ عليها، فقالت: إن أبى زوجنى من إبن أخيه، ليرفع بى خسيستَهُ، وأنا كارهة، قالت: إجلسى حتّى يأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأخبرته، فأرسل إلى أبيها فدعاه، فجعل الأمر إليها، فقالت: يا رسول الله! قد أجزتُ ما صنعَ أبى، ولٰكن أردت أن أُعلِمَ الناس أن ليس للآباء من الأمر شىء۔ وفى نسخة السماع: أردت أن أعْلَمَ، أللنساء من الأمر شىء؟ (جامع الأصول فى أحاديث الرسول ج:۱۱ ص:۴۶۴، طبع دار البيان، رقم الحديث:۹۰۱۴)۔

(۴) ان المرأة إذا زوّجت نفسها من كفؤ لزم على الأولياء، وإن زوّجت من غير كفؤ لَا يلزم أو لَا يصح۔ (شامى ج:۳ ص:۸۴، كتاب النكاح، باب الكفاءة، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۵) لَا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكرًا كانت أو ثيبًا، فإن فعل ذالك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كذا فى السراج الوهاج۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۸۷)۔

عاقلہ بالغہ لڑکی کا زبردستی نکاح

سوال:... اگر کسی مسلم بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اِجازت کے بغیر جھوٹا نکاح کیا جائے اور جبراً رُخصت کیا جائے تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا گواہوں اور اس میں دُوسرے شریک لوگوں کے لئے قیامت کے روز خدا کی طرف سے کون سی سزا و جزا ہے؟

جواب:... عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوتا،[1] اگر فرضی نکاح کرکے لڑکی کو زبردستی رُخصت کردیا گیا تو یہ ساری عمر کا زِنا ہوگا، اور جو لوگ جانتے بوجھتے اس بدکاری میں معاون ہوئے، ان سب پر اس کا وَبال پڑے گا اور ان کی نسلیں بگڑ جائیں گی۔

دھمکی دے کر شادی کرنے کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال:... ایک شخص نے اپنے بھائی کے لئے ایک لڑکی کا رِشتہ مانگا اور دھمکی دی کہ اگر رِشتہ نہ دیا گیا تو اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ لڑکی والوں نے مجبوراً رِشتہ دے دیا۔ لڑکا جو بیمار تھا، ایک بیٹے کی پیدائش کے بعد فوت ہوگیا، اب لڑکی کی ساری زندگی جس کرب سے گزرے گی، کیا اس کی سزا اس آدمی کو ملے گی جس نے دھمکی دے کر رِشتہ کرایا تھا؟

جواب:... اس طرح کی دھمکی دینا گناہِ کبیرہ ہے، اس کی سزا اس کو دُنیا میں مل سکتی ہے، آخرت میں تو ملے گی ہی۔

بالغ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف کرنے کی شرعی حیثیت

سوال:... ایک آدمی نے اپنی کنواری، عاقل، بالغ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف اور اس کی بلا اِجازت کردیا، رُخصتی سے قبل لڑکی نے اس نکاح کو رَدّ کرکے اپنا باقاعدہ نکاح کچھ دن بعد اپنی پسند کے مسلمان، عاقل، نوجوان لڑکے سے کرلیا اور اس کے ساتھ رہنے لگی، سوال یہ ہے کہ:

۱:... کیا یہ دُوسرا نکاح غلط ہوا؟

۲:... کیا لڑکے لڑکی پر حد قائم کی جائے گی؟

۳:... شریعت کے نقطۂ نظر سے لڑکی کے بالغ ہونے کی عمر کا تعین کیا ہے؟ نیز لڑکی کی پسند کا لڑکا معاشی، معاشرتی، رہن سہن اور ذات پات میں کسی طرح بھی لڑکی والوں سے کم نہیں ہے۔ لڑکی کے باپ، بھائی (ولی) قبائلی عصبیت کی بنا پر اس کی مرضی کی شادی کے خلاف ہیں۔ برائے مہربانی شرعی نقطۂ نظر سے تفصیلی جواب مرحمت فرمائیے۔

جواب:... نکاح کے لئے لڑکی کا (جبکہ وہ بالغ ہو) رضامند ہونا شرط ہے، اور اسی کے ساتھ اس کے والدین کا راضی ہونا

---

(۱) لَا یجوز للولی إجبار البکر البالغة علی النکاح۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۱۴)۔ ایضاً حوالہ سابقہ۔

بھی لازم ہے۔ اس لئے اگر کسی لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کردیا گیا تو وہ نکاح نہیں ہوگا،[۱] اور اگر لڑکی نے والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تو وہ نکاح بھی مشکوک ہے۔[۲]

بالغ اولاد کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کرنا

سوال:... کیا بالغ اولاد کی شادی اس کی بغیر رضامندی کے والدین کرسکتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ زندگی اولاد نے گزارنی ہے نہ کہ والدین نے۔

جواب:... بالغ اولاد کی رضامندی نکاح کے لئے شرط ہے، اس لئے والدین کے لئے یہ جائز نہیں کہ بالغ اولاد کو اس کی مرضی کے خلاف پر مجبور کرے، لیکن اگر بالغ لڑکے اور لڑکی نے اپنی خواہش کے خلاف والدین کی تجویز کو قبول کرلیا اور اس کی منظوری دے دی تو نکاح ہوجائے گا، اور اگر لڑکے یا لڑکی نے نکاح کو قبول نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوگا۔[۳]

دھوکے کا نکاح صحیح نہیں

سوال:... میرے ایک دوست کی بہن کا نکاح میرے دوست نے زبردست دباؤ کی وجہ سے ایک ایسے شخص سے کردیا جو کہ کسی طور پر بھی موزوں نہیں تھا۔ نکاح کے وقت لڑکی کی عمر گیارہ سال تھی اور اسے یہ کہہ کر کہ یہ زمین کے کاغذات ہیں نکاح نامے پر دستخط کرائے گئے (ان دنوں میں لڑکی کے والد کا انتقال ہوا تھا اور زمین کی ٹرانسفر کا مسئلہ تھا)، پوچھنا یہ ہے کہ اگر یہ نکاح ہوگیا تو اب اس لڑکی کو کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ وہ اس شادی کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہے۔

جواب:... یہ نکاح نہیں ہوا،[۴] لڑکی اپنا عقد جہاں چاہے کرسکتی ہے۔

---

(۱) عن أبی هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لَا تنكح الثيب حتّٰی تستأمر، ولَا البكر إلّا بإذنها، قالوا: يا رسول الله! وما إذنها؟ قال: أن تسكت۔ وعن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: تستأمر اليتيمة فی نفسها، فإن سكتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز عليها۔ (سنن أبی داؤد ج:۱ ص:۲۸۵، كتاب النكاح، باب فی الإستئمار، أيضًا: جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۲)۔ ولَا يجوز للولی إجبار البكر البالغة علی النكاح۔ (هداية ج:۲ ص:۳۱۴)۔

(۲) کیونکہ والدین کی اطلاع و اجازت کے بغیر نکاح عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں لڑکا، لڑکی کے جوڑ کا نہ ہو، اور ایسی صورت میں والدین کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: عن عائشة رضی الله عنها أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: أيما إمرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل۔ (مشكٰوة ص:۲۷۰، البحر الرائق ج:۳ ص:۱۱۸)۔

(۳) ایضاً۔

(۴) وفی رواية لأبی داؤد والترمذی والنسائی: أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: اليتيمة تُستَأمر فی نفسها، فإن صَمَتَتْ فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز عليها، (فلا جواز عليها) أراد بقوله: فلا جواز عليها أی: لَا ولَاية عليها لغير أبيها، وحيث هی يتيمة قد مات أبوها، فلا يجبرها علی النكاح أحد إذا أبت۔ (جامع الأصول ج:۱۱ ص:۴۶۱، الفرع الثانی فی الإستئذان والإجبار)۔ أيضًا: إنكاح الأخ والعم من غير كفؤ فإنه لَا يجوز بالإجماع، لأنه ضرر محض۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب مهم هل للعصبة تزويج الصغير ...إلخ ج:۳ ص:۶۸، طبع ايچ ايم سعيد)۔

بیوہ کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف جائز نہیں

سوال:... کیا شرعاً عدّتِ وفات کے اندر بیوہ کا نکاح یا نکاح کا پیغام دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا عدّت کے بعد بیوہ کی مرضی کے خلاف نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ عورت کی مرضی نہ ہو۔

جواب:... عدّت کے اندر نکاح نہیں ہوسکتا، بلکہ عدّت کے دوران نکاح کا پیغام دینا بھی حرام اور ممنوع ہے۔[1] عدّت کے بعد عورت کا نکاح دُوسری جگہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ عورت بھی راضی ہو، اس کی مرضی کے خلاف اس کے شوہر والوں کو یا کسی اور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ زبردستی اس بیوہ کا نکاح کرائے۔[2]

نابالغہ کا نکاح بالغ ہونے کے بعد دوبارہ کرنا

سوال:... میرے عزیز دوست کا نکاح تقریباً چار سال قبل ہوا، چار سال بعد شادی کی تاریخ مقرّر ہوئی تو لڑکی والوں نے دوبارہ نکاح پر اصرار کیا اور دلائل یہ دیئے کہ اس وقت لڑکی نابالغہ تھی اور یہ کہ اس کے پاس دو گواہ دستخط لینے نہیں گئے تھے، حالانکہ اصل وجہ حق مہر میں اضافہ کرنا تھا۔ لڑکے والوں نے لڑکی والوں کے دباؤ میں آکر دوبارہ نکاح کروایا اور مہر کی رقم چھ ہزار کے بجائے بیس ہزار لکھوائی اور پہلے مولوی صاحب نے ہی دوبارہ نکاح پڑھوایا۔ مجلس میں ایک بڑے مولوی صاحب بھی موجود تھے جنھوں نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ مسئلہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جب مولانا نے مجمع کی موجودگی میں ولیوں سے ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح پڑھوایا تھا تو لڑکی کے نابالغ ہونے کی بنا پر یا گواہوں کا باقاعدہ رسمی طریقے سے جاکر لڑکی سے دستخط نہ لینے کی وجہ سے نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر پہلا نکاح (غیرتحریری) ہوگیا تو دوبارہ نکاح (تحریری) ہونے پر پہلا دُرست سمجھا جائے گا یا دُوسرا؟

جواب:... پہلا نکاح اگر گواہوں کی موجودگی میں ہوا تھا تو وہ صحیح تھا،[3] اور دُوسرا غیرضروری اور لغو۔ پہلا نکاح رجسٹرڈ نہیں ہوسکتا تھا، شاید اس وجہ سے دوبارہ کرایا گیا ہو، لیکن ان کو مہر میں اضافے کا حق نہیں تھا۔

وٹاسٹا کی شادی میں اگر ایک کا شوہر جنسی بیمار ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال:... عرض یہ ہے کہ تقریباً ایک سال ہوا ہے میری شادی ہوئی ہے، اور وہ شادی وٹاسٹا کی شادی ہے، ہم یہ جانتے ہی

---

(۱) قال تعالٰی: "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا"۔ وقال تعالٰی: "وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ، عَلِمَ اللهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا، وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ" (البقرة: ۲۳۴، ۲۳۵)۔

(۲) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الأيم أحق بنفسها من وليها. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في الثيب ج:۱ ص:۲۹۳، طبع ايچ ايم سعيد)۔ ایضاً گزشتہ حاشیہ نمبر ۱، ۴ ملاحظہ ہو۔

(۳) ويحصل إنعقاده بالإيجاب والقبول. (رد المحتار ج:۳ ص:۹، كتاب النكاح)۔ وشرط حضور شاهدين. (در مختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۲۱، كتاب النكاح، طبع سعيد)۔

ہیں کہ وٹا سٹا کی شادی میں بہت سی مصیبتیں ہوتی ہیں، میری شادی کے پہلے چھ ماہ بڑی خوشی کے گزرے، ہم دونوں میاں بیوی بالکل ٹھیک ٹھاک اپنی زندگی گزار رہے تھے، اور آنے والی زندگی کے لئے منصوبے بنا رہے تھے کہ اتنے میں میری بہن جو کہ میرے وٹا سٹا میں بیاہی ہوئی ہے، آئی اور کہا کہ میرا خاوند بیمار ہے جنسی طور پر، اور اس کے بعد میرے سسر اور ساس بھی مجھ سے کوئی اچھا سلوک نہیں کرتے، میں اپنے سسرال میں نہیں رہوں گی۔ اس پر میری بیوی کا والد یعنی میرا سسر آیا اور اپنی بیٹی کو گھر لے کر چلا گیا، اور اس نے کہا کہ اگر آپ کی بہن ہمارے گھر میں نہیں رہتی تو میری بیٹی بھی آپ کے گھر میں نہیں رہے گی۔ اس پر میں نے اپنی بہن سے پوچھا کہ آپ نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟ تو اس نے کہا کہ میرے میاں نے مجھے قرآن کا واسطہ دیا تھا کہ میرا راز، راز ہی رکھنا، میں بیمار ہوں اور علاج کروا رہا ہوں، میں صحیح ہوجاؤں گا۔ چھ مہینے ہوگئے ہیں، وہ صحیح نہیں ہوا، بلکہ شراب وغیرہ پی کر مجھے اذیتیں دیتا ہے اور اس پر اس کے ماں اور باپ بھی مجھ سے اچھا سلوک نہیں کرتے، وہ بھی ذرا ذرا سی بات پر مجھ سے لڑتے رہتے ہیں، آخر مجھ سے برداشت نہیں ہوا، اور میں یہ باتیں آپ کو بتا رہی ہوں۔ اس پر میں نے اپنے رشتہ داروں سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بھئی ہمیں اس بات کا پہلے ہی سے علم تھا کہ لڑکا جنسی طور پر بیمار ہے اور شادی کے قابل نہیں ہے، کیونکہ اس کی پہلے شادی اپنی پھوپھی کی لڑکی سے ہوئی تھی اور تقریباً دو سال تک شادی رہی، اس کے بعد اس کی بیوی پھوپھی کی لڑکی نے اس سے طلاق لے لی تھی اور کہا تھا کہ میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، کیونکہ یہ بیمار ہے۔ پھر اس لڑکی کی دُوسری جگہ شادی ہوگئی اور اس سے اب اس لڑکی کے پاس دو بچے ہیں۔ اتنے عرصے میں ایک دفعہ میں اپنی بیوی سے بھی ملا اور اس سے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں ماں باپ کی لاج رکھوں گی، جس طرح میرے ماں باپ کہیں گے، میں اسی طرح کروں گی۔ اور مجھے کہتی تھی کہ اگر بات فیصلے تک پہنچ جائے تو مجھے فیصلہ نہیں دینا، اور اگر ہوسکے تو آپ اپنی بہن کو اِدھر بھیج دیں اور میں آپ کے ہاں چلی جاتی ہوں۔ اتنے میں میرے سسرال میں ہی میری بیوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک پھول سی بچی دی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس ساری کہانی کا آپ کو پتا چل چکا ہوگا کہ میں اس کہانی میں کتنا پریشان ہوں، کیونکہ میں اپنی بیوی سے اور بیوی مجھ سے بہت پیار کرتی ہے، اور اب اللہ تعالیٰ نے بچہ بھی دے دیا ہے، میرا فیصلے کا بھی کوئی اِرادہ نہیں ہے کہ میں اپنی بیوی کو فیصلہ دُوں، اگر مجھے کسی مجبوری کی بنا پر فیصلہ دینا پڑ جائے تو کیا میں گناہ کروں گا؟ کہانی ساری آپ کے سامنے ہے کہ میرے سسر نے بولا ہے کہ اگر آپ اپنی بہن بھیجیں گے تو ہم اپنی بیٹی بھیج دیں گے، وگرنہ نہیں۔ فیصلہ ہوا تو دونوں طرف کا ہوگا۔ ایک تو یہ بتانا ہے کہ میں نے فیصلہ کیا تو گناہ کروں گا اور فیصلے کے بعد کیا میں بچی لے سکتا ہوں یا نہیں؟ میں پریشان ہوں، آپ اس کا کوئی حل مجھے بتائیں۔

جواب:...آپ کے سسر کا یہ مطالبہ غلط ہے، جب ان کا لڑکا بیوی کا حق ادا نہیں کرسکتا تو شرعاً اس کے ذمے لازم ہے کہ اپنی بیوی کو آزاد کرے۔ اس غریب کو یعنی آپ کی بہن کو روک رکھنا اور طلاق نہ دینا حرام ہے۔[1]

۲:...جب آپ دونوں میاں بیوی کے درمیان کوئی رنجش نہیں، تو آپ کے سسر صاحب کا اپنی بیٹی (آپ کی بیوی) کی طلاق

---

(۱) **لأن الحق ثابت لها في الوطى .... ولم يصل إليها تبين أن العجز بآفة أصلية ففات الإمساك بالمعروف وجب عليه التسريح بالإحسان.** (هداية ج:۲ ص:۴۲۱، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره).

کا مطالبہ کرنا ناجائز ہے، آخر وہ اپنی بیٹی کو ناکردہ گناہ کی سزا کیوں دینا چاہتا ہے؟

۳:... بہتر یہ ہے کہ آپ کی بیوی اپنے گھر میں آباد ہو اور آپ کا بہنوئی آپ کی بہن کو خوش اُسلوبی کے ساتھ فارغ کردے، تاکہ دو گھر برباد نہ ہوں، آپ کے دونوں خاندان والوں کو چاہئے کہ آپ کے سسر کو اس پر آمادہ کریں، اور کوئی ایسی صورت نکالیں کہ آپ کی بیوی کو طلاق نہ ہو۔

۴:... اگر خدانخواستہ دونوں طرف سے چھوٹ چھڑاؤ تک نوبت پہنچے تو صرف ایک طلاق دے دیں، بعد میں معاملہ ٹھنڈا ہوجائے اور آپ کی بیوی اور اس کے والدین آباد کرنے پر راضی ہوجائیں تو (عدّت کے اندر رُجوع ہوسکتا ہے، تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی، اور عدّت گزر جانے کے بعد) دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔[1]

۵:... بچی کو فی الحال اس کی ماں کے پاس رہنے دیں، ہوسکتا ہے کہ یہ بچی دونوں کے ملاپ کا ذریعہ بن جائے۔

رقم اور پیدا ہونے والی لڑکی دینے کی شرط پر رِشتہ دینا

سوال:... ایک عورت کا نکاح ایک شخص سے ان شرائط پر ہوا کہ مبلغ سولہ ہزار روپے دے گا، بوقتِ نکاح آٹھ ہزار، اگر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ لڑکی بھی دے گا، جب لڑکی پیدا ہوئی تو اس سے لڑکی مانگی، اس شخص نے لڑکی دینے سے انکار کیا تو اس نے قسم اُٹھا کر کہا کہ اگر لڑکی نہیں دیتے تو مبلغ چالیس ہزار روپے دیں، حالانکہ یہ فیصلہ طے نہیں ہوا تھا، کیا وقتِ نکاح لکھ کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکی پیدا ہونے سے پہلے اسے شرائط پر دے دینا کیا بروئے شرع کیسا ہے؟

جواب:... ''لڑکی بھی دے گا'' مراد غالباً یہ ہے کہ لڑکی کا رِشتہ بیوی کے میکے والوں کو دے گا، اگر یہی مراد ہے تو یہ شرط باطل اور جاہلانہ شرط ہے، اس سے توبہ کی جائے۔ اس کے ذمے صرف بیوی کا مہر ہے،[2] اور اس کی مالک بھی بیوی ہے، میکے والے اس کے مالک نہیں۔[3] اور بعد میں لڑکی نہ دینے پر جو چالیس ہزار کا مطالبہ کیا جاتا ہے، یہ بھی باطل ہے۔ تعجب ہے کہ مسلمانوں میں ایسی جاہلی رسمیں پائی جاتی ہیں...! بہرحال ان بدرسموں سے توبہ کرنی چاہئے۔

---

(۱) والطلاق الرجعي لَا يحرّم الوطي .... وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوّجها في العدة وبعد إنقضائها. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، طبع مكتبه شركت علميه ملتان).

(۲) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمًّى أو مهر المثل حتّٰى لَا يسقط منه شيء ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۳۰۲). وفي التفسير المظهري (ج:۲ ص:۲۲۱) ولما كان الصداق عطية من الله تعالٰى على النساء صارت فريضة وحقًّا لهن على الأزواج، ونظرًا إلٰى هٰذا قال قتادة: فريضةً.

(۳) وآتوا النساء صدقٰتهن نحلةً: أي مهورهن قال الكلبي وجماعة: هٰذا خطاب للأولياء .... ولما كان الصداق عطية من الله تعالٰى على النساء صارت فريضةً وحقا لهن على الأزواج. (تفسير مظهري ج:۲ ص:۲۲۰، ۲۲۱). أيضًا: عن أبي صالح قال: كان الرجل إذا زوج إبنته أخذ صداقها دونها، فنهاهم الله عن ذالك، ونزل وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة. رواه ابن ابي حاتم وابن جرير. (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۱۹۱، سورة النساء، طبع رشيديه).

وٹے سٹے کی شادی اور اس کا معنی

سوال:... دو اشخاص "الف" اور "ب" کی ایک دُوسرے کی بہن سے نسبت طے ہے، اور دونوں جوڑے باہم شادی کرنے پر نہ صرف رضامند بلکہ خواہش مند بھی ہیں، لیکن معلوم ہوا ہے کہ اسلام اس قسم کی (وٹا سٹا کی شادی) کی اِجازت نہیں دیتا، پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ شادی واقعی وٹا سٹا کی شادی ہے؟

جواب:... حدیث میں وٹے سٹے کی جس شادی کو "شغار" فرمایا گیا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ عورت کو "مہر" قرار دِیا جائے، اس لئے سوال میں وٹے سٹے کی جو صورت مذکور ہے، حدیث پاک کی ممانعت اس کو شامل نہیں۔ وٹا سٹا کی شادی جس میں دونوں نکاح الگ الگ ہوں، اور دونوں کا مہر جدا جدا رکھا جائے، جائز ہے۔[1] البتہ دُوسری خرابیوں کی وجہ سے اگر یہ صورت نامناسب سمجھی جائے تو دُوسری بات ہے۔

اپنی بہن کا گھر بسانے کے لئے بہنوئی کی بہن سے شادی کرنا

سوال:... دو اشخاص زید اور بکر باہم رشتہ دار ہیں۔ زید، بکر کی بہن سے باہمی رضامندی سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور ہر دو کی خواہش ہے کہ بکر بھی زید کی بہن سے شادی کرے، اور اس معاملے میں بکر پر خاندان کی طرف سے دباؤ بھی ہے۔ حالانکہ بکر، زید کی بہن سے شادی کرنے پر دِل سے رضامند نہیں ہے، لیکن چونکہ خاندان میں بکر کی بہن کے لئے زید کے علاوہ کوئی موزوں رشتہ موجود نہیں ہے اور بکر کو ڈر ہے کہ اگر وہ زید کی بہن کا رِشتہ قبول نہیں کرتا تو اس کی بہن کا گھر نہ بس سکے گا، اس لئے وہ اپنی بہن کا گھر بسانے کی خاطر زید کی بہن کا رِشتہ قبول کرلیتا ہے۔ کیا اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوں گے؟ اور اگر نہیں تو کس جوڑے کا نکاح متأثر ہوگا؟

جواب:... یہی خرابی ہے جس کی طرف اُوپر کے جواب میں اِشارہ کیا گیا تھا۔ نکاح تو دونوں جائز ہوں گے،[2] لیکن سوال یہ ہے کہ جب بکر، زید کی بہن سے شادی نہیں کرنا چاہتا تو اس کو کیوں مجبور کیا جاتا ہے...؟

---

(۱) عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الشغار۔ زاد مسدد في حديثه: قلت لنافع: ما الشغار؟ قال: ينكح إبنة الرجل وينكحه إبنته بغير صداق، وينكح أخت الرجل فينكحه أخته بغير صداق۔ (سنن أبي داؤد ج:۱ ص:۲۸۳، كتاب النكاح، طبع ايچ ايم سعيد كراچي)۔

(۲) وينعقد بالإيجاب والقبول۔ (البحر الرائق، كتاب النكاح۔ ج:۳ ص:۸۷، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

رضاعت یعنی بچوں کو دُودھ پلانا

رضاعت کا ثبوت

سوال:... میری، میرے ماموں کی لڑکی کے ساتھ منگنی ہوئی ہے، میری والدہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو دُودھ پلایا تھا، اور کسی وقت کہتی ہیں نہیں۔ میرا، میرے ماموں کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... رضاعت کا ثبوت دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ہوتا ہے۔[1] پس جب آپ کی والدہ کو بھی یقین نہیں اور دُودھ پلانے کے گواہ بھی نہیں تو رضاعت ثابت نہ ہوئی، اس لئے نکاح ہوسکتا ہے، البتہ اس نکاح سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔

عورت کے دُودھ کی حرمت کا حکم کب تک ہوتا ہے؟

سوال:... ایک میاں بیوی جو خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے تین بچوں سے نوازا ہے، سب سے چھوٹی شیرخوار بچی جس کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال ہے اور ماں کا دُودھ پیتی ہے، ایک روز رات کے وقت بچی نے دُودھ نہیں پیا جس کی وجہ سے اس عورت کا دُودھ بہت چڑھ آیا، تکلیف کی وجہ سے مجبوراً اس عورت کو اپنا دُودھ خود نکالنا پڑا، اس نے اپنا دُودھ نکال کر کسی برتن میں اس غرض سے رکھا کہ بعد میں کسی صاف جگہ یہ دُودھ ڈال دیں گی یا ڈلوادیں گی، کیونکہ اس عورت نے کسی سے سن رکھا تھا کہ ویسے ہی عام جگہ یا گندی جگہ پر اس قسم کا دُودھ پھینکنا گناہ ہے، حسبِ معمول وہ صبح کی چائے کے لئے بھی رات ہی کو دُودھ منگوا کر رکھ لیا کرتے تھے، یعنی اس کا شوہر چائے کے لئے دُودھ لاکر رکھ دیا کرتا تھا، صبح اس کے شوہر نے اُٹھ کر چائے بنائی اور غلطی سے چائے والا دُودھ چائے میں ڈالنے کے بجائے اپنی بیوی کا وہ نکالا ہوا دُودھ چائے میں ڈال کر چائے بنائی اور وہ چائے دونوں میاں بیوی اور بچوں نے پی لی۔ چائے پینے کے کچھ دیر بعد جب اس کی بیوی نے وہ اپنا نکالا ہوا دُودھ کسی صاف جگہ ڈلوانے کے لئے اپنے شوہر کو دینا چاہا تو دیکھا کہ اس برتن میں دُودھ نہیں۔ اس بارے میں اس نے اپنے شوہر سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس برتن والا دُودھ تو میں چائے میں ڈال چکا ہوں، اور جب اس نے دیکھا تو چائے والا دُودھ ویسے کا ویسا ہی پڑا تھا۔ بیوی یہ دیکھ کر حیران اور پریشان ہوئی تو شوہر نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو بیوی نے بتایا کہ اس برتن میں تو میں نے اپنا دُودھ رات کے وقت تمہارے سامنے نکال کر رکھا تھا جو تم نے چائے

---

(۱) (و) الرضاع حجته (حجة المال) وهی شهادة عدلین أو عدل وعدلتین (الٰی قوله) وهل یتوقف ثبوته علٰی دعوی المرأة، الظاهر لَا کما فی الشهادة بطلاقها۔ (در مختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۴)۔

میں ڈال دیا اور وہ چائے ہم سب نے پی لی ہے۔ اب دونوں میاں بیوی سخت پریشان ہوئے تو انہوں نے ایک عالم صاحب سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھا، تمام واقعات سننے کے بعد اس عالم صاحب نے بتایا کہ تم دونوں میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ چکا ہے اور اَب تم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے کسی صورت میں بھی نہیں رہ سکتے، کیونکہ تمہاری بیوی اب تمہاری رضاعی ماں بن چکی ہے، اب یہ بیوی تم پر حرام ہے۔

لہٰذا اب آپ اس مسئلے پر قرآن وسنت کے مطابق روشنی ڈالیں کہ کیا واقعی ان دونوں میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا؟ کیا ان دونوں میاں بیوی کے مابین طلاق ہوگئی؟ کیا اب یہ عورت اپنے میاں پر حرام ہے؟ کیا رُجوع کرنے سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟ کیا حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب:... عورت کے دُودھ سے حرمت جب ثابت ہوتی ہے جبکہ بچے نے دوسال کی عمر کے اندر اس کا دُودھ پیا ہو۔[1] بڑی عمر کے آدمی کے لئے دُودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، نہ عورت رضاعی ماں بنتی ہے، لہٰذا ان دونوں میاں بیوی کا نکاح قائم ہے۔ اس عالم صاحب نے مسئلہ قطعاً غلط بتایا، ان دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا،[2] اس لئے نہ حلالہ کی ضرورت ہے، نہ دوبارہ نکاح کرنے کی، اور نہ کسی کفارے کی، اطمینان رکھیں۔

رضاعت کے بارے میں عورت کا قول، ناقابلِ اعتبار ہے

سوال:... میرے چچازاد دو بھائیوں کے لڑکا اور لڑکی (جو آپس میں رضاعی بہن بھائی بتائے جاتے ہیں) نے نکاح کیا، جس مولوی صاحب نے نکاح پڑھوایا، اس کو بعد میں بتایا گیا کہ معاملہ تو ایسا ہے، مولوی صاحب نے جواباً کہا کہ تین آدمیوں کی شہادت پیش کرو کہ یہ دُودھ پیا گیا ہے، لڑکا اور لڑکی کے والدین کا کہنا ہے کہ یہ بات جھوٹ ہے، لڑکے نے لڑکی کی سوتیلی ماں کا دُودھ نہیں پیا ہے، میں اور خاندان کے چند اور بھائیوں نے اسی دوران اس بات پر لڑکے اور لڑکی کے والدین کے ساتھ فتویٰ لے کر قطع تعلق کیا، چونکہ تین شہادتیں ہمارے پاس نہیں تھیں۔ البتہ جس عورت کا دُودھ پیا گیا تھا، چونکہ لڑکی کے والد نے دُوسری شادی کی اور پہلی عورت سے ناچاقی ہوگئی ہے، اس لئے وہ اپنے والدین کے ہاں رہائش پذیر ہے، ہم تین آدمی اس عورت کے پاس چلے گئے اور اس کے حالات معلوم کئے تو اس عورت نے کلمہ پڑھا اور کہا کہ میں نے اس لڑکے کو دُودھ پلایا ہے، اور اس کے خاوند کا کہنا ہے کہ چونکہ میرے اس عورت کے ساتھ تعلقات دُوسری شادی کی وجہ سے اچھے نہیں، اس لئے وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتی ہے اور جھوٹا الزام لگاتی ہے۔

اب چونکہ یہ بات مشکوک ہوگئی ہے کہ عورت سچ بولتی ہے یا جھوٹ اور تین گواہ بھی ہمارے پاس نہیں ہیں، اس لئے گزارش ہے کہ ہمیں اس بات کا فتویٰ صادر فرمایا جائے کہ آیا میں نے جو قطع تعلق کیا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

---

(۱) باب الرضاع: هو مص ثدی اٰدمیة (الٰی قوله) فی وقت مخصوص هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصح، فتح، وبه یفتٰی۔ (درالمختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۲۰۹، کتاب النکاح، باب الرضاع)۔

(۲) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ (در مختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۵)۔

جواب:... رضاعت کے ثبوت کے لئے دو گواہوں کی چشم دید شہادت ضروری ہے، صرف دُودھ پلانے والی کا یہ کہنا کہ: ''میں نے دُودھ پلایا ہے'' کافی نہیں۔[1] اس لئے صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور اس عورت کا قول ناقابلِ اعتبار ہے۔

لڑکے اور لڑکی کو کتنے سال تک دُودھ پلانے کا حکم ہے؟

سوال:... بچے کو دُودھ پلانے کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں لڑکی کو پونے دو سال اور لڑکے کو دو سال کی عمر تک دُودھ پلانے کا حکم ہے، کیا دونوں کو دو سال تک دُودھ پلانے کا حکم ہے، یا دونوں کی مدّت کے درمیان فرق ہے؟

جواب:... دونوں کے لئے پورے دو سال دُودھ پلانے کا حکم ہے، دونوں کا دُودھ پہلے چھڑا دینا بھی جائز ہے، اگر اس کی ضرورت و مصلحت ہو۔[2] بہرحال دونوں کی مدّتِ رضاعت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

بچے کے کان میں دُودھ ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی

سوال:... بچے کے کان میں دُودھ ڈالنے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

جواب:... اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔[3]

اگر رضاعت کا شبہ ہو تو احتیاط بہتر ہے

سوال:... ایک عورت نے اپنی ہی ایک خواہرزادی کو دُودھ پلایا، اس کا اس عورت نے خود اقرار بھی کیا اور دو سال تک بھرپور انداز میں اس کو تسلیم بھی کیا۔ خاندان کے بقیہ افراد نے بھی اس کو تسلیم کیا، لیکن اچانک اس بچی کے رشتے کے لئے بیان کو علفاً تبدیل کیا، اس عورت نے اقرار اس انداز میں کیا کہ: ''یہ بچی مجھے بہت پسند ہے، میں اپنے بچے سے اس کا رشتہ کردیتی مگر اس نے میرا دُودھ پیا ہے۔'' بعدازاں اس کے شوہر کے بھائی کے لئے اس رشتے کی بات چلی تو اس عورت نے اپنا بیان تبدیل کرلیا کہ اس نے میرا دُودھ نہیں پیا، ''میرے علم میں نہیں''، جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عورت کا رشتے کے حصول کے لئے بیان تبدیل کرنا جائز ہے؟

جواب:... دُوسرے معاملات کی طرح دُودھ پلانے کا ثبوت بھی دو گواہوں کی شہادت سے ہوتا ہے، محض دُودھ پلانے والی کے کہنے سے نہیں ہوتا۔[4] تاہم جبکہ ایک عرصے تک دُودھ پلانے والی کے قول پر اِعتماد کرکے یہ یقین کیا جاتا رہا کہ فلاں بچے نے فلاں

---

(۱) والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين (الٰى قوله) وهل يتوقف ثبوته علٰى دعوى المرأة، الظاهر لَا، كما في الشهادة بطلاقها. (درمختار مع رد المحتار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۴).

(۲) قال تعالٰى: "وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ .... فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا" (البقرة:۲۳۳).

(۳) ولَا يثبت بالْإقطار في الأذن (الٰى قوله) وإن وصل إلى الجوف والدماغ. (عالمگيری، كتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳).

(۴) ولَا تقبل في الرضاع شهادة النساء منفردات لأن شهادة النساء ضرورية فيما لَا إطلاع للرجال عليه والرضاع ليس كذالك، وإنما يثبت بما يثبت به المال. (اللباب ج:۲ ص:۱۶۷، كتاب الرضاع، طبع قديمی).

عورت کا دُودھ پیا ہے، اس کے بعد اس عورت کا اپنے اِقرار سے اِنحراف شک وشبہ کا موجب ہے، اس لئے اس بچی کا نکاح اس عورت کے دیور سے کرنا خلافِ اِحتیاط ہے، لہٰذا نہیں کرنا چاہئے، جیسے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''جس چیز کے بارے میں تمہیں شک ہو اس کو ترک کردو۔''[1]

مدّتِ رضاعت کے بعد اگر دُودھ پلایا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی

سوال:... سلمیٰ اور عقیلہ دو سگی بہنیں ہیں، سلمیٰ کا لڑکا صغیر حسین جب چھ سال کی عمر کا تھا، اس وقت عقیلہ کے لڑکے کبیر کی عمر ۹ ماہ تھی، عقیلہ نے ایک چمچ اپنا دُودھ دوا میں ملاکر صغیر حسین کو پلایا تھا، اس کے بعد عقیلہ کے چار لڑکے لڑکیاں اور پیدا ہوئیں، عقیلہ کا چوتھا لڑکا کرار حسین جوان ہوگیا جبکہ صغیر حسین کی لڑکی جمیلہ جوان ہوگئی، اور انڈیا میں دونوں کا نکاح کردیا گیا، فتویٰ دیجئے کہ صغیر حسین کی لڑکی جمیلہ اور عقیلہ کے لڑکے کرار حسین کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... چھ سال کے بچے کو دُودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی،[2] اس لئے صغیر حسین کی لڑکی سے عقیلہ کے لڑکے کا نکاح صحیح ہے۔

بیس سال کے لڑکے کو دُودھ پلانے سے وہ بیٹا نہیں بنے گا

سوال:... کیا کوئی عورت کسی بڑے لڑکے کو عمر بیس سال دُودھ شریک کرکے اپنا بیٹا بناسکتی ہے؟ یہ دُودھ پیالی میں گائے کے دُودھ میں ملاکر دِیا جاتا ہے، مقصد صرف رِشتے ناتے بڑھانا ہے۔

جواب:... دُودھ کا رِشتہ صرف بچے کے شیرخوارگی کے زمانے میں دُودھ پینے سے قائم ہوتا ہے۔[3] اور شیرخوارگی کا زمانہ دو سال ہے،[4] (اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت کے مطابق اڑھائی سال ہے)۔[5] اس مدّت کے بعد اگر بچہ بھی دُودھ پیئے تو دُودھ کا رِشتہ (رضاعت) ثابت نہیں ہوتا۔[6] اس لئے بیس برس کے آدمی کو دُودھ پلانے سے وہ بیٹا نہیں بنے گا، اور شیرخوار بچے کے علاوہ کسی کو عورت کا دُودھ پلانا بھی حرام ہے۔[7]

---

(۱) عن الحسن بن علی قال: حفظت من رسول الله صلی الله علیه وسلم: دع ما یریبک إلٰی ما لَا یریبک. (مشکوٰة، باب الکسب وطلب الحلال ص:۲۴۲، طبع قدیمی).

(۲) وإذا مضت مدة الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم کذا فی الهدایة. (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳).

(۳) ویثبت التحریم فی المدة فقط. (شامی ج:۳ ص:۲۱۱).

(۴) قال تعالٰی: "وَالْوٰلِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلٰدَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ" (البقرة:۲۳۳).

(۵) ثم مدّة الرضاع ثلاثون شهرًا عند أبی حنیفة وقالَا سنتان. (هدایة ج:۲ ص:۳۵۰، کتاب الرضاع).

(۶) أیضًا.

(۷) ولم یبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمی والإنتفاع به بغیر ضرورة حرام. (شامی ج:۳ ص:۲۱۱).

شیرخوارگی کی مدّت کے بعد دُودھ پینا جائز نہیں

سوال:... کیا کوئی بالغ شخص کسی عورت کا دُودھ پینے پر اس عورت کا بیٹا شمار ہوگا یا نہیں؟ یعنی رضاعت کا اعتبار زمانۂ شیرخوارگی پر کیا جائے گا یا کہ دُودھ پر؟ کیونکہ ہمارے محلے میں ایک گھر ایسا ہے جہاں وہ لوگ اپنے جس نوکر کو گھر میں آنے کی اجازت دینا چاہتے ہیں تو اسے عورت کا دُودھ کچھ مقدار میں پلا دیا جاتا ہے۔ مزید برآں اگر بالغ شخص کو دُودھ پلانے پر رضاعت کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا تو پھر شوہر کا اپنی بیوی کا دُودھ پینے کے متعلق قرآن وسنت کا کیا حکم ہے؟

جواب:... رضاعت صرف شیرخوارگی کے زمانے میں ثابت ہوتی ہے، جس کی مدّت صحیح قول کے مطابق دو سال ہے، اور ایک قول کے مطابق اڑھائی سال ہے۔[1] شیرخوارگی کی مذکورہ بالا مدّت کے بعد دُودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، نہ اس پر حرمت کے اَحکام جاری ہوتے ہیں۔[2] شیرخوارگی کی مدّت کے بعد اپنے بچے کو بھی دُودھ پلانا حرام ہے۔[3] اسی طرح کسی عورت کا دُودھ کسی بڑی عمر کے لڑکے کو پلانا حرام ہے۔[4] اس لئے آپ نے اپنے محلے کے جس گھر کا ذِکر کیا ہے ان کا فعل ناجائز ہے۔ بیوی کا دُودھ پینا بھی حرام ہے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔[5]

بیوی کا دُودھ پینے کا نکاح پر اثر

سوال:... اگر خاوند جوانی کے جوش میں اپنی بیوی کا دُودھ پی لے تو ایسی صورت میں ان کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

جواب:... بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے،[6] اس سے توبہ کرنی چاہئے، لیکن نکاح نہیں ٹوٹتا،[7] واللہ اعلم!

دُوسرے بچے کے لئے پہلے کا دُودھ چھڑانا جائز ہے

سوال:... قرآن میں ہے کہ بچے کو دو یا ڈھائی سال تک دُودھ پلایا جائے، اگر دُوسرا بچہ پیدا ہو تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

---

(۱) فی باب الرضاع: وھو مص من ثدی آدمیة (الٰی قوله) فی وقت مخصوص ھو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندھما وھو الأصح۔ فتح۔ وبه یفتٰی۔ (در مختار مع رد المحتار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۰۹)۔

(۲) فإذا مضت مدّة الرضاع علی الخلاف لم یتعلق بالرضاع تحریم ولم یفطم۔ (اللباب، کتاب الرضاع ج:۲ ص:۱۶۳)۔

(۳) ولم یبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمی والإنتفاع به بغیر ضرورة حرام علی الصحیح، شرح الوھبانیة۔ (شامیة، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۱۱، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۴) أیضًا۔

(۵) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ (شامیة، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۵)۔

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۷) ایضاً حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

جواب:... دوڈھائی سال بچے کو دُودھ پلانے کی آخری مدّت ہے، اس سے پہلے بھی دُودھ چھڑایا جاسکتا ہے۔ دُوسرے بچے کی صورت میں پہلے بچے کا دُودھ چھڑالیا جائے اور باہر کا دُودھ پلایا جائے۔ (۱)

۷-۸ سال کی عمر میں دُودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال:... میری والدہ نے میری خالہ کا وہ دُودھ جو کہ وہ پھینکنے کے لئے دیا کرتی تھیں، تقریباً ۷-۸ سال کی عمر میں پی لیا تھا، جس کا میری خالہ کو قطعی علم نہیں تھا، اب آپ یہ فرمائیں کہ آیا میرا خالہ زاد بھائی میری والدہ کا دُودھ شریک بھائی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ میری بہن کی شادی میرے خالہ زاد بھائی سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... رضاعت کی مدّت دو سال (اور ایک قول کے مطابق اڑھائی سال) ہے، (۲) اس مدّت کے بعد رضاعت کے اَحکام جاری نہیں ہوتے، (۳) لہٰذا ۷-۸ سال کی عمر میں دُودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے آپ کی بہن کا عقد خالہ زاد سے ہوسکتا ہے۔

بڑی بوڑھی عورت کا بچے کو چپ کرانے کے لئے پستان منہ میں دینا

سوال:... ہمارے وطن میں رواج ہے کہ جب گھر کی عورتیں کام کاج میں لگ جاتی ہیں اور چھوٹے بچے جب رونا شروع کردیتے ہیں تو ان کو خاموش کرنے کے لئے گھر کی معمر ترین خاتون دُودھ پلانا شروع کردیتی ہے، جبکہ اس عورت کا دُودھ نہیں ہوتا۔ کیا اس سے یہ بچہ اس کی اولاد بن جاتا ہے؟ یہ صورت کبھی یوں بھی پیش آجاتی ہے کہ پڑوس کی کوئی عورت کسی کام کو جاتی ہے تو اپنا شیرخوار بچہ معمر عورت کے سپرد کردیتی ہے کہ سنبھال کر رکھے، ایسی صورت میں بچے کے رونے پر معمر خاتون دُودھ پلادیتی ہے حالانکہ دُودھ ہوتا نہیں ہے، کیا اس طرح یہ بچہ اس عورت کا بچہ بن جاتا ہے؟

جواب:... جن عورتوں کو زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے دُودھ نہیں آتا صرف بچوں کو خاموش کرانے کی غرض سے بچوں کو گود میں لیتی ہیں تو اس سے وہ بچے ان کی اولاد نہیں بنتے، کیونکہ اولاد بننے کے لئے شرط ہے کہ دُودھ پیا جائے، اور ان عورتوں کے دُودھ کا اِمکان ہی نہیں۔ (۴)

(۱، ۲) ومدة الرضاع عند أبي حنيفة ثلاثون شهرًا .... وقالا سنتان لأن أدنىٰ مدة الحمل ستة أشهر فبقي للفصال حولان قال في الفتح: وهو الأصح، وفي التصحيح عن "العيون" وبقولهما نأخذ للفتوىٰ ...إلخ. (اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۱۶۳، كتاب الرضاع، طبع قديمي).

(۳) ويثبت التحريم في المدة فقط. (در مختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۱۱).

(۴) إمرأة كانت تعطي ثديها صبية واشتهر ذٰلك بينهم ثم تقول لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي ولم يعلم ذٰلك إلّا من جهتها جاز لِابنها أن يتزوّج بهٰذه الصبية. (رد المحتار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۱۲). وفيه: المراد بالمصّ الوصول إلى الجوف من المنفذين. (رد المحتار ج:۳ ص:۲۰۹، طبع ايچ ايم سعيد).

گود لئے ہوئے بچے کو ایک سال تک چھاتی لگانے والی عورت کی بچی سے اس بچے کا نکاح

سوال:... ایک خاتون جس کے ہاں تقریباً پندرہ سال سے ولادت نہیں ہوئی، تو اس خاتون نے اپنے کو بہلانے کے لئے ایک سال کا بچہ گود لیا (یعنی بچے کی پیدائش سے سال پورا ہونے تک بچہ کو سینے سے لگائے رکھا) اور دو سال بعد اس خاتون کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی، اب بلوغت کے بعد بچہ اس خاتون کی بچی سے نکاح کا خواہش مند ہے، کیا اَزرُوئے شرع یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس خاتون کو علم نہیں بچے کو دُودھ اُترا ہے یا نہیں؟ ماں بچے کو بہلانے کے علاوہ بازار کا دُودھ بچے کو پلاتی تھی۔

جواب:... یہ بات تو اس خاتون ہی کو معلوم ہوسکتی ہے کہ بچے کی شیرخوارگی کے زمانے میں اس کا دُودھ اُترا تھا یا نہیں؟ دُودھ پیتے بچے کو جب چھاتی سے ہٹایا جاتا ہے تو عام طور سے دُودھ اس کے منہ میں محسوس کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات منہ کے باہر بھی لگ جاتا ہے، جس عورت نے سال بھر بچے کو چھاتی سے لگائے رکھا وہی بہتر جان سکتی ہے کہ دُودھ اُترا تھا یا نہیں اُترا تھا؟ اگر اسے یقین ہو کہ نہیں اُترا تھا تو اپنی بیٹی کا نکاح اس بچے سے کرسکتی ہے، ورنہ اِحتیاط یہ ہے کہ نکاح نہ کیا جائے، واللہ اعلم!

”اللہ سے معافی مانگ لوں گا“ کہنے سے رضاعت کی حرمت ساقط نہیں ہوگی

سوال:... میری ایک دوست ہے، اس کی ماں کے کزن نے میری دوست کا اپنے والدین کے ذریعے رشتہ مانگا۔ پہلے تو انہوں نے ہاں کی، مگر بعد میں یہ رشتہ اس لئے طے نہیں ہوسکا کہ لڑکی کی ماں نے جو اپنے اس کزن سے تقریباً بارہ تیرہ سال بڑی ہے، اپنی کسی دُور پار کی چاچی کا دُودھ پیا تھا، اب رشتے دار کہتے ہیں کہ اس لڑکے نے بھی جو میری دوست کی ماں سے بارہ تیرہ سال چھوٹا ہے، اس نے بھی پیا تھا، یعنی کہ لڑکے نے بھی پیا تھا۔ جبکہ لڑکا کہتا ہے کہ ہمارے دُشمنوں نے یہ بات پھیلائی ہے اور اگر سچ بھی ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں کسی مولانا سے مشورہ نہیں لوں گا، وہ مجھے مایوس کریں گے، میں صدقِ دِل سے خدا سے معافی مانگ لوں گا، اور شادی اس لڑکی سے ہی کروں گا۔ جبکہ میری دوست نے مجھے کہا ہے کہ تم اخبار کے ذریعے معلوم کرو، کیونکہ اگر وہ میری ماں کے ساتھ یا بعد میں دُودھ شریک ہوا تھا، اس لحاظ سے میرا ماموں لگتا ہے، کیونکہ وہ لڑکا کہتا ہے کہ چاہے کچھ بھی ہوجائے، شادی اس لڑکی سے ہی کروں گا۔ آپ قرآن اور سنت کی روشنی میں بتائیں کہ رشتے طے ہوسکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب:... لڑکے نے اور لڑکی کی ماں نے اگر واقعی ایک عورت کا دُودھ پیا ہے، اور گواہوں کی شہادت سے اس کا ثبوت ہے، تو دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا۔[1] دو گواہوں کی شہادت سے ایسی بات کا ثبوت نہیں، محض افواہ ہے تو اس کا اِعتبار نہیں، نکاح ہوسکتا ہے۔[2] باقی لڑکے کا یہ کہنا کہ: ”میں مولانا سے مشورہ نہیں کروں گا، خدا سے معافی مانگ لوں گا“ یہ اس کی ناسمجھی ہے، جو چیز اللہ اور رسول نے حرام کی ہے، وہ معافی مانگنے سے حلال تو نہیں ہوجائے گی...!

---

(۱) ان اللہ حرّم من الرضاعة ما حرّم من النسب۔ (مشکوٰۃ ص:۲۷۳)۔

(۲) والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین أو عدل وعدلتین۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۴، باب الرضاع)۔

حرمتِ رضاعت کا ثبوت دو گواہوں سے ہوتا ہے

سوال:... میں چھوٹا تھا تو میری والدہ صاحبہ وفات پاگئیں، اس کے کچھ عرصے کے بعد میرے والد صاحب بھی فوت ہوگئے اور دادی صاحبہ کے رحم و کرم پر پرورِش ہوتی رہی، اب میں جوان ہوں اور پڑھا لکھا ہوں، اب میری شادی میری سب سے بڑی خالہ کی بیٹی کے ساتھ ہونا قرار پائی تھی، چونکہ ان کے ساتھ میرا ڈبل رشتہ ہے، یعنی وہ میرے تایا صاحب کے گھر میں ہیں، یعنی وہ میری تائی بھی ہے اور خالہ بھی، تو میرے تایا تو اس رشتے کے لئے راضی تھے، مگر میری خالہ کا خیال میری دُوسری خالہ کے بیٹے کے ساتھ ہے۔ لیکن جب میرے تایا نے صاف کہہ دیا کہ یہ شادی صرف میرے ساتھ ہوگی، تو چند دِن خاموش رہنے کے بعد میری نانی صاحبہ نے یہ شور مچادیا کہ میں نے بچپن میں اپنے چھوٹے ماموں کے ساتھ دُودھ پیا ہے، اس لئے یہ شادی نہیں ہوسکتی، وہ اس پر حرام ہے۔ جبکہ اس وقت ان کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے۔ میں نے اور تایا صاحب نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ کس کے سامنے دُودھ پلایا ہے؟ کیونکہ جب سے میری ولادت ہوئی تھی، میرے تایا صاحب یہاں موجود تھے، مگر نانی صاحبہ کی ایک ہی رَٹ ہے کہ میں نے اُن کا دُودھ پیا ہے۔ جبکہ اس کے حق میں کوئی گواہ بھی نہیں ہے، اور چونکہ میرے والدین بھی فوت ہوچکے ہیں، تو اَب ایسی صورت میں نانی صاحبہ کے زبانی دعوے سے میں منگنی ختم کردوں؟ مہربانی فرماکر اس مسئلے کا حل بتائیں۔

جواب:... صرف دُودھ پلانے والی کا یہ دعویٰ کہ میں نے دُودھ پلایا ہے، کافی نہیں، بلکہ دو گواہوں کا ہونا شرط ہے، اگر دُودھ پلانے کے گواہ نہیں، تو محض نانی کے کہنے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی،[1] اس لئے یہ نکاح جائز ہے۔ یہ تو ہوا مسئلہ! لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس جگہ شادی نہ کریں، دُوسری جگہ کرلیں۔

دس سال بعد دُودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہونے کا مطلب

سوال:... آپ نے یہ فرمایا تھا کہ کسی بچے نے شیرخوارگی کی مدّت میں کسی عورت کا دُودھ پیا ہو تو وہ اس عورت کا رضاعی بیٹا ہوا، اور اس عورت کے بچے اس کے دُودھ شریک بھائی بہن ہوئے، اگر اس مدّت کے بعد دُودھ پیا ہو تو وہ رضاعت کے حکم میں نہیں آتا۔ مگر ایک مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ: ''نہیں، چاہے دُودھ کبھی بھی کیوں نہ پیا ہو، وہ دُودھ پینے والا یا والی نے جس عورت کا دُودھ پیا ہے اس کے رضاعی بیٹا یا بیٹی ہوگئے''۔ میں نے انہیں ''بہشتی زیور'' از مولانا اشرف علی تھانویؒ کا حوالہ دیا اور آپ کے فیصلے سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی کے مسئلہ نمبر ۱۴، چوتھا حصہ، صفحہ نمبر ۲۱۱ کا حوالہ دیا، اس کے مطابق ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی، دونوں نے ایک ہی عورت کا دُودھ پیا ہے تو ان میں نکاح نہیں ہوسکتا، خواہ ایک ہی زمانے میں پیا ہو، یا ایک نے پہلے، دُوسرے نے کئی برس کے بعد، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اسی میں یہ بھی ہے کہ دُودھ پلانے کی مدّت اِمامِ اعظمؒ کے فتویٰ کے

---

(۱) والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين (الٰى قوله) وهل يتوقف ثبوته علٰى دعوى المرأة؟ الظاهر لَا، كما في الشهادة بطلاقها. (شامي ج:۳ ص:۲۲۴، كتاب النكاح، باب الرضاع). أيضًا: ولَا يقبل في الرضاع شهادة النساء منفردات وانما يثبت بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين. (هداية ج:۲ ص:۳۵۴).

بموجب زیادہ سے زیادہ ڈھائی سال ہے، اگر اس کے بعد دُودھ پیا ہو تو اس عورت کی لڑکی سے نکاح دُرست ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ "بہشتی زیور" کے اس مسئلہ نمبر ۱۴ کی وضاحت فرمادیجئے۔

جواب:... "بہشتی زیور" کے اس مسئلے کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی دونوں نے مدّتِ رضاعت کے اندر دُودھ پیا ہو، خواہ لڑکے نے دس سال پہلے پیا تھا (جبکہ وہ شیرخوارگی کی حالت میں تھا) اور لڑکی نے دس سال بعد پیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ حرمت تو اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ لڑکے اور لڑکی دونوں نے اپنی اپنی شیرخوارگی کی مدّت میں دُودھ پیا ہو۔ البتہ یہ شرط نہیں کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں دُودھ پیا ہو۔[1] اور اگر دونوں نے یا ان میں سے ایک نے مدّتِ رضاعت (ڈھائی سال) کے بعد دُودھ پیا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی،[2] بلکہ دونوں کا نکاح جائز ہوگا۔

اگر دوائی میں دُودھ ڈال کر پلایا تو اس کا حکم

سوال:... ایک عورت نے ایک بچے کو دوائی میں اپنا دُودھ ڈال کر پلادیا، اب اس کا رشتہ اس عورت کی اولاد کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اس صورت میں کہ دُودھ غالب ہو۔

جواب:... جائز نہیں۔[3]

سوال:... اس صورت میں کہ دوائی دُودھ پر غالب ہو؟

جواب:... جائز ہے۔[4]

سوال:... اس صورت میں کہ دوائی اور دُودھ دونوں برابر ہوں؟

جواب:... جائز نہیں۔[5]

دُودھ پلانے والی عورت کی تمام اولاد دُودھ پینے والے کے لئے حرام ہوجاتی ہے

سوال:... میرے چھوٹے بھائی نے بچپن میں ہماری ممانی کا دُودھ پیا ہے، اب ان کی دونوں لڑکیوں سے ہم دونوں بھائیوں کی شادی کی بات چیت طے پائی ہے، میں نے بھائی کے سلسلے میں ان سے اختلاف کیا، جہاں تک میری ناقص معلومات کا تعلق ہے وہ یہ کہ کسی عورت کا دُودھ پی لینے کے بعد اس کی لڑکیوں سے دُودھ پینے والے لڑکے کا نکاح جائز نہیں ہے۔ لیکن ان کا (میرے

---

(۱) ولَا فرق فی التحریم بین الرضاع الطارئ والمتقدم کذا فی المحیط۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۵)۔

(۲) إذا مضت مدة الرضاع لم یتعلق بالرضاع التحریم کذا فی الهدایة۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۳) ولو خلط لبن المرأة بالماء أو بالدواء أو بلبن البهیمة فالعبرة للغالب، کذا فی الظهیرة۔ (عالمگیریه، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۴، طبع رشیدیه)۔

(۴) لو اختلط اللبن بما ذکر یعتبر الغالب فإن کان الغالب الماء لَا یثبت التحریم (إلٰی قوله) وکذا إذا کان الغالب هو الدواء۔ (البحر الرائق، کتاب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۸، طبع دار المعرفة، بیروت)۔

(۵) ولو استویا وجب ثبوت الحرمة لأنه غیر مغلوب، کذا فی البحر الرائق۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۴، طبع رشیدیه، أیضًا: البحر الرائق، کتاب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۸، طبع دار المعرفة، بیروت)۔

بزرگوں کا) استدلال یہ ہے کہ دُودھ پیتے ہوئے جس کے حصے کا دُودھ پیا ہو، وہی اس کے لئے جائز نہیں، بعد کی یا پہلے کی اولاد سے نکاح ہوسکتا ہے۔ ہماری رہنمائی کر کے ہم پر احسان کریں، عین نوازش ہوگی۔

جواب:... جس بچے نے شیرخوارگی کے زمانے میں کسی عورت کا دُودھ پیا ہو وہ اس کی رضاعی ماں بن جاتی ہے، اور اس عورت کی اولاد، خواہ پہلے کی ہو یا بعد کی، اس بچے کے بہن بھائی بن جاتے ہیں۔[1] اس لئے آپ کی رائے صحیح ہے، آپ کے بھائی کا نکاح آپ کی ممانی کی لڑکی سے جائز نہیں، آپ کے بزرگوں کا خیال غلط ہے۔

رضاعی بہن سے نکاح

سوال:... میری ایک رشتہ دار لڑکی (پھوپھی کی نواسی) نے میرے ایک بھائی کے ہمراہ میری ماں کا دُودھ پیا تھا، تو کیا اس لڑکی کا نکاح میرے دُوسرے بھائی سے جو کہ اوّل الذکر بھائی سے بڑا ہے، ہوسکتا ہے؟

جواب:... اس لڑکی کا نکاح آپ کی والدہ کی اولاد میں سے کسی لڑکے سے نہیں ہوسکتا۔[2]

رضاعی عورت کی تمام اولاد دُودھ پینے والے کے رضاعی بہن بھائی ہیں

سوال:... ایک لڑکے نے اپنی پھوپھی کا دُودھ پیا، اس کے ساتھ اس کی بچی بھی دُودھ پیتی تھی، یہ تو معلوم ہے کہ اس لڑکے کی اس لڑکی سے شادی نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ دونوں بہن بھائی بن گئے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس عورت کے بعد کی بچیوں سے اس لڑکے کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... اس عورت کی تمام اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن ہیں،[3] لہٰذا اس عورت کی کسی لڑکی سے اس کی شادی جائز نہیں۔[4]

شادی کے کئی سال بعد رضاعت کا دعویٰ کرنا

سوال:... منشی فتح محمد نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے حقیقی پھوپھی زاد لڑکے شبیر احمد کے ساتھ شریعتِ مطہرہ کے مطابق کردیا۔ یہی نہیں بلکہ رسم و رِواج کے مطابق باقاعدہ شادی کی گئی، شادی کے وقت فتح محمد کی پھوپھی بقیدِ حیات تھیں، ان کی زندگی میں یہ شادی سرانجام پائی۔ علاوہ ازیں فتح محمد کی پھوپھی، شادی کے بعد سات سال تک زندہ رہی، نیز فتح محمد کی پھوپھی کی وفات کے بعد بھی فتح محمد

---

(۱) یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأُصولهما وفروعهما من النسب والرضاع (الٰی أن قال) فالکل إخوة الرضیع وأخواته. (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳، طبع رشیدیه).

(۲) ولَا یتزوّج المرضعة أحد من ولد التی أرضعت لأنه أخوها ولَا ولد ولدها لأنه ولد أخیها. (هدایة ج:۲ ص:۳۵۱).

(۳) یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأُصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعًا حتّٰی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل .... فالکل إخوة الرضیع وأخواته وأولَادهم أولَاد إخوته وأخواته ...الخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳).

(۴) عن علی .... إن الله حرّم من الرضاعة ما حرّم من النسب. (مشکوٰة ص:۲۷۳، باب المحرمات).

کی لڑکی سسرال کے گھر مزید پانچ سال تک خاوند کے گھر قیام پذیر رہی، اس دوران لڑکی کے چار بچے بھی پیدا ہوچکے ہیں۔ عرصہ ہوا فتح محمد کی لڑکی ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہوکر اپاہج ہوگئی، ایسی صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے لڑکی کے سسر اور اس کے جیٹھ حشمت علی نے اپاہج بیمار لڑکی سے چھٹکارا حاصل کرنے اور طلاق دینے کے لئے ایک سوچا سمجھا منصوبہ بنایا اور کہنا شروع کردیا کہ فتح محمد کی پھوپھی نے بچپن میں فتح محمد کو اَپنا دُودھ پلایا تھا، اس لئے فتح محمد کی لڑکی کا فتح محمد کی پھوپھی کے لڑکے کے ساتھ نکاح ناجائز اور شریعت کے خلاف ہوا ہے، اس لئے اپنے لڑکے شبیر احمد کا نکاحِ ثانی کرنے میں حق بجانب ہیں۔ قابلِ ذِکر بات یہ ہے کہ فتح محمد کی لڑکی کا حقیقی سسر اور جیٹھ حشمت علی اپنے دعوے کے مطابق فتح محمد کو اس کی پھوپھی کا دُودھ پلانا شرعی حیثیت سے ثابت نہیں کرسکے، آج تک ان کے دعوے کے ثبوت میں کسی مرد یا عورت نے بطور گواہ کے بیان نہیں دیا کہ ہم نے فتح محمد کو اس کی پھوپھی نے دُودھ پلاتے دیکھا ہے، ان کا دعویٰ دُودھ پلانے کا صرف زبانی ہے۔

کیا ان کے زبانی دعوے پر نکاح ناجائز ہوسکتا ہے؟ جیسا شرع شریف کا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرماکر ممنون فرمائیں۔

۲:... کیا فتح محمد کی پھوپھی کے خاوند اور پھوپھی کے لڑکے حشمت علی کا فتح محمد کی لڑکی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ناجائز حربہ اِستعمال کرنا جرم نہیں؟ اگر ان کا یہ اِقدام شرعی طور پر جرم ہے تو ایسے مجرموں کی شرعی طور پر کیا سزا ہوگی؟

جواب:... حشمت علی کا دعویٰ شرعاً، عرفاً اور اَخلاقاً غلط اور بے بنیاد ہے، نرے دعوے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔[1]

۲:... شبیر احمد کو نکاحِ ثانی کا شرعاً حق حاصل ہے،[2] لیکن اس مقصد کے لئے جھوٹی کہانی تراشنا ناجائز اور حرام ہے، ایسے مجرموں کی سزا تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ملتی ہے۔

شادی کے بعد ساس کا دُودھ پلانے کا دعویٰ

سوال:... میرے شوہر نے میری ماں کا دُودھ پیا تھا اور میری شادی کو تقریباً ۱۶ سال ہورہے ہیں، اور ۱۶ سال سے یہ مسئلہ میرے لئے عذاب بنا ہوا ہے۔ میری ماں کہتی ہیں کہ: ''تیرے شوہر نے میرا دُودھ تیرے اُوپر نہیں پیا تھا بلکہ بڑے بھائی کے ساتھ پیا تھا''، اور کبھی کہتی ہیں کہ: ''دُودھ نہیں پیا تھا بلکہ میں اس کو بہلانے کے لئے دے دیا کرتی تھی، دُودھ نہیں ہوتا تھا۔'' یاد رہے کہ جب میری ماں نے میرے شوہر کو دُودھ پلایا تھا اس وقت ان کی گود میں بھی بچہ تھا جو کہ دُودھ پیتا تھا اور وہ میرے بڑے بھائی تھے۔

جواب:... صرف آپ کی والدہ کا دعویٰ تو قابلِ قبول نہیں، بلکہ رضاعت کا ثبوت دو ثقہ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ہوتا ہے۔[3] پس اگر دُودھ پلانے کے گواہ موجود ہیں تو آپ دونوں میاں بیوی نہیں بہن بھائی ہیں، اور اگر گواہ نہیں ہیں تو

---

(۱) والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين (الٰى قوله) وهل يتوقف ثبوته علٰى دعوى المرأة؟ الظاهر لَا لتضمنها حرمة الفرج وهي من حقوقه تعالٰى كما في الشهادة بطلاقها۔ (در مختار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۴)۔

(۲) "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" (النساء:۳)۔

(۳) ایضاً حوالہ نمبر۱۔

دُودھ پلانے کا دعویٰ غلط ہے اور نکاح صحیح ہے۔

جس نے خالہ کا دُودھ پیا فقط اس کے لئے خالہ زاد اولاد محرَم ہیں، باقی کے لئے نہیں

سوال:...ایک عورت نے اپنی ہمشیرہ کے بڑے بچے کو دُودھ پلایا ہے، اب وہ خواہش مند ہے کہ اپنے چھوٹے لڑکے کی شادی اپنی بہن کی چھوٹی بچی سے کردے، لیکن بعض علماء صاحبان نے ممنوع فرمایا ہے۔ کیا آپ کی نظر میں ان کا یہ رشتہ ہوسکتا ہے؟

جواب:...جس لڑکے نے اپنی خالہ کا دُودھ پیا ہے، اس کا نکاح اس خالہ کی کسی لڑکی سے نہیں ہوسکتا، اس کے علاوہ دونوں بہنوں کی اولاد کے رشتے آپس میں ہوسکتے ہیں۔[1]

رضاعی بھائی کے سگے بھائی سے شادی کرنا

سوال:...گزشتہ جمعۃ المبارک (۱۷ مئی) کو ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' میں آپ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے، سوال کا عنوان تھا: ''تمام اولاد رضاعی بہن بھائی ہیں'' اس میں آپ نے جواب دیا کہ: ''اس عورت کی تمام اولاد اس کے (یعنی دُودھ پینے والے بچے کے) رضاعی بہن بھائی ہیں، لہٰذا اس عورت کی کسی لڑکی سے اس کی شادی جائز نہیں۔'' اور جس بات کی میں وضاحت چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ اگر اس لڑکے کا کوئی بڑا بھائی ہو، تو کیا اس عورت کی کسی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی ہوسکتی ہے؟ یا وہ بھی رضاعی بہن بھائیوں میں شامل ہے؟ اور کیا اگر اس عورت کا کوئی لڑکا ہو تو اس کی شادی اس لڑکے (دُودھ پینے والے) کی کسی بہن سے ہوسکتی ہے؟

جواب:...یہ لڑکا اس عورت کا رضاعی بیٹا ہے، لہٰذا اس کی شادی اس عورت کی کسی لڑکی سے نہیں ہوسکتی۔[2] مگر اس لڑکے کے دُوسرے بھائی جنھوں نے اس عورت کا دُودھ نہیں پیا، ان کی شادی اس عورت کی لڑکیوں سے جائز ہے۔ اسی طرح اس عورت کے لڑکوں کی شادی اس دُودھ پینے والے لڑکے کی بہنوں سے جائز ہے۔[3]

پھوپھی کا دُودھ پینے والے کے بھائی کا نکاح پھوپھی زاد سے جائز ہے

سوال:...ہم پانچ بھائی ہیں، دو بھائی مجھ سے بڑے ہیں، میری پھوپھی کی پانچ بیٹیاں ہیں، میرے بڑے بھائی نے بچپن میں پھوپھی کی بڑی بیٹی کے ساتھ دُودھ پیا تھا۔ میری والدہ اور پھوپھی دونوں نے اپنے شوہروں سے اجازت نہیں لی تھی۔ اب میں پھوپھی کی تیسری بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں، کیا یہ نکاح جائز ہے؟

جواب:...آپ کا پھوپھی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ جس بھائی نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ دُودھ پیا ہے، اس کا

(۱) یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأُصولهما وفروعهما من النسب والرضاع (إلٰی قوله) فالکل إخوة الرضیع وأخواته۔ وفیه أیضًا: وتحل أُخت أخیه رضاعًا۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۲) أیضًا۔

(۳) وتحلّ أُخت أخیه رضاعا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳، کتاب الرضاع، طبع رشیدیه)۔

نکاح پھوپھی کی کسی بھی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں۔ [1]

رضاعی بھائی کی سگی بہن اور رضاعی بھانجی سے عقد

سوال:...ایک عورت جس کا دُودھ ''ت'' نے پیا ہے، اور اس عورت کا دُودھ ''ج'' نے بھی پیا ہے، ''ت'' کی عمر تقریباً ۳۸ سال ہے، جبکہ ''ج'' کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ''ت'' کی بیٹی کا رشتہ ''ج'' کے لئے مانگ رہے ہیں، جبکہ ''ج'' اور ''ت'' دونوں رضاعی بہن بھائی ہوگئے ہیں، دُودھ کے پینے سے، کیا یہ رشتہ شریعت کے مطابق ٹھیک ہے یا غلط؟ رشتہ ہوا یا نہیں؟

سوال:... ۲: ایک عورت جس کا دُودھ ''ص'' نے پیا ہے اور اسی عورت کا دُودھ ''ج'' نے بھی پیا ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ ''ص'' کے لئے ''ج'' کی چھوٹی بہن کا رشتہ مانگ رہے ہیں، لڑکی والے کہتے ہیں کہ یہ رشتہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ لڑکی کا بھائی ''ج'' اور لڑکا ''ص'' نے ایک ہی عورت کا دُودھ پیا ہے۔

جواب:...''ت'' کی بیٹی ''ج'' کی رضاعی بھانجی ہے، ان دونوں کا عقد نہیں ہوسکتا۔ [2]

جواب:... ۲: رضاعی بھائی کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے، اس لئے ''ص'' کا نکاح ''ج'' کی بہن سے ہوسکتا ہے۔ [3]

بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:...رضاعی بہن میرے اُوپر نکاح میں لینا شریعت کی رُو سے جائز نہیں ہے، لیکن میرا جو بھائی ہے اس پر کیسا ہے؟ بھائی میرے سے یا تو پہلے پیدا ہوئے ہوں یا میرے بعد جو بھائی پیدا ہوجائے اس پر نکاح میں لینا کیسا ہے؟

جواب:...رضاعی بہن بننے کی تین صورتیں ہیں:

۱:...اس لڑکی نے آپ کی والدہ کا دُودھ پیا ہو، اس صورت میں وہ آپ کی والدہ کی رضاعی بیٹی اور آپ کی اور آپ کے سب بھائی بہنوں کی رضاعی بہن ہوئی، اس لئے آپ کے کسی بھائی کا رشتہ بھی اس سے جائز نہیں۔ [4]

۲:...آپ نے اس لڑکی کی ماں کا دُودھ پیا ہو، اس صورت میں اس کی ماں آپ کی رضاعی ماں ہوئی اور اس کی اولاد آپ کے رضاعی بہن بھائی ہوئے، اس لئے آپ کا نکاح اس کی کسی لڑکی سے جائز نہیں، [5] لیکن آپ کے حقیقی بھائیوں کا نکاح اس کی لڑکیوں (آپ کی رضاعی بہنوں) سے جائز ہے۔ [6]

---

(۱) وكل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوّج بالأخرىٰ هٰذا هو الأصل، لأن اُمّهما واحدة فهما أخ وأُخت. (هداية ج:۲ ص:۳۵۱، كتاب الرضاع، طبع مكتبه شركت علميه ملتان).

(۲) فالكل إخوة الرضيع وأخواته وأولادهم أولاد إخوته وأخواته. (عالمگيري، كتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳).

(۳) وتحل أُخت أخيه رضاعًا. (البحر الرائق، كتاب الرضاع ج:۳ ص:۲۴۴).

(۴) يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع (الىٰ أن قال) فالكل إخوة الرضيع وأخواته وأولادهم أولاد إخوته وأخواته. (عالمگيري، كتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳).

(۵) أيضًا.

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

۳:...آپ اور اس لڑکی نے کسی تیسری عورت کا دُودھ پیا ہے، اس صورت میں وہ عورت آپ دونوں کی رضاعی ماں ہوئی، آپ دونوں رضاعی بہن بھائی ہوئے، آپ کے حقیقی بھائیوں کا نکاح اس لڑکی سے جائز ہے۔[۱]

رضاعی باپ کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... سعودی عرب میں پیش آنے والے ایک واقعہ (۲۱ برس تک بہن بیوی رہی، سعودی علماء نے اس شادی کو ناجائز قرار دیا)، اس بیان کے مطابق زید نے اپنی چچی کا دُودھ پیا اور اس کی وہ چچی وفات پاگئی، اس کے چچا نے دُوسری شادی کی، دُوسری چچی کی بیٹی سے زید نے شادی کی، چونکہ سعودی علماء نے اس شادی کو ناجائز قرار دیا، حنفیہ عقیدے میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... یہ دُوسری لڑکی بھی اس کے چچا سے تھی، اس کا چچا ''رضاعی باپ'' تھا، اور باپ کی اولاد بہن بھائی ہوتے ہیں، اس لئے یہ لڑکی اس کی رضاعی بہن تھی۔[۲] سعودی علماء نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے اور چاروں مذاہب کے علماء اس پر متفق ہیں۔

رضاعی بہن سے شادی

سوال:... میری اہلیہ کے بھائی کے گھر ایک بچی کی ولادت ہوئی، بچی کی ولادت کے چند ہفتے بعد میری اہلیہ نے اس بچی کو اپنا دُودھ پلایا، بچی نے مشکل سے ایک یا دو قطرے دُودھ پیا ہوگا، اور صرف ایک دفعہ ہی ایسا ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے بڑے بیٹے کی شادی اپنی اہلیہ کے بھائی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہوں، آپ حدیث اور شریعت کی رُو کے مطابق بتائیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... آپ کی اہلیہ نے اپنے بھائی کی جس بچی کو دُودھ پلایا ہے وہ اس بچی کی رضاعی والدہ بن گئیں، اور یہ لڑکی آپ کے لڑکے کی رضاعی بہن ہے، اور رضاعی بہن بھائی کا نکاح آپس میں جائز نہیں ہے۔[۳] لہٰذا آپ اپنے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے نہیں کرسکتے۔

دُودھ شریک بہن بھائی کا نکاح کرنے والے والدین گناہگار ہیں

سوال:... کیا شریعت میں دُودھ شریک بہن بھائیوں کا نکاح جائز ہے؟ اگر نہیں تو ایسے والدین کے بارے میں کیا حکم ہے جو جانتے بوجھتے اپنی لڑکی کا نکاح اس کے دُودھ شریک بھائی سے کرادیں؟

جواب:... جس طرح سگے بہن بھائیوں کا نکاح نہیں ہوسکتا، ایسے ہی دُودھ شریک بہن بھائیوں کا نکاح بھی نہیں ہوسکتا، ایسے والدین سخت گناہگار ہیں، ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، اگر کرلیا گیا تو زندگی بھر زِنا کاری کے مرتکب ہوں گے۔[۴]

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱ و ۳ ملاحظہ ہو۔

(۲ و ۳) یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج: ۱ ص: ۳۴۳، طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

(۴) عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم: یحرم من الرضاع ما یحرم من الولادة۔ (سنن أبی داوٗد ج: ۱ ص: ۲۸۷)۔ عن علی ...... إن الله حرَّم من الرضاعة ما حرَّم من النسب۔ (مشکوٰة ص: ۲۷۳، باب المحرمات)۔

دُودھ پلانے والی کی لڑکی سے نکاح کرنا

سوال:... میں اپنے ماموں کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، لیکن جس وقت میری والدہ شادی کی بات کرنے گئی، میرے ماموں نے بتایا کہ میں شیرخوار تھا، میری والدہ بیمار تھیں، میری ممانی نے میرے ماموں سے پوچھے بغیر مجھے ایک بار دُودھ پلا دیا تھا۔ اس وقت وہ لڑکی جس سے میری شادی ہونے والی ہے، وہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھی، وہ لڑکی پانچ بچوں کے بعد پیدا ہوئی، کیا یہ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب:... اگر واقعی تم نے شیرخوارگی میں اپنی ممانی کا دُودھ پیا ہے تو آپ کی رضاعی بہن ہے، اور بہن سے شادی نہیں ہوسکتی۔[1]

دُودھ شریک بہن کا نکاح

سوال:... محمد عارف چھوٹا اور عبدالوارث بڑا، دونوں سگے بھائی ہیں، اور نسیم اختر ایک لڑکی ہے، جس نے محمد عارف کے ساتھ دُودھ پیا ہے، کیا نسیم اختر کا نکاح محمد عارف کے بڑے بھائی عبدالوارث کے ساتھ ہوسکتا ہے؟

جواب:... اگر نسیم اختر نے محمد عارف کے ساتھ اس کی والدہ کا دُودھ پیا ہے تو وہ عبدالوارث کی بہن ہے، اس سے عبدالوارث کا نکاح جائز نہیں۔[2] اور اگر محمد عارف اور نسیم اختر نے کسی اور عورت کا دُودھ پیا ہے تو عبدالوارث سے اس کا نکاح جائز ہے۔[3]

رضاعی بہن کی سگی بہن سے شادی کرنا

سوال:... میں بہت پریشان ہوں کیونکہ میں جس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، وہ میرے والد کے چچا کی بیٹی ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ اس لڑکی کی بڑی بہن کو میری والدہ نے دُودھ پلایا تھا، وہ بہن اس لڑکی سے بیس سال بڑی ہے۔ اس صورت میں میری شادی اس لڑکی سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جس سے میں شادی کرنا چاہتا ہوں، اس کو میری والدہ نے دُودھ نہیں پلایا تھا۔

جواب:... جس لڑکی سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ کی والدہ نے اس لڑکی کو دُودھ نہیں پلایا اور نہ کوئی دُوسری وجہ محرمیت کی ہے تو اس سے شادی کرنا یقیناً جائز ہے۔

---

(۱) عن علی .... إن الله حرَّم من الرضاعة ما حرَّم من النسب۔ الحديث۔ (مشكوٰة ص:۲۷۳)۔ يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۲) يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۳) وكل صبيين إجتمعا علٰى ثدى إمرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوّج بالأخرىٰ، هٰذا هو الأصل لأن أُمّهما واحدة فهما أخ وأُخت۔ (هداية ج:۲ ص:۳۵۱، كتاب الرضاع)۔

بڑی بہن کے ساتھ دُودھ پینے والے ماموں زاد کی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:...میرے ماموں کے بڑے بیٹے نے میری بڑی بہن کے ساتھ میری ماں کا دُودھ پیا، کیا میرے ماموں کے اس لڑکے کی اس سے چھوٹی بہن یعنی میرے ماموں کی چھوٹی بیٹی کے ساتھ میری شادی ہوسکتی ہے؟

جواب:...آپ کا اپنی ماموں زاد بہن کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔[۱]

دُودھ شریک بھائی کے ساتھ اس کی سگی بہن کی شادی

سوال:...میں نے اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ اس کی ماں کا دُودھ پیا ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ میری چھوٹی بہن کے ساتھ اس لڑکے کی شادی کرا رہے ہیں، جس نے اور میں نے دُودھ پیا، کیا اس لڑکی کے ساتھ یہ شادی جائز ہے؟

جواب:...اس لڑکے کے ساتھ آپ کی بہن کی شادی جائز ہے۔[۲]

رضاعی بیٹی سے نکاح نہیں ہوسکتا

سوال:...اگر کسی بچی کو دُودھ پلا دیا جائے، بعد میں دُودھ پلانے والی عورت مرجائے تو مرنے والی عورت کا خاوند دُودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:...یہ لڑکی اس عورت کے شوہر کی رضاعی بیٹی ہے، اس سے نکاح جائز نہیں۔[۳]

رضاعی بہن کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:...میری منگنی میرے چچا کی لڑکی سے میرے والدین کرنا چاہتے ہیں، مگر جو لڑکی میرے نکاح میں لانا چاہتے ہیں اس کی بڑی بہن نے میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ میری ماں کا دُودھ پیا، مگر نہ تو میں نے اور نہ میرے کسی بہن بھائی نے میری چچی کا دُودھ پیا، کیا میری شادی جائز ہوگی یا ناجائز؟ میری تسلی فرمایئے۔

جواب:...جس لڑکی نے آپ کی والدہ کا دُودھ پیا ہے، اس کا نکاح تم بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ جائز نہیں،[۴] وہ آپ کی رضاعی بہن ہے، مگر جس لڑکی سے آپ کا رشتہ تجویز کیا گیا ہے وہ رضاعی بہن کی حقیقی بہن ہے، اس سے آپ کا نکاح جائز ہے۔[۵]

(۱،۲) ویجوز أن یتزوّج الرجل بأُخت أخیه من الرضاع۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۵۱، کتاب الرضاع)۔

(۳) ولبن الفحل أی الرجل من زوجته المرضعة إذا کان لبنها منه یتعلق به التحریم، وهو ان ترضع المرأة صبیة فتحرم هٰذه الصبیة علٰی زوجها، أی زوج المرضعة۔ (اللباب ج:۲ ص:۱۶۴، کتاب الرضاع)۔

(۴) قال تعالٰی: حرمت علیکم امهاتکم .... وأخواتکم من الرضاعة۔ (النساء:۲۳)۔

(۵) وتحل أُخت أخیه رضاعًا۔ (البحر الرائق، کتاب الرضاع ج:۳ ص:۲۲۷)۔

حقیقی بھائی کا رضاعی بھانجی سے نکاح جائز ہے

سوال:... زید نے ثریا کا دُودھ پیا ہے، زید کا ایک بھائی جس کا نام ثاقب ہے، ثریا کی ایک بیٹی جس کا نام عندلیب ہے، عندلیب کی بیٹی کوثر کے ساتھ زید کے بھائی ثاقب کا نکاح شرعاً جائز ہے؟

جواب:... آپ کے سوال میں زید، ثاقب کا حقیقی بھائی ہے، اور کوثر، زید کی رضاعی بھانجی ہے، اور حقیقی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح جائز ہے۔ (۱)

رضاعی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... ہندہ و شاہدہ دو سگی بہنیں ہیں، ہندہ بڑی اور شاہدہ چھوٹی، ہندہ نے شاہدہ کی لڑکی زینب کو اَیامِ رضاعت میں دُودھ پلایا، اب ہندہ اپنی بہن شاہدہ کی لڑکی زینب کا نکاح اپنے حقیقی دیور یعنی شوہر کے حقیقی بھائی بکر سے کرنا چاہتی ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

جواب:... شاہدہ کی لڑکی زینب کا نکاح ہندہ کے حقیقی دیور بکر سے جائز نہیں، کیونکہ زینب ہندہ کے شوہر کی رضاعی لڑکی اور شوہر کے بھائی بکر کی بھتیجی ہے۔ تو اَزرُوئے شرع جس طرح نسبی بھتیجی سے نکاح حرام اور ناجائز ہے، اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی ناجائز ہے۔ (۲)

رضاعی چچا اور بھتیجی کا نکاح جائز نہیں

سوال:... میرا ایک لڑکا ہے، جس کی شادی میں اپنی بھتیجی سے کرنا چاہتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ بھتیجی جس بھائی سے ہے، اس بھائی نے بچپن میں میری اہلیہ کا دُودھ پیا تھا، کیا اس صورت میں لڑکا لڑکی کی شادی جائز ہوگی؟

جواب:... اس لڑکے اور لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ لڑکے کی والدہ آپ کے بھائی کی رضاعی ماں ہے، اور اس بچی کی رضاعی دادی ہے، تو لڑکا اور لڑکی کا نکاح ایسا ہوگا جیسے چچا اور بھتیجی کا نکاح۔ (۳)

دُودھ شریک بہن کی بیٹی سے نکاح

سوال:... کیا دُودھ شریک بہن کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

جواب:... جائز نہیں، وہ حقیقی بھانجی کی مثل ہے۔ (۴)

---

(۱) "واحل لکم ما وراء ذٰلکم" (النساء: ۲۴).

(۲) عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم: یحرم من الرضاع ما یحرم من الولادة. (سنن أبی داوٗد، باب ما یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ج:۱ ص:۲۸۷).

(۳) یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳).

(۴) أیضًا.

رضاعی والدہ کی بہن سے نکاح جائز نہیں

سوال:... ایک نوجوان نے اپنی بھابھی کا بچپن میں دُودھ پیا، اب جوان ہے اور اپنی بھابھی کی نوجوان بہن کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے، کیا شرعی لحاظ سے ٹھیک ہے کہ نہیں؟

جواب:... بھابھی اس کی رضاعی ماں اور اس کی بہن اس کی رضاعی خالہ ہے، اور جس طرح نسبی خالہ سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی خالہ سے بھی نکاح جائز نہیں۔ اس لئے اس نوجوان کی شادی اس بھابھی کی بہن سے نہیں ہوسکتی۔ [۱]

رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں

سوال:... میری بیوی نے میری چھوٹی بہن کو دُودھ پلایا، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا میری چھوٹی بہن کی شادی میری بیوی کے بھائی (میرے سالے) سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... اس دُودھ پلانے کی وجہ سے آپ کی بیوی آپ کی چھوٹی بہن کی رضاعی ماں بن گئی اور آپ کے سالے آپ کی چھوٹی بہن کے رضاعی ماموں بن گئے، جس طرح نسبی رشتے کے ماموں اور بھانجی کے درمیان نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی رشتے کے ماموں اور بھانجی کے درمیان نکاح جائز نہیں۔ [۲]

زید کی والدہ نے چمچے سے اپنی جس بہن کو دُودھ پلایا، اُس کی لڑکی سے زید کا نکاح نہیں ہوسکتا

سوال:... زید کی والدہ نے زید کی خالہ کے منہ میں بذریعہ چمچہ اپنے دُودھ کے چند قطرے اس وقت ڈال دیئے جب وہ ایک دن کی تھی، تاکہ ان کا حلق تر ہوجائے۔ زید کی نانی عین اس وقت صاحبِ فراش تھیں۔ تو زید کا رِشتہ اس کی خالہ زاد سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... زید کی خالہ اس کی رضاعی بہن بن گئی، اس لئے اس خالہ کی لڑکی سے زید کا عقد نہیں ہوسکتا۔ [۳]

رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں

سوال:... مسئلہ یہ کہ ہمارے محلے میں کسی عورت نے اپنی پڑوسن کی بیٹی کو دُودھ پلایا تھا، یا وہ لڑکی جس نے دُودھ پیا تھا، وہ شادی شدہ ہوگئی ہے، جس سے اسے ایک اولاد یعنی بیٹی پیدا ہوئی ہے، اب اس بیٹی کا نکاح اس لڑکے سے ہو رہا ہے، جس لڑکے نے اس کی والدہ کے ساتھ دُودھ پیا ہے، کیا یہ نکاح جائز ہے؟

جواب:... رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح نہیں ہوسکتا، جس طرح حقیقی ماموں بھانجی کا نہیں ہوسکتا۔ [۴]

---

(۱) عن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله حرّم من الرضاع ما حرّم من النسب۔ (جامع الترمذی ج:۱ ص:۲۱۷، باب ما جاء ما یحرم من الرضاع، مشکوٰة، باب المحرمات ص:۲۷۳)۔

(۳) فالکل إخوة الرضیع وأخواته وأولادهم أولاد إخوته وأخواته۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۴) ایضاً حوالہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ ہو۔

بہن کا دُودھ پینے والی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... میری حقیقی ماموں زاد بہن کی پیدائش کے وقت میری عمر کوئی چار پانچ سال تھی، میری حقیقی بڑی بہن نے میری ماموں زاد بہن کو تین یا چار مرتبہ اپنا دُودھ پلوایا، اب ہم دونوں ہی بڑے ہوگئے ہیں، کیا میں بڑی ماموں زاد بہن سے نکاح کرسکتا ہوں؟

جواب:... یہ لڑکی آپ کی رضاعی بھانجی ہوئی، اس سے نکاح جائز نہیں۔[1]

دُودھ پینے والی کی اولاد کا نکاح، دُودھ پلانے والی کی اولاد سے جائز نہیں

سوال:... ''الف'' نے اپنی بھانجی کو اس کی والدہ کی بیماری کے دوران کچھ عرصہ تک دُودھ پلایا، اس طرح ''ب''، ''الف'' کی بھانجی ہونے کے ساتھ ساتھ رضاعی بیٹی بھی بن گئی۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ''الف'' کے بچوں کا ''ب'' کے بچوں کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ جبکہ ان کا تعلق فقہِ حنفیہ سے ہے۔ واضح رہے کہ اب ''ب'' کے بچے بھی جوان ہوگئے ہیں اور شادی کے قابل ہیں۔ یہاں یہ بھی وضاحت کردوں کہ کچھ مولوی حضرات نے ان کے نکاح کو ناجائز قرار دِیا ہے، جبکہ کچھ مولوی حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ''ب'' کے بچوں کا ''الف'' کے صرف ان بچوں سے نکاح جائز نہیں ہے جو کہ ''ب'' کے ساتھ دُودھ شریک تھے۔

جواب:... جب آپ لکھتے ہیں کہ: ''ب'' رضاعی بیٹی بن گئی، تو خود سوچئے کہ ماں بیٹی کی اولاد کا نکاح ہوسکتا ہے؟ یا کہیں آپ نے ہوتے دیکھا ہے؟ پھر سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی...؟

رضاعی ماں بیٹی کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال:... مولانا صاحب! سب سے پہلے میں آپ کا تہہ دِل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے میرے سوال کو روزنامہ ''جنگ'' کے جمعہ ۲۸؍جون کے شمارے میں بعنوان ''سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں؟'' شائع فرمایا، اور وہ سوال وجواب یہ تھا:

> ''سوال:... ''الف'' نے اپنی بھانجی کو اس کی والدہ کی بیماری کے دوران کچھ عرصہ تک دُودھ پلایا، اس طرح ''ب''، ''الف'' کی بھانجی ہونے کے ساتھ ساتھ رضاعی بیٹی بھی بن گئی۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ''الف'' کے بچوں کا ''ب'' کے بچوں کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ جبکہ ان کا تعلق فقہِ حنفیہ سے ہے۔ واضح رہے کہ اب ''ب'' کے بچے بھی جوان ہوگئے ہیں اور شادی کے قابل ہیں۔ یہاں یہ بھی وضاحت کردوں کہ کچھ مولوی حضرات نے ان کے نکاح کو ناجائز قرار دِیا ہے، جبکہ کچھ مولوی حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ''ب'' کے بچوں کا

---

(۱) يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع ...... فالكل إخوة الرضيع وأخواته وأولادهم أولاد إخوته وأخواته. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳، كتاب الرضاع، طبع رشيديه).

''الف'' کے صرف ان بچوں سے نکاح جائز نہیں ہے جو کہ ''ب'' کے ساتھ دُودھ شریک تھے۔

جواب:...جب آپ لکھتے ہیں کہ: ''ب'' رضاعی بیٹی بن گئی، تو خود سوچئے کہ ماں بیٹی کی اولاد کا نکاح ہوسکتا ہے؟ یا کہیں آپ نے ہوتے دیکھا ہے؟ پھر سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی...؟''

گو کہ مذکورہ بالا سوال تأخیر سے شائع ہوا اور وہ انہونی ہوگئی جس کے لئے سوال پوچھا گیا تھا، مگر اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ مذکورہ نکاح ناجائز ہے۔ دراصل یہ واقعہ ہمارے پڑوس میں ہوا تھا، جس کی مخالفت نہ صرف تمام پڑوسیوں نے دبے الفاظ میں کی تھی، بلکہ محلے کی مسجد کے خطیب صاحب نے بھی واضح طور پر اس نکاح کو غیرشرعی قرار دے کر نکاح پڑھوانے سے اِنکار کردیا۔ نہ صرف یہ، بلکہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص یہ نکاح پڑھائے گا اور جو شخص اس نکاح کی تقریب میں بیٹھے گا، ان لوگوں کا نکاح فسخ ہوجائے گا۔ مگر لڑکی کی ماؤں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرکے نہ صرف وٹے سٹے میں اپنی اولاد کی شادیاں کروائیں، بلکہ چھوٹے بچوں کی منگنیاں بھی کرڈالیں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ان کا نکاح پڑھوانے والے مولویوں کے نکاح کی کیا حیثیت رہ گئی ہے؟ یہ واضح کردوں کہ وٹے سٹے کی شادی میں ایک جوڑے کا نکاح کراچی میں غیرمحلّہ کی مسجد کے نکاح خواں اور ایک جوڑے کا نکاح متحدہ عرب اِمارات میں ہوا ہے، اس طرح دونوں نکاح خواں حضرات حقیقتِ حال سے بے خبر تھے۔

جواب:...جب نکاح خوانوں کو خبر ہی نہیں تو ان کا کیا گناہ؟ یہ لڑکے لڑکیوں کی ماؤں کا کیا دھرا ہے، اس لئے نکاح پڑھنے سے بھی یہ نکاح نہیں ہوئے، یہ دونوں بدستور بے نکاح رہیں گے اور زِنا کے مرتکب ہوں گے۔ جو خیر سے ماں بیٹی ہیں، چونکہ رضاعی ماں بیٹی کی اولادوں کا نکاح آپس میں نہیں ہوسکتا، ان دونوں لڑکے لڑکیوں کا فرض ہے کہ فوراً علیحدگی اِختیار کرلیں اور توبہ کریں۔[1]

سوال:...مذکورہ نکاح کی تقریب میں شرکت کرنے والے لوگوں کی اِزدواجی حیثیت بہ رُوئے شریعت کیا رہ گئی ہے؟ اور اب انہیں کیا کرنا ہوگا؟

جواب:...جن لوگوں کو ان دونوں کا رِشتہ معلوم تھا اور یہ مسئلہ بھی معلوم تھا کہ رضاعی ماں اور رضاعی بیٹی کی اولاد کا آپس میں نکاح نہیں ہوتا، ان کو چاہئے کہ اپنے اِیمان اور نکاح کی تجدید کریں۔[2] اور جن کو معلوم نہیں تھا وہ معذور ہیں۔

سوال:...علاقے کے خطیب صاحب کے منع کرنے پر ہم ان کے نکاح کی تقریب میں نہیں گئے، مگر پڑوسی ہونے کی وجہ سے نکاح کے بعد منعقد ہونے والی شادی کی تقریب میں چند منٹوں کے لئے گئے تھے، آپ شریعت کی رُو سے بتائیے کہ ہمارے نکاح کی حیثیت کیا رہ گئی ہے؟

جواب:...ایسے لوگوں کی تقریب میں بھی نہیں جانا چاہئے تھا، بہرحال آپ کا اِیمان و نکاح تو ضائع نہیں ہوا، لیکن آپ نے اچھا نہیں کیا، اس پر اِستغفار کرنا چاہئے۔

---

(۱) عن علی .... إن الله حرّم من الرضاعة ما حرّم من النسب۔ (مشکوٰۃ ص:۲۷۳)۔

(۲) لأنه إذا رأى منكرًا معلومًا من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه ورضي به واستحسنه كان كافرًا۔ (مرقاۃ ج:۹ ص:۳۲۸ طبع إمدادية)۔ أيضًا: ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح۔ (شامی ج:۴ ص:۲۴۷، باب المرتد)۔

سوال:... بحیثیت ایک مسلمان کے ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ کیا ہم منگنی کرنے والے جوڑے کو نکاح سے روک سکتے ہیں؟ شادی شدہ جوڑے کو شریعت کی رُو سے کیسے اس ناجائز نکاح کو ختم کرنے کو کہیں؟

جواب:... نکاح ہوا ہی نہیں، اس کے ختم کرنے کا کیا سوال؟ اگر ان کو روکنا آپ کے بس میں ہے تو ضرور روکنا چاہئے۔

دُودھ شریک بہن کی بیٹی کے ساتھ دُودھ شریک کے بھائی کا نکاح جائز ہے

سوال:... ہندہ (لڑکی) کے ساتھ زید نے ہندہ کی ماں کا دُودھ زمانۂ رضاعت میں پیا ہوا اور اَب ہندہ کی بیٹی کے ساتھ زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح ہوسکتا ہے؟ بوجہ رضاعت کے ہندہ حرمت میں تو نہیں؟

جواب:... ہندہ، زید کی رضاعی بہن اور اس کی بیٹی زید کی رضاعی بھانجی ہے، اور رضاعی بھانجی سے رضاعی ماموں کے حقیقی بھائی کا نکاح جائز ہے۔[1]

دُودھ پینے والی لڑکی کا نکاح دُودھ پلانے والی کے دیور اور بھائی سے جائز نہیں

سوال:... زید کی بیوی کا ایک لڑکی نے بچپن میں دُودھ پی لیا تھا، کیا اب اس لڑکی کا نکاح اس شخص کے چھوٹے بھائی یعنی دُودھ پلانے والی کے دیور سے یا زید کی بیوی کے بھائی سے جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان سے اس بچی کا کیا رشتہ بنتا ہے؟

جواب:... دُودھ پلانے والی کا بھائی اس لڑکی کا ماموں ہے اور اس کا دیور لڑکی کا چچا ہے، اس لئے ان دونوں سے اس کا نکاح جائز نہیں۔[2]

دُودھ شریک بہن کی دُودھ شریک بہن سے نکاح جائز ہے

سوال:... میری ایک چچازاد بہن ہے اور وہ میری دُودھ شریک بہن بھی ہے، ہمارے محلّے کی ایک دُوسری لڑکی ہے وہ میری چچازاد بہن کی دُودھ شریک بہن ہے، آپ بتائیں کہ کیا میرا چچازاد بہن کی دُودھ شریک بہن سے نکاح جائز ہے؟

جواب:... دُودھ شریک بہن کی دُودھ شریک بہن سے نکاح جائز ہے، اگر وہ آپ کی دُودھ شریک بہن نہیں۔[3]

دادی کا دُودھ پینے والے کا نکاح چچا کی بیٹی سے جائز نہیں

سوال:... میں اپنی دادی کا دُودھ کبھی کبھی پی لیا کرتا تھا (پیٹ بھر کر نہیں ویسے ہی)، جس کی کہ میرے دادا نے بھی اجازت دے دی تھی، اب میری منگنی میرے چچا کی بیٹی سے ہوگئی ہے تو کیا اس سے میرا نکاح جائز ہوگا اور یہ شادی ہوسکتی ہے؟

---

(۱) وتحل أُخت أخيه رضاعًا۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۳) وتحل أُخت أخيه رضاعًا (إلٰی قوله) وهو ظاهر۔ وفي الشامية: (قوله وهو ظاهر) كان يكون له أخ رضاعي رضع مع بنت من امرأة أُخرىٰ۔ (رد المحتار مع الدر المختار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۱۷، طبع سعید)۔

جواب:... یہ نکاح جائز نہیں، آپ اس لڑکی کے رضاعی چچا ہیں۔[1]

دادی کا دُودھ پینے سے چچا اور پھوپھی کی اولاد سے نکاح نہیں ہوسکتا

سوال:... میرا بچہ جس کی عمر تقریباً ۳ سال ہے، اپنی دادی یعنی میری والدہ کا دُودھ پیتا ہے، کیونکہ اس کی امی نے دُوسرا بچہ ہونے پر دُودھ چھڑا دیا تھا، اس لئے اس کی دادی نے صرف بہلاوے کے لئے اس کو اپنے سینے سے چمٹالیا اور اَب جبکہ وہ ماشاء اللہ تین سال کا ہے اس کی یہ عادت پختہ ہوچکی ہے اور وہ ہمیشہ دادی سے چمٹ کر ہی سوتا ہے۔ اس لئے آپ برائے مہربانی مجھے یہ بتادیجئے کہ اس کا ایسا کرنا کس حد تک جائز ہے؟ اور کیا اس بچے کا یہ فعل میرے اور اس کے رشتوں کے درمیان حائل تو نہ ہوگا؟ اُمید ہے جلد از جلد میری پریشانی دُور فرمائیں گے۔

جواب:... جس بچے نے دو سال (اور ایک قول کے مطابق ڈھائی سال) کے اندر اندر کسی عورت کا دُودھ پیا ہو وہ اس عورت کا رضاعی بیٹا بن جاتا ہے،[2] اور اس کا نکاح دُودھ پلانے والی کی اولاد، یا اولاد کی اولاد سے نہیں ہوسکتا۔[3] پس اگر آپ کے بچے نے اپنی دادی کا دُودھ ڈھائی سال کے اندر پیا ہے تو اس کا نکاح اس کے چچاؤں اور پھوپھیوں کی اولاد سے جائز نہیں، اور اگر چھاتیوں میں دُودھ نہیں تھا محض بہلانے کے لئے ایسا کیا گیا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔[4]

کیا دادی کا دُودھ پینے والی لڑکی کا نکاح چچاؤں اور پھوپھیوں کی اولاد سے جائز ہے؟

سوال:... میں نے بچپن میں ایک دفعہ اپنی دادی کا دُودھ پیا تھا، میری دادی کی سب سے چھوٹی اولاد یعنی میرے سب سے چھوٹے چچا بھی مجھ سے تقریباً چار پانچ سال بڑے ہیں، ان کے بعد میری دادی کے کوئی اور لڑکا یا لڑکی نہیں ہوئی۔ میں نے بہت سے علماء سے سنا ہے کہ کسی عورت کی اولاد ہونے کے بعد اگر دو سال کے اندر اس عورت کا دُودھ پیا جائے تو اس کے بچوں سے رضاعی بھائی بہن کا رشتہ ہوتا ہے، دو سال کے بعد پینے سے رضاعی بھائی بہن کا رشتہ نہیں ہوتا، اس لئے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیونکہ میری دادی کی سب سے چھوٹی اولاد بھی مجھ سے تقریباً چار پانچ سال بڑی ہے تو آپ یہ بتائیں کہ میں اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں کی رضاعی بہن ہوں یا نہیں؟ اور میرا ان کے لڑکوں سے رشتہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر اس وقت آپ کی دادی کی چھاتیوں میں دُودھ تھا تو آپ اپنی دادی کی رضاعی بیٹی اور چچاؤں اور

---

(۱) یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع (الٰی قولہ) فالکل إخوۃ الرضیع وأخواتہ وأولادھم أولاد إخوتہ وأخواتہ۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۲) ویثبت التحریم فی المدۃ فقط۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الرضاع ج:۳ ص:۲۱۱)۔ وفیہ: ھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما وھو الأصح۔ (أیضًا ج:۳ ص:۲۰۹)۔

(۳) عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔ (سنن أبی داؤد ج:۱ ص:۲۸۰، کتاب النکاح، باب ما یحرم من الرضاعۃ)۔

(۴) إمرأۃ تعطی ثدیھا صبیۃ واشتھر ذٰلک بینھم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین ألقمتھا ثدیی ولم یعلم ذٰلک إلّا من جھتھا جاز لابنھا أن یتزوّج بھٰذہ الصبیۃ۔ (رد المحتار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۱۲)۔

پھوپھیوں کی رضاعی بہن بن گئیں،[1] اور اگر چھاتیوں میں دُودھ نہیں تھا یونہی بچی کو بہلانے کے لئے دادی نے ایسا کیا تھا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی۔[2]

دادی کا دُودھ پینے والے کا نکاح اپنے چچا کی اولاد سے جائز نہیں

سوال:... ہم سات بھائی ہیں، میرا سب سے چھوٹا بھائی ابھی بچہ ہے، جس کا نام حبیب ہے، قدرت نے مجھے بھی بیٹا عطا کیا ہے، میری والدہ صاحبہ نے میرے بیٹے کو میرے بھائی کے ساتھ اپنا دُودھ پلایا ہے۔ کیا میرا بیٹا اب اپنے دُوسرے کسی چچا کے گھر سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... آپ کا بیٹا اپنی دادی کا رضاعی بیٹا اور اس کی اولاد کا رضاعی بھائی بن گیا، اس لئے کسی چچا اور پھوپھی کے گھر اس کا رِشتہ نہیں ہوسکتا۔[3]

دادی کا دُودھ پینے والے کا نکاح اپنے چچا کی لڑکی سے جائز نہیں

سوال:... ہم سات بہن بھائی ہیں، جن میں سب سے بڑا میں ہوں، اور سب سے چھوٹی میری بہن ہے۔ بچپن میں میری ماں نے میرے لڑکے کو (یعنی اپنے پوتے کو) دُودھ پلایا۔ میری بیوی نے بھی میری سب سے چھوٹی بہن کو دُودھ پلایا۔ بعد میں، میں نے اپنے اسی لڑکے کا نکاح اپنے تیسرے بھائی کی لڑکی سے کردیا، جو کہ مجھ سے چھوٹا ہے، اور میری چھوٹی بہن سے بڑا ہے۔ آیا یہ نکاح صحیح ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... یہ نکاح جائز نہیں، کیونکہ آپ کا یہ لڑکا جس نے آپ کی ماں کا دُودھ پیا ہے، وہ اپنی دادی کا رضاعی بیٹا ہے، اور آپ کی ماں کی اولاد کا رضاعی بھائی ہے۔ اس کا عقد آپ نے جس لڑکی سے کیا ہے، وہ اس کی رضاعی بھتیجی ہے۔ جس طرح نسبی بھتیجی کا نکاح نہیں ہوسکتا، اسی طرح رضاعی چچا بھتیجی کا بھی نہیں ہوسکتا۔[4] آپ نے جو نکاح کیا ہے، وہ نکاح نہیں ہوا، اگر رُخصتی نہ ہوئی ہو تو دونوں کا عقد دُوسری جگہ کردیں، طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ رُخصتی بھی کردی ہے تب بھی دونوں علیحدگی اِختیار کرلیں۔

دادی کا دُودھ پینے والے کا نکاح پھوپھی کی لڑکی سے کرنا

سوال:... عبدالرحمٰن نے سوتے میں اپنی دادی کا دُودھ پی لیا تھا، کیونکہ دادی نے اپنے پوتے یعنی عبدالرحمٰن کو اپنے پاس سلایا ہوا تھا، جب اس کی دادی جاگ گئیں تو دادی نے اپنے پوتے کو ہٹادیا، اب عبدالرحمٰن کا نکاح زاہدہ سے جو کہ عبدالرحمٰن کی پھوپھی

---

(۱) یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع (الٰی قولہ) فالکل إخوۃ الرضیع وأخواتہ۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۲) المراد بالمصّ الوصول إلی الجوف۔ (رد المحتار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۰۹)۔ نیز آئندہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں۔

(۳) ایضاً، نیز گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ دیکھیں۔

(۴) ایضاً۔

کی لڑکی ہے، ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اگر زاہدہ اپنی نانی کا دُودھ پی لیتی اور عبدالرحمٰن نہ پیتا تو پھر بھی نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یا اگر دونوں نے ہی پیا ہوا ہو؟

جواب:... دونوں صورتوں میں عبدالرحمٰن اور زاہدہ کا نکاح نہیں ہوسکتا، اور عبدالرحمٰن کا نکاح اس کے چچاؤں اور پھوپھیوں کی اولاد میں کسی لڑکی سے بھی نہیں ہوسکتا۔ [۱]

اگر دادی کے پستان میں دُودھ نہ ہو، بلکہ صرف بہلانے کے لئے بچے کے منہ میں پستان دے دیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی

سوال:... پچھلے دِنوں آپ کے کالم میں پڑھا کہ ایک بچہ اگر اپنی دادی کا دُودھ پیئے تو اس کا نکاح چچازاد اور پھوپھی زاد بہنوں سے نہیں ہوسکتا۔ اس ضمن میں یہ وضاحت بھی مطلوب ہے کہ اکثر دادی عمر کے اس دور میں ہوتی ہے کہ اس کے پستانوں میں دُودھ نہیں ہوتا، (میرے خیال میں) اس صورت میں کہ دادی کے آخری بچے کی عمر بھی بیس سال سے زیادہ ہوچکی ہے، لیکن بچے کے رونے کی وجہ سے یا کسی بھی وجہ سے دادی پوتے کو خاموش کرنے کے لئے اس کے منہ میں تو پستان دے دے جبکہ دُودھ نہ آرہا ہو، اس صورت میں بھی کیا مندرجہ بالا مسئلہ ہوگا یا اس کا اِطلاق نہ ہوگا؟

جواب:... اگر دادی کی چھاتیوں میں دُودھ نہ ہو، یوں ہی بچے کو بہلانے کے لئے ایسا کیا گیا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور مندرجہ بالا مسئلے کا اس پر اِطلاق نہیں ہوگا۔ [۲]

جس عورت کا دُودھ پیا ہو اُس کی پوتی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... میری شادی کو عرصہ دس سال ہوگئے ہیں، میرے خاوند میرے پھوپھی زاد ہیں، جب وہ ایک سال کے تھے تو ان کی والدہ فوت ہوگئی، اور میری دادی ان کو اپنے ساتھ گھر لے آئیں۔ اور تقریباً دو سال تک اپنا دُودھ پلایا۔ یا یوں کہئے کہ جب روتے تھے تو دادی اپنا دُودھ منہ میں ڈالتی، کیونکہ ہمارے بزرگ کہتے ہیں کہ اس وقت دُودھ نہیں آتا تھا۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب دُودھ نہیں آتا تھا تو دو سال تک کیا پیتے رہے؟ اور دُودھ منہ میں ڈالنے کے بعد چپ بھی کر جاتے تھے۔ فرض کریں اگر دُودھ نہیں آتا تھا، صرف چوستے ہی تھے تو بھی کیا نکاح جائز ہے؟ کیونکہ ہمارا رِشتہ چچا اور بھتیجی کا بنتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اگر دُودھ پیتے تھے تو کیا ہمارا نکاح جائز ہے؟ کیا بچے جائز ہیں؟ مجھے اس بات کا علم ابھی دس سال کے بعد ہوا ہے، کیونکہ جب میری شادی ہوئی تو میری عمر دس سال تھی، میں بہت پریشان ہوں، اگر نکاح جائز نہیں تو اَب اس کا کیا حل ہے؟

---

(۱) یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۳)۔

(۲) إمرأة کانت تعطی ثدیها صبیة واشتهر ذٰلک بینهم ثم تقول لم یکن فی ثدیی لبن حین ألقمتها ثدیی ولم یعلم ذٰلک إلّا من جهتها جاز لابنها أن یتزوّج بهٰذه الصبیة۔ (شامی ج:۳ ص:۲۱۲، باب الرضاع)۔

جواب:... اگر دادی کا دُودھ تھا تب تو آپ دونوں کا رِشتہ جائز نہیں، اور اگر دُودھ نہیں تھا، یونہی بچے کو بہلانے کے لئے اس کے منہ میں دُودھ دے دیا کرتی تھیں تو رِشتہ جائز ہے۔[1] بہرحال اس کی تحقیق یا تو دادی سے ہوسکتی ہے یا اس زمانے کے لوگوں سے، اگر آپ کے شوہر نے واقعی آپ کی دادی کا دُودھ پیا ہو اور اس کا صحیح ثبوت مہیا ہوجائے تو علیحدگی اِختیار کرلیں، اگر صحیح ثبوت نہ ہو تو خواہ مخواہ وہم میں نہ پڑیں۔

والد نے جس عورت کا دُودھ پیا، اولاد کا نکاح اُس عورت کی اولاد سے جائز نہیں

سوال:... والدہ کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے چھوٹے بھائی کو میری بھابھی نے دُودھ پلایا تھا۔ ان کے اِنتقال کے بعد چھوٹا بھائی بھابھی کو ماں کا درجہ دیتا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے بھابھی کا بھی اِنتقال ہوگیا، اب چھوٹے بھائی اپنے بیٹے کے لئے بھابھی کی بیٹی سے رِشتہ کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ بھابھی کی بیٹی ان کی بہن ہوئی، دونوں نے ایک ہی ماں کا دُودھ پیا ہے، اس لحاظ سے وہ لڑکی چھوٹے بھائی کے بیٹے کی پھوپھی ہوئی، کیا اسلام کی رُو سے یہ رشتہ جائز ہے؟

جواب:... چھوٹے بھائی نے اپنے لڑکے کے لئے جس لڑکی کا رِشتہ مانگا ہے، وہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی پھوپھی ہے، اس لئے اس لڑکے کا رِشتہ اس لڑکی سے نہیں ہوسکتا۔[2]

نواسے کو دُودھ پلانے والی کی پوتی کا نکاح اس نواسے سے جائز نہیں

سوال:... میری اہلیہ نے اپنے نواسے کو بچپن میں دُودھ پلایا ہے، لیکن اب اس کی شادی اپنی پوتی سے کرانا چاہتی ہے، تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب:... آپ کی اہلیہ نے جس نواسے کو دُودھ پلایا ہے وہ اس کا رضاعی بیٹا بن گیا، اور اس کی اولاد کا بھائی بن گیا، اس کے لڑکوں کی اولاد کا رضاعی چچا اور لڑکیوں کی اولاد کا رضاعی ماموں بن گیا، اور جس طرح حقیقی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہیں ہوسکتا اسی طرح رضاعی بھتیجی یا رضاعی بھانجی سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔[3] اس لئے آپ کی اہلیہ کا اپنی پوتی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح کرنا صحیح نہیں۔

چھوٹی بہن کو دُودھ پلادیا تو ان کی اولاد کا نکاح آپس میں جائز نہیں

سوال:... دو سگی بہنیں ہیں، ایک شادی شدہ ہے اور ایک چھ ماہ کی، کسی مجبوری کے تحت بڑی بہن چھوٹی بہن کو اپنا دُودھ پلادیتی ہے، چھوٹی بہن بھی اب بال بچے دار ہے، اب وہ اپنی بڑی بہن کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہے، کیا وہ شریعت کی رُو سے ایسا کرسکتی ہے؟ جبکہ دونوں خاندان راضی ہیں۔

---

(۱) إمرأة كانت تعطى ثديها صبية واشتهر ذٰلك بينهم ثم تقول لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي ولم يعلم ذٰلك إلّا من جهتها جاز لِابنها أن يتزوّج بهٰذه الصبية۔ (شامی ج:۳ ص:۲۱۲، باب الرضاع)۔

(۲) عن علي .... إن الله حرَّم من الرضاعة ما حرَّم من النسب۔ الحديث۔ (مشكوٰة ص:۲۷۳، باب المحرمات)۔

(۳) أيضًا۔

جواب:... جب بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو دُودھ پلایا تو چھوٹی بہن رضاعی بیٹی بن گئی، اور بڑی بہن کی اولاد اس کے رضاعی بہن بھائی بن گئے۔ جس طرح سگے بہن بھائیوں سے اس کی اولاد کا رشتہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح رضاعی بہن بھائیوں سے بھی نہیں ہوسکتا۔ [1]

نانی کا دُودھ پینے والے لڑکے کا نکاح ماموں زاد بہن سے جائز نہیں

سوال:... میری ماں نے میرے بھانجے کو دُودھ پلایا اور میں اپنی لڑکی کی شادی اپنے بھانجے سے کرنا چاہتا ہوں، کیا یہ رشتہ جائز ہے؟

جواب:... جس لڑکے نے آپ کی والدہ کا دُودھ پیا ہے وہ آپ کا رضاعی بھائی ہے، اس سے آپ کی لڑکی کا نکاح جائز نہیں۔ [2]

نانی کا دُودھ پینے والی لڑکی کے بھائی کی شادی خالہ کی بیٹی سے جائز ہے

سوال:... میرے ماموں نے میری امی کا دُودھ پیا تھا اور میری بڑی بہن نے میری نانی کا دُودھ پیا تھا، اس حساب سے ہم سب رضاعی بہن بھائی ہوئے، اب مسئلہ یہ ہے کہ میری خالہ کی ایک لڑکی ہے، جس کی شادی میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شادی نہیں ہوسکتی، کوئی کہتا ہے کہ یہ شادی ہوسکتی ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی سے بتائیں کہ یہ شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... آپ کی جس خالہ کی لڑکی سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں، اس نے یا اس کی لڑکی نے آپ کی امی کا دُودھ نہیں پیا، نہ اس لڑکی نے اپنی نانی کا دُودھ پیا ہے، اس لئے اس لڑکی سے آپ کی شادی جائز ہے۔

نانی کا دُودھ پینے والے کا نکاح اپنی خالہ یا ماموں زاد بہن سے جائز نہیں

سوال:... میرے بڑے بیٹے نے اپنی نانی یعنی میری امی کا میری چھوٹی بہن کے ساتھ دُودھ پیا ہے، اس کی شادی میں اپنی منجھلی بہن کی بیٹی سے کرنا چاہتی ہوں، کوئی کہتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے، کوئی کہتا ہے کہ ناجائز ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا تفصیلی جواب دے دیں۔

جواب:... آپ کے جس لڑکے نے اپنی نانی کا دُودھ پیا ہے، وہ اپنی نانی کا رضاعی بیٹا بن گیا، اس لئے اس کا نکاح اپنے کسی ماموں یا خالہ کی لڑکی سے نہیں ہوسکتا۔ [3]

(۱، ۲، ۳) یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع (الٰی قوله) فالکل إخوة الرضیع وأخواته۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳)۔ عن علی أنه قال: یا رسول الله! هل لک فی بنت عمک حمزة فإنها أجمل فتاة فی قریش؟ فقال له: أما علمت أن حمزة أخی من الرضاعة، وان الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب۔ (مشکٰوة، باب المحرمات ص:۲۷۳، طبع قدیمی، أیضًا: ترمذی ج:۱ ص:۲۱۷، طبع قدیمی)

نانی کی پوتی سے شادی جس کو نانی نے دُودھ پلایا ہو

سوال:... ہم اپنے بھائی کی شادی اپنی نانی کی پوتی سے کرنا چاہتے ہیں، لیکن نانی کہتی ہیں کہ انہوں نے اپنی پوتی کو دُودھ پلایا ہے، کیا یہ شادی جائز ہوگی؟

جواب:... اگرچہ ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی،[1] لیکن اِحتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نانی کی بات کو صحیح سمجھا جائے اور یہ رشتہ نہ کیا جائے، واللہ اعلم!

نانی کا دُودھ پینے والے کا نکاح اپنی خالہ کی لڑکی سے جائز نہیں

سوال:... میرے لڑکے حامد خان نے اپنی سب سے چھوٹی خالہ کے ساتھ اپنی نانی کا دُودھ پیا تھا، اب اگر حامد خان کا رِشتہ اس کی سب سے بڑی خالہ کی لڑکی سے کردیا جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب:... اگرچہ بڑی خالہ نے اس کے ساتھ، اسی زمانے میں دُودھ نہیں پیا، مگر پیا تو اسی نانی کا تھا، اس اِعتبار سے بڑی خالہ رضاعی بہن بن گئی، اور اس کی لڑکی بھانجی بن گئی، اس وجہ سے نکاح ناجائز ہوگا۔[2]

ایک دفعہ خالہ کا دُودھ پینے والے کا خالہ زاد سے نکاح جائز نہیں

سوال:... زید نے چھ ماہ کی عمر میں ایک بار تقریباً تین منٹ اپنی خالہ کا دُودھ پیا تھا۔ اب زید نے اپنی اسی خالہ کی لڑکی سے جس کا اُس نے دُودھ پیا تھا، بزرگوں کے منع کرنے کے باوجود کچھ لوگوں کے تعاون سے نکاح کرلیا ہے۔ زید اور لڑکی کے خاندان کے تمام لوگ سنی حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ زید کا کہنا یہ ہے کہ میں نے اور لڑکی نے دُوسرے مسلک کے مسئلے پر عمل کرکے یہ نکاح کیا ہے، اور بقول زید کے اہلِ حدیث یا شافعی مسلک میں پانچ بار دُودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح جائز ہے؟ جبکہ ہم لوگ سنی، حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نکاح کے بعد زید اور لڑکی اور وہ لوگ جنھوں نے نکاح میں تعاون کیا ہے، کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ نوٹ: لڑکی کی عمر اس وقت ۲۲ سال اور زید کی عمر ۲۵ سال ہے۔

جواب:... یہ نکاح باطل ہے، جیسے کوئی شخص اپنی سگی بہن سے عقد کرلے... نعوذ باللہ... اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے اور اپنی بہن کو الگ کردے، ورنہ ساری عمر بہن سے بدکاری کا وَبال اس کی گردن پر رہے گا، اور اندیشہ ہے کہ اِیمان پر خاتمہ نہ ہو۔[3]

جو لوگ اس باطل نکاح میں شریک ہوئے، وہ بھی شدید گناہ میں مبتلا ہوئے، اس سے توبہ کریں اور اس شخص کو علیحدگی پر مجبور کریں۔

---

(۱) والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۴، باب الرضاع)۔

(۲) گزشتہ صفحے کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

(۳) واتفقوا علٰى أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وانها واجبة على الفور۔ (روح المعانی ج:۲۸ ص:۱۵۹ طبع بیروت)۔

رضاعی خالہ کی دُوسرے شوہر سے اولاد بھی رضاعی بھائی بہن ہیں

سوال:... میری خالہ جان نے دو شادیاں کیں، وہ ابھی پہلے شوہر کے گھر میں آباد تھیں جب مجھے دُودھ پلایا، اور پھر میری اس خالہ کا وہ شوہر وفات پاگیا۔ اور پھر خالہ جان نے حالات سے تنگ آکر دُوسری شادی کرلی اور اس شوہر سے بیٹی پیدا ہوئی، اب میرے والدین اور میری خالہ جان آپس میں رشتہ کرنا چاہتے ہیں، یعنی خالہ اپنی بیٹی کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی ہیں تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟

جواب:... جس خالہ نے آپ کو دُودھ پلایا ہے اس کی لڑکی سے آپ کا نکاح جائز نہیں۔ [1]

ایسی لڑکی سے نکاح جس کا دُودھ شوہر کے بھائی نے پیا ہو

سوال:... میں نے پچھلے سال اپنی بیٹی کا نکاح ایک ایسے لڑکے سے کردیا جس کے بڑے بھائی نے میری لڑکی کا دُودھ پیا ہے، اب مجھے پریشانی ہے کہ آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

جواب:... یہ نکاح صحیح ہے، [2] پریشانی کی ضرورت نہیں۔

نانی کا دُودھ پینے والے کے بھائی کا نکاح خالہ زاد بہن سے جائز ہے

سوال:... میری منگنی میرے خالہ زاد سے ہوئی، اور میرے جیٹھ نے میری نانی کا دُودھ پیا ہے، جس کی وجہ سے وہ میرے ماموں بھی ہوئے، مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا میری شادی میرے خالہ زاد سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جس سے میری شادی ہوگی انہوں نے میری نانی کا دُودھ نہیں پیا مگر ان سے بڑے بھائی نے دُودھ پیا ہے۔

جواب:... جس لڑکے نے آپ کی نانی کا دُودھ نہیں پیا اس سے نکاح جائز ہے، اس کا بڑا بھائی آپ کا رضاعی ماموں ہے اور رضاعی ماموں کے حقیقی بھائی سے نکاح دُرست ہے۔ [3]

مرد وعورت کی بدکاری سے ان کی اولاد بھائی بہن نہیں بن جاتی

سوال:... میرے بچپن کے دوست ''خ'' کی کچھ عرصہ پہلے اپنے مرحوم والد کے دوست کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوئی تھی، چندروز پہلے مجھ پر ایک سنگین انکشاف ہوا ہے، ایک شخص نے جو ''خ'' کے والد کے ساتھ لوہے کا کاروبار کرتا تھا، مجھے بتایا ہے کہ ''خ'' کے والد نے اپنی جوانی میں اپنے اسی دوست کی بیوی سے بدکاری کی تھی، جس کی بیٹی سے اب ''خ'' نے شادی کی ہے۔ اس بدکاری کا

---

(۱) یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع۔ (عالمگیری، کتاب الرضاع ج:۱ ص:۳۴۳، طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

(۲) فیحرم من الرضاع ما یحرم من النسب إلّا أمّ أخیہ من الرضاع فإنھا لَا تحرم۔ (رد المحتار، باب الرضاع ج:۳ ص:۲۱۷، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۳) کوئی وجہ حرمت نہیں۔ ''واحل لکم ما وراء ذٰلکم'' (النساء:۲۴)۔

علم صرف ان دونوں کو تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ''خ'' کے باپ نے اسے بتایا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے دوست کی بیٹی دراصل اس کی ہو، اور پھر اسے منع بھی کردیا تھا کہ اس بات کا علم کسی کو نہ ہونے دے، ورنہ وہ اسے نہیں چھوڑے گا۔ اس عورت کا کچھ عرصہ کے بعد انتقال ہوگیا، ''خ'' کے والد کے انتقال کے بعد اس بیوپاری کا ان کے خاندان سے کوئی تعلق نہ رہا اور ''خ'' کی شادی کا بھی اسے کوئی علم نہ تھا۔ وہ آدمی ''خ'' کو یہ بات بتادینا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے فی الحال ایسا کرنے سے منع کردیا ہے۔ اب آپ براہ کرم مذہبی نقطۂ نظر سے بتائیے کہ کیا کیا جائے؟

جواب:... ان دونوں کا نکاح شرعاً صحیح ہے۔ اوّل تو اس بیوپاری کے بیان سے اس کہانی پر اعتماد کرنا ہی گناہ ہے۔[1] دوم مرد وعورت کی بدکاری سے ان کی اولاد بھائی بہن نہیں بن جاتی، اولاد کا نکاح آپس میں جائز رہتا ہے۔[2]

باپ کو دُودھ پیتے بچے کا جھوٹا پینا

سوال:... کچھ لوگ کہتے ہیں کہ باپ اپنے اس بچے کا جو کہ اپنی ماں کا دُودھ پیتا ہے، بچے کا بچا ہوا جھوٹا نہ تو کچھ کھا سکتا ہے اور نہ پی سکتا ہے۔ جو بچے ماں کا دُودھ پیتے ہیں وہ کچھ کھا تو سکتے نہیں، مگر وہ گلاس سے پانی اور دُودھ وغیرہ اکثر پیتے ہیں، اور گلاس میں کچھ نہ کچھ بچ جاتا ہے تو وہ بچا ہوا پانی یا دُودھ باپ پی سکتا ہے یا نہیں جبکہ بچہ اپنی ماں کا دُودھ بھی پیتا ہے؟

جواب:... باپ اگر دُودھ پیتے بچے کا جھوٹا کھاپی لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ کچھ نہیں کھاپی سکتا، غلط ہے۔

بہن کے شوہر کی اولاد جو دُوسری بیوی سے ہو، اُس سے شادی کرنا

سوال:... زید کی بہن کی شادی بکر سے ہوئی، بکر کے ہاں ایک عدد صاحبزادے کی ولادت ہوئی، لیکن کچھ عرصے بعد زید کی بہن اپنے خالقِ حقیقی سے جاملی۔ بکر نے دُوسری شادی کرلی، بکر کی دُوسری بیوی سے مزید بچے ہوئے، جن میں لڑکے بھی ہیں اور لڑکیاں بھی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا زید بکر کی دُوسری بیوی سے ہونے والی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز زید کے سگے بھانجے نے بکر کی دُوسری بیوی کا دُودھ تچپے میں لے کر تقریباً سات آٹھ سال کی عمر میں پیا تھا، یعنی رضاعت کا مسئلہ بھی ہے۔ محترم! جواب سے مطلع فرماکر ہماری اُلجھن دُور فرمادیجئے۔

جواب:... زید کا نکاح بہنوئی کی دُوسری بیوی سے ہونے والی اولاد سے ہوسکتا ہے۔ زید کے بھانجے نے دُوسری بیوی کا جو دُودھ پیا ہے، اس سے زید کے حق میں رضاعت کا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ زید اپنے بھانجے کی رضاعی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

---

(۱) قال تعالٰی: "إذ تلقونه بألسنتكم وتقولون بأفواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم" (النور:۱۵)۔

(۲) ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۱، فصل في المحرمات)۔

بیوی، شوہر کا جھوٹا دُودھ پی لے تو کیا رضاعت ثابت ہوگی؟

سوال:... اگر بیوی، شوہر کا جھوٹا دُودھ، پانی، کھانا اِستعمال کرلے تو کیا وہ شوہر کی دُودھ شریک بہن بن جاتی ہے؟

جواب:... نہیں! رضاعت کا حکم صرف عورت کے دُودھ سے متعلق ہے، وہ بھی اس وقت جبکہ دونوں بچوں نے شیرخوارگی کے زمانے میں پیا ہو۔ [1]

(۱) وهو مصّ ثدی آدمية (الٰی قوله) فی وقت مخصوص هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصح۔ (شامی ج:۳ ص:۲۵۹، باب الرضاع، طبع ایچ ایم سعید)۔

خون دینے سے حرمت کے مسائل

اپنے لڑکے کا نکاح ایسی عورت سے کرنا جس کو اس نے خون دیا تھا

سوال:... زید نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کی بیٹی کو جبکہ وہ بہت چھوٹی تھی، اس کے بیمار ہونے پر اس کو اپنا خون دیا تھا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ اس کے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے ہوجائے، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:... خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے اس لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ (۱)

جس عورت کو خون دیا ہو، اس کے لڑکے سے نکاح جائز ہے

سوال:... ایک لڑکی نے ایک بوڑھی عورت کو خون دیا ہے، اب اس عورت کا لڑکا اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... ہوسکتی ہے، خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (۲)

بہنوئی کو خون دینے سے بہن کے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا

سوال:... زید نے اپنی سگی بہن کے شوہر یعنی اپنے بہنوئی بکر کو بیماری میں اپنا خون دیا، یعنی اب بکر کے جسم میں اس کے سگے سالے کا خون داخل ہوگیا، کیا اس سے بکر کا اپنی بیوی سے نکاح باطل ہوجائے گا؟

جواب:... اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (۳)

شوہر کا اپنی بیوی کو خون دینا

سوال:... میرے ایک عزیز کی بیوی سخت بیمار ہوئی، اس کو خون کی ضرورت تھی، کسی رشتہ دار بہن بھائی کا خون اس کے خون سے نہ ملا، مگر خاوند کا خون اس گروپ کا نکلا جو لگادیا گیا، اب لوگ کہتے ہیں کہ میاں بیوی کا رشتہ قائم نہیں رہا۔

جواب:... لوگ غلط کہتے ہیں، وہ بدستور میاں بیوی ہیں۔ (۴)

(۱ تا ۴) (ونظیرہ) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۵، جب بیوی کا دُودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو خون دینے سے بطریقِ اَوْلیٰ حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ أیضًا: کفایة المفتی، کتاب الحظر والإباحة ج:۷ ص:۱۵۲)۔ إنتقال الدم من شخص لآخر۔ (اللجنة الدائمة ج:۲۱ ص:۱۴۶)۔

جہیز

موجودہ دور میں جہیز کی لعنت

سوال:...ٹی وی پروگرام ''تفہیمِ دِین'' میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مقرّر نے غیرمشروط طور پر جہیز کو کافرانہ رسم اور رَسمِ بد قرار دیا۔

۱:...کیا قرآن وسنت کی رُو سے جہیز کو کافرانہ رسم اور رَسمِ بد کہنا صحیح ہے؟

۲:...کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کو جہیز دیا تھا؟

جواب:...''جہیز'' ان تحائف اور سامان کا نام ہے جو والدین اپنی بچی کو رُخصت کرتے ہوئے دیتے ہیں۔[1] یہ رحمت ومحبت کی علامت تھی، بشرطیکہ نمود ونمائش سے پاک ہو اور والدین کے لئے کسی پریشانی واذیت کا باعث نہ بنتا ہو، لیکن مسلمانوں کی شامتِ اعمال نے اس رحمت کو زحمت بنادیا ہے۔ اب لڑکے والے بڑی ڈھٹائی سے یہ دیکھتے ہی نہیں بلکہ پوچھتے بھی ہیں کہ جہیز کتنا ملے گا؟ ورنہ ہم رشتہ نہیں لیں گے۔ اسی معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ ہے کہ غریب والدین کے لئے بچیوں کا عقد کرنا وبالِ جان بن گیا ہے۔ فرمایئے! کیا اس جہیز کی لعنت کو ''کافرانہ رسم'' اور ''رَسمِ بد'' سے بھی زیادہ سخت الفاظ کے ساتھ یاد نہ کیا جائے...؟

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت فرمایا ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادیوں کو جہیز دیا تھا؟ جی ہاں! دیا تھا، لیکن کسی سیرت کی کتاب میں یہ پڑھ لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو کیا جہیز دیا تھا؟ دو چکیاں، پانی کے لئے دو مشکیزے، چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور ایک چادر۔[2] کیا آپ کے یہاں بھی بیٹیوں کو یہی جہیز دیا جاتا ہے...؟ کاش! ہم سیرتِ نبوی کے آئینے میں اپنی سیرت کا چہرہ سنوارنے کی کوشش کریں۔

---

(۱) الجهاز ما زفّت المرأة بها إلٰى زوجها من الأمتعة ...إلخ۔ (قواعد الفقه ص:۲۵۵)۔

(۲) حدثنا عبدالله حدثني أبي ثنا عثمان ثنا حماد ثنا عطاء بن السائب عن أبيه عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما زوّجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة من ادم حشوها ليف ورحيين وسقاء وجرتين۔ (مسند أحمد ج:۱ ص:۱۰۴، طبع المكتب الإسلامي)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: سيرة المصطفٰى للكاندهلوي ج:۱ ص:۲۰۹، سيرة النبي صلى الله عليه وسلم لشبلي نعماني ج:۱ ص:۳۶۷، ج:۲ ص:۴۲۸۔

جہیز کی قباحتیں

سوال:...لڑکی کو والدین کی طرف سے جہیز دینا سنت ہے یا نہیں؟ خواہ جہیز تھوڑا ہو یا موجودہ زمانے کے اِعتبار سے؟ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کو جہیز نہیں دیا۔

جواب:...والدین کی طرف سے لڑکی کو جو تحفہ دیا جاتا ہے اسے ''جہیز'' کہتے ہیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق والدین بیٹی کو کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔ پس اگر نمود و نمائش کے بغیر والدین بیٹی کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ دیں تو یہ بلاشبہ سنت ہے۔ لیکن ہمارے دور میں جس جہیز کا رِواج ہے، وہ سنت نہیں، بلکہ بدعتِ سیئہ ہے، جو بہت سی قباحتوں کا مجموعہ ہے۔

اوّل:...لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ ہوتا ہے، اور ان کا یہ مطالبہ شرعاً جبر و ظلم ہے۔[1]

دوم:... چونکہ لڑکی کے والدین کو معلوم ہے کہ اگر بھاری مقدار میں جہیز نہ دیا گیا تو بیٹی کو سسرال میں نظرِ حقارت سے دیکھا جائے گا اور اسے ساس نندوں کے سو سو طعنے سننے ہوں گے، اس لئے خواہ ان میں جہیز دینے کی سکت ہو، یا نہ ہو، وہ اس کا اِنتظام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جہیز کے بارے میں یہ ذہنیت سراسر جاہلیت ہے۔

سوم:...لڑکی والے جہیز کی وجہ سے لڑکی کو بٹھائے رکھتے ہیں، یہ بھی سراسر ظلم ہے۔

چہارم:...جہیز کے لئے بسا اوقات سودی قرضے لئے جاتے ہیں، یہ بھی حرام ہے۔[2]

پنجم:...اس جہیز کی باقاعدہ نمائش ہوتی ہے، یہ رِیاکاری ہے۔

ششم:...اس جہیز کے رِواج کی وجہ سے بہت سے والدین اپنی بچیوں کا عقد نہیں کرسکتے، اور نہ ان کا رِشتہ آتا ہے۔

ان وجوہ سے معلوم ہوا کہ موجودہ دور میں جہیز کے نام سے جو لعنت ہم پر مسلط ہے، یہ سنت نہیں۔

جہیز کی شرعی حیثیت

سوال:...اسلام میں جہیز کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:...لڑکی کو دِیا جانے والا جہیز والدین کی طرف سے لڑکی کا تحفہ ہے، اس لئے اگر والدین بغیر جبر و اِکراہ کے اور بغیر نمود و نمائش کے لڑکی کو تحفہ دیتے ہیں، تو اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور لڑکی کو جہیز دیتے ہوئے نمود و نمائش کرنا،[3] یا اپنی حیثیت سے زیادہ اِہتمام کرنا، یا یہ سمجھنا کہ جہیز دینے کے بعد لڑکی کا وراثت میں کوئی حق نہیں رہا، قطعاً غلط اور حرام ہے۔[4]

---

(۱) ألا لا یحل مال امریء مسلم إلّا بطیب نفس منه. (مسند أحمد ج:۵ ص:۱۱۳).

(۲) "وَاَحَلَّ اللهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" (البقرة:۲۷۵).

(۳) کفایة المفتی ج:۹ ص:۸۸، طبع جدید.

(۴) عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قطع میراث وارثه، قطع الله میراثه من الجنّة یوم القیامة. رواه ابن ماجة ورواه البیهقی. (مشکٰوة ص:۲۶۶). وفی حاشیة المشکٰوة: وجه المناسبة أن الوارث کما انتظر وترقب وصول المیراث من مورثه فخاب فی العاقبة لقطعه کذالک یخیب الله تعالٰی آماله عند الوصول إلیها والفوز بها، والله أعلم. طیبی. (مشکٰوة ص:۲۶۶ حاشیه نمبر ۸، باب الوصایا).

جہیز لڑکی کا حق، یا سسرال کا حق؟

سوال:...جہیز کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ یہ سوال ۱۱؍اگست ۱۹۸۹ء کی اِشاعت میں آپ سے کسی نے کیا تھا، جس کا جواب آپ نے یہ دیا تھا کہ: ''جہیز اس تحفے کا نام ہے جو والدین کی طرف سے لڑکی کو دِیا جاتا ہے، اگر والدین اپنی خوشی سے اس لڑکی کو کچھ دینا چاہیں، تو کوئی حرج نہیں۔ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے، لڑکی کے سسرال والوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔''

آپ کے درج بالا جواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ والدین اپنی خوشی، رضا اور مرضی سے اپنی بیٹی کو کچھ دینا چاہیں، تو دے سکتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ لڑکے یعنی سسرال والوں کی طرف سے والدین کو اس بات پر مجبور کرنا اور مطالبہ کرنا کہ جہیز میں فلاں فلاں چیز ہونا چاہئے، کہاں تک دُرست ہے؟ اور جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر لوگ لڑکی والوں کو جہیز کی فہرست دے دیتے ہیں کہ یہ چیز ہونی چاہئے، یا دُولہا کی طرف سے مطالبات پیش کردیئے جاتے ہیں کہ اس کے لئے موٹر سائیکل، گھڑی یا دُوسری چیزیں ہونا چاہئیں۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا لڑکے (دُولہا) کو ان مطالبات کا حق ہے؟

جواب:...جب معلوم ہوچکا کہ جہیز اس تحفے کا نام ہے جو والدین کی طرف سے لڑکی کو دِیا جاتا ہے، تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لڑکے والوں کی طرف سے اس کا مطالبہ جائز نہیں۔ پھر یہ جہیز تحفہ نہیں رہے گا، بلکہ غصب اور ڈاکا بن جائے گا۔ اور اگر والدین چاروناچار اس طرح کے جہیز کا اِنتظام کر بھی دیں، تب بھی لڑکے والوں کے لئے وہ شرعاً حلال نہیں۔[1]

سوال:...دُوسرے آپ نے مذکورہ سوال کے جواب میں اِرشاد فرمایا ہے کہ ''جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے، لڑکی کے سسرال والوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔'' اس سلسلے میں آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ جو سسرال والے لڑکی کی ملکیت (جہیز) کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں، اس کو بلااِجازت اِستعمال کرتے ہیں، یا اس کی مرضی کے خلاف اور اس سے پوچھے بغیر اکثر بالجبر اس جہیز کے سامان کو جو بہو لاتی ہے، اپنی بیٹی کے جہیز میں دے دیتے ہیں، اور وہ لڑکی جو اس کی مالک تھی، کچھ کہہ نہیں سکتی، کیونکہ اگر اِنکار کرے گی یا مزاحمت کرے گی تو اس کو بہت بُرے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، ہوسکتا ہے طلاق تک نوبت آجائے، اس لئے وہ اپنا گھر قائم رکھنے کی خاطر خاموش ہوجاتی ہے، لیکن وہ دِل سے اس بات پر راضی نہیں ہوتی کہ اس کے جہیز کا سامان جو اس کے باپ نے خون پسینے کی کمائی سے اپنی بیٹی کے لئے بنایا تھا، وہ اس کی نند کو دے دیا جائے۔ اور اگر ایسا اس کے ساتھ بالجبر کیا جاتا ہے، تو وہ کہتی ہے کہ ''میں ایک بھی چیز دینے کی اِجازت نہیں دُوں گی اور خود اس کے گھر جاکر اس کا حساب لوں گی، اور زِندگی بھر معاف نہیں کروں گی۔'' تو کیا وہ سامان جو زبردستی اس سے چھین کر دُوسروں کو دِیا گیا ہے اس کا اِستعمال جائز ہے؟ جبکہ حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان کا مال دُوسرے مسلمان پر اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ خود اس کی اِجازت نہ دے۔ یعنی بلااِجازت ایک بھائی کا مال دُوسرے بھائی پر حرام ہے، تو کیا یہ حرام کے مرتکب نہ ہوئے؟

---

(۱) ألَا لَا یحل مال امرئ مسلم إلّا بطیب نفس منه. (مسند أحمد ج:۵ ص:۱۱۳).

جواب:... کسی کی ملکیت پر بغیر اس کی اِجازت کے قبضہ جمالینا شرعاً حرام ہے۔[۱] اس لئے سسرال والوں کو نہ تو اپنی بہو کی رضامندی کے بغیر اس کا اِستعمال جائز ہے، نہ اس کے سامان کو اپنی لڑکی کے جہیز میں دے ڈالنا ہی جائز ہے، بلکہ یہ شرعاً ظلم و جور ہے، اور عرفاً کمینگی اور رَذالت ہے، مرنے کے بعد اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

سوال:... اسی قسم کی ایک اور صورت یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے کچھ ناچاقی ہوگئی یا سسرال والے لڑکی کو اس کے میکے چھوڑ آئے، اور اَب وہ اگر اپنی کوئی چیز مانگتی ہے تو یہ لوگ اس کے اِستعمال کی چیزیں بھی نہیں دیتے، بلکہ اس کا تمام سامان حتیٰ کہ زیور اور کپڑا بھی خود اِستعمال کرتے ہیں، مگر اس کو اس کی اپنی کوئی چیز لے جانے کی اِجازت نہیں دیتے، حتیٰ کہ طلاق کے بعد بھی اس کے تمام سامان پر قابض رہتے ہیں، اور باوجود اس کے مطالبے کے اس کے حوالے نہیں کرتے، مجبور ہوکر وہ لڑکی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے، تو وہ عدالت میں صاف مکر جاتے ہیں کہ یہ تمام سامان اس کا نہیں، ہمارا ہے۔ ایسے ظالم اور جھوٹے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ان کا حشر کیا ہوگا؟

جواب:... قرآنِ کریم میں ظالموں اور جھوٹوں پر لعنت آئی ہے، اس لئے ایسے لوگ دُنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔[۲]

کیا جہیز دینا جائز نہیں؟

سوال:... شادی بیاہ کے سلسلے میں بعض لوگ جہیز کو ہی ناجائز قرار دیتے ہیں، حالانکہ میرا خیال یہ ہے کہ جہیز بجائے خود غلط نہیں ہے، کیونکہ لڑکی کا گھر پر حق ہے کہ جب وہ گھر سے رُخصت ہو تو اس کے عزیز و اقارب، والدین و رشتہ دار اُسے تحائف وغیرہ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی صاحبزادیوں کی شادی کے وقت ضروریات کی چیزیں اس وقت کے لحاظ سے ان کو دی تھیں، پس اپنی اِستطاعت سے زیادہ قرض اُدھار لے کر لوگوں کو دِکھاوے کے لئے زیادہ سے زیادہ دینا، یہ غلط ہے، لیکن لڑکی کو شادی کے وقت گھر سے ضروریات کی اشیاء مہیا کرنا، تحائف وغیرہ دینا غلط نہیں۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب:... لڑکی کو رُخصت کرتے وقت اپنی ہمت و وسعت کے مطابق تحفے تحائف اور جہیز دینا شرعاً صحیح ہے، مگر لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ کیا جانا اور لڑکی والوں کا نمود و نمائش کے لئے اپنی ہمت و اِستطاعت سے بڑھ کر دینا، جائز نہیں۔[۳]

اپنی حیثیت کے مطابق لڑکی کے لئے جہیز خریدنا

سوال:... جہیز کے طور پر اپنی حیثیت کے مطابق لڑکی کے لئے گھر کا سامان وغیرہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... نمود و نمائش کے بغیر اپنی بچی کو کوئی کچھ دینا چاہے تو کون روکتا ہے؟ اور جہیز کو لڑکی سے زیادہ ضروری سمجھ کر اہمیت

---

(۱) "وَلَا تَأْكُلوا أموالكم بينكم بالباطل" (البقرة:۱۸۸)۔ لَا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي۔ (قواعد الفقه ص:۱۱۰)۔

(۲) "اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ" (هود:۱۸)۔ "لَعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" (آل عمران:۶۱)۔

(۳) ألَا لَا يحل مال امرىء مسلم إلّا بطيب نفس منه۔ (مسند أحمد ج:۵ ص:۱۱۳ طبع بيروت)۔

دینا، محض نمود و نمائش کے لئے حرام ہے۔[۱]

جہیز سے متعلق سوالات و جوابات

سوال:... آپ نے لکھا ہے کہ جہیز پر سسرال والوں کا کوئی حق نہیں اور یہ لڑکی کی ملکیت ہے۔ لیکن سسرال والے اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں، اور طعنے دے دے کر بہو کا دِل چھلنی کر دیتے ہیں کہ یہ چیز سستی ہے، یہ معمولی ہے، یہ چیز ہے، وہ چیز نہیں ہے۔ اس رویے اور اس قسم کی باتوں کا سسرال والوں کو کتنا حق ہے؟

جواب:... جب جہیز پر سسرال والوں کا کوئی حق نہیں، تو ایسے طعنے جو آپ نے ذِکر کئے ہیں، یہ بھی کمینگی اور رَذالت ہے، اور قرآنِ کریم میں طعن و تشنیع کرنے والوں کے لئے ہلاکت کی وعید فرمائی گئی ہے۔[۲]

سوال:... پھر وہ تحائف جو دُلہن کو اس کے ماں باپ کے علاوہ اس کے دوست، رشتے دار، احباب یا جہاں وہ پڑھاتی ہے، وہاں کے ساتھی اور شاگرد وغیرہ جو کچھ دیتے ہیں، وہ سب کس کی ملکیت ہے؟ یقیناً وہ بھی لڑکی کا ہے، لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سب ہمارا ہے، کیونکہ شادی کے موقع پر دِیا گیا اور تحفے میں ملا ہے۔ جبکہ اس لڑکی کا موقف ہے کہ نہ صرف یہ، بلکہ وہ تمام اشیاء بھی جو لڑکی کو سسرال کے رشتے داروں، دوستوں، پڑوسیوں حتیٰ کہ خود سسرال والوں نے دی ہوں، وہ سب لڑکی کی ملکیت ہیں، وہ اس کو بھی چھیننے کے حق دار نہیں، کیونکہ جو کچھ لڑکی کو دے دیا گیا، وہ اس کا ہے، اور اس سے واپس لینے کی اِجازت نہیں۔

جواب:... لڑکی کا موقف صحیح ہے، شادی کے موقع پر لڑکی کو جو تحائف بھی دیئے، وہ سب لڑکی کی ملکیت ہے، سسرال والوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔[۳]

سوال:... آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟ کیونکہ یہ اکثر گھرانوں میں ہوتا ہے، طلاق یا ناچاقی کی صورت میں یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ لڑکی اپنی مہر سے دستبردار ہو جائے اور لڑکے والوں کی طرف سے دیئے گئے سامان (زیور اور کپڑے) وغیرہ تک واپس کردے، اور اس کے عوض اپنا جہیز لے لے، تو یہ کہاں تک دُرست ہے کہ وہ اپنا مال، اپنا جہیز لینے کے لئے اپنے دُوسرے حق یعنی مہر کو چھوڑ دے؟ اگر وہ مجبوراً مہر چھوڑ دے لیکن دِل سے معاف نہ کرے تو اس کا وَبال کس پر ہوگا؟ اور کیا یہ فیصلہ دُرست ہے کہ لڑکی کو دِیا ہوا سامان واپس لیں؟ جبکہ یہ فعل ایسا ہے جیسے کتا قے کرے اور اس کو پھر چاٹ لے۔

جواب:... لڑکی اپنے گھر آباد ہوگئی اور میاں بیوی کے درمیان تنہائی ہوگئی تو اس کا پورا مہر شوہر کے ذمے لازم ہوگیا۔[۴] اس

---

(۱) کفایة المفتی ج:۹ ص:۸۸، طبع جدید، دار الإشاعت کراچی۔

(۲) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لیس المؤمن بالطعان ولَا باللعان ...إلخ۔ (مشکوٰة، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم ص:۴۱۳)۔

(۳) کل أحد یعلم ان الجهاز للمرأة إذا طلّقها تأخذ کله وإذا ماتت یورث عنها۔ (شامی ج:۳ ص:۱۵۸)۔

(۴) وتجب عند وطء أو خلوة صحت من الزوج۔ (شامی ج:۳ ص:۱۰۲)۔

مہر کو زبردستی معاف کرانا بھی ظلم اور حرام ہے۔[1] لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو جو کچھ دِیا جاتا ہے، اگر وہ محض اِستعمال کے لئے ہے، اس کی ملکیت نہیں، تو اسے واپس لے سکتے ہیں۔[2]

مطلقہ کا سامان واپس نہ کرنا ظلم ہے

سوال:... یہ بات کسی مفروضے کی بنیاد پر نہیں کہتی ہوں، بلکہ یہ واقعہ میری ایک دوست کے ساتھ پیش آچکا ہے۔ ان لوگوں نے اس کو دھوکے سے گھر بھیج دیا اور اس کا تمام سامان ہتھیالیا، اس کو طلاق دیئے ہوئے بھی پانچ سال ہوچکے ہیں، لیکن کوئی چیز واپس نہیں کرتے، اس لڑکی کا کہنا ہے کہ یہ مال و سامان اس نے بڑی محنت مشقت سے جمع کیا تھا، اور اس کے والد نے اپنی جائز اور محنت کی آمدنی سے پیٹ کاٹ کر بنایا تھا، لہٰذا وہ اس فراڈ کو کبھی معاف نہیں کرے گی کہ اس کو دھوکا دے کر اس کا تمام سامان چھین لیا، اس کو طلاق کا داغ لگایا، اور اس کے سامان پر قابض ہوگئے۔ وہ کہتی ہے کہ اگر یہ لوگ میرا سامان اِستعمال کریں تو ان کے لئے حرام ہو، اگر ان کپڑوں میں نماز پڑھیں تو خدا ان کی نماز قبول نہ کرے، اگر ان برتنوں میں کھانا کھا کر روزہ رکھیں تو ان کا روزہ نہ ہو۔ میرے بستر پر سوئیں تو ان کی نیند حرام ہو۔ غرض اس کا دِل اس قدر دُکھی ہے کہ وہ ان کو بددُعا دیتی ہے اور کہتی ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی ایک ایک چیز کا ان سے حساب مانگے گی۔ اللہ کے ہاں تو مظلوم کو اس کا حق دِلوایا جائے گا، اور اگر وہ چیز نہ دے سکا، اس کے بدلے اس کی نیکیاں مظلوم کو دِلوادی جائیں گی، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں، تو مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

جواب:... یہ تمام مضامین صحیح ہیں۔ حرام کا کپڑا پہن کر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی قبول نہیں ہوتی۔[3] آپ نے جس لڑکی کا قصہ لکھا ہے، ایسے بے شمار واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ جب آدمی میں اِیمان، شرافت اور حیا باقی نہ رہے تو وہ سب کچھ کرگزرتا ہے، لیکن مرنے کے بعد آنکھیں کھلیں گی، اور ایسے رَذیل لوگ دُنیا میں بھی راحت و سکون کا سانس نہیں لے سکتے۔

سوال:... مزے کی بات یہ ہے کہ یہ حرکتیں ان لوگوں کی ہیں جو اپنے آپ کو شریف اور دِین دار کہتے ہیں، اور ان کی والدہ لوگوں کو اللہ کے اَحکام بتاکر خود کو بہت نیک اور دِین دار کہتی ہیں، جبکہ بہو کو طلاق دیئے پانچ سال ہوگئے، بیٹے کی دُوسری شادی کردی، مزید جہیز مل گیا، مگر اس مجبور اور غریب کے جہیز پر ابھی تک قابض ہیں، اور سب میں مشہور کر رکھا ہے کہ ہم نے پہلی بہو کا سب سامان واپس کردیا۔ لوگ ان کو نیک اور سچا سمجھتے ہیں اور اس ریاکاری سے ناواقف ہیں، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ایسے بے عمل واعظوں اور رِیاکار جھوٹے لوگوں کا اَنجام کیا ہوگا؟

جواب:... ایسے رِیاکار جو لوگوں کے حقوق غصب کرکے بھی پارسائی کا دعویٰ رکھتے ہیں، جہنم میں دُوسرے گنہگاروں کے

---

(۱) ألَا لَا یحل مال امریء مسلم إلّا بطیب نفس منه. (مسند أحمد ج:۵ ص:۱۱۳).

(۲) وإذا بعث الزوج إلٰی أهل زوجته شیئًا عند زفافهما منها دیباج فلما زفت إلیه أراد أن یسترد من امرأة الدیباج لیس له ذٰلک إذا بعث إلیها علٰی جهة التملیک. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۲۷، کتاب النکاح، الباب السابع).

(۳) عن ابن عمر قال: من اشتری ثوبًا بعشرة دراهم وفیه درهم حرام لم یقبل الله تعالٰی له صلٰوة ما دام علیه ... إلخ. (مشکٰوة ص:۲۴۳، کتاب البیوع، الفصل الثالث).

لئے بھی تماشائے عبرت ہوں گے، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے...![1]

لڑکی یا لڑکے کا جہیز سے اِنکار کرنا، نیز اپنے سرپرستوں کو خرافات سے منع کرنا

سوال:... کیا لڑکا یا لڑکی جہیز لینے سے اپنے والدین کو اِنکار کرسکتے ہیں؟ مثال قائم کرنے کو یا کسی بھی وجہ سے، یا جہیز کا معاملہ والدین پر چھوڑ دینا چاہئے؟

جواب:... آج کل کے نام نہاد جہیز سے سختی کے ساتھ منع کرنا چاہئے۔

سوال:... لڑکی ان تمام رسموں کا خاتمہ کرنا چاہے اور یہ خواہش رکھے کہ اس کی شادی میں یہ خرافات نہ ہوں جس سے اللہ ناراض ہو، لیکن لڑکے والے نہ مانیں اور یہ رسمیں کریں، تو گناہگار کون ہوگا؟

جواب:... بہتر تو یہ ہے کہ ایسی جگہ رشتہ کیا ہی نہ جائے جہاں خلافِ شرع رسمیں ہوتی ہوں۔ لیکن اگر مجبوری ہو تو لڑکی کو ان رسموں کے خلاف ناپسندیدگی کا اِظہار کردینا چاہئے، اگر اس کے باوجود کرتے ہیں تو وہ خود گناہگار ہوں گے۔

سوال:... خرافات اور غلط رسمیں جو کہ اسلام کے منافی ہیں، جس کی شادی ہو رہی ہو، وہ اگر اپنی شادی میں یہ رسمیں نہ کرنا چاہے تو والدین یا سرپرست کو اس سے منع کرنے کا حق اِسلام کی رُو سے رکھتا ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ کرنے والا نہ چاہتا ہو اور والدین کریں تو گناہگار کون ہوگا؟

جواب:... غلط رسموں سے منع کرنے کا لڑکے اور لڑکی کو حق ہے، اگر اس کے باوجود والدین کرتے ہیں تو وہ گناہگار ہوں گے، لیکن جن غلط رسموں کا تعلق لڑکے یا لڑکی کی اپنی ذات سے ہو، ان کو ہرگز نہ کرنے دیں۔[2]

جہیز کا سامان ساس، سسر کو اِستعمال کرنا، مطالبے پر بہو کو نہ دینا

سوال:... جو سامان بیوی کو جہیز کی شکل میں ملا تھا، اس کا بہت سا حصہ شوہر کے والدین کے گھر رکھا ہوا ہے، کیونکہ شادی ہوکر لڑکی شوہر کے والدین کے گھر گئی، مگر بعد میں شوہر کاروبار کی وجہ سے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ کراچی منتقل ہوگیا۔ بیوی کا اِصرار ہے کہ اس کے جہیز کا سامان جو کہ تمہارے والدین کے گھر پر ہے، وہ مجھے لاکر دو۔ شوہر کا کہنا ہے کہ میں اس لئے لاکر نہیں دیتا کیونکہ کہیں اس سے میرے والدین کی دِل آزاری نہ ہو، جبکہ اس کے متبادل میں تمہیں نئی چیزیں دِلوا دیتا ہوں۔ اس سے قطع نظر بیوی کا یہ کہنا ہے کہ شوہر کے گھر سے کوئی بھی ان کے یہاں نہ آئے، خاص طور پر شوہر کے والدین۔

---

(۱) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرىءٍ إلّا بطيب نفس منه۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان۔ (مشكوٰة ص:۲۵۵)۔

(۲) من رأى منكم منكرًا فليغيّره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذٰلك أضعف الإيمان۔ (الصحيح المسلم ج:۱ ص:۵۱، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ...إلخ، طبع قديمي)۔

۱:...جہیز کے سامان کے بارے میں شوہر کا عمل کیسا ہے؟

۲:...بیوی کا جہیز کے سامان کے بارے میں مطالبہ کیسا ہے؟

۳:...بیوی کا یہ مطالبہ کہ شوہر کے یہاں سے کوئی نہ آئے، کیسا ہے؟

۴:...شوہر کو ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

۵:...ایسی بیوی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۶:...شوہر کی کمائی میں بیوی کے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر رِشتہ داروں، اسی طرح شوہر کے والدین، شوہر کے بہن بھائیوں اور رِشتہ داروں کا کوئی حق ہے یا نہیں؟

۷:...کیا بیوی کا یہ طرزِ عمل اس کے ماں باپ کے علم میں لایا جائے؟

۸:...کیا شوہر یہ واضح طور پر بیوی کو بتادے کہ اسے بیوی کے تمام طرزِ عمل کا علم ہو چکا ہے؟

جواب:...جہیز کا سامان جو عورت کو اس کے میکے کی طرف سے ملتا ہے، وہ صرف بیوی کا حق ہے، وہ اگر اجازت دے تو اس کا اِستعمال کرنا صحیح ہے، ورنہ ایک سوئی کا اِستعمال کرنا بھی جائز نہیں۔ [1]

بیوی کا مطالبہ جہیز کے سامان کے متعلق اُوپر لکھ دیا ہے۔

بیوی کا یہ مطالبہ کہ شوہر کے والدین میں سے کوئی بھی یہاں نہ آئے، صحیح نہیں۔ والدین کو اپنے بیٹے سے ملنا چاہئے، البتہ بیوی اگر نہ ملنا چاہے تو اس کی مرضی ہے، لیکن اس کا یہ عمل شریعت کے خلاف ہوگا۔

جہیز کے سامان پر ساس وسسر کا کتنا حق ہے؟

سوال:...کیا ساس اور سسر لڑکی کے جہیز میں ماں باپ کا دِیا ہوا سامان اِستعمال کرنے کا شرعی حق رکھتے ہیں؟ بعض سسرالی تو اس کو اپنا حق گردانتے ہیں۔

جواب:...جہیز لڑکی کا حق ہے، [2] نہ اس کے شوہر کا، نہ اس کے والدین کا، مگر مشترکہ گھر میں اِستعمال کی چیزوں میں میرا تیرا نہیں ہوتا، گھر میں اِستعمال کی چیز کو سبھی اِستعمال کرتے ہیں۔

اپنا سامان اِستعمال نہ کرنے دینے والی بہوؤں کا کیا کریں؟

سوال:...ایک سوال جس کا عنوان ''جہیز لڑکی کا حق یا سسرال کا حق'' ۸ر دسمبر ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں آپ سے ''زاہدہ رشیدہ'' صاحبہ نے کیا تھا، اس بارے میں محترمہ نے آپ سے متعدّد سوالات کئے اور اس سے پہلے بھی جہیز کے بارے میں آپ سے کسی

---

(۱) ألا لا یحل مال امریء مسلم إلّا بطیب نفس منه۔ (مسند أحمد ج:۵ ص:۱۱۳)۔ أیضًا: لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه۔ (قواعد الفقه ص:۱۱۰)۔

(۲) لو جهز إبنته وسلمه إلیها لیس له فی الإستحسان إسترداده منها وعلیه الفتوی۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۲۷)۔

نے سوالات کئے تھے، جن کا ذِکر'' زاہدہ رشیدہ'' صاحبہ نے آپ سے اپنے سوالوں میں کیا ہے۔ جس کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے، سسرال والوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

میں بھی آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں، لڑکی جب ماں باپ کے گھر سے سسرال جاتی ہے تو وہ اپنی ضرورت کی تمام چیزیں اپنے جہیز میں نہیں لاتی، بلکہ وہ اپنی ضرورت کی زیادہ تر چیزیں سسرال والوں کی ہی اِستعمال کرتی ہے، تو جب بہو اپنے سسرال والوں کی ہر چیز بلاجھجک، بلاروک ٹوک اِستعمال کرتی ہے تو سسرال والوں کو کیوں حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی بہو کی چیزیں یعنی جہیز کی چیزیں اِستعمال کرسکیں؟ بہو کا جہیز صرف سنبھال، سنبھال کے رکھنے کے لئے ہی ہوتا ہے؟

جواب:...نہیں، صرف سنبھال کر رکھنے کے لئے نہیں ہوتا، وہ بھی اِستعمال کے لئے ہوتا ہے، اور اس کا اِستعمال لڑکی کی اِجازت سے سسرال والوں کو بھی جائز ہے۔ گفتگو اس میں نہیں، بلکہ اس سوال میں ہے کہ وہ ملکیت کس کی ہے؟ لڑکی کی ملکیت ہے یا سسرال والوں کی؟ میں نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ وہ لڑکی کی ملکیت ہے، سسرال والوں کا اس ملکیت سے کوئی تعلق نہیں۔

اپنے سامان کی حفاظت اور سسرال کے سامان کی حفاظت نہ کرنے والی کا شرعی حکم

سوال:...عام طور پر زیادہ تر بہوئیں اپنے جہیز کی چیزیں دُوسروں کو اِستعمال کے لئے دینا تو درکنار خود اپنے اِستعمال میں بھی نہیں لاتیں، اپنے جہیز کی ہر چیز کو سلیقے سے رکھنا کہ کہیں خراب نہ ہوجائے یا ٹوٹ نہ جائے، اگر کوئی چیز خراب ہوجائے یا ٹوٹ جائے تو اُلٹا سسرال والوں پر اِلزام لگانا کہ انہوں نے میری چیز خراب کردی۔ اور سسرال کی تو ہر چیز لڑکی بےتکلفی سے اِستعمال کرتی ہے، کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی کہ کوئی چیز کیسے پڑی ہے اور کہاں پڑی ہے؟ اگر پروا ہے تو صرف اپنے جہیز کی ہے کہ اس کو نہ کچھ نقصان ہوجائے، تو مولانا صاحب! آپ ایسی'' بہوؤں'' کے بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب:...ایسی بہوؤں کو کم ظرف ہی کہا جاسکتا ہے! وہ جیسے اپنی چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں، انہیں سسرال کی چیزوں کی بھی اسی طرح حفاظت کرنی چاہئے۔ اور اپنی چیز اگر اِستعمال سے خراب ہوجاتی ہے یا ٹوٹ جاتی ہے تو اس کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ لڑکی جس گھر میں (سسرال میں) آتی ہے، وہ اس کا اپنا گھر ہے، اور اِستعمال کی چیزیں مہیا کرنا سسرال والوں کے ذمے ہے، اس لئے وہ بلاتکلف اِستعمال کرنے میں حق بجانب ہے، اور اگر سسرال والوں کی طرف سے کسی چیز کے اِستعمال پر پابندی ہے تو لڑکی کو بغیر اِجازت کے اس کا اِستعمال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔[1] اسی طرح لڑکی کے جہیز کا سامان ہے، اگر لڑکی کی طرف سے اس کے اِستعمال پر پابندی نہ ہو تو سسرال والوں کے لئے اس کے اِستعمال میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن وہ زبردستی اپنی چیز سمجھ کر اِستعمال کرنے کے مجاز نہیں۔

جہیز کا جو سامان استعمال سے خراب ہوجائے، اس کا شوہر ذمہ دار نہیں

سوال:...جہیز کی مسہری اور گدامیاں بیوی کے مشترکہ اِستعمال میں ٹوٹ پھوٹ گئے، شوہر پورے نقصان کی تلافی کرے یا صرف اپنے حصے کی؟

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبرا دیکھیں۔

جواب:... جہیز کی جو چیزیں جس حالت میں ہیں وہ عورت کا حق ہے،[1] لیکن استعمال سے جو نقصان ہو، وہ شوہر سے وصول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ استعمال عورت کی اجازت سے ہوا ہے۔[2]

جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے

سوال:... ہمارے قبیلے کا یہ رواج ہے کہ ماں باپ لڑکی کو جو جہیز دیتے ہیں اسے سرِ عام دِکھاتے ہیں جس میں عورت کے کپڑے بھی دِکھائے جاتے ہیں، اور یہاں بہت سے مرد بھی جہیز دیکھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا عورت کے کپڑے اور زیور نامحرَموں کو سرِ عام دِکھانا دِینِ اسلام میں جائز ہے؟

جواب:... لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کا سرِ عام دِکھانا جاہلی رسم ہے، جس کا منشا محض نمود و نمائش ہے۔ اور مستورات کے زیور اور کپڑے غیر مردوں کو دِکھانا بھی بُری رسم ہے، شرفاء کو اس سے غیرت آتی ہے۔

لڑکی کو جہیز میں چھ آیتیں دینا

سوال:... ایک شادی میں دیکھا کہ لڑکی کے باپ جہیز میں قرآن شریف کی چھ آیتیں دینے پر اِصرار کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہ (آن دی ریکارڈ) تحریری طور پر نوٹ کیا جائے۔ کیا کسی کتاب میں حدیث سے یہ بات ثابت ہے؟

جواب:... نہ سنا، نہ دیکھا، اور ایسا کوئی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں۔

اپنی جائیداد میں سے حصہ نکالنے کی نیت سے بچی کو جہیز دینا

سوال:... اگر والدین اپنی جائیداد میں سے حصہ نکالنے کی نیت سے اپنی بچی کے لئے جہیز کا اِنتظام کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... جائیداد کا حصہ تو والدین کے مرنے کے بعد ملے گا، زندگی میں جو کچھ دِیا جائے وہ میراث کا حصہ نہیں، اور پھر خرچ تو لڑکوں کی شادی پر بھی اُٹھتا ہے، صرف لڑکیوں ہی کے بارے میں کیوں...؟

جہیز کا مسئلہ

سوال:... ماں باپ کی طرف سے لڑکی کو جہیز میں جو چیزیں (زیور، کپڑے، فرنیچر وغیرہ) دی جاتی ہیں، وہ لڑکی کی ملکیت ہوتی ہیں یا لڑکے کی؟

جواب:... والدین جہیز میں جو چیزیں اپنی بیٹی کو دیتے ہیں، وہ بیٹی کی ملکیت ہوتی ہیں۔

---

(۱) کل أحد یعلم ان الجهاز للمرأة إذا طلّقها تأخذه کله۔ (رد المحتار، مطلب فی دعوی الأب ان الجهاز عاریة ج:۳ ص:۱۵۸)۔

(۲) أما الذی بعث أبو المرأة إن کان هالکا لم یرجع علی الزوج بشیء (الٰی قوله) وإن بعث من مال البنت البالغة برضاها لَا یرجع لأنه هبة أحد الزوجین للآخر ولَا رجوع فیها۔ (خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی المهر ج:۳ ص:۳۲)۔

سوال:...اسی طرح شادی کے موقع پر سسرال کی طرف سے جو زیور، کپڑے وغیرہ لڑکی کو دیئے جاتے ہیں، وہ کس کی ملکیت میں شمار ہوتے ہیں، لڑکی کی یا لڑکے کی؟

جواب:...سسرال کی طرف سے بہو کو جو چیزیں دی جاتی ہیں، اس پر عرف کا اِعتبار ہے، اگر عرف یہ ہے کہ وہ لڑکی کو مالکانہ حقوق کے ساتھ دی جاتی ہیں، تو وہ لڑکی کی ہیں، اور اگر صرف اِستعمال کے لئے دی جاتی ہیں تو لڑکے کی ہیں۔[1]

عورت کا حقِ ملکیت اور اپنے مال میں تصرف کرنا

سوال:... پاکستان کی معاشرت میں شادی کے بعد عورت کی ملکیت کی (اور لائی ہوئی) چیزوں کو شوہر اور سسرال والے اپنے تصرف میں سمجھتے ہیں، بلکہ بیچاری عورت کو یہ تک اِختیار بھی بہت کم رہ جاتا ہے کہ وہ اپنی ملکیت یا وسائل شرعی سے حاصل کئے ہوئے مال کو مستحق اقربا کے ساتھ سلوک یا صدقہ خیرات میں اپنی محض مرضی سے اِستعمال کرسکے۔ کیا شادی کے بعد ایک بیوی حدودِ شریعت میں کمائے ہوئے اپنے مال پیسے کی مالک نہیں؟

جواب:...شریعت کی رُو سے مرد اور عورت کی ملکیت الگ الگ ہے، جو چیزیں عورت اپنے میکے سے لاتی ہے وہ اس کی ملکیت ہیں اور جو مال خود اس نے حلال اور جائز طریقے سے کمایا ہو، یا شوہر نے یا کسی عزیز نے اس کو تحفے کے طور پر دِیا ہو، اس کی بھی عورت مالک ہے۔

گھر میں اِستعمال کی جانے والی چیزیں خواہ مرد کی ملکیت ہوں یا عورت کی، ان کو گھر کے تمام اَفراد اِستعمال کیا کرتے ہیں، تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ بیوی کی طرف سے "میری تیری" کا سوال نہیں ہوا کرتا، اس لئے اگر سسرال والے ان چیزوں کو اِستعمال کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ بیوی کی طرف سے ان کے اِستعمال کی اِجازت ہوتی ہے۔ تاہم اگر عورت اس معاملے میں بخل سے کام لیتی ہے، تو اس کی چیز اس کی اِجازت کے بغیر اِستعمال کرنا جائز نہیں۔[2]

عورت کو اپنے مال میں سے صدقہ وخیرات کرنے کا پورا حق ہے، تاہم اس کو شوہر کے مشورے سے صدقہ وخیرات کرنی چاہئے۔

دُلہن کو تحائف ملنا اور اس پر کس کا حق ہے؟

سوال:...ایک سوال کے جواب میں جمعہ کے اخبار میں لکھا تھا کہ دُلہن کا غیر مردوں سے سلامی لینا رِشوت ہے، میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ ہمارے ہاں اس طرح دُلہن کو باری باری لائن لگاکر تو غیر مرد نہیں دیکھتے، ہاں البتہ عورتیں تحفے کی جگہ اکثر پیسے دیتی ہیں، اسی طرح دیور وغیرہ جو کہ نامحرم ہیں وہ اپنی مرضی سے اگر سونے کی یا کوئی بھی چیز دیں تو اسے لینا کیسا

(۱) والمعتمد البناء علی العرف ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۱۵۷، مطلب فی دعوی الأب ان الجهاز عارية)۔
(۲) لَا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه۔ (قواعد الفقه ص:۱۱۰)۔

ہے؟ کیونکہ نہ لینے یا اسے خیرات وغیرہ کرنے سے بہت بدمزگی ہوتی ہے، یہاں تک کہ لوگ دُلہن کا جینا حرام کردیتے ہیں، کیونکہ چیز دینے کے بعد بھی لوگ اس پر نظر ضرور رکھتے ہیں، اور پھر تو صرف لڑائی کا بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ آج کل عقل تو کوئی اِستعمال کرتا نہیں ہے۔ اسی طرح ایک اور رُخ یہ بھی ہے کہ دُلہن کی بہنیں اپنے بہنوئی سے "نیگ" کی صورت میں پیسے لیتی ہیں، وہ پیسے لینا کیسا ہے؟ جبکہ اس میں کوئی بیہودہ حرکت نہ کی جائے؟

جواب:... عورتیں اگر تحفے کے طور پر دیں اور واپس لینے کی توقع نہ رکھیں تو لینا جائز ہے، ورنہ نہیں۔ دیور وغیرہ عزیز جو نامحرَم ہوں، ان سے پردہ کیا جائے۔[1] عزیز داری کے طور پر کوئی ہدیہ دیں تو لے سکتے ہیں، مگر ضروری نہ سمجھا جائے۔

جہیز پر کس کا حق ہے؟

سوال:... میری شادی اکتوبر ۱۹۹۳ء میں ہوئی، زندگی اچھی طرح گزر رہی تھی، نہ مجھے کوئی شکایت تھی، نہ بیوی کو مجھ سے۔ پھر ۲۷ رجنوری کو لڑکی کے گھر والے ضد کر کے اس کو اپنے ساتھ حیدرآباد لے کر گئے، اس کے جانے پر میرے علاوہ میرے گھر کا کوئی فرد راضی نہیں تھا۔ مؤرخہ ۲۸ رجنوری کو واپسی پر ان لوگوں کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، جس میں بیوی کے علاوہ تین آدمی اور زخمی ہوئے، میری بیوی تو آٹھ دن تک ہوش میں نہیں آئی اور اسی حالت میں اس کا اِنتقال ہوگیا۔ اب اس کے گھر والے جہیز کا سامان واپس مانگ رہے ہیں، اس سلسلے میں آپ کی رائے معلوم کرنی ہے کہ قانون کی رُو سے اور شریعت کی رُو سے ان کا سامان مانگنے کا حق بنتا ہے؟

جواب:... آپ کی مرحومہ بیوی کو اس کے میکے والوں نے جو سامان دیا تھا، اور جو کچھ اس کے سسرال والوں نے یا ان کے عزیزوں نے اس کو دِیا تھا، وہ سب اس کا ترکہ ہے۔[2] اسی طرح اگر اس کا مہر اَدا نہیں کیا گیا تو وہ بھی اس کے ترکے میں شامل ہے۔ الغرض وہ تمام چیزیں جو مرحومہ کی ملکیت میں تھیں اب اس کا ترکہ ہے جو اس کے شرعی وارثوں پر تقسیم ہوگا۔

اگر شادی شدہ لڑکی فوت ہوجائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس کے ترکے کا نصف اس کے شوہر کا ہے، اور نصف اس کے والدین کا۔[3] اس لئے مذکورہ بالا چیزوں کا آدھا اس کے والدین کو پہنچادیں اور آدھا خود رکھ لیں۔

لڑکی کو ملنے والے تحفے تحائف اس کی ملکیت ہیں یا شوہر کی؟

سوال:... لڑکی کو جو ماں باپ نے تحفے تحائف دیئے تھے وہ کس کی ملکیت ہیں؟ ان کی حق دار لڑکی ہے یا شوہر؟

---

(۱) وعن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء! فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت! متفق عليه. (مشكوٰة، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات ص:۲٦۸).

(۲) كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلّقها تأخذ كله وإذا ماتت يورث عنها ... إلخ. (شامی ج:۱ ص:۱۵۸).

(۳) "وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ" (النساء:۱۲).

جواب:... ہر وہ چیز جو لڑکی کو والدین اور شوہر والوں کی طرف سے ملی ہے وہ اس کی ملکیت ہے،(۱) شوہر کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

طلاق کے بعد جہیز کا سامان اور خرچہ واپس لینا

سوال:... طلاقیں ہونے سے پہلے ایک معاہدہ ہوا کہ لڑکا طلاقیں بھی دے گا اور جہیز کے سامان کی قیمت اور شادی خرچہ بھی ادا کرنا ہوگا، جبکہ جہیز کی قیمت سے تقریباً دوگنا اُوپر لگائے گئے ہیں، اور لڑکے کا زیور عورت کے پاس ہے، طے یہ ہوا کہ لڑکے والے جہیز وشادی خرچ کی قیمت ادا کریں گے، جبکہ لڑکی والے زیورات واپس کردیں گے، جب زیور کی قیمت لگائی گئی تو مارکیٹ سے کم۔ اس معاہدے میں بزور لڑکی والوں نے یہ قیمت لگائی ہے، اور لڑکے والوں سے جبراً یہ سب کچھ کروایا ہے، اور زیادتی کرکے کچھ رقم ان پر ڈالی ہے۔ اَزرُوئے شریعت لڑکے والے رقم دینے کے ذمہ دار ہیں؟

جواب:... جہیز کی واپسی لڑکی کا حق ہے، جس حالت میں وہ سامان ہے، واپس کردیا جائے، اس کی قیمت لینا اور شادی کا خرچہ وصول کرنا ان کے لئے حلال نہیں۔(۲) قبر اور حشر میں جب کسی کا مال ناحق کھانے کا اس سے مطالبہ ہوگا تو پولیس والے اس کی کوئی مدد نہیں کریں گے، بلکہ وہ خود بھی پکڑے ہوئے آئیں گے۔

شادی کے موقع پر دیئے گئے زیورات

سوال:... میری بیٹی کو طلاق ہوچکی ہے، جو زیور اور دیگر اشیاء سسرال والوں نے تحفے میں دی تھیں، یا میرے داماد نے میری بیٹی کو بَری میں دیا تھا، شرعی طور پر دونوں صورتوں میں ان زیورات پر میری بیٹی کا کیا حق بنتا ہے؟

جواب:... صورتِ مسئولہ میں جو زیورات لڑکی کے سسرال والوں نے تحفے میں دیئے تھے، وہ تو لڑکی کی ملکیت ہیں، اسی طرح وہ سامان جو شوہر نے بیوی کو بطور ملکیت کے دیا تھا، مثلاً عورت کے اِستعمال کی چیزیں، کپڑے، جوتے اور دیگر سامان وہ سب عورت کو ملیں گے۔(۳)

---

(۱) قلت: ومن ذٰلک ما یبعثه إلیها قبل الزفاف فی الأعیاد والمواسم من نحو ثیاب وحلی، وکذا ما یعطیها من ذٰلک أو من دراهم أو دنانیر صبیحة لیلة العرس ویسمی فی العرف صبحة فإن کل ذٰلک تعورف فی زماننا کونه هدیة۔ (رد المحتار، مطلب فیما یرسله إلی الزوجة ج:۳ ص:۱۵۳)۔ وفیه أیضًا: المختار للفتویٰ ان یحکم بکون الجهاز ملکا لَا عاریة۔ (رد المحتار، مطلب فی دعوی الأب ان الجهاز عاریة ج:۳ ص:۱۵۷)۔

(۲) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا یحل مال امریء إلّا بطیب نفس منه۔ (مشکوٰة ص:۲۵۵ طبع قدیمی)۔ عن أبی موسٰی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله لیملی الظالم حتّٰی إذا أخذه لم یفلته، ثم قرأ: وکذٰلک أخذ ربک إذا أخذ القریٰ وهی ظالمة۔ متفق علیه۔ (مشکوٰة ص:۴۳۴)۔ عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لتؤدن الحقوق إلٰی أهلها یوم القیامة حتّٰی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء۔ رواه مسلم۔ (مشکوٰة ص:۴۳۰)۔

(۳) وإذا بعث الزوج إلٰی أهل زوجته شیئًا عند زفافها منها دیباج فلما زفت إلیه أراد أن یسترد من المرأة الدیباج لیس له ذٰلک إذا بعث إلیها علٰی جهة التملیک۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۲۷، کتاب النکاح، الباب السابع)۔

طلاق کے بعد جہیز کا سامان کس کا؟

سوال:... میری بھانجی کی شادی کچھ عرصہ قبل ایک شخص سے ہوئی، اس شادی کو بمشکل سات ماہ کا عرصہ گزرا کہ اس نے اپنے گھر والوں کی بار بار شکایات جو کہ خط، ٹیلی فون اور دستی خطوط کے ذریعے اِرسال کئے تھے، تنگ آکر میری بھانجی کو تین طلاقیں اِرسال کردیں۔ یہ طلاق اس نے کیسٹ میں بھر کر اِرسال کیں۔ کیسٹ کو میری ممانی لائی اور میری چھوٹی ہمشیرہ کو لاکر دی، جسے ان لوگوں نے سنا۔ اب آپ سے یہ مؤدّبانہ عرض ہے کہ اس طلاق نامے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس طرح سے طلاق ہوگئی ہے؟ نیز لڑکی کا مہر اور دیگر سامان جو لڑکی کو ماں باپ کی جانب سے شادی کے موقع پر دِیا جاتا ہے، مثلاً چند تولے سونا، کپڑا، برتن اور دیگر گھریلو سامان جو کہ خالص لڑکی کے نام ہے، ان تمام اشیاء کے بارے میں بھی قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ ان پر لڑکی کا حق ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر محمد ایوب نے طلاق کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے ہیں تو تین طلاق واقع ہوگئیں۔ (۱)

۲:... لڑکی کا پورا مہر شوہر کے ذمے لازم ہے، کیونکہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر آباد ہوچکی ہے۔ (۲)

۳:... جہیز کا جو سامان لڑکی کے میکے والوں نے دیا تھا، وہ لڑکی کی ملکیت ہے، (۳) اس کا واپس کرنا سسرال والوں کا فرض ہے، اور ان کا اس سامان کے دینے سے اِنکار کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ (۴)

طلاق کے بعد بیوی کا جہیز اور نان نفقہ

سوال:... میرے شوہر نے اپنے بھائی اور بھاوج کے کہنے میں آکر مجھے طلاق دے دی ہے، مگر میرا زیور، جس میں کچھ گفٹ بھی شامل ہیں وہ اور نان نفقہ وغیرہ دینے سے انکاری ہیں، میں نے فتویٰ بھی لے کر ان کو دِیا، مگر میرے جیٹھ یہ تمام چیزیں دینے سے منع کررہے ہیں۔ وہ اس فتوے کو بھی ماننے سے اِنکار کررہے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... آپ کا جو حق بنتا ہے، جو کہ بنوری ٹاؤن کے فتوے میں لکھا ہوا ہے، وہ آپ کو ملنا چاہئے۔ اگر وہ آپ کو آپ کا حق نہیں دیتے تو حشر میں اللہ تعالیٰ دِلوائیں گے۔ (۵)

---

(۱) أما تفسيره شرعًا فهو رفع قيد النكاح حالًا أو مآلًا بلفظ مخصوص، كذا في البحر الرائق، وأما ركنه فقوله أنت طالق ونحوه، كذا في الكافي۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۸، كتاب الطلاق)۔

(۲) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتّٰى لَا يسقط منه شيء إلّا بالإبراء من صاحب الحق، كذا في البدائع۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۲)۔

(۳) كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلّقها تأخذ كله ... إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۱۵۸)۔

(۴) "وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوٰلَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبٰطِلِ" (البقرة:۱۸۸)۔

(۵) لَا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي۔ (قواعد الفقه ص:۱۱۰)۔ عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لتُؤَدّن الحقوق إلٰى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء۔ رواه مسلم۔ (مشكوٰة ص:۴۳۵، باب الظلم، الفصل الأوّل)۔

دُوسری شادی

دُوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے، کرے تو عدل کرے

سوال:... کیا پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دُوسری شادی کرسکتا ہوں؟ آیا اس میں بیوی کی رضامندی ضروری ہے یا کہ شرعاً ضرورت نہیں؟ اس بارے میں جواب تفصیل سے دیں۔

جواب:... دُوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی رضامندی شرعاً شرط نہیں۔[1] لیکن دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات رکھنا ضروری ہے۔[2] چونکہ عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور گھریلو جھگڑا فساد سے آدمی کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ دُوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے، اور اگر کی جائے تو دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھے اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا رہے، ایک طرف جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ:

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری نہ کرے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط اور مفلوج ہوگا۔''[3] (مشکوٰۃ شریف ص:۲۷۹)

دُوسری شادی کرنا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... بروزِ جمعہ ۱۴؍اکتوبر محترمہ روبینہ شاہین کا سوال پڑھا جس کا عنوان دُوسری شادی ظلم یا عدل تھا۔ محترم مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب! میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس کے مرد چار چار شادیاں کرتے ہیں۔ میرے والد محترم نے خود چار شادیاں کی ہیں، چونکہ ان کی نئی بیوی ہم سے ملنا یا ہماری کسی طرح کی بھی اِمداد پسند نہیں کرتی، اس لئے آج ہم پوری دُنیا میں رُسوا ہیں۔ والدہ کے پاس ایک مکان تھا، جس کی مدد سے ہم اپنا خرچہ چلا رہے ہیں۔ آپ یقین مانیں دس سال کے عرصے میں انہوں نے ہمیں ایک پیسہ نہیں دیا، جبکہ وہ خود ایک کروڑ پتی شخص ہیں۔ میرے نزدیک دُوسری شادی سراسر ظلم ہے۔ اب آپ اس بات کا فیصلہ خود

(۱) "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوٰحِدَةً" (النساء:۳)۔

(۲) يجب أن يعدل فيه أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة وفى الملبوس والمأكول ...إلخ۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۲۰۲، باب القسم، كتاب النكاح)۔

(۳) عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط۔ رواه الترمذى وغيره۔ (مشكوٰة، باب القسم ص:۲۷۹)۔

اچھی طرح کرسکتے ہیں۔ اور یہی نہیں، میں نے بہت سے مردوں کو یہی کچھ کرتے دیکھا ہے۔ دُوسری شادی کے بعد نہ پہلی بیوی کی پروا رہتی ہے، نہ بچوں کی، اب آپ خود فیصلہ کریں کیا میں نے کچھ غلط سوچا ہے؟

جواب:... اسلام نے جہاں مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے، وہاں اس پر یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ اپنی بیویوں کے درمیان[1] اور اولاد کے درمیان عدل و اِنصاف کرے۔[2] اگر وہ ایک طرف جھکاؤ کرے گا اور پہلی بیوی کے یا اس کی اولاد کے حقوقِ واجبہ ادا نہیں کرے گا، تو وہ خدا تعالیٰ کا بھی مجرم ہوگا، اور جن افراد کے حقوق ضائع کر رہا ہے، ان کا بھی مجرم ہوگا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کے دِل میں اِیمان پیدا کیا جائے اور قبر اور حشر کی پکڑ کا اِحساس اُجاگر کیا جائے۔ اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ اس کو اہلِ حقوق کے حقوق ادا کرنے پر مجبور کرے۔

دُوسری شادی کی شرعی حیثیت

سوال:... آج کل فلموں، اخباری مقالوں میں اکثر اسلام میں دُوسری شادی کی اِجازت کا بلاواسطہ مذاق اُڑایا جارہا ہے، اور یہ تأثر دِیا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے دُوسری شادی کرکے گویا پہلی بیوی کے حقوق پر ڈاکا ڈالا، یا بالفاظِ دیگر ظلم کیا۔ اکثر پہلی بیوی رُوٹھ گئی اور میکے چلی گئی اور مطالبہ کیا کہ یا تو دُوسری کو طلاق دو یا مجھے، میں دُوسری کو برداشت نہیں کرتی۔ اور اس طرح قرآنی آیت کا مذاق اُڑاتی ہے۔ اس کے لواحقین اکثر دُوسری کو قتل کردیتے ہیں۔ پہلی عورت کا یہ عمل اور اس کے لواحقین کا رَدِّ عمل اسلام کے اَحکامات کی رُوح سے ٹکراتا تو نہیں؟ اور ایسا کرنے سے وہ مسلمان کہلانے کی مستحق ہے؟ اور اس کے لواحقین کی بے جا حمایت اسلام کی رُوح کے منافی تو نہیں؟

۲:... مسلمان اُمراء غیرعورتوں سے اندرون اور بیرونِ ملک راہ و رسم پیدا کرتے ہیں، اس طرح زِنا کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کی جائز منکوحیں ان کے اس عمل سے واقف ہوتے ہوئے بھی انہیں دُوسری شادی کی ترغیب نہیں دیتیں، اور حرام کاری سے نہیں بچاتیں، اس سلسلے میں کچھ روشنی ڈالیں۔

جواب:... حق تعالیٰ شانہٗ نے مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اِجازت دی ہے۔[3] اور اس اِجازت میں بہت سی حکمتیں ملحوظ ہیں۔ تاہم مرد پر یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ بیویوں کے درمیان عدل اور مساوات کا برتاؤ کرے، اور جو شخص عدل نہ کرے، اس کے

---

(۱) "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوٰحِدَةً" (النساء:۳)۔ عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. رواه الترمذی وغيره. (مشكوٰة، باب القسم ص:۲۷۹)۔

(۲) عن النعمان بن بشير أنّ أباه أتى به إلٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إنی نحلت ابنی هٰذا غلاما، فقال: أكل ولدك نحلت مثله؟ قال: لَا! قال: فارجعه. وفی رواية .... قال: فاتقوا الله واعدلوا بين أولَادكم ...إلخ. (مشكوٰة ص:۲۶۱، باب العطايا)۔

(۳) "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوٰحِدَةً" (النساء:۳)۔

لئے سخت وعید آئی ہے۔[1] لیکن غیرقوموں کے اِختلاط کی وجہ سے مسلمانوں نے اس معاملے میں اِفراط وتفریط کر رکھی ہے، اور یہ اِفراط وتفریط مردوں اور عورتوں کی جانب سے ہے۔ چنانچہ مرد یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دُوسری شادی کرنے کی صورت میں بیویوں کے حقوق صحیح طور پر اَدا نہیں کرسکے گا، نہ دونوں کے درمیان عدل کرسکے گا، محض لطف اندوزی کے لئے دُوسرا نکاح کرلیتا ہے، اور اکثر وبیشتر ایسا نکاح خفیہ طور پر کیا جاتا ہے، جس سے بہت سی قباحتیں جنم لیتی ہیں، دِینی بھی، اخلاقی بھی اور معاشرتی بھی۔ یہ صورتِ حال قابلِ اِصلاح ہے اور ایسی حالت میں دُوسری شادی کرنا خانہ آبادی کے بجائے ''خانہ بربادی'' کا ذریعہ بن جاتا ہے، اور ایسا شخص اپنے دِین ودُنیا دونوں کو غارت کر بیٹھتا ہے۔

اُدھر ہمارے معاشرے میں دُوسری شادی کو مطلقاً ایک عار اور عیب کی چیز سمجھ لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض حالات میں غیرشرعی جنسی اِختلاط کو تو برداشت کرلیا جاتا ہے، لیکن دُوسری شادی کا نام سننا بھی گوارا نہیں کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ یہ حکمِ خداوندی پر اِعتراض ہے، گویا یہ مسلمان کہلانے والے اللہ کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ''آپ نے جو مردوں کو چار تک شادیاں کرنے کی اِجازت دی ہے، ہمارا دِل ودِماغ اس حکم کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔'' آپ نے جس صورتِ حال کا ذِکر کیا ہے، اس کا منشا بھی یہی ہے کہ دُوسری شادی کو بذاتِ خود ایک بُرائی تصوّر کرلیا گیا ہے، جسے کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ نظریہ اِسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں، اور اس غلط فکری ہی کا نتیجہ ہے کہ پہلی بیوی اپنا گھر خود برباد کرلیتی ہے، میکے میں جابیٹھتی ہے اور ساری زندگی کی خواری مول لے بیٹھتی ہے، مگر اپنے گھر شریفانہ طور پر آبادی کو قبول نہیں کرتی۔ اور بعض اوقات اس کی وجہ سے فتنہ وفساد، لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت تک نوبت آجاتی ہے۔ گویا مرد کی دُوسری شادی کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے عورت اپنی دُنیا بھی برباد کرلیتی ہے اور دِین کو بھی غارت کرلیتی ہے۔ اسی طرح عورت کی طرف داری میں اس کے عزیز واقربا بھی دِین ودُنیا کی بربادی مول لے لیتے ہیں۔ اس اِفراط وتفریط کے بجائے صحیح راہِ اِعتدال یہ ہے کہ مرد لوگ، محض معاشقہ کی وجہ سے دُوسری شادی کا اِرادہ نہ کریں، بلکہ بغیر شدید ضرورت کے دُوسری شادی کرنے پر جو قباحتیں مرتب ہوسکتی ہیں ان پر غور کرکے دُوسری شادی سے باز رہیں۔ اور اگر واقعی کسی کو دُوسری شادی کی ضرورت ہو، اور وہ دونوں بیویوں کے حقوق بھی ٹھیک ٹھیک ادا کرسکتا ہو، تو دُوسری شادی کو ایک معمول کی چیز سمجھا جائے اور اس پر اس شدید رَدِّعمل کا اِظہار نہ کیا جائے جس کا ہمارے معاشرے میں رِواج ہے۔

الغرض! دُوسری شادی کو مطلقاً ایک عیب تصوّر کرنا اِسلام کے مزاج کے خلاف ایک جاہلی تصوّر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ان حکمتوں کی نفی کرنا ہے جن کی بنا پر اِسلام میں چار تک شادیاں کرنے کی اِجازت دی گئی ہے۔

۲:... دُوسرے سوال میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے، یہ بھی دراصل اس غیراِسلامی تصوّر کا شاخسانہ ہے کہ دُوسری شادی ...نعوذ باللہ... زِنا سے بھی بدتر ہے۔ یورپ اور مغربی ممالک میں دُوسری شادی ممنوع ہے، مگر عورتوں اور مردوں کے غیرقانونی اور غیراخلاقی اِختلاط پر کوئی پابندی نہیں۔ ہماری اعلیٰ سوسائٹی پر بھی اسی ذہنیت کی چھاپ ہے، وہ دُوسری شادی کو تو عیب سمجھتے ہیں اور ایسا

---

(۱) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط. رواه الترمذي وغيره. (مشكوٰة، باب القسم ص: ۲۷۹).

کرنے والے کو مجرم تصوّر کرتے ہیں، لیکن غیرشرعی جنسی اختلاط ان کی نظر میں کوئی بُرائی نہیں، ایسے لوگوں کے لئے نرم سے نرم جو لفظ اِستعمال کیا جاسکتا ہے وہ ''ذہنی اِرتداد'' ہے، ان کو اس ذہنیت سے توبہ کرنی چاہئے۔

دُوسری شادی کرکے پہلی بیوی سے قطع تعلق کرنا حرام ہے

سوال:... ایک شخص شادی شدہ جس کے تین بچے ہیں، دُوسری شادی کا خواہش مند ہے، پہلی بیوی سے شروع ہی سے ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے، جس کی وجہ سے گھر میں سکون نہیں ہے، دُنیا کی نظر میں دونوں ساتھ رہتے ہیں مگر تین سال سے دونوں میں علیحدگی ہوچکی ہے، اس عرصے میں اس شخص کو ایک ایسی لڑکی ملی ہے جس میں ایک اچھی اور گھریلو بیوی کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور وہ اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تاکہ باقی زندگی سکون سے گزار سکے۔ (اس شخص کی شادی ۲۰ برس کی عمر میں خاندانی دباؤ کے تحت ہوئی تھی) یہ شخص صاحبِ حیثیت ہے اور دونوں بیویوں کی ذمہ داری اُٹھا سکتا ہے اور خرچہ برداشت کرسکتا ہے۔ اب مسئلہ لڑکی کا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہے۔ مہربانی فرماکر آپ بتایئے کہ کیا دُوسری بیوی جو (عام طور پر لوگوں کی نظر میں بُری تصوّر کی جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پہلی بیوی کا ''حق مارنے'' کی وجہ سے مجرم تصوّر کی جائے گی؟ کیا ہمارا مذہب ایسی صورت میں دُوسری شادی کی اجازت دیتا ہے؟

جواب:... دُوسری شادی میں شرعاً کوئی عیب نہیں[1]، لیکن پہلی بیوی کے برابر کے حقوق ادا کرنا شوہر کے ذمہ فرض ہے[2]، اگر دُوسری شادی کرکے پہلی بیوی سے قطع تعلق رکھے گا تو شرعاً مجرم ہوگا۔[3] البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ وہ پہلی بیوی سے فیصلہ کرلے کہ میں تمہارے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوں، اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہیں طلاق دے سکتا ہوں، اور اگر طلاق نہیں لینا چاہتی ہو تو حقوق معاف کردو۔ اگر پہلی بیوی اس پر آمادہ ہو کہ اسے طلاق نہ دی جائے وہ اپنے شب باشی کے حقوق چھوڑنے پر آمادہ ہے تو اس کو خرچ دیتا رہے، شب باشی اس کے پاس نہ کرے۔ اس صورت میں گنہگار نہیں ہوگا۔[4] پھر بھی جہاں تک ممکن ہو دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کا برتاؤ کرنا لازم ہے۔

ایک سے زائد شادیوں کے لئے عدل و اِنصاف قائم رکھنا ضروری ہے

سوال:... کیا اسلام نے دُوسری شادی کی اِجازت یا دُوسری شادیوں کی اِجازت ''نظریۂ ضرورت'' کے تحت دی ہے اور وہ

---

(۱) قال تعالیٰ: "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً" (النساء:۳)۔

(۲) یجب وظاهر الآية أنه فرض۔ نهر۔ وفي الشامي: فإن قوله تعالىٰ: فإن خفتم ألّا تعدلوا فواحدة، أمر بالإقتصار على الواحدة عند خوف الجور فيحتمل أنه للوجوب۔ (شامی ج:۳ ص:۲۰۱، كتاب النكاح، باب القسم)۔

(۳) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان له امرأتان يميل لإحداهما على الأُخرىٰ جاء يوم القيامة أحد شقيه مائل۔ (سنن نسائی، كتاب عشرة النساء ج:۲ ص:۹۴)۔

(۴) كان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم تسع نسوة كان يقسم منهنّ لثمان ولا يقسم لواحدة، قال غير عطا هي سودة وهو أصح وهبت يومها لعائشة حين أراد رسول الله صلى الله عليه وسلم طلاقها فقالت له: امسكني قد وهبت يومي لعائشة۔ (مشكوٰة ص:۲۸۰)۔ أيضًا: ولو تركت قسمها ...... أي نوبتها لضرتها صح۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۰۶)۔

بھی اِنصاف سے مشروط؟ یا برخلاف اس کے مرد اپنی مرضی کا خود مالک ہے؟

جواب:... "نظریۂ ضرورت" کی اِصطلاح تو پاکستان میں اِیجاد ہوئی ہے، جس کی تعبیر ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق کرسکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے... جو اِنسانی فطرت کے خالق ہیں... مرد کو چار تک شادیوں کی اِجازت دی ہے، تاہم اُسے پابند کیا ہے کہ اگر اس کے نکاح میں ایک سے زیادہ عورتیں ہوں تو ان کے درمیان ترازو کے تول سے عدل و اِنصاف قائم رہے، کسی ایک کی طرف ذرا بھی جھکاؤ اِختیار نہ کرے، اور کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک روا، نہ رکھے، اور اگر وہ میزانِ عدل کو قائم نہیں کرسکتا تو ایک پر اِکتفا کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دو بیویوں کے درمیان برابری نہیں کرتا وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا یک پہلو خشک ہوگا۔ [1]

دو بیویوں میں برابری کا حکم

سوال:... اگر دُوسری شادی کرلی جائے اور پورا عدل نہ ہوسکے، یعنی خرچہ تو پورا دِیا جائے، لیکن اوقات میں کمی بیشی ہوجائے تو شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

جواب:... اگر بیوی اپنے حقوق معاف کردے تو دو بیویوں میں برابری نہ کرنا جائز ہے، [2] (جبکہ خرچ کے معاملے میں برابری ضروری ہے)۔ اور اگر بیوی اپنے حقوق معاف نہ کرے تو ایک رات ایک کے پاس اور دُوسری رات دُوسری کے پاس رہنا ضروری ہے۔ اس میں رعایت نہیں۔ [3]

دو بیویوں کے درمیان عدل و اِنصاف کس طرح؟

سوال:... ایک شخص نے دُوسری شادی کی اور اس کی نیت یہی تھی کہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل و اِنصاف کروں گا، اور شریعت کے مطابق حقوق کی ادائیگی کروں گا، لیکن بدقسمتی سے پہلی بیوی نے میرے اس عزم کو خاک میں ملادیا اور ہر وقت لڑتی جھگڑتی رہتی ہے اور کسی صورت میں مجھے حقوق کی ادائیگی کرنے نہیں دیتی، رُوٹھ کر میکے چلی گئی ہے اور کہتی ہے کہ دُوسری بیوی کو چھوڑو، جب میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اس صورت میں، میں کیا کروں؟ کس طرح دونوں کے درمیان عدل قائم کروں؟ برائے کرم تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں تاکہ پہلی بیوی شریعت کے مطابق مجھ سے معاملہ کرے، میں چھوڑنا نہیں چاہتا، بلکہ دونوں کے درمیان عدل قائم کرنا چاہتا ہوں، اس حق تلفی کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب:... دو بیویوں کے درمیان عدل کا قائم رکھنا ہر زمانے میں مشکل ترین کام رہا ہے۔ ہمارے اس دور میں، جبکہ طبیعتیں

---

(۱) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة شقه ساقط۔ رواه الترمذي۔ (مشكوٰة ص:۲۷۹، باب القسم)۔

(۲) ولو تركت قسمها بالكسر أي نوبتها لضرتها صح۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۰۶)۔

(۳) ويقيم عند كل واحدة منهنّ يومًا وليلةً لٰكن إنما تلزمه التسوية في الليل، حتّٰى لو جاء للأولٰى بعد الغروب وللثانية بعد العشاء فقد ترك القسم۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۰۷)۔

کمزور، دِین داری کم، حوصلے پست، مشکلات اور مواقع زیادہ ہیں، یہ چیز گویا ناپید ہے۔ یہی دُنیا کا وہ پل صراط ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ آپ نے عدل و اِنصاف قائم کرنے کے جذبے سے اس ''کارِ خیر'' کا بیڑا اُٹھایا، لیکن آپ کو اس سے پہلے کسی صاحبِ تجربہ سے مشورہ کرلینا چاہئے تھا کہ آپ پر کہیں ''نیکی برباد، گناہ لازم'' کا مضمون تو صادق نہیں آئے گا۔ بہرحال اب جبکہ آپ یہ کوہِ گراں سر پر اُٹھاچکے ہیں، آپ کے لئے اِستقامت کی دُعا کرتے ہوئے چند مشورے عرض کرتا ہوں:

۱:... دونوں بیویوں میں سے کسی کو طلاق نہ دیجئے، بلکہ معاملے کو سلجھانے کی ہر ممکن کوشش کیجئے۔

۲:... پہلی بیوی اگر میکے بیٹھی ہے تو اس کو منانے کی ہر ممکن کوشش کیجئے (لیکن طلاق کی شرط پر نہیں)، اور اگر وہ کسی طرح مان کر نہ دے، تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیجئے، اور اِنتظار کیجئے کہ اسے کب عقل آتی ہے۔

۳:... دونوں کو الگ الگ مکان دیجئے، دونوں کے پاس باری باری رات رہا کریں اور اس کا اِہتمام و اِلتزام کرلیجئے کہ دونوں میں سے کسی کے پاس دُوسری کی بات نہیں کیا کریں گے، نہ کسی سے دُوسری کے حق میں کوئی بات سنیں گے۔ دونوں کے ساتھ میل برتاؤ اور دیگر تمام تعلقات کانٹے کے تول برابری کریں، اور کسی کے ساتھ کسی قسم کا کوئی ترجیحی تعلق روا، نہ رکھیں۔

۴:... شوہر کو طعن و تشنیع کے تیروں سے چھلنی کرنا عورتوں کا خاص وصف، اور ان کی خصوصی ادا ہے، اور عورت اس اسلحے کے ساتھ ہمیشہ مسلح رہتی ہے، اور وہ ایسے شگوفے چھوڑا کرتی ہے کہ آدمی پگھل کر رہ جاتا ہے۔ حضرت حاتم اصمؒ کا قول ہے:

''نیک عورت دِین کا ستون، گھر کی رونق اور طاعتِ اِلٰہی میں مرد کی مددگار ہوتی ہے، اور مخالف عورت معمولی بات پر اپنے خاوند کے دِل کو گلا دیتی ہے، اور اس کے نزدیک وہ ہنسی کی بات ہوتی ہے۔''

آدمی کی سوختہ جگری کے لئے ایک بیوی کے تیر و نشتر کی بارش ہی کیا کچھ ہوتی ہے، جبکہ چشم بددُور! آپ نے اس مقصد کے لئے دو عدد خواتین کی ''خدمات'' حاصل کرلی ہیں، اب آپ کو پہاڑ سی اِستقامت کا مظاہرہ کرنا ہوگا، اب نازک مزاجی اور زود رنجی کو خیرباد کہہ دیجئے، ورنہ آپ کا گھر صبح و شام معرکۂ کارزار کا منظر پیش کیا کرے گا۔ حضرت شقیق بلخیؒ اپنی اہلیہ سے فرمایا کرتے تھے:

''اگر تمام اہلِ بلخ میرے مدد و معاون ہوں، اور تو میرے مخالف ہو تب بھی میں اپنے دِین کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔''

آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے، کیونکہ عورت اگر بدگوئی کی مریضہ ہو تو کوئی علاج اس کے لئے کارگر نہیں ہوتا۔ حضرت ایاس بن معاویہؒ کا قول ہے:

''مجھے دو چیزوں کی دوا معلوم نہیں، پیشاب کو بند کرنے والی، اور بُری عورت۔''

اس لئے آپ آئندہ کے لئے یہ فکر ہی ترک کردیں کہ آپ اپنی اس اہلیہ محترمہ کی اِصلاح فرماسکیں گے۔

اب ایک دوگزارشات ان محترمات کی خدمات میں پیش کرتا ہوں:

۱:... عورتوں کی یہ کمزوری ہے (اور بڑی حد تک یہ طبعی چیز ہے) کہ سوکن کا وجود ان کے لئے ناقابلِ برداشت ہوتا ہے، لیکن جس طرح ہم عقل و شرع کے تقاضے کی وجہ سے اور بہت سی ناگواریوں کو برداشت کرتے ہیں، ایک نیک خاتون کا فرض ہے کہ وہ اس ناگواری کو بھی طوعاً و کرہاً برداشت کرے اور اپنے گھر کا سکون اور لطف برباد نہ کرے۔ کسی عورت کے لئے سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرنا

شرعاً جائز نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''کوئی عورت اپنی بہن (یعنی اپنی سوکن) کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، تاکہ جو کچھ اس کے پیالے میں ہے، اسے اپنی طرف اُنڈیل لے، اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے جو اس کا مقدر ہے وہ اس کو مل جائے گا۔''[۱]

(مشکوٰۃ ص:۲۷۱)

اور صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

''کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنی بہن (یعنی اپنی سوکن) کی طلاق کا مطالبہ کرے۔''[۲]

اس لئے آپ کی اہلیہ طلاق کا مطالبہ کرکے نہ صرف اپنی بہن پر ظلم کر رہی ہیں، بلکہ خود بھی ایک فعلِ حرام کا ارتکاب کرکے اپنے لئے دوزخ خرید رہی ہیں۔

۲:... قرآنِ کریم میں نیک عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی فرمانبردار ہوتی ہیں۔[۳] اور احادیث شریفہ میں بھی یہ مضمون بڑی کثرت سے آیا ہے۔[۴] حضرت احمد بن حربؒ کا قول ہے کہ اگر عورت میں چھ خصلتیں ہوں تو وہ نہایت صالح ہے: ۱-نمازِ پنج گانہ کی پابند ہو، ۲-شوہر کی تابعدار ہو، ۳-اپنے ربّ کی رضامندی چاہنے والی ہو، ۴-اپنی زبان کو غیبت اور چغلی سے محفوظ رکھے، ۵-دُنیاوی ساز و سامان سے بے رغبت ہو، ۶-تکلیف پر صبر کرنے والی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا ارشاد ہے کہ: ''عورتوں کا فتنہ وفساد جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے، یہ ہے کہ اپنے شوہروں کے لئے قطع رحمی کا سبب بنتی ہیں، اور اپنے شوہروں کو ذلیل کاموں اور رذیل پیشوں کا محتاج کرتی ہیں۔''

ان اِرشادات کی روشنی میں آپ کی اہلیہ کو ایک مسلمان خاتون کا کردار اَدا کرنا چاہئے اور انہیں نئی شادی سے جو ذہنی صدمہ پہنچا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے برداشت کرنا چاہئے، شادی ہوجانے کے بعد اَب طلاق کا مطالبہ نہایت بے جا چیز ہے، اس بے جا اِصرار کے ذریعے وہ اپنے مقام و مرتبہ کو اُونچا نہیں کر رہی ہیں، بلکہ خدا اور رسول کی نظر میں بھی اور لوگوں کی نظر میں بھی اپنی کم حوصلگی کا مظاہرہ کر رہی ہیں، میں ان کو مشورہ دُوں گا کہ وہ موجودہ حالات کے ساتھ سمجھوتہ کریں اور امن و سکون کے ساتھ اپنا گھر آباد کریں۔

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تسأل المرأة طلاق أختها تستفرغ صحفتها ولتنكح فان لها ما قدر لها. متفق عليه. (مشكوٰة ص: ۲۷۱، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط).

(۲) عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: لَا يحل لِامرأة تسأل طلاق أختها ...إلخ. (صحيح بخاری ج:۲ ص:۷۷۴، باب الشروط التی لَا تحل فی النكاح).

(۳) فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغيب بما حفظ الله (النساء:۳۴).

(۴) عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرأة إذا صلّت الخمس وصامت شهرها وأحصنت فرجها وأطاعت بعلها فلتدخل من أی أبواب الجنّة شاءت. رواه أبو نُعيم فی الحلية. (مشكوٰة ص: ۲۸۱).

اسلام میں مرد بیک وقت کتنی شادیاں کرسکتا ہے؟

سوال:...اسلامی شریعت میں مرد بیک وقت کتنی شادیاں کرسکتا ہے؟

جواب:...مرد اگر خرچہ پانی اُٹھاسکتا ہو، اور بیویوں کے حقوق بھی برابر اَدا کرسکتا ہو، کسی کے ساتھ کمی وزیادتی نہ کرے، تو بیک وقت چار شادیاں کرسکتا ہے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے تو پھر چوتھی کرسکتا ہے، گویا بیک وقت چار رکھ سکتا ہے۔[1]

اسلام میں چار سے زائد شادیوں کی اجازت نہیں

سوال:...مجھے کسی صاحب نے بتایا ہے کہ شریعتِ اسلام میں چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت ہے؟

جواب:...جن صاحب نے آپ کو یہ بتایا کہ اسلام میں چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت ہے، اس نے بالکل غلط کہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں بلاشبہ چار سے زائد تھیں، مگر یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی،[2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی صحابی، تابعی، اِمام، محدث اور بزرگ کو چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں اور نہ کسی نے کی ہیں۔[3] ان صاحب نے یہ بات بالکل غلط اور مہمل کہی ہے۔

عورت کتنی شادیاں کرسکتی ہے؟

سوال:...اسلام میں مرد تو چار شادیاں کرسکتا ہے اور عورت کتنی کرسکتی ہے؟

جواب:...شرعاً وعقلاً عورت ایک ہی شوہر کی بیوی رہ سکتی ہے، زیادہ کی نہیں۔[4]

کیا مرد کی طرح عورت بھی ایک سے زائد شادیاں کرسکتی ہے؟

سوال:... پاکستان ٹی وی اور فلموں کی نکاح یافتہ مسلم اداکارہ عارفہ صدیقی نے ٹی وی رسالے میں انٹرویو میں یہ بیان دیا ہے کہ اسلام میں اگر مرد کو چار بیویاں کرنے کی اِجازت ہے تو پھر عورت کو بھی پندرہ مرد کرنے کی اِجازت ہونی چاہئے، عورت ایک مرد کو روزانہ دیکھ دیکھ کر بور ہوجاتی ہے۔

جواب:...اسلام میں مرد کو چار شادیوں کی اِجازت ہے، البتہ سب کے حقوق یکساں ادا کرنا لازم ہے۔ اور عورت عقلاً

---

(۱) وللحر أن يتزوّج أربعًا من الحرائر والإماء وليس له أن يتزوّج أكثر من ذٰلك لقوله تعالٰى: فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنٰى وثلٰث وربٰع والتنصيص على العدد يمنع الزيادة عليه. (هداية ج:۲ ص:۳۱۱، كتاب النكاح).

(۲) وأما ما ابيح من ذٰلك للنبى صلى الله عليه وسلم فذلك من خصوصياته. (تفسير القرطبى ج:۵ ص:۱۷).

(۳) إذ لم يسمع عن أحد من الصحابة ولَا التابعين أنه جمع فى عصمته أكثر من أربع. (تفسير القرطبى ج:۵ ص:۱۷).

(۴) اما نكاح منكوحة الغير (الٰى قوله) لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (رد المحتار، مطلب فى النكاح الفاسد ج:۳ ص:۱۳۲). أيضًا: لَا يجوز للرجل أن يتزوّج زوجة غيره ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۰).

وشرعاً ایک ہی شوہر کی ہوسکتی ہے، ایک سے زیادہ کی نہیں۔[1] اور جس صاحبہ نے پندرہ شوہروں کی اجازت طلب کی ہے، اسے کہہ دیا جائے کہ یہ اَحکام مسلمان عورتوں کے لئے ہیں، ان صاحبہ کو اگر اس حکمِ شرعی پر اِطمینان نہیں، تو اسے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، وہ اپنی خواہش کی تسکین کے لئے پندرہ چھوڑ پچاس شوہر رکھا کرے! جب آدمی کو دِین واِیمان اور شرم وحیا سے واسطہ نہ رہے، تو جو منہ میں آئے بک سکتا ہے، اور جو جی میں آئے کرسکتا ہے: ''بے حیاباش، ہرچہ خواہی کن'' (جب تمہیں شرم وحیا نہ ہو، تو جو جی چاہے کرو) حدیث کے الفاظ ہیں۔[2]

ستر سالہ شخص کے لئے دُوسری شادی کی اِجازت

سوال:... ایک ۷۰ سالہ شخص نے بیوی کے اِنتقال کے بعد دُوسری شادی کرلی، کچھ لوگوں کو اِعتراض تھا کہ عمر کے اس حصے میں شادی مناسب نہیں، جبکہ دیگر معاشروں میں اس کی اِجازت ہے، کیا اسلام نے اس کی اِجازت دی ہے؟

جواب:... نکاح تو آدمی جب چاہے کرسکتا ہے، اور یہ نکاح ضروری نہیں کہ جنسی خواہش کے لئے ہو، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیماری کی حالت میں بیوی خدمت کرے گی۔

اپنے آپ کو کنوارا ظاہر کرکے دُوسری شادی کرنا

سوال:... میرے بہنوئی نے شادی کے چار دِن بعد خاموشی سے دُوسری شادی کرلی، جس میں انہوں نے اپنے دوستوں کو گواہ بنایا، دُوسرے نکاح نامے میں انہوں نے اپنے آپ کو غیرشادی شدہ ظاہر کیا۔ جبکہ انہوں نے اپنی پہلی بیوی (یعنی میری بہن) سے نکاحِ ثانی کی اِجازت بھی نہیں لی، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ نیز حق مہر وغیرہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں؟

جواب:... نکاح میں گواہ وغیرہ موجود تھے، اس لئے بیوی کی اِجازت کے بغیر اور کنوارا ظاہر کرنے کے باوجود نکاح تو ہوگیا۔ اب اس کو چھوڑنے کی وجہ سے جو مہر وغیرہ لازم ہوگا، اس کو اَدا کرنا ہوگا۔[3] غلط کام کا انجام اسی طرح خراب ہوتا ہے۔ البتہ اس جھوٹ پر انہیں گناہ ہوگا، شرعاً دُوسرا نکاح جائز ہے،[4] کیونکہ شرعاً دُوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اِجازت کی ضرورت نہیں۔

دو شادیوں والے سے ایک بیوی کا یہ مطالبہ کہ ''کسی ایک کا ہوکر رہو'' غلط ہے

سوال:... ''الف'' نے اپنی پہلی بیوی کی اِجازت سے دُوسرا نکاح کیا، اس عہد کے ساتھ کہ وہ اپنی پہلی بیوی اور اس کے

---

(۱) لَا یجوز للرجل أن یتزوّج زوجة غیرہ ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۰)۔

(۲) عن أبی سعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم .... إذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ (سنن أبی داوٗد ج:۲ ص:۳۰۵، کتاب الأدب، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۳) والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحیحة .... لَا یسقط منه شیء بعد ذٰلک إلّا بالإبراء من صاحب الحق۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، کتاب النکاح، الباب السابع فی المهر)۔

(۴) قال تعالٰی: "فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" (النساء:۳)۔

بچوں کا ہر طرح سے خیال رکھے گا اور تمام ذمہ داریاں پوری کرے گا، جبکہ دُوسری بیوی نے بھی پہلی کی موجودگی میں ''الف'' کو بخوشی قبول کیا، جس کا اِندراج باقاعدہ نکاح نامے میں کیا گیا۔ دونوں کے گھر علیحدہ ہیں، دونوں سے بچے ہیں، مگر شادی کے چند ماہ بعد ہی حالات ایسے پیدا کردیئے گئے کہ ''الف'' صرف اپنی دُوسری بیوی کا ہوکر رہ گیا، پھر بھی کسی حد تک پہلی بیوی اور بچوں کی ذمہ داریاں نبھاتا رہا، تاہم چند سال بعد مزید حالات بگڑے اور ''الف'' کے اپنی پہلی بیوی سے اِزدواجی تعلقات تو منقطع ہو ہی گئے، مگر بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ دُوسری بیوی کو یہ بھی گوارا نہیں کہ ''الف'' اپنی پہلی بیوی کے علاج معالجے کا خیال کرے یا اسے کہیں اپنے ساتھ لے جائے۔ جبکہ پہلی بیوی کبھی بھی اپنی زبان پر حرفِ شکایت نہیں لائی اور اس نے ''الف'' کی دُوسری بیوی کو ہمیشہ عزّت دی ہے، اور اپنے بچوں کو بھی یہی درس دیا ہے۔ ''الف'' دونوں کے ساتھ گھریلو سکون سے رہنا چاہتا ہے مگر دُوسری بیوی کا مطالبہ یہ ہے کہ کسی ایک کے ہوکر رہو۔ مجھے قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا حکم بتائیے۔

جواب:... جس شخص کی دو بیویاں ہوں، شرعاً اس پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ دونوں کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے، اور یہ برابری چند چیزوں میں ہے:

۱:... جتنی راتیں ایک کے گھر رہے، اتنی ہی دُوسری کے گھر رہے۔

۲:... جتنا خرچ ایک کو دیتا ہے، اتنا ہی دُوسری کو دے، (بچوں کی کمی بیشی سے اس پر کمی بیشی ہوسکتی ہے، مگر بیویوں کا خرچ برابر رکھے)۔

۳:... دونوں کے ساتھ میل برتاؤ میں مساویانہ سلوک کرے، یہ جائز نہیں کہ ایک کے ساتھ تو اچھا سلوک ہو، اور دُوسری کے ساتھ بُرا، ان دونوں عورتوں کا بھی فرض ہے کہ اپنے ساتھ شوہر کے ترجیحی سلوک کا مطالبہ نہ کریں۔ (۱)

حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ عدل و انصاف کے مطابق مساویانہ سلوک نہ کرے، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا آدھا دھڑ خشک ہوگا۔ (۲)

جو عورت اپنے شوہر کو برابری کے سلوک سے منع کرتی ہے، وہ قیامت کے دن ظالموں کی صف میں اُٹھائی جائے گی، اور اس سے دُوسری سوکن کے ساتھ بے اِنصافی کا بدلہ دِلایا جائے گا، اور وہ **''لعنة الله على الظّٰلمين''** کا تمغہ حاصل کرے گی۔ دُنیا کی چند روزہ جھوٹی راحت کے لئے آخرت کا دردناک عذاب خرید لینا بے عقلی ہے، ان دونوں عورتوں پر لازم ہے کہ شوہر کے سامنے ایک دُوسری کی بُرائی نہ کریں، ایک دُوسری کی غیبت نہ کریں، ایک دُوسری پر اِلزام تراشیاں نہ کریں، ایک دُوسری کی ہتک عزّت نہ کریں، ایک دُوسری پر حسد نہ کریں، ورنہ اپنے ساتھ اپنے شوہر کی بھی عاقبت برباد کریں گی۔

---

(۱) ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهنّ فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحبة والموانسة لَا فيما لَا يملك وهو الحب والجماع، كذا في فتاوىٰ قاضيخان. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۰، كتاب النكاح).

(۲) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة شقه ساقط. (مشكوٰة ص:۲۷۹، باب القسم، طبع قديمي كتب خانه).

دُوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اِجازت لینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... فقہِ حنفی کی رُو سے ایک شخص کو دُوسری شادی کے لئے بیوی سے اِجازت لینی ضروری ہے؟ کیا موجودہ ملکی قوانین کی رُو سے دُوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اِجازت لینی ضروری ہے؟ اور اس قانون کی خلاف ورزی کی کیا سزا مقرّر ہے؟ یعنی قید اور جرمانہ وغیرہ۔

جواب:... شرعاً دُوسری بیوی کرنے کے لئے پہلی بیوی سے اِجازت لینا ضروری نہیں، البتہ ایوب خان کی شریعت جو ہمارے ملک میں ''عائلی قوانین'' کی شکل میں نافذ ہے، وہ پہلی بیوی کی رضامندی کو شرط ٹھہراتی ہے، اور ایوب خانی شریعت کی خلاف ورزی کرنے پر سزا ہوسکتی ہے۔

بیمار بیوی کے ہوتے ہوئے مجبوراً دُوسری شادی کرنا

سوال:... میری شادی ایک سیّدہ خاتون سے عرصہ دس سال پیشتر ہوئی تھی۔ شادی کے فوراً بعد سے لے کر آج تک وہ خاتون مختلف بیماریوں میں مبتلا ہے، جس میں عورتوں والی بیماری سرفہرست ہے، جس کا علاج ہزاروں روپے لگا کر کراتا رہا ہوں، بالآخر بڑا آپریشن کروانا پڑا، نہ تو پہلے کوئی بچہ ہوا ہے اور اب تو بچے والی بات ہی ختم کردی گئی ہے۔ ایک آنکھ کا آپریشن ہوچکا ہے، دُوسری کا بھی ہوگا، صحیح دِکھائی بھی نہیں دیتا، اور بھی جسمانی بیماریاں ہیں۔ یہ تمام بیماریاں خاتون کو شادی سے پہلے سے تھیں، جو کہ ہم لوگوں سے چھپائی گئی تھیں۔ طویل عرصے سے عجیب اُلجھنوں میں گزارہ ہو رہا ہے۔ کبھی کسی نے سیّدہ خاتون سے شادی کرنے پر ڈرایا، آپ سے اور دیگر علمائے کرام سے معلوم کیا تو اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی گئی۔ خاتون صاحبہ کو میں نے خود بہت سمجھایا کہ دُوسری شادی کرنے دو مجھے تاکہ دونوں کو سکون حاصل ہو، اللہ پاک کوئی خوشی ہمیں بھی ضرور دے گا۔ مگر خاتون صاحبہ سوائے رونے کے اور خودکشی کرلینے کے اور کچھ نہیں سمجھتی۔ نہ تو ماں باپ اس کے ہیں، نہ ہی میرے، دونوں یتیم ہیں۔ مگر اس کے بہن بھائی ہیں، سب اُلٹا سمجھاتے ہیں۔ بہن بھائی میرے بھی ہیں جو کہ پنجاب میں ہیں، اور میری غمی خوشی سے ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا بیوی صاحبہ کو بغیر بتائے شادی کرلوں؟ اور اگر ایسا کرنے سے اس نے کچھ کرلیا تو دُنیا و آخرت میں کون جرم دار ہوگا؟ بہت سی باتیں آپ کو لکھ بھی نہیں سکتا، برائے مہربانی تفصیل سے جواب لکھ دیں۔

جواب:... اس محترمہ سے فیصلہ کرلیں کہ یا تو وہ دُوسری شادی کی اِجازت دے دیں، آپ ان کے حقوق بھی بدستور اَدا کرتے رہیں گے، اگر وہ اس پر راضی نہیں تو طلاق لے لیں۔ ان دو راستوں کے سوا تیسرا راستہ کیا ہوسکتا ہے...؟

کسی کی ہمدردی کے لئے دُوسری شادی کرنا

سوال:... میں بال بچے دار ہوں اور خوش خرم ہوں، پُرسکون زندگی اللہ کے فضل سے گزر رہی ہے، کیا کسی کی ہمدردی میں دُوسری شادی کرسکتا ہوں؟ مجھے کیا ترتیب قائم کرنا ہوگی؟

جواب:... دُوسری شادی کی شرعاً اِجازت ہے، لیکن اس زمانے میں دُوسری شادی راحت وسکون کو برباد کرنے والی ہے، اس لئے "کسی کی ہمدردی میں" آپ کو اپنا سکون برباد کرنے کا مشورہ نہیں دُوں گا۔

دُوسری شادی کروں یا نہیں؟

سوال:... میں دُوسری شادی کرنا چاہتا ہوں، ایک صاحب ہیں ان کی ایک لڑکی مطلقہ اور ایک بہو بیوہ ہے، انہوں نے ایک مرتبہ اِشارۃً مجھ سے کہا "جو بھی پسند ہو"، لیکن حضرت! میرے والد صاحب کسی وجہ سے ان صاحب کو پسند نہیں کرتے۔ میں آج یہ سوچ رہا تھا کہ جاکر ان سے کہوں کہ اب میری تنخواہ چار ہزار ہوگئی ہے، اب آپ میرا دُوسرا نکاح پڑھادیں۔ حضرت! یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ میرا ذاتی مکان نہیں ہے، میں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں اور والدین اور دو چھوٹے بہن بھائی بھی زیرِ کفالت ہیں۔ حضرت! اب آپ یہ مشورہ دیں کہ میں دُوسری شادی کروں یا نہیں؟ میری بیوی کہتی ہے کہ میں اپنی محبت کو تقسیم نہیں کرسکتی۔

جواب:... دُوسری شادی شرعاً جائز ہے، لیکن آج کے طبائع کمزور ہیں، حدودِ شرعیہ کی پابندی نہ آپ کی پہلی بیوی سے ہوسکے گی، نہ دُوسری سے، نہ خود آپ سے، اور نہ آپ کے والدین سے، اور حدودِ شرعیہ کی پابندی نہ ہونے کی وجہ سے سب گناہگار ہوں گے۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ دُوسری شادی کا خیال دِماغ سے نکال دیں۔ آپ نے اس ناکارہ کے ساتھ اپنی قلبی محبت کا ذِکر کیا ہے، اس کے جواب میں یہی عرض کروں گا جو حدیث میں آیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ آپ سے محبت فرمائے، جبکہ آپ نے محض اس کی خاطر مجھ سے محبت کی، اور میرا یہ مشورہ بھی اسی محبت کی بنا پر ہے۔

بیوی اگر حقوقِ زوجیت ادا نہ کرے تو دُوسری شادی کی اِجازت ہے

سوال:... شرعی نقطۂ نظر سے آدمی کن حالات میں دُوسری شادی کرسکتا ہے؟ اگر بیوی کی مسلسل تین سال سے خاموشی ہو اور بنی آدم کو عورت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو کیا وہ بیوی سے اِجازت یا مرضی لئے بغیر دُوسری شادی کرسکتا ہے؟ اگر وہ اپنی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بجائے گناہ کے گڑھے میں گرنے کے دُوسرا نکاح کرلے اور پہلی بیوی سے اِجازت بھی نہیں لے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ممکن ہو تو یہ بھی بتلادیں کہ اس کی قانونی حیثیت کیا ہوگی؟ شوہر بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلوائے اور وہ نہ آئے، اس پر بیوی کے لئے کیا اَحکام ہیں؟ اور کیا شوہر کو ایسی صورت میں بغیر بیوی کی اِجازت کے دُوسرا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے؟

جواب:... شرعاً دُوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اِجازت لینا ضروری نہیں، اور اگر عدالت سے منظوری لے لی جائے کہ میری بیوی تین سال سے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتی، لہٰذا مجھے دُوسری شادی کی اِجازت دی جائے تو یہ قانون کے بھی خلاف نہ ہوگا، اس حالت میں دُوسری شادی ضرور کرلینی چاہئے۔

چار شادیوں پر پابندی اور مساوات کا مطالبہ

سوال:... گزشتہ دنوں کراچی میں عورتوں کے عالمی دن کے موقع پر مختلف سماجی تنظیموں کی جانب سے تقاریب منعقد ہوئیں،

جن میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ: ''ایک سے زیادہ شادیوں پر پابندی عائد کی جائے اور عورتوں کو مردوں کے مساوی وراثت کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ اسی طرح شادی اور طلاق میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔''

۱:...... اسلامی نقطۂ نگاہ سے ان مطالبات کی کیا اہمیت ہے؟

۲:...... ایسے مطالبے کرنے والے شرعی نقطۂ نگاہ سے کیا اب تک دائرۂ اسلام میں داخل ہیں؟

۳:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکامات کا مذاق اُڑانے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکامات کے خلاف آواز اُٹھانے والوں کی اسلام میں کیا سزا ہے؟

جواب:... ان بے چاری خواتین نے جن کے مطالبات آپ نے نقل کئے ہیں، یہ دعویٰ کب کیا ہے کہ وہ اسلام کی ترجمانی کر رہی ہیں، تاکہ آپ یہ سوال کریں کہ وہ دائرۂ اسلام میں رہیں یا نہیں؟ رہا یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان مطالبات کی کیا اہمیت ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مرد کو بشرطِ عدل چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔[1] عورت کو چار شوہر کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے تو کجا؟ کسی ادنیٰ عقل و فہم کے شخص نے بھی نہیں دی۔ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم نے وراثت[2] اور شہادت[3] میں عورت کا حصہ مرد سے نصف رکھا ہے، اور طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے، جبکہ عورت کو طلاق مانگنے کا اختیار دیا ہے، طلاق دینے کا نہیں۔[4] اب فرمانِ الٰہی سے بڑھ کر اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کون کرے گا؟

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مسلم معاشرے میں بڑی بھاری اکثریت ایسی باعفت، سلیقہ مند اور اطاعت شعار خواتین کی رہی ہے جنھوں نے اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنا رکھا ہے، واقعتاً حورانِ بہشتی کو بھی ان کی جنت پر رشک آتا ہے، اور یہ پاکباز خواتین اپنے گھر کی جنت کی حکمران ہیں، اور اپنی اولاد اور شوہروں کے دِلوں پر حکومت کر رہی ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض گھروں میں مرد بڑے ظالم ہوتے ہیں اور ان کی خواتین ان سے بڑھ کر بے سلیقہ اور آدابِ زندگی سے ناآشنا۔ ایسے گھروں میں میاں بیوی کی ''جنگِ اَنا'' ہمیشہ برپا رہتی ہے اور اس کے شور شرابے سے ان کے آس پڑوس کے ہمسایوں کی زندگی بھی اجیرن ہوجاتی ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ''عورتوں کے عالمی دن'' کے موقع پر جن بیگمات نے اپنے مطالبات کی فہرست پیش کی ہے، ان کا تعلق بھی خواتین کے اسی طبقے سے ہے جن کا گھر جہنم کا نمونہ پیش کر رہا ہے، اور اس کے جگر شگاف شعلے اخبارات کی سطح تک بلند ہو رہے ہیں، اور وہ غالباً اپنے ظالم شوہروں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہی ہیں، اور چونکہ یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ وہ دُوسروں کو بھی اپنے جیسا سمجھتا کرتا ہے اس لئے اپنے گھروں کو جہنم کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھ کر یہ بیگمات سمجھتی ہوں گی کہ جس طرح وہ خود مظلوم و مقہور ہیں، اور اپنے ظالم شوہروں کے ظلم سے تنگ آچکی ہیں، کچھ یہی کیفیت مسلمانوں کے دُوسرے گھروں میں بھی ہوگی، اس لئے وہ بزعم خود تمام

---

(۱) ''فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع، فإن خفتم ألّا تعدلوا فوٰحدة أو ما ملکت أیمٰنکم'' (النساء:۳)۔

(۲) ''یوصیکم الله فی أولٰدکم للذکر مثل حظ الأنثیین'' (النساء:۱۱)۔

(۳) ''واستشهدوا شهیدین من رجالکم فإن لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهدآء'' (البقرة:۲۸۲)۔

(۴) الطلاق مرّتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان، ولَا یحل لکم أن تأخذوا مما اٰتیتموهنّ شیئًا إلّا أن یخافا ألّا یقیما حدود الله، فإن خفتم ألّا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به'' (البقرة:۲۲۹)۔

مسلم خواتین کی طرف سے مطالبات پیش کررہی ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی "آپ بیتی" ہے، "جگ بیتی" نہیں۔ سو ایسی خواتین واقعی لائقِ رحم ہیں، ہر نیک دِل انسان کو ان سے ہمدردی ہونی چاہئے، اور حکومت سے مطالبہ کیا جانا چاہئے کہ ان مظلوم بیگمات کو ان کے درندہ صفت شوہروں کے چنگل سے فوراً نجات دِلائے۔

میں ایسے مطالبے کرنے والی خواتین کو مشورہ دُوں گا کہ وہ اپنی برادری کی خواتین میں یہ تحریک چلائیں کہ جس شخص کی ایک بیوی موجود ہو اس کے حبالہ عقد میں آنے کو کسی قیمت پر بھی منظور نہ کیا کریں، ظاہر ہے کہ اس صورت میں مردوں کی ایک سے زیادہ شادی پر خود بخود پابندی لگ جائے گی اور ان محترم بیگمات کو حکومت سے مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

رہا طلاق کا اختیار تو اس کا حل پہلے سے موجود ہے کہ جب بھی میاں بیوی کے درمیان اَن بن ہو فوراً خلع کا مطالبہ کردیا جائے، ظالم شوہر خلع نہ دے تو عدالت خلع دِلوادے گی، بہرحال اس کے لئے حکومت سے مطالبے کی ضرورت نہیں۔ رہا مرد و عورت کی برابری کا مسئلہ! تو آج کل امریکا بہادر اس مساوات کا سب سے بڑا علمبردار بھی ہے اور ساری دُنیا کا اکیلا چودھری بھی، یہ مطالبہ کرنے والی خواتین امریکی ایوانِ صدر کا گھیراؤ کریں اور مطالبہ کریں کہ جب سے امریکا مہذب دُنیا کی برادری میں شامل ہوا ہے آج تک اس نے ایک خاتونِ خانہ کو بھی امریکی صدارت کا منصب مرحمت نہیں فرمایا، لہٰذا فی الفور امریکا کے صدر کلنٹن صدارت کے منصب سے اپنی اہلیہ محترمہ کے حق میں دستبردار ہوجائیں، اسی طرح امریکی حکومت کے وزراء اور ارکانِ دولت بھی اپنی اپنی بیگمات کے حق میں دستبردار ہوکر گھروں میں جا بیٹھیں، پھر یہ خواتین فوراً یہ قانون وضع کریں کہ جتنا عرصہ مردوں نے امریکا پر راج کیا ہے اتنے عرصے کے لئے خواتین حکومت کریں گی، اور اتنے عرصہ تک کسی مرد کو امریکی حکومت کے کسی منصب پر نہیں لیا جائے گا، تاکہ مرد و زن کی مساوات کی ابتدا امریکا بہادر سے ہو۔ اگر ان معزّز خواتین نے اس معرکے کو سر کرلیا تو دُنیا میں عورت اور مرد کی برابری کی ایسی ہوا چلے گی کہ ان خواتین کو اخبارات کے اوراق سیاہ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ان خواتین کے حالِ زار پر رحم فرمائیں۔

لاپتا شوہر کا حکم

کیا گمشدہ شوہر کی بیوی دُوسری شادی کرسکتی ہے؟

سوال:... میری ایک رشتہ دار ہیں، بہت عرصہ پہلے ان کی شادی ہوئی، اولاد میں چار بچے ہیں، کوئی دس سال پہلے ان کے شوہر گھر سے چلے گئے اور جا کر دُوسری شادی رچالی۔ تاہم وہ ایک سال تک اپنی اس پہلی بیوی کے پاس بھی آتے رہے لیکن پھر وہ اچانک اپنی دُوسری بیوی کے ساتھ کہیں غائب ہوگئے، جس دفتر میں وہ ملازمت کرتے تھے، وہاں سے ملازمت بھی چھوڑ دی۔ انہیں غائب ہوئے نو سال سے اُوپر ہوگئے ہیں، اب وہ کہاں غائب ہیں؟ کسی کو کچھ پتا نہیں۔ یہ تک معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ اب ہم چاہتے ہیں یہ محترمہ دُوسری شادی کرلیں، کیا شرعاً ایسا جائز ہے؟

جواب:... اس مسئلہ میں مالکی مسلک پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عورت عدالت میں دعویٰ کرے، اوّلاً شہادت سے ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہے، پھر شہادت سے یہ ثابت کرے کہ وہ اتنے عرصے سے مفقود الخبر ہے، اور اس نے اس عورت کے نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ عدالت اس کی شہادتوں کی سماعت کے بعد اسے چار سال انتظار کرنے کا حکم دے اور اپنے ذرائع سے اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرے اور چار سال کے عرصے میں اگر شوہر نہ آئے تو عدالت اس کے فسخِ نکاح کا فیصلہ کرے۔ اس فیصلے کے بعد عورت عدّت گزارے، عدّت کے بعد وہ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر عدالت محسوس کرے کہ مزید چار سال کے انتظار کی ضرورت نہیں تو عورت کی شہادتوں کے بعد وہ فوری طور پر فسخِ نکاح کا فیصلہ بھی کرسکتی ہے۔ تاہم عدالت کے سامنے شہادتیں پیش کرنا اور عدالت کے فیصلے کے بعد عدّت گزارنا شرطِ لازم ہے، اس کے بغیر دُوسری جگہ عقد نہیں ہوسکتا۔[1]

---

(۱) زوجۂ مفقود کے لئے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دارُالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادتِ شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا (اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملے میں شہادت بالتسامع بھی کافی ہے، یعنی شہرتِ عام کی بنا پر بھی شہادت دی جاسکتی ہے، (كما في المنتقىٰ للباجي المالكي ج:۵ ص:۲۰۳ كتاب الأقضية (فرع) وأما النكاح ففي العتبة عن سحنون، قال جل أصحابنا يقولون في النكاح، إذا استنشر خبره في الجيران ان فلانًا تزوج فلانة وسمع الزفاف فله ان يشهد أن فلانة زوجة فلان ... الخ)۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود لاپتا ہونا ثابت کرے، بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے، اور جب پتا ملنے سے مایوسی ہوجائے تو عورت کو چار سال تک مزید اِنتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتا نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدّت ختم ہونے پر مُردہ تصوّر کیا جاوے گا، اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدّتِ وفات گزار کر عورت کو دُوسری جگہ نکاح کرنے کا اِختیار ہوگا۔ (الحيلة الناجزة للتهانوي ص:۶۲، حکم زوجۂ مفقود، طبع دارالاشاعت)۔

(باقی اگلے صفحے پر)

گمشدہ شوہر اگر مدّت کے بعد گھر آجائے تو نکاح کا شرعی حکم

سوال:... میرا شوہر مجھ سے تقریباً ۱۳ سال تک بالکل غائب اور لاپتا رہا، اور اسی ۱۳ سال کے عرصے میں اس نے نئی شادی کی، اب ۱۳ سال کے بعد مجھ سے ملنے آیا ہے، آیا اس طویل جدائی کی وجہ سے میرا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ مجھے دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا وہی پُرانا نکاح کافی ہے؟ واضح رہے کہ شوہر نے مجھے کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔

جواب:... وہی پُرانا نکاح باقی ہے، نئے نکاح کی ضرورت نہیں۔[1]

جس عورت کا شوہر غائب ہوجائے وہ کیا کرے؟

سوال:... میری شادی دو سال پہلے ہوئی تھی، میرا شوہر بیماری کی وجہ سے ایک رات بھی میرے ساتھ نہیں گزار سکا، اور دو مہینے بعد بیماری کی حالت میں نہ جانے کہاں چلا گیا؟ جس کا آج تک کوئی پتا نہیں چلا۔ میں دو سال سے والدین کے گھر رہ رہی ہوں اور اَب وہ میری شادی کہیں دُوسری جگہ کر رہے ہیں، تو آپ برائے کرم میری اس دُوسری شادی کے بارے میں لکھیں، یعنی کیا طریقۂ کار ہونا چاہئے؟

جواب:... یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک پہلے شوہر سے طلاق نہ ہو یا عدالت پہلے نکاح کے فسخ ہونے کا فیصلہ نہ کرے، دُوسری جگہ منکوحہ کا نکاح نہیں ہوسکتا۔[2] آپ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ آپ عدالت سے رُجوع کریں، اپنا نکاح گواہوں کے ذریعہ ثابت کریں اور پھر یہ ثابت کریں کہ آپ کا شوہر لاپتہ ہے۔ عدالت چار سال تک اپنے ذرائع سے اس کی تلاش کرائے، نہ ملنے کی صورت میں فسخِ نکاح کا فیصلہ دے دے (اور اگر عدالت حالات کے پیشِ نظر اس سے کم مدّت کا تعین کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے) فسخِ نکاح کے فیصلے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)......... وفی فتوىٰ العلامة سعيد بن صديق الفلاتي مفتي المالكية بالمدينة المنوّرة زادها الله شرفًا: فالمفقود في بلاد الإسلام في غير مجاعة ولَا وباء إن لم ترض زوجته بالصبر إلىٰ قدومه فلها أن ترفع أمرها إلى الخليفة أو القاضي أو من يقوم مقامهما في عدمهما ليتفحّصُوا عن حال زوجها بعد ان تثبت الزوجية وغيبة الزوج والبقاء في العصمة إلى الآن وإذا ثبت ذالك عندهم كتبوا كتابًا مشتملًا .... فإذا انتهى الكشف ورجع إليه الرسول وأخبره بعدم وقوفه علىٰ خبره، فالواجب أن يضرب له أجل أربع سنين للحر وسنتان للعبد وهٰذا التحديد محض تعبد بفعل عمر بن الخطاب وأجمع عليه الصحابة .... وإلىٰ جميع ما سبق أشار خليل بقوله ... إلخ. (الحيلة الناجزة ص: ۱۲۰، ۱۲۱، الجواب من العلامة سعيد، طبع دار الإشاعت كراچي).

وفي فتوىٰ العلامة الفاهاشم رحمه الله مفتي المالكية بالمدينة المنوّرة: أما السؤال الرابع .... فجوابه ما في شرح الدردير وعبدالباقي والخرشي وغيرها، ان المفقود انما يؤجل لإمرأه ما دامت نفقتها وإلّا طلقت بعدم النفقة .... اما السؤال الخامس .... فجوابه .... إن ضرب الأجل لِامرأة المفقود انما هو إذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش العنت والزنا وإلّا فلها التطليق بعدم النفقة أو لخوف الزنا. (الحيلة الناجزة ص: ۱۲۳، ۱۲۴).

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الحيلة الناجزة ص: ۶۷، ۶۸ واپسی مفقود کے اَحکام۔

(۲) اما نكاح منكوحة الغير (إلىٰ قوله) لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (رد المحتار، مطلب في النكاح الفاسد ج: ۳ ص: ۱۳۲). أيضًا: لَا يجوز للرجل أن يتزوّج زوجة غيره وكذٰلك المعتدة. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۲۸۰).

کے بعد آپ شوہر کی وفات کی عدّت (چار مہینے دس دن) گزاریں، عدّت سے فارغ ہونے کے بعد دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہیں۔ [1]

شوہر کی شہادت کی خبر پر عورت کا دُوسرا نکاح صحیح ہے

سوال:... ہمارے گاؤں میں دو بھائی رہتے تھے، ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ایک بھائی لڑائی پر گیا اور اس کی بیوی دُوسرے بھائی کے پاس رہ گئی، جنگ ختم ہونے کے بعد اس کے بھائی کا کوئی پتا نہ لگا اور حکومتِ پاکستان نے اس کے گھر کے پتے پر اس کی شہادت کی اطلاع دے دی۔ کچھ عرصے کے بعد دُوسرے بھائی نے اپنی بھابھی یعنی بھائی کی بیوی کے ساتھ شادی رچالی، اس طرح دونوں زندگی گزارنے لگے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد دُوسرا بھائی جس کا حکومت نے شہادت کا تار دیا تھا، واپس گاؤں کو آیا، لیکن گداگری کے لباس میں، کیونکہ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ بھائی صاحب نے میری بیوی کے ساتھ شادی کی ہے۔ وہ گداگری کے لباس میں گاؤں میں پھر کر چلا گیا، اس کے بعد اس کا پتا نہیں چلا، بھائی نے بہت تلاش کیا، کہیں نہیں ملا۔ اور اَبھی پتا چلا ہے کہ وہ کراچی شہر میں ہے، تو ایسے میں شرعی حکم کیا ہے کہ اس کی بیوی جو کہ اس کے دُوسرے بھائی کے نکاح میں ہے اور اس کی اولاد جو دُوسرے بھائی سے ہوئی ہے کیا صحیح ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نکاح ہوا ہے؟ اگر نہیں ہوا تو بچے حرامی ہیں یا حلالی؟ کیونکہ یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ دُوسرا بھائی ابھی زندہ ہے اور کراچی میں ہے۔

جواب:... جب اس بھائی کے شہید ہونے کی اطلاع حکومت کی طرف سے آگئی تو عدّت کے بعد اس کی بیوی دوبارہ نکاح کرنے کی مجاز تھی، اس لئے وہ نکاح صحیح تھا، اور اولاد بھی جائز ہے۔ رہا یہ کہ بھائی گداگری کے لباس میں آیا تھا، یہ محض افواہی بات ہے جس کا یقین نہیں کیا جاسکتا، جب تک کسی قطعی ذریعہ سے یہ معلوم نہ ہوجائے کہ وہ شہید نہیں ہوا، ابھی تک زندہ ہے، اس وقت تک اس کی بیوی کا دُوسرا نکاح صحیح قرار دیا جائے گا، اور اگر قطعی طور پر یہ ثابت ہوجائے کہ پہلا شوہر زندہ ہے تب بھی دُوسرے نکاح سے جو بچے ہیں وہ حلالی ہیں، پہلے شوہر کو حق ہوگا کہ وہ اپنی بیوی واپس لے لے، یا اس کو طلاق دے کر فارغ کردے، اس صورت میں عدّت کے بعد دُوسرے شوہر سے دوبارہ نکاح کردیا جائے۔ [2]

لاپتا شوہر کی بیوی کا دُوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے

سوال:... میرے ایک دوست نے شادی کی اور شادی کے بعد وہ بیرونِ ملک چلے گئے، تقریباً چار سال سے نہ ان کا کوئی خط آیا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی حال احوال کچھ پتہ چلتا ہے کہ زندہ ہیں یا کہ نہیں۔ اِدھر اس کی بیوی کی ماں اور بھائیوں نے اس کی

---

(۱) دیکھئے: حیلہ ناجزہ للتھانوی ص:۶۲۔

(۲) سئل عن امرأة لها زوج غائب فجاء رجل إليها وأخبرها بموت زوجها ففعلت هي وأهل البيت ما تفعل أهل المصيبة من إقامة التعزية واعتدت وتزوّجت بزوج آخر ودخل بها، ثم جاء رجل آخر وأخبرها أن زوجها حي وقال: أنا رأيته في بلد كذا. كيف حال نكاحها مع الثاني؟ وهل يحل لها أن تقوم معه؟ وماذا تفعل هي وهٰذا الثاني؟ فقال: إن كانت صدقت المخبر الأول لم يمكنها أن تصدق المخبر الثاني ولَا يبطل النكاح بينهما ولهما أن يقرا على هٰذا النكاح. (عالمگيري، كتاب الشهادات، الباب الثاني عشر، ج:۳ ص:۵۳۰، طبع رشيديه كوئٹه)۔ أيضًا: حيله ناجزه ص:۶۷، طبع دار الْإشاعت كراچي۔

دُوسری شادی کرادی اور اس دوران اس کے دو بچے بھی ہیں، پہلے والے شوہر کے ماں باپ نے بھی بیٹے کو مردہ سمجھ کر اس کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ لڑکا بیرونِ ملک فوج میں ہے تاہم آج تک نہ اس کا کوئی خط آیا اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی ایسی چیز آئی جس سے اس کی موت کا پتہ چل سکے۔

سوال:...قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ شادی ہوسکتی ہے؟

جواب:...نہیں۔[1]

سوال:... ۲: لڑکی کا پہلا خاوند آجائے تو لڑکی کو کون سے شوہر کے پاس رہنا چاہئے؟

جواب:...وہ پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، دُوسرا نکاح اس کا ہوا ہی نہیں۔

سوال:... ۳: کیا اس طرح کرنے سے پہلا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب:... پہلا نکاح باقی ہے، وہ نہیں ٹوٹا۔

سوال:... ۴: اگر ٹوٹ جاتا ہے تو عدّت کتنے دن بیٹھ جانا چاہئے؟

جواب:...جب نکاح باقی ہے تو عدّت کا کیا سوال...؟

مسئلہ:...جو شخص لاپتہ ہو اس کی موت کا فیصلہ عدالت کرسکتی ہے، محض عورت کا یا عورت کے گھر والوں کا یہ سوچ لینا کہ وہ مرگیا ہوگا اس سے اس شخص کی موت ثابت نہیں ہوگی، اس لئے یہ عورت بدستور اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، اس کا دُوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے، ان دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کرلینی چاہئے۔ عورت کو لازم ہے کہ عدالت میں پہلے شوہر سے اپنا نکاح ثابت کرے، اور پھر یہ ثابت کرے کہ اتنے عرصے سے اس کا شوہر لاپتہ ہے، اس کے بعد عدالت اس کو چار سال انتظار کرنے کی تلقین کرے اور اس عرصے میں عدالت سرکاری ذرائع سے اس کے شوہر کو تلاش کرائے، اگر اس عرصے میں شوہر مل جائے تو ٹھیک، ورنہ عدالت اس کی موت کا فیصلہ کرے، شوہر کی موت کے فیصلے کے دن سے عورت چار مہینے دس دن (۱۳۰ دن) شوہر کی موت کی عدّت گزارے، عدّت ختم ہونے کے بعد عورت دُوسرا نکاح کرسکتی ہے۔[2]

لاپتا شوہر کا حکم

سوال:...میرے بڑے بھائی کو لاپتا ہوئے تقریباً چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے، جس کی وجہ سے ہم کافی پریشان ہیں، جبکہ بھابھی چار سال سے میکے میں ہیں، کیا ان چار سالوں میں نکاح ٹوٹ گیا ہے؟ اور کیا میری بھابھی دُوسرا نکاح کرسکتی ہیں؟

جواب:...اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، نہ آپ کی بھابھی دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ عورت مسلمان عدالت سے رُجوع کرے، اپنے نکاح کا اور شوہر کی گمشدگی کا ثبوت شہادت سے پیش کرے۔ عدالت اس کو چار سال تک اِنتظار کرنے

(۱) أما منكوحة الغير ...... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامی ج:۳ ص:۱۳۲). أيضًا: لَا يجوز للرجل أن يتزوّج زوجة غيره وكذٰلك المعتدة. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۰، الباب الثالث فی المحرمات).

(۲) دیکھئے: الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة للشيخ التهانوی ص:۶۲ تا ۶۶ حکم زوجۂ مفقود، طبع دارالاشاعت.

کی مہلت دے، اور اس عرصے میں عدالت اس کے شوہر کی تلاش کرائے، اگر اس عرصے میں اس کا پتا نہ چل سکے تو عدالت اس کی موت کا فیصلہ کردے گی۔ اس فیصلے کے بعد عورت اپنے شوہر کی وفات کی عدّت (۱۳۰ دِن) گزارے، عدّت ختم ہونے کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ نوٹ:... عدالت اگر محسوس کرے کہ چار سال مزید اِنتظار کرنے کی ضرورت نہیں، تو انتظار کے لئے اس سے کم مدّت بھی مقرّر کرسکتی ہے۔ بہرحال جب تک عدالت اس کے شوہر کی موت کا فیصلہ نہیں کردیتی، اور اس فیصلے کے بعد عورت ۱۳۰ دِن کی عدّت نہیں گزار لیتی، تب تک دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔ [۱]

شوہر اگر لاپتا ہوجائے اور چار پانچ سال کے بعد عورت دُوسرے سے شادی کرلے تو کیا حکم ہے؟

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے شوہر اور چار بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہی تھی۔ میرا شوہر سے جھگڑا ہوگیا اور وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا، تقریباً چار یا پانچ سال تک کوئی خبر نہیں لی، اور نہ ہی بچوں کے بارے میں پوچھا۔ اس حالت کو دیکھتے ہوئے میں نے دُوسرا نکاح ایک مرد سے کرلیا، اور دُوسرے شوہر سے اب تک پانچ بچے ہیں۔ میں نے یہ شادی یا نکاح بغیر طلاق یا خلع لئے کرلیا تھا، کیا ایسا کرنا گناہ ہے؟ کیا یہ فعل بدکاری، حرام کاری یا زِناکاری ہے؟

جواب:... اگر شوہر لاپتا ہوجائے تو عدالت میں اس کی گمشدگی ثابت کرکے عدالت سے اس کی موت کا فیصلہ لیا جاتا ہے، (جس کی خاص شرطیں ہیں)۔ عدالت جب فیصلہ کردے کہ فلاں شخص (یعنی شوہر) مرگیا ہے، تو عورت اپنے شوہر کی موت کی عدّت (سوا چار مہینے) گزارے، اور جب وہ عدّت سے فارغ ہوجائے تب اس کو دُوسری جگہ نکاح کرنے کا حق ہے۔[۲] آپ نے جو دُوسرا نکاح کیا، یہ نکاح نہیں ہوا، بلکہ خالص زِنا ہے، اس لئے توبہ کریں اور اس شخص سے فوراً علیحدگی اِختیار کرلیں۔ [۳]

اگر شوہر کا کئی سال سے کچھ پتا نہ ہو تو عورت کیا کرے؟

سوال:... ایک شخص جس کا نام زید ہے، اس نے قتل کردیا، پھر اس کو گرفتار کیا گیا، سزا پوری ہونے پر رہا کردیا گیا، گھر آیا، دس دن رہا، اور گیارہویں دن پھر سی آئی اے والے زید کو لے گئے، تو تین دن کے بعد سی آئی اے والوں سے معلوم کیا تو

---

(۱) قوله خلافًا لمالک فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی أربع سنین .... وقد قال فی البزازیة الفتوىٰ فی زماننا علىٰ قول مالک وقال الزاهدی کان بعض أصحابنا یفتون به للضرورة۔ (شامی ج:۴ ص:۲۹۵)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: حیلۂ ناجزہ ص:۶۲ تا ۶۶ حکم زوجۂ مفقود۔

(۲) حیلۂ ناجزہ ص:۶۲ تا ۶۶، حکم زوجۂ مفقود، طبع دارالاشاعت پر تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) فصل: ومنها (أی المحرمات) أن لَا تکون منکوحة الغیر، لقوله تعالىٰ: والمحصنٰت من النساء، معطوفًا علىٰ قوله عزّ وجلّ: حرمت علیکم اُمّهٰتکم إلىٰ قوله والمحصنٰت من النساء، وهن ذوات الأزواج وسواء کان زوجها مسلمًا أو کافرًا۔ (البدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۶۸ کتاب النکاح)۔

انہوں نے اپنی زبان سے کہا کہ ہم نے زید کو چھوڑ دیا ہے، لیکن ایک عینی شاہد نے گواہی دی ہے کہ اندر سے باہر آتے ہوئے تو میں نے دیکھا اور ساتھ دو آدمی اور بھی تھے، جب باہر آئے تو ایک کار آئی، اسی میں اس کو سوار کر کے لے گئے ہیں۔ اب اس دن سے آج تک تقریباً پانچ سال کا عرصہ ہو چکا ہے، لیکن زید کا پتا معلوم نہ ہوسکا کہ زندہ ہے کہ نہیں؟ جبکہ اس کی بیوی اور دو بچے بھی ہیں، اب اس کی بیوی اپنے خرچے سے تنگ ہے، اس کو خرچہ دینے کے لئے کوئی تیار نہیں، پانچ سال اپنی محنت و مزدوری سے اپنے بچوں کو پالا، لیکن اب وہ تنگ ہو کر دُوسری جگہ شادی کرنے کی خواہش مند ہے، لہٰذا قرآن و سنت کی روشنی میں اگر کوئی گنجائش ہو تو جواب عنایت فرما کر ممنون فرماویں۔

جواب:... گمشدہ شخص کی بیوی عدالت میں اِستغاثہ کرے، پہلے اپنے نکاح کا ثبوت پیش کرے اور پھر شوہر کی گمشدگی کا، عدالت اسے چار سال تک اِنتظار کرنے کی مہلت دے اور اسی عرصے میں اس کے شوہر کی تفتیش کرائے، اگر اس عرصے میں نہ ملے تو عدالت اس کی وفات کا فیصلہ کردے، (اور اگر عدالت محسوس کرے کہ چار سال تک مزید اِنتظار کی ضرورت نہ ہو تو فی الفور بھی اس کی موت کا فیصلہ کرسکتی ہے)۔ عدالت سے شوہر کی وفات کا فیصلہ لینے کے بعد عورت شوہر کی عدّتِ وفات (چار مہینے دس دِن) گزارے، عدّت ختم ہونے کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہوگی۔[1]

لڑکی کا شوہر اگر پچیّس سال سے لاپتا ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال:... ایک لڑکی کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ ہوگیا تھا، نکاح کے وقت لڑکی نابالغ تھی، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا گھر سے لاپتا ہوا، اور آج پچیّس سال مکمل ہوگئے ہیں اور لڑکے کا کوئی پتا نہیں چلا کہ زندہ ہے یا نہیں؟ ملک میں ہے یا باہر؟ اب لڑکی اپنے والد کے گھر پر قید کی زندگی گزار رہی ہے، لڑکے کے والد کا موقف یہ ہے کہ طلاق دینا میرا کام نہیں ہے اور میرا لڑکا غائب ہے، میں کیا کروں؟ اور ادھر لڑکی کا والد پریشان ہے کہ میں کیا کروں؟ لہٰذا ہماری آپ سے گزارش ہے کہ مسئلے کا حل تلاش کر کے قرآن و سنت کی روشنی میں جواب روانہ کریں۔

جواب:... اس لڑکی کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ وہ عدالت سے رُجوع کرے اور عدالت میں اپنے نکاح کے گواہ پیش کرے، پھر اس پر گواہ پیش کرے کہ اس کا شوہر اتنے عرصے سے لاپتا ہے، عدالت اگر محسوس کرے کہ اس کے ملنے کی توقع نہیں تو اس کی موت کا فیصلہ کردے، اس فیصلے کے بعد لڑکی اپنے شوہر کی وفات کی عدّت (۱۳۰ دِن) پورے کرنے کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔[2]

امریکا میں رہنے والا اگر نکاح کر کے واپس نہ آئے تو کیا کریں؟

سوال:... میرے بھائی ۱۹۸۵ء میں امریکا سے پاکستان آئے تھے، انہوں نے اپنے ایک عزیز کے بیٹے کے لئے جسے وہ بچپن میں امریکا لے گئے تھے، وہاں پڑھایا لکھایا اور جب ۱۹۸۵ء میں واپس وطن آئے تو اس لڑکے کو بھی ساتھ لائے، جو اس وقت

---

(۱) حیلہ ناجزہ ص:۶۲ تا ۶۵ حکم زوجۂ مفقود۔

(۲) ایضاً۔

تقریباً ۲۵، ۲۶ سال کا تھا، اس لڑکے کے لئے انہوں نے میری بیٹی کا رِشتہ مانگا، ماں کے پوچھنے پر لڑکی نے اس وقت بھی اِنکار کیا تھا، لیکن پھر سمجھانے اور دباؤ پڑنے کی وجہ سے وہ خاموش رہی، میں نے بڑے بھائی کی عزّت رکھتے ہوئے اپنی بیٹی کا اس لڑکے سے نکاح کردیا، لیکن رُخصتی نہیں ہوئی، وہ تقریباً ڈیڑھ دو مہینے پاکستان میں رہے، پھر میرے بھائی اس لڑکے سمیت ہمیں یہ کہہ کر واپس امریکا چلے گئے کہ لڑکی کو پڑھاؤ اور انگریزی سکھاؤ، پھر ہم لڑکی کو امریکا بلوالیں گے۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد اسی سال ۱۹۸۵ء میں کچھ خط میرے بھائی کے آئے اور ایک خط اس لڑکے کا بھی آیا، پھر اس کے بعد کوئی خط نہیں آیا، نہ ہی ٹیلی فون پر کوئی رابطہ ہوا۔ ہم لوگوں نے خط لکھے، لیکن کوئی جواب نہیں آیا، لیکن اب اس بات کو گیارہواں سال چل رہا ہے، وہ جیسے گئے پھر لوٹ کر نہیں آئے، نہ ہی خط، نہ کوئی ٹیلی فون آیا، ان لوگوں کا کچھ پتا نہیں، نہ ہی میرے بھائی کا، نہ ہی اس لڑکے کا کچھ پتا ہے۔ میں، میری بیٹی، بلکہ ہم سب گھر والے سخت پریشان ہیں، میری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے، وہ اب ۲۲ سال کی ہوچکی ہے، اور اس فیصلے سے سخت پریشان ہے، مجھے آپ سے اس بات کا فتویٰ چاہئے کہ کیا میری بیٹی کا نکاح ٹوٹ گیا؟ اگر ٹوٹ گیا تو کیا اس پر عدّت لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح نہیں ٹوٹا تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ میں، میری بیٹی ہم سب کا یہی خیال اور مرضی ہے کہ لڑکی آزاد ہوجائے۔

جواب:... نکاح اپنے آپ تو نہیں ٹوٹ جایا کرتا، بھائی جہاں امریکا میں رہتا ہے، وہاں کے آنے جانے والے سے پتا کرے، اگر ممکن ہو تو خود جاکر پتا کرکے آئیں، اگر کسی طرح پتا نہ چلے تو عدالت میں کیس کریں، اور عدالت اپنے طور پر تحقیقات کرنے کے بعد مناسب سمجھے تو اس لڑکے کی موت کا فیصلہ کرسکتی ہے۔ فیصلے کے بعد لڑکی عدّت گزارے (۱۳۰ دِن) اس کے بعد اس کا عقد دُوسری جگہ ہوسکتا ہے۔[1]

لاپتا شوہر کا حکم، نیز بیوی کب تک اِنتظار کرے؟

سوال:... میرے شوہر آج سے ۹ سال قبل ہندوستان گئے تھے، اور آج تک ان کا سوائے ایک خط کے جو انہوں نے پہنچنے کے فوراً بعد لکھا تھا، آیا ہے، اور نہ ہی انہوں نے مجھے ایک پیسہ خرچ کے لئے بھیجا، میرے ان سے چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کا بھی خرچ نہیں دیا، اب میرے کچھ ملنے والے کہتے ہیں کہ اتنا عرصہ ہوگیا اور انہوں نے کوئی خرچہ وغیرہ اور خبر تک نہیں لی، لہٰذا طلاق واقع ہوگئی اور میں دُوسری جگہ شادی کرسکتی ہوں، اب آپ بتلائیں کہ شرعی طور پر طلاق ہوگئی ہے؟ ایک صاحب جو خداترس ہیں، انہوں نے مجھے کہا کہ عدالت سے طلاق لے کر مجھ سے شادی کرلو۔ آپ بتائیں کہ عدالت سے طلاق ہوسکتی ہے؟ اور کس صورت میں؟ جبکہ میرے شوہر یہاں نہیں ہیں اور میرا خیال ہے کہ جب تک شوہر منہ سے تین بار طلاق نہ دے، طلاق نہ ہوگی۔

جواب:... اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانی کو دُور فرمائے۔ جس عورت کا شوہر لاپتا ہوجائے اس کا حکم یہ ہے:

۱:... عورت عدالت سے رُجوع کرے اور گواہوں سے اپنے شوہر کا گم شدہ ہونا ثابت کرے۔

۲:... عدالت اپنے ذرائع سے اس کے شوہر کی تلاش و تفتیش کرے۔

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حیلۂ ناجزہ ص:۶۲ تا ۶۶ واپسی مفقود کے اَحکام۔

۳:...اگر عدالت اس کی تلاش سے مایوس ہوجائے تو عورت کو مزید چار سال تک اِنتظار کرنے کا حکم کرے۔

۴:...جب یہ چار سال عدالت کے فیصلے کے بعد گزر جائیں اور اس شخص کا کوئی پتا نہ ملے تو اس کو مردہ تصوّر کیا جائے گا۔

۵:... یہ چار سال کی مدّت جس تاریخ کو ختم ہو، اس تاریخ سے عورت چار ماہ دس دن کی عدّت گزارنے کے بعد نکاح کرسکتی ہے۔

اگر ان پانچ نکات میں سے کوئی بات نہ پائی گئی تو عورت کو دُوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔ [1]

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حیلۂ ناجزہ ص:۶۲ تا ۶۶ واپسی مفقود کے اَحکام۔

حق مہر

مہرِ معجّل اور مہرِ مؤجل کی تعریف

سوال:... جہاں تک میں نے سنا ہے حق مہر کی دو اَقسام ہیں، ''مہرِ معجّل'' اور ''مہرِ مؤجل'' براہ کرم دونوں کی تعریف اور ان کا فرق واضح فرمائیں۔

جواب:... ''مہرِ مؤجل'' اس کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص میعاد مقرّر کی گئی ہو، اور جس کی ادائیگی فوراً یا عورت کے مطالبے پر واجب ہو وہ ''مہرِ معجّل'' ہے، مہرِ معجّل کا مطالبہ عورت جب چاہے کرسکتی ہے، لیکن مہرِ مؤجل کا مطالبہ مقرّرہ میعاد سے پہلے کرنے کی مجاز نہیں۔ [1]

مہرِ فاطمی کی وضاحت اور ادائیگیٔ مہر میں کوتاہیاں

سوال:... اگر کوئی اعتدال کے ساتھ مہر کی رقم مقرّر کرنا چاہے تو آپ کی رائے میں کتنی رقم ہونی چاہئے؟ بعض لوگ ''مہرِ فاطمی'' یا ''مہرِ محمدی'' رکھتے ہیں، ان کی کیا تعریف ہے؟ اکثر گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ بیوی زندہ ہو یا مرجائے اس کے مہر کی ادائیگی کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا ہے، اس کوتاہی کا ذمہ دار کون ہے؟

جواب:... مہر کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیبہ واضح ہیں، مثلاً:

''عن أبی سلمة قال: سألت عائشة رضی الله عنها: کم کان صداق النبی صلی الله علیه وسلم؟ قالت: کان صداقه لأزواجه ثنتی عشرة أوقیة ونش. قالت: أتدری ما النش؟ قلت: لَا! قالت: نصف أوقیة فتلک خمسمائة درهم. رواه مسلم.'' (مشکوٰۃ ص:۲۷۷)

ترجمہ:... ''حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر (اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے لئے) کتنا تھا؟ فرمایا: ساڑھے بارہ اوقیہ، اور یہ پانچ سو درہم ہوتے ہیں۔'' (صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

---

(۱) وللمرأة أن تمنع نفسها حتّٰی تأخذ المهر (الٰی قوله) حتّٰی یوفیها المهر کله أی المعجل (الٰی أن قال) ولو کان المهر کله مؤجلًا لیس لها أن تمنع نفسها لإسقاط حقها بالتأجیل. (هدایة ج:۲ ص:۳۳۴). أیضًا: وإن بینوا قدر المعجل یعجل ذٰلک .... لَا خلاف لأحد أن تأجیل المهر إلٰی غایة معلومة نحو شهرًا وسنة. صحیح. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۱۸).

"عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: ألَا! لَا تغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة فی الدنيا وتقوىٰ عند الله لكان أولكم بها نبی الله صلی الله عليه وسلم ما علمت رسول الله صلی الله عليه وسلم نكح شيئا من نسائه ولَا أنكح شيئا من بناته علىٰ أكثر من اثنتی عشرة أوقية. رواه أحمد والترمذی وأبو داوٗد والنسائی وابن ماجة والدارمی۔" (مشکوٰۃ ص:۲۷۷)

ترجمہ:...'' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: دیکھو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ بڑھایا کرو، کیونکہ اگر یہ دُنیا میں عزّت کا موجب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کی چیز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ اس کے مستحق تھے۔ مجھے علم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی سے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر نکاح کیا ہو، یا اپنی صاحب زادیوں میں سے کسی کا نکاح اس سے زیادہ مہر پر کیا ہو۔'' (مشکوٰۃ شریف)

بیویوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق مہر ہے، جو شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔[1] ہمارے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (تقریباً دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی) ہے۔[2] اور زیادہ مہر کی کوئی مقدار مقرّر نہیں، حسبِ حیثیت جتنا مہر چاہیں رکھ سکتے ہیں، یوں تو کوئی نکاح مہر کے بغیر نہیں ہوتا، لیکن اس بارے میں بہت سی کوتاہیاں اور بے احتیاطیاں سرزد ہوتی ہیں:

ا:... ایک کوتاہی لڑکی کے والدین اور اس کے عزیز و اقارب کی جانب سے ہوتی ہے کہ مہر مقرّر کرتے وقت لڑکے کی حیثیت کا لحاظ نہیں رکھتے، بلکہ زیادہ سے زیادہ مقدار مقرّر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بسااوقات اس میں تنازع اور جھگڑے کی شکل بھی پیدا ہوجاتی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر بعض موقعوں پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اسی جھگڑے میں شادی رُک جاتی ہے۔ لوگ زیادہ مہر مقرّر کرنے کو فخر کی چیز سمجھتے ہیں، لیکن یہ جاہلیت کا فخر ہے، جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ ورنہ اگر مہر کا زیادہ ہونا شرف و سیادت کی بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں کا مہر زیادہ ہوتا۔ حالانکہ

---

(۱) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتّٰى لَا يسقط منه شیء بعد ذٰلک إلّا بالإبراء. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳)۔

(۲) قال: ولَا صداق أقل من عشرة دراهم، لقول الله تعالىٰ: وأحل لكم ما وراء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم، فأباح عقد النكاح بشرط أن يكون البدل وما دون العشرة لَا يتناوله اسم الأموال .... ومن جهة السُّنّة حديث حرام بن عثمان عن ابنی جابر عن أبيهما عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لَا صَدَاق أقلّ من عشرة دراهم .... وعن جابر بن عبدالله قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لَا مهر دون عشرة دراهم. (شرح مختصر الطحاوی ج:۴ ص:۳۹۸، ۳۹۹ كتاب النكاح، طبع دار السراج)۔ وأقل المهر عشرة دراهم ولو سمى أقل من عشرة فلها العشرة عندنا. (هداية ج:۲ ص:۳۲۴)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کا اور کسی صاحب زادی کا مہر پانچ سو درہم سے زیادہ مقرّر نہیں کیا۔[1] پانچ سو درہم کی ایک سو اکتیس تولے تین ماشے (۱۳۱ ½) چاندی بنتی ہے۔ اگر چاندی کا بھاؤ پچاس روپے تولہ ہو تو پانچ سو درہم یعنی ½ ۱۳۱ تولے چاندی کے چھ ہزار پانچ سو تریسٹھ (۶۵۶۳) روپے بنتے ہیں۔ (بھاؤ کی کمی بیشی کے مطابق اس مقدار میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، بہرحال ½ ۱۳۱ تولے چاندی کا حساب رکھنا چاہئے)، اسی کو "مہرِ فاطمی" کہا جاتا ہے۔ بعض اکابر کا معمول رہا ہے کہ اگر ان سے نکاح پڑھانے کی فرمائش کی جاتی تو فرماتے کہ اگر "مہرِ فاطمی" رکھو تو نکاح پڑھائیں گے، ورنہ کسی اور سے پڑھوالو۔ الغرض مسلمانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہی لائقِ فخر ہونا چاہئے اور مہر کی مقدار اتنی رکھنی چاہئے جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس ازواج اور پیاری صاحب زادیوں کے لئے رکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کی عزّت ہے؟ گو اس سے زیادہ مہر رکھنے میں بھی کوئی گناہ نہیں، لیکن زیادتی کو فخر کی چیز سمجھنا، اس پر جھگڑے کھڑے کرنا اور باہمی رنجش کی بنیاد بنالینا جاہلیت کے جراثیم ہیں جن سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

۲:... ایک کوتاہی بعض دیہاتی حلقوں میں ہوتی ہے کہ سوا بتیس روپے مہر کو "شرعِ محمدی" سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ مقدار آج کل مہر کی کم سے کم مقدار بھی نہیں بنتی، مگر لوگ اسی مقدار کو "شرعِ محمدی" سمجھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ خدا جانے یہ غلطی کہاں سے چلی ہے؟ لیکن افسوس ہے کہ "میاں جی" صاحبان بھی لوگوں کو مسئلے سے آگاہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی ۲ تولے ½ ۷ ماشے چاندی ہے، جس کے آج کے حساب سے تقریباً ایک سو اکتیس روپے بنتے ہیں، اس سے کم مہر مقرّر کرنا صحیح نہیں، اور اگر کسی نے اس سے کم مقرّر کرلیا تو دس درہم کی مالیت مہر واجب ہوگا۔[2]

۳:... ایک زبردست کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ مہر ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، بلکہ رواج یہی بن گیا ہے کہ بیویاں حق مہر معاف کردیا کرتی ہیں۔ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ بیوی کا مہر بھی شوہر کے ذمہ اسی طرح کا ایک قرض ہے جس طرح دُوسرے قرض واجب الادا ہوتے ہیں۔ یوں تو اگر بیوی کل مہر یا اس کا کچھ حصہ شوہر کو معاف کردے تو صحیح ہے، لیکن شروع ہی سے اس کو واجب الادا نہ سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: "جو شخص نکاح کرے اور مہر ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو، وہ زانی ہے۔"[3]

---

(۱) عن عمر بن الخطاب قال: ألَا لَا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله لكان أولكم بها نبی الله صلی الله علیه وسلم ما علمت رسول الله صلی الله علیه وسلم نکح شیئًا من نسائه ولَا أنکح شیئًا من بناته علٰی أکثر من اثنتی عشرة اوقیة. (مشكوٰة ص:۲۷۷، باب الصداق، کتاب النکاح).

(۲) ولو سمی أقلّ من عشرة فلها العشرة عندنا. (هداية ج:۲ ص:۳۲۴). أيضًا: ومن جهة السُّنّة حديث حرام بن عثمان عن ابنَیْ جابر عن أبيهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لَا صَدَاق أقلّ من عشرة دراهم .... وأيضًا روی عن علی رضی الله عنه من قوله: لَا صداق أقلّ من عشرة دراهم. (شرح مختصر الطحاوی للجصاص ج:۴ ص:۳۳۹، کتاب النکاح).

(۳) حدثنا عبدالله .... قال: سمعت صهيب بن سنان يحدث قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ايما رجل اصدق إمرأة صداقًا والله أعلم انه لَا يريد أداءها إليه فغرها بالله واستحل فرجها بالباطل لقی الله يوم يلقاه هو زان. (مسند أحمد ج:۴ ص:۳۳۲ طبع بیروت).

۴:...ہمارے معاشرے میں جو اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مہر لینا بھی عیب سمجھا جاتا ہے، اور میراث کا حصہ لینا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے وہ چاروناچار معاف کردینا ہی ضروری سمجھتی ہیں۔ اگر نہ کرتیں تو معاشرے میں "نکو" سمجھی جاتی ہیں۔ دِین دار طبقے کا فرض ہے کہ اس معاشرتی بُرائی کو مٹائیں اور لڑکیوں کو مہر بھی دِلوائیں اور میراث کا حصہ بھی دِلوائیں۔ اگر وہ معاف کرنا چاہیں تو ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنا حق وصول کرلیں اور کچھ عرصہ تک اپنے تصرف میں رکھنے کے بعد اگر چاہیں تو واپس لوٹادیں۔ اس سلسلے میں ان پر قطعاً جبر نہ کیا جائے۔ (۱)

۵:...مہر کے بارے میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ اگر بیوی مرجائے اور اس کا مہر ادا نہ کیا ہو تو اس کو ہضم کرجاتے ہیں، حالانکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر خانہ آبادی سے اور میاں بیوی کی یکجائی سے پہلے بیوی کا انتقال ہوجائے تو نصف مہر واجب الادا ہوگا، اور اگر میاں بیوی کی خلوتِ صحیحہ کے بعد اس کا انتقال ہوا ہو تو پورا مہر ادا کرنا واجب ہوگا، اور یہ مہر بھی اس کے ترکہ میں شامل ہوکر اس کے جائز ورثاء پر تقسیم ہوگا،(۲) اس کا مسئلہ علماء سے دریافت کرلینا چاہئے۔

ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ اگر لڑکی کا انتقال سسرال میں ہو تو اس کا سارا اثاثہ ان کے قبضے میں آجاتا ہے اور وہ لڑکی کے وارثوں کو کچھ نہیں دیتے، اور اگر اس کا انتقال میکے میں ہو تو وہ قابض ہوکر بیٹھ جاتے ہیں اور شوہر کا حق دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ مردے کے مال پر ناجائز قبضہ جمالینا بڑی گری ہوئی بات بھی ہے اور ناجائز مال ہمیشہ نحوست اور بے برکتی کا سبب بنتا ہے، بلکہ بعض اوقات دُوسرے مال کو بھی ساتھ لے ڈُوبتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل و ایمان نصیب فرمائے اور جاہلیت کے غلط رسوم و رواج سے محفوظ رکھے۔

شرعی مہر کا تعین کس طرح کیا جائے؟

سوال:...ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح "شرعی مہر" کے اعتبار سے کرنا چاہتا ہے، تو موجودہ دور میں اس کی کیا مقدار ہوگی؟

جواب:...حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صاحب زادیوں کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا، اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو پانچ سو درہم ہوئے۔(۳) موجودہ دور کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی یا اس کی قیمت مہرِ فاطمی ہوگی۔ فقہِ حنفی کی رُو

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا يحل مال امرىء إلّا بطيب نفس منه۔ (مشكوٰة ص:۲۵۵)۔

(۲) ومن سمى مهر عشرة فما زاد أى فأكثر فعليه المسمّٰى إن دخل أو خلا بها خلوة صحيحة أو مات عنها أو ماتت عنه ...... وإن طلّقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمّٰى إن كان المسمّٰى عشرة فأكثر، وإلّا كان لها خمسة كما مر۔ (اللباب فى شرح الكتاب، كتاب النكاح ج:۲ ص:۱۴۹، ۱۵۰)۔

(۳) عن أبى سلمة قال: سألت عائشة: كم كان صداق النبى صلى الله عليه وسلم؟ قالت: كان صداقه لأزواجه ثنتى عشرة أوقية ونشّ، قالت: أتدرى ما النّشّ؟ قلت: لَا! قالت: نصف أوقية فتلك خمسمائة درهم۔ رواه مسلم۔ (مشكوٰة، الفصل الأوّل ص:۲۷۷)۔ وفى شرحه: قال النووى رحمه الله: استدل أصحابنا بهٰذا الحديث علٰى استحباب كون المهر خمسمائة درهم ...إلخ۔ (مرقاة، باب الصداق ج:۳ ص:۴۴۷)۔

سے مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے،[1] جس کی قیمت آج کل تقریباً ۱۳۱ روپے ہے۔

"مہرِ فاطمی" کسے کہتے ہیں؟ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں کا مہر کتنا تھا؟

سوال:... بعض بزرگ علمائے کرام سے اپنی اولاد کا نکاح بعوض مہرِ فاطمی پڑھانا منقول ہے۔ جبکہ عام طور پر عوام میں یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ شرعی مہر سوا بتیس روپے ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں وضاحت مطلوب ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر کتنا مقرّر کیا گیا تھا؟ اور فی زمانہ اگر کوئی اپنی لڑکی کی شادی بعوض مہرِ فاطمی کرنا چاہے تو آج کل اس کی کیا مقدار ہوگی؟

جواب:... سوا بتیس روپے کو شرعی مہر سمجھنا بالکل غلط ہے، مہر کی کم سے کم مقدار دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے۔[2] اس قدر مالیت سے کم مہر رکھنا دُرست نہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صاحبزادیوںؓ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا، اور ایک اوقیہ چالیس دِرہم کا ہوتا ہے، تو یہ پانچ سو دِرہم ہوئے،[3] موجودہ دور کے حساب سے ایک سو اکتیس تولے تین ماشے چاندی یا اس کی قیمت مہرِ فاطمی ہوگا۔

مہرِ معجّل، موَجل کی اگر تخصیص نہ کی گئی ہو تو کونسا مراد ہوگا؟

سوال:... اگر معجّل اور موَجل کی تخصیص نہ کی جائے تو کیا شمار ہوگا کہ آیا معجّل ہے یا موَجل؟

جواب:... اگر تخصیص نہیں کی تو معجّل ہی مراد ہوگا،[4] اِلَّا یہ کہ اس علاقے کا عرف موَجل کا ہو۔

زیادہ مہر رکھنے پر لوگ بُرا کیوں مناتے ہیں؟ جبکہ اسلام نے زیادہ کی حد مقرّر نہیں کی؟

سوال:... جناب مولانا صاحب! ۱۹/اکتوبر ۱۹۹۵ء کو پاکستان ٹی وی ۲ پر ایک پروگرام عورتوں کے حقوق سے متعلق تھا، اس میں مقرّر نے حق مہر کے بارے میں فرمایا کہ جتنا زیادہ ہو، وہ اچھا ہے۔ قرآن کا حوالہ دیا کہ اگر بیوی کو سونے کا ڈھیر بھی دے دو تو اس میں سے واپس نہیں لینا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ سنایا کہ انہوں نے عورتوں کے لئے حق مہر کی حد مقرّر کرنا چاہی تو ایک عورت نے کھڑے ہوکر کہا کہ آپ کون ہوتے ہیں حد مقرّر کرنے والے؟ تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ اچھا ہوا تم نے مجھے ایک غلطی سے روکا۔ شادی

---

(۱) وأقل المهر عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل .... أو ما قيمة عشرة دراهم يوم العقد. (اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۱۴۹). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شرح مختصر الطحاوي ج:۴ ص:۳۹۸ تا ۴۰۴ كتاب النكاح، طبع دار السراج).

(۲) قوله وأقل المهر عشرة دراهم أو ما قيمة عشرة دراهم يوم العقد لا يوم القبض ...إلخ. (الجوهرة النيرة، كتاب النكاح ج:۲ ص:۷۹ طبع مكتبه حقانيه ملتان، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۲۴، طبع مكتبه شركت علميه ملتان).

(۳) عن أبي سلمة قال: سألت عائشة: كم كان صداق النبي صلى الله عليه وسلم؟ قالت: كان صداقه لأزواجه ثنتي عشرة أوقية ونشّ، قالت: أتدري ما النّش؟ قلت: لا! قالت: نصف أوقية فتلك خمسمائة درهم. رواه مسلم. (مشكوٰة، الفصل الأوّل ص:۲۷۷).

(۴) إن لم يؤجل أو يعجل كله فكما شرط ولأن الصريح يفوق الدلالة إلا إذا جهل الأجل جهالة فاحشة فيجب حالًا. (شامي ج:۳ ص:۱۴۴، باب المهر، كتاب النكاح، طبع سعيد).

میں حق مہر پر جھگڑا رہتا ہے اور شرعی حق مہر کی جب بات ہوتی ہے تو وہ کچھ اور بتاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق مہر اتنا ہی فرمایا ہے، آپ حق مہر کے بارے میں بتائیں کتنا ہونا چاہئے اور زیادہ دینا دُرست ہے کہ نہیں؟

جواب:... حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (یعنی ۲ تولے ساڑھے سات ماشے چاندی) ہے،[1] زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں، حتیٰ کہ پوری دُنیا کی دولت بھی ایک عورت کا مہر ہوسکتی ہے۔ البتہ شریعت نے چند اُمور کی رہنمائی فرمائی ہے:

۱:... مہر میں تفاخر صحیح نہیں کہ محض نمائش کے لئے زیادہ سے زیادہ مقرّر کیا جائے، بلکہ جتنا مہر (اور دیگر مصارف) کم ہوں، نکاح اسی قدر موجبِ برکت ہوگا۔[2]

۲:... مہر مقرّر کرتے وقت نیت اس کے ادا کرنے کی ہونی چاہئے، حدیث میں ہے کہ جو شخص عورت کا مہر اَدا کرنے کا اِرادہ نہ رکھتا ہو، وہ زانی ہے (مجمع الزوائد ص:۲۸۴، ابن ابی شیبہ ج:۴ ص:۳۶۰)۔[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ اور بناتِ طاہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا (یعنی ۱۳۱ تولے ۳ ماشے چاندی)، ایک مسلمان کو اس کی رغبت ہونی چاہئے۔[4]

بتیس ۳۲ روپے کو شرعی مہر سمجھنا غلط ہے

سوال:... جب محفلِ نکاح منعقد ہوتی ہے تو مولوی صاحب جو نکاح خواں ہوتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ حق مہر کتنا مقرّر کیا جائے؟ اس وقت حاضرین ورثاء عموماً یہ کہتے ہیں کہ مہرِ شرعی مقرّر کردو، تو مہرِ شرعِ محمدی بتیس روپے دس آنے دس پیسے مقرّر کیا جاتا ہے۔ کیا شرعی مہر اتنا ہی ہوتا ہے؟

---

(۱) أقل المهر عشرة دراهم ... إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۲۴، كتاب النكاح، باب المهر). أيضًا: وفي شرح مختصر الطحاوي (ج:۴ ص:۳۹۸) قال: ولَا صَداق أقلَّ من عشرة دراهم لقول الله تعالىٰ: وأحل لكم ما وراء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم. فأباح عقد النكاح بشرط أن يكون البدل أموالًا، وما دون العشرة لَا يتناوله إسم الأموال .... ومن جهة السُّنَّة: حديث حرام بن عثمان عن ابني جابر عن أبيهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (لَا صداق أقلَّ من عشرة دراهم) .... وأيضًا: روى عن علي رضي الله عنه من قوله: لَا صداق أقلَّ من عشرة دراهم.

(۲) عن عائشة قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة. (مشكوٰة ص:۲۶۸).

(۳) حدثنا عبدالله .... قال: سمعت صهيب بن سنان يحدث قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ايما رجل اصدق إمرأة صداقًا والله أعلم انه لَا يريد أداءها إليه فغرها بالله واستحل فرجها بالباطل لقى الله يوم يلقاه هو زان. (مسند أحمد ج:۴ ص:۳۳۲، مجمع الزوائد ص:۲۸۴، مصنّف ابن أبي شيبة ج:۴ ص:۳۶۰).

(۴) عن عمر بن الخطاب قال: ألَا لَا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله لكان أولكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم، ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئًا من نسائه ولَا أنكح شيئًا من بناته علىٰ أكثر من اثنتي عشرة أوقية. (مشكوٰة ص:۲۷۷، كتاب النكاح، باب الصداق).

جواب:... بتیس روپے کو شرعی مہر سمجھنا بالکل غلط ہے۔ مہر کی کم سے کم مقدار دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے، اس قدر مالیت سے کم مہر رکھنا دُرست نہیں۔[1]

مہر نکاح کے وقت مقرّر ہوتا ہے اس سے پہلے لینا بردہ فروشی ہے

سوال:... ہمارے قبیلے میں ایک مہر کے بجائے دو مہر لئے جاتے ہیں، ایک مہر شادی سے پہلے اور دُوسرا شادی کے بعد۔ شادی سے پہلے چالیس ہزار روپے سے لے کر ایک لاکھ روپے تک مہر لیا جاتا ہے، دُوسرا مہر وکیل جو بولے چاہے وہ ایک ہزار بولے اسے دینا پڑے گا، کیا یہ دِینِ اسلام میں جائز ہے؟

جواب:... شرعی مہر تو وہی ہے جو نکاح کے وقت مقرّر کیا جاتا ہے، اور وہ لڑکے اور لڑکی دونوں کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے۔ باقی آپ نے اپنے قبیلے کی جو رسم لکھی ہے کہ وہ چالیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ روپے تک کی رقم وصول کرتے ہیں، یہ مہر نہیں بلکہ نہایت قبیح جاہلانہ رسم ہے،[2] اور اس کی نوعیت بردہ فروشی کی ہے، اس رسم کی اصلاح کرنی چاہئے اور یہ کام قبیلے کے معزّز لوگ کرسکتے ہیں۔

برادری کی کمیٹی سب کے لئے ایک مہر مقرّر نہیں کرسکتی

سوال:... برادری کی ایک کمیٹی نے حق مہر کے لئے ایک رقم مقرّر کردی ہے، اس سے کم وبیش نہیں کرنے دیتے، تو کیا کمیٹی کا یہ فیصلہ دُرست ہے؟ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو اسے اس مقدارِ مہر پر مجبور کرنا دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... برادری کی کمیٹی کا فیصلہ غلط ہے۔ حق مہر میں بیوی وشوہر کی حیثیت کو ملحوظ رکھیں اور بالغ عورت اور اس کے والدین کی رضامندی کے ساتھ مہر مقرّر کریں۔ مہر چونکہ بیوی کا حق ہے، اس لئے برادری کے لوگ اس کی مقدار مقرّر کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے،[3] البتہ برادری کے لوگوں کو مناسب مہر مقرّر کرنے کی اپیل کرنی چاہئے۔[4]

برادری کا مقرّر کردہ پانچ سو نقد اور دس ہزار اُدھار مہر دُرست ہے

سوال:... جناب کہتے ہیں کہ سوا بتیس روپے یا اور کوئی رقم شرعی مہر نہیں ہے، بلکہ مہر دُولہا کی مالی حیثیت پر ہے، مگر ہماری

(۱) حدثنا القاسم بن محمد قال: سمعت جابرًا رضی الله عنه یقول قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ولَا مهر أقل من عشرة۔ (اعلاء السنن، مبحث المهر ج:۱ ص:۸۰، أیضًا: اللباب فی شرح الکتاب ج:۲ ص:۱۴۹)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شرح مختصر الطحاوی ص:۳۹۸ تا ۴۰۴، طبع دار السراج، بیروت۔

(۲) أخذ أهل المرأة شیئًا عند التسلیم فللزوج أن یسترده، لأنه رشوة۔ (الدر المختار ج:۳ ص:۱۵۶)۔

(۳) واٰتوا النساء صدقٰتهن نحلة، أی مهورهن سمی صداقًا وصدقة، قال الکلبی وجماعة هٰذا خطاب للأولیاء ....

ولما کان الصداق عطیة من الله تعالٰی علی النساء صارت فریضةً وحقًّا لهنّ علی الأزواج ونظرًا إلٰی هٰذا قال قتادة: فریضة ...إلخ۔ (تفسیر المظهری ج:۲ ص:۲۲۰، ۲۲۱، سورة النساء:۴، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

(۴) أیضًا وصح حطها کله أو بعضه عنه، وفی الشامیة: وقید بحطها لأن حط أبیها غیر صحیح لو صغیرة، ولو کبیرة توقف علٰی اجازتها۔ (درمختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۱۱۳، باب المهر)۔

برادری کی جماعت جو مہر مقرّر کردیتی ہے، ایک ہی امیر اور غریب کی شادی کے لئے مقرّر ہے۔ اس وقت پانچ سو روپے کیش اور دس ہزار روپے اُدھار مقرّر ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... پانچ سو نقد اور دس ہزار روپے مہر مقرّر کرنا صحیح ہے، لیکن اگر کوئی غریب ہو تو یہ رقم زیادہ ہے۔ برادری کو اس کے بارے میں علماء کے مشورے سے کوئی بات طے کرنی چاہئے۔

کیا حق مہر دُولہا کے بڑے بھائی پر فرض ہوتا ہے؟

سوال:... میری والدہ نے میرے چھوٹے بھائی کی منگنی کردی ہے، سسرال والوں نے کافی رقم بھائی پر حق مہر کی رکھی ہے، والدہ کا کہنا ہے کہ یہ رقم ادا کرنا میرا فرض ہے، کیونکہ میں بڑا بھائی ہوں، اور بڑا بھائی باپ کی جگہ ہوتا ہے، آپ شریعت کی روشنی میں واضح کریں کہ حق مہر اَدا کرنا مجھ پر فرض ہے یا بھائی پر؟

جواب:... بیوی کا مہر اس کے شوہر کے ذمے لازم ہے،[1] اگر آپ کے پاس گنجائش ہو تو آپ چھوٹے بھائی کی اعانت کرسکتے ہیں، ورنہ یہ مہر آپ کے ذمے لازم نہیں، بلکہ آپ کے چھوٹے بھائی کے ذمے لازم ہے۔

کیا نکاح کے لئے مہر مقرّر کرنا ضروری ہے؟

سوال:... نکاح کے لئے مہر رکھنے کے بارے میں اسلامی شریعت کیا کہتی ہے؟ نکاح کے لئے مہر کا رکھنا شرعی رُو سے کیا لازم ہے؟ نکاح کے وقت مہر نہ رکھا جائے تو؟ اگر اسلامی شریعت مہر کو لازم قرار دیتی ہے تو کم از کم، اور زیادہ سے زیادہ کتنا مہر رکھا جائے؟

جواب:... نکاح میں مہر کا رکھنا ضروری ہے، نکاح کے وقت اگر مہر مقرّر نہیں کیا گیا تو ''مہرِ مثل'' لازم ہوگا،[2] اور ''مہرِ مثل'' سے مراد یہ ہے کہ اس خاندان کی لڑکیوں کا جتنا مہر رکھا جاتا ہے، اتنا لازم ہے۔ مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے۔ نکاح کے دن بازار میں اتنی چاندی کی جتنی قیمت ہو، اس سے کم مہر رکھنا جائز نہیں۔[3] اور زیادہ مہر کی کوئی حد مقرّر نہیں کی گئی، فریقین کی باہمی رضامندی سے جس قدر مہر رکھا جائے جائز ہے۔ لیکن مہر لڑکی اور لڑکے کی حیثیت کے مطابق رکھنا

---

(۱) "وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً" (النساء:۴)۔ وفی التفسیر المظهری تحت هٰذه الآية: ولما كان الصداق عطية من الله تعالٰى على النساء، صارت فريضة وحقًا لهنّ على الأزواج، ونظرًا إلٰى هٰذا قال قتادة: فريضة. (تفسير مظهری ج:۲ ص:۲۲۱، طبع رشديه كوئٹه)۔

(۲) وان تزوّجها ولم يسم لها مهرًا أو تزوّجها علٰى أن لَا مهر لها فلها مهر مثلها إن دخل بها. (عالمگيری، الفصل الثانی فيما يتأكد به المهر ج:۱ ص:۳۰۴، أيضًا: الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۸۰)۔

(۳) قوله ومهر مثلها يعتبر باخواتها وعماتها وبنات عمها .... لأن المرأة تنسب إلٰى قبيل أبيها وتشرف بهم. (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۸۷، كتاب النكاح، طبع حقانيه ملتان)۔ أقل المهر عشرة دراهم. (عالمگيری، الفصل الأوّل فی بيان أدنى مقدار المهر إلخ ج:۱ ص:۳۰۲)، أيضًا: وأقل المهر عشرة دراهم أو ما قيمة عشرة يوم العقد لَا يوم القبض. (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۷۹)۔

چاہئے تاکہ لڑکا اسے بہ سہولت ادا کرسکے۔

مہر وہی دینا ہوگا جو طے ہوا، مرد کی نیت کا اعتبار نہیں

سوال:... کسی انسان کی شادی ہو اور وہ مرد صرف اس وجہ سے کہ مہر کی رقم اس کی حیثیت کی بہ نسبت زیادہ ہے، یہ نیت کر بیٹھتا ہے کہ مجھے کون سا مہر دینا ہے، یا حیثیت ہوتے ہوئے بھی یہ نیت کر بیٹھے تو نکاح ہوجائے گا یا نہیں؟

جواب:... اس صورت میں نکاح ہوجائے گا اور جو مہر مقرّر ہوا وہی دینا بھی پڑے گا،[1] اس کی نیت کا اعتبار نہیں، مگر اس غلط نیت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔[2]

بیس سال بعد مہر کی ادائیگی کس سکے سے ہوگی؟

سوال:... میری شادی کو بیس سال ہوگئے ہیں، نکاح کے وقت مہر بارہ ہزار مقرّر ہوا تھا، کیا بیس سال بعد بھی یہی رقم مجھے ملے گی؟

جواب:... چونکہ بارہ ہزار روپے سکہ رائج الوقت مقرّر ہوا تھا، اس لئے وہی رقم ملے گی، اگر مہر سونے یا چاندی کی شکل میں رکھا جاتا تو اس طرح نقصان نہ ہوتا۔[3]

مہر کی رقم کا ادا کرنے کا طریقہ

سوال:... مہر کی رقم ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:... صحیح طریقہ یہ ہے کہ بلاکم و کاست مہر زوجہ کو ادا کردیا جائے، اور مہر شبِ زفاف کے بعد لازم ہوجاتا ہے، یا دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجائے۔[4]

مہر کی رقم کب ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال:... اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ نکاح کے وقت جو مہر کی رقم مقرّر کی جاتی ہے مثلاً ۲۰ ہزار روپے، ۴۰ ہزار روپے تو یہ رقم بیوی سے معاف کروانی ضروری ہے، ورنہ مرد بیوی کے پاس جانے کا حق دار نہیں ہے اور نہ ہی اسے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ برائے مہربانی

---

(۱) ومن سمّٰی مهرًا عشرة فیما زاد فعلیه المسمّٰی إن دخل بها أو یموت عنها۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۲۴)۔

(۲) حدثنا عبدالله .... قال: سمعت صهیب بن سنان یحدث قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ایما رجل اصدق إمرأة صدقًا والله أعلم انه لَا یرید أداءها إلیه فعرها بالله واستحل فرجها بالباطل لقی الله یوم تلقاء هو زان۔ (مسند أحمد ج:۴ ص:۳۳۲ طبع بیروت)۔

(۳) ومن سمّٰی مهرًا عشرة فیما زاد فعلیه المسمّٰی إن دخل بها أو یموت عنها۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۲۴، باب المهر، طبع ملتان۔ أیضًا: الجوهرة النیرة ج:۲ ص:۷۹، طبع حقانیه ملتان)۔

(۴) والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحیحة وموت أحد الزوجین سواء کان مسمی أو مهر المثل۔ (عالمگیری، کتاب النکاح، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر ج:۱ ص:۳۰۳، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

میری یہ اُلجھن دُور کریں۔

جواب:...مہر معاف کرانے کے لئے مقرّر نہیں کیا جاتا بلکہ ادا کرنے کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اس لئے مہر معاف کرانے کے بجائے ادا کرنا چاہئے، مگر اس کا فوری طور پر ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ عورت کے مطالبے پر اَدا کرنا ضروری ہے،[۱] اور مہر اَدا کئے بغیر بیوی کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔

مہر کی ادائیگی بوقتِ نکاح ضروری نہیں

سوال:...حق مہر کی بوقتِ نکاح نقد ادائیگی ضروری ہے، یا کہ نکاح نامے پر ایک معاہدہ کی صورت میں اس قسم کا اندراج ہی کافی ہوتا ہے؟ یعنی بعوض اتنی رقم بطور حق مہر فلاں ولد فلاں کا نکاح فلاں بنت فلاں سے قرار پایا وغیرہ وغیرہ۔

جواب:...مہر کی ادائیگی بوقتِ نکاح ضروری نہیں، بعد میں عورت کے مطالبے پر ادا کیا جاسکتا ہے۔[۲]

وہم کو دُور کرنے کے لئے دوبارہ مہر ادا کرنا

سوال:...میرا ایک دوست ہے جو اِنتہائی وہمی مزاج ہے، وہ عجیب شش و پنج میں مبتلا ہے، اس کی شادی کو تقریباً دو سال ہوگئے ہیں، چند دنوں بعد اس کا بچہ بھی ہونے والا ہے، وہ کہتا ہے کہ شادی کی پہلی رات میں نے بیوی کو شرعی حق مہر ادا کیا تھا لیکن اب شک اور وہم ہے کہ شاید شرعی حق مہر اَدا نہ کیا ہو؟ اس کی بیوی کو بھی صحیح یاد نہیں ہے، اس شک اور وہم کو دُور کرنے کے لئے کیا وہ دوبارہ شرعی حق مہر اَدا کرے؟

جواب:...دوبارہ ادا کرے۔[۳] لیکن دو سال بعد اگر اسے پھر وہم ہوگیا کہ میں نے ادا نہیں کیا تو پھر کیا ہوگا؟ اس کا علاج یہ ہے کہ مہر ادا کرنے کی باقاعدہ تحریر لکھ لی جائے اور اس پر گواہ بھی مقرّر کرلئے جائیں تاکہ آئندہ اس کو پھر وہم نہ ہوجائے۔

والدہ کا بیٹے کو مہر اَدا کرنے کی خاطر رقم دینا

سوال:...میرے پاس کچھ رقم ہے، میں بیٹے کو دینا چاہتی ہوں، کیا وہ اس سے مہر کا قرضہ ادا کرسکتا ہے؟

جواب:...جب آپ نے بیٹے کو رقم دے دی تو اس کی ملکیت ہوگئی،[۴] وہ اس کو مہر کی ادائیگی میں خرچ کرسکتا ہے۔[۵]

---

(۱) وللمرأة أن تمنع نفسها حتّٰی تأخذ المهر، وتمنعه أن يسافر بها ...إلخ. (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۸۷).

(۲) أيضًا.

(۳) عن الحسن بن علي قال: حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم: دع ما يريبك إلٰى ما لَا يريبك. (مشكوٰة، باب الكسب وطلب الحلال ص:۲۴۲).

(۴) تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض الكامل، لأنها من التبرعات، والتبرع لَا يتم إلّا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز ج:۱ ص:۴۶۱، رقم المادة:۸۳، كتاب الهبة، أيضًا: فتاوىٰ شامي ج:۵ ص:۶۹۲، كتاب الهبة).

(۵) كلٌّ يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة ج:۱ ص:۶۵۴، رقم المادة:۱۱۹۲، كتاب الشركة). أيضًا: لأن الملك ما من شانه أن يتصرف فيه بوصف الإختصاص. (رد المحتار ج:۴ ص:۵۰۲، مطلب في تعريف المال والملك).

زیورات دُلہن کو دے کر کس طرح مہر بنایا جائے؟

سوال:... اِستعمال میں لانے کی چیزیں، مثلاً کپڑے، جوتے، میک اَپ اور سونا لڑکی کے لئے بھیج دیا جاتا ہے تاکہ رُخصتی پر وہ پہن لے، تو نکاح سے قبل سامان خصوصاً سونا مہر کی شکل میں بھیج دیا تو وہ کیسے مہر کہلائے گا؟ یا دُلہن والوں کو بتایا جائے؟ یا رُخصتی کے بعد دُولہا خود دُلہن کو بتائے کہ یہ مہر طے ہوا تھا اور اب یہ سیٹ آپ کی ملکیت ہے، کیونکہ سامان سونے کا سیٹ جو دُلہن کو دیا جاتا ہے عموماً غالباً ایسا نہیں ہوتا کہ جو سیٹ دُلہن کو دِیا وہی مہر بنا دیا یا ہوتا ہے تو مجھے بتائیں۔ اُمید ہے کہ جواب مکمل اور تسلی بخش دیں گے۔ کیونکہ میں بات واضح ہی سمجھتا ہوں، اِشارۃً یا کنایۃً بات سمجھنے میں مجھے نہیں آتی۔

جواب:... دونوں صورتیں جائز ہیں، مہر کا سونا پیشگی بھیج دینا بھی صحیح ہے، یا بطورِ عاریت دے دیا جائے اور بعد میں اس کو مہر بنا دیا جائے یہ بھی صحیح ہے۔ [۱]

دیا ہوا زیور حق مہر میں لکھوانا جائز ہے

سوال:... کیا شرع میں مہر کی کوئی حد مقرّر ہے؟ لڑکے والے بَری میں کپڑوں وغیرہ کے علاوہ لڑکی کو زیور بھی دیتے ہیں، کیا اس زیور کو لڑکے کی طرف سے مہر میں لکھایا جاسکتا ہے جبکہ سونے کی قیمت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے؟

جواب:... مہر کی کم از کم مقدار حنفیہ کے نزدیک دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی مالیت ہے، [۲] زیادہ پر کوئی پابندی نہیں۔ لڑکے کی طرف سے جو زیور دیا جاتا ہے اس کو مہر میں لکھایا جاسکتا ہے۔ [۳]

قرض لے کر حق مہر ادا کرنا

سوال:... کیا شرعی حق مہر کسی سے اُدھار رقم لے کر ادا کیا جاسکتا ہے؟

جواب:... کیا جاسکتا ہے۔ مگر بہتر ہوگا کہ بیوی سے اُدھار کرلے، یعنی گنجائش کے وقت دینے کا وعدہ کرلے۔

بیوی کی رضامندی سے مہر قسطوں میں ادا کرنا جائز ہے

سوال:... میں ایک ملازم ہوں، محدود آمدنی ہے، تقریباً ۷۵۰ روپے ماہانہ ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کا مہر جو کہ ۲۵۰۰۰ روپے ہے ادا کردوں، برائے مہربانی آپ مجھے شریعت کی رُو سے ایسا طریقہ بتائیں کہ مہر ادا ہوجائے۔ یا میں مہر کی رقم قسطوں میں ادا کرسکتا ہوں؟

---

(۱) لو بعث إلى امرأته شيئًا ولم يذكر جهة عند الدفع غير المهر فقالت: هو هدية، وقال هو: من المهر، فالقول له بيمينه. (درمختار مع رد المحتار، باب المهر ج:۳ ص:۱۵۱).

(۲) أقل المهر عشرة دراهم. (عالمگیری، الفصل الأوّل فی بیان أدنی مقدار المهر إلخ ج:۱ ص:۳۰۲).

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

جواب:... بیوی کی رضامندی سے جائز ہے۔[۱]

مہر مرد کے ذمہ بیوی کا قرض ہوتا ہے

سوال:... اگر حق مہر طے ہوا ہو اور وہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور نہ بخشایا ہو تو اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کیونکہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے شادی کئے ہوئے بھی بیس سال ہوگئے ہیں اور میں نے حق مہر کے بارے میں کبھی خیال بھی نہیں کیا ہے۔

جواب:... عورت کا مہر، شوہر کے ذمہ قرض ہے، خواہ شادی کو کتنے ہی سال ہوگئے ہوں وہ واجب الادا رہتا ہے،[۲] اور اگر شوہر کا انتقال ہوجائے اور اس نے مہر نہ ادا کیا تو اس کے ترکہ میں سے پہلے مہر ادا کیا جائے گا پھر ترکہ تقسیم ہوگا۔[۳]

حق مہر کے بدلے دُوسری چیز دینا، نیز حق مہر کس کی ملکیت ہوتا ہے؟

سوال:... حق مہر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور موجودہ دور میں یہ کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنا طے کرنا چاہئے؟ کیونکہ میرے سسرال والے مبلغ ۵۰,۰۰۰ روپے حق مہر مقرّر کرانے پر بضد ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ حق مہر شادی کی پہلی رات کو ہی بیوی سے تعلقات سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے، مگر میں حق مہر اَدا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، تو کیا اتنی ہی مالیت کی کوئی دُوسری چیز بیوی کو حق مہر کے عوض دی جاسکتی ہے؟ مثلاً زیورات یا پلاٹ و جائیداد وغیرہ؟ اور کیا حق مہر بیوی کی ملکیت ہوتا ہے یا بیوی کے باپ کی؟ اصل حق دار کون ہے؟ اور کسے دینا چاہئے؟ اور کیا اِنتہائی مجبوری کی حالت میں بیوی کو اَدا کیا ہوا حق مہر بطورِ قرض شوہر لے کر اِستعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... شرعاً کم سے کم مہر کی مقدار مقرّر ہے، دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی مالیت سے کم نہیں ہونا چاہئے۔[۴] زیادہ کی کوئی حد مقرّر نہیں۔ فریقین رضامندی سے جتنا مہر مقرّر کرلیں صحیح ہے، مگر دونوں کی حیثیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ مہر اتنا مقرّر کیا جائے جس کو شوہر اَدا کرسکے۔

---

(۱) لو أجلته بعد العقد مدة معلومة ليس لها أن تحبس نفسها. (عالمگیری، کتاب النکاح، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها ...إلخ ج:۱ ص:۳۱۸، طبع رشیدیه کوئٹه).

(۲) وفی الفتاوی الهندية (ج:۱ ص:۳۰۳) کتاب النکاح: والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمّى أو مهر المثل حتّى لَا يسقط منه شيء بعد ذالک إلّا بالإبراء من صاحب الحق. أيضًا: ولما كان الصداق عطية من الله تعالٰى على النساء، صارت فريضة وحقًّا لهن على الأزواج. (تفسير مظهری ج:۲ ص:۲۲۱). وفی تفسير ابن كثير (ج:۲ ص:۱۹۱) وليس ينبغی لأحد بعد النبی صلى الله عليه وسلم أن ينكح إمرأة إلّا بصداق واجب، ولَا ينبغی أن يكون تسمية الصداق كذبًا بغير حق.

(۳) إذا مات الزوجان وقد سمّى لها مهرًا فلورثتها أن يأخذوا ذٰلک من ميراثه. (هداية، باب المهر ج:۲ ص:۳۳۷).

(۴) أقل المهر عشرة دراهم أو ما قيمته عشرة دراهم يوم العقد لَا يوم القبض، والمعتبر وزن سبعة ...إلخ. (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۷۹، کتاب النکاح).

*:...شادی کی پہلی رات مہر کا اَدا کرنا لازم نہیں، البتہ اگر مہر معجّل ہو تو عورت مطالبہ کرسکتی ہے۔ (۱)

*:...بیوی سے مہر معاف نہیں کرانا چاہئے، بلکہ ادا کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بیوی کا قرض ہے، اگر وہ خودخوشی سے کُل یا بعض چھوڑ دے تو ٹھیک ہے۔ (۲)

*:...مہر بیوی کی ملکیت ہے، اس کے باپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (۳)

*:...مہر کی مالیت کے برابر زیورات یا دُوسری چیز جس پر بیوی راضی ہو، دی جاسکتی ہے۔ (۴)

*:...بیوی سے مہر بطورِ قرض لیا جاسکتا ہے۔

دُولہا کی رضامندی کے بغیر پچھتّر ہزار روپے مہر رکھ دیا جائے تو وہ کیا کرے؟

سوال:...شادی کے موقع پر میں درمیانہ مہر رکھوانا چاہتا تھا، لیکن پچھتّر ہزار مہر رکھا گیا، جو میری اِستطاعت سے بہت زیادہ ہے، اور میں مہر کو واجب الادا سمجھتا ہوں، کیا اس صورت میں کچھ رقم حیلہ بہانہ کرکے معاف کراسکتا ہوں تاکہ میں اس فرض سے بَری ہوجاؤں؟ اتنی بڑی رقم دو ہزار روپے تنخواہ والا کیسے ادا کرسکتا ہے؟

جواب:...بیوی سے معاملہ کرلو کہ اگر زیادہ رقم اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں تو زیادہ دے دُوں گا، ورنہ دو تین سو روپے ماہوار ادا کرتے رہو، واللہ اعلم!

اگر دوست نے مہر اَدا کردیا تو اَدا ہوجائے گا

سوال:...ایک نکاح کی مجلس میں دُولہا کے نکاح پر ۵۰۰ روپے حق مہر طے پایا، جو دُولہا کے ایک دوست نے موقع پر اَدا کردیا، دوست کا اَدا کیا ہوا حق مہر دُرست ہے؟

جواب:...دُرست ہے۔

یہ کہہ کر مہر زیادہ رکھنا کہ لڑکی معاف کردے گی، لیکن لڑکی معاف نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال:...میرے ایک دوست کی شادی ہوئی، مہر کے مسئلے پر لڑکی کے والد نے لڑکی کا مہر دو لاکھ روپے رکھا، جبکہ لڑکے نے کہا کہ یہ میری گنجائش سے باہر ہے، میں نہیں دے سکتا، لڑکی کے والد نے کہا کہ تم ہم پر یقین کرو، ہماری لڑکی شادی کے ایک ہفتے بعد مہر معاف کردے گی۔ شادی کے ایک ہفتے بعد جب شوہر نے بیوی سے مہر معاف کرنے کو کہا تو لڑکی نے جواب دیا کہ میں بے وقوف تو

---

(۱) إن المعجل إذا ذكر في العقد ملكت طلبه ... إلخ۔ (البزازية على هامش الهندية ج:۴ ص:۱۳۲)۔

(۲) وإن حطت عنه من مهرها صح الحط لأن المهر حقها والحط يلاقيه حالة البقاء۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۵، أيضًا: الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۸۱)۔

(۳) عن أبي صالح قال: كان الرجل إذا زوج ابنته أخذ صداقها دونها، فنهاهم الله عن ذالك، ونزل: وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة، رواه ابن أبي حاتم وابن جرير۔ (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۱۹۱، سورة النساء، طبع رشديه كوئٹه)۔

(۴) أقل المهر عشرة دراهم أو ما قيمته عشرة دراهم يوم العقد۔ (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۷۹، كتاب النكاح)۔

نہیں جو مہر معاف کردوں۔ اس بات پر لڑکے نے اپنی بیوی کو ایک پرچے پر لکھ کر تین طلاقیں دے دیں اور کہہ دیا کہ آج سے تمہارا میرا کوئی رشتہ نہیں، تم میری بہن کی طرح ہو۔ اور لڑکے نے عدت کے اخراجات ۱۲۰۰ روپے لڑکی کو دے دیئے جو کہ لڑکی نے لے لئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مہر کی ادائیگی کس طرح کی جائے جبکہ لڑکے کی اتنی گنجائش نہیں ہے؟

جواب:... مہر کی رقم جتنی مقرّر کی گئی تھی، وہ لازم ہوگئی، وہ کس طرح ادا کرے گا؟ یہ بات وہی بتاسکتا ہے۔[1]

ایک لاکھ مہر رکھنا، نیز لڑکے کی اِجازت کے بغیر مکان لڑکی کے نام لکھنا

سوال:... میرے نکاح کے وقت رجسٹرار صاحب نے حق مہر کے کالم میں تحریر کیا کہ مہر کی رقم شرحِ محمدی مبلغ ایک لاکھ روپیہ صرف۔ نکاح کے بعد میری اِجازت کے بغیر ایک پلاٹ جو کہ میرا ملکیتی ہے کے بارے میں تحریر کردیا گیا کہ لڑکی کو دیا گیا، نیز مکمل نان نفقہ جہاں بھی رہے، کیا یہ تحریر کرنا میری اِجازت کے بغیر دُرست ہے؟ مقامی علماء کے مطابق کیونکہ حق مہر شرحِ محمدی بھی ہے اور ایک لاکھ روپیہ بھی لہٰذا یہ نکاح ہی نہیں ہوا۔ براہِ کرم اوّلین فرصت میں مطلع فرمائیں تاکہ ہم حرام زندگی گزارنے سے بچ سکیں۔

جواب:... نکاح صحیح ہے، ایک لاکھ کا مہر بھی[2]... جبکہ فریقین کی رضامندی کے بعد مقرّر کیا گیا ہو... شرعِ محمدی کے مطابق ہے۔ آپ کی اِجازت کے بغیر جو پلاٹ لڑکی کے نام لکھا گیا، اگر آپ اس کو قبول نہیں کرتے تو اس تحریر کا کوئی اِعتبار نہیں۔[3] نان ونفقہ دونوں کی حیثیت کے مطابق لازم ہے، خواہ لکھا گیا ہو، یا نہ،[4] واللہ اعلم!

مہر کے طور پر گھر نام لکھوانے کا مطالبہ کرنا

سوال:... والدین کو اپنی بچی کے لئے الگ مکان بنوانے کا مطالبہ کرنا اور مہر کے طور پر بچی کے نام لکھوانا کیسا ہے؟

جواب:... رہائش شوہر کے ذمے ہے،[5] مکان بنواکر نام کرنا اس کے ذمے نہیں۔ ہاں! کسی نے مہر ہی "مکان" مقرّر کیا ہو تو صحیح ہے۔[6]

---

(۱) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمّٰى أو مهر المثل حتّٰى لَا يسقط منه شيء بعد ذالك إلّا بالإبراء من صاحب الحق. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الثاني)۔ ومن سمّٰى مهرًا عشرة فما زاد عليه المسمّٰى إن دخل بها أو يموت عنها. (هداية ج:۲ ص:۳۲۴)۔

(۲) ومن سمّٰى مهرًا عشرة فما زاد فعليه المسمّٰى إن دخل بها أو يموت عنها. (هداية ج:۲ ص:۳۲۴)۔

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا يحل مال امرىء إلّا بطيب نفس منه. (مشكوٰة ص:۲۵۵)۔

(۴) النفقة واجبة للزوجة علٰى زوجها ...... نفقتها وكسوتها وسكناها. (هداية ج:۲ ص:۴۳۷)۔

(۵) أيضًا۔

(۶) ومن سمّٰى مهرًا عشرة فما زاد فعليه المسمّٰى إن دخل بها أو يموت عنها. (هداية ج:۲ ص:۳۲۴)۔ وتجب عند وطؤ أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما. (درمختار ج:۳ ص:۱۰۲، باب المهر)، وفي الشامية: وإذا تأكد المهر بما ذكر لَا يسقط بعد.

طلاق دینے کے بعد مہر اور بچوں کا خرچ دینا ہوگا

سوال:...اگر زید اپنی بیوی کو طلاق نامہ ارسال کردے تو کیا شرعی حیثیت سے وہ حق مہر اور بچوں کے خرچ کا ذمہ دار ہوگا؟ جبکہ وہ بچے لینا نہیں چاہتا اور اس کے مالی وسائل بھی اتنے نہیں کہ وہ حق مہر کی کثیر رقم کے علاوہ بچوں کا خرچہ بھی یکمشت دے سکے۔ جبکہ زید کی سسرال والے طلاق نامہ ملنے پر یکمشت مہر کی رقم اور بچوں کے خرچے کا دعویٰ کریں گے، ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:...مہر تو دینا ہی پڑے گا، عورت اگر چاہے تو قسطوں میں وصول کرسکتی ہے[۱]، بچوں کو خرچ اس کو ماہوار دینا ہوگا[۲]، خرچ کی مقدار صلح صفائی سے بھی طے ہوسکتی ہے اور عدالت کے ذریعہ بھی۔

بہو پر جھوٹے اِلزامات لگانے والوں پر حق مہر و نان ونفقہ کا دعویٰ کرنا

سوال:...میری بیٹی پر اس کے سسرال والوں نے جھوٹے اِلزامات لگائے تا کہ انہیں جہیز اور مہر واپس نہ کرنا پڑے، اور ہم خود خلع لے لیں، جس کے جواب میں ہم نے حق مہر اور نان ونفقہ کا دعویٰ کردیا، آپ بتائیں کہ لڑکی کو حق مہر و نان ونفقہ لینے کا حق ہے یا نہیں؟ جبکہ مہر مؤجل ہے۔

جواب:...اگر خدانخواستہ علیحدگی ہوجائے تو جہیز کا سامان لڑکی کا حق ہے، اور سسرال والوں کے ذمے اس کا واپس کرنا واجب ہے۔[۳]

جہاں تک مہر کا تعلق ہے، وہ خلوت کے بعد شوہر کے ذمے لازم ہوجاتا ہے[۴]، خلع ہونے کی شکل میں اگر قصور بیوی کا ہو تو شوہر کے لئے مہر کا واپس لینا جائز ہے (اگر ادا کردیا ہو)، اور اگر قصور عورت کا نہیں تو شوہر کے لئے مہر کا واپس لینا یا روک لینا حلال نہیں[۵]، اگر اس نے ایسا کیا تو قیامت کے دن مجرم کی حیثیت سے پیش ہوگا، واللہ اعلم!

---

(۱) وفي الدر المختار مع رد المحتار (ج:۳ ص:۱۰۲) وتجب .... عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما أو تزوج ثانيًا في العدة. (وفي الشامية) وإذا تأكد المهر بما ذكر لَا يسقط بعد ذالک وإن كانت الفرقة من قبلها، لأن البدل بعد تأكده لَا يحتمل السقوط إلّا بالإبراء. وفي الفتاوى العالمگيرية: والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمّٰى أو مهر المثل حتّٰى لَا يسقط منه شيء بعد ذالک إلّا بالإبراء من صاحب الحق. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، كتاب النكاح، باب المهر).

(۲) ونفقة الأولَاد الصغار على الأب لَا يشاركه فيها أحد. (هداية، باب النفقة ج:۲ ص:۴۴۴). وفي الفتاوى الهندية (ج:۱ ص:۵۶۰) كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات: نفقة الأولَاد الصغار على الأب لَا يشاركه فيها أحد.

(۳) كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلّقها تأخذ كله وإذا ماتت يورث عنها. (شامي ج:۳ ص:۱۵۸).

(۴) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة ...... لَا يسقط منه شيء بعد ذٰلک إلّا بالإبراء من صاحب الحق. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، كتاب النكاح، باب المهر).

(۵) "وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ، تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ" الآية (البقرة:۲۲۹). أيضًا: وكره تحريمًا أخذ شيء ان نشز وان نشزت لَا. (الدر المختار، باب الخلع ج:۳ ص:۴۴۵، طبع ایچ ایم سعید).

شوہر کے ترکے سے مہر اَدا کرنا

سوال:... اگر کسی شخص کا شادی کے بعد اِنتقال ہوجاتا ہے اور اس نے اپنی زندگی میں بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو، تو کیا اس کے ترکے سے لڑکی کو حق مہر اَدا کرنا ہوگا؟ اور اتنا جتنا نکاح کے وقت طے کیا گیا تھا؟

جواب:... جی ہاں! شوہر کے ترکے سے لڑکی کا پورا مہر ادا کیا جائے۔[1]

اگر رُخصتی سے قبل طلاق دے دی تو آدھا مہر لازم آئے گا

سوال:... ایک لڑکے کی منگنی آج سے چار سال قبل ہوئی تھی، اس وقت لڑکا ۱۴ سال کا اور لڑکی ۲۰ سال کی تھی، لڑکا میٹرک میں پڑھ رہا ہے مگر لڑکی اَن پڑھ ہے۔ لڑکی لڑکا دونوں کے باپ زِندہ ہیں، والدہ دونوں کی فوت ہوچکی ہیں، اب لڑکا یہ کہتا ہے کہ میں اس سے شادی نہیں کروں گا، جبکہ منگنی کے وقت نکاح کے موقع پر دو گواہوں کے رُوبرو اور مبلغ ۱۸,۰۰۰ روپے حق مہر طے ہوا، لیکن مہر اَدا نہیں کیا، لڑکی ابھی تک گھر ہے، لیکن لڑکا اِنکار کر رہا ہے، لڑکی کی رُخصتی نہیں ہوئی، اب آپ یہ بتائیں کہ لڑکا اسے طلاق دیدے یا کہ نہیں؟ اگر طلاق دیتا ہے تو اس صورت میں لڑکی حق مہر وصول کرنے کی حق دار ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر باقاعدہ نکاح ہوا تھا اور لڑکے نے اَٹھارہ ہزار کے عوض یہ نکاح قبول کیا تھا تو رُخصتی سے قبل طلاق کی صورت میں نصف مہر لازم ہوگا،[2] اگر لڑکی اپنی خوشی سے چھوڑے تو دُوسری بات ہے۔[3]

اگر مہر کے نام سے رقم لے کر والدین جیب میں ڈال لیں، یا بیٹی سے معاف کرواکر قبضہ کرلیں تو اس کی کیا حیثیت ہے؟

سوال:... بعد آداب و تسلیم کے عرض ہے کہ ہمارے پشتون علاقوں میں برسوں سے حق مہر کی عجیب و غریب شکل رائج ہے۔ وہ یہ کہ جب دو خاندانوں کے درمیان رشتہ داری کی بات چلتی ہے تو لڑکی والے یا لڑکی کا ولی جو کہ اکثر اس کا باپ ہی ہوتا ہے، مہر کی ایک خاص رقم مقرّر کرتا ہے، جو کہ لڑکے کو نکاح سے پہلے ہی ادا کرنا ہوتی ہے، اس رقم کو مقامی زبان میں ''ولور'' کہا جاتا ہے، یہ رقم مہنگائی کے اِعتبار سے کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ آج کل اوسط درجے کے گھرانوں میں یہ رقم ایک سے دو لاکھ تک ہے، اور امیر گھرانوں

---

(۱) ومن سمّى مهرًا عشرة فما زاد فعليه المسمّى إن دخل بها أو يموت عنها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۴)۔ أيضًا: ثم اعلم ان المهر يجب .... ثم يستقر المهر بأحد أشياء الثلاثة، اما بالدخول أو يموت أحد الزوجين واما بالخلوة الصحيحة۔ (البناية شرح الهداية ج:۶ ص:۱۶۳ طبع حقانيه)۔

(۲) وإن طلّقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمّى۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۴، باب المهر)۔

(۳) وإن حطت عنه من مهرها صح الحط، لأن المهر حقها والحط يلاقي حقها وكذا إذا وهبت مهرها لزوجها صحت الهبة ...إلخ۔ (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۸۱، كتاب النكاح، طبع حقانيه ملتان)۔

میں اس سے بھی زیادہ ہے۔ جب ولور طے ہوجاتا ہے تو دونوں خاندانوں کے درمیان رشتہ داری قائم ہوجاتی ہے، جسے مقامی زبان میں ''دوستی'' کہا جاتا ہے۔

جب لڑکی کے باپ کو مذکورہ طے شدہ ولور کی رقم مل جاتی ہے تو اکثر والد صاحبان اسے اپنی جیب میں ڈال کر اس کے خودساختہ مالک بن جاتے ہیں۔ اور بعض جو خدا کا خوف رکھنے والے سمجھے جاتے ہیں، وہ بیٹی سے پوچھتے ہیں: ''کیا تم نے یہ رقم مجھے بخش دی؟'' اکثر لڑکیاں کم عمر، ناسمجھ ہوتی ہیں، وہ بوجہ شرم کے کہہ دیتی ہیں کہ ہاں بخش دی۔ اس طرح وہ باپ اس رقم کا شرعی حق دار قرار پاتا ہے۔ اور بعض لوگ اس رقم کے کچھ حصے سے لڑکی کے جہیز کے لئے کچھ سامان خرید دیتے ہیں اور بقایا رقم اپنی جیب میں ڈال لیتے ہیں۔

ہمارے علاقے میں علمائے کرام کی اکثریت بھی ہے اور اکثر معاملات میں ان کا عمل دخل بھی ہے، اور ہر مسئلے میں ان کی رائے کو اہمیت بھی دی جاتی ہے، اور علماء کی ایک سیاسی جماعت کے ارکان ہمارے ہی ووٹوں سے اسمبلیوں میں جاتے ہیں۔ ان علماء کی اکثریت بھی اپنی بیٹیوں کا رِشتہ اسی طرح کرتی ہے، اور جب ان حضرات سے ولور کی شرعی حیثیت کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو وہ تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ جس کی وجہ سے یہ مسئلہ متنازع صورت اِختیار کرتا جارہا ہے۔ نئی نسل اس مسئلے سے بہت پریشان ہے، کیونکہ ولور کی رقم میں روز بروز اِضافہ ہوتا جارہا ہے اور ہر آدمی اتنی رقم دینے کی اِستطاعت بھی نہیں رکھتا، بلکہ بعض اوقات اگر ایک نوجوان لڑکی کے لئے ایک بوڑھا شخص زیادہ رقم کی پیشکش کرتا ہے اور جوان آدمی اتنی رقم نہیں دے سکتا اور رقم کے لالچ میں لڑکی کا والد لڑکی کا رِشتہ بوڑھے سے کردیتا ہے، جو لوگ امیر ہیں وہ تو یہ رقم دے دیتے ہیں، مگر غریب نوجوان اس رقم کو پورا کرنے میں ہی بوڑھے ہوجاتے ہیں۔ بعض ناجائز ذرائع رِشوت، سود وغیرہ اِختیار کرلیتے ہیں، اور پھر ساری عمر سودی قرض اُتارنے میں گزار دیتے ہیں۔ اور بعض نوجوان ناجائز جنسی ذرائع اِختیار کرلیتے ہیں۔ اس لئے ولور کی اس رسم کی وجہ سے نئی نسل جنسی بے راہ روی کا شکار ہوتی جارہی ہے۔

اب آنجناب سے مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ اس طرح کے مہر کی کوئی شرعی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟ کیا یہ انسانی جان کو فروخت کرنے کے مترادف نہیں ہے؟ اگر اس کی واقعی کوئی شرعی حقیقت ہے تو یہ صرف ہمارے پشتون علاقوں میں ہی کیوں رائج ہے؟ پاکستان کے دُوسرے صوبوں میں بھی تو مسلمان رہتے ہیں، وہاں یہ مہر کیوں نہیں ہے؟ برائے مہربانی جتنی جلد ممکن ہوسکے اس کا جواب تفصیل اور مدلل عنایت فرمائیں، کیونکہ نئی نسل اور پُرانے بزرگوں میں یہ بحث متنازع صورت اِختیار کرتی جارہی ہے۔

جواب:... ''ولور'' کی جو صورت آپ نے ذِکر کی ہے، یہ صحیح نہیں۔ شریعت نے نکاح کو حق مہر کے بدلے میں رکھا ہے تاکہ اس کا اِحترام کیا جائے،[1] اور یہ حق مہر لڑکی کی ملکیت ہے،[2] والدین کا اس پر قبضہ کرنا یا نکاح سے پہلے مہر طے کرکے، جس کا نام ''ولور'' رکھا

---

(۱) المهر واجب شرعًا ابانة لشرف المحل ...الخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۳)۔

(۲) عن أبي صالح قال: كان الرجل إذا زوج إبنته أخذ صداقها (أي مهرها) دونها، فنهاهم عن ذالك ونزل: واٰتوا النساء صدقٰتهن نحلة، رواه ابن ابي حاتم وابن جرير۔ (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۱۹۱، سورة النساء، طبع رشيديه كوئٹه)۔

گیا ہے، اس کو اپنی جیب میں ڈال لینا، یا اس میں تصرف کرنا، یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔[1] علمائے کرام کو اس کی اِصلاح کرنی چاہئے۔ اور لڑکا اور لڑکی کا جب مناسب رشتہ مہیا ہو جائے تو فوراً عقد کر دینا چاہئے، اور عقد میں بھی مناسب مہر رکھنا چاہئے۔ غرضیکہ یہ رسم چند مفاسد پر مشتمل ہے، اس لئے اس کی اِصلاح ضروری ہے، ورنہ تمام علمائے کرام گناہگار رہوں گے، اور اس کے ساتھ عوام بھی اس گناہ میں شریک ہوں گے، واللہ اعلم!

شوہر اگر مرجائے تو اس کے ترکہ سے مہر اَدا کیا جائے گا

سوال:... زید اپنی اہلیہ کی مہر کی رقم ادا کئے بغیر فوت ہوگیا، اب زید کی اہلیہ اپنے بڑے بچے سے مہر کی رقم جو زید کے ذمہ واجب الادا تھی، یہ کہہ کر وصول کرنا چاہتی ہے کہ اپنے باپ کے قرض کی ادائیگی تم پر واجب الادا ہے، لہٰذا مذکورہ بالا صورت کے پیشِ نظر زید کے بچے پر ماں کی مہر کی رقم کی ادائیگی من جانب زید مرحوم کے لازم ہے یا نہیں؟

جواب:... عورت کا مہر شوہر کے ذمہ قرض ہے، پس اگر شوہر کوئی چیز چھوڑ کر مرے (خواہ گھر کا سامان، کپڑے، مکان وغیرہ ہو) اس سے یہ قرضہ ادا کیا جائے گا،[2] اور اگر وہ کوئی چیز چھوڑ کر نہیں مرا تو اس کے وارثوں کے ذمہ ادا کرنا لازم نہیں،[3] بلکہ وہ گنہگار رہے گا اور قیامت کے دن اس کو ادائیگی کرنا ہوگی۔

عورت کے انتقال کے بعد اس کے سامان اور مہر کا کون حق دار ہے؟

سوال:... ایک شخص کی شادی ہوئی، تین چار سال بعد بیوی کا انتقال ہوگیا، جس سے اس کا ایک بچہ بھی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عورت یعنی اس کی بیوی کے والدین اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس کے جہیز کا سامان، زیور وغیرہ یا جو کچھ انہوں نے شادی کے وقت اپنی بیٹی کو دیا تھا، واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟ اور واپس لیا ہوا سامان اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں، یا اس سارے سامان کو اَز راہِ خدا مسجد وغیرہ میں دے سکتے ہیں، یا ان کی بیٹی کے بیٹے کی موجودگی میں کسی بھی چیز پر ان کا کوئی حق نہیں؟ سوائے اس فوت شدہ عورت کے بیٹے کے؟ یہ ذہن میں رہے کہ عورت کے والدین ہر معاملے میں اپنے آپ کو اسلامی اُصولوں کا پابند سمجھتے ہیں، اگر وہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... والدین جہیز میں اپنی بیٹی کو جو کچھ دیتے ہیں وہ اس کی ملک بن جاتا ہے،[4] اور اس کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرىء إلّا بطيب نفس منه. (مشكوٰة ص:۲۵۵). أيضًا: (اخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يسترده) لأنه رشوة. (الدر المختار ج:۳ ص:۱۵۶).

(۲) إذا مات الزوجان وقد سمّى لها مهرًا فلورثتها أن يأخذوا ذٰلك من ميراثه. (هداية، باب المهر ج:۲ ص:۳۳۷).

(۳) ولا يطالب الأب بمهر ابنه الصغير الفقير أما الغنى فيطالب أبوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه إذا زوجه امرأة إلّا إذا ضمنه كما فى النفقة فإنه لا يؤخذ بها إلّا إذا ضمن. (الدر المختار، باب المهر ج:۳ ص:۱۴۱).

(۴) المختار للفتوىٰ ان يحكم بكون الجهاز ملكا لا عارية لأنه الظاهر الغالب إلّا فى بلدة جرت العادة .... واما إذا جرت فى البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة وهو الصحيح. (رد المحتار، مطلب فى دعوى الأب ان الجهاز عارية ج:۳ ص:۱۵۷، طبع ايچ ايم سعيد).

شمار ہوتا ہے، والدین اس کو واپس نہیں لے سکتے، بلکہ وہ شرعی حصوں کے مطابق وارثوں پر تقسیم ہوگا۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے اس کے مطابق مرحومہ کا ترکہ (جس میں مہر کی رقم بھی شامل ہے، اگر وہ ادا نہ کیا گیا ہو، یا معاف نہ کردیا گیا ہو) بارہ حصوں پر تقسیم ہوگا، ان میں سے تین حصے مرحومہ کے شوہر کو ملیں گے، دو دو حصے ماں اور باپ کو،[1] اور باقی پانچ حصے مرحومہ کے لڑکے کے ہیں،[2] وہ لڑکے کے باپ کی تحویل میں رہیں گے۔[3]

سوال:...زید اور زینب کا نکاح ہوا، زینب کا مہر مبلغ ۳۰ ہزار مقرّر کیا گیا جو مبلغ ۲۰ ہزار کا زیور اور مبلغ ۱۰ ہزار کی مالیت کا ایک کمرہ ادائیگی کی صورت قرار پایا۔ شادی کے چھ ماہ بعد زینب حادثے کے باعث وفات پاگئی۔ زینب نے جو ترکہ چھوڑا مبلغ ۲۰ ہزار کا زیور، کپڑے وغیرہ شامل ہیں، لڑکی کے حقیقی والدین نے زیور اور کپڑے اپنے پاس رکھ لئے ہیں جبکہ لڑکی کے والدین نے اپنی جائیداد میں سے لڑکی کو کچھ نہیں دیا، لڑکی کا شوہر جو کہ اکیلا رہ گیا ہے، اس کا لڑکا یا لڑکی وغیرہ نہیں ہے، زیور مانگتا ہے، لڑکی کے حقیقی والدین نے دینے سے انکار کردیا ہے اور کہتے ہیں مسئلہ معلوم کریں کہ مہر میں ادا کیا گیا زیور لڑکی کے والدین کے حصے میں آتا ہے یا شوہر کے حصے میں؟

جواب:...لڑکی کا مہر، کپڑے، جہیز کا سامان اور دیگر اشیاء جن کی وہ مالک تھی، مرنے کے بعد اس کا ترکہ شمار ہوتا ہے،[4] پورے ترکہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور نصف اس کے والدین کا ہے،[5] والدین کو نصف سے زیادہ پر قبضہ جمالینا حلال نہیں۔[6]

ہمارے یہاں جو رواج ہے کہ لڑکی کے انتقال کے بعد جو چیز سسرال والوں کے قبضے میں آئے وہ دبا بیٹھتے ہیں، اور جو چیز میکے والوں کے ہاتھ لگ جائے اس پر وہ قبضہ جمالیتے ہیں، یہ بڑا ہی غلط رواج ہے، شریعت نے جس کا جتنا حصہ رکھا ہے اس کے لئے بس وہی حلال ہے، اس سے زیادہ پر قبضہ جمانا حرام ہے۔ زینب مرحومہ کا ۳۰ ہزار مہر تھا، اس کے علاوہ اس کے جہیز وغیرہ کا سامان بھی ہوگا، ان تمام چیزوں کی آج کے نرخ سے قیمت لگالی جائے، جتنی رقم بنے اس کے کل چھ حصے کئے جائیں، تین حصے (یعنی کل ترکہ کا

---

(۱) والربع للزوج مع الولد مطلقًا أو ولد الإبن ...إلخ۔ (اللباب فی شرح الكتاب ج:۲ ص:۲۳۶، كتاب الفرائض)۔ والسدس فرض سبعة أصناف لكل واحد من الأبوين مع الولد مطلقًا أو ولد الإبن مطلقًا۔ (اللباب ج:۲ ص:۲۳۷، كتاب الفرائض، طبع قديمی)۔

(۲) وفی السراجی (ص:۴) فيبدأ بأصحاب الفروض .... ثم بالعصبات من جهة النسب، والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض۔ وفی الفتاوی الهندية (ج:۲ ص:۴۵۱) العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر ويأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال۔

(۳) ولَا تؤتوا السفهآء أموالكم التی جعل الله لكم قيامًا وارزقوهم فيها واكسوهم ...إلخ۔ (النساء:۶)۔

(۴) المختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكا لَا عارية لأنه الظاهر الغالب إلّا فی بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية فالقول للأب وأما إذا جرت فی البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة وهو الصحيح۔ (ردالمحتار، مطلب فی دعوى الأب ان الجهاز عارية ج:۳ ص:۱۵۷)۔

(۵) ولكم نصف ما ترک أزواجكم إن لم يكن لهن ولد۔ (النساء:۱۲)۔

(۶) ألَا لَا يحل مال امرىء مسلم إلّا بطيب نفس منه۔ (مشكوٰة ص:۲۵۵، باب الغصب والعارية)۔

نصف) شوہر کا ہے، ایک حصہ مرحومہ کی والدہ کا ہے، اور دو حصے مرحومہ کے والد کے ہیں۔[1]

طلاق کے بعد عورت کے جہیز کا حق دار کون ہے؟

سوال:... میری ایک رشتہ دار لڑکی کی شادی میرے ایک قریبی رشتہ دار لڑکے سے ہوئی مگر ان کا آپس میں گزارا نہ ہوسکا، ہر بار لڑکا ہی تنگ نظری کرتا رہا، آخر میں اس نے ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں۔ اب لڑکی والے کہتے ہیں کہ ہمارا سامان واپس کریں مگر لڑکے والے کہتے ہیں کہ ہم نے جو خرچ کیا ہے شادی پر، وہ دیں۔ اس طرح برادری میں ایک جھگڑا ہونے کا خطرہ ہے، آپ شرعی طریقے سے جواب دیں کہ کیا ہونا چاہئے؟

جواب:... لڑکی والوں نے اپنی بیٹی کو جو سامان دیا تھا، لڑکے والوں کا فرض ہے کہ اس کو واپس کردیں، اس کا رکھنا ان کے لئے حلال نہیں، کیونکہ یہ لڑکی کی ملکیت ہے۔[2] اور لڑکے والوں کا یہ کہنا کہ ہمارا شادی پر خرچ ہوا ہے، یہ عذر نہایت لغو اور فضول ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ کیا لڑکے والوں کا ہی خرچ ہوا تھا، لڑکی والوں کا کچھ خرچ نہیں ہوا تھا؟ اور لڑکی والوں کا جو کچھ خرچ ہوا تھا کیا لڑکے والوں نے اس کا ہرجانہ ادا کردیا ہے؟ دوم یہ کہ اگر لڑکے والوں کا خرچ ہوا تھا تو ان کو کس حکیم نے مشورہ دیا تھا کہ وہ لڑکی کو شریفانہ طور پر نہ بسائیں یہاں تک کہ نوبت علیحدگی تک پہنچ جائے؟ اس علیحدگی میں قصور لڑکی کا بھی ہوسکتا ہے، مگر عموماً بڑا قصور شوہر کا اور اس کے رشتہ داروں کا ہوتا ہے۔ الغرض لڑکے والوں کی منطق قطعاً غلط ہے اور لڑکی کا سامان واپس کرنا ان پر فرض ہے۔ اس سامان کو جتنے لوگ استعمال کریں گے، وہ سب کے سب غاصب شمار ہوں گے اور قیامت کے دن ان کو بھگتنا پڑے گا۔ نیز لڑکی کا مہر اگر ادا نہ کیا، یا لڑکی نے معاف نہ کردیا ہو تو وہ بھی واجب الادا ہے۔[3]

کیا خلع والی عورت مہر کی حق دار ہے؟

سوال:... مذہب اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے، سوال یہ ہے کہ خلع لینے کی صورت میں عورت مقرّرہ مہر کی حق دار رہتی ہے یا نہیں؟ یعنی شوہر کے لئے بیوی کا مہر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:... خلع میں جو شرائط طے ہوجائیں فریقین کو اس کی پابندی لازم ہوگی، اگر مہر چھوڑنے کی شرط پر خلع ہوا ہے تو

---

(۱) ویفرض لها أی الأم ففی مسئلتین فقط، وهما زوجٌ وأبوان وامرأة أی زوجة وأبوان. ثلث ما یبقٰی بعد رفع فرض الزوج فی الأولٰی وفرض الزوجة فی الثانیة ...إلخ. (اللباب فی شرح الکتاب ج:۲ ص:۲۳۷، کتاب الفرائض، طبع قدیمی).

(۲) کل أحد یعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلّقها تأخذه کله. (رد المحتار، مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عاریة ج:۳ ص:۱۵۸).

(۳) ثم المهر واجب شرعًا ابانة لشرف المحل. (البحر الرائق، باب المهر ج:۳ ص:۱۴۲). أیضًا: والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحیحة وموت أحد الزوجین سواء کان مسمّی أو مهر المثل حتّٰی لَا یسقط منه شیء بعد ذالک إلّا بالإبراء من صاحب الحق ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، کتاب النکاح، باب المهر).

عورت مہر کی حق دار نہیں،[1] اور اگر مہر کا کچھ تذکرہ نہیں آیا کہ وہ بھی چھوڑا جائے گا یا نہیں، تب بھی مہر معاف ہوگیا۔[2] البتہ اگر مہر ادا کرنے کی شرط تھی تو مہر واجب الادا رہے گا۔[3]

حق مہر عورت کس طرح معاف کرسکتی ہے؟

سوال:... میں آپ سے ایک شرعی سوال پوچھنا چاہتی ہوں، میں نے اپنے شوہر کو حق مہر اپنی خوشی سے معاف کردیا، میں نے اپنی زبان سے اور سادہ کاغذ پر بھی لکھ کر دے دیا ہے، کیا اتنے کہنے اور لکھ دینے سے حق مہر معاف ہوجاتا ہے؟ اسلام اور شرعی حیثیت سے کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب:... حق مہر عورت کا شوہر کے ذمہ قرض ہے،[4] اگر صاحبِ قرض مقروض کو زبانی یا تحریری طور پر معاف کردے تو معاف ہوجاتا ہے، اسی طرح مہر بھی عورت کے معاف کردینے سے معاف ہوجاتا ہے۔[5]

بیوی اگر لاعلمی میں مہر معاف کردے تو شوہر کو چاہئے کہ کچھ ہدیہ کردے

سوال:... میری بھانجی کی شادی غیروں میں ہوئی ہے، شادی کی پہلی رات اس کے شوہر نے اس سے کہا کہ ”میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، اس لئے تم اپنا مہر معاف کردو، اور جب تک تم اپنا مہر معاف نہیں کروگی، میں تمہیں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔“ بھانجی کا کہنا ہے کہ اسے ان سب باتوں کا پتا نہیں تھا، اس لئے اس نے مہر معاف کردیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح معاف کروانے سے کیا مہر معاف ہوجاتا ہے؟

جواب:... مہر تو لڑکے کے معاف کروانے سے معاف ہوگیا،[6] مگر اس طرح لڑکے کا مہر معاف کروانا بہت ہی غلط ہے۔ لڑکے کو چاہئے کہ اس معاف شدہ مہر کے بدلے میں لڑکی کو کچھ ہدیہ کردے۔ چونکہ رشتہ غیروں میں ہوا ہے، اس لئے اس معاملے کو بگاڑیں نہیں، بلکہ خوش اُسلوبی کے ساتھ نبھانے کی کوشش کریں۔

---

(۱) وان كان بكل المهر فإن كان مقبوضًا رجع بجميعه وإلّا سقط عنه كله مطلقًا۔ (رد المحتار، مطلب حاصل مسائل الخلع إلخ ج:۳ ص:۴۵۳)۔

(۲) فإن كان البدل مسكوتا عنه ففيه روايتان أصحهما براءة كل منهما عن المهر لَا غير فلا ترد ما قبضت ولَا يطالب هو بما بقي۔ (رد المحتار، مطلب حاصل مسائل الخلع إلخ ج:۳ ص:۴۵۳)۔

(۳) اختلعت مع زوجها على مهرها ونفقة عدتها على ان الزوج يرد عليها عشرين درهما صح ولزم الزوج عشرون۔ (ردالمحتار، مطلب في إيجاب بدل الخلع على الزوج ج:۳ ص:۴۶۴)۔

(۴) المهر واجب شرعًا ابانة لشرف المحل۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۴۳)۔

(۵) للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها أو لم يدخله۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۱۶، كتاب النكاح، الفصل العاشر في هبة المهر)۔

(۶) وان حطت عنه من مهرها صح الحط لأن المهر حقها والحط يلاقيه حالة البقاء۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۵)۔ أيضًا: للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها أو لم يدخل وليس لأحد من أوليائها أب ولَا غيره الإعتراض عليها، كذا في شرح الطحاوي۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۱۶، كتاب النكاح، الباب السابع)۔

کیا بیوی اگر مہر معاف کردے تو پھر بھی دینا ہوگا، وگرنہ زِنا ہوگا؟

سوال:... ایک صاحب کہتے ہیں کہ جو لوگ بیوی سے حق مہر معاف کرا لیتے ہیں، اس کے باوجود بھی ان کو حق مہر اَدا کرنا ضروری ہے، ورنہ آدمی زِنا کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ ہزارہا لوگ اس طرح کر چکے ہوں گے تو کیا وہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے؟

جواب:... اگر خوشی اور رضامندی سے معاف کیا تو معاف ہوجائے گا،[1] زبردستی کرایا تو گناہگار ہوگا۔ مگر میاں بیوی کے تعلقات جائز ہیں۔ البتہ قیامت کے دن دُوسرے حق داروں کی طرح بیوی بھی اپنے حق کے عوض شوہر کی نیکیوں کو لینے کی حق دار ہوگی۔[2]

مہر معاف کردینے کے بعد لڑکی مہر وصول کرنے کی حق دار نہیں

سوال:... کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک لڑکی کی شادی ہوئی، نکاح کے وقت لڑکی کا حق مہر ۸۰۰۰ روپے طے پایا اور اسی وقت لڑکی کو سسرال والوں نے ۴۰۰۰ روپے یعنی نصف مہر ادا کردیا۔ اور نصف مہر یعنی ۴۰۰۰ روپے لڑکی نے اپنے شوہر کو معاف کردیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد لڑکی سسرال کی مرضی کے بغیر اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی اور پھر لڑکی کے ماں باپ نے لڑکی کی طلاق کا مطالبہ کیا، کچھ زور زیادتی پر لڑکے نے طلاق دے دی، لڑکی والوں نے معاف شدہ مہر بھی مانگا اور شوہر سے پھر ۴۰۰۰ روپے وصول کئے گئے۔ پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی والوں نے یہ ۴۰۰۰ روپے جو کہ ایک طریقے سے زبردستی لئے ہیں وہ صحیح لئے ہیں یا ناجائز ہیں؟

جواب:... جو مہر لڑکی معاف کرچکی تھی اس کے وصول کرنے کا حق نہیں تھا،[3] لیکن شوہر نے اچھا کیا کہ اس کا احسان اپنے ذمہ نہیں لیا۔

بیوی اگر مہر معاف کردے تو شوہر کے ذمہ دینا ضروری نہیں

سوال:... میرے نکاح کا حق مہر مبلغ ۱۱,۵۰۰ روپے مقرّر کیا گیا ہے، جس میں سے آدھا معجّل اور آدھا موَجل طے پایا ہے، جس کو میں فوری طور پر ادا نہیں کرسکتا تھا۔ شادی کی رات جب میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور سلام وکلام کے بعد میں نے یہ صورتِ حال بیوی کے سامنے رکھی تو اس نے اسی وقت اپنا تمام حق مہر مجھ پر معاف کردیا، براہ کرم مجھے قانونِ شریعت کے مطابق بتائیں کہ اس کے بعد میری بیوی مجھ پر جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) وان حطت عنه من مهرها صح الحط لأن المهر حقها والحط يلاقيه حالة البقاء۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۵)۔

(۲) عن أبي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لَا درهم له ولَا متاع له، فقال: إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكٰوة، ويأتي يوم القيامة قد شتم هٰذا، وقذف هٰذا، وأكل مال هٰذا، وسفك دم هٰذا، وضرب هٰذا، فيعطى هٰذا من حسناته، وهٰذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار۔ (مشكوٰة ص:۴۳۵، مسلم ج:۲ ص:۳۲۰)۔

(۳) وصح حطها لكله أو بعضه قبل اولَا۔ (درمختار على هامش رد المحتار، باب المهر ج:۳ ص:۱۱۳)۔ أيضًا: وفي القنية من كتاب الهبة وهبت مهرها من زوجها في مرض موتها ومات زوجها قبلها فلا دعوى لها لصحة الإبراء ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۶۲، باب المهر، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

جواب:... اگر آپ کا بیان اور بیوی کا اقرار نامہ دُرست ہے تو آپ کی بیوی کی طرف سے آپ کو مہر معاف ہوگیا اور اَب آپ پر مہر کی ادائیگی ضروری نہیں۔ (۱)

مرض الموت میں فرضی حق مہر لکھوانا

سوال:... ایک شخص مرض الموت میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے نفع ونقصان کی سوجھ بوجھ کھو بیٹھتا ہے، اس کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس کی وفات سے دس روز قبل اس کی بیوی، سسر وغیرہ سازش کرکے مرحوم کی تقریباً پانچ اَراضی اور دو رہائشی مکان بعوض پچاس ہزار روپے فرضی مہر رجسٹری کرالیتے ہیں، یعنی بیوی اپنے نام کرالیتی ہے۔ میاں بیوی کی شادی کو ۳۶ سال گزر گئے اس وقت مہر ستائیس روپے مقرّر ہوا تھا، نکاح خواں وگواہ موجود ہیں، مرحوم کے پسماندگان میں ایک حقیقی بھائی، دو مرحوم کی لڑکیاں ہیں، یہ رجسٹری شرعاً دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... مرض الموت میں اس قسم کے تمام تصرفات لغو ہوتے ہیں، (۲) لہٰذا بیوی کا اس کی جائیداد اپنے نام فرضی حق مہر کے عوض رجسٹری کرانا دُرست نہیں ہے، جبکہ مقدارِ مہر سے جائیداد بھی زیادہ ہے، بیوی مقرّر مہر کی حق دار ہے اگر شوہر نے زندگی میں ادا نہ کیا ہو، اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا، (۳) لہٰذا بیوی کا قبضہ جمانا اور میّت کے دُوسرے ورثاء کو محروم کرنا شرعاً حرام ہے۔ (۴)

جھگڑے میں بیوی نے کہا ”آپ کو مہر معاف ہے“ تو کیا ہوگا؟

سوال:... میری بیوی نے تین یا چار مواقع پر لڑائی جھگڑے کے دوران کچھ ایسے جملے ادا کئے: ”آپ کو مہر معاف ہے“ اور ایسے ہی ملتے جلتے جملے، کیا ان جملوں سے مہر معاف ہوگیا یا نہیں؟

جواب:... لڑائی جھگڑے میں ”آپ کو مہر معاف ہے“ کے الفاظ کا استعمال یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیں اس

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱۔

(۲) من اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فأجاته فما دام في حال غلبة الخلل في الأقوال والأفعال لَا تعتبر أقواله. (رد المحتار، مطلب في طلاق المدهوش ج:۳ ص:۲۴۴).

(۳) (يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالرهن والعبد الجاني) بتجهيزه من غير تقتير ولَا تبذير، ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد .... ثم يقسم الباقي بعد ذالك بين ورثته ... إلخ. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الفرائض، ج:۶ ص:۷۶۰، أيضًا: سراجي ص:۲،۳).

(۴) عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فر من (أي قطع) ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنّة يوم القيامة. (سنن ابن ماجة ص:۱۹۴، باب الحيف في الوصية، مشكوٰة ص:۲۶۶).

کے بدلے میں مہر معاف ہے،[1] پس اگر آپ نے اس کی پیشکش کو قبول کرلیا تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور مہر معاف ہوجائے گا،[2] اور اگر قبول نہیں کیا تو مہر کی معافی بھی نہیں ہوئی۔

تعلیمِ قرآن کو حق مہر کا عوض مقرّر کرنا صحیح نہیں

سوال:... اگر دورِ حاضر میں تعلیمِ قرآن کو حق مہر کا عوض قرار دیا جائے تو کیا نکاح دُرست ہوگا یا نہیں؟

جواب:... نکاح صحیح ہے، لیکن تعلیمِ قرآن کو مہر بنانا صحیح نہیں، اس صورت میں "مہرِ مثل" لازم ہوگا۔[3]

مجبوراً ایک لاکھ مہر مان کر نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... بارات گھر پہنچی، لڑکی والوں نے کہا کہ میاں! ایک لاکھ مہر ہوگا۔ اب لڑکے والوں کے ہاں اتنی گنجائش نہیں، مجبوری ہے، آخر انہوں نے بھی خرچہ کیا ہوا ہے، تو مجبوراً ایک لاکھ لکھا دیا گیا، جبکہ نیت ادائیگی کی نہیں ہے، کیونکہ مجبوراً ایسا کرنا پڑا، رُخصتی ہوگئی، اب جھگڑا پیدا ہوگیا، لڑکی مانتی نہیں کہ جی پہلے میرا مہر ایک لاکھ دو پھر آنا، وغیرہ وغیرہ، اس صورت میں کیا کیا جائے؟ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری بیٹی خوش خوش رہے گی، خاوند دَب کر رہے گا اور یہ کام اس طرح کرلیا جاتا ہے جو بعد میں فریقین کے لئے وحشت ناک اور انتہائی ذِلت آمیز ثابت ہوتا ہے، بسا اوقات تو قتل تک نوبت آجاتی ہے، کیا والدین کو ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب:... اگر لڑکے والے ایک لاکھ مہر نہیں دے سکتے تھے تو ان کو انکار کردینا چاہئے تھا، لیکن اگر انہوں نے ایک لاکھ روپیہ بطور مہر قبول کرلیا تو وہ لازم ہوگیا اور اس کا ادا کرنا واجب ہے۔[4] ہاں! لڑکی اپنی خوشی سے معاف کردے تو اس کو معاف کرنے کا حق ہے۔[5] اور آپ کی یہ بات بہت صحیح ہے کہ والدین خوش فہمی میں ایسا کرلیتے ہیں، لیکن نتیجہ بجائے خانہ آبادی کے خانہ بربادی بلکہ عاقبت بربادی کی شکل میں نکلتا ہے۔ اور یہ سب کرشمے ہیں دِین سے دُوری کے، اللہ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو عقل و ایمان نصیب فرمائے!

---

(۱) امرأة قالت لزوجها اشتريت نفسي منک بما أعطيت أو قالت أشتري نفسي منک بما أعطيت وأرادت الإيجاب لا العدة فقال الزوج أعطيت يقع الطلاق لأن مطلوب المرأة من الزوج الطلاق فكان تقدير كلامهما كأنها قالت اشتريت نفسي فأعطني الطلاق فإذا قال أعطيت كان ذٰلک جوابًا لكلام المرأة ...إلخ. (فتاویٰ خانية علیٰ هامش فتاوی الهندية ج:۱ ص:۵۳۹).

(۲) الواقع به وبالطلاق علیٰ مال طلاق بائن أي بالخلع الشرعي أما الخلع فلقوله عليه الصلوٰة والسلام الخلع تطليقة بائنة ...إلخ. (البحر الرائق، باب الخلع ج:۴ ص:۷۷، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۳) وان تزوج حر امرأة علىٰ خدمته اياها سنة أو علىٰ تعليم القرآن فلها مهر مثلها (الیٰ) ولنا ان المشروع انما هو الابتغاء بالمال والتعليم ليس بمال وكذالک المنافع. (هداية، باب المهر ج:۲ ص:۳۲۷). أيضًا: وتعليم القرآن أي يجب المهر المثل إذا جعل الصداق تعليم القرآن لأن المشروع إنما هو الابتغاء بالمال والتعليم ليس بمال ...إلخ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۵۷ طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۴) ويجب الأكثر منها ان سمّى الأكثر ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما ...إلخ. (ردالمحتار مع الدر المختار، باب المهر ج:۳ ص:۱۰۲).

(۵) وصح حطها بكله أو بعضه عنه قبل او لا. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۱۱۳، مطلب في حط المهر ...إلخ).

شروع ہی سے مہر اَدا نہ کرنے کی نیت کرنا گناہ ہے

سوال:... آج کل حق مہر دِیا نہیں جاتا بلکہ نکاح کے وقت یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ پچاس ہزار غیر معجّل لکھ دو، کیا یہ جائز ہے؟ جب بیوی گھر آجاتی ہے تو وہ پہلی ملاقات میں کہتی ہے کہ میں نے معاف کیا، کیا یہ معاف ہوجاتا ہے؟ اگر بعد میں طلاق کی نوبت آجائے تو عدالت میں کیس کردیتی ہے۔

جواب:... مہر تو دینے کے لئے ہوتا ہے، شروع ہی سے نہ دینے کی نیت رکھنا گناہ ہے۔[۱] بیوی کا مہر اس کو ادا کرنا چاہئے، معاف نہیں کرانا چاہئے۔

مؤجل الوقت مہر اگر شوہر دینے سے اِنکاری ہو تو کیا کرے؟

سوال:... تین سال قبل میرا نکاح پرویز اعوان کے ساتھ مبلغ پچاس ہزار روپے سکہ رائج الوقت ''مؤجل الوقت'' کے ساتھ ہوا تھا۔ مؤجل اور غیر مؤجل کیا ہوتا ہے؟

جواب:... ''مؤجل'' وہ مہر ہے جس کی ادائیگی کی کوئی میعاد مقرّر کرلی جائے،[۲] اور جس کی کوئی میعاد مقرّر نہ ہو وہ ''معجّل'' کہلاتا ہے۔ اوّل الذکر کا مطالبہ عورت میعاد سے پہلے نہیں کرسکتی، اور مؤخر الذکر کا مطالبہ جب چاہے کرسکتی ہے۔[۳]

سوال:... چونکہ میرا شوہر دُوسری شادی کرنا چاہتا ہے، لہٰذا میں نے ان سے اپنا مہر مانگا ہے، کیا یہ میرا شرعی اور قانونی حق ہے؟

جواب:... یقیناً آپ کا حق ہے،[۴] اور اگر وہ دُوسری شادی نہ کرتا جب بھی حق تھا۔

سوال:... میرے شوہر نے دینے سے اِنکار کیا ہے، اور کہتا ہے کسی بھی مولوی کے پاس جاؤ یا وکیل کے پاس جاؤ، میں نہیں دُوں گا، اگر دُوں گا تو طلاق دیتے وقت دُوں گا، کیا ان کا یہ کہنا دُرست ہے؟

جواب:... اس کا یہ کہنا سراسر غلط اور خالص ظلم ہے۔[۵]

سوال:... اس سلسلے میں کیا میں کسی وکیل سے مشورہ کرسکتی ہوں؟

---

(۱) حدثنا عبدالله .... قال: سمعت صهيب بن سنان يحدث قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ايما رجل اصدق إمرأة صدقًا والله أعلم انه لَا يريد أداءها إليه فعرها بالله واستحل فرجها بالباطل لقى الله يوم تلقاء هو زان۔ (مسند أحمد ج:۴ ص:۳۳۲ طبع بيروت)۔

(۲) رجل تزوّج امرأة بألف على ان كل الألف مؤجل إن كانت التأجيل معلومًا صح التأجيل وإن لم يكن لَا يصح۔ (الخانية على هامش الهندية ج:۱ ص:۳۸۰)۔

(۳) ان المعجل إذا ذكر في العقد ملكت طلبه ...إلخ۔ (البزازية على هامش الهندية ج:۴ ص:۱۳۲)۔

(۴) أن المهر قد وجب بالعقد وصار دينًا في ذمته۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۹۱)۔

(۵) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألَا لَا تظلموا، ألَا لَا يحل مال امرىء إلّا بطيب نفس منه۔ (مشكوٰة ص:۲۵۵، باب الغصب والعارية)۔

جواب:...آپ ضرور کرسکتی ہیں۔

سوال:...کیا شوہر پر یہ حق مہر دینا لازم ہے یا چھوٹ بھی ہوسکتی ہے؟

جواب:...شوہر پر حق مہر لازم ہے، عورت خود خوشی سے چھوڑ دے تو اس کا مال ہے۔ [۱]

سوال:...جب میرے شوہر دُوسری شادی کرلیں گے تو چونکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں، سارا جہیز بھی یہی لوگ لے لیں گے، تو عزّت کی زندگی گزارنے کی خاطر میں اپنا یہ حق مانگ رہی ہوں، روکھی سوکھی کھاؤں، عزّت سے کھاؤں، پچاس ہزار کا چھوٹا موٹا کاروبار کرکے۔

جواب:...آپ کے شوہر دُوسری شادی کرنے کے بعد آپ کے نان نفقہ کے بھی ذمہ دار ہوں گے اور مہر بھی ان کے ذمہ واجب الادا رہے گا، جہیز کا سامان آپ کا ہے، آپ کی خوشی کے بغیر شوہر کو اس کا اِستعمال کرنا حرام ہے۔ [۲]

مہر، کھیتوں، باغات کی شکل میں مقرّر کرکے ادا نہ کرنا

سوال:...ہمارے ہاں یہ رِواج ہے کہ نکاح کے وقت جو مہر باندھا جاتا ہے، یہ مہر کھیتوں، قطعہ زمین یا باغات کی شکل میں ہوتا ہے، یا کھاتے پیتے گھرانوں میں کچھ نقد پیسے کا اِضافہ کردیا جاتا ہے، لیکن اسے ادا نہیں کیا جاتا۔

جواب:...اس رِواج کو بدلنا چاہئے، بیوی کا مہر شوہر کے ذمے قرض ہے، واجب الادا ہے، [۳] یہاں ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن ادا کرنا ہوگا، واللہ اعلم!

شادی کے وقت مہر معاف کروانے کی نیت دُرست نہیں

سوال:...کیا مہر معاف ہوسکتا ہے؟ ہمارے خالہ زاد بھائی قاری ہیں، وہ کہتے ہیں معاف ہونے کا اِسلام میں کوئی تصوّر نہیں۔

جواب:...مہر بیوی کا قرضہ ہے، جس طرح دُوسرے قرضے صاحبِ حق کے معاف کرنے سے معاف ہوسکتے ہیں، ویسے ہی مہر بھی، لیکن اسلام میں اس کی گنجائش نہیں کہ کوئی شخص نکاح کرتے وقت مہر اَدا کرنے کی نیت ہی نہ رکھتا ہو، لیکن اگر بیوی اپنی خوشی سے معاف کرنا چاہے تو کوئی رُکاوٹ نہیں۔ [۴]

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حوالہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

(۲) عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ألَا لَا تظلموا، ألَا لَا یحل مال امریء إلّا بطیب نفس منه۔ رواه البیهقی فی شعب الإیمان۔ (مشکوٰة ص:۲۵۵، باب الغصب والعاریة)۔

(۳) قوله تعالٰی: واٰتوا النساء صدقٰتهن نحلة، أی دینا أی انتحلوا ذالک وعلٰی هٰذا کانت الآیة حجة علیه لأنها تقتضی أن یکون وجوب المهر فی النکاح دینا۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۷۵)۔ ویتأکد أحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة ...... حتّٰی لَا یسقط منه شیء بعد ذٰلک إلّا بالإبراء من صاحب الحق کذا فی البدائع۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳)۔

(۴) ویتأکد أحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة ...... حتّٰی لَا یسقط منه شیء بعد ذٰلک إلّا بالإبراء من صاحب الحق کذا فی البدائع۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، أیضًا: البدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۹۱، کتاب النکاح)۔

دعوتِ ولیمہ

مسنون ولیمے میں فقراء کی شرکت ضروری ہے

سوال:... طعامِ ولیمہ کی اَز رُوئے شریعت کیا حقیقت ہے؟ ابھی جو صورتِ حال پاکستان میں رائج ہے کیا یہ سنتِ محمدی کے مطابق ہے؟

جواب:... مسنون ولیمہ یہ ہے کہ جس رات میاں بیوی کی پہلی خلوَت ہو، اس سے اگلے دن حسبِ توفیق کھانا کھلایا جائے، مگر اس میں نمود و نمائش کرنا، قرض لے کر زیربار ہونا اور اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرنا منع ہے، نیز اس موقع پر فقراء و مساکین کو بھی کھلایا جائے، حدیث میں ارشاد ہے کہ:

”عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: شر الطعام طعام الوليمة يدعیٰ لها الأغنياء ويترک الفقراء .... متفق عليه.“ (مشکوٰۃ ص:۲۷۸)

ترجمہ:... ”بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس میں اغنیاء کی دعوت کی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے، اور جس شخص نے دعوتِ ولیمہ قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔“

آج کل جس انداز سے ولیمے کئے جاتے ہیں ان میں فخر و مباہات اور نام و نمود کا پہلو غالب ہے، سنت کی حیثیت بہت ہی مغلوب نظر آتی ہے، حدیث میں ہے کہ:

”عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما: أن النبی صلی الله عليه وسلم نهیٰ عن طعام المتبارئين أن يؤكل. رواه أبو داوٗد.“ (مشکوٰۃ ص:۲۷۹)

ترجمہ:... ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر و مباہات والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔“

اس لئے ایسے ولیمے کی دعوت کا قبول کرنا بھی مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں آج کل ولیمے کی دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، کھانا عموماً میز کرسی پر یا کھڑے ہوکر کھایا جاتا ہے، اور اَب تو ویڈیو فلمیں بنانے کا بھی رواج چل نکلا ہے، بعض جگہ گانے بجانے کا شغل بھی رہتا ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی قباحتیں پیدا ہوگئی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے ایسی دعوت میں جانا کسی

طرح بھی جائز نہیں۔[1]

ولیمے کے لئے ہم بستری شرط نہیں

سوال:... کیا بیوی سے ہم بستر ہوئے بغیر ولیمہ ہوسکتا ہے؟ یعنی اگر ہم پہلی رات ہم بستر نہ ہوں اور دُوسرے دن ولیمہ کریں تو کیا ولیمہ ہوگا یا نہیں؟

جواب:... ولیمہ صحیح ہے، میاں بیوی کی یکجائی کے بعد ولیمہ کیا جاسکتا ہے، ہم بستری شرط نہیں۔[2]

حکومتِ پاکستان کی طرف سے ولیمے کی فضول خرچی پر پابندی دُرست ہے

سوال:... شادی کا ولیمہ لازمی ہے، مگر حکومت کی جانب سے پابندی کی صورت میں مجبور ہیں، اس کا کیا علاج ہے؟

جواب:... ولیمہ سنتِ نبوی ہے،[3] اور بقدرِ سنت ادائیگی اب بھی ہوسکتی ہے۔ البتہ ولیمے کے نام سے جو نام و نمود اور فضول خرچی ہوتی ہے وہ حرام ہے،[4] حکومت نے اس کو بند کیا ہے تو کچھ بُرا نہیں کیا۔

ولیمہ کب کرنا چاہئے؟

سوال:... ہم اپنے دو بیٹوں کا ولیمہ اور ایک بیٹی کا نکاح ایک ہی دِن کرنا چاہتے ہیں، آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ دونوں بیٹوں کے نکاح کے بعد ان کی دُلہنوں کی رُخصتی سے پہلے ان لڑکیوں کا ولیمہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... ولیمہ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو میاں بیوی کے اِکٹھا ہونے پر دُوسرے دِن کیا جاتا ہے، اس لئے بغیر لڑکی کے

---

(۱) من دعی إلی الولیمة فوجد ثمه لعبًا أو غنًا (إلٰی) فإن قدر علی المنع یمنعهم وإن لم یقدر یصبر وهٰذا إذا لم یکن مقتدیٰ به، أما إذا کان ولم یقدر علٰی منعهم فإنه یخرج ولَا یقعد ولو کان ذٰلک علی المائدة لَا ینبغی أن یقعد وإن لم یکن مقتدیٰ به وهٰذا کله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور فلا یحضر لأنه لَا یلزمه حق الدعوة۔ (عالمگیری، باب الثانی عشر فی الهدایا الضیافات ج:۵ ص:۳۴۳)۔

(۲) والمنقول من فعل النبی صلی الله علیه وسلم أنها بعد الدخول کأنه یشیر إلٰی قصة زینب بنت جحش، وقد ترجم علیه البیهقی بعد الدخول .... وحدیث أنس فی هٰذا الباب صریح فی انها أی الولیمة بعد الدخول۔ (إعلاء السُّنن، باب إستحباب الولیمة ج:۱ ص:۱۰، ۱۱ طبع إدارة القرآن)۔ أیضًا: قیل: إنها تکون بعد الدخول. وقیل عند العقد، وقیل: عندهما ...... والمختار أنه علٰی قدر حال الزوج۔ (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمة ج:۳ ص:۴۵۰)۔

(۳) عن أنس أن النبی صلی الله علیه وسلم رأی علٰی عبدالرحمٰن بن عوف أثر صفرة فقال: ما هٰذا؟ قال: إنی تزوجت امرأة علٰی وزن نواة من ذهب، قال: بارک الله لک، أولم ولو بشاة۔ (مشکوٰة، باب الولیمة ج:۲ ص:۲۷۸)۔

(۴) "وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا، اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا" (بنی إسرائیل:۲۷)۔

رُخصت ہوئے اور بغیر لڑکا لڑکی کے ایک دُوسرے سے ملے، ولیمہ کرنا خلافِ سنت ہے۔ [۱]

نکاح کے تین دِن بعد ولیمہ کرنا

سوال:... کیا ولیمہ نکاح کے دِن سے تین روز بعد کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... میاں بیوی کی رُخصتی سے اگلے دِن ولیمہ مسنون ہے، بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔ [۲]

ولیمہ کب تک کر سکتے ہیں؟

سوال:... ولیمہ کرنا سنت ہے، مگر کب تک کر سکتے ہیں؟ کیا دُوسرے روز ہی کرنا سنت ہے؟ کسی مجبوری کی وجہ سے دو تین روز بعد سنت ہوگا یا نہیں؟ یعنی سنت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب:... اصل سنت تو دُوسرے روز ہی ہے، بامرِ مجبوری ایک دو روز تاخیر ہو جائے تب بھی حرج نہیں۔ [۳]

ولیمے کی دعوت عقیقے کے نام سے کرنا

سوال:... گزارش یہ ہے کہ ایک طرف تو حکومت کی ولیمے پر پابندی ہے، سنت میں مداخلت کہا جا سکتا ہے، دُوسری طرف قوم کا ہر فرد اپنے کو مجتہد سمجھتا ہے، اس ولیمے کو دعوتِ عقیقہ کا نام دے دیتا ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے کہ عقیقے کے کھانے سے ولیمے کی دعوت کر دی جائے؟

جواب:... ولیمے کی دعوت عقیقے کے نام سے دھوکا دہی کے ضمن میں آتی ہے، دعوتِ ولیمہ (جبکہ سنت کے مطابق ہو) جائز اور دھوکا ناجائز ہے۔ [۴]

---

(۱) عن أنس قال: أولم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بنى بزينب بنت جحش فاشبع الناس خبزًا ولحمًا. رواه البخاري. (مشكوٰة ص:۲۷۸). والمنقول من فعل النبي صلى الله عليه وسلم: انها بعد الدخول كأنه يشير إلى قصة زينب بنت جحش، وقد ترجم عليه البيهقي بعد الدخول ...... وحديث أنس في هٰذا الباب صريح في أنها أي الوليمة بعد الدخول. (إعلاء السُّنن، باب إستحباب الوليمة ج:۱۱ ص:۱۰، ۱۱، طبع إدارة القرآن كراچي).

(۲) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (طعام اول يوم) أي في العرس (حق) أي ثابت ولَازم فعله واجابته .... (وطعام يوم الثاني سنة) يمكن أن يكون اليومان بعد العقد أو الأول منهما قبل العقد وثاني بعد (وطعام يوم الثالث سمعة) بضم السين أي سُمعة ورياء يسمع الناس ويرائيهم. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة ج:۳ ص:۴۵۵، طبع بمبئي، هند).

(۳) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طعام اول يوم أي في العروس حق أي ثابت ولَازم فعله وإجابته وطعام يوم الثاني سنة يمكن أن يكون يومان بعد العقد ...إلخ. (مرقاة شرح مشكوٰة، كتاب النكاح، باب الوليمة ج:۳ ص:۴۵۵، طبع أصح المطابع بمبئي).

(۴) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غش فليس منا. (كنز العمال ج:۴ رقم الحديث:۹۵۰۳).

نکاح، ولیمہ وغیرہ سنت کے مطابق کس طرح کیا جائے؟

سوال:...نکاح کو میں عین شرعی طور پر کرنا چاہتا ہوں، خصوصاً تمام معاملات (جیسے لینا دینا، دُلہن لانا، سہاگ رات گزارنا، ولیمہ کرنا) آپ مجھے وضاحت سے جواب دیں، تاکہ میرا یہ عمل عبادت بن جائے، اور اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص رحمت مجھ پر نازل ہو۔

جواب:...نکاح سنت کے مطابق کرلیا جائے، اور سادگی سے رُخصتی کا عمل ہوجائے، نام ونمود نہ کیا جائے، اور حسبِ گنجائش تحفے تحائف کی ممانعت نہیں۔[1]

کیا صرف مشروبات سے سنت کے مطابق ولیمے کی ادائیگی ہوجاتی ہے؟

سوال:...آج کل ولیمے میں مشروبات پیش کئے جاتے ہیں، کیا اس طرح ولیمہ اپنی مسنون حیثیت کے ساتھ ہوتا ہے؟ اگر نہیں ہوتا تو ان حالات میں کیا کیا جائے؟

جواب:... یہ ولیمہ نہیں، ولیمے کی ایک رسم ہے، جو اَدا کی جاتی ہے۔ مسنون ولیمہ سادی سی دعوت ہے، جو دُولہا شادی کے بعد دیتا ہے۔[2]

شادی کے دِن لڑکے اور لڑکی والوں کا مل کر کھانے کا اِنتظام کرنا

سوال:...جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ آج کل عموماً شادی کے دن لڑکی والے اور لڑکے والے مل کر کھانے (ڈنر) کا اِنتظام شادی کے دن ہی کردیتے ہیں، اور ولیمہ نہیں کیا جاتا، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:...میاں بیوی کی یکجائی کے بعد ولیمہ سنت ہے،[3] اور جو "ڈنر" دیئے جاتے ہیں یہ سنت نہیں، واللہ اعلم!

شادی کے موقع پر لڑکی والوں کا، لڑکے والوں سے پیسے لے کر سامان خریدنا اور کھانا کھلانا

سوال:...موجودہ دور میں شادی کے وقت لڑکی والے لڑکے والوں سے پیسہ لیتے ہیں اور اسی رقم سے لڑکی کے لئے سامان یا کھانا پکاکر کھاتے ہیں، شرعی لحاظ سے یہ پیسہ لینا گناہ اور حرام ہے یا نہیں؟ اور کھانے کی شرعی حیثیت کیسی ہے؟ اور سننے میں یہ آیا ہے کہ

---

(۱) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة۔ (شعب الإيمان للبيهقي، كتاب النكاح ج:۵ ص:۲۵۴، رقم:۶۵۶۶ طبع بيروت)۔

(۲) كما في الحديث: عن صفية بنت شيبة قالت: أولم النبي صلى الله عليه وسلم على بعض نسائه بمدّين من شعير۔ رواه البخاري۔ (مشكوٰة ص:۲۷۸، باب الوليمة، الفصل الأوّل)۔

(۳) عن أنس قال: أولم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بنى بزينب بنت جحش فأشبع الناس خبزًا ولحمًا۔ رواه البخاري۔ (مشكوٰة المصابيح ص:۲۷۸)۔ أيضًا: وقيل أنها تكون بعد الدخول وقيل عند العقد وقيل عندهما ...إلخ۔ (مرقاة شرح مشكوٰة، باب الوليمة ج:۳ ص:۴۵۰)۔

جس شادی میں گانا بجانا ہو اس شادی میں کھانا کھانا حرام ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... کوئی لڑکی والا نادار ہو تو ممکن ہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے کچھ مدد کی جاتی ہو، ورنہ عام دستور تو یہ نہیں۔ جس محفل میں گانا بجانا اور دیگر خلافِ شریعت کام ہوتے ہوں، اس میں شرکت کرنا جائز نہیں۔ (۱)

اگر ذریعۂ آمدنی معلوم نہ ہو تو اُس کے ہاں شادی وغیرہ کا کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال:... ہم شادیوں یا دیگر تقریبات میں جاتے ہیں، یا پھر کسی کے ہاں کھانا وغیرہ کھاتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم یہ کہاں سے کمایا گیا ہے، آیا حرام طریقے سے یا حلال؟ اور پوچھنا اِنتہائی مشکل اور جھگڑے کا باعث ہوسکتا ہے، ممکن ہے شادی میں کسی بھی رشتہ دار نے اپنے حرام پیسے ملادیئے ہوں، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب:... اگر یہ معلوم ہو کہ شادی والوں کا غالب ذریعۂ آمدنی حرام ہے تب تو دعوت میں شرکت ہی نہ کی جائے، اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو ہر جگہ تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں۔ (۲)

گانے بجانے والی ولیمے کی دعوت میں شریک ہونا

سوال:... جس شادی میں گانے بجانے کا اِنتظام ہو، تو ان کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ عوام و خواص دونوں طبقوں کے لئے فتویٰ صادر فرمائیں۔

جواب:... جس شادی وغیرہ میں گانے بجانے کا پروگرام ہو اور پہلے سے اس بات کا علم بھی ہو تو اس صورت میں عوام و خواص سب کے لئے اس قسم کی دعوت قبول کرنا اور اس میں جانا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر جانے والے کو دعوت میں حاضر ہونے سے قبل اس بات کا علم نہ ہو کہ وہاں پر گانے بجانے کا پروگرام بھی ہے تو اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر جانے والا کوئی عام آدمی ہو تو اس کے لئے وہاں پر بیٹھ کر کھانا کھانا جائز ہے، البتہ اگر ان کو منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو منع کرے، ورنہ صبر کرے۔ لیکن خواص جیسے بزرگ، مرشد، عالم اور اِمام وغیرہ کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ ان کو منع کریں گے، اگر باوجود منع کرنے کے وہ باز نہیں آتے تو پھر یہ وہاں نہیں بیٹھیں گے، بلکہ وہاں سے اُٹھ کر چلے جائیں گے تاکہ صاحبِ دعوت اور دیگر لوگوں کے لئے زجر و توبیخ کا باعث بنے۔ (۳)

---

(۱) وفی البزازیة: إستماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام: إستماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر۔ (شامی ج:۶ ص:۳۴۸، کتاب الحظر والإباحة)۔

(۲) وبالجملة إذا علم بیقین أو غلبة الظن انه محتاط فی أمر طعامه فذٰلک وان تساویا فالإحتیاط فی الترک وإن کان له وجوه متعددة فی الرزق بعضها طیب وبعضها خبیث واحسن الظن بإحتمال انه یأکل من وجوه الطیبة فله وجه الجواز وإن تعین انه لَا یحتاط أو تعین انه یأکل الحرام أو لیس له إلّا مدخل سوء فکلا ۱۲ لمعات۔ (مشکوٰة ص:۲۷۹، حاشیه نمبر ۳ قبیل باب القسم، طبع قدیمی)۔

(۳) من دعی إلی الولیمة فوجد ثمه لعبًا أو غنًا (إلٰی) فإن قدر علی المنع یمنعهم وإن لم یقدر یصبر وهٰذا إذا لم یکن مقتدیٰ به، أما إذا کان ولم یقدر علٰی منعهم فإنه یخرج ولَا یقعد ولو کان ذٰلک علی المائدة لَا ینبغی أن یقعد وإن لم یکن مقتدیٰ به وهٰذا کله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور فلا یحضر لأنه لَا یلزمه حق الدعوة۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۳)۔

لڑکی والوں کا کھانے کی دعوت کرنا اور غرباء کو بھی بلانا

سوال:...کوئی مسلمان اس طرح شادی کرنا چاہے کہ متوسط حیثیت رکھتا ہو اور نکاح میں خرافات رسمیں نہ چاہتا ہو، بلکہ یہ کرے کہ نکاح میں ۲۰ یا ۲۵ ہزار کا کھانا کرے اور غریب لوگ جو کہ اچھے کھانے کو ترستے ہیں ان کو اپنی شادی میں مدعو کرے، یعنی اپنی خوشی میں غریب کو شامل کرے اور پیسہ خرافات رسموں کے بجائے اس طرح کھانے پر خرچ کرے تو کیا اسلام میں اس طرح نکاح میں کرنا دُرست ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی نیت دِکھاوا نہیں بلکہ غریبوں کے ذریعے اللہ کو خوش کرنا ہو۔

جواب:...لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کی دعوت ہوتی ہی نہیں، البتہ لڑکے کی طرف سے رُخصتی کی رات سے اگلے دن ولیمہ سنت ہے، اس میں چند چیزوں کا لحاظ ضروری ہے: ۱:...اپنی ہمت سے زیادہ نہ ہو، ۲:...نمود و نمائش نہ ہو، ۳:...دوست احباب کے ساتھ غریب غرباء کو بھی کھانا کھلایا جائے۔ [1]

لڑکی والوں کی طرف سے شادی کھانے کی دعوت قبول کرنا

سوال:...لڑکی والوں کی طرف سے (یعنی شادی پر) والدین کا دِیا گیا کھانا سنت سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا دعوتِ شادی پر جانا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب:...لڑکی والوں کی طرف سے شادی کی دعوت سنت سے ثابت نہیں، اگر جمع ہونے والے مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرلیا جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ [2]

نکاح کے وقت لڑکی والوں کا دعوت کرنا

سوال:...نکاح کے وقت لڑکی والوں کا دعوت کرنا کیسا ہے؟ کیا لڑکی والوں کو ایسے خاندان کی دعوت کرنی چاہئے یا یہ اسلام کے خلاف ہے؟

جواب:...شریعت نے لڑکے کی طرف سے دعوتِ ولیمہ کا حکم دیا ہے، لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کرنا اسلامی طریقہ نہیں۔ دُور کے مہمانوں کو کھانا کھلانا دُوسری بات ہے، مگر اہلِ محلّہ کو، برادری کو اور دوست احباب کو اس موقع پر کھانے کی دعوت دینا صحیح نہیں۔ [3]

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: شرّ الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء ويترك الفقراء ...إلخ. (مشكوة ص:۲۷۸). أيضًا: عن عكرمة عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن طعام المتبارئين أن يوكل. (مشكوة ص:۲۷۹، باب الوليمة).

(۲) إذا دعا أحدكم أخاه فليجب عرسا كان أو نحوه. الحديث. (الصحيح لمسلم ج:۱ ص:۴۶۲ طبع قديمى).

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المتباريان لَا يجابان ولَا يوكل طعامهما. (مشكوة ص:۲۷۹).

بچی کے نکاح اور رُخصتی پر دعوت کا اِنتظام کرنا

سوال:... اپنی بچی کے نکاح اور رُخصتی کے موقع پر والدین کے لئے اپنے رشتہ داروں کو جمع کرنا اور ان کی دعوت کا اِنتظام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... دو چار خاص عزیزوں کو بلا لینے میں کوئی حرج نہیں، اور مہمان آئیں گے تو کھانا بھی کھلانا ہوگا، لیکن شادیوں میں "میلہ" جمع کرنے کا جو رِواج ہے، یہ لائقِ ترک ہے۔

نکاح اور رُخصتی کے موقع پر سارے رشتہ داروں کو کھانا کھلانا

سوال:... نکاح اور رُخصتی کے موقع پر سارے رشتہ داروں اور محلہ یا گاؤں والوں کو جمع کرنا اور ان کو کھانا کھلانا ولیمے کے طور پر کیسا ہے؟

جواب:... چیدہ چیدہ آدمیوں کو نکاح کے وقت بلالیا جائے، اور نکاح کے بعد اپنے اپنے گھروں کو جائیں، لڑکی کا ولیمہ نہیں ہوتا، محض رسم ہے۔

ثبوتِ نسب

حمل کی مدّت

سوال:...عورت کے شکم میں بچے کی میعاد کتنی ہے، ۶ ماہ، ۷ ماہ، ۸ ماہ یا کہ صحیح وقت ۹ ماہ ہے؟ میرے گھر میں ساڑھے پانچ ماہ بعد بچہ پیدا ہوگیا، میں چھٹی کاٹ کر واپس یو اے ای میں پہنچا تو ساڑھے پانچ ماہ بعد ہی معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہوگیا اور ٹھیک تندرست صحت مند۔ خدارا مجھے قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ آیا یہ بچہ صحیح جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:...جو بچہ عقد کے چھ ماہ بعد پیدا ہو وہ شرعاً جائز سمجھا جاتا ہے، چھ ماہ سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ شرعاً جائز نہیں،[1] لہٰذا جس بچے کی پیدائش نکاح کے چھ مہینے سے پہلے ہوئی ہو اس کا نسب اس نکاح کرنے والے سے ثابت نہیں۔[2] آپ بچے کی پیدائش کا حساب نکاح کی تاریخ سے لگائیں، اپنی چھٹی سے واپسی کی تاریخ سے نہیں۔

سوال:...حمل کی مدّت کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہے، مطلب یہ ہوا کہ بچہ چھ ماہ سے پہلے پیدا نہیں ہوتا، اور زیادہ سے زیادہ دو برس پیٹ میں رہ سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ شادی کے دو مہینے بعد شوہر صاحب کسی دُوسرے ملک چلے گئے، ٹھیک پندرہ مہینے بعد انہیں خط موصول ہوا کہ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ ساس اور گھر کے دُوسرے افراد نے اعتراض کیا کہ یہ ہمارا پوتا نہیں ہے، جبکہ بچے کا باپ کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے، کیونکہ جب میں باہر جارہا تھا تو بیوی مجھے بتاچکی تھی کہ وہ حمل سے ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر یہ نہ بتاتی تو شاید میں بدظن ہوجاتا۔ سوال پھر یہ اُبھرتا ہے کہ اگر وہ خاتونِ خانہ اپنے شوہر کو نہ بتاتیں تو کیا بچہ حرامی کہلاتا؟ اسی طرح کے اور بھی بہت سے مسئلے ہیں، یعنی شوہر کے انتقال کے پندرہ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا جسے حرامی کہتے ہیں۔

جواب:...مدّتِ حمل زیادہ سے زیادہ دو سال ہے،[3] دو سال کے اندر جو بچہ پیدا ہو وہ اپنے باپ ہی کا سمجھا جائے گا، اس کو

---

(۱) اکثر مدة الحمل سنتان وأقله ستة أشهر، لقوله تعالٰى: وحمله وفصاله ثلٰثون شهرًا ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۳۳)۔ أيضًا: فولدت ولدًا لستة أشهر من يوم تزوّجها فهو ابنه ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۳۰)۔

(۲) وإذا تزوّج الرجل امرأة فجاءت بولد لأقل من ستّة أشهر منذ يوم تزوّجها لم يثبت نسبه، لأن العلوق سابق على النكاح فلا يكون منه ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۳۳، شامی ج:۳ ص:۵۴۰، فصل في ثبوت النسب)۔

(۳) اکثر مدة الحمل سنتان ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۳۳، باب ثبوت النسب)۔

ناجائز کہنا غلط ہے۔[1]

ناجائز اولاد صرف ماں کی وارث ہوگی

سوال:...روزمرّہ زندگی میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی لڑکی کسی دُوسرے لڑکے سے منہ کالا کرتی ہے تو اس گناہ کو چھپانے کے لئے دونوں کی شادی کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے، شادی کے چوتھے یا چھٹے ماہ ان کے ہاں جو پہلا بچہ پیدا ہوگا، اس کی حیثیت کیا ہوگی؟ یاد رہے کہ گناہ کرنے کے بعد ان کی باقاعدہ شادی بھی ہوئی ہے۔

جواب:...زنا کی اولاد کا نسب غیرقانونی باپ سے ثابت نہیں ہوتا، خواہ عورت نے اس مرد سے شادی کرلی ہو،[2] اس مرد کی اولاد صرف وہ ہے جو نکاح سے پیدا ہوئی، وہی اس کی وارث ہوگی۔ ناجائز اولاد اس کی وارث نہیں صرف اپنی ماں کی وارث ہوگی۔[3]

''لعان'' کی وضاحت

سوال:...ایک صاحب کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ: ''اگر شوہر، بیوی پر تہمت لگائے تو بیوی ''لعان'' کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور اگر کوئی شخص کسی دُوسرے پر تہمت لگائے تو ''حدِ قذف'' جاری ہوسکتی ہے''۔ مہربانی فرماکر ''لعان'' اور ''حدِ قذف'' کی وضاحت فرمائیں۔

جواب:...''قذف'' کے معنی ہیں کسی پر بدکاری کی تہمت لگانا،[4] اور ''حدِ قذف'' سے مراد وہ سزا ہے جو ایسی تہمت لگانے والے کو دی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی پاک دامن پر بدکاری کی تہمت لگائے اور اپنے دعویٰ پر چار گواہ پیش نہ کرسکے تو اس پر اَسّی کوڑے کی سزا جاری ہوگی، اسی کو ''حدِ قذف'' کہتے ہیں۔[5] اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بدکاری کی تہمت لگائے یا اس سے پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں ہے، اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو عورت اس کے خلاف عدالت میں استغاثہ کرسکتی ہے، عدالت میں شوہر چار مرتبہ قسم کھائے کہ میں نے اپنی بیوی پر جو الزام لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں، اور پانچویں مرتبہ یہ

---

(۱) وإن جاءت به لستّة أشهر فصاعدًا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت لأن الفراش قائم والمدة تامة ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۳۲). أيضًا: أكثر مدة الحمل سنتان .... وأقلها ستّة أشهر إجماعًا فيثبت نسب ولد ...إلخ. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۵۴۰، فصل في ثبوت النسب).

(۲) وإذا تزوّج الرجل امرأة فجاءت بولد لأقل من ستّة أشهر منذ يوم تزوّجها لم يثبت نسبه لأن العلوق سابق على النكاح فلا يكون منه ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۳۲، باب ثبوت النسب).

(۳) ثم ينفي القاضي نسب الولد ويلحقه بأُمّه ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۱۹، باب اللعان).

(۴) القذف: لغةً الرمي عن بعيد ثم استعير للشتم. وشرعًا: رمي مخصوص هو الرمي بالزنا والنسبة إليه. (قواعد الفقه ص:۴۲۵ القاف، طبع صدف پبلشرز، کراچی).

(۵) وإذا قذف الرجل رجلًا محصنًا أو امرأة محصنة بصريح الزنا وطالب المقذوف بالحد حده الحاكم ثمانين سوطًا إن كان حُرًّا لقوله تعالٰى: والذين يرمون المحصنٰت إلٰى أن قال فاجلدوهم ثمانين جلدة الآية ...إلخ. (هداية، باب حد القذف ج:۲ ص:۵۲۹ طبع ملتان).

کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اس الزام میں جھوٹا ہوں۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ حلف اُٹھائے کہ اس نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے یہ اس میں جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹے اگر یہ اپنے الزام میں سچا ہو۔ اس طرح میاں بیوی کا عدالت میں قسمیں کھانا ''لعان'' کہلاتا ہے۔[1] یہ ''لعان'' مرد کے حق میں ''حدِ قذف'' یعنی تہمت تراشی کی سزا کے قائم مقام ہوگا، اور عورت کے حق میں ''حدِ زنا'' کے قائم مقام ہوگا۔[2] جب وہ دونوں ''لعان'' کرچکیں تو عدالت ان دونوں کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کردے۔ لعان کے بعد یہ دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے،[3] اب ان دونوں کا اس وقت تک نکاح نہیں ہوسکے گا جب تک کہ ان میں سے ایک اپنے آپ کو جھوٹا تسلیم نہ کرلے۔ ہاں! اگر شوہر تسلیم کرلے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا، یا عورت تسلیم کرلے کہ اس کا الزام صحیح تھا تو دونوں کے درمیان لعان کی حرمت باقی نہیں رہے گی، اور دونوں دوبارہ نکاح کرسکیں گے۔[4] اگر مرد نے بچے کے نسب کی نفی کی تھی تو ''لعان'' کے بعد یہ بچہ شوہر کا تصوّر نہیں کیا جائے گا، بلکہ ''بن باپ'' کا بچہ سمجھا جائے گا، اور اس کا نسب صرف عورت سے ثابت ہوگا۔[5]

نازیبا الزامات کی وجہ سے لعان کا مطالبہ

سوال:... ایک شخص ہے جو اپنی بیوی سے ناراض ہوجاتا ہے، بیوی اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہے، دوست احباب اسے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو لے آؤ، وہ جواباً کہتا ہے کہ میں اسے نہیں لاؤں گا، اور وہ اپنی بیوی پر مختلف نازیبا الزامات عائد کرتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ اپنی بیوی سے راضی ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ رہنے لگتا ہے، بتائیں کہ اس کا بیوی کے ساتھ رہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... اس قسم کے نازیبا الزامات سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا، اس لئے میاں بیوی ایک ساتھ ضرور رہ سکتے ہیں، لیکن اس کے یہ الفاظ تہمت کے ضمن میں آتے ہیں، اور ایسے الفاظ پر بیوی اپنے شوہر کے خلاف ''لعان'' کا دعویٰ کرسکتی ہے۔[6] اور اگر یہ بیوی کے

---

(۱) إذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهما من أهل الشهادة والمرأة ممن يحد قاذفها أو نفى نسب ولدها وطالبته بموجب القذف فعليه اللعان ...إلخ۔ (هداية، باب اللعان ج:۲ ص:۴۱۶)۔ أيضًا: والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهدآء إلّا أنفسهم فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله انه لمن الصّدقين، والخمسة ان لعنت الله عليه إن كان من الكذبين، ويدرؤا عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله انه لمن الكذبين، والخمسة أنّ غضب الله عليها إن كان من الصّدقين۔ (النور:۶-۹)۔

(۲) والأصل ان اللعان عندنا شهادات مؤكدات بالإيمان مقرونة باللعن قائمة مقام حد القذف في حقه ومقام حد الزنا في حقها ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۱۶)۔

(۳) وإذا التعنا لَا تقع الفرقة حتّى يفرق القاضي بينهما وتكون الفرقة تطليقةً بائنة ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۱۸)۔

(۴) وإن عاد الزوج وأكذب نفسه حده القاضي لإقراره بوجوب الحد عليه وحل له أن يتزوجها ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۱۹، باب اللعان، طبع شركت علميه ملتان)۔

(۵) ولو كان القذف بنفي الولد نفى القاضي نسبه وألحقه بأُمّه۔ (هداية ج:۲ ص:۴۱۹، باب اللعان)۔

(۶) إذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهما من أهل الشهادة والمرأة ممن يحد قاذفها أو نفى نسب ولدها وطالبته بموجب القذف فعليه اللعان ...إلخ۔ (هداية، باب اللعان ج:۲ ص:۴۱۶، طبع مكتبه شركت علميه ملتان)۔

علاوہ کسی دُوسرے پر ایسے نازیبا الزامات لگاتا تو "حدِقذف" (تہمت تراشی کی سزا اَسّی درّے) جاری ہوتی۔[1]

شادی کے چھ مہینے کے بعد پیدا ہونے والا بچہ شوہر کا سمجھا جائے گا

سوال:... میری کزن کی شادی یکم مارچ کو ہوئی اور اس کے ہاں ۱۳؍ستمبر کو بیٹا پیدا ہوا، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ بیٹا جائز ہوا کہ ناجائز؟ کیونکہ سب لوگ میری کزن کو بہت باتیں کر رہے ہیں۔

جواب:... بچے کی ولادت کم سے کم چھ مہینے میں ہوسکتی ہے، اس لئے شادی کے چھ مہینے بعد جو بچہ پیدا ہو وہ شوہر ہی کا سمجھا جائے گا، اور کسی کو اس کے ناجائز کہنے کا حق نہیں ہوگا۔[2] اور اگر شوہر یہ کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں تو قرآنِ کریم کے حکم کے مطابق عورت کے مطالبے پر اس کو عدالت میں "لعان" کرنا ہوگا۔[3]

ناجائز بچہ کس کی طرف منسوب ہوگا؟

سوال:... پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں اس بچے کی ماں اچھی طرح جانتی ہے کہ اس پیدا ہونے والے بچے کا حقیقی والد کون ہے؟ اگر بچہ حرام کا ہو تو کیا بچے کو اس کے باپ کے نام سے پکارا جائے گا جس کے بارے میں اسے کچھ پتا نہیں؟

جواب:... جو بچہ کسی کے نکاح میں پیدا ہوا وہ اسی کا سمجھا جائے گا، جب تک کہ وہ شخص اس بچے کا انکار کرکے اپنی بیوی سے "لعان" نہ کرے۔[4] زانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا، اس لئے اگر منکوحہ کے یہاں ناجائز بچہ پیدا ہو تو اس عورت کے شوہر کی طرف منسوب ہوگا،[5] اور غیرمنکوحہ کا بچہ قانوناً کسی باپ کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا۔[6]

---

(۱) وإذا قذف الرجل رجلًا محصنًا أو امرأة محصنةً بصريح الزنا وطالب المقذوف بالحد حده الحاكم ثمانين سوطًا إن كان حُرًّا ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۵۲۹، باب حد القذف).

(۲) أكثر مدة الحمل سنتان وأقلّه ستّة أشهر ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۳۳، درمختار ج:۳ ص:۵۴۰). أيضًا: وإن جاءت به بستّة أشهر فصاعدًا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت لأن الفراش قائم. (هداية ج:۲ ص:۴۳۲).

(۳) أو نفى نسب ولدها وطالبته بموجب القذف فعليه اللعان ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۱۶).

(۴) وإذا نفى الرجل ولد امرأته عقيب الولادة ...... صح نفيه ولَاعن به وإن نفاه بعد ذٰلك لَاعن ويثبت النسب ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۲۰، باب اللعان، طبع مكتبه شركت علميه ملتان).

(۵) وإن جاءت به لستّة أشهر فصاعدًا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت لأن الفراش قائم ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۳۲، باب ثبوت النسب، طبع شركت علمية ملتان).

(۶) فالوطء فيه زنا لَا يثبت به النسب ...إلخ. (شامي ج:۳ ص:۵۵۵، قبيل باب الحضانة).

زوجیت کے حقوق

لڑکی پر شادی کے بعد کس کے حقوق مقدّم ہیں؟

سوال:... لڑکی پر شادی کے بعد ماں باپ کے حقوق مقدّم ہیں یا شوہرِ نامدار کے؟

جواب:... شوہر کا حق مقدّم ہے۔ (۱)

بیوی کے حقوق

سوال:... محترم! میں ایک شادی شدہ خاتون ہوں، اور شادی شدہ زندگی اور سسرال کے حوالے سے میرے ذہن میں بہت سارے اِبہام موجود ہیں، جن کو میں آپ کی رہنمائی میں اسلام کے اُصولوں کی روشنی میں دُور کرنا چاہتی ہوں، اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ایسے بہت سے سوالات میری طرح کی اور خواتین کے ذہن میں بھی ہوں گے۔

ایک شوہر کے بیوی کے لئے کیا کیا حقوق اور فرائض ہیں؟ نیز ایک بیوی کے شوہر کے لئے کیا حقوق اور فرائض ہیں؟

جواب:... اس کے لئے ''حقوق الزوجین'' کے نام سے کتابیں چھپی ہوئی ہیں، اس کا مطالعہ کرلیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ کچھ حقوق مرد کے بیوی کے ذمے ہیں، اور کچھ بیوی کے مرد کے ذمے ہیں، جو اپنے اپنے حقوق ادا نہیں کرے گا، قیامت کے دِن پکڑا ہوا آئے گا، اِلَّا یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔ (۲)

عورت ماں کا حکم مانے یا شوہر کا؟

سوال:... عورت کو ماں کا حکم ماننا چاہئے یا شوہر کا؟

---

(۱) عن قيس بن سعد قال: اتيتُ الحيرة فرأيتهم يسجدون لمَرْزبان لهم فقلت رسول الله صلى الله عليه وسلم أحق أن يسجد لهٗ ...... قال: فلا تفعلوا! لو كنتُ آمرُ أحدًا أن يسجدَ لأحدٍ لأمرتُ النساء أن يسجدن لأزواجهنّ لما جعل الله لهم عليهنّ من الحق. (سنن أبي داؤد ج:۱ ص:۲۹۸، مشكوٰة ص:۲۸۲). أيضًا: عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرأة إذا صلّت خمسها .... وأطاعت بعلها فلتدخل من أيّ أبواب الجنّة شاءت ...إلخ (مشكوٰة ص:۲۸۱).

(۲) وعنه (أي ابن عمر) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لتؤدن الحقوق إلٰى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء. رواه مسلم. وذكر حديث جابر "إتقوا الظلم!" في باب الإنفاق. (مشكوٰة، باب الظلم، الفصل الأول ج:۲ ص:۴۳۵).

جواب:... اگر ایک کا حکم شرعاً صحیح اور دُوسرے کا غلط ہے، تو جس کا صحیح ہے اس کا حکم مانا جائے،[۱] خواہ ماں ہو یا شوہر۔ اور دونوں باتیں جائز ہوں تو عورت کے لئے شوہر کا حکم مقدم ہے۔[۲]

کیا بیوی شوہر سے زبان درازی کرسکتی ہے؟

سوال:... کیا بیوی اپنے شوہر سے زبان درازی کرسکتی ہے؟

جواب:... زبان درازی کرنا عورت کا ایسا عیب ہے جو اس کے تمام کارناموں اور خوبیوں پر پانی پھیر دیتا ہے، جو عورت اپنے شوہر کی رضا اور خدمت کو اپنا مقصد بنالیتی ہے اور چند دِن کی تنگی اور ترشی پر صبر کرلیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دُنیا و آخرت کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور جو عورت اپنی ضد اور اَنا کی پجاری ہو اور شوہر کے سامنے زبان درازی کرے، وہ اپنی دُنیا بھی برباد کرتی ہے اور آخرت بھی۔ جدید تعلیم نے لڑکیوں سے صبر و تحمل اور رضائے اِلٰہی کے لئے مشکل حالات کا سامنا کرنے کا وصف چھین لیا ہے، اس لئے زبان درازی کو عیب نہیں سمجھا جاتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ گھر میں ''جنت کا سا ماحول'' پیدا نہیں ہوتا۔

بغیر عذر عورت کا بچے کو دُودھ نہ پلانا، ناجائز ہے

سوال:... خداوند کریم رازق العباد ہے، اس نے بچے کا رزق (دُودھ) اس کی ماں کے سینے میں اُتارا، اگر اس کی ماں بلاکسی شرعی عذر کے جبکہ ڈاکٹر نے بھی منع نہ کیا ہو، بلکہ صرف اس عذر پر کہ وہ ملازمت کرتی ہے، بچے کو دُودھ پلانے سے کمزوری واقع ہوگی یا حسن میں بگاڑ پیدا ہوگا، بچے کو اپنا دُودھ نہ پلائے تو کیا ایسی ماں کا شمار غاصبوں میں نہ ہوگا اور کیا وہ سزاوار نہ ہوگی؟ آپ اَزرُوئے شرع فرمائیے کہ ایسی عورت کو کیا سزا ملے گی؟

جواب:... بچے کو دُودھ پلانا دیانتاً ماں کے ذمہ واجب ہے، بغیر کسی صحیح عذر کے اس کو انکار کرنا جائز نہیں، اور چونکہ اس کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں اس لئے ملازمت کا عذر معقول نہیں، اسی طرح حسن میں بگاڑ کا عذر بھی صحیح نہیں۔[۳]

بیوی بچوں کے حقوق ضائع کرنے کا کیا کفارہ ہے؟

سوال:... میرے بڑے بھائی جو اَب پاکستان میں عرصہ ۲۵ سال سے ہیں، ہندوستان ضلع سہارن پور میں بیوی اور ۵

---

(۱) عن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا طاعة فی معصیة، إنما الطاعة فی المعروف. متفق علیه. (مشکوٰة ص: ۳۱۹، کتاب الْإمارة والقضاء، طبع قدیمی کتب خانه).

(۲) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لو کنت آمر أحد أن یسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجدَ لزوجها. (مشکوٰة ص: ۲۸۱، باب عشرة النساء، طبع قدیمی کتب خانه).

(۳) ''وَالْوٰلِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ، وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَکِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ'' (البقرة: ۲۳۳)۔ أیضًا: قال یونس عن الزهری: نهی الله أن تضآرّ والدة بولدها وذٰلک أن تقول الوالدة لستُ مرضعتهٗ ...إلخ. (صحیح بخاری ج:۲ ص:۸۰۷)۔ أیضًا: وتؤمر به دیانة لأنه من باب الْإستخدام وهو واجب علیها دیانة. (بحر ج:۴ ص:۲۰۲)۔

بچوں کو چھوڑ آئے اور یہاں پر دُوسری شادی کی اور پاکستان میں بھی ان کی اولاد ہے۔ جب سے یہ پاکستان آئے ہیں پہلی بیوی کی کفالت کے لئے کچھ نہیں کیا، اور نہ پہلی بیوی کو طلاق دی اور نہ دوبارہ ہندوستان گئے۔ ایسی صورت میں کیا وہ بیوی ان کے نکاح میں موجود ہے؟ کیا پاکستان میں بڑے بھائی کی جائیداد میں پہلی بیوی اور بچوں کا حق ہے؟ اگر ہے تو اس کا کیا حساب ہے؟ اب بڑھاپے میں وہ پچھتا رہے ہیں اور کفارہ ادا کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:... جب پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی تو ظاہر ہے کہ وہ ابھی اس کے نکاح میں ہے، اور بیوی بچوں کو اس طرح بے سہارا چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوئے۔[۱] اب اس کا کفارہ اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگیں اور بیوی بچوں کے جو حقوق ضائع کئے ان سے بھی معافی مانگیں۔[۲] پاکستان میں ان کی جو جائیداد ہے اس میں پہلی بیوی اور اس کے بچوں کا بھی برابر کا حصہ ہے۔[۳]

بیوی اور اولاد پر ظلم

سوال:... میرے والد بہت ظالم ہیں، والدہ سے شادی کے چار ماہ بعد انہوں نے ظلم شروع کردیئے، والدہ کو اپنے ماں باپ کے گھر جانے نہیں دیتے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر والدہ سے ناراض ہوجاتے اور پھر والدہ کو بُری طرح مارتے۔ خود سارا دِن اور رات دوستوں کے ساتھ گزارتے، بیوی اور بچوں کو کوئی وقت نہیں دیتے۔ میری والدہ خاندان سے بالکل تنہا رہی ہیں۔ جب ہم بہن بھائی باشعور ہوئے، باتوں کو سمجھنے لگے تو بھائیوں کو ہم بہنوں اور ماں کے خلاف کردیا۔ بڑی بہن کی بڑی مشکل سے شادی ہوئی، بہن کے سسرال میں ان کی بڑی عزّت تھی، لیکن جب ان کو ہمارے گھر کے حالات معلوم ہوئے تو سسرال والے بھی باجی کے ساتھ وہ سلوک کرنے لگے۔ اب بیٹیوں میں میری باری ہے۔ میری شادی طے ہوگئی ہے، سسرال والوں کو ہمارے بارے میں سب پتا ہے، اس کے باوجود وہ مجھے اپنا بناکر لے جارہے ہیں، شاید یہ سمجھ کر کہ اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا، جو مرضی آئے سلوک کریں گے۔ مجھے ان سب باتوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ مجھے ایسا وظیفہ بتائیں جس سے میرے ہونے والے شوہر کے دِل میں میرے لئے سچی محبت پیدا ہوجائے۔

جواب:... دراصل لوگوں نے یہ سوچ لیا ہے کہ زندگی دُنیا ہی کی زندگی ہے، اور اس کے بعد کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا،

---

(۱) "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (البقرة:۲۳۳). أيضًا: تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۴۴، الباب السابع عشر فی النفقات، کتاب الطلاق).

(۲) وعن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلّلهُ منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم ...إلخ. (مشكوة ص:۴۳۵، باب الظلم).

(۳) "يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين .... ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم" (النساء:۱۱).

اس لئے کسی پر ظلم کے پہاڑ توڑو، اور کسی پر جتنا چاہو ظلم کرو، کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ لیکن اس کا پتا مرنے کے بعد چلے گا۔ [1]

میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھیں، بلاناغہ قرآن مجید کی تلاوت کریں اور اپنے ہونے والے شوہر کے ساتھ نہایت عزّت و اِحترام کا معاملہ کریں، اور یہ دُعا پڑھا کریں: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ'' میں دِل سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی راحت عطا فرمائیں اور آپ کے والد کو بھی فکرِ آخرت نصیب فرمائیں۔

شوہر کا ظالمانہ طرزِ عمل اور اُس کا شرعی حکم

سوال:...آٹھ برس قبل ایک متشدّد شوہر نے بہت زیادہ مار پیٹ کر اپنی بیوی کو آدھی رات کو گھر سے باہر گلی میں پھینک دیا، جہاں اسے پڑوس کی بزرگ عورتوں نے گالی گلوچ کی آوازیں سن کر پناہ دی، اور اس کے (عورت کے) ماں باپ کے گھر خبر بھجوادی۔ دریں اثنا شوہر نے اپنے بڑے بھائی اور بڑی بہن کو ساتھ لے کر عورت کو اس کے چار چھوٹے بچوں سمیت اس کے نانا کے گھر پہنچادیا، ایک بچی اس وقت پیٹ میں تھی، بہرحال یہ مظلوم عورت ننھیال سے اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ گئی۔ عورت کے خاندان کی طرف سے مصالحت کی درخواستیں بلاشنوائی شوہر کے خاندان نے رَدّ کردیں، اور دو تین برس بعد شوہر نے دو طلاقیں اپنی بیوی کو دے دیں، اس وقت اس کے پانچ بچے بھی ننھیال یعنی عورت کے ماں باپ کے پاس رہتے تھے۔ عدّت شوہر نے گزار دی اور بچوں کا خرچہ (بہت ہی معمولی) بھجوانا شروع کردیا۔ کبھی نہ شوہر (بچوں کا باپ) ملنے یا بچوں کو دیکھنے آیا، نہ ہی اس کے خاندان کا کوئی رحم دِل فرد یا بزرگ آیا۔ یہ لوگ عجیب روایتی لڑکی والوں کو نفرت سے دیکھنے والا خاندان ثابت ہوئے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ بچوں کے لئے باپ خرچہ کبھی بھیجتا تھا کبھی نہیں، لہٰذا بڑے بچے نے ڈاکیے سے کہہ کر واپس کردیا اور پھر بالکل ہی بند ہوگیا۔ نکاح پر دیا معجّل ہار (تین ہزار مالیت کا) گھر سے نکالتے وقت شوہر نے چھین لیا تھا، اسی طرح اس کی جہیز کی تمام چیزیں جو بوقتِ شادی شوہر کی بہنوں نے دیکھ دیکھ کر پوری لی تھیں، ان میں سے کچھ بھی واپس ابھی تک نہیں کیا ہے، کہتے ہیں ہم نے تین طلاق نہیں دی ہیں، لہٰذا معاملہ ہماری طرف سے بند نہیں ہوا، مطلقہ خلع لے۔ آپ جانتے ہیں عدالتوں میں شرفاء اور دِین دار نہیں جانا چاہتے، اس مرد نے دُوسری شادی کی ہوئی ہے، اور وہاں سے اس کی بچی بھی ہے، (بچوں کو اس کا کارڈ آیا تھا)، اب آپ ہی مشورہ دیں کہ یہ مطلقہ مظلوم عورت کو کیا کرنا چاہئے بجز صبر کے؟

جواب:...شرعی حکم: ''اِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَان'' کا ہے، یعنی عورت کو رکھو تو دستور کے مطابق رکھو، اور اگر نہیں رکھنا چاہتے تو اسے خوش اُسلوبی کے ساتھ چھوڑ دو۔ [2] آپ نے جو المناک کہانی درج کی ہے، وہ اس حکمِ شرعی کے خلاف ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ شوہر کو عورت کی کسی غلطی پر غصہ آیا ہوگا، لیکن شوہر نے غصّے کے اِظہار کا جو اَنداز اِختیار کیا، وہ فرعونیت کا مظہر ہے۔

۱:...آدھی رات کو مار پیٹ کر اور گالم گلوچ کر کے گھر سے باہر پھینک دینا، دورِ جاہلیت کی یادگار ہے، اسلام ایسے غیرانسانی

---

(۱) عن أبی موسٰی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الله لیملی الظالم حتّٰی إذا أخذه لم یُفلِته ثم قرأ: وکذٰلک أخذ ربک إذا أخذ القرٰی وهی ظالمة الآیة. متفق علیه. (مشکوٰة ص:۴۳۴، باب الظلم).

(۲) ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ'' (البقرة:۲۲۹).

اور ایسے غیر شریفانہ فعل کی اجازت نہیں دیتا۔ (۱)

۲:... عورت کو بغیر طلاق کے اس کے چار پانچ بچوں سمیت اس کے نانا کے گھر بٹھا دینا بھی اُوپر کے درج کردہ شرعی حکم کے خلاف تھا۔

۳:... عورت کے میکے والوں کی مصالحانہ کوشش کے باوجود نہ مصالحت کے لئے آمادہ ہونا اور نہ طلاق دے کر فارغ کرنا بھی حکمِ شرعی کے خلاف تھا۔

۴:... عورت کو دِیا ہوا مہر ضبط کرلینا اور اس کے جہیز کے سامان کو روک لینا بھی صریحاً ظلم وعدوان ہے،(۲) حالانکہ دو تین سال بعد شوہر نے طلاق بھی دے دی، اس کے بعد اس کے مہر اور جہیز کو روکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ (۳)

۵:... بچے تو شوہر کے تھے، اور ان کا نان ونفقہ ان کے باپ کے ذمے تھا،(۴) مگر طویل عرصے تک بچوں کی خبر تک نہ لینا، نہ ان کے ضروری اِخراجات کی کفالت اُٹھانا بھی غیر اِنسانی فعل ہے۔ یہ مظلوم عورت اگر عدالت سے رُجوع نہیں کرنا چاہتی تو اس معاملے کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے، اس سے بہتر اِنصاف کرنے والا کون ہے؟ حق تعالیٰ اس کی مظلومیت کا بدلہ قیامت کے دِن دِلائیں گے اور یہ غاصب اور ظالم دُنیا میں بھی اپنے ظلم وعدوان کا خمیازہ بھگت کر جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں، لیکن جب پکڑتے ہیں تو پھر چھوڑتے نہیں۔ (۵)

شوہر اگر زِندہ ہو، اور یہ تحریر اس کی نظر سے گزرے تو میں اس کو مشورہ دُوں گا کہ اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا اس پر برسنا شروع ہو، اس کو ان مظالم کا تدارک کرلینا چاہئے۔

جس عورت کا شوہر ۱۰، ۱۱ سال سے نہ اُسے بسائے اور نہ طلاق دے وہ عورت کیا کرے؟

سوال:... آج سے تقریباً ساڑھے بارہ سال قبل ستمبر ۱۹۷۲ء میں ایک شخص رشید اللہ ولد مجید اللہ سے میری شادی ہوئی، جس سے میرے دو بچے ہیں، لڑکی کی عمر تقریباً ساڑھے گیارہ سال اور لڑکے کی عمر تقریباً دس سال ہے۔ شادی کے شروع سال ہی سے آپس میں سخت قسم کے جھگڑے، رنجش، لڑائی اور مار پیٹ شروع ہوگئی، اور اسی دوران ایک لڑکی پیدا ہوگئی، اور ناچاقی کی صورت میں، میں اپنے والدین کے یہاں آگئی، اور پھر بزرگوں نے تصفیہ کرایا تو میں اپنے شوہر کے گھر چلی گئی، تقریباً سات ماہ

(۱) عن عبدالله بن زمعة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا يجلد أحدكم إمرأته جلد العبد ... إلخ۔ (مشكوٰة ص: ۲۸۰، باب عشرة النساء، كتاب النكاح)۔

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا يحل مال امرىء إلّا بطيب نفس منه۔ (مشكوٰة ص: ۲۵۵)۔

(۳) كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلّقها تأخذ كله وإذا ماتت يورث عنها۔ (شامي ج: ۳ ص: ۱۵۸)۔

(۴) "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (البقرة: ۲۳۳)۔

(۵) عن أبي موسٰى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله ليملي الظالم حتّٰى إذا أخذه لم يفلته، ثم قرأ: وكذٰلك أخذ ربك إذا أخذ القرٰى وهي ظالمة۔ (مشكوٰة ص: ۴۳۴، باب الظلم)۔

کے بعد پھر ناچاقی ہوگئی، اور میں اپنے والدین کے یہاں چلی آئی۔ اس دن سے آج تک تقریباً دس سال سے میں والدین کے گھر پر ہی ہوں۔ شوہر سے نہ تو ملاقات ہوئی اور نہ آنا جانا ہے، ہم نے عدالت سے رُجوع کیا تو عدالت نے فی بچہ ۷۵ روپیہ ماہوار مقرّر کیا۔ ۵۰ روپیہ ماہانہ تین سال تک خرچ بذریعہ عدالت ملتا رہا۔ بعد میں رشید اللہ نے چالاکی سے تصفیہ کرکے صلح نامہ عدالت میں جمع کرواکر خرچ جمع کرانا بند کردیا، کیونکہ وہ خود بھی سٹی کورٹ میں کام کرتا ہے۔ ہماری ناچاقی کے دوران رشید اللہ نے دھوکے سے دُوسری شادی بھی کرلی، جس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں۔ صورتِ حال یہ ہے کہ میں اب والدہ کے ساتھ اپنے دو بچوں کے ہمراہ رہ رہی ہوں، دس سال سے رشید اللہ سے کوئی رابطہ نہیں ہے، اور نہ سات سال سے کوئی خرچہ دیا ہے۔ اب میں طلاق چاہتی ہوں، لیکن وہ سٹی کورٹ میں ہوتے ہوئے ہمارے کیس کو خراب کرتا ہے، عدالت سے اِنصاف کی توقع نہیں ہے۔ براہِ کرم مجھے بتایا جائے کہ مجھے دُوسرا نکاح کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ کیونکہ رشید اللہ نے تو شادی کرلی ہے، میں نے بہت صبر کیا، ہمارا کسی طور پر بھی دوبارہ ملاپ ممکن نہیں ہے۔

جواب:... آپ کو جب تک شوہر سے طلاق نہیں مل جاتی، آپ کا عقد دُوسری جگہ نہیں ہوسکتا۔[1] دو چار شریف آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے طلاق حاصل کرلیجئے، ورنہ عدالت سے رُجوع کیجئے۔

گھر سے نکالی ہوئی عورت کا نان ونفقہ نہ دینے والے ظالم شوہر سے کیا سلوک کیا جائے؟

سوال:... بحوالہ ''جنگ'' میں آپ کا جواب بعنوان ''میکے میں رہنے والی بیوی کا خرچہ'' یہ فرمائیں کہ اگر شوہر بلامعقول بہانے یا عذر کے جھگڑا کرکے اور مار پیٹ سے بلکہ شدت کرکے اپنی عورت (بیوی) جو اس کے پانچ چھوٹے چھوٹے بچوں کی ماں بھی ہو، اسے گھر کے گیٹ سے باہر گھسیٹ پھینک کر دروازہ بند کردے کہ پڑوسی وقتی پناہ دے کر اس عورت (شوہر کی نکالی ہوئی بیوی) کو اس کے والدین کے پاس خبر بھجواکر وہاں (یعنی اس کے میکے) پہنچادیں اور مزید یہ کہ یہ شوہر پورا ایک عرصہ سال بھر یا کئی ماہ تک خبر تک نہ لے، بلکہ نکالنے کے وقت کے حمل کی بچی کی ولادت بھی میکے میں ہو، تو ایسی صورت میں بیوی بچوں کا خرچہ کیا شرعی اِعتبار سے شوہر پر نہ ہوگا؟

غور فرمائیں کہ یہ شوہر اگرچہ دُنیا کا لالچی ہو اور اس کی آمدنی مختلف قسم کے کاروبار سے کم وبیش دس ہزار روپے ماہوار ہو، مزید براں جب بھی خرچ کا مسئلہ ہو تو یہ شوہر بیوی کو جھگڑا پیدا کرکے میکے جانے پر مجبور کردے، اپنے سب بچوں کو بھی ساتھ ہی بھجوادے۔

جواب:... جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں قصور بیوی کا نہیں، بلکہ سراسر مرد کا ہے، اس پر یہ شرعی فرض ہے کہ وہ بیوی بچوں کے حقوق ادا کرے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کے حقوق کو ضائع

---

(۱) فصل: ومنها (أی المحرمات) أن لَا تکون منکوحة الغیر (لقوله تعالٰی) والمحصنٰت من النساء معطوفًا علٰی قوله عزّ وجلّ حرمت علیکم امهٰتکم إلٰی قوله والمحصنٰت من النساء وهن ذوات الأزواج وسواء کان زوجها مسلمًا أو کافرًا۔ (البدائع الصنائع، کتاب النکاح ج:۲ ص:۲۶۸)۔ أما نکاح منکوحة الغیر .... لم ینعقد أصلًا۔ (شامی ج:۳ ص:۱۳۲)۔

کرے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمے ہے (مشکوٰۃ ص:۲۹۰)۔[1] لیکن اگر یہ شخص حق واِنصاف کا راستہ اِختیار نہ کرے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ عدالت سے رُجوع کیا جائے، اور عدالت اس کی حیثیت کے مطابق بیوی بچوں کا خرچہ اس سے دِلوائے۔

کیا بدکردار شوہر کی فرمانبرداری بھی ضروری ہے؟

سوال:...عورت کے لئے حکم ہے کہ شوہر کی ہر حال میں فرمانبردار رہے اور حکم مانے، اگر شوہر ناراض ہوکر سوگیا تو پوری رات کی عبادت بھی قبول نہیں ہوگی، ساری رات فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ہر شوہر کی فرمانبرداری اتنی ہی ضروری ہے چاہے وہ کسی بھی کردار کا ہو؟ چاہے وہ خود اَحکامِ خداوندی کا پابند نہ ہو؟ راشی اور زانی ہو اور بیوی کو اس کے فرائض پورے کرنے کو کہے اور خود دُنیاوی طور پر بیوی کی خوراک، لباس اور رہائش کا خیال رکھے، لیکن نماز کا پابند نہ ہو۔ بعض دفعہ شوہر شریعت کا پابند ہوتا ہے اور بیوی نہیں ہوتی اور بدکار ہوتی ہے، کہیں بیوی شریعت پر چلنا چاہتی ہے اور شوہر بدکار ہوتا ہے اور دُوسری عورتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں آپ کے خیال میں، شریعت کیا کہتی ہے؟ بدکار بیوی کے کردار کا اثر نیک شوہر پر، یا بدکار شوہر کے کردار کا اثر نیک بیوی پر ہوتا ہے یا نہیں؟ اور نیک بیوی گناہگار شوہر کے ساتھ گناہگار تو نہیں ہو رہی؟ مہربانی فرماکر بتایئے کہ نیک بیوی یا نیک شوہر کو کیا عمل کرنا چاہئے جبکہ بچوں کا مستقبل بھی سامنے ہو؟

جواب:...آپ کے سوال نے مجھے پریشان کردیا، حق تعالیٰ شانہٗ نے اِزدواجی رشتہ اس لئے قائم کیا ہے کہ دونوں نیک کاموں میں ایک دُوسرے کے مددگار ہوں اور بُرے کاموں سے ایک دُوسرے کو بچانے کا ذریعہ بنیں۔ اکثر وبیشتر ایک کی نیک کرداری کا اثر دُوسرے پر بھی پڑتا ہے، لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شوہر نیک اور بیوی بدکردار ہے، یا بیوی نیک اور شوہر بدکردار ہے۔ قرآنِ کریم میں پہلی صورت کی مثال حضرت نوح اور حضرت لوط...علیہما السلام...کی بیویوں سے دی کہ شوہر پیغمبر تھے اور بیویاں کافر تھیں۔[2] اور دُوسری صورت کی مثال فرعون اور اس کی بیوی کی دی کہ بیوی اعلیٰ درجے کی نیک اور شوہر پرلے درجے کا کافر۔[3] بہرحال شوہر اگر بدکار ہو تو عورت کو چاہئے کہ حسنِ تدبیر اور خوش اخلاقی سے اسے نیکی کے راستے پر لانے کی کوشش کرے، اگر وہ راہِ راست پر آجائے تو بہت اچھا، ورنہ یہ سوچ لے کہ مجھے اپنی قبر میں جانا ہے اور اُسے اپنی قبر میں۔ جائز کام میں اس کی اطاعت کو اپنا فرض سمجھے، البتہ ناجائز کام میں اس کی بات ہرگز نہ مانے۔[4] اور اگر وہ ناجائز کام پر مجبور کرے تو صاف کہہ دے کہ میں جان دے سکتی ہوں اور

---

(۱) عن عبدالله بن عمر .... رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كفى بالرجل إثما أن يحبس عمن يملك قوته. وفي رواية: كفى بالمرء إثمًا أن يضيع من يقوت. رواه مسلم. (مشكوٰة ص: ۲۹۰، كتاب النكاح، باب النفقات، طبع قديمي).

(۲) قال تعالٰى: ضرب الله مثلًا للذين كفروا امرأة نوح وامرأت لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتاهما فلم يغنيا عنهما من الله شيئًا وقيل ادخلا النار مع الداخلين. (التحريم: ۱۰).

(۳) قال تعالٰى: وضرب الله مثلًا للذين اٰمنوا امرأة فرعون إذ قالت رب ابن لي عندك بيتًا في الجنّة ونجّني من فرعون وعمله ونجّني من القوم الظّٰلمين. (التحريم: ۱۱).

(۴) عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف. متفق عليه. (مشكوٰة ص: ۳۱۹). وفي الدر المختار (ج:۳ ص:۲۰۸) كتاب النكاح: وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها.

علیحدگی قبول کرسکتی ہوں، مگر ناجائز کام نہیں کروں گی۔ صبر و برداشت سے کام لے گی تو اِن شاء اللہ اس کو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ جیسا ثواب ملے گا۔ وظیفہ تو مجھے آتا نہیں، البتہ اِخلاص و محبت کے ساتھ سمجھانا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا چاہئے، اس سے زیادہ عورت کے ذمے نہیں۔ [1]

شوہر کو بداَخلاقی و بدزبانی کی اِجازت!

سوال:... آپ نے ۱۴؍اکتوبر ۱۹۹۱ء کے "جنگ" میں ایک بہن کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ خلافِ طبع باتیں تو پیش آتی رہتی ہیں، اس کو برداشت سے کام لیں، اور خدمت، صبر و تحمل کو زِندگی کا شعار بنائے۔ یہ شوہر کو تسخیر کرنے کا عمل ہے۔

میں آپ سے ایک بات عرض کرتی ہوں کہ وہ عورت جو خدمت کرتی رہے اپنے شوہر اور بچوں کی، لیکن اس کا شوہر ایک پڑھا لکھا قابل انسان ہونے کے ساتھ ہی اپنے اندر برداشت کا مادّہ بالکل نہیں رکھتا ہے، وہ ذراسی عورت کی غلطی کو نہ برداشت کرتا ہے، بلکہ اس کے جواب میں وہ بیوی کو گالی گلوچ، مار پیٹ اور دِین و دُنیا کے طعنے اور اِیذائیں دیتا ہے تو کیا اس صورت میں عورت خاموش رہ سکتی ہے؟ وہ بے زبان جانور تو نہیں ہے؟ کیا ہمارا مذہب شوہر کو ایسا سلوک بیوی کے ساتھ کرنے کی اِجازت دیتا ہے؟ ان باتوں کی صورت میں عورت کا دِل کیا کہے گا؟ مرد تو عورت کی زبان خود اپنے رویے سے کھلواتا ہے، کون سی عورت ایسی ہے جو اپنے گھر کو جہنم دُنیا میں اور اپنی آخرت کو جہنم بنائے گی؟

جواب:... اسلام تو شوہر کو بداَخلاقی و بدزبانی کی اجازت نہیں دیتا، [2] لیکن اگر شوہر اسلام کی اَخلاقی تعلیم پر عمل نہ کرے (جبکہ اکثر مسلمانوں کا یہی حال ہے) تو عورت کے لئے دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ بھی بک بک کر کے گھر کو جہنم کدہ بنالے، یا صبر و شکر کے ساتھ اپنے شوہر کے ساتھ نباہ کرے اور اپنی طرف سے شکایت کا موقع نہ دے۔ اس دُوسری صورت میں توقع ہے کہ شوہر کو بھی کسی وقت عقل آجائے گی۔ میں نے یہی "عملِ تسخیر" تجویز کیا تھا، اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتی تو پھر دونوں کی علیحدگی بہترین علاج ہے، لیکن بچوں والی عورت کے لئے یہ بھی مشکل ہے۔

---

(۱) (وضرب الله مثلًا للذين اٰمنوا امرأة فرعون) هي آسية بنت مزاحم آمنت بموسٰى فعذبها فرعون بالأوتاد الأربعة إذ قالت .... ونجّني من فرعون وعمله أى من عمل فرعون أو من نفس فرعون الخبيثة وخصوصًا من عمله وهو الكفر والظلم والتعذيب بغير جرم .... وفيه دليل علٰى أن الْإستعاذة بالله والْإلتجاء إليه، ومسئلة الخلاص منه عند المحن والنوازل، من سير الصالحين۔ (تفسير مدارك ج:۳ ص:۵۰۸، طبع دار السراج، بيروت)۔

(۲) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إستوصوا بالنساء خيرًا ...إلخ۔ (مشكوٰة ص:۲۸۰)۔ وعن حكيم بن معاوية القُشيرى عن أبيه قال: قلت: يا رسول الله! ما حق زوجة أحدنا عليه؟ قال: أن تطعمها إذا طعمتَ وتكسوها إذا اكتسيت، ولَا تضرب الوجه ولَا تقبح ولَا تهجر إلّا فى البيت۔ رواه أحمد وأبوداؤد وابن ماجة۔ (مشكوٰة ص:۲۸۱، باب عشرة النساء)۔ وفى المرقاة (ج:۳ ص:۴۲۷، طبع بمبئى) (ولَا تقبح) بتشديد الباء أى لَا تقل لها قولًا قبيحًا ولَا تشتمها ولَا قبحك الله ونحوه ...إلخ۔

عورت کا ملازمت کرنا، نیز شوہر کے لئے عورت کی کمائی کا اِستعمال

سوال:...ایک عورت جو بحالتِ مجبوری ملازمت کرتی ہے، شوہر اس کی تنخواہ لے لیتا ہے، اب شوہر اس عورت کو جیب خرچ اس کی ہی تنخواہ سے دے دیتا ہے، اس جیب خرچ سے وہ اپنی تمام ضروریات اور اپنے بچوں کی تمام ضروریات پوری کرتی ہے، وہ تمام ضروریات بھی جو شوہر کے ذمے ہے، اگر بیوی کہتی ہے کہ تم میری تنخواہ مت لو تو شوہر بے حد جھگڑا کرتا ہے، ایسے شوہروں کے متعلق قرآن و سنت کے مطابق کیا حکم ہے؟

الف:...کیا شوہر کو پیسہ لینا چاہئے؟

ب:...شوہر کے ذمے بیوی کے کون کون سے جائز اِخراجات اور ذمہ داریاں ہیں؟

ج:...وہ لڑکیاں جو بیاہ کر سسرال جاتی ہیں، وہاں وہ ہر طرح کی من مانی کرتی ہیں، حتیٰ کہ علیحدہ گھر بھی کرلیتی ہیں، باوجود اپنی تمام خواہشات پوری کرنے کے وہ شوہر سے لڑکر اپنی انا اور ہٹ دھرمی سے میکے آجاتی ہیں، یہاں آکر وہ بھاوج سے لڑنا شروع کردیتی ہیں، لیکن شوہر صاحب ایسے موقع پر بہن کو گھر سے نکال نہیں سکتے، ہاں بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میکے بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح بچے بھی باپ سے الگ ہوجاتے ہیں۔ ان شوہروں کے لئے کیا حکم ہے جو بلاوجہ اپنی بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گھر سے نکال دیں؟

جواب:...جس عورت کا شوہر موجود ہو، اور وہ معذور نہ ہو، کماسکتا ہو، اس کا نان و نفقہ شوہر کے ذمے ہے۔[۱] اس کو ملازمت کی کوئی مجبوری نہیں، ایسی عورت کو چاہئے کہ وہ ملازمت ترک کردے اور شوہر سے نان و نفقہ کا مطالبہ کرے۔ شوہر کو بیوی کی رقم پر قبضہ کرنا جائز نہیں۔[۲] شوہر کے ذمے بیوی کا حق یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق جیسا روکھا پھیکا خود کھاتا ہے اس کو بھی کھلائے، اور جیسا موٹا جھوٹا خود پہنتا ہے اس کو بھی پہنائے، اور عورت کے رہنے کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق مکان مہیا کرے،[۳] البتہ عورت کی شاہ خرچیاں شوہر کے ذمے نہیں۔

بہن کی وجہ سے بیوی کو میکے چلتی کردینا، احمقانہ حرکت ہے، بہن کو سمجھا بجھا کر اس کے گھر آباد کرنا چاہئے، ورنہ دو گھر اُجڑیں گے۔ اور آپ کے شوہر اگر کسی ''مولانا پولانا'' کی بات نہیں مانتے، تو وہ خود بقراط ہیں، ایسے شخص کا مرض لا علاج ہے جو خود بے خبر ہو، مگر اپنے آپ کو ساری دُنیا سے زیادہ عقل مند سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو فہمِ سلیم سے محروم نہ فرمائے۔

---

(۱) ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية .... فتجب للزوجية بنكاح صحيح .... علٰى زوجها لأنها جزاء الإحتباس. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۵۷۲ باب النفقة).

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا يحل مال امرىء إلّا بطيب نفس منه. (مشكوة ص:۲۵۵).

(۳) قال رحمه الله: النفقة واجبة للزوجة علٰى زوجها .... ويعتبر ذالك بحالها جميعًا موسرًا كان الزوج أو معسرًا هٰذا اختيار الخصاف وعليه الفتوىٰ وتفسيره إذا كانا موسرين تجب نفقة اليسار وإن كانا معسرين فنفقة الإعسار .... وإن كان معسرًا وهى موسرة فنفقة الإعسار لقوله تعالٰى: لينفق ذو سعة من سعته. (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۱۶۴، كتاب النفقات، طبع حقانيه).

بیوی کو ڈرانے دھمکانے اور میکے چھوڑنے والے شوہر سے متعلق شرعی حکم

سوال:... شادی کے بعد شوہر پر بیوی کی کتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ کیا وہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں کی غربت دُور کرنے کے لئے اور اپنے بہتر مستقبل کے لئے بیوی کو میکے میں چھوڑ سکتا ہے کہ جب میری سب ذمہ داریاں پوری ہوجائیں گی، میں بیوی کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔ اور ذمہ داریوں کے پورا ہونے میں پندرہ سے بیس سال بھی لگ سکتے ہیں۔ اور اگر بیوی ساتھ رہنے پر اِصرار کرے تو شوہر فوراً طلاق کی دھمکی دے، اسے خوب مارے پیٹے اور دُنیا کے سامنے ذلیل کرے۔ ہر وقت کم جہیز کا طعنہ دے، اس کے ماں باپ کو بُرا بھلا کہے، اسے ڈرائے دھمکائے کہ وہ ڈر کر میکے میں بیٹھ جائے اور مہر معاف کردے تاکہ طلاق آسانی سے دے سکے۔

کیا اِسلامی شریعت میں عورت کو کوئی تحفظ نہیں دیا گیا؟ اب جبکہ ملک میں ہر طرف اسلام کا نفاذ ہو رہا ہے تو عورت کے تحفظ کے بارے میں اسلامی قانون کیا کہتا ہے؟ ایسے شوہر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ایک لڑکی کی زندگی خراب کرنے کی اسلام میں کوئی سزا نہیں ہے؟ گھر بیٹھنے کی صورت میں اور طلاق کی صورت میں دونوں طرح لڑکی تو برباد ہوجاتی ہے، آپ بتائیں کہ شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ بیوی کے کیا حقوق ہیں؟

جواب:... بیوی کا نان ونفقہ اور سکونت کے لئے جگہ دینا شوہر کے ذمے ہے۔[1] بیوی کو بغیر معقول وجہ کے مارنا پیٹنا، ڈرانا دھمکانا اور اس کو میکے بٹھا دینا، بدترین ظلم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں جہاں اُمت کو اور بہت سی قیمتی وصیتیں فرمائی تھیں، ایک وصیت بطورِ خاص یہ فرمائی تھی کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک سے پیش آؤ، تم نے اللہ تعالیٰ کے نام پر ان سے عقد کیا ہے، اس لئے ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔[2] اور ایک حدیث میں فرمایا: تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کریں، اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم سب سے اچھا (سلوک روا رکھتا) ہوں۔[3] اس قسم کے اِرشادات بہت ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی ہے، اور جو لوگ اپنی عورتوں سے بُرا سلوک کرتے ہیں ان کو بدترین لوگ قرار دِیا ہے۔[4]

---

(۱) ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية .... فتجب للزوجية .... على زوجها. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۷۲ باب النفقة). وفي البحر الرائق (ج:۴ ص:۱۹۳) أي الأسكان للزوجة على زوجها فتجب لها كما تجب النفقة ...إلخ. أيضًا عالمگیری (ج:۱ ص:۵۵۶). وفي الجوهرة النيرة (ج:۲ ص:۲۱۴) قال رحمه الله: النفقة واجبة للزوجة على زوجها سواء كانت حرة أو مكاتبة ...إلخ.

(۲) عن جابر بن عبدالله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مكث بالمدينة .... فاتقوا الله في النساء فإنكم أخذتموهنّ بأمان الله واستحللتم فروجهنّ بكلمة الله ...إلخ. (مشكوٰة ص:۲۲۵، باب قصة حجة الوداع، طبع قديمي).

(۳) عن عبدالرحمٰن بن عوف قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي. (مجمع الزوائد ج:۴ ص:۳۹۸ طبع بيروت، أيضًا مشكوٰة ص:۲۸۰، باب عشرة النساء).

(۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ج:۴ ص:۳۹۵ تا ۴۰۰ باب حق المرأة على الزوج، طبع دار الكتب العلمية.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جس اُمتی کے سامنے ہوں، وہ اپنی بیوی کے ساتھ جور وستم کا برتاؤ کبھی نہیں کرسکتا۔ ظالم شوہر دُنیا میں بھی ذلیل ہوگا، اور آخرت میں بھی، غضبِ اِلٰہی کا اس کو سامنا ہوگا۔ اگر کوئی خاتون مظلوم ہو، اس کو عدالت کے ذریعے اپنے حقوق طلب کرنے کا حق ہے، اور عدالت کا فرض ہے کہ تمام معاملات کی چھان پھٹک کرکے اس مظلومہ کی دادرسی کرے۔

غیرشریفانہ فطرت

سوال:...گزارش یہ ہے کہ میں ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں۔ عرصہ ہوا میں آپ کے مسائل کا پرچہ باقاعدہ پڑھتی ہوں، آپ اکثر لکھتے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کا اِحترام کرنا چاہئے، خدمت کرنی چاہئے، ان کا ہر حکم ماننا چاہئے، مگر مرد کا حق نہیں کہ وہ اپنی بیوی بچوں کا خیال رکھیں۔ پیارے بھائی! میں بہت دُکھی ہوکر آپ سے اس مسئلے کا حل پوچھ رہی ہوں، وہ یہ کہ میرا خاوند جو کہ حاجی نمازی دُنیا کی نظروں میں نیک، گھر پر اتنا ہی ظالم ہے، ہر بات اپنے گھر والوں کی مانتا ہے، جو وہ کہیں وہ ہی کرتا ہے، میں تو چلو بڑی ہوں، مگر لڑکے چھوڑ اس کی چھ لڑکیاں ہیں، اپنی لڑکیوں تک سے بات نہیں کرتا، ان کے سامنے اپنی بھانجی اور بھائیوں کے بچوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتا ہے، جبکہ میں خود اس کے پورے خاندان کی خدمت کرتی ہوں، جبکہ اس کے دُوسرے بھائی اپنی بیوی بچوں کی خود بھی عزّت کرتے ہیں، اوروں سے بھی کرواتے ہیں۔ جو آدمی دِین و دُنیا سب کو جانتا ہو، وہ اپنی لڑکیوں کو نہ پوچھے، ان بچیوں کا ان پر صبر نہیں پڑے گا؟ آپ کا اخبار وہ بھی پڑھتا ہے، اس کا جواب ایسا لکھیں کہ دُنیا کے سب مرد پڑھ سکیں اور بیوی بچوں کا حق ان کو دیں۔

جواب:...آپ کے سوال کے جواب میں ایک حدیث لکھ دیتا ہوں، شاید اس سے آپ کے شوہر کو عبرت ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: ”تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں سب سے اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم سب سے اچھا ہوں[1]۔“ اپنے اہل وعیال کے ساتھ بے جا دُرشتی کے ساتھ پیش آنا اور دُوسروں کے سامنے ان کی بدگوئی کرنا، آدمی کی غیرشریفانہ فطرت کی علامت ہے۔

شوہر اگر درسِ قرآن کے لئے باہر نہ جانے دیں تو کیا کروں؟

سوال:...میرے شوہر کو ویسے تو میری ہر بات پر اِعتراض ہوتا ہے، میرے درسِ قرآن کے لئے جانے پر بھی اِعتراض ہوتا ہے، کیا میں درسِ قرآن کے لئے جاسکتی ہوں؟ میں ان کی بدگوئی، سخت دِلی اور بے حسی سے تنگ آگئی ہوں، میرے شوہر گھر کی قریبی مسجد میں نماز کے لئے جاتے ہیں، جو بریلوی مکتبِ فکر والوں کی ہے، جامعہ یوسفیہ بنوریہ کی فارغ صاحبہ نے یہ بھی فتویٰ دیا ہے کہ آپ اپنے گھر میں نماز پڑھیں، ورنہ آپ کی نماز ہی نہ ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ کیا ترکِ جماعت کا گناہ نہ ہوگا؟ کیا واقعی بریلویوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؟

---

(۱) عن عبدالرحمٰن بن عوف قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خيركم خيركم لأهله، وأنا خيركم لأهلي. (مجمع الزوائد ج:۴ ص:۳۹۸ كتاب النكاح، طبع بيروت).

جواب:... اہلِ بدعت کی اِقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، آپ کے شوہر کو چاہئے کہ وہ خوش عقیدہ لوگوں کی مسجد میں نماز پڑھا کریں۔ [1] بہرکیف آپ اُن کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کریں۔

ماشاء اللہ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا ہوا ہے، ''معارف القرآن'' مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی خرید لیجئے، اور اس کے مطابق اپنے گھر میں درس دیا کیجئے، آس پڑوس کی عورتوں کو بلوالیا کیجئے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ پوچھ لیا کریں۔

اولاد کے اولاد ہونے سے اِنکار کرنے والے کا شرعی حکم

سوال:... ایک شخص اپنی اولاد کو لوگوں کے سامنے اپنی اولاد ہونے سے اِنکار کرے اور اس بچے کے تمام حقوق اور فرائض سے دستبردار ہوجائے، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں دُنیا اور آخرت میں اس شخص کے لئے کیا عذاب ہے؟

جواب:... اولاد کے اولاد ہونے سے اِنکار کرنے کے معنی ہیں اپنی بیوی پر بدکاری کی تہمت لگانا، اور کسی عفیف و پاک دامن پر تہمت لگانا گناہِ کبیرہ ہے، اور اُس کو ''لعان'' کے لئے عدالت میں طلب کرسکتی ہے۔ [2]

بدکاری کا اِلزام لگانے والے شوہر سے نجات کا طریقہ

سوال:... عرصہ سترہ سال کا ہوا کہ سائلہ کی شادی ہوئی، اور سائلہ کے بطن سے چار بچے (دو لڑکیاں، دو لڑکے) پیدا ہوئے، جن کی عمریں بالترتیب: بارہ، دس، آٹھ اور چھ سال ہیں۔ سائلہ نے فرائض خانہ داری اور شوہر کی اطاعت میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی، سائلہ کا شوہر لاپروا اور محنت سے جی چرانے والا تھا، اور اکثر و بیشتر بیکار رہتا ہے۔ اس دورانی عرصے میں سائلہ کے گھر کے اِخراجات اور مکان کا کرایہ اور مالی اِمداد اپنے باپ سے حاصل کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اس دوران شوہر کی بیکاری کے باعث سائلہ بچوں اور اس کے شوہر کی پوری کفالت مع کرایہ مکان ولوازمات سب سائلہ کے والدین نے پورے کئے۔ سائلہ کے شوہر نے اپنی مستقل بیکاری سے تنگ آکر اول فول اور گالی گلوچ، مار پیٹ، دھمکانے ڈرانے کا رویہ شروع کیا۔ بات یہاں تک بڑھی کہ اس نے اپنی پاک دامن بیوی پر بدکارہ اور آوارہ ہونے کا اِلزام لگایا، جبکہ یہ اس کے اور اس کے خاندان کی عزّت کو داغدار کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اپنے باپ کے ہاں چلی آئی، عرصہ چار سال کا ہورہا ہے، اس کا شوہر سائلہ کے پاس یا اپنے بچوں کو دیکھنے بھی نہیں آیا۔ سائلہ حلفاً بیان کرتی ہے کہ وہ پاک دامن ہے اور اس کے شوہر نے اس کے ماں باپ کو تنگ کرنے کے لئے ایسا رویہ

---

(۱) ویکرہ تقدیم المبتدع أیضًا لأنه فاسق من حیث الإعتقاد وھو أشد من الفسق من حیث العمل لأن الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع .... وانما یجوز الإقتداء به مع الکراھة ...إلخ۔ (حلبی کبیر ص:۵۱۴، فصل فی الإمامة، طبع سھیل اکیڈمی)۔

(۲) إذا قذف الرجل امرأته بالزنا وھما من أھل الشھادة والمرأة ممن یحد قاذفھا أو نفی نسب ولدھا فطالبته بموجب القذف فعلیه اللعان وذالک بأن یقول لھا: یا زانیة .... أو ھذا الولد من الزنا، أو لیس ھو منی، فانه یجب اللعان .... ویجب أیضًا بنفی الولد لأنه لما نفاہ صار قاذفًا لھا۔ (الجوھرة النیرة ج:۲ ص:۱۴۷، کتاب اللعان، طبع حقانیه ملتان، أیضًا: الھدایة ج:۲ ص:۴۱۶، باب اللعان، طبع ملتان)۔

اِختیار کر رکھا ہے، اور اَب وہ عزیزوں میں جاکر سائلہ پر بدکارہ اور آوارہ ہونے کا اِلزام لگا رہا ہے۔ سائلہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے قرآنی اور شرعی اَحکام کے مطابق جہاں اپنی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے وہاں اس شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے۔

جواب:... اس کا طریقہ قرآنِ کریم نے ''لعان'' رکھا ہے، یعنی عورت شرعی عدالت میں دعویٰ دائر کرے کہ اس کا شوہر اس پر اِلزام لگاتا ہے، اور گواہوں کے ذریعے اس اِلزام کو ثابت کرے۔ عدالت شوہر سے دریافت کرے، اگر وہ عدالت میں انکار کردے تو اس پر اَسّی دُرّے لگائے جائیں، اور اگر اِلزام کا اِقرار کرے تو ''لعان'' کرے، یعنی چار بار قسم کھاکر کہے کہ میں جو اِلزام لگا رہا ہوں اس میں سچا ہوں، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اللہ کی مجھ پر لعنت ہو اگر میں اس اِلزام میں جھوٹا ہوں۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ قسم کھاکر کہے کہ وہ جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ سچا ہے۔ اس لعان کے بعد عدالت دونوں کے درمیان علیحدگی کرادے گی۔ (۱)

شکی مزاج، تنگ کرنے والے شوہر کے ساتھ نباہ کا وظیفہ

سوال:... میں اپنے شوہر کی طرف سے بہت پریشان ہوں، مجھے بہت پریشان کرتے ہیں، کوئی توجہ نہیں دیتے، دونوں میں آپس میں ذہنی ہم آہنگی کسی طور نہیں ہے۔ بہت کوشش کرتی ہوں، لیکن بے اِنتہا شکی ہیں۔

جواب:... شوہر کے ساتھ ناموافقت بڑا عذاب ہے، لیکن یہ عذاب آدمی خود اپنے اُوپر مسلط کرلیتا ہے۔ خلافِ طبع چیزیں تو پیش آتی ہی رہتی ہیں، لیکن آدمی کو چاہئے کہ صبر و تحمل کے ساتھ خلافِ طبع باتوں کو برداشت کرے۔ سب سے اچھا وظیفہ یہ ہے کہ خدمت کو اپنا نصب العین بنایا جائے۔ شوہر کی بات کا لوٹ کر جواب نہ دیا جائے، نہ کوئی چبھتی ہوئی بات کی جائے۔ اگر اپنی غلطی ہو تو اس کا اِعتراف کرکے معافی مانگ لی جائے۔ الغرض! خدمت و اطاعت، صبر و تحمل اور خوش اخلاقی سے بڑھ کر وظیفہ نہیں۔ یہی عملِ تسخیر ہے، جس کے ذریعے شوہر کو رام کیا جاسکتا ہے، اس سے بڑھ کر کوئی عملِ تسخیر مجھے معلوم نہیں۔ اگر بالفرض شوہر ساری عمر بھی سیدھا ہوکر نہ چلے تو بھی عورت کو دُنیا و آخرت میں اپنی نیکی کا بدلہ دیر سویر ضرور ملے گا، اور اس کے واقعات میرے سامنے ہیں۔ اور جو عورتیں شوہر کے سامنے تڑتڑ بولتی ہیں، ان کی زندگی دُنیا میں بھی جہنم ہے، آخرت کا عذاب تو ابھی آنے والا ہے۔ بہن بھائیوں کے لئے روزانہ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر دُعا کیا کیجئے۔

---

(۱) وصفة اللعان ان يبتدى القاضى بالزوج فيشهد أربع مرات يقول فى كل مرة أشهد بالله إنى لمن الصادقين فيما رميتها به من الزنا، ويقول فى الخامسة لعنة الله عليه إن كان من الكاذبين فيما رمٰى به من يشير إليها فى جميع ذٰلك ثم تشهد المرأة أربع مرات تقول فى كل مرة أشهد بالله إنه لمن الكاذبين فيما رمانى به من الزنا، وتقول فى الخامسة: غضب الله عليها إن كان من الصادقين فيما رمانى به من الزنا، والأصل فيه ما تلوناه من النص .... وإذا إلتعنا لَا تقع الفرقة حتّٰى يفرق القاضى بينهما ... إلخ. (الهداية ج:۲ ص:۴۱۸ باب اللعان، طبع شركة علمية ملتان، أيضًا: الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۱۴۸، ۱۴۹، كتاب اللعان، طبع حقانيه ملتان).

شوہر کا غلط طرزِ عمل، عورت کی رائے

سوال:...روزنامہ ''جنگ'' صفحہ ''اقرأ'' پر مندرجہ بالا عنوان کے تحت جو واقعہ شائع ہوا تھا، پڑھ کر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، چونکہ اس قسم کے حالات سے ہم لوگ گزر رہے ہیں، تین بچے جن کی عمر اٹھارہ اور اٹھارہ سے زیادہ ہے، زیرِ تعلیم ہیں۔ ٹیوشنز کر کے اپنے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ دو بچے جن کی عمریں دس سال، گیارہ سال کی ہیں، اسکول میں زیرِ تعلیم ہیں۔ میں دِل کی مریضہ ہوں، قاعدے سے بیٹی کو میری دیکھ بھال کرنی تھی لیکن اس کو اپنی ضروریات سے اس قدر مجبور کر دیا گیا کہ پیروں میں چپل اور سر پر دوپٹہ نہ رہا تو اس نے مجبور ہو کر ملازمت کر لی، حالانکہ جس سرکاری ادارے سے میرے میاں کو ریٹائر کیا گیا ہے، وہاں سے طبّی سہولتیں اب بھی بحال ہیں لیکن ہم بیمار پڑتے ہیں تو دوائیں لاکر نہیں دی جاتیں، میرا ہر ماہ چیک اَپ ہوتا ہے اسے بھی بڑی تگ و دو کے بعد لڑائی جھگڑے کے بعد کرایا جاتا ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ علاج بند کرو، ڈاکٹر لکھ کر نہیں دیتا، حالانکہ اس سرکاری دفتر کے ڈاکٹر نے خود کہا کہ ہم ضرورت پڑنے پر ایک ماہ کی بجائے ہفتے بھر بعد بھی مریضوں کو بھیج دیتے ہیں۔ دو وقت کی روٹی دے کر وہ ہمیں اتنے طعن و تشنیع دیتا ہے کہ اب ہمارے اعصاب برداشت نہیں کر پاتے، اگر احتجاج کیا جاتا ہے تو وہ مجھے طلاق کی دھمکی دیتا ہے، ہر وقت گھر میں ہنگامہ برپا رکھتا ہے۔ بڑے بیٹے نے صرف اتنا کہہ دیا تھا کہ آپ ہماری ماں کو بلاوجہ کیوں تنگ کرتے ہیں تو چپل اُٹھا کر کان پر ماری، کان کا پردہ پھٹ گیا۔ کہتا ہے کہ اگر لڑکے بولے تو میں سڑک پر کپڑے پھاڑ کر نکل جاؤں گا اور کہوں گا کہ میری اولاد نے مجھے مارا ہے۔ جوان بیٹی گھر میں ہے، ہم اس کی عزّت کی خاطر سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ جتنا فنڈ ملا تھا امریکا لے کر چلا گیا، ایک سال بعد واپس آیا ہے تو ہر وقت چھوڑ دینے کی دھمکی اور طلاق کی دھمکی دیتا ہے۔ میں تعلیم یافتہ ہوں لیکن گھریلو ذمہ داریاں، بیماری نے ملازمت کے قابل نہیں چھوڑا، پھر ہر وقت کی ذہنی اذیت نے اعصاب پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے، میں زیرِ تعلیم بچوں کو اس سے بچانے کے لئے سرگرداں ہوں، لیکن کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔ خودکشی کرنے سے میرے بچوں کا کیریئر ختم ہوجائے گا، جو میرا سہارا ہے وہ بھی ختم ہوجائے گا۔ پھر جب اتنا صبر کیا ہے تو اتنا بڑا گناہ اپنے سر کیوں لوں؟ خدارا ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں؟ آپ کو اللہ کا واسطہ جلد اس کا تفصیلی جواب شائع کریں۔

جواب:...حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

''عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلی۔ رواه البزار۔''

(مجمع الزوائد ج:۴ ص:۳۹۸ طبع دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ:...''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں۔''

میاں بیوی کی چپقلش گھر کو جہنم بنادیتی ہے، جس میں وہ خود بھی جلتے ہیں اور اولاد کو بھی جلاتے ہیں، یہ تو دُنیا کی سزا ہوئی،

آخرت کی سزا ابھی سر پر ہے، گھر کا سکون برباد کرنے میں قصور کبھی مرد کا ہوتا ہے، کبھی عورت کا، اور کبھی دونوں کا۔ جب دونوں کے درمیان اَن بن ہوتی ہے تو ہر ایک اپنے کو مظلوم اور دُوسرے کو ظالم سمجھتا ہے۔ گھر کی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک دُوسرے کے حقوق ادا کرے، خوش خلقی کا معاملہ کرے، نرمی اور شیریں زبان اختیار کرے اور اگر کوئی ناگوار بات پیش آئے تو اس کو برداشت کرے۔ خصوصاً مرد کا فرض ہے کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے، عورت فطرتاً کمزور اور جذباتی ہوتی ہے، اس کی کمزوری کی رعایت کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے بارے میں خصوصی تاکید اور وصیت فرمائی تھی،[1] اس کا لحاظ رکھے۔ اکثر گھروں میں میاں بیوی دونوں اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کردیتے ہیں۔[2] اس لئے تمام مسلمان گھرانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اور گناہوں سے پرہیز کریں۔ بہت سے لوگ جانتے ہی نہیں کہ فلاں کام گناہ کا ہے، اور بعض جانتے ہیں مگر اس کو ہلکا سمجھ کر بے پروائی کرتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ وبال ڈالتے ہیں تو چلّاتے ہیں، لیکن گناہوں کو پھر بھی نہیں چھوڑتے۔ بزرگانِ دِین نے قرآن وحدیث سے اخذ کرکے گناہوں کی ۶۳ قسم کی نحوستیں اور وبال ذکر فرمائے ہیں، جن میں عام طور سے ہم مبتلا ہیں، ان ہی میں سے ایک آپس کی نااتفاقی بھی ہے، حق تعالیٰ شانہ ہم پر رحم فرمائیں۔

بہرحال خودکشی یا ایک دُوسرے کی شکایات یا آپس میں طعن و تشنیع تو آپ کے مسئلے کا حل نہیں، صحیح حل یہ ہے کہ:

۱:...آج سے طے کرلیں کہ گھر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

۲:...ایک دُوسرے کے حقوق ادا کریں گے، اور دُوسرا فریق اگر حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تب بھی صبر و تحمل سے کام لیں گے، اور گھر میں جھک جھک بک بک نہیں ہونے دیں گے۔

۳:...گھر میں اگر کسی بات پر رنجش پیدا ہوجائے تو آپس میں صلح صفائی کرلیا کریں گے۔

عورت کا شوہر کو نام لے کر پکارنا

سوال:...کیا اِسلام اس بات کی اِجازت دیتا ہے کہ لڑکی شادی کے بعد اپنے شوہر کا نام لے کر پکارے؟ اگر نہیں تو کیا کہہ کر پکارے؟ اور شوہر بیوی کو کس طرح پکارے؟

جواب:...عورت کا شوہر کو نام لے کر پکارنا خلافِ ادب ہے۔[3]

---

(۱) عن جابر بن عبدالله .... فاتقوا الله في النساء! فإنكم أخذتموهنّ بأمان الله واستحللتم فروجهنّ بكلمة الله ولكم عليهنّ أن لا يوطين فرشكم أحدًا تكرهونه، فإن فعلن ذٰلك فاضربوهنّ ضربًا غير مبرّح، ولهنّ عليكم رزقهنّ وكسوتهنّ بالمعروف ...إلخ. (مشكوٰة، باب قصة حجة الوداع ص:۲۲۵).

(۲) ”ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ“ (الروم:۴۱).

(۳) ويكره أن يدعو الرجل أباه وأن تدعو المرأة زوجها باسمه. وفي الشامية: بل لا بد من لفظ يفيد التعظيم كيا سيّدي ونحوه، لمزيد حقهما على الولد والزوجة. (شامي ج:۶ ص:۴۱۸، كتاب الحظر والإباحة).

بچوں کے سامنے اپنے شوہر کو ''ابا'' کہہ کر پکارنا

سوال:... میں نے ایسی کئی نادان عورتوں کو اپنے شوہروں کو ''ابا'' کہتے سنا ہے، یعنی بچوں سے کہتی ہیں کہ ''ابا کو بلانا''، ''ابا سے یہ کہہ دو'' وغیرہ ان کو منع کیا جائے تو کہتی ہیں کہ ہمارے منہ پر چڑھ گیا ہے، شوہر کا نام لینا بُری بات ہے، ہمیں تو معلوم ہے یہ ہمارا شوہر ہے، کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ میرے خیال میں یہ گناہ کی بات ہے کہ اپنے شوہر کو ''ابا'' کہہ کر پکارے، اس بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب:... ''ابا'' سے مراد ان کا ''ابا'' نہیں بلکہ بچوں کا ''ابا'' ہوتا ہے، اس لئے صحیح ہے۔ (۱)

بیوی کو اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام لگانا

سوال:... شادی کے بعد اپنے نام کے آگے لڑکی والد یا دُوسرا نام ہٹا کر اپنے شوہر کا نام لگالیتی ہے، کیا شادی کے بعد اپنے نام کے ساتھ شوہر کا نام والد کے نام کو ہٹا کر لگانا چاہئے یا پہلے جو نام تھا وہی ساری زندگی اِستعمال کرنا چاہئے؟ اس بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

جواب:... یہ جدید تہذیب ہے، کوئی مضائقہ نہیں۔

کیا خلافِ شرع کاموں میں بھی مرد کی اِطاعت ضروری ہے؟

سوال:... احادیث میں عورتوں کو ہر صورت میں مردوں کا پابند کیا گیا ہے، اگر مرد، عورت کو دوستوں کی محفل میں بے پردہ لے جائے، بال کٹوائے، پردہ نہ کرائے، بدفعلی کرے، بلاوَزاُونچا پہننے کو کہے، تو کیا تب بھی اس کی اِطاعت لازمی ہوگی؟

جواب:... ناجائز کاموں میں مرد کی اِطاعت نہیں۔ (۲)

کیا عورت اپنے شوہر کو بُری بات سے منع کرسکتی ہے؟

سوال:... زید جس آدمی کے ساتھ کام کرتا ہے، بیوی منع کرتی ہے، زید اس آدمی کی خاطر بیوی کو ایک طلاق دے دیتا ہے، اسلام میں کیا بیوی کو اپنے خاوند کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟

جواب:... بُری بات سے منع کرنے کا حق ہے۔ (۳)

---

(۱) ویکرہ أن تدعو المرأة زوجها باسمہ۔ وفی الشامیة: بل لَا بد من لفظ یفید التعظیم کَیَا سیّدی ونحوہ۔ (شامی ج:۶ ص:۴۱۸)۔

(۲) عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا طاعة فی معصیة، إنما الطاعة فی المعروف۔ (مشکوٰۃ ص:۳۱۹)۔

(۳) "والمؤمنون والمؤمنٰت بعضهم أولیاء بعض، یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقیمون الصلٰوة ویؤتون الزکٰوة ویطیعون اللہ ورسولہ" (التوبة: ۷۱)۔

شوہر سے اندازِ گفتگو

سوال:...اگر بیوی، شوہر کو ناحق بات پر ٹوکے اور وہ بات صحیح ہو، لیکن شوہر بُرا مان جائے تو کیا یہ گناہ ہے؟ اور وہ بات بے دھڑک اس وقت کہہ دیں یا بعد میں آرام سے کہیں؟

جواب:...شوہر اگر غلط کام کرے تو اس کو ضرور ٹوکا جائے،(۱) مگر لب و لہجہ نہ تو گستاخانہ ہو، نہ تحکمانہ، نہ طعن و تشنیع کا، بلکہ بے حد پیار و محبت کا اور دانش مندانہ ہونا چاہئے، پھر ممکن نہیں کہ اس کی اصلاح نہ ہو جائے۔(۲)

شوہر، بیوی کو والدین سے قطع تعلق کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا

سوال:...اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے والدین سے ملنے نہ دے تو بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟ جبکہ والدین کے بھی تو اولاد پر بے شمار اِحسانات ہوتے ہیں، تو شوہر کا حکم ماننا ضروری ہے یا والدین کو چھوڑ دینا؟

جواب:...شوہر کو اس کا حق نہیں، اور نہ شوہر کے کہنے پر والدین سے تعلق توڑنا ہی جائز ہے،(۳) ہاں! شوہر کی ممانعت کی کوئی خاص وجہ ہو تو وہ لکھی جائے۔ ویسے عورت پر بہ نسبت والدین کے شوہر کا حق مقدّم ہے۔(۴)

بیوی شوہر کے حکم کے خلاف کہاں کہاں جاسکتی ہے؟

سوال:...کیا بیوی شوہر کے حکم کے خلاف کہیں جاسکتی ہے؟

جواب:...نہیں جاسکتی،(۵) البتہ چند صورتوں میں جاسکتی ہے:

ا:...اپنے والدین کو دیکھنے کے لئے ہر ہفتہ جاسکتی ہے۔(۶)

---

(۱) عن أبی سعیدِ الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من رأی منکم منکرًا فلیغیّره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإیمان. (مشکوٰة ص:۴۳۶، باب الأمر بالمعروف).

(۲) "ادع إلٰی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجٰدلهم بالّتی هی أحسن" (النحل:۱۲۵).

(۳) باب لَا تطیع المرأة زوجها فی معصیة ...إلخ. (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۸۴). لَا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. (مشکوٰة ص:۳۲۱). ولَا یمنعها من الخروج إلی الوالدین فی کل جمعة .... وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة ...إلخ. (درمختار ج:۳ ص:۶۰۲، بحر الرائق ج:۴ ص:۱۹۵، عالمگیریة ج:۱ ص:۵۵۷).

(۴) عن قیس ابن سعد قال: أتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم .... قال: فلا تفعلوا! لو کنت آمر أحدًا أن یسجد لأحد لأمرت النساء أن یسجدن لأزواجهنّ لما جعل الله لهم علیهنّ من الحق. (أبو داوٗد ج:۲ ص:۲۹۸، مشکوٰة ص:۲۸۲، کتاب النکاح، باب عشرة النساء).

(۵) یعزر .... الزوج زوجته ولو صغیرة .... علی الخروج من المنزل لو بغیر حق ...إلخ. وفی شرحه: أی بغیر إذنه بعد إیفاء المهر ...إلخ. (شامی، مطلب فی تعزیر المتهم ج:۴ ص:۷۷).

(۶) ولَا یمنعها من الخروج إلی الوالدین فی کل جمعة. (الدر المختار مع الرد المحتار، باب النفقة ج:۳ ص:۶۰۳، أیضًا وفی الهندیة ج:۱ ص:۵۵۷، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الثانی فی السکنٰی).

۲:...دُوسرے محرَم عزیزوں سے ملنے کے لئے سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے۔[۱]

۳:... باپ اگر محتاج ہو، مثلاً: اپاہج ہو اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی خدمت کے لئے روزانہ جاسکتی ہے، یہی حکم ماں کے محتاجِ خدمت ہونے کا ہے۔[۲]

والدین، بھائیوں سے ملنے کے لئے شوہر سے اِجازت لینا

سوال:...میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ بیوی کو چاہئے کہ اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر گھر سے قدم باہر نہ نکالے، خواہ کسی ہمسایہ کے گھر جانا پڑے۔ مگر یہاں معاملہ ہی برعکس ہے، میری بیوی بغیر مشورے اور بغیر اجازت ہی گھر سے نکل جاتی ہے، دِن میں کئی کئی مرتبہ نکل جاتی ہے، پوچھنے پر مختلف حیلے بہانے بنانے لگ جاتی ہے، اور بعض دفعہ تو رات کے وقت بھی گھر سے بغیر اجازت کے باہر ہی رہتی ہے۔ کبھی کوئی بہانہ، کبھی کوئی۔ بہت سمجھایا ہے، مگر اس کی سمجھ میں کوئی بات ہی نہیں آتی ہے۔ اس کے رشتہ دار کہتے ہیں کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جب میں ان سے کوئی بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ مجھ ہی کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے والدین سے، بھائی بہنوں سے مل سکے، یہ کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے بھائی بہنوں سے ملنے کے لئے تم سے اِجازت لے؟ اب آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ جبکہ میں صاحبِ اولاد بھی ہوں، جب وہ اپنے عزیز و اقارب یا جس کے گھر بھی جاتی ہے، وہاں بہت خوش رہتی ہے، مگر اپنے گھر آکر کام نہ کرنے کے سو بہانے، کبھی سر درد، کبھی کمر درد، کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ برائے کرم اس سلسلے میں آپ فرمائیں کہ بیوی کا یہ طرزِ عمل دُرست ہے؟

جواب:...بیوی کو شوہر کی اِجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جانا چاہئے۔ اپنے عزیزوں کے یہاں جانا ہو، تب بھی شوہر سے اِجازت لینا ضروری ہے۔[۳] آپ کی بیوی اگر بغیر اِجازت کے جاتی ہیں تو بہت بُرا کرتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو نیک ہدایت عطا فرمائے۔

بہو کو والدین کی ملاقات سے روکنا

سوال:...شادی کے بعد ساس سسر جو بہوؤں کے میکے یا دیگر جگہوں پر جانے آنے کی پابندی رکھتے ہیں، کیا ساس سسر اس

---

(۱) وهل يمنع غير الأبوين من الزيارة، قال بعضهم: لَا يمنع المحرم عن الزيارة في كل شهر، وقال مشائخ بلخ في كل سنة وعليه الفتوىٰ، وكذا لو أرادت المرأة أن تخرج لزيارة المحارم كالخالة والعمة والأخت فهو علىٰ هٰذه الأقاويل، كذا في فتاوىٰ قاضي خان۔ (الفتاوى الهندية ج:۱ ص:۵۵۷، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الثاني في السكنىٰ)۔

(۲) ولو أبوها زمنا مثلًا فاحتاجها فعليها تعاهده ولو كافرًا وإن أبى الزوج ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۶۰۳)۔ أيضًا: إمرأة لها أب زمن ليس له من يقوم عليه وزوجها يمنعها عن الخروج إليه وتعاهده كان لها أن تعصي زوجها وتطيع الوالد مؤمنًا كان الوالد أو كافرًا لأن القيام بتعاهد الوالد فرض عليها فيقدم علىٰ حق الزوج۔ (قاضيخان على الهندية ج:۱ ص:۴۴۳، باب النفقة، فصل في حقوق الزوجة)۔

(۳) فلا تخرج إلَّا لحق لها أو عليها۔ قال في الرد: فإن مقتضاه أنها إن قبضته ليس لها الخروج للحاجة وزيارة أهلها بلا إذنه۔ (شامي ج:۳ ص:۱۴۵، كتاب النكاح، باب المهر)۔

کے حق دار ہیں کہ وہ بہو کو اپنی مرضی کا اس حد تک پابند رکھیں کہ وہ اپنے سگے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے ملنے کو بھی ترسے یا بہو کے میکے والوں سے ملنے پر ناپسندیدگی کا اِظہار کریں؟

جواب:... بہو کو اس کے والدین سے یا اس کے والدین کو اس سے ملنے سے روکنا ظلم ہے،[1] ایسا ظلم نہیں ہونا چاہئے۔

شوہر کی اِجازت کے بغیر والدین سے ملنا

سوال:... میرے پڑوسی کی شادی ایک مولوی کی بیٹی سے ہوئی، وہ لڑکی اپنے شوہر کے بغیر اِجازت والدین کے گھر اپنے رشتہ داروں میں جاتی ہے، شوہر منع کرتا ہے تو لڑکی لڑنے لگتی ہے، اور کہتی ہے کہ میں تو جاؤں گی تم کیا کرلو گے؟ ایک دن وہ کسی نامحرَم کے ساتھ اپنے میکے گئی، گھر آنے پر شوہر نے پھر اعتراض کیا کہ تم میری بغیر اِجازت کیوں گئی؟ اس بات پر نادم ہونے کے بجائے پھر وہ شوہر سے اُلجھ پڑی اور بار بار کہنے لگی کہ تم کیا کرلو گے؟ (یہ بات بھی میں بتادوں کہ میرا پڑوسی نہایت شریف آدمی ہے، دس سال سے ہمارے پڑوس میں رہتا ہے)۔ لڑکی جب تکرار کرنے لگی تو میرے پڑوسی نے یہ پابندی لگادی کہ اب اگر میرے بغیر اِجازت تم جاؤ گی تو ایک بار جاؤ گی تو ایک طلاق ہوگی، اور دُوسری بار جاؤ گی تو دُوسری بار، یعنی جتنے بار جاؤ گی اتنی بار طلاق۔ دُوسرے دِن لڑکی کی ماں آتی ہے، لڑکی سے معلوم کرکے جاتی ہے، تیسرے دن باپ جو کہ اپنے آپ کو عالم فاضل کہتا ہے، بیٹی کو زیور، کپڑا اور ایک سال کی بچی کے ساتھ اپنے گھر بلوالیتا ہے، جب وہ گھر سے جاتی ہے تو اس کا شوہر آفس گیا ہوا تھا، گھر آکر دیکھتا ہے کہ منع کرنے کے باوجود پھر چلی گئی، میرا پڑوسی سسرال جاتا ہے تو اس کا سسر اُلٹا داماد کو ہی قصوروار ٹھہراتا ہے اور یہ کہہ دیتا ہے کہ اب تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔ اس واقعے سے پہلے بھی مولوی اپنے داماد کے گھر آکر لڑتے رہے۔ میں چونکہ بالکل ساتھ والے مکان میں رہتا ہوں، اس لئے ہر بات پتا چل جاتی ہے۔ مولوی نے یہ کہہ کر اپنی لڑکی کو گھر پر رکھ لیا کہ میں اس کا کفن دفن کروں گا۔ اور ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا کہ لڑکی کو نوکری میں لگادیا۔ دو سال تک میرے پڑوسی نے بہت کوشش کی کہ مولوی فیصلہ کرلیں، لیکن وہ ایک ہی رَٹ لگاتا رہا کہ اب رشتہ ختم ہوگیا، اس تین سال میں اس مولانا نے اپنی نواسی کو اس کے باپ سے ملنے نہیں دیا۔ جب وہ اپنی لڑکی سے ملنے کی کوشش کرتا تو بچی کو چھپالیا جاتا۔ اب تین سال کے بعد مولانا نے دعویٰ دائر کیا ہے کہ میرا داماد میری بیٹی کو لے کر نہیں جاتا، میری بیٹی تین سال سے میرے پاس ہے، وہ لینے نہیں آتا۔ اللہ گواہ ہے ان تین سالوں میں ان لوگوں نے یعنی میرے پڑوسی نے بہت کوشش کی، جب یہ لوگ بالکل چپ ہوگئے تو اس نے دعویٰ دائر کیا۔

۱:... میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا بیوی شوہر کے بغیر اِجازت جاسکتی ہے جیسا کہ مولوی نے اپنی لڑکی کے بارے میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ بغیر اِجازت جاسکتی ہے، شوہر منع نہیں کرسکتا؟

۲:... تین سال تک بیوی کو شوہر سے اور باپ کو اس کی بچی سے الگ رکھا گیا، اس کا عذاب کس پر ہوگا جبکہ بچی کی جدائی میں

---

(۱) ولَا یمنعها من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة .... ولَا یمنعها من الدخول علیها فی کل جمعة. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب النفقة ج:۳ ص:۶۰۳). أیضًا: فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۵۵۶، الباب السابع عشر، الفصل الثانی فی السکنٰی، طبع رشیدیه.

باپ سخت بیمار ہوجاتا ہے؟

۳:...لڑکے کو بیوہ ماں اور جوان بہنوں سے الگ کرنا، یہ کہہ کر کہ اب صرف تمہاری بیوی کی ذمہ داری تم پر ہے، لڑکے کو مجبور کردینا جبکہ یہ لڑکا گھر کا بڑا ہے؟

جواب:... چونکہ آپ کی تحریر کے مطابق مقدمہ عدالت میں زیرِ سماعت ہے، اس لئے واقعات کی تنقیح و تحقیق تو عدالت کرے گی، میں ان واقعات میں دخل درمعقولات دینے کے بجائے مسائل لکھ دیتا ہوں۔

۱:...بیوی کو شوہر کی اِجازت کے بغیر گھر سے نکلنے کی اِجازت نہیں،[1] اور شوہر کو اس کی اِجازت نہیں کہ وہ بیوی کو والدین کے ملنے سے منع کرے۔[2]

۲:...اگر شوہر بیوی سے یوں کہے: ''اگر تو میری اِجازت کے بغیر ایک بار گئی تو ایک طلاق، دو بار گئی تو دو طلاقیں اور تین بار گئی تو تین طلاقیں'' اس صورت میں بیوی کے پہلی بار جانے سے پہلی طلاق، دُوسری بار جانے سے دُوسری طلاق، اور تیسری بار جانے سے تیسری طلاق ہوجائے گی۔[3]

۳:...پہلی اور دُوسری رجعی طلاق کے بعد عدّت ختم ہونے تک شوہر کو رُجوع کا حق رہتا ہے،[4] لیکن تین طلاقوں کے بعد رُجوع کا حق ختم ہوجاتا ہے۔[5]

۴:...اگر ایک طلاق کے بعد عدّت ختم ہوجائے اور شوہر اپنی بیوی سے رُجوع نہ کرے، یا اس کو کرنے نہ دیا جائے تو طلاق مؤثر ہوجاتی ہے،[6] لہٰذا تین سال کے بعد یہ کہنا کہ شوہر اپنی بیوی کو نہیں لے جاتا، غلط ہے۔

۵:...ماں باپ اور ان کی اولاد میں تفریق کرنا، ناجائز اور قطع رحمی کا موجب ہے۔[7]

---

(۱) قالوا: ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج. (فتاوىٰ خانية علىٰ هامش الهندية ص:۴۴۳).

(۲) ولَا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة. (شامي ج:۳ ص:۵۷۶، باب النفقة). وفي الفتاوى العالمگيرية ص:۵۵۷، الفصل الثاني في السكنىٰ، وقيل (لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة مرة وعليه الفتوىٰ، كذا في غاية السروجي.

(۳) إذا أضافه (الطلاق) إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا مثل أن يقول لِامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق ...إلخ. (عالمگيري ج:۱ ص:۴۲۰ الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما).

(۴) إذا طلّق الرجل إمرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (عالمگيري ج:۱ ص:۴۷۰).

(۵) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة .... لم يحل له حتّى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا في الهداية ...إلخ. (عالمگيري ج:۱ ص:۴۷۳).

(۶) الرجعة إبقاء النكاح علىٰ ما كان ما دامت في العدة. (عالمگيري ج:۱ ص:۴۶۸).

(۷) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامَ (نصب الراية لأحاديث الهداية ج:۴ ص:۲۳، كتاب البيوع، الحديث الثامن عشر، طبع بيروت). وفيه أيضًا: عن حريث بن سليم العذري عن أبيه قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عمن فرق في السبي بين الوالد والولد، فقال: من فرق بينهم فرق الله بينه وبين الأحبة يوم القيامة. (ج:۴ ص:۲۴). وفيه أيضًا: عن عمران بن حصين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ملعون من فرق بين والدة وولدها. (ج:۴ ص:۲۵).

کیا شوہر اپنے والد کے کہنے پر بیوی کو والدین سے ملنے سے منع کرسکتا ہے؟

سوال:... کیا میرے شوہر کو اپنے والد کے کہنے کے مطابق میری ماں سے قطع تعلق کرلینا چاہئے جیسا کہ انہوں نے کیا ہوا ہے؟ اور مجھے بھی میری ماں سے نہ ملوائیں، اس بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ میرے شوہر خود پریشان ہیں، برائے مہربانی ہماری رہنمائی کریں۔

جواب:... بیٹی کو والدین سے نہ ملنے دینا گناہِ کبیرہ اور ظلم ہے، اس لئے آپ کے شوہر کو چاہئے کہ اس معاملے میں اپنے والد کی بات نہ مانیں، اور آپ کو کم از کم مہینے میں ایک بار والدہ سے ضرور ملایا کریں۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: ”ایسی بات میں مخلوق کی اِطاعت نہیں، جس پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔“ (مسند احمد ج:۱ ص:۴۰۹)۔[2]

آخر میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ ان تمام سختیوں اور ناگواریوں کو رضائے اِلٰہی کے لئے برداشت کرتی رہیں، اِن شاء اللہ آپ کے حق میں ان کا انجام خیر ہی ہوگا۔ البتہ ہر نماز کے بعد جہاں اور دُعائیں کرتی ہیں، وہاں یہ دُعا کیا کریں کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو دُنیا و آخرت کی تمام سختیوں سے نجات عطا فرمائے۔

والدہ کے گھر جانے سے منع کرنے والے شوہر کی وفات کے بعد والدہ کے گھر جانا

سوال:... میں بہت دُکھی اور پریشان ہوں، کیونکہ میری شادی کو صرف چار ماہ ہوئے تھے کہ شوہر قتل ہوگئے، دِل کرتا ہے کہ خودکشی کرلوں، مگر اس وقت میں حاملہ ہوں، میرے خاوند کی زندگی میں میری والدہ نے میرے خاوند کے ساتھ بہت زیادتیاں کیں، جن کی وجہ سے میرے خاوند نے مجھے میری والدہ کے گھر جانے سے منع کردیا تھا، اب جبکہ میرے خاوند اس دُنیا میں نہیں رہے تو اَب میں اپنی والدہ کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھوں؟ میرے شوہر کے قتل کا مجھے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا؟ کیا اپنی والدہ کے گھر جانے سے میرے خاوند کی رُوح کو اَذیت ہوگی؟

جواب:... اگر آپ کے شوہر نیک تھے تو آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے، وہ شہید ہوگئے، اللہ تعالیٰ آپ کی کفایت فرمائیں گے۔ جب تک آپ کے بچے کی پیدائش نہیں ہوتی، آپ عدّت میں ہیں۔[3] خودکشی کرکے ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گی،[4] خبردار! ایسی بات کو سوچنا بھی نہیں چاہئے۔

---

(۱) دیکھئے گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲۔

(۲) عن ابن مسعود .... لَا طاعة لمخلوق فی معصیة الله عزّ وجلّ۔ (مسند أحمد ج:۱ ص:۴۰۹، طبع المکتب الإسلامی)۔

(۳) ”وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ“ (الطلاق:۴)۔ وفی الفتاوی الهندیة (ج:۱ ص:۵۲۸، طبع رشیدیه) الباب الثالث عشر فی العدة: وعدة الحامل أن تضع حملها کذا فی الکافی ...إلخ۔

(۴) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تردّی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم یتردّی فیها خالدًا مخلدًا فیها أبدًا ومن تحسی سمًّا فقتل نفسه فسمه فی یده یتحسّاه فی نار جهنم خالدًا مخلدًا فیها أبدًا، ومن قتل نفسه بحدیدة فحدیدته فی یده یتوجأ بها فی بطنه فی نار جهنم خالدًا مخلدًا فیها أبدًا۔ متفق علیه۔ (مشکوٰة ص:۲۹۹)۔

۲:...عدّت کے اندر تو نہ جائیے،[1] بعد میں جانے کی اِجازت ہے۔ نہ جانے سے ان کی (خاوند کی) رُوح کو اَذیت ہوگی،[2] جانے سے نہیں۔

۳:...آپ پر کوئی گناہ نہیں، اس وسوسے میں مبتلا نہ ہوں،[3] واللہ اعلم!

عورت کو اپنی تنخواہ شوہر کی اِطلاع کے بغیر اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنا

سوال:...کیا عورت اپنے شوہر کے علم میں لائے بغیر یا اِجازت حاصل کئے بغیر اپنی پوری تنخواہ یا اُس کا کچھ حصہ اپنے والدین، بھائیوں اور بہنوں، مستحق عزیز و اقارب اور یتامیٰ اور مساکین پر خرچ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ ایسا کر رہی ہے تو اسے ثواب ہوگا یا گناہ؟

جواب:...وہ اپنی تنخواہ کی مالک ہے، جہاں چاہے خرچ کرسکتی ہے۔[4] مگر عورت کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی ذاتی رقم بھی شوہر کی اِطلاع و اِجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔

اگر شوہر، بیوی کے تنخواہ نہ دینے پر ناراض ہو تو عورت کا شرعی حکم

سوال:...اگر زید اپنی بیوی کی تنخواہ وصول تو نہ کرے، لیکن نہ دیئے جانے کے باعث اپنی ناراضگی کا اِظہار کرے، یا اِظہار نہ کرتے ہوئے بھی ناراض ناراض سا رہنے لگے تو زید کی اس قسم کی ناراضگی سے کیا اس کی بیوی گناہگار ہوگی؟

جواب:...نہ دینے پر ناراضگی کا اِظہار بھی بے جا ہے۔

بیوی کی تنخواہ پر شوہر کا حق

سوال:...اگر زید اپنی بیوی کی تنخواہ پر اپنا حق جتاتے ہوئے (جبکہ زید بھی معاشی اِعتبار سے نہایت خوش حال ہے) اس کی تنخواہ جبراً حاصل کرے تو زید کا یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:...زید کا اس کی بیوی کی تنخواہ پر کوئی حق نہیں، نہ وہ جبراً لے سکتا ہے۔[5]

شوہر کی کمائی سے اُس کی اِجازت کے بغیر پیسے لینا

سوال:...ایک صاحبہ تعلیم یافتہ فرماتی ہیں کہ شوہر کی کمائی کی رقم بیوی کو لینا جائز ہے حتیٰ کہ چوری کرکے بھی۔ کیا واقعی شوہر

---

(۱) وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولَا یخرجان منه. (شامی ج:۳ ص:۵۳۶).

(۲) عن جبیر بن مطعم قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا یدخل الجنّة قاطع. وعن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لیس الواصل بالمکافیٔ ولٰکن الواصل الذی إذا قطعت رحمه وصلها. (مشکوٰة ص:۴۱۹).

(۳) "اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی، وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰی" (النجم:۳۸، ۳۹).

(۴) کلّ یتصرف فی ملکه کیف شاء. (شرح المجلة رستم باز ج:۱ ص:۶۵۴، المادة:۱۱۹۲، طبع مکتبه حبیبیه).

(۵) ولَا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه. (قواعد الفقه، رقم القاعدة:۲۶۹ ص:۱۱۰ طبع إمدادیة).

کے پیسے کی چوری بیوی کے لئے جائز ہے؟ شرعی حیثیت سے مطلع فرماویں۔

جواب:... اگر شوہر، بیوی، بچوں کا خرچ نہ دیتا ہو تو اس کے مال سے بقدرِ کفایت لے سکتی ہے۔ (۱)

عورت شوہر سے بتائے بغیر کتنے پیسے لے سکتی ہے؟

سوال:... سوال یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اپنی بیوی کو ہاتھ خرچ نہیں دیتا ہے، اور گھر کے خرچ کے لئے جو رقم دیتا ہے وہ رات کو گھر آکر اپنی بیوی سے پورے دِن کا حساب پوچھتا ہے کہ تم نے کیا سودا منگایا؟ اور آج کا خرچہ کیا ہے؟ بیوی جو خرچ کرتی ہے اس سے دو تین روپے بڑھا کر شوہر کو بتادیتی ہے۔ مثلاً: اس نے ۱۰ روپے خرچ کئے اور شوہر کو بارہ بتائے تو اس جھوٹ پر بیوی گناہگار ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ یہ بحث ہم تین چار عورتوں میں کافی دِن سے چل رہی ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ اگر عورت جھوٹ بول کر زیادہ روپے وصول کرے گی تو گناہگار ہوگی، جبکہ دُوسری کا کہنا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے جھوٹ بول کر لے، یا بغیر پوچھے جیب سے نکال لے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... اگر شوہر، عورت کے ضروری اِخراجات میں بخل کرتا ہے تو وہ اس سے چھپا کر بقدرِ ضرورت لے سکتی ہے، اور گناہگار نہیں ہوگی، (۲) اور اگر وہ ضروری اِخراجات میں بخل نہیں کرتا بلکہ عورت کی فضول خرچی کو روکنے کے لئے اس سے حساب طلب کرتا ہے تو اس صورت میں اُس کا چھپانا جائز نہیں، اور وہ گناہگار ہوگی۔ (۳)

شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا

سوال:... کیا شوہر کے گھر کے اخراجات کے لئے دیئے ہوئے پیسوں میں سے بیوی ان لوگوں پر برائے نام کچھ خرچ کرسکتی ہے جو جان اور مال سے بیوی کے کام آتے ہوں، گو شوہر کو کچھ ناگواری ہو؟

جواب:... ایسے خرچ سے جو شوہر کو ناگوار ہو، احتراز کرنا چاہئے، (۴) البتہ اس کی تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ شوہر سے کچھ رقم اپنے ذاتی خرچ کے لئے لی جائے اور اس میں سے یہ خرچ کیا جائے۔ (۵)

(۱، ۲) عن عائشة قالت: إن هند بنت عتبة قالت: يا رسول الله! إن أبا سفيان رجل شحيح وليس يعطيني ما يكفيني وولدي إلّا ما أخذت منه وهو لَا يعلم، فقال: خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۲۹۰، كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك، الفصل الأوّل، طبع قديمي كتب خانه).

(۳) عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من كنّ فيه كان منافقًا خالصًا ...... إذا اؤتمن خان وإذا حدّث كذب وإذا عاهد غدر وإذا خاصم فجر. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۱۷، كتاب الإيمان).

(۴) وليس لها أن تعطي شيئًا من بيته بغير إذنه ... إلخ. (عالمگيري ج:۱ ص:۵۵۷، باب النفقات).

(۵) وظاهر ما في غاية البيان أن النفقة المفروضة تصير ملكا للمرأة إذا دفعها إليها فلها التصرف فيها من بيع وهبة وصدقة وادخار ... إلخ. (بحر ج:۴ ص:۱۷۴، باب النفقة).

بیوی سے ماں کی خدمت لینا

سوال:... باپ کی خدمت کے لئے تو اس کے کام میں ہاتھ بٹا کر اور اس کا حکم مان کر کی جاسکتی ہے، اگر ماں بوڑھی ہو اور گھر کا پورا کام کاج نہ کرسکتی ہو تو کیا بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کے کام میں ہاتھ بٹائے؟ اس طرح ماں کی خدمت بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن آپ پہلے فرماچکے ہیں کہ اگر بیوی ساس سے خوش نہ ہو تو اس کو الگ گھر میں لے جاؤ۔ اس طرح تو خدمت کرنے کا ذریعہ ختم ہوجائے گا، تو کیا اس صورت میں بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کی خدمت کرے یا اس صورت میں بھی اس کو الگ گھر میں لے جایا جائے؟ اگر ایسا ہو تو پھر ماں کی خدمت کیسے ہوگی؟ کیونکہ صرف حکم ماننے سے تو ماں کی خدمت نہ ہوگی۔

جواب:... بیوی اگر اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے، اور بیوی کے لئے موجبِ سعادت۔ لیکن یہ اخلاقی چیز ہے، قانونی نہیں[1]۔ اگر بیوی شوہر کے والدین سے الگ رہنا چاہے تو شوہر شرعی قانون کی رُو سے بیوی کو اپنے والدین کی خدمت پر مجبور نہیں کرسکتا۔[2]

شوہر کے والدین کی خدمت کی اِسلام میں کیا حیثیت ہے؟

سوال:... شوہر کے والدین کی خدمت کے بارے میں ہمارے مذہب نے کیا حکم دیا ہے؟ نیز ایک شوہر اپنی بیوی کو اپنے والدین کی اطاعت اور خدمت پر کس حد تک مجبور کرسکتا ہے؟ میرے شوہر اس سلسلے میں بہت زیادہ مجبور کرتے ہیں۔

جواب:... بیوی اگر شوہر کے والدین کو اپنے ماں باپ بلکہ ان سے بڑھ کر سمجھے تو اس کی سعادت اور نیک بختی ہے، اور دُنیا اور آخرت میں اس کا اَجر ملے گا، جس کا ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن اگر وہ ان کی خدمت نہ کرنا چاہے، جیسا کہ آج کل کی نازک مزاج بیویوں کا یہی وطیرہ ہے، تو شوہر اس کو والدین کی خدمت پر مجبور نہیں کرسکتا۔[3]

اگر بیوی کے لئے علیحدہ گھر اُس کا حق ہے، تو پھر والدین کی خدمت کیسے ہوگی؟

سوال:... بیوی کے حقوق کے متعلق آپ کی تحریر نظر سے گزری، آپ نے فرمایا ہے کہ بیوی کے لئے علیحدہ گھر جس میں کسی دُوسرے کا دخل نہ ہو، اس کا شرعی حق ہے۔ تو جناب! کیا والدین کے حقوق میں یہ نہیں ہے کہ جب وہ بوڑھے ہوجائیں تو ان کی بھرپور خدمت کی جائے جو کہ علیحدہ رہنے سے نہیں ہوسکتی۔ کیا بہو کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اپنی ساس کو ماں کا درجہ دے؟ اگر بیٹے شادیوں

---

(۱) عرفی خدمت جس میں زوجہ پر کوئی مشقت اور تکلیف نہ ہو، کرنی بہتر ہے، اس سے زیادہ زوجہ کے ذمے لازم نہیں۔ (کفایۃ المفتی ج:۵ ص:۲۴۳، طبع جدید)۔

(۲) وکذا تجب لها السکنٰی فی بیت خال عن أهله. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۶۰۰، باب النفقة). وفی البحر الرائق (ج:۴ ص:۱۹۳) أی الْاسکان للزوجة علٰی زوجها فتجب لها کما تجب النفقة .... لیس له أن یشترک غیرها لأنها تتضرر به.

(۳) ولیس علیها أن تعمل بیدها شیئًا لزوجها قضاء من الخبز والطبخ وکنس البیت وغیر ذٰلک. (الخانیة علٰی هامش الهندیة ج:۱ ص:۴۴۳، باب النفقة، فصل فی حقوق الزوجة).

کے بعد اپنے علیحدہ گھر بسالیں تو والدین اور چھوٹے بہن بھائیوں کو کس کے رحم و کرم پر چھوڑا جائے؟ آج کل ویسے بھی زَن مریدی کا دور ہے، جیسا کہ قربِ قیامت کی نشانیوں میں ہے کہ بیوی سے محبت اور ماں سے نفرت ہوجائے گی۔ میرا خیال ہے کہ والدین اور خصوصاً ماں کا حق صرف ان کے لئے نوکر رکھ دینے اور خرچہ دینے سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ بڑھاپے میں ان کے ساتھ رہنا چاہئے اور بیوی کو اس بات کی وضاحت کی جائے کہ جہاں بیوی کا حق ہے وہاں بوڑھے والدین اور بہن بھائیوں کے بھی حقوق ہیں۔ آج کل تو شادی کے فوراً بعد ہی بیوی کی مکمل خواہش ہوتی ہے اور اس کے لئے مکمل کوشش کرتی ہے کہ اس کا شوہر صرف اسی کا ہوجائے، نہ بہن بھائیوں کے لئے اور نہ ہی والدین کے لئے کچھ کرے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ برائے مہربانی اس مسئلے کو دوبارہ زیادہ وضاحت کے ساتھ والدین کے حقوق پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا جائے۔

جواب:... والدین کی خدمت اولاد کا فرض ہے، اور اگر بیوی اپنی خوشی سے ان کی خدمت کرے تو اس کی سعادت ہے، لیکن اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔[1] اگر وہ الگ رہائش کا مطالبہ کرے تو یہ اس کا شرعی حق ہے،[2] یہ زَن مریدی نہیں، واللہ اعلم!

بہو کو سسر اور ساس کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟

سوال:... کیا عورت اپنے شوہر کی والدہ (ساس) اور والد (سسر) کی عزّت کس طرح کرے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں۔ جبکہ ساس صرف کھانے اور کپڑے وغیرہ دھونے پر باتوں باتوں میں نشاندہی کر رہی ہو تو کیا وہ ان سے جھگڑ سکتی ہے؟

جواب:... ساس، سسر اس کے ماں باپ کی جگہ ہیں، اس کا اخلاقی فرض ہے کہ جس طرح اپنے والدین کی عزّت کرتی ہے، اسی طرح شوہر کے والدین کی عزّت کرے، بلکہ شوہر کے والدین کو اپنے والدین سے زیادہ عزیز سمجھے۔ اور ساس سسر کو بھی چاہئے کہ اسے بیٹی سے بڑھ کر عزّت دیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا ہوتا نہیں، ساس سسر بہو کو بیٹی جیسی عزّت نہیں دیتے، اور بہو ان کو ماں باپ کی جگہ نہیں سمجھتی، اس میں لڑکی کا قصور کم ہوتا ہے اور لڑکی کی ماں اور ساس کا قصور زیادہ ہوتا ہے، اس (ماں) کی تربیت اور اس (ساس) کی ترش رُوئی کے نتیجے میں لڑکی ساس کو ڈائن سمجھتی ہے، اور اپنے نئے گھر کو عقوبت خانہ (بلکہ بوچڑ خانہ) سمجھتی ہے، اسے اپنے نئے گھر میں محبت کی خوشبو نہیں ملتی، بلکہ نفرت، ترش رُوئی اور بات بات پر طعنہ زنی کی بدبو ملتی ہے، اسے ایسا لگتا ہے کہ مجھے جنت سے نکال کر دوزخ میں ڈال دیا گیا، بالآخر وہ شوہر سے بغاوت کرتی ہے اور الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہے، ان کے جھگڑے لڑائی کا حل یہی ہے کہ شیر اور بکری کو ایک کھونٹے سے باندھنے کی حماقت نہ کی جائے، دونوں کا چوکا چولہا الگ کردیا جائے۔ شوہر کے والدین خصوصاً ماں کو اگر سلیقہ ہو تو خوش دِلی کے ساتھ بہو سے جتنی چاہیں خدمت کرائیں، یہ بہو کے لئے سعادت ہے، اور ساس سسر کے اخلاق کی بلندی کی علامت

---

(۱) وليس عليها أن تعمل بيدها شيئًا لزوجها قضاء من الخبز والطبخ وكنس البيت وغير ذٰلك. (فتاویٰ تتارخانية علىٰ هامش الفتاوى العالمگيرية ج:۱ ص:۴۴۳).

(۲) والسكنى في بيت خال عن أهله وأهلها ...... أى تجب السكنىٰ في بيت أى الأسكان للزوجة من كفايتها فتجب لها كالنفقة وقد أوجبها الله تعالىٰ كما أوجب النفقة بقوله تعالىٰ أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم أى من طاقتكم أى مما تطيقونه ملكا أو إجارة أو عارية إجماعًا. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۹۳، باب النفقة).

ہے، لیکن بہو کو زرخرید غلام سمجھ کر ڈنڈے کے ساتھ اس سے خدمت لینا، نہ شرعاً جائز ہے اور نہ اخلاقاً صحیح ہے۔ [1]

میاں بیوی میں اِختلاف پیدا کرنا دُرست نہیں

سوال:… آج سے تقریباً ۱۵ ماہ قبل میری شادی ہوئی تھی، میرے شوہر نیک اور شریف آدمی ہیں، میں اپنے شوہر اور ان کے گھر والوں کے ساتھ پُرسکون زندگی گزار رہی تھی، لیکن کچھ عرصے کے بعد میرے گھر والوں اور رِشتہ دار، پھوپھی اور خالہ وغیرہ نے میرے سسرال والوں اور شوہر کے متعلق کریدنا شروع کر دیا، میں نے بہت منع کیا، لیکن نہیں مانیں، آخر تنگ آکر میں نے ان کو باتیں بتانا شروع کر دیں، اس کے بعد انہوں نے اسی کے مطابق مجھے مشورے دیئے، میں ان کی باتوں میں آگئی اور اس پر عمل شروع کر دیا، اور ایک دن معمولی بات پر اپنے شوہر سے لڑ کر اپنے میکے میں آکر بیٹھ گئی، وجہ صرف یہ تھی کہ اِختلافات ظاہر کر کے علیحدگی کر دی جائے اور میں اکیلے اپنے شوہر کے ساتھ رہنے لگوں، لیکن ان معمولی باتوں کو بیچ کے لوگوں نے کچھ اس انداز سے بیان کیا کہ اِختلافات بہت بڑھ گئے اور نوبت یہاں تک آگئی کہ میرے گھر والوں اور رِشتہ داروں سے میرے شوہر کی منہ ماری ہوگئی، جبکہ میرے شوہر سے میرے زیادہ اِختلافات نہیں ہیں۔ میں تقریباً نو مہینے سے اپنے گھر بیٹھی ہوں اور اپنا گھر بسانا چاہتی ہوں، لیکن گھر والوں اور رِشتہ داروں نے انا کا مسئلہ بنالیا ہے، اور وہ آڑے آرہے ہیں۔ شرعاً آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں کیا کروں؟ شوہر کا حق زیادہ ہوتا ہے یا رِشتہ داروں اور گھر والوں (یعنی پھوپھی، خالہ اور میرے گھر والے) کا؟ اپنے گھر والوں کے کہنے پر علیحدگی اِختیار کرلوں یا اپنے شوہر کے پاس واپس چلی جاؤں؟ جبکہ اس معاملے میں زیادہ تر غلطی میرے گھر والوں کی ہے، اگر میں علیحدگی اِختیار کرلیتی ہوں تو آخرت میں پکڑ میری ہوگی یا میرے گھر والوں اور رِشتہ داروں کی؟ اور اس کا اِزالہ کیسے ممکن ہے؟

جواب:… آپ کے رشتہ داروں کا آپ کو غلط مشورے دینا اور میاں بیوی کے درمیان اِختلافات پیدا کرنے کی کوشش کرنا بہت بڑا گناہ اور ظلم تھا۔[2] آپ کو اُن کی نادان دوستی میں آنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ اب آپ کو چاہئے کہ فوراً اپنے گھر (شوہر کے پاس) چلی جائیں، اور میاں بیوی کے درمیان جو تلخی پیدا ہوئی اس کی معافی تلافی کرلیں، آپ کا اپنے میکے بیٹھنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ [3]

میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانا گناہِ کبیرہ ہے

سوال:… شوہر کو اس کی بیوی سے بدظن کرنا کیسا فعل ہے؟

---

(۱) وليس عليها أن تعمل بيدها شيئًا لزوجها قضاء من الخبز والطبخ وكنس البيت وغير ذٰلك۔ (الخانية علىٰ هامش الهندية ج:۱ ص:۴۴۳، باب النفقة)۔

(۲) الكبيرة السابعة والثامنة والخمسون بعد المأتين، تنجيب المرأة علىٰ زوجها أى افسادها عليه والزوج علىٰ زوجته أخرج .... أبو داوٗد والنسائي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من خبب إمرأة علىٰ زوجها أو عبدًا علىٰ سيده۔ (الزواجر عن اقتراف الكبائر ج:۲ ص:۲۸ طبع دار المعرفة بيروت)۔

(۳) عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المُنتزعات والمختلعات هن المنافقات۔ (مشكوٰة ص:۲۸۴)۔

جواب:... حدیث میں ہے کہ: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔" (ابوداوٗد ج:۱ ص:۲۹۶)[۱]۔ اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان منافرت پھیلانا اور ایک دُوسرے سے بدظن کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ: "وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں" جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ فعل مسلمانوں کا نہیں۔ اور قرآنِ کریم میں میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے کو یہودی جادُوگروں کا فعل بتایا ہے۔[۲]

عورت کا مہر ادا نہ کرنے اور جہیز پر قبضہ کرنے والے شوہر کا شرعی حکم

سوال:... اگر مرد، عورت کا مہر ادا کرنے سے انکار کردے اور جہیز بھی جبراً اپنے قبضے میں کرلے تو اسلامی قوانین کیا کہتے ہیں؟

جواب:... وہ ظالم اور جابر ہے،[۳] حکومت اس سے عورت کے یہ حقوق دِلوائے اور اس کو تعزیر بھی کرے۔[۴]

بے نمازی بیوی کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال:... اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ: "اپنے اہل وعیال کو نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔" اگر کوئی شخص خود پابندی سے نماز پڑھتا ہو اور اپنی بیوی کو نماز کی تاکید کرے اس کے باوجود بیوی نماز نہ پڑھے تو اس کا گناہ کس کو ملے گا؟ بیوی کو یا شوہر کو؟ مہربانی فرماکر میرے سوال کا جواب تفصیل سے دیں۔

جواب:... شوہر کی تاکید کے باوجود اگر بیوی نماز نہ پڑھے تو وہ اپنے عمل کی خود ذمہ دار ہے، شوہر گنہگار نہیں،[۵] مگر ایسی نالائق عورت کو گھر میں رکھا ہی کیوں جائے؟[۶]

بے نمازی بیوی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

سوال:... بار بار اِصرار کے باوجود بیوی نماز نہ پڑھے، تو کیا ایسی بیوی کو طلاق دے دینی چاہئے؟

---

(۱) عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیس منا من خبّب إمرأۃ علٰی زوجھا ...إلخ۔ (أبو داوٗد، أول کتاب الطلاق، باب فی من خبب إمرأۃ علٰی زوجھا ج:۱ ص:۲۹۶)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الزواجر ج:۲ ص:۲۸۔

(۲) "فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ" (البقرۃ:۱۰۲)۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: بیان القرآن، تالیف: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ج:۱ ص:۵۴ (طبع ایچ ایم سعید)۔

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا یحل مال امریء إلّا بطیب نفس منہ۔ (مشکوٰۃ ص:۲۵۵)۔

(۴) وإذا ثبت الحق عند القاضی وطلب صاحب الحق حبس غریمہ لم یعجل بحبسہ وامرہ بدفع ما علیہ .... فإن امتنع حبسہ فی کل دین لزمہ ...... أو التزمہ بعقد کالمھر ...إلخ۔ (ھدایۃ، باب ادب القاضی، فصل فی الحبس ج:۳ ص:۱۳۶، طبع شرکت علمیۃ ملتان)۔

(۵) "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" (طٰہٰ:۱۳۲)۔ "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى" (الأنعام:۱۶۴)۔

(۶) رجل لہ إمرأۃ لَا تصلی لہ أن یطلقھا وإن لم یقدر علٰی إیفاء مھرھا ...إلخ۔ (عالمگیری، ج:۱ ص:۳۴۱)۔

جواب:... طلاق دینا ضروری نہیں، بلکہ اس کو دِین کی تعلیم و تبلیغ کرنی چاہئے۔ [1]

نماز نہ پڑھنے اور پردہ نہ کرنے والی عورت سے سلوک

سوال:... میں اپنی بیوی کو نماز کے لئے کہتا رہتا ہوں، پہلے تو وہ پابندی سے نماز پڑھتی تھی، لیکن کچھ عرصے سے بالکل نہیں پڑھتی، بہت کہا سنا لیکن کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ پردہ بھی نہیں کرتی، میرے لئے شرعی کیا حکم ہے؟

جواب:... نماز و پردہ وغیرہ شرعی اُمور کی شفقت و حکمت کے ساتھ نصیحت کرتے رہیں اور نیک عورتوں کی مجالس میں بھی شریک کریں، اِن شاء اللہ نیک صحبت کا اچھا اثر پڑے گا۔ بصورتِ دیگر ناراضگی کے اِظہار کے واسطے اس کے بستر کو الگ کردیجئے، اس کے بعد فرائض و واجبات کی ادائیگی کے لئے ڈانٹ ڈپٹ اور ہلکی پھلکی مار کی بھی قرآن و سنت کی رُو سے اِجازت ہے۔ [2]

گھریلو پریشانی کا حل

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ گھریلو معاملات پر کوئی توجہ نہیں دیتی ہوں، گھر کی ذمہ داری بوجھ لگتی ہے، ذہن پر بہت بوجھ ہے، جس کی وجہ سے شوہر اور بچے بھی پریشان رہتے ہیں، میں اس صورتِ حال میں کیا کروں؟

جواب:... السلام علیکم ورحمۃ اللہ! نماز پابندی سے اوّل وقت میں پڑھو، شرعی فرائض کی پابندی کرو، شوہر کی اور بچوں کی خدمت عبادت سمجھ کر کرو، اپنی کوتاہیوں پر توبہ و اِستغفار کرتی رہو، اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہیں، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، والسلام۔

شوہر گھر کا خرچ بہن کو دے یا بیوی کو؟

سوال:... کیا شوہر کے ذمہ اسلامی حقوق میں عورت کا کوئی خرچہ مقرّر ہے؟ جبکہ شوہر روزمرّہ کا خرچہ اپنی بہن کے ہاتھ میں دے کر جاتا ہو، جو اس کی بیوی سے بات تک نہ کرتی ہو، کیا عورت کو خرچہ نہ دینے پر مرد کو کوئی وبال نہیں ہوگا؟

جواب:... شوہر کو چاہئے کہ عورت کے ذریعے گھر کا خرچ چلائے، واللہ اعلم!

میاں بیوی کا رِشتہ اتنا کمزور کیوں ہے؟

سوال:... میاں بیوی کا رِشتہ نازک کیوں ہے؟ غصے میں طلاق دی جائے تو ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس رشتے کو نازک کیوں بنایا ہے؟

---

(۱) لَا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۰)۔

(۲) الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علٰی بعض وبما أنفقوا .... والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فإن أطعن لکم فلا تبغوا علیهن سبیلًا۔ (النساء:۳۴)۔ وفی الحدیث: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: واضربوهن غیر مبرح۔ (ابن ماجة ص:۱۳۳)۔ له أن یضربها علٰی ترک الصلاة۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۹)۔

جواب:... نازک اس لئے بنایا ہے کہ میاں بیوی پیار محبت سے رہیں، لڑیں جھگڑیں نہیں، تاکہ طلاق کی بات ہی درمیان میں نہ آئے۔

بیوی کا شوہر کو قابو کرنے کے لئے تعویذ گنڈے کروانا

سوال:... بیوی نے شوہر کو قابو کرنے کے لئے اپنی بہن اور بہنوئی کی مدد سے تعویذ گنڈے جیسا ناپسندیدہ عمل اختیار کر رکھا ہے، شوہر کو بھی اس بات کا علم ہے۔ بیوی کا شوہر پر قابو پانے کے لئے تعویذ گنڈے کرنا کیسا ہے؟ بیوی نے جن رشتہ داروں کی مدد سے تعویذ گنڈے کئے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... شوہر پر کنٹرول کرنے کے لئے تعویذ گنڈے کرنا شدید گناہ ہے، بلکہ ایسا کرنے والوں کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس کو یہودیوں کا عمل بتایا ہے۔[1] یہی حکم ان تمام رشتہ داروں کا ہے جو اِن تعویذ گنڈوں میں معاون ہیں۔[2]

اپنی پسند کی شادی

سوال:... میری شادی میرے والد صاحب نے اپنی مرضی سے کی، میری مرضی معلوم نہیں کی، اب بیوی میرا کہنا نہیں مانتی ہے، مجھے جواب دیتی ہے، گھر کا کام کاج نہیں کرتی ہے، اور خاص بات یہ کہ مجھے پسند بھی نہیں ہے۔

جواب:... بیوی سے دِل نہیں ملا، تو اس کو چھوڑ دو، کوئی اور ڈھونڈ لو، تمہارے والد نے اپنی مرضی کے مطابق کی تھی، اور تمہیں پوچھا بھی نہیں تھا، اب تم اپنی مرضی کی کرلو، والد سے پوچھو بھی نہیں۔

کیا شوہر مجازی خدا ہوتا ہے؟

سوال:... ایک ہفت روزہ میں ''مسائل'' کے کالم میں ایک عورت نے لکھا ہے کہ: ''اس کا شوہر بدصورت ہونے کی وجہ سے اسے ناپسند ہے، لہٰذا اس شخص کے ساتھ رہنے میں لغزش ہوسکتی ہے، اور وہ خلع چاہتی ہے، جبکہ اس عورت کے والدین کہتے ہیں کہ شوہر کو بدصورت کہنا گناہ ہوتا ہے۔'' تو اسے جواباً بتایا گیا کہ: ''شوہر کو خدا سمجھ لینے کا تصوّر ہندو عورتوں کا ہے، ورنہ اسلام میں نکاح طرفین کی خوشی سے ہوتا ہے اور اگر وہ عورت چاہے تو لغزش سے بچنے کے لئے خلع لے سکتی ہے، کیونکہ نکاح کا مقصد ہی معاشرتی بُرائی

---

(۱) قال تعالٰی: ''وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ، وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هٰرُوْتَ وَمٰرُوْتَ، وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ، فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ، وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ، وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ، وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ، وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ'' (البقرة: ۱۰۲)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ الزواجر عن اقتراف الکبائر ج:۲ ص:۹۹ تا ۱۰۹، طبع دار المعرفة، بيروت۔

(۲) ''ولَا تعاونوا على الإثم والعدوان'' (المائدة: ۲)۔

سے بچنا ہے۔‘‘ اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں نے اب تک اپنی اطاعت گزار بیوی پر خود کو مجازی خدا اور باحیثیت مرد حاکم سمجھ کر جو ظلم کئے ہیں کیا میں گنہگار رہا ہوں، یا اپنی لاعلمی کی وجہ سے بے قصور ہوں، یا مجھے اپنی بیوی سے معافی مانگنی ہوگی؟ کہ خدا مجھ کو معاف کردے یا میں حق پر ہوں اور یہ بات غلط ہے کہ شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے؟

جواب:... اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے،[1] مگر نہ وہ حقیقی خدا ہے اور نہ مجازی خدا۔ حاکم کی حیثیت سے اسے بیوی پر ظلم و ستم توڑنے کی اجازت نہیں، نہ اس کی تحقیر و تذلیل ہی رَوا ہے۔ جو شوہر اپنی بیویوں پر زیادتی کرتے ہیں وہ بدترین قسم کے ظالم ہیں۔ آپ کو اپنی بیوی سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہئے اور جو ظلم و زیادتی کرچکے ہیں اس کی تلافی کرنی چاہئے۔[2] شوہر کو خدائی منصب پر فائز سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہو تو ہو، اسلام کا طریقہ بہرحال نہیں۔ البتہ عورت کو اپنے شوہر کی عزّت و احترام کا یہاں تک حکم ہے کہ اس کا نام لے کر بھی نہ پکارے،[3] اور اس کے کسی بھی جائز حکم کو مسترد نہ کرے۔[4] اور اگر شوہر سے عورت کا دِل نہ ملتا ہو، خواہ شوہر کی بدصورتی کی وجہ سے، خواہ اس کی بدخلقی کی وجہ سے، خواہ اس کی بد دِینی کی وجہ سے، خواہ کسی اور وجہ سے، تو اس کو خلع لینے کی اجازت ہے۔[5]

نافرمان بیوی کا شرعی حکم

سوال:... ہمارے پڑوس میں ایک کنبہ آباد ہے، ویسے تو میاں بیوی میں تعلقات نہایت اچھے تھے، میاں بے حد شریف ہے، ایک روز کسی بات پر بیوی نے ضد کی جو ناجائز قسم کی ضد تھی، میاں نے بہت صبر کیا مگر بیوی کی دوبارہ ضد پر میاں کو غصہ آگیا اور انہوں نے بیوی کو ایک تھپڑ مار دیا، بیوی نے اس پر میاں اور اس کے والدین کے لئے ’’کنجر‘‘ جیسا ناپاک لفظ استعمال کیا اور اپنے میکے چلی گئی۔ والدہ نے اس کے اس طرح آجانے پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ پھر آگئی، مگر دونوں میں بات چیت نہیں ہے، اور نہ ہی بیوی میاں کو منانے کی کوشش کرتی ہے، واقعہ بالا پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی قیمتی رائے سے مستفید فرمائیں۔

---

(۱) ’’اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بما فضل الله بعضهم علٰی بعض‘‘ (النساء: ۳۴)۔

(۲) عن جابر بن عبدالله .... فاتقوا الله في النساء! فإنكم أخذتموهنّ بأمان الله ...إلخ۔ (مشکوة المصابيح، باب قصة حجة الوداع ص: ۲۲۵، طبع قديمي)۔

(۳) ويكره أن يدعو الرجل أباه وأن تدعو المرأة زوجها باسمه ...إلخ۔ وفي شرحه: بل لَا بد من لفظ يفيد التعظيم كَيَا سيّدي ونحوه لمزيد حقهما على الولد والزوجة۔ (شامي ج:۶ ص:۴۱۸)۔

(۴) عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لو أمرتُ أحدًا أن يسجد لأحدٍ لأمرتُ المرأة أن تسجد لزوجها، ولو أن رجلًا أمر امرأة أن تنقل من جبل أحمر إلٰى جبل أسود ومن جبل أسود إلٰى جبل أحمر لكان حق لها أن تفعل۔ (سنن ابن ماجة ص: ۱۳۳، طبع مير محمد)۔

(۵) وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لَا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى منه بمالٍ يخلعها به لقوله فلا جناح عليهما فيما افتدت به ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۰۴، باب الخلع، طبع رشيديه)۔

جواب:...منہ پر تھپڑ مارنے کی حدیث شریف میں بہت سخت ممانعت آئی ہے،[1] اس لئے شوہر نے بڑی زیادتی کی، عورت کی بے جا ضد پر شوہر کو اس طرح مشتعل نہیں ہونا چاہئے، اور اس نیک بخت نے جو تھپڑ کا جواب گندی گالی سے دیا یہ اس سے بھی زیادہ بُری بات تھی۔ عورت کے لئے شوہر کی بے ادبی جائز نہیں اور گالی گلوچ تو گناہِ کبیرہ ہے۔[2] حدیث میں ہے کہ: ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے، نہ کوئی اور نیکی، ان تین میں سے ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناراض ہو''[3]۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''فرشتے ایسی عورت پر لعنت کرتے ہیں''[4]۔ شوہر کو چاہئے کہ بیوی کی دِلجوئی کرے اور بیوی نے اگر جذبات میں نامناسب الفاظ کہہ دیئے تو اس کو اپنے میاں سے معافی مانگ لینی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی توبہ کرنی چاہئے۔

نافرمان بیوی سے معاملہ

سوال:...بیوی اگر نافرمان ہو اور زبان دراز ہو، شوہر کا کہنا نہ مانتی ہو تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے مطابق عمل کر چکا ہوں، آخری صورت آپ بتادیں۔

جواب:...اسے اوّلاً نرمی اور اخلاق سے سمجھایئے، اگر نہ سمجھے تو معمولی تنبیہ سے کام لیں، اور اگر اس پر بھی نہ سمجھے تو اِختیار ہے کہ طلاق دے دیں۔[5]

حقوقِ زوجیت سے محروم رکھنے والی بیوی کی سزا

سوال:...اگر خاوند مسلسل نو، دس برس سے اپنی بیوی کے نان نفقہ اور جملہ اخراجات فراخ دِلی سے ادا کر رہا ہو اور بیوی نے

---

(۱) عن حكيم بن معاوية عن أبيه ان رجلًا سأل النبى صلى الله عليه وسلم: ما حق المرأة على الزوج؟ قال. .... ولَا يضرب الوجه ولَا يقبح ولَا يهجر إلّا فى البيت ...إلخ. (سنن ابن ماجة ص:۱۳۳ باب حق المرأة على الزوج).

(۲) الكبيرة التاسعة والثمانون والتسعون والحادية والتسعون بعد المأتين: سب المسلم والإستطالة فى عرضه .... قال تعالىٰ: والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانًا وإثمًا مبينًا. وأخرج الشيخان .... عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسق وقتاله كفر ...إلخ. (الزواجر عن اقتراف الكبائر ج:۲ ص:۵۸ طبع دار المعرفة).

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لَا تقبل لهم صلاة ولَا تصعد لهم حسنة .... والمرأة الساخط عليها زوجها ...إلخ. (مشكوٰة ص:۲۸۳، كتاب النكاح، باب عشرة النكاح، طبع قديمى كتب خانه).

(۴) عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا دعا الرجل امرأته إلىٰ فراشه فأبت أن تجيء لعنتها الملائكة حتّٰى تصبح. (صحيح البخارى ج:۲ ص:۷۸۲، طبع مير محمد كتب خانه).

(۵) "وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلًا" (النساء: ۳۴). قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: .... استوصوا بالنساء خيرًا .... واضربوهن غير مبرح ...إلخ. (ابن ماجة ص:۱۳۳). وأما الطلاق فإن الأصل فيه الحظر بمعنى انه محظور إلّا لعارض يبيحه .... ولهٰذا قالوا: ان سببه الحاجة إلى الخلا من عند تباين الأخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله تعالىٰ ...إلخ. (شامى ج:۳ ص:۲۲۸). وفى الدر المختار: بل يستحب لو مؤذية ...إلخ. أطلقه فشمل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها. (شامى ج:۳ ص:۲۲۹، طبع ايچ ايم سعيد).

اس سارے عرصے میں اپنے خاوند کو حقوقِ زوجیت سے محروم رکھا ہو تو اس کی شریعتِ محمدی میں کیا سزا ہے؟

جواب:... ایسی عورت جو بغیر کسی صحیح عذر کے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے، اس کے لئے دُنیا میں تو یہ سزا ہے کہ شوہر اس کو طلاق دے سکتا ہے، اور آخرت میں ایسی عورت رحمت سے محروم ہوگی۔ [۱]

شوہر کو ہم بستری کی اِجازت نہ دینے والی بیوی کے ساتھ معاملہ

سوال:... میری شادی کو ۲۰ سال ہوچکے ہیں، اولاد کوئی نہیں ہے، کیونکہ بیوی نے تعاون نہیں کیا۔ بیوی اسکول میں ملازمت کرتی ہے، میں جب بھی ہم بستری کے لئے تیار ہوتا تھا تو وہ ہزاروں شکوے شکایات لے کر بیٹھ جاتی تھی، اس کے ساتھ میں نے کبھی حقِ زوجیت ادا ہی نہیں کیا، رات کو یہ کہہ کر ٹال دیتی تھی کہ اُسے نیند آرہی ہے، اور صبح کے وقت یہ کہہ کر کہ اسے اسکول جانا ہے۔ گالی گلوچ اس طرح کرتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ میری بیوی اپنے بڑے بھائی، ماں اور بھائی کی بیٹیوں کے مشورے سے کام کرتی ہے، اس کے نزدیک شوہر کی حیثیت اور ذمہ داری صرف چوکیدار جیسی ہے، اور ہر ماہ رقم دینا بھی۔ اب میں اس سے علیحدہ ہورہا ہوں، ہماری جائیداد بیوی اور میرے پیسوں سے بنی ہے، اور وہ کم از کم پچیس لاکھ کی ہے، کیا اس جائیداد میں میرا کوئی حصہ ہے؟ میں نے مہر کی رقم اب تک ادا نہیں کی ہے، کیا ایسی عورت کو مہر دینا چاہئے؟ کیا ایسی عورت جنت کی مستحق ہے؟

جواب:... آپ کے حالات پڑھ کر نہایت دُکھ ہوا، اور سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ تم بیس سال بعد مشورہ کر رہے ہو...! بہرحال اب یہ فیصلہ کرلینا مشکل ہوگا کہ کس کی کمائی کتنی ہے؟ مہر تمہارے ذمے واجب ہے، وہ ادا کردو، [۲] اور جائیداد کا فیصلہ کرلو، ایسی بیوی کو طلاق دے دو، اور اس کی جگہ دُوسرا عقد کرلو۔ بس میری سمجھ میں یہی آتا ہے، باقی ایسی عورت کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شوہر ناراض ہو یا بیوی شوہر کا حق ادا نہ کرے تو ساری رات فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں، [۳] واللہ اعلم!

بیماری کی وجہ سے صحبت نہ کرسکنے والی عورت سے شوہر کا مطالبہ غلط ہے

سوال:... میرے شوہر کی عمر ۶۵ سال ہے، جبکہ میری عمر ۶۲ سال ہے، میری کمر میں درد ہے، خون میں کولیسٹرول بڑھی ہوئی ہے، ڈپریشن ہے، رات کو نیند نہیں آتی، ایک دفعہ دِل کا دورہ پڑچکا ہے، ڈاکٹروں نے دوائی بھی دی ہوئی ہے۔ میں ایک سال سے صحبت نہیں کرسکتی، جس کی وجہ سے میرے شوہر ایسی باتیں کہتے ہیں کہ میرا دِل بہت دُکھتا ہے، دِل چاہتا ہے اللہ ایمان کے ساتھ خاتمہ

---

(۱) دیکھئے گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴، ۵۔

(۲) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمّٰى أو مهر المثل ...الخ۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، کتاب النکاح، الباب السابع فی المهر)۔

(۳) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دعى الرجل امرأته إلٰى فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتّٰى تصبح۔ متفق عليه۔ (مشکوٰة ص:۲۸۰، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، طبع قدیمی)۔

کردے، زندگی کے ۳۳، ۳۴ سال ان کی اطاعت کی۔ کل کہنے لگے: یہاں سے پھوٹ، کس مصرف کی ہے؟ یہاں تیری کیا ضرورت ہے؟ میں نے خاموشی سے ان کی طرف دیکھا کہ کہاں جاؤں؟ کہنے لگے: بیٹے کے پاس جا! میں بہت پریشان ہوں، کیا بیٹے کے پاس چلی جاؤں؟

جواب:... بہتر ہے کہ آپ اپنے کسی لڑکے کے پاس رہیں، وہ آپ کی خدمت کرے۔ جب آپ بیمار ہیں، مریضہ ہیں اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں تو شوہر کا مطالبہ غلط ہے۔ [1]

شوہر اولاد چاہتا ہو لیکن بیوی نہ چاہے اور مباشرت سے انکار کردے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ بیوی اگر ہم بستری کے لئے راضی نہ ہوتی ہو، صرف اس وجہ سے کہ وہ مزید اولاد نہیں چاہتی ہو، اور کہتی ہو کہ اگر مباشرت کرنی ہو تو مانع حمل شے اِستعمال کرو، جبکہ شوہر چاہتا ہو کہ اس کے یہاں مزید اولاد ہو، اس صورت میں عورت کا اِنکار کرنا دُرست ہے؟

جواب:... اگر بیوی کی صحت ٹھیک ہے، تو اس کا اِنکار کرنا صحیح نہیں۔ معمول کے مطابق اولاد کا ہونا عورت کی صحت کی علامت ہے، اور اگر اولاد بند کردی جائے تو عورت متعدّد اَمراض کا شکار ہوجاتی ہے۔

سوال:... اگر بیوی کا اِنکار صحیح نہیں تو شوہر بیوی کا کتنی مدّت تک اِنتظار کرے؟

جواب:... شریعت اس کے بارے میں شوہر کو کوئی حکم نہیں دیتی۔

سوال:... بیوی کا اِنکار ۳، ۴ ماہ سے تجاوز کر جائے تو بیوی کے لئے کیا شرعی سزا مقرّر کی جائے گی؟

جواب:... سزا کی ضرورت نہیں، اس سے صحبت کرے۔

نوٹ:... مزید مشورہ یہ ہے کہ بیوی سے اِجازت لے کر دُوسری شادی کرلے، اور اگر وہ اِجازت دینے پر آمادہ نہ ہو تو اس کو طلاق دے کر دُوسری شادی کرلے۔

کیا سسرال والے داماد کو، گھر داماد بننے پر مجبور کرسکتے ہیں؟

سوال:... اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے گھر رکھنا چاہتا ہو لیکن اس کی بیوی اس کے گھر نہ رہنا چاہتی ہو، اور وجہ یہ ہو کہ خاوند پردے کا اور نماز کا حکم دیتا ہے، مزید یہ کہ عورت غیر مردوں سے یعنی نامحرَم مردوں سے آزادانہ ملنا پسند کرتی ہو اور ملتی ہو، اور خاوند منع کرتا ہو، خاوند بیوی کو اپنی ملازمت والی جگہ پر لے جانا چاہتا ہو، لیکن عورت ماں باپ کا گاؤں بلکہ گھر چھوڑنے کو تیار نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور کیا سسرال والے داماد کو گھر داماد بننے پر مجبور کرسکتے ہیں؟

---

(۱) وفي الأشباه من أحكام غيبوبة الحشفة فيما يحرم على الزوج وطء زوجته مع بقاء النكاح: قال وفيما إذا كانت لَا تحتمله لصغر أو مرض أو سمنة اهـ .... فعلم من هٰذا كله أنه لَا يحل له وطؤها بما يؤدي إلٰى إضرارها ...إلخ۔ (شامي ج:۳ ص:۲۰۴ باب القسم، طبع سعيد)۔

جواب:... شوہر کا ان باتوں کا حکم کرنا بجا ہے، عورت کا اِنکار کرنا گناہ ہے۔ (۱)

بدسلوکی کرنے والے سسر کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

سوال:... میری شادی ۱۹۷۸ء میں میری والدہ اور میری مرضی سے ہوئی، جبکہ میرے والد اس شادی پر راضی نہ تھے، میرے والد اِنتہائی سخت اور کرخت مزاج کے آدمی تھے۔ انہوں نے میری شادی پر واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ میرے لئے اب تم مرچکی ہو، آج کے بعد میرے گھر سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ شادی کے بعد تکلیف دہ دور شروع ہوگیا، میری والدہ میری شادی کے چھ ماہ بعد اِنتقال کرگئیں، میرے دُوسرے بہن بھائیوں نے مجھ سے ناطہ میرے باپ کے کہنے پر توڑ لیا، میرے باپ کے ظلم کی اِنتہا یہیں پر ختم نہیں ہوئی، بلکہ انہوں نے میرے شوہر کے ساتھ وہ گھٹیا سلوک کیا کہ میں اور میرے شوہر دن بدن غربت کی دلدل میں پھنستے گئے، اور میرے والد اس تکلیف دہ دور میں ہم کو دیکھ کر خوش ہوتے، جس کا اِظہار وہ ہماری پھپھو سے کرتے، اور وہ مجھے جب باپ کے رویہ کے بارے میں بتاتیں تو اللہ مجھے معاف کرے میں اپنے باپ کو رو رو کر بددُعائیں دیتی۔ میرا باپ میرے دُوسرے بہن بھائیوں کو خوب اچھی طرح رکھتا جبکہ میری طرف سے انہوں نے ایسی آنکھیں پھیریں کہ میری شکل تک نہیں دیکھتے۔ آٹھ سال کا غربت کا دور جب ختم ہوا تو اللہ نے میرے شوہر کو اتنا نوازا کہ میں اس پر جتنا بھی شکر کروں کم ہے، اللہ کا دِیا میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو اس دور میں عشرت کی زندگی گزارنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن میں اس وقت جس ذہنی کرب کی شکار ہوں وہ یہ ہے کہ میرے باپ پر غربت کے دور کا آغاز ہوگیا، میرے بہن بھائیوں نے باپ کو پوچھنا چھوڑ دیا، وہ دمہ کے مریض بن گئے ہیں، جبکہ وہ کہا کرتے تھے: میں کبھی بوڑھا نہیں ہوں گا، آج غربت اور بیماری نے ان کو کہیں کا نہیں چھوڑا، اب وہ میرے پاس آتے ہیں، میرے بچوں سے پیار کرتے ہیں، لیکن میرے شوہر کے دِل میں اِنتقام کی آگ ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک ماہ کے اندر تمہارا باپ میرے گھر سے نہیں گیا، تو میں تم کو طلاق دے دُوں گا۔ مولانا صاحب! بتایئے کہ میں اپنے باپ کو کیسے نکالوں؟ میں تو ہر ظلم معاف کرچکی ہوں، کیا یہ کم ہے کہ نو سال بعد مجھے میرا باپ ملا ہے، جبکہ شوہر اور بچوں کا خیال الگ تنگ کئے ہوئے ہے۔ میرے شوہر ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے نہ تو میرے والد سے بات کرتے ہیں، جبکہ وہ کبھی بلاتے ہیں تو حقارت سے دیکھتے ہوئے گزر جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں تمہارے باپ کے ظلم و ستم کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ خدا کے لئے مولانا صاحب! میرا مسئلہ حل کردیجئے اور یہ بتایئے کہ اگر میں باپ کو گھر سے نکالوں گی تو کیا گنہگار رہوں گی؟ یا میرے شوہر کی اِصلاح کس طرح ہوسکتی ہے؟

جواب:... آپ کا خط مرقعِ عبرت ہے، آپ کے والد اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہیں، (اور اگر توبہ نہ کی تو آخرت کی سزا اس سے بھی سخت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائیں!) اور اَب آپ کے شوہر کا اِمتحان شروع ہے، اگر آپ کے شوہر نے بھی وہی رویہ اِختیار کیا جو آپ کے والد کا رہا، تو ان کو بھی اس انجام کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

---

(۱) وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به قوله في كل مباح ظاهره أنه عند الأمر به منه يكون واجبًا عليها كأمر السلطان الرعيه به۔ (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۲۰۸، باب القسم)۔

آپ کے شوہر کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت اور اولاد کی نعمت سے نوازا ہے، تو اپنے خسر کو معاف کردیں، ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں، اور اس کے بڑھاپے، کمزوری اور بیماری پر ترس کھائیں، اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں اس کا صلہ عطا فرمائیں گے۔ لیکن اگر آپ کے شوہر نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اور کمزور حال بندوں کو نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا تو اندیشہ ہے کہ وہ بھی بہت جلد تماشائے عبرت بن جائیں گے...!

ساس اور بہو کی لڑائی میں شوہر کیا کرے؟

سوال:... قرآن وحدیث میں والدین کے حقوق کے بارے میں جو کچھ آیا ہے وہ رسائل، کتب، اخبارات، ریڈیو، ٹی وی اور خطیب صاحبان کے جمعہ یا دُوسرے مواقع پر خطبات کے ذریعے پیدائش سے لے کر موت تک برابر سننے میں آتا ہے۔ شاید ہی کوئی مسلمان ہو (اَن پڑھ، یا پڑھا لکھا، یا جاہل) جس کو ان کے حقوق کے سلسلے میں قرآن وحدیث کے کچھ نہ کچھ اَحکامات یاد ہوں۔ عملی طور پر والدین سے نیک برتاؤ کا مظاہرہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے، اور والدین کی بہت سی زیادتیوں کو بھی انہی اَحکامات کی وجہ سے برداشت کرلیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایک کردار اور بھی ہے ''بہو'' کا کردار، یہ کردار براہِ راست ''ساس'' سے منسلک ہے جو شوہر کی ماں ہوتی ہے، میں نے آج تک بہو کے حقوق کے بارے میں کسی رسالے، اخبار، کتاب، ریڈیو، وغیرہ یا کسی خطبے میں ایک لفظ نہیں سنا۔ ایسا کیوں ہے؟ میرا ذاتی تجربہ ومشاہدہ ہے کہ ''ساس بہو کے تنازع'' تقریباً ہر گھر میں ہوتے ہیں، جس کا اکثر وبیشتر انجام علیحدگی پر منتج ہوتا ہے، یہاں پر والدہ یہ محسوس کرتی ہے اور برملا اظہار بھی کرتی ہے کہ بیٹے نے بیوی کی خاطر ماں کی حق تلفی کی ہے، اور مندرجہ بالا اَحکامات کو دُہراتی اور یاد دِلاتی ہے، بددُعائیں دیتی ہے، معاشرے میں اور رِشتہ داروں میں اُسے بدنام کرتی ہے۔ اب اگر واقعی بہو کا قصور ہے اور ماں کی حق تلفی ہوئی ہے تو باعثِ عذاب اور گناہ ہے، لیکن اگر قصور ماں کا ہو تو پھر بیٹا کیا کرے؟ ماں کے ان اِلزامات اور اِقدامات کے خلاف کیا کرے؟ چپ رہے؟ جو کہ ہر آدمی کے لئے ممکن نہیں، اگر لوگوں کو حقائق بتاتا ہے تو ماں کی بدنامی ہوتی ہے، جبکہ لوگ اُسے مجبور کرتے ہیں کیونکہ ماں کی طرف سے یک طرفہ پروپیگنڈا جاری رہتا ہے، ایسے میں کیا کیا جائے، عام آدمی میں اتنی برداشت اور قوتِ ایمانی نہیں ہوتی، وہ کیا جواب دے، بہو کے حقوق کا ماں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا جواب دے؟ اپنے آپ کو کس طرح مطمئن کرے جبکہ کوئی حکم تلاش کے باوجود نہیں ملتا۔ کیا بہو اِنسان نہیں؟ معاشرے کا فرد نہیں؟ اس کے حقوق نہیں؟ پھر بقول میرے دوست کے کہ یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے کہ ہمارے مذہب میں اس سلسلے میں کوئی حکم نہیں، اور والدین قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر بیٹے اور بہو کو بدنام کرتے ہیں اور ناحق اپنا حق جتاتے ہیں، اُمید ہے تفصیلی جواب دیں گے۔

جواب:... بیویوں کے حقوق قرآنِ کریم میں اور حدیث شریفہ میں موجود ہیں، ان حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اس کو رہنے کے لئے مکان دیا جائے، ایسا مکان جس میں اس کے سوا کسی کا عمل دخل نہ ہو۔[1] ہمارے معاشرے میں اس حکم پر عمل نہیں کیا جاتا،

---

(۱) وکذا تجب لھا السکنی فی بیت خال عن أھله۔ قوله: خال عن أھله، لأنھا تتضر بمشارکة غیرھا فیه، لأنھا لَا تأمن علٰی متاعھا ویمنعھا ذٰلک من المعاشرة مع زوجھا ...إلخ۔ (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۵۹۹، باب النفقة)۔

بلکہ ساس اور بہو کو بیلوں کی جوڑی کی طرح باندھ کر رکھا جاتا ہے۔ اب اگر ساس "کپتی" ہو تو بہو کا جینا دوبھر کردیتی ہے، اور بہو تیز ہو تو ساس کا ناک میں دَم کردیتی ہے۔ دُولہا صاحب درمیان میں لٹکتے ہیں، ماں کا ساتھ دیں تو بیوی جاتی ہے، اور بیوی کا ساتھ دیں تو ماں کی بددُعائیں توشۂ آخرت بنتی ہیں۔

اب فرمائیے کہ قصور آپ کا، یا آپ کے معاشرے کا ہے؟ یا قرآن وحدیث کا...؟ "بہو" کے حقوق کیوں بتائے جاتے؟ بہو کا اس کے شوہر سے تعلق ہے، اس کو اس کے حقوق بتادیجئے، شوہر کے ماں باپ یا بہن بھائیوں کے ساتھ اس کا تعلق ہی کیا ہے کہ ان کو "حقوق" بتاتے پھریں...!

ساس اپنی بہوؤں سے برابر کام لے، ایک کو دُوسری پر ترجیح نہ دے

سوال:... سسرال میں ایک سے زیادہ بہوویں ہیں، ایک بہو کو ساس نے شہزادی اور دُوسری کو نوکرانی بنا کر رکھا ہوا ہے، یعنی حد یہ ہے کہ کھانا مانگنے پر بھی یہ کہا جائے کہ یہ ہمارے لئے ہے، تمہارے لئے نہیں ہے، ان تمام رویوں پر وہ نوکر بہو اپنے شوہر سے اِحتجاج کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا شوہر اس وجہ سے کہ والدہ کے آگے زبان نہیں کھولی جاسکتی، نہایت خاموشی سے تماشا دیکھ سکتا ہے؟

جواب:... اگر سب لڑکے اور بہوویں اِکٹھے ہوں تو اِنصاف پسند اور عقل مند ساس کا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ سب سے برابر کام لے، کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے۔ جو طریقہ آپ نے لکھا ہے وہ سراسر ظلم ہے، قبر میں اور حشر میں یہ ساس پکڑی ہوئی ہوگی اور اتنی سخت سزا ملے گی جس کے تصوّر سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ (۱)

ساس سے ناراض ہوکر میکے جانے والی بیوی سے کیا معاملہ کیا جائے؟

سوال:... میری شادی حال ہی میں ہوئی ہے، شروع کے پانچ ماہ تو ٹھیک گزرے، لیکن بعد میں اہلیہ اور والدہ میں ناچاقی ہوگئی، اور اہلیہ میرے سمجھانے کے باوجود یہ کہہ کر کہ وہ اس گھر میں میری والدہ کے ساتھ نہیں رہ سکتی، اپنے گھر چلی گئی، میں آنجناب سے مشورے کا طالب ہوں کہ اس سلسلے میں شریعت کے مطابق مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے دِل میں ایک دُوسرے کی محبت ڈالے، اور والدہ کا بھی اِحترام دِل میں ڈالے۔ تم اپنی والدہ سے مشورہ کرلو اور اپنے سسرال جاکر اپنی اہلیہ کو منا کے لے آؤ، اور مکان کا تھوڑا سا حصہ اس کے لئے الگ کردو، (۲) جس میں وہ رہے، تمہاری والدہ کا اور اس کا آمنا سامنا نہ ہو، واللہ اعلم!

---

(۱) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لتؤدن الحقوق إلی أهلها یوم القیامة حتّٰی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء۔ (مشکوٰة ص:۴۳۵، باب الظلم، الفصل الأوّل)۔

(۲) وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن أهله .... بقدر حالهما .... وبیت منفرد من دار له غلق زاد فی الإختیار والعینی: ومرافق، ومراده: لزوم کنیف ومطبخ۔ (درمختار ج:۳ ص:۵۹۹، ۶۰۰)۔ وفی الشامیة: قلت: وفی البدائع: ولو أراد أن یسکنها مع ضرتها أو مع احمائها کأمه وبنته .... فأبت فعلیه أن یسکنها فی منزل منفرد لأن إبائها دلیل الأذی والضرر .... حتی لو کان فی الدار بیوت وجعل بیتها غلقًا علٰی حدة، قالوا لیس لها أن تطالب بآخر ...إلخ۔ (ردالمحتار ج:۳ ص:۶۰۱، باب النفقة، مطلب فی مسکن الزوجة، طبع ایچ ایم سعید)۔

والدہ کو تنگ کرنے والی بیوی سے کیا معاملہ کیا جائے؟

سوال:... میں نے چند سال قبل شادی کی اور شادی کے پہلے ہفتے ہی بیگم صاحبہ اور ساس صاحبہ نے ہاتھ دِکھانے شروع کردیئے، میری ماں بہت ہی عاجز ہے، میری بیوی نے اس کے ساتھ لڑنا شروع کردیا اور اس کے بعد گھر سے زیورات اور باقی سامان چوری کرکے میری والدہ کے ذمہ لگادیا جو کہ بعد میں میری بیوی اور اس کی والدہ سے برآمد ہوا۔ اس وجہ سے میں بھی دِلبرداشتہ ہوا اور وہ بھی گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے ڈھائی سال بعد میں نے دُوسری شادی کرلی، جس سے ماشاء اللہ ایک بچہ بھی ہے، اس کے بعد برادری والوں نے پھر صلح صفائی کروادی، جب وہ واپس آئی تو پھر اس نے کچھ عرصہ بعد وہی لڑائی جھگڑا کھڑا کردیا جس کی وجہ سے مجھے دُوسری بیوی کو الگ کرنا پڑا، اب اس سے مجھے اولاد بھی کوئی نہیں ہے، وہ میری ماں کو بہت تنگ کرتی ہے یہاں تک کہ گالیاں دیتی ہے، اور اَب میں اس کو طلاق دینا چاہتا ہوں، اور میرے والد صاحب کہتے ہیں کہ طلاق نہ دو۔ کیا شرعی طور پر اس کو طلاق دُوں یا نہ دُوں؟ اور کیا اس میں والد صاحب کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟ یہ جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیں۔ یاد رہے کہ میری والدہ بس ہر وقت روتی رہتی ہیں۔

جواب:... فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ خدمت تو ماں کی مقدّم ہے اور حکم باپ کا مقدّم ہے۔[1] اگر آپ کے والد صاحب طلاق دینے سے مانع ہیں تو ان کا منشا بھی محض شفقت ہے۔ آپ والدہ کی تکلیف ان کی خدمت میں عرض کرکے ان سے طلاق دینے کی اجازت حاصل کرسکتے ہیں، یا مشورہ اور غور وفکر کے بعد والدہ کی تکلیف کا حل تلاش کرسکتے ہیں، مثلاً: اپنی اہلیہ کی رہائش کا بندوبست کرکے والدہ سے الگ کردیں۔ بہرحال جیسا کہ آپ نے لکھا ہے اگر آپ کی بیوی اطاعت شعار نہیں تو آپ اسے طلاق دے کر گنہگار نہیں ہوں گے، اِن شاء اللہ۔

آپ اپنے شوہر کے ساتھ الگ گھر لے کر رہیں

سوال:... میں آپ کا کالم اخبار ''جنگ'' جمعہ ایڈیشن میں پابندی سے پڑھتی ہوں، اور آپ کے جواب سے بے حد متأثر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ میری شادی کو ڈھائی سال ہوگئے ہیں، اس عرصے میں میرے سسرال والوں سے میری معمولی معمولی بات میں نہیں بنتی، ان لوگوں نے مجھے کبھی پیار محبت سے نہیں دیکھا اور میری بیٹی کے ساتھ بھی وہ لوگ بہت تنگ مزاج ہیں، بات بات پر طنز کرنا، کھانے کے لئے جھگڑا کرنا، کاروبار ہمارے یہاں مل کر کرتے ہیں اور تمام محنت میرے شوہر ہی کرتے ہیں، الحمدللہ ہمارے یہاں رزق میں بے حد برکت ہے۔ ڈھائی سال کے عرصے میں، میں کئی بار اپنی والدہ کے یہاں آگئی، اور ان لوگوں کے کہنے پر کہ اب کوئی جھگڑا نہیں ہوگا، بڑوں کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے والدین کا کہنا مانتے ہوئے میں معافی مانگ کر دوبارہ چلی جاتی۔

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات .... قال الخطابي: لم يخص الأمهات بالعقوق فإن عقوق الأباه محرم أيضًا ولٰكن نبه بأحدهما عن الآخر فإن بر الأم مقدم على بر الأب إلّا أن لعقوق الأمهات مزية في القبح وحق الأب مقدم في الطاعة وحسن المتابعة لرأيه والنفوذ لأمره وقبول الأدب منه. (مرقاة شرح مشكٰوة ج:۴ ص:۶۶۵، باب البر والصلة، طبع بمبئی).

تھوڑے عرصے تک ٹھیک رہتا پھر وہی حال۔ اس بار بھی میرے شوہر اور ان کے والد میں معمولی بات پر جھگڑا ہوگیا اور میں مع شوہر اپنی والدہ کے یہاں ہوں۔ میرے شوہر اور میں دونوں چاہتے ہیں کہ ماں باپ کی دُعاؤں اور پیار محبت سے الگ مکان لے لیں، کاروبار سے الگ نہ ہوں، اس لئے کہ ماں باپ کی خدمت بھی ہو، وہ لوگ دوبارہ بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ہم کچھ نہیں کہیں گے، جیسے پہلے کہتے تھے۔ آپ بتائیے کہ جب گھر میں روز جھگڑا ہو تو برکت کہاں سے رہے گی؟ آپ ہمیں مشورہ دیں کہ کیا ہم الگ مکان لے لیں؟ ان مسائل کا حل بتائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اَجر دے گا اور میں تازندگی دُعا دیتی رہوں گی، میں بےحد دُکھی ہوں۔

جواب:... آپ کا خط غور سے پڑھا، ساس، بہو کا تنازع تو ہمیشہ سے پریشان کن رہا ہے، اور جہاں تک تجربات کا تعلق ہے، اس میں قصور عموماً کسی ایک طرف کا نہیں ہوتا، بلکہ دونوں طرف کا ہوتا ہے۔ ساس، بہو کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر تنقید کیا کرتی اور ناک بھوں چڑھایا کرتی ہے، اور بہو جو اپنے میکے میں ناز پروردہ ہوتی ہے، ساس کی مشفقانہ نصیحت کو بھی اپنی توہین تصوّر کرتی ہے، یہ دوطرفہ نازک مزاجی مستقل جنگ کا اکھاڑہ بن جاتی ہے۔

آپ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ اگر آپ اتنی ہمت اور حوصلہ رکھتی ہیں کہ اپنی خوش دامن کی ہر بات برداشت کرسکیں، ان کی ہر نازک مزاجی کا خندہ پیشانی سے استقبال کرسکیں اور ان کی کسی بات پر "ہوں" کہنا بھی گناہ سمجھیں تو آپ ضرور ان کے پاس دوبارہ چلی جائیں، اور یہ آپ کی دُنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی ہوگی۔ اس ہمت و حوصلے اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنے شوہر کے بزرگ والدین کی خدمت کرنا آپ کے مستقبل کو لائقِ رشک بنادے گا اور اس کی برکتوں کا مشاہدہ ہر شخص کھلی آنکھوں سے کرے گا۔

اور اگر اتنی ہمت اور حوصلہ آپ اپنے اندر نہیں پاتیں کہ اپنی رائے اور اپنی "انا" کو ان کے سامنے یکسر مٹاڈالیں تو پھر آپ کے حق میں بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ الگ مکان میں رہا کریں۔ لیکن شوہر کے والدین سے قطع تعلق کی نیت نہ ہونی چاہئے، بلکہ یہ نیت کرنی چاہئے کہ ہمارے ایک ساتھ رہنے سے والدین کو جو اَذیت ہوتی ہے اور ہم سے ان کی جو بےادبی ہوجاتی ہے، اس سے بچنا مقصود ہے۔ الغرض اپنے کو قصوروار سمجھ کر الگ ہونا چاہئے، والدین کو قصوروار ٹھہرا کر نہیں، اور الگ ہونے کے بعد بھی ان کی مالی و بدنی خدمت کو سعادت سمجھا جائے، اپنے شوہر کے ساتھ میکے میں رہائش اختیار کرنا موزوں نہیں، اس میں شوہر کے والدین کی سبکی ہے۔ ہاں! الگ رہائش اور اپنا کاروبار کرنے میں میکے والوں کا تعاون حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

میں نے آپ کی اُلجھن کے حل کی ساری صورتیں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں، آپ اپنے حالات کے مطابق جس کو چاہیں اختیار کرسکتی ہیں، آپ کی وجہ سے آپ کے شوہر کا اپنے والدین سے رنجیدہ و کبیدہ اور برگشتہ ہونا ان کے لئے بھی وبال کا موجب ہوگا اور آپ کے لئے بھی۔[1] اس لئے آپ کی ہر ممکن کوشش یہ ہونی چاہئے کہ آپ کے شوہر کے تعلقات ان کے والدین سے زیادہ سے

---

(۱) عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أصبح مطيعًا لله في والديه أصبح له بابان مفتوحان من الجنّة، وان كان واحدًا فواحدًا، ومن أصبح عاصيًا لله في والديه أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحدًا فواحدًا. قال رجل: وان ظلماه؟ قال: وان ظلماه! وان ظلماه! وان ظلماه! وعن أبي بكرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل الذنوب يغفر الله منها ما شآء إلّا عقوق الوالدين، فإنه يعجّل لصاحبه في الحيٰوة قبل الممات. (مشكوٰة ص: ۴۲۱).

زیادہ خوشگوار رہیں، اور وہ ان کے زیادہ سے زیادہ اطاعت شعار ہوں، کیونکہ والدین کی خدمت و اطاعت ہی دُنیا و آخرت میں کلیدِ کامیابی ہے۔[1]

ہر وقت شوہر سے لڑائی جھگڑا کرنے والی بیوی کا شرعی حکم

سوال:... جو بیوی اپنے خاوند کی بات نہ مانتی ہو، ہر وقت لڑتی جھگڑتی ہو، اور اپنے خاوند کے لئے سخت، سست الفاظ اِستعمال کرتی ہو، نیز اپنے خاوند کے منہ پر تھوکتی اور ہاتھ اُٹھاتی ہو، ایسی عورت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:... عورت کو خاوند کی اِطاعت کرنی چاہئے، جو عورت خاوند کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی، وہ اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔ حدیث شریف میں ایسی عورتوں کے لئے سخت وعید آئی ہے۔[2] بار بار سمجھانے کے باوجود اگر وہ اپنے اس نافرمانی کے عمل سے باز نہیں آتی تو ایسی عورت سے علیحدگی اِختیار کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔[3] البتہ صبر کرنا اور گھر کو برباد ہونے سے بچانے کے لئے درگزر کا معاملہ کرنا تو بہت اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔[4]

ساس کو تنگ کرنے والی بیوی سے کیا سلوک کیا جائے؟

سوال:... میری شادی کو ۲۵ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، گھر میں آئے دِن فساد ہوتا ہے، کیونکہ بیوی کا جھکاؤ اپنے والدین کی طرف ہے، اور وہ چاہتی ہے کہ میرا جھکاؤ بھی ان کی طرف ہوجائے، حالانکہ ان کا رویہ کبھی بھی صحیح نہیں رہا۔ اس صورتِ حال کی وجہ سے نفرتیں بڑھتی رہیں، میری ماں بیوی کے رویے کی وجہ سے میرے ساتھ نہیں رہتی، بلکہ وہ اپنی لڑکیوں کے گھر رہ رہی ہے، جو کہ میرے لئے لائقِ شرم ہے کہ میں ان کا بیٹا ہوکر ان کے بڑھاپے کا سہارا نہیں بن رہا۔ میں ان حالات سے مجبور ہوکر دو بار اپنی بیوی کو طلاق بھی دے چکا ہوں، اب صرف آخری طلاق باقی ہے، ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... آپ لڑلڑا کر دو دفعہ طلاق دے چکے ہیں، صرف ایک طلاق باقی ہے، اس کو بھی اِستعمال کرلیا تو آپ خالی رہ جائیں گے۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کی اہلیہ کا جھکاؤ اپنے ماں باپ کی طرف ہے تو نفع نقصان کے وہ ذمہ دار ہیں، تم گھر میں لڑائی جھگڑا نہ کرو، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، اور بچوں کے ساتھ بھی شفقت اور محبت سے پیش آؤ۔ تمہاری والدہ اپنی لڑکیوں کے یہاں رہ رہی ہے، اس میں تمہاری مجبوری بھی ہے، جہاں تک ہوسکے، والدہ کی خدمت کرتے رہو، ان کے پاؤں دبانا اور ان سے حسنِ

---

(۱) باب قوله ووصينا الإنسان بوالديه حسنا (العنكبوت) ...... قال سألت النبي صلى الله عليه وسلم: أيّ العمل أحبّ إلى الله؟ قال: الصلوٰة على وقتها! قال: ثم أيّ؟ قال: ثم بر الوالدين ...إلخ. (صحيح البخاري ج:۲ ص:۸۸۲).

(۲) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لَا يقبل لهم صلوٰة ولا تصعد لهم حسنة ...... والمرأة الساخط عليها زوجها ...إلخ. (مشكوٰة ص:۲۸۳، باب عشرة النساء، كتاب النكاح).

(۳) وإيقاعه مباح ...... بل يستحب لو مؤذية. قال الشامي: أطلقه فشمل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها. (شامي ج:۳ ص:۲۲۹).

(۴) "وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَكُمْ" (التوبة:۲۲).

سلوک کرنا، جہاں تک ہوسکے کرتے رہو، مگر اپنے گھر کو ویران نہ کرو۔

کیا عورت کے ذمے بستر صحیح کرنا، گھر کی صفائی، کپڑے استری کرنا نہیں ہے؟

سوال:... اخبار میں ایک عالمِ دِین کا مضمون نظر سے گزرا تھا، جس سے یہ بات بلاشک وشبہ کے ظاہر ہوتی ہے کہ بیوی سے ہم اپنی کوئی بھی خدمت لینے کے مجاز نہیں، نہ کھانا پکانے کو کہہ سکتے ہیں، نہ بستر صحیح کرنے کو، نہ گھر کی صفائی کو، نہ کپڑے اِستری کرنے کو، پوچھنا یہ ہے کہ اس کا ماٴخذ کون سی حدیث یا سورۂ قرآن ہے؟ کیا زَن و مرد کے تعلق کے علاوہ کوئی اور تعلق معروف نہیں ہیں؟

جواب:... ان عالمِ دِین نے بات کو صحیح لکھا، لیکن ایک ہے قانونی فرض اور ایک ہے اخلاقی فرض، میاں بیوی کا معاملہ اگر قانونی فرض تک محدود رکھا جائے تو نہ مرد عورت سے کوئی خدمت لے سکتا ہے،[1] نہ عورت مرد کو علاج معالجے کے لئے کہہ سکتی ہے،[2] اور اَخلاقی فرض کا جہاں تک تعلق ہے، ہمارے گھروں میں اسی کا چلن ہے، اور یہ بالکل صحیح ہے۔[3]

بیوی الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہے، شوہر میں اِستطاعت نہیں تو کیا کرے؟

سوال:... ایک بہت اہم مسئلہ جو کہ میرے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے، ہم چار بھائی ہیں، جو کہ ایک بلڈنگ میں چار منزلوں پر الگ الگ رہتے ہیں، چاروں شادی شدہ ہیں، میں ان سب میں سب سے چھوٹا ہوں، میرے ساتھ میری والدہ اور ایک بہن جو کہ طلاق شدہ ہے، رہتی ہیں، اس کے علاوہ میری دو بیٹیاں ہیں اور بیوی ہے۔ میری اُوپر والی منزل پر مجھ سے بڑا بھائی رہتا ہے، آج سے دو سال پہلے تک وہ بھی ہمارے ساتھ تھا، یعنی اس کا کھانا پکانا ایک ساتھ تھا، اس کے پانچ بچے ہیں، ایک بچہ میری ماں اور بہن نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے، میں نے احتیاط کے طور پر یہ سوچتے ہوئے کہ دو عورتوں کا ایک ساتھ گزارہ مشکل ہے، اپنے بھائی کو مشورہ دیا کہ آپ الگ ہوجائیں، ایسا نہ ہو کہ آج نہیں تو کل ہم لوگ لڑائی جھگڑے سے الگ ہوں، وہ الگ ہوگیا، کچھ اِعتراضات میری بیوی کو تھے۔ اب میری بیوی کہتی ہے کہ ایک بچہ جو کہ ہمارے گھر میں رہتا ہے، اس کو بھی اپنے ماں باپ کے پاس بھیجو، اور میرے بھائی کے بچے جو کہ دن بھر ہمارے گھر میں آتے رہتے ہیں، ان کا آنا بھی بند کرو، کیونکہ ان کے آنے کی وجہ سے شور شرابہ ہوتا ہے۔ میں اپنی ماں کی خوشی کی وجہ سے خاموش رہتا ہوں، میری ماں کو میرے بڑے بھائی سے بہت محبت ہے اور اس کے بچوں سے بھی۔ اس کے علاوہ کہتی ہے کہ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو میرے لئے الگ مکان کا بندوبست کرو۔ مولانا صاحب! میں سرکاری ملازم ہوں، میری ماہانہ آمدنی ۲۲۰۰ روپے ہے، الگ گھر کا یا کرائے کے گھر کا میں تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔ اگر نا جائز طریقے سے کمانا چاہوں تو بہت کما سکتا ہوں، لیکن

---

(۱) وليس عليها أن تعمل بيدها شيئًا لزوجها قضاءً من الخبز والطبخ وكنس البيت وغير ذٰلك. (الخانية على هامش الهندية ج:۱ ص:۴۴۳، باب النفقة، فصل في حقوق الزوجية، طبع رشيديه).

(۲) أو عليه ما تقطع به الصنان لَا الدواء للمرض ولَا أُجرة الطبيب ولَا الفصاد ولَا الحجام ...إلخ. فكل من الدواء التفكه لَا يلزمه. (شامي ج:۳ ص:۵۸۰، باب النفقة).

(۳) قالوا: إن هٰذه الأعمال واجبة عليها ديانة وإن كان لَا يجبرها القاضي كذا في البحر الرائق. (عالمگيری ج:۱ ص:۵۴۸، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأوّل).

آخرت کا خوف دِل میں ہے۔ اب ایک طرف ماں ہے، اس کی نافرمانی کا سوچ بھی نہیں سکتا، دُوسری طرف بیوی کے حقوق کا خیال ہے، نوکری کے علاوہ بھی دُوسرا کام کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں، اب تک کامیابی نہیں ہوسکی، میری پریشانی میں روز بروز اِضافہ ہوتا جارہا ہے، میرے پاس تین راستے ہیں:

۱:...کیا میں اپنے بھائی کے بچوں کا داخلہ اپنے گھر میں بند کردوں؟

۲:...کیا میں اپنی بہن اور ماں کو اپنے بڑے بھائی کے پاس اُوپر کی منزل میں بھیج دُوں؟ ایک بات اور بتادوں کہ میری ماں کسی بیٹے کی محتاج نہیں ہے، والد صاحب کی جائیداد کی وجہ سے میری ماں کو معقول آمدنی ہوتی ہے۔

۳:...کیا میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اُوپر کی منزل پر چلا جاؤں اور بڑے بھائی کو نیچے کی منزل پر لے آؤں؟

مولانا صاحب! اس کے علاوہ اگر کوئی اور معقول حل اور مشورہ ہو تو ضرور لکھیں۔

جواب:...آپ کے حالات کے لحاظ سے تیسری صورت زیادہ مناسب ہے، والدہ اور بہن بڑے بھائی کے ساتھ رہیں اور آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اُوپر کی منزل میں رہیں۔ والدہ اور بہن کی جو خدمت آپ کرسکتے ہیں اس سے دریغ نہ کریں۔

اگر شوہر کو الگ گھر لینے کی اِستطاعت نہ ہو تو گھر میں کوئی الگ جگہ اُس کو مخصوص کردیں

سوال:...کیا بیوی اپنے شوہر پر یہ دباؤ ڈال سکتی ہے کہ مجھ کو الگ گھر لے کردیں، جبکہ شوہر کی حیثیت نہیں ہے اور اس کے علاوہ شوہر زیرِ تعلیم بھی ہے، اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ صبر کرو، کچھ دن کے بعد سب ہوجائے گا۔ کیا ایسی صورت میں گھر لے کردینا ضروری ہے؟ اور اگر گھر لینا بھی پڑجائے تو قرض لینا ہوگا؟

جواب:...فساد کی جڑ و بنیاد یہی ہے کہ بیوی ساس کے ساتھ نہیں رہ سکتی، اس کو الگ گھر چاہئے۔ یہ تو شوہر کے ذمے ہے کہ اس کو ایسی جگہ ٹھہرائے کہ اس میں کسی اور کا عمل دخل نہ ہو۔[1] لیکن اگر شوہر میں ہمت نہ ہو کہ اس کو الگ گھر میں ٹھہرائے تو اسی مکان کا ایک حصہ اس کے لئے مخصوص کردیا جائے،[2] وہ اپنا کھائے، اپنا پکائے، نہ اس کی ذمہ داری کسی پر ہو، اور نہ وہ کسی کی ذمہ داری اُٹھائے، اللہ اللہ خیر سلا۔ الغرض! عورت کا یہ مطالبہ تو بجا ہے کہ مکان کے ایک حصے میں اس کا ہانڈی چولہا الگ کردیا جائے اور اس کی رہائش میں کسی دُوسرے کا عمل دخل نہ ہو، لیکن عورت کا یہ مطالبہ اس کو الگ مکان لے کردیا جائے، یہ شوہر کی اِستطاعت پر ہے، اگر شوہر کے پاس اتنی گنجائش نہ ہو تو الگ مکان کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

بیوی کے لئے الگ مکان سے کیا مراد ہے؟

سوال:...اخبار ''جنگ'' مورخہ ۱۴/۲/۱۴۱۳ھ میں آپ نے ایک مسئلہ ''بیوی کے لئے الگ مکان'' کا جواب لکھا ہے،

---

(۱) وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله. وفي الشامية: لأنها تتضرر بمشاركة غيرها فيه. (شامي ج:۳ ص:۵۹۹، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة، طبع سعيد).

(۲) وفي الشامية: نقل عن البدائع: حتى لو كان في الدار بيوت وجعل بيتها غلقًا على حدة قالوا ليس لها أن تطالبه بآخر اهـ. (شامي ج:۳ ص:۶۰۱، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة، طبع سعيد).

جس سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو مکمل الگ مکان دینا اس کا شرعی حق ہے، جبکہ یہ صحیح نہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ: ''گھر میں سے ایک جگہ عورت کو الگ کردے کہ وہ اپنا مال اسباب حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے سہے، اور اس کی قفل کنجی اپنے پاس رکھے، کسی اور کو اس میں دخل نہ ہو۔ فقط عورت ہی کے قبضے میں رہے، تو بس حق ادا ہوگیا، عورت کو اس سے زیادہ کا دعویٰ نہیں ہوسکتا، اور یہ نہیں کہہ سکتی کہ پورا گھر میرے لئے الگ کردو۔'' (بہشتی زیور حصہ چہارم باب:۲۱ ص:۳۳۳ ''ہدایت سسرال کے گھر والوں کے ساتھ آدابِ معاشرت'')۔

جواب:... ''بہشتی زیور'' میں بیوی کو الگ مکان دینے کی جو تفصیل لکھی ہے، میرے ذکر کردہ مسئلے میں بھی الگ مکان سے یہی مراد ہے۔ مدعا صرف اتنا ہے کہ جس مکان (کے جس حصے) میں عورت رہتی ہو، اس میں کسی دُوسرے کا عمل دخل نہ ہو۔[1]

جس کا اپنا گھر نہ ہو، وہ بیوی بچوں کو کہاں رکھے؟

سوال:... ایک شوہر کو جس کے ماں باپ کا اِنتقال ہوچکا ہے، اپنے بیوی بچوں کو اپنے بھائی کے گھر میں رکھنا چاہئے یا کبھی بہن کے گھر میں رکھنا چاہئے یا اپنے وسائل کی حدود میں رہ کر اپنا معمولی سا گھر لے کر عزّت کے ساتھ اپنے بیوی بچوں کو وہاں رکھنا چاہئے؟

۱:... بیوی بچوں کو کس کے سائبان کی ضرورت ہے؟

۲:... کیا چھت مہیا کرنا شوہر کے ذمے نہیں ہے؟

۳:... کیا دُنیا میں ایسے مردوں کو شادی کرنے کا حق حاصل ہے جو بیوی کی پوری طرح کفالت نہ کرسکتے ہوں؟

جواب:... بیوی بچوں کو مکان مہیا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے، خواہ ذاتی مکان ہو، یا کرائے کا۔[2] بیوی بچوں کو کبھی بھائی کے گھر ٹھہرانا اور کبھی بہن کے گھر، کبھی کسی اور رشتہ دار کے پاس، یہ بیوی بچوں کی حق تلفی ہے، اور بغیر کسی ہنگامی حالت کے جائز نہیں۔ جو شخص بیوی کے بقدرِ ضرورت نان ونفقہ اور چھوٹا موٹا مکان ٹھہرنے کے لئے مہیا نہیں کرسکتا، اس کو شادی کرنا جائز نہیں،[3] البتہ بیوی کی شاہ خرچیوں کا پورا کرنا اس کے ذمے نہیں۔

---

(۱) وبیت منفرد من دار له غلق. وفی الشامیة: والظاهر أن المراد بالمنفرد ما کان مختصا بها لیس فیه ما یشارکها به أحد من أهل الدار. (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۳ ص:۶۰۰، باب النفقة، مطلب فی مسکن الزوجة).

(۲) وكذا تجب لها السكنی فی بیت خال عن أهله. وفی الشامیة عن البدائع ولو أراد أن یسکنها مع ضرتها أو مع أحمائها کأمّه وأخته وبنته فأبت فعلیه أن یسکنها فی منزل منفرد لأن إبائها دلیل الأذی والضرر. (شامی ج:۳ ص:۶۰۱).

(۳) ویکن سُنّة مؤكدة ...... حال الإعتدال أی القدرة علٰی وطء ومهر ونفقة. وفی الشامیة عن البحر: والمراد حالة القدرة علی الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترک الفرائض والسُّنن، فلو لم یقدر علٰی واحد من الثلاثة أو خاف واحد من الثلاثة أی الأخیرة فلیس معتدلًا فلا یکون سُنّة فی حقه. (شامی ج:۳ ص:۷، کتاب النکاح).

بیوی کو علیحدہ گھر لے کر دینا شوہر کی ذمہ داری ہے

سوال:... جب لڑکی بیاہ کر سسرال آتی ہے تو اس کا اس گھر پر، اور اس گھر میں موجود چیزوں پر کتنا حق ہے؟ یعنی اسے ان تمام چیزوں (گھر کے برتن وغیرہ) کو اِستعمال کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ شوہر کے ماں باپ نہیں ہیں، (کافی سال پہلے اِنتقال ہو چکا ہے)، گھر میں صرف ایک بہن ہے، گھر شوہر کے نام ہے اور تمام چیزیں بھی شوہر کی کمائی کی ہیں۔

جواب:... شوہر کے گھر کی چیزیں اِستعمال کرنے کی شوہر کی طرف سے اِجازت ہوتی ہے۔

سوال:... ایک طلاق شدہ بہن جو برسرِ روزگار بھی ہے، اور بھاوج کے ساتھ بدتمیزی، گالی گلوچ اور گندی زبان اِستعمال کرتی ہے، اور اِنتہائی درجے کی بدمزاج، بدکردار عورت ہے، اگر بھائی اسے رہنے کے لئے گھر دیدے اور خود بیوی کے ساتھ الگ گھر میں رہے تو ٹھیک ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھاوج کو گھر میں رکھنا نہیں چاہتی، اور دونوں میاں بیوی میں کوئی ناچاقی نہیں ہے، وہ دونوں سکون سے رہنا چاہتے ہیں، اگر بھائی اپنا گھر الگ نہیں کرے گا تو وہ اپنی بہن کی وجہ سے بیوی کو چھوڑنے پر مجبور ہوگا۔

جواب:... بیوی کو الگ گھر میں رکھنا شوہر کی ذمہ داری ہے۔ [1]

سوال:... شادی کے بعد ایک لڑکی کا (جس کا شوہر موجود ہو، اور وہ اسے الگ گھر میں اچھی طرح بھی رکھتا ہو) اپنے شادی شدہ بھائی پر کتنا اور کیا حق ہوتا ہے؟

جواب:... بہن بھائیوں کے درمیان صلہ رحمی اور محبت کا تعلق ہوا کرتا ہے، اس کے علاوہ بہن کا بھائی کے ذمے کوئی حق نہیں۔ والدین کی جائیداد سے بہن کو حق مل چکا ہے۔

سوال:... شوہر بیوی کو ہر ماہ پیسے دیتا ہے کہ وہ ان پیسوں سے گھر کا خرچ چلائے، اپنی ضرورت کی چیزیں اور کپڑے وغیرہ بنوائے اور خاص موقعوں پر جیسے سالگرہ وغیرہ پر بیوی کو جو پیسے تحفوں کی صورت میں ملتے ہیں، ان میں سے کیا وہ اپنے زیور کی زکوٰۃ ادا کرسکتی ہے؟ کیونکہ وہ کہیں نوکری نہیں کرتی۔

جواب:... جو تحفے تحائف بیوی کو ملتے ہیں، وہ اس کی چیز ہے، ان میں سے زکوٰۃ ادا کرسکتی ہے۔ [2]

اگر اِستطاعت کے باوجود شوہر بیوی کو الگ گھر لے کر نہ دے تو گناہگار ہے

سوال:... ایک الگ گھر کی خواہش بیوی کو ہے اور میاں کی اِستطاعت بھی ہے، تو کیا وہ بیوی کی خواہش کو ناجائز قرار دے سکتا ہے؟ اور مزید یہ کہ کیا شوہر اپنی والدہ کے کہنے پر بیوی کو الگ گھر سے سسرال میں دوبارہ ساتھ رہنے پر مجبور کرسکتا ہے؟ جبکہ بدستور

---

(۱) وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله. قوله: خال عن أهله لأنها لا تتضرر بمشاركة غيرها فيه، لأنها لا تأمن على متاعها ويمنعها ذلك من المعاشرة مع زوجها ومن الإستمتاع إلّا أن تختار ذلك. (شامي ج:۳ ص:۵۹۹).

(۲) ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء. (شرح المجلة ج:۱ ص:۶۴۳ رقم المادة:۱۱۶۲). وكلٌ يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة ج:۱ ص:۶۵۴ رقم المادة:۱۱۹۲، كتاب الشركة).

اس کی استطاعت رکھتا ہو؟

جواب:... قرآنِ کریم نے بیوی کا نان ونفقہ اور اس کا رہائشی مکان شوہر کے ذمے فرض کیا ہے،[۱] اگر شوہر کے پاس اِستطاعت ہے تو بیوی کے مطالبے پر اس کو الگ مکان دینا شوہر کے ذمے فرض ہے، نہیں تو گناہگار ہوگا۔ ہاں! عورت خود ہی اپنے شوہر کے والدین کے ساتھ رہنا چاہے تو اس کی سعادت ہے۔

علیحدہ رہائش بیوی کا حق ہے، اُس کا یہ حق دینا چاہئے

سوال:... میں آپ سے ایک مسئلہ معلوم کرنا چاہتی ہوں، وہ یہ کہ میں اپنے سسرال والوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، بلکہ علیحدہ گھر چاہتی ہوں۔ میں اپنے شوہر سے کئی مرتبہ مطالبہ کرچکی ہوں، لیکن ان کے نزدیک میری باتوں کی کوئی اہمیت نہیں، بلکہ میری بےبسی کا مذاق اُڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے سوچنے اور چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا، وہی ہوگا جو میرے والدین چاہیں گے، تمہیں چھوڑ دُوں گا لیکن اپنے والدین کو نہیں چھوڑوں گا، بچے بھی تم سے لے لوں گا۔ میرے شوہر اور سسرال والے دِین دار، پڑھے لکھے اور باشرع لوگ ہیں، اور اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ علیحدہ گھر عورت کا شرعی حق اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس کے باوجود مجھے چھوڑ دینے کی دھمکی دیتے ہیں اور میرے ساتھ سخت رویہ رکھتے ہیں۔ شوہر معمولی باتوں پر میری بےعزّتی کرتے ہیں، چاہتی ہوں کہ میرے شوہر کم از کم میرا کچن ہی علیحدہ کردیں اور رہنے کے لئے اسی گھر میں مناسب جگہ دے دیں تاکہ میں آزادی کے ساتھ اُٹھ بیٹھ سکوں اور مرضی کے مطابق کام انجام دُوں، کیونکہ جوان دیوروں کی موجودگی میں مجھے بعض اوقات بالکل تنہا رہنا پڑتا ہے، بچے بھی اسکول چلے جاتے ہیں، میں خود بھی ابھی بالکل جوان ہوں اور دیوروں کے ساتھ اس طرح بالکل تنہا رہنا مجھے بہت ہی بُرا لگتا ہے۔ شوہر بھی اس چیز کو بُرا سمجھتے ہیں، لیکن سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی خاموش ہیں۔ دِین دار شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح کا رویہ شرعاً دُرست ہے؟ کیونکہ میرے شوہر اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں، علیحدہ گھر بیوی کا جائز اور شرعی حق ہے تو جانتے بوجھتے بیوی کو اس کے شرعی حق سے محروم رکھنے والے دِین دار شوہر کے لئے شرعی اَحکامات کیا ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے شوہروں کے لئے کوئی سزا نہیں ہے؟ بیوی کی مرضی کے خلاف زبردستی اسے اپنے والدین کے ساتھ رکھنا کیا شرعاً جائز ہے؟ والدین کی خوشی کی خاطر بیوی کو دُکھ دینا کیا جائز ہے؟

جواب:... میں اخبار میں کئی بار لکھ چکا ہوں کہ بیوی کو علیحدہ جگہ میں رکھنا (خواہ اسی مکان کا ایک حصہ ہو) جس میں اس کے سوا دُوسرے کسی کا عمل دخل نہ ہو، شوہر کے ذمے شرعاً واجب ہے، بیوی اگر اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کے ساتھ رہنا چاہے اور ان

---

(۱) قال تعالیٰ: وعلی المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف۔ (البقرة:۲۳۳)۔ وقال تعالیٰ: أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم۔ (الطلاق:۶)۔ ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة (فمنها) زوجية، فتجب للزوجية .... على زوجها ...الخ۔ (الدر المختار ج:۳ ص:۵۷۲)۔ وكذا تجب لها السكنى فی بيت خال عن أهله (قوله عن أهله) لأنها تتضرر بمشاركة غيرها فيه۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۵۹۹، باب النفقة، مطلب فی مسكن الزوجة)۔

کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھے تو ٹھیک ہے،[۱] لیکن اگر وہ علیحدہ رہائش کی خواہش مند ہو تو اسے والدین کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ کیا جائے، بلکہ اس کی جائز خواہش کا... جو اس کا شرعی حق ہے... اِحترام کیا جائے۔ خاص طور سے جو صورتِ حال آپ نے لکھی ہے کہ جوان دیوروں کا ساتھ ہے، ان کے ساتھ تنہائی شرعاً و اخلاقاً کسی طرح بھی صحیح نہیں۔[۲] والدین کی خوشی کے لئے بیوی کی حق تلفی کرنا جائز نہیں۔[۳] قیامت کے دن آدمی سے اُس کے ذمے کے حقوق کا مطالبہ ہوگا اور جس نے ذرا بھی کسی پر زیادتی کی ہوگی یا حق تلفی کی ہوگی مظلوم کو اس سے بدلہ دِلایا جائے گا۔ میاں بیوی میں سے جس نے بھی دُوسرے کی حق تلفی کی ہوگی اُس کا بدلہ بھی دِلایا جائے گا۔[۴] بہت سے وہ لوگ جو یہاں اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں، وہاں جاکر ان پر کھلے گا کہ وہ حق پر نہیں تھے۔ اپنی خواہش اور چاہت پر چلنا دِین داری نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنا دِین داری ہے۔

کیا بیوی کا شوہر کو یہ کہنا کہ: ”پہلے گھر خریدلو، پھر مجھے لے جانا“ دُرست ہے؟

سوال:... کیا بیوی اپنے والدین کے گھر پر اپنے شوہر سے یہ بات کہہ سکتی ہے کہ ”پہلے گھر خریدلو، پھر مجھے لے جانا“ جبکہ اس کی حیثیت نہیں؟

جواب:... گھر خریدنے کا مطالبہ تو غلط ہے، البتہ اس کا یہ مطالبہ تو بجا ہے کہ اس کا چولہا الگ ہو، اور کوئی جھونپڑی ایسی ہو جس گھر میں کسی دُوسرے کا عمل دخل نہ ہو۔[۵]

شوہر کی غیرحاضری میں عورت کا اپنے میکے میں رہنا، نیز الگ گھر کا مطالبہ کرنا

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری شادی کو دس سال ہوگئے، میرے تین بچے ہیں، میرے شوہر اور ان کے دو بھائی ہیں، ہم

---

(۱) وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله۔ وفي الشامية: لأنها تتضرر بمشاركة غيرها فيه لأنها لا تأمن على متاعها ويمنعها ذٰلك من المعاشرة مع زوجها ومن الإستمتاع إلّا أن تختار ذٰلك لأنها رضيت بانتقاص حقها۔ (شامي ج:۳ ص:۵۹۹، ۶۰۰، باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة)۔

(۲) عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إيّاكم والدخول على النساء! فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: الحمو الموت! متفق عليه۔ (مشكوٰة ص:۲۶۸، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة)۔

(۳) الكبيرة الرابعة والخامسة والسبعون بعد المأتين: منع الزوج حقا من حقوق زوجته الواجبة لها عليه كالمهر والنفقة ومنعها حقا له عليها كذالك، كالتمتع من غير عذر شرعي۔ (الزواجر عن اقتراف الكبائر ج:۲ ص:۳۸، طبع بيروت)۔

(۴) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لتؤدّنّ الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتّى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء۔ رواه مسلم۔ (مشكوٰة ص:۴۳۵، باب الظلم، طبع قديمي كتب خانه)۔

(۵) وكذا تجب لها السكنٰى في بيت خال عن أهله .... بقدر حالهما .... وبيت منفرد من دار له غلق زاد في الإختيار والعيني: ومرافق، ومراده لزوم كنيف ومطبخ۔ (درمختار ج:۳ ص:۵۹۹، ۶۰۰)۔ وفي الشامية: قلت: وفي البدائع: ولو أراد أن يسكنها مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه .... فأبت فعليه أن يسكنها في منزل منفرد لأن إبائها دليل الأذى والضرر .... حتّى لو كان في الدار بيوت وجعل بيتها غلقًا على حدة قالوا ليس لها أن تطالبه بآخر ...إلخ۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۶۰۱ باب النفقة، مطلب في مسكن الزوجة)۔

سب ساتھ رہتے ہیں، میری ساس نہیں ہیں، اور سسر کی ایسی طبیعت خراب ہے کہ ان کو اپنے آپ کا بھی ہوش نہیں ہے۔ میرے شوہر اکثر جماعتوں میں جاتے رہتے ہیں، میں کبھی میکے رہتی ہوں، کبھی سسرال میں رہتی ہوں، تو مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ کیا میں اپنے شوہر کے پیچھے اپنے سسرال میں رہ سکتی ہوں جبکہ میرا وہاں کوئی محرَم نہیں، ایک دیور ہے، ایک جیٹھ ہیں، میں اُمید کرتی ہوں کہ آپ میرے اس مسئلے کو بہتر طریقے سے سمجھ گئے ہوں گے۔

دُوسرا یہ مسئلہ معلوم کرنا تھا کہ ہم سب ساتھ رہتے ہیں، تو اَب میں الگ رہنا چاہتی ہوں، کیونکہ ہماری عورتوں کی آپس میں بنتی نہیں، بچوں کی بھی آپس میں بہت لڑائیاں ہوتی ہیں، بہت سی غلط فہمیاں بھی ہوتی رہتی ہیں، ذرا ذرا سی بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں، اور بھی بہت ساری مشکلات ہیں، بچوں کی وجہ سے بھی کوئی بات ضرور ہوجاتی ہے، پھر اسی میں پریشان اور اُلجھی رہتی ہوں، ساتھ ہی اس طرح کہ بالکل ایک دُوسرے کے کمرے ملے ہوئے ہیں، میں اپنے شوہر سے الگ رہنے کا کہتی ہوں تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم سوچ رہے ہیں، ایسے سوچتے سوچتے بھی پانچ سال گزر گئے ہیں، ایسی صورت میں کیا مجھے یہ حق ہے کہ میں الگ گھر کا مطالبہ کروں؟ اور کیا یہ شوہر کا فرض ہے کہ وہ الگ گھر دے؟ الگ گھر سے مراد چولہا وغیرہ الگ یا صرف کمرہ الگ مراد ہے؟

جواب:...اگر عزّت وآبرو کو کوئی خطرہ نہ ہو تو شوہر کی غیرحاضری میں سسرال رہ سکتی ہے۔

۲:...الگ گھر کا مطالبہ عورت کا حق ہے،[1] مگر الگ گھر سے مراد یہ ہے کہ اس کا چولہا اپنا ہو، اور اس کے پاس مکان کا جتنا حصہ ہے اس میں کسی دُوسرے کا عمل دخل نہ ہو، خواہ بڑے مکان کا ایک حصہ مخصوص کرلیا جائے۔[2]

بہو سے نامناسب رویہ

سوال:...اگر میرے والدین اپنی بہو کے ساتھ مناسب رویہ نہیں اپناتے، تو بیٹا ہونے کے ناتے میرے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

جواب:...والدین کو بہو کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے، اگر والدین زیادتی کریں تو بیٹے کو حکمتِ عملی کے ساتھ والدین کی زیادتی کی تلافی کرنی چاہئے، اس بنا پر والدین کی خدمت چھوڑ دینا یا ان کو گھر سے الگ کردینا، یا خود الگ ہونا مناسب نہیں، دونوں کے حقوق کا اِحترام کرنا چاہئے۔

اولاد اور بیویوں کے درمیان برابری

سوال:...ایک آدمی نے ایک شادی کی، اس بیوی سے اس کے تین بچے ہوئے، اس کے بعد اس نے دوبارہ شادی کی اور دُوسری بیوی سے بھی اتنے ہی بچے ہوئے، اپنے پہلے بچوں کی نسبت دُوسرے بچوں کو اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے پہلے بچوں کو اچھی

---

(۱) وكذا تجب لها السكنى فى بيت خال عن أهله. وفى الشامية: لأنها تتضرر بمشاركة غيرها فيه. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۳ ص:۵۹۹، باب النفقة، مطلب فى مسكن الزوجة).

(۲) وفى الشامية: نقل عن البدائع: حتّٰى لو كان فى الدار بيوت وجعل بيتها غلقًا على حدة قالوا ليس لها أن تطالبه بآخر اهـ. هذا صريح فى أن المعتبر عدم وجدان أحد فى البيت لَا فى الدار. (ردالمحتار ج:۳ ص:۶۰۱، باب النفقة).

نگاہ سے نہیں دیکھتا، تمام اسلامی احکام کو پورا کرتا ہے اور بچوں کو برابر نہیں دیکھتا اور بیویوں کو بھی برابر نہیں دیکھتا، اس کے لئے کیا حکم ہے اور قیامت کے دن اس کی سزا کیا ہے؟

جواب:... دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے درمیان عدل اور برابری کرنا فرض ہے، حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"**عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط.** رواه الترمذی وأبوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی." (مشکوٰۃ ص:۲۷۹)

ترجمہ:... "جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔"

البتہ اگر دونوں بیویوں کے حقوق برابر ادا کرے اور ان میں سے کسی کو نظر انداز نہ کرے مگر قلبی تعلق ایک کے ساتھ زیادہ ہو تو یہ غیر اختیاری بات ہے، [1] اس پر اس کی گرفت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اولاد کے ساتھ برابر کا برتاؤ ضروری ہے، [2] لیکن محبت کم و بیش ہوسکتی ہے، جو غیر اختیاری چیز ہے۔ خلاصہ یہ کہ اپنے اختیار کی حد تک دونوں بیویوں کے درمیان، ان کی اولاد کے درمیان فرق کرنا، ایک کو نوازنا اور دُوسری کو نظر انداز کرنا حرام ہے، لیکن قلبی تعلق میں برابری لازم نہیں۔

کیا مرد اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟

سوال:... کیا شوہر اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے جبکہ بیوی رہنے کو تیار نہ ہو؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، شوہر اسے جبراً رکھے ہوئے ہے، ایسے مردوں کے لئے اسلام میں کیا حکم ہے؟

جواب:... نکاح سے مقصود ہی یہ ہے کہ میاں بیوی ساتھ رہیں، اس لئے شوہر کا بیوی کو اپنے پاس رکھنا تقاضائے عقل و فطرت ہے، اگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اس سے علیحدگی کرالے۔ [3]

دُوسری بیوی سے نکاح کر کے ایک کے حقوق ادا نہ کرنا

سوال:... ایک میری چچی جان ہے جو کہ بہت غریب ہے اور اس کا جو شوہر تھا اس نے دُوسری شادی کر لی ہے، وہ شوہر اپنی پہلی بیوی یعنی میری چچی کو کچھ بھی نہیں دیتا، میری عرض یہ ہے کہ یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

---

(۱) عن عائشة أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یقسم بین نسائه فیعدل ویقول: اللّٰهم هٰذه قسمتی فیما أملکُ فلا تلمنی فیما تملک ولَا أملکُ. (ترمذی ج:۱ ص:۲۱۶، باب ما جاء فی التسویة بین الضرائر).

(۲) وفی صحیح مسلم من حدیث النعمان بن بشیر: اتقوا الله واعدلوا فی أولَادکم. فالعدل من حقوق الأولَاد فی العطایا ...إلخ. (شامی ج:۴ ص:۴۴۴، کتاب الوقف، مطلب مهم فی قول الواقف علی الفرضیة ...إلخ).

(۳) وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لَا یقیما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمالٍ یخلعها به لقوله فلا جناح علیهما فیما افتدت به فإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ...إلخ. (هدایة ج:۲ ص:۴۰۴، باب الخلع).

جواب:... آپ کے چچا کو حقوق کا ادا کرنا فرض ہے، جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کے ذمہ دونوں کے درمیان عدل کرنا لازم ہے۔[1]

دو بیویوں کے درمیان برابری کا طریقہ

سوال:... کوئی شخص جس کی دو بیویاں ہوں، وہ دونوں کے اخراجات بھی پورے کرتا ہو تو کیا دونوں کو وقت بھی برابر دینا ضروری ہے اور سیر و سیاحت میں بھی برابری لازمی ہے؟

جواب:... جس شخص کی دو بیویاں ہوں اس پر تین چیزوں میں دونوں کو برابر رکھنا واجب ہے، ایک یہ کہ دونوں کو برابر کا خرچ دے، اگر ایک کو کم اور ایک کو زیادہ دیتا ہے تو خیانت کا مرتکب ہوگا۔ دُوسرے یہ کہ شب باشی میں برابری کرے، یعنی اگر ایک رات ایک کے پاس رہتا ہے تو دُوسری رات دُوسری کے پاس رہے، البتہ یہ جائز ہے کہ باری دو دو، تین تین دن کی رکھ لے، بہرحال جتنی راتیں ایک کے پاس رہا، اتنی ہی دُوسری کے پاس رہنا ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ برتاؤ اور معاملات میں بھی دونوں کو ترازو کی تول برابر رکھے،[2] ایک سے اچھا اور دُوسری سے بُرا برتاؤ کیا تو سرکاری مجرم ہوگا اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

"عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط۔ رواه الترمذی وأبو داؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی۔" (مشکوٰة ص:۲۷۹)

ترجمہ:... "جو شوہر دو بیویوں کے درمیان برابری نہ کرے وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو خشک اور مفلوج ہوگا۔"

اور شوہر اگر سفر پر جائے تو کسی ایک کو ساتھ لے جاسکتا ہے، مگر دونوں کے درمیان قرعہ ڈال لینا بہتر ہے، جس کا قرعہ نکل جائے اس کو ساتھ لے جائے۔[3]

ایک بیوی اگر اپنے حق سے دستبردار ہوجائے تو برابری لازم نہیں

سوال:... مسلمان کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے میں سب کے ساتھ یکساں سلوک فرض ہے، لہٰذا ایک شخص پہلی

---

(۱) والأصل فیه ان الزوج مأمور بالعدل فی القسمة بین النساء بالکتاب قال الله تعالٰی ولن تستطیعوا أن تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل معناه لن تستطیعوا العدل والتسویة فی المحبة فلا تمیلوا فی القسم ... إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۱۸)۔

(۲) یجب .... أن یعدل أی أن لا یجوز .... فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس والمأکول والصحبة ... إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۰۲، باب القسم)۔ أیضًا: یجب علی الأزواج للنساء العدل والتسویة بینهنّ فیما یملکه والبیتوتة عندها للصحبة والمؤانسة ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۰، الباب الحادی عشر فی القسم)۔

(۳) .... ولَا حق لهن فی القسم حالة السفر فیسافر الزوج بمن شاء منهن والأولٰی أن یقرع بینهن فیسافر بمن خرجت قرعتها۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۴۹، باب القسم)۔

بیوی کے ہوتے ہوئے دُوسری سے نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ دونوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کرسکتا، اس لئے پہلی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں اگر پہلی بیوی برابری کے حقوق سے دستبردار ہوکر شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو کیا پھر بھی مرد پر دونوں بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا فرض ہے؟

جواب:... جب بیوی نے اپنا حق معاف کردیا تو برابری بھی واجب نہ رہی، اس کے باوجود جہاں تک ممکن ہو عدل و انصاف کی رعایت رکھے۔[1]

بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکے تو شادی جائز نہیں

سوال:... آج کل ہمارے معاشرے میں شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنے کا بڑا رواج ہے، ایک نوجوان شادی سے پہلے جنسی تعلقات (ہم جنس یا عورت کے ساتھ) قائم کرتا ہے اور وہ نوجوان ان جنسی تعلقات میں اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ شادی کرنے کے قابل نہیں رہتا، اور اس طرح وہ شادی کے بعد اپنی بیوی کو وہ کچھ نہیں دے سکتا جو کچھ اسے دینے کا حق ہے، کیا ایسا شخص شادی کرسکتا ہے؟ کیا اسلام میں یہ بات جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بتائیں۔

جواب:... جو شخص بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا اس کے لئے خواہ مخواہ ایک عورت کو قید میں رکھنا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔[2] اس کو چاہئے کہ اس عفیفہ کو طلاق دے کر فارغ کردے، اور اگر وہ طلاق نہ دے تو خاندان اور محلے کے شرفاء سے کہا جائے کہ وہ طلاق دِلوائیں۔ اگر وہ اس پر بھی نہ مانے تو لڑکی عدالت میں استغاثہ کرسکتی ہے، عدالت شوہر کو ایک سال کی علاج کے لئے مہلت دے، اگر وہ اس عرصے میں بیوی کے لائق ہوجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ عدالت اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے، اگر وہ عدالت کے کہنے پر بھی طلاق نہ دے تو عدالت اَزخود فسخِ نکاح کا فیصلہ کردے۔[3]

میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات کا راز

''ایک خاتون نے اپنے خاوند کے رویے کی شکایت کرتے ہوئے ذِکر کیا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب پر خوب پیسہ لٹاتے ہیں، اور ہمارا اس درجہ خیال نہیں رکھتے، اور نہ ہی میرے لئے کچھ پس انداز کرتے ہیں، تاکہ مستقبل میں خدانخواستہ کوئی ناخوشگوار حالات میں سہارا بن سکے۔ اس پر

---

(۱) باب المرأة تهب يومها من زوجها لضرتها وكيف يقسم ذٰلك .... عن عائشة أن سودة بنت زمعة هبت يومها لعائشة وكان النبي صلى الله عليه وسلم يقسم لعائشة بيومها ويوم سودة. (صحيح بخاري ج:۲ ص:۷۸۴، باب المرأة تهب يومها من زوجها ...إلخ). ولو تركت قسمها أي نوبتها لضرتها صح. (در مختار ج:۳ ص:۲۰۶، باب القسم).

(۲) ويجب لو فات الإمساك بالمعروف. وفي الشامية: كما لو كان خصيًا أو مجبوبًا أو عنينًا أو شكازًا ...إلخ. (شامي ج:۳ ص:۲۲۹، كتاب الطلاق، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۴۲۱، باب العنين وغيره).

(۳) وإذا كان الزوج عنينًا اجله الحاكم سنة فإن وصل إليها فبها وإلّا فرّق بينهما إذا طلبت المرأة ذٰلك ...... وتلك الفرقة تطلقية بائنة. (هداية ج:۲ ص:۴۲۰، باب العنين وغيره).

میاں بیوی دونوں کی خدمت میں چند حروف بطورِ نصیحت عرض ہیں۔"

جواب:... عورتیں اپنی "عقل مندی" سے اپنا گھر خود اُجاڑ لیتی ہیں، آپ نے اپنے گھر کا، خود اپنا اور اپنے شوہر کا جو نقشہ کھینچا ہے، اکثر گھروں کا یہی المیہ ہے، عورتیں سمجھتی ہیں کہ جو عقل اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے، وہ "احمق شوہر" کو عطا نہیں کی، اور جس قدر مجھے اپنے بچوں کے ساتھ ہمدردی ہے "سنگدل شوہر" کو ذرا بھی ہمدردی نہیں۔ شوہر، ماں کو، باپ کو، بہن بھائیوں کو، عزیز و اقارب کو، ضرورت مندوں کو، محتاجوں کو کیوں دیتا ہے؟ احمق ہے، بے وقوف ہے، ظالم ہے، اپنی بیوی اور بچوں کے حقوق کا غاصب ہے، وغیرہ وغیرہ۔ عورتوں کی اس عقل مندی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد کا ذہنی سکون برباد ہو جاتا ہے، اس کو عورت سے نفرت ہو جاتی ہے، بات بات پر دونوں کے درمیان لڑائی جھگڑا، طعن و تشنیع، سر پھٹول رہا کرتی ہے، نتیجتاً یا تو عورت طلاق لے کر ساری عمر اپنے زخم چاٹتی ہے، یا اگر شوہر صبر اور حوصلے سے کام لے کر طلاق تک نوبت نہ آنے دے، تب بھی عورت پریشانی کی آگ میں ساری عمر خود بھی جلتی ہے، شوہر کو بھی جلاتی ہے، اور اپنی اولاد کو بھی اسی آگ میں جلنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ گھر کیا، اچھا خاصا جہنم کدہ بن کر رہ جاتا ہے۔ آپ کے گھر کی آگ بھی آپ کی حد سے بڑھی ہوئی عقل مندی اور آپ کے مقابلے میں شوہر صاحب کی بے عقلی و بے وقوفی نے لگائی ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں بہت سی نیک صفت خواتین دیکھی ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان مثالی محبت ہے اور وہ دونوں مل کر دونوں ہاتھوں سے دولت لٹا رہے ہیں، اور جس قدر کارِ خیر میں خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اتنا ہی زیادہ دیتا ہے۔ میرے عزیزوں میں ایک خاتون ہیں، شوہر فوج میں کرنل ہیں، دونوں چار بجے اُٹھتے ہیں، میاں تو فجر کی نماز پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں، لیکن یہ نیک بخت خاتون آٹھ بجے تک اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے رہتی ہیں، اس کے شوہر نے ایک دِن پوچھا کہ یہ تم اتنی دیر تک کیا مانگتی رہتی ہو؟ بولیں: کچھ نہیں مانگتی، بس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرتی رہتی ہوں۔ سبحان اللہ! ایسی عورتیں بھی اس زمانے میں موجود ہیں۔ شوہر کے بھائی بہن ان کے گھر سے کوئی چیز (مثلاً: گاڑی، شوہر کے اِستعمال کی گاڑی) لے جائیں تو شوہر صاحب تو کہتے ہیں کہ دیکھو! انہوں نے میری ضرورت کو بھی نہیں دیکھا۔ لیکن بیگم صاحبہ فرماتی ہیں: "تو کیا ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو اور عطا فرمادیں گے۔"

اندازہ کیجئے کہ جس گھر میں ایسی پاکیزہ رُوح خاتون ہو، وہ گھر دُنیا میں کیسا "جنت نشان" ہوگا! یہ کہنے کی گستاخی تو نہیں کرسکتا کہ آپ غلطی پر ہیں، یا آپ کے شوہر...... لیکن یہ گزارش ضرور کروں گا کہ تھوڑی سی "بے عقلی" اپنے شوہر سے مستعار لے لیجئے، وہ اپنے والدین پر، بہن بھائیوں پر، یا کالے چور پر خرچ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ہاتھ روکئے نہیں بلکہ اسے اور اُچھالئے، اور یہ بات اپنے ذہن سے نکال دیجئے کہ وہ اپنے بھائی بہنوں کے، اپنی بیوی اور اولاد سے زیادہ خیرخواہ ہیں، پھر آپ خود دیکھ لیں گی کہ آپ کا گھر دُنیا میں جنت بن جاتا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی دیکھ لیں گی کہ آپ کے شوہر کے دِل کی گہرائیوں میں آپ کی کیسی عظمت ہے...؟

یہ چند حروف تو آپ کی خدمت میں لکھے تھے، اب ایک گزارش آپ کے شوہر سے بھی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ والدین پر، بھائی بہنوں پر، عزیز و اقارب پر خرچ کرنا تو بہت اچھی بات ہے، لیکن اپنے بال بچوں کے لئے کچھ پس انداز کرنا بھی بُری بات نہیں، نہ عورت کے حریص اور لالچی ہونے کی دلیل ہے۔ بلاشبہ عورت کا سب سے بڑا سرمایہ حیات اس کا شوہر ہے اور اس کے ہوتے ہوئے عورت کو کسی فکر و اندیشے میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ شوہر کا سایہ سلامت رکھے، اللہ کا دیا سب کچھ ہے، لیکن عورتیں فطری

طور پر کمزور ہوتی ہیں، اور ان کو مستقبل کے اندیشے ستایا کرتے ہیں، اس لئے مرد کا فرض صرف یہی نہیں کہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی بچوں کے نان ونفقہ کا، ضروریات کا، اور ان کے آرام وراحت کا خیال رکھے، بلکہ یہ بھی اس کے ذمے ہے کہ ان کے مستقبل کے بارے میں بھی کچھ فکر رکھے۔

مشکوٰۃ شریف "باب مناقب العشرة"، فصل ثالث میں ترمذی کی روایت سے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہراتؓ سے فرماتے تھے کہ: "میرے بعد کی تمہاری حالت مجھے فکرمند رکھتی ہے، اور تمہارے مصارف کی مشقت صرف صابر اور صدیق حضرات اُٹھائیں گے۔"[1]

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ اپنے جانے کے بعد اہل وعیال کے بارے میں فکرمند ہونا توکل کے منافی نہیں، بلکہ ایک امرِ طبعی ہے۔ دوم یہ کہ ان کے لئے کچھ پس انداز کرنا خلافِ زُہد نہیں بلکہ سنت ہے۔

بہرحال میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کا راز یہ ہے کہ بیوی تو حق تعالیٰ شانہٗ کا ہمیشہ شکر بجالاتی رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا شوہر عطا فرمایا ہے، جو نہ صرف اپنے بیوی بچوں کا سہارا ہے، بلکہ اس کے ذریعے اور بہت سے بندوں کی کفایت ہوتی ہے، اس کے دِل میں شوہر کی طرف سے کبھی میل پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ یہ چیز اِزدواجی زندگی میں زہر گھول دیتی ہے۔

جیون ساتھی کیسا ہونا چاہئے؟

سوال:... میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جو بظاہر تو نماز روزے کا پابند ہے اور خاندان کے زیادہ تر اَفراد کئی حج وعمرے ادا کرچکے ہیں، لیکن آج کل کے بیشتر خاندانوں کی طرح ہمارے خاندان میں بھی دِین کے صرف آسان فرائض کو ہی دِین سمجھ لیا گیا ہے اور وہ بھی صرف سطحی طور پر اور اس پر بہت فخر بھی کیا جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ میرے خاندان میں نماز، روزے کی تو تھوڑی بہت پابندی ہے، اور اسی کو دِین سمجھ لیا گیا ہے، جبکہ دُوسرے فرائض وواجبات مثلاً: پردے کا اِہتمام، داڑھی کا رکھنا، یا حلال وحرام کی تمیز کرنا، ان باتوں پر کوئی زور نہیں دیا جاتا، نہ کوئی اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس آج کل کی تمام بدعات کی جاتی ہیں اور ان پر ہزاروں روپے کا بیجا خرچ کیا جاتا ہے، اور خوش اس بات پر ہیں کہ ان کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے (اللہ پاک ان کو ہدایت دے، آمین)۔ دُوسری طرف ہر گھر میں ڈش انٹینا، وی سی آر کا چوبیس گھنٹے اِستعمال رہتا ہے اور شادی بیاہ کے موقع پر ہر قسم کی خرافات مثلاً: ناچ گانا اپنے عروج پر ہوتا ہے۔

مولانا صاحب! کچھ عرصے پہلے تک لاعلمی کی بناپر (اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے) میں بھی ان تمام کاموں میں حصہ لیتی تھی، لیکن کچھ عرصے پہلے کچھ اچھے اور دِین دار لوگوں کی صحبت کی وجہ سے اللہ کے حکم سے مجھے ہدایت نصیب ہوئی، اور مجھ پر یہ روشن ہوا کہ ہم آج تک کن گناہوں میں مبتلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں معاف فرمائے (آمین)۔ اس کے علاوہ میں نے آپ کی

---

(۱) عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول لنسائه: إن أمركن مما يهمّني من بعدي ولن يصبر عليكن إلّا الصابرون الصّديقون ...إلخ۔ (مشكوٰة ص:۵۶۷، باب مناقب العشرة، الفصل الثالث)۔

کتابوں کا مطالعہ کیا جن سے مجھے اپنے دِین کو صحیح طور پر سمجھنے میں بے اِنتہا مدد ملی۔ خاص طور پر آپ کی کتاب ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' پڑھ کر مجھے صراطِ مستقیم کے معنی پتا چلے، جس کے بعد میں نے آہستہ آہستہ اپنے آپ کو بدلنا شروع کیا، اب میں پردے کا جس حد تک ممکن ہے، اِہتمام کرتی ہوں، تمام فحاشی سے ممکنہ حد تک بچنے کی کوشش کرتی ہوں، ٹی وی جیسی خرافات کو مکمل طور پر چھوڑ چکی ہوں، اللہ پاک مجھے مضبوط رکھے اور میرے اِرادوں میں اِستقامت عطا کرے، آمین! تمام بدعات سے ہر ممکن طریقے سے بچنے کی کوشش کرتی ہوں اور گھر والوں کو بھی ان سے بچنے کی تلقین کرتی رہتی ہوں۔ لیکن ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جب اللہ چاہے گا، ان کے دِلوں کو پلٹ دے گا، فی الحال میری کوششیں بالکل ناکام ہیں۔ آپ سے اپنے لئے دُعا کی طالب ہوں کہ اللہ پاک مجھے اِستقامت عطا فرمائے، کیونکہ میں اس راستے پر اور آگے تک جانے کی خواہش مند ہوں۔

اب میں اصل مسئلے کی طرف آتی ہوں۔ میرے والدین اب میری شادی کرنا چاہتے ہیں، رشتے بھی بہت آرہے ہیں، لیکن مجھے بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ میرے والدین کے پیشِ نظر محض میری کسی اچھے کھاتے پیتے لڑکے کے ساتھ شادی ہے، اور انہیں میرے دِینی رُجحان اور دِینی مستقبل کا کوئی خیال نہیں۔ میرے والدین ہر بات کو اہمیت دیتے ہیں لیکن اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے کہ وہ شخص دِین دار کتنا ہے؟ نماز روزے کا پابند ہے یا نہیں؟ حلال کماتا ہے یا نہیں؟ اس کی داڑھی ہے یا نہیں؟ جبکہ میری خواہش ہے کہ میری شادی جس شخص سے ہو، وہ مکمل باشرع مسلمان ہو، جو خود میری بھی رہنمائی کرے۔

میری گزارش دُوسری لڑکیوں کے والدین سے بھی ہے کہ وہ خدارا! اس بات کو اَوّلین اہمیت دیا کریں۔ میں نے یہ سب کچھ پوری خلوصِ نیت سے لکھا ہے، اور دِل کی گہرائیوں سے میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کی خواہش مند ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ جو کچھ میں سوچتی ہوں اور کرنا چاہتی ہوں، وہ میں نے دِل کی تمام تر سچائی کے ساتھ آپ کو لکھ دیا ہے۔ لکھنے کو تو اَبھی اور بھی بہت سی باتیں ہیں، لیکن آپ کے قیمتی وقت کا بھی خیال ہے۔ مجھے نہیں پتا کہ ان لفظوں میں، میں اپنے جذبوں کی شدتیں سموسکی ہوں یا نہیں؟ بہرحال ان تمام باتوں کی روشنی میں آپ مجھے مشورہ دیجئے کہ:

ا:... اگر میں اپنے والدین سے اس معاملے میں سختی کرتی ہوں تو کہیں میں ان کی نافرمانی کی مرتکب تو نہیں ہو رہی؟

۲:... اگر میرے والدین سب کچھ جانتے بوجھتے اور میرے دِینی رُجحان کو دیکھتے ہوئے بھی میری شادی کسی ایسے شخص سے کردیں جو شرع کا پابند نہ ہو، تو اس کا گناہ کس کے سر ہوگا؟ اور اس میں میرا قصور کتنا ہوگا؟

۳:... (سوال حذف کردیا گیا)۔

جواب:... آپ کا خط پڑھ کر بہت مسرّت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کی ہدایت عطا فرمائے۔ دراصل بات یہ ہے کہ دُنیا تو ہمارے سامنے ہے، لیکن آخرت ہماری نظروں سے غائب ہے، جب مرنے کے بعد دُوسرے عالم میں پہنچیں گے، اس وقت ہمیں حقیقتِ حال معلوم ہوگی، مگر افسوس کہ اس وقت ہماری بات کو سننے والا بھی نہیں ہوگا، اور کوئی ہماری فریاد کو اللہ تعالیٰ کے سوا سننے والا بھی نہیں ہوگا، حدیث شریف میں ہے:

''دانا اور ہوشیار وہ آدمی ہے، جس نے اپنے نفس کو اَحکامِ اِلٰہی کے تابع کرلیا، اور موت کے بعد کی

زندگی کے لئے محنت شروع کردی، اور اَحمق ہے وہ شخص، جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگادیا اور اللہ تعالیٰ پر آرزوئیں دھریں (کہ اللہ تعالیٰ بخش ہی دے گا)۔"(۱)

اس لئے اب آپ کے سوالوں کا جواب لکھتا ہوں:

۱:...اگر آپ کے والدین کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنا چاہیں، جو دُنیا میں مست ہو اور آخرت سے غافل ہو، جس کو نماز روزے کی، حلال حرام کی، دِین کے دُوسرے اَحکام کی کوئی پروا، نہ ہو، تو آپ والدین سے صاف کہہ دیجئے کہ آپ شادی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ والدین کی نافرمانی نہیں، کیونکہ جس کام میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو، اس میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں ہے۔ (۲)

۲:...بچیاں والدہ کے ساتھ کھل کر بات کرلیا کرتی ہیں، آپ اپنی والدہ ماجدہ سے یہ کہہ دیں کہ آپ ایسے آدمی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے ہرگز راضی نہیں ہوں گی، جو دِین دار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کا ساتھ اسی لئے بنایا ہے کہ وہ دِین کے معاملے میں ایک دُوسرے کے مددگار رہوں، اور ایک دُوسرے کو جہنم کے عذاب سے بچانے والے بنیں۔ شادی کے لئے ایسے آدمی کا اِنتخاب کرنا جو کہ خود بھی جہنم کا راستہ اِختیار کئے ہوئے ہو، ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

۳:...اس سوال کے تین حصے ہیں:

الف:...ساری عمر تجرّد کی زندگی گزارنا ایک لڑکی کے لئے مشکل ہے، اس لئے میں اس کا مشورہ آپ کو ہرگز نہیں دُوں گا۔

ب:...جو پہلے سے شادی شدہ ہو، اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں، اس کے ساتھ شادی کرنا بھی نامناسب ہے، کیونکہ سوکنوں میں اَن بن رہتی ہے، اس طرح آپ کا دِین برباد ہوگا۔

ج:...میرا مشورہ یہ ہوگا کہ کسی ایسے دِین دار آدمی سے شادی کی جائے جو عالم ہو، تبلیغی جماعت میں جڑا ہوا ہو، اللہ تعالیٰ کا دِل میں خوف رکھتا ہو، مزاج کا سخت نہ ہو، اور ہر معاملے میں آخرت کو پیشِ نظر رکھتا ہو، اس کے ساتھ ساتھ بقدرِ ضرورت دُنیا بھی رکھتا ہو، اِن شاء اللہ ایسا رِشتہ مبارک ہوگا۔

اگر شوہر کسی بیماری کی وجہ سے بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکے تو؟

سوال:...میرے شوہر کی ٹیلرنگ کی دُکان ہے، وہ خواتین کا ناپ لیتے ہیں، دو سال قبل داڑھی رکھی ہے، نماز کی پابندی بھی اب شروع کی ہے، سات سال سے شوگر کی بیماری ہے، اسی وجہ سے مردانگی ختم ہوگئی ہے۔ گھر میں آتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیر آدمی جیسا ہو، ویسے رہتے ہیں، نہ مجھ سے بات کرتے ہیں اور نہ بچوں کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ شوہر کی بے توجہی سے بچوں کی نشو و نما پر بہت اثر ہوا ہے، شوہر کی بے توجہی کی وجہ سے میں بھی ان پر توجہ نہیں دیتی، شوہر سے نفرت ہوگئی ہے۔

---

(۱) عن شداد بن أوس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الكيّس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنّى على الله۔ (مشكوٰة ص: ۴۵۱، باب إستحباب المال والعمر للطاعة، الفصل الثاني)۔

(۲) عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف۔ متفق عليه۔ (مشكوٰة ص: ۳۱۹، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأوّل)۔

جواب:... مرد کے ذمے لازم ہے کہ وہ بیوی کے حقوق کو اَدا کرے، لیکن اگر وہ بیمار ہے اور اس میں بیوی کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت نہیں، تو عورت کو صبر و شکر کر کے اس صورتِ حال کو برداشت کرنا چاہئے۔[1] اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد دے رکھی ہے، ان کی تندرستی اور خیر مانگیں اور اپنے شوہر کی بھی۔ غیر عورتوں کا ناپ لینا گناہ ہے، تمہارے شوہر کو یہ کام نہیں کرنا چاہئے، واللہ اعلم!

بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے

سوال:... ایک مذہبی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ناجائز سلوک کرے، اس کو نان و نفقہ نہ دے، ماں باپ کے گھر جانے سے روکے اور اس سے بالکل بات چیت نہ کرے، یعنی گزشتہ آٹھ سال سے اپنی بیوی سے بات نہ کی ہو، ایسے شخص کے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

جواب:... جو شخص بیوی کے حقوق ادا نہ کرے وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، اس کے ذمے بیوی کے حقوق ادا کرنا اور بصورتِ دیگر اس کو طلاق دے دینا واجب ہے۔[2]

بیوی کے حقوق سے لاتعلقی کی شرعی حیثیت

سوال:... میری شادی کو تقریباً پونے دو سال ہو چکے ہیں۔ میری ساس بہت سخت دِل خاتون ہیں، نندیں زبان کی بہت تیز ہیں، ساس نندوں نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے، میں سات ماہ سے میکے میں بیٹھی ہوں۔ ان لوگوں کا میرے شوہر پر دباؤ ہے کہ اس کو طلاق دے دو، شوہر طلاق دینے پر راضی نہیں ہیں۔ میرے شوہر نہ مجھ سے ملنے آتے ہیں، نہ فون کرتے ہیں اور نہ میرا خرچہ برداشت کرتے ہیں۔ میرے حقوق سے بالکل لاتعلق ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسا کرنے والوں کا آخرت میں کیا انجام ہوگا؟

جواب:... شریعت نے میاں بیوی کے حقوق رکھے ہیں، جب ایک شخص کسی عورت کو بیاہ کر لاتا ہے تو وہ حقوق جو اس کے ذمے لازمی ہیں ان کا ادا کرنا ضروری ہے، اگر اَدا نہیں کرتا تو قیامت کے دن وہ پکڑا جائے گا۔[3]

حاملہ عورت کو بچوں سمیت والد کے گھر چھوڑنا

سوال:... ہمارے ہاں ایک رسمِ بد جاری ہے کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہو تو اسے اس کا شوہر باپ کے گھر اور اگر باپ نہ ہو تو بڑے بھائی کے ہاں چھوڑ دیتا ہے، اور اس کے ساتھ اس کے تین چار بچوں کو بھی چھوڑ دیتا ہے، اور اسے اس عرصے کا نان و نفقہ بھی نہیں دیتا کہ اب جب تک بچہ پیدا نہ ہو عورت اور اس کے بچوں کی دیکھ بھال اس کے بھائیوں پر فرض ہے۔ اس رسم کی کیا شرعی حیثیت ہے؟

---

(۱) ويسقط حقها بمرة ويجب ديانة أحيانًا. وفي الشامية: لو أصابها مرة واحدة لم يتعرض له لأنه علم أنه غير عنين وقت العقد بل يأمره بالزيادة أحيانًا لوجوبها عليه إلّا لعذر ومرض أو عنة عارضة أو نحو ذٰلك. (شامي ج:۳ ص:۲۰۳).

(۲) ويجب لو فات الإمساك. وفي الشامية: كما لو كان خصيًا أو مجبوبًا أو عنينًا أو شكازًا. (شامي ج:۳ ص:۲۲۹ كتاب الطلاق).

(۳) عن عبدالله بن عمر .... فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كفىٰ بالرجل إثمًا أن يحبس عمن يملك قوته. وفي رواية: كفىٰ بالمرء إثمًا أن يضيع من يقوت. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۲۹۰، باب النفقات وحق المملوك).

جواب:... شرعاً عورت کا نان ونفقہ شوہر کے ذمے ہے، بشرطیکہ عورت اس کے گھر میں ہو۔[1] ہمارے یہاں یہ رِواج جو کہ آپ نے ذِکر کیا ہے، بہت غلط ہے کہ حمل کی حالت میں عورت کو بمعہ بال بچوں کے باپ یا بھائیوں کے گھر بھیج دیا جاتا ہے، اور اس صورت میں عورت کے تمام اخراجات کی ذمہ داری بمعہ بچوں کے ان گلے پر ڈال دی جاتی ہے، یہ لوگوں کا رِواج ہے اور اس رِواج کو ختم کرنا چاہئے۔

شادی کے بعد سسرال کی طرف سے ملے ہوئے گھر میں رہنا

سوال:... شادی کے بعد لڑکے کو لڑکی کے مکان (جو لڑکی کے والدین نے دیا ہو) میں رہنا کیا دُرست ہے؟

جواب:... اگر لڑکی کے والدین نے لڑکی کو مکان دِیا ہے (اور اس کے نام کرایا ہے) تو لڑکی مالک ہے، وہ رہنے کی اِجازت دے تو رہنا دُرست ہے۔[2] اور اگر داماد کے مطالبے پر داماد کے نام کرایا گیا، تو یہ زبردستی ہے، اس میں رہنا جائز نہیں، بلکہ لڑکی کے والدین کو واپس کرنا ضروری ہے۔[3]

گھریلو زِندگی کے کٹھن مراحل کا حل

سوال:... میری عمر ۵۷ سال ہے، اور شروع ہی سے گھر میں نااِتفاقی شروع ہوگئی تھی، اور آج تک وہ جاری ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری اولاد پر اس کا اثر پڑا، دو لڑکے جو برسرِروزگار ہیں، یہ مذکورہ بالا بچے ماں کے فرمانبردار ہیں، اور یہ سب نئی روشنی کی زندگی اختیار کرچکے ہیں، مجھ کو کئی بار یہ کہہ کر کہ: ''تمہاری زندگی دقیانوسی ہے، آپ سے ہمارا نبھاؤ نہیں ہوسکتا، تم اپنا کوئی دُوسرا راستہ اِختیار کرو۔'' حتیٰ کہ گھر سے نکل جانے پر مجبور کردیا، چنانچہ دو مرتبہ گھر سے نکل جانا پڑا، لیکن ہر مرتبہ اعزا نے صلح صفائی کرادی۔ مگر چند دِنوں بعد پھر یہی حالات ہوئے اور مطالبات پیش ہونے لگے، مثلاً: بڑی کوٹھی، ایک موٹر خریدو، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ سب میری بساط سے باہر ہے، کیونکہ اب میں ریٹائرڈ ہوں، سادگی کی زندگی گزارنے والا ہوں، لوگ اور گھر والے مجھے دولت مند جانتے ہیں، جبکہ کئی مرتبہ کہا کہ اوّل تو اتنا پیسہ میرے پاس نہیں ہے، اگر کچھ ہے تو میں قبر میں نہ لے جاؤں گا۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا، اس پریشانی کی وجہ سے مجھے ہائی

---

(۱) ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية وقرابة وملك .... فتجب للزوجة بنكاح صحيح .... على زوجها لأنها جزاء الإحتباس .... ولو صغيرًا جدًّا في ماله ...إلخ. (در مختار ج:۳ ص:۵۷۲، ۵۷۳، كتاب الطلاق، باب النفقة).

(۲) وفي الدر المختار، كتاب الهبة (ج:۵ ص:۶۸۸) وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا .... وركنها هو الإيجاب والقبول .... وحكمها ثبوت الملك للموهوب له .... وتصح بإيجاب كوهبت ونحلت ...إلخ. وفي شرح المجلة (ج:۱ ص:۴۶۲، رقم المادة:۸۳ من كتاب الهبة) تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض الكامل لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلّا بالقبض. وفيه أيضًا (ج:۱ ص:۶۵۴ رقم المادة:۱۱۹۲ من كتاب الشركة) كل يتصرف في ملكه كيف شاء.

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألَا لَا تظلموا! ألَا لَا يحل مال امرىءٍ إلّا بطيب نفس منه. (مشكوٰة ص:۲۵۵). والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ...إلخ. (رد المحتار ج:۵ ص:۹۹، باب البيع الفاسد).

بلڈ پریشر ہوگیا، میری حالت اس وقت یہ تھی کہ پرہیزی کھانا تو بجائے خود عام کھانا بھی میسر نہ تھا، کچھ دن ہوٹل سے کھانا پڑا، بالآخر تیسری بار گھر سے نکلنا پڑا۔ میں نے ہر مرتبہ گھر سے نکل جانے کے باوجود ماہواری خرچہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا، مگر اس کو انہوں نے واپس کردیا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ میں ڈھائی سال سے یہاں کراچی میں چھوٹے بھائی کے ہاں ہوں، گھر کوئی خط و کتابت بھی نہیں ہے، میری زندگی پریشانیوں کا گہوارہ بن چکی ہے، میں زندگی سے بیزار ہوں، بارہا شیطان نے خودکشی کرنے کا خیال دِل میں ڈالا، مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ابھی تک تو ایسا نہیں کیا، مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ شیطان اپنی چال میں کامیاب ہوجائے اور میں کوئی غیرشرعی فعل کربیٹھوں۔

سمجھ نہیں آتا کہ زندگی کے بقیہ دن کیسے گزریں گے؟ کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ ہر طرف مصیبت و پریشانی ہی نظر آتی ہے۔ رشتہ دار بھی منہ پھیر گئے ہیں، اب دُنیا میں میری کوئی نہیں سن سکتا، براہِ کرم مجھے اب صحیح راستے کے لئے راہ نمائی فرمادیں۔

جواب:... السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی پریشانی سے صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو راحت و سکون نصیب فرمادیں۔ آپ کا خودکشی کا وسوسہ تو بہت ہی غلط ہے، اس لئے کہ آپ کی ساری پریشانی تو بیوی بچوں کی جدائی اور بے وفائی کی وجہ سے ہے، کیا خودکشی سے آپ کو بیوی بچے مل جائیں گے؟ یا ہمیشہ کے لئے عذاب میں گرفتار ہونا پڑے گا؟ ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد جو سزا ہوگی اس کے مقابلے میں آپ کو موجودہ حالت جنت معلوم ہوگی۔

رہی آپ کی پریشانی! سو یہ بھی حقیقت ناشناسی کی بنا پر ہے، انسان دُنیا میں اکیلا آتا ہے، اور اکیلا ہی جاتا ہے، عقل کا تقاضا یہ تھا کہ اس کا حقیقی تعلق بھی صرف ایک ذات سے ہوتا، اور باقی سب سے تعلق محض اُس کی ذات کی وجہ سے ہو۔ لیکن ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ کر مخلوق سے جوڑلیا، مرتے وقت پتا چلے گا کہ جن کو اپنا سمجھ کر ان سے تعلق جوڑا تھا، وہ محض فریب تھا، دھوکا تھا، ورنہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس سے ہمیشہ کا تعلق جوڑا جائے۔ آپ خدا کا شکر کیجئے کہ دُنیا کی بے ثباتی و بے وفائی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرنے سے پہلے ہی ظاہر کردی، تاآنکہ زندگی کے جتنے لمحات آپ کے باقی ہیں، ان میں آپ گزشتہ عمر کی تلافی کرلیں۔ آپ کے یہ بیوی بچے جن کی جدائی میں آپ کو بلڈ پریشر ہو رہا ہے، ذرا سوچئے کہ آخر کب تک آپ کے ساتھ رہیں گے؟ آپ خودکشی کا سوچتے ہیں، یہ کیوں نہیں سوچتے کہ گویا میں دُنیا سے رُخصت ہوگیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے زندگی کے چند لمحات دے کر مجھے دوبارہ دُنیا میں بھیج دیا ہے، تاآنکہ ان چند دِنوں میں اپنی آخرت کے لئے کچھ سامان کرلوں۔ لیکن تعجب ہے کہ آپ کے دِل میں اب بھی زید، عمرو گھسے ہوئے ہیں اور اس نعمتِ کبریٰ کی آپ کو کوئی قدر نہیں۔ چونکہ آپ نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مجھ سے مخلصانہ مشورہ لیا ہے، اس لئے آپ کو میں نہایت اِخلاص و ہمدردی کے ساتھ حسبِ ذیل مشورے دیتا ہوں:

۱:... آپ فوراً اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہنے کے لئے گھر چلے جائیں، اور آپ کے پاس جو بھی روپیہ پیسہ ہے، اُس کا حساب اُن کے حوالے کردیں۔

۲:... ان سے صاف صاف کہہ دیں کہ میں نے آئندہ لمحات اپنے آپ کو مردہ سمجھ کر گزارنے کا فیصلہ کرلیا ہے، اس لئے آپ لوگوں کے ساتھ نہ میرا لڑائی جھگڑا ہے، نہ تمہاری کسی بات کا مجھے رنج ہے، میں ایک جنازہ ہوں، خواہ اُسے جو چاہو کرلو۔

۳:... آئندہ زندگی میں پنج گانہ نماز کی پابندی کیجئے، اپنے اوقات دُعا و اِستغفار میں بسر کیجئے، دُنیا کی کسی خوشی کو خوشی اور کسی رنج کو رنج سمجھنا چھوڑ دیجئے۔

۴:... یہ تصوّر کیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں، اس کی جانب سے جو معاملہ میرے ساتھ ہو رہا ہے، وہ سراپا خیر ہے اور میری مصلحت کا ہے۔

۵:... اپنا زیادہ تر وقت مسجد میں گزاریئے، اور کوئی اللہ کا نیک بندہ مل جائے تو اُس کی صحبت میں بیٹھا کیجئے، اور یہ سمجھئے کہ مجھ سے زیادہ خوش بخت کون ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی تیاری میں لگادیا ہے اور دُنیا کے تمام افکار سے آزاد کردیا ہے۔

۶:... میرا یہ خط اپنے بیوی بچوں کو دِکھا دیجئے، اگر ان میں انسانیت کی کوئی رمق ہوگی تو اِن شاء اللہ آپ کے پاؤں دھوکر پینے کو اپنی سعادت سمجھیں گے۔

۷:... میرے ان مشوروں پر اگر آپ نے عمل کیا تو مجھے اپنے حالات دوبارہ لکھئے، ورنہ خط پھاڑ کر پھینک دیجئے، اور جو جی میں آئے کیجئے، والسلام!

کن چیزوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا؟

شوہر بیوی کے حقوق نہ ادا کرے تو نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن چاہئے کہ طلاق دے دے

سوال:... ہمارے ایک عزیز ہیں جو کہ عرصہ ۶ سال سے کسی بیماری کی وجہ سے اپنی بیوی کے حقوق کی طرف توجہ بالکل نہیں دے رہے۔ تقریباً ۶ سال سے زیادہ ہوگئے ہیں، کئی رشتہ دار کہتے ہیں کہ ان کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ ان کی بیوی شرم و حیا کی وجہ سے کچھ نہیں بولتی۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ اس بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ کیا وہ میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں؟

جواب:... اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لیکن جو شخص بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا اس کے لئے اس عفیفہ کو قید رکھنا ظلم ہے،[1] اس لئے اگر بیوی اس شخص سے آزادی چاہتی ہو تو بیوی کے خاندان کے لوگوں کو چاہئے کہ شرفاء کے ذریعہ شوہر سے کہلائیں کہ اگر وہ بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا تو اسے طلاق دے دے۔[2]

شوہر کے پاگل ہونے سے نکاح ختم نہیں ہوتا

سوال:... میں نے ایک ایسی عاقل و بالغ عورت سے آج سے تقریباً ۳۰ سال پہلے جائز طور پر نکاح کیا جس کا پہلا شوہر اپنا ہوش و حواس کھوچکا تھا، اور وہ عورت بے سہارا تھی۔ اس لئے جب وہ شخص پاگل خانے میں داخل کرادیا گیا تو میں نے اس عورت کے ساتھ گواہوں کی حاضری میں نکاح کرلیا۔ لیکن اب تیس سال بعد مجھے لوگ طعنہ دیتے ہیں کہ میں نے غلط نکاح کیا ہے اور وہ شخص جو پاگل ہوچکا تھا اب واپس آگیا ہے۔ آپ حدیث و فقہ کی روشنی میں جواب دیں کہ میرا نکاح جائز تھا یا نہیں؟ آپ کی عین نوازش ہوگی اور سائل کو دِلی سکون حاصل ہوگا۔

جواب:... محض شوہر کے پاگل ہوجانے سے نکاح نہیں ٹوٹ جاتا، البتہ اگر عورت کی درخواست پر عدالت فسخِ نکاح کا فیصلہ

---

(۱) ويجب لو فات الْإمساك بالمعروف كما لو كان خصيًا أو مجبوبًا أو عنينًا أو شكازًا۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۹، کتاب الطلاق، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۴۲۱، باب العنين وغيره)۔

(۲) وإذا كان الزوج عنينًا أجّله الحاكم سنة فإن وصل إليها فبها وإلّا فرق بينهما إذا طلبت المرأة ذلك .... فإذا مضت المدة ولم يصل إليها تبيّن ان العجز بآفة أصلية ففات الْإمساك بالمعروف ووجب عليه التسريح بالْإحسان ... إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۲۱، باب العنين وغيره)۔

کردے تو خاص شرائط کے ساتھ فیصلہ صحیح ہوسکتا ہے، اور عورت عدّت گزار کر دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔[1] آپ نے پاگل کی بیوی سے بطورِ خود جو نکاح کرلیا تھا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، آپ کو اس سے فوراً علیحدگی اختیار کرلینی چاہئے اور اس غلط روی پر دونوں کو توبہ بھی کرنی چاہئے، یہ عورت پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، اس سے طلاق لینے اور عدّت گزارنے کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

گناہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:... ہم نے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص گانا سنتے وقت گانے سے لذّت حاصل کرے یعنی حالتِ بےخودی میں جھومنا یا لہرانا شروع کردے تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا یہ بات دُرست ہے؟

جواب:... گناہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر کوئی شخص کسی حرامِ قطعی کو حلال کہے تو اس سے وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے،[2] اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔[3]

فارم میں ”میں شادی شدہ نہیں ہوں“ لکھنے کا شادی پر اَثر

سوال:... اگر کوئی شادی شدہ شخص کوئی فارم بھرتے ہوئے یہ لکھے کہ: ”میں نے شادی نہیں کی ہے“ یا کوئی پوچھے تو یہ کہے کہ: ”میں نے نکاح نہیں کیا ہے“ تو اس کے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

جواب:... جھوٹ بولنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

قرآن اُٹھاکر کہنا کہ ”میں نے دُوسری شادی نہیں کی“ اس کا نکاح پر اثر

سوال:... میرے ایک دوست نے ایک عورت سے کورٹ میں دُوسری شادی کی ہے، چونکہ پہلی بیوی کراچی میں رہتی تھی، اس لئے اسے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا، بعد میں جب یہ راز کھلا تو میرے دوست کی پاکستان آمد پر اس کی پہلی بیوی اس سے خوب لڑی اور اس نے کہا کہ تم قرآن پاک ہاتھ میں اُٹھاکر کہو کہ میں نے دُوسری شادی نہیں کی، یہ صاحب دُبئی واپس آکر پھر دُوسری بیوی کے ساتھ رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد پہلی بیوی کو دوبارہ علم ہوگیا، ان صاحب نے حقیقتاً دُوسری شادی کرلی ہے، وہ دُبئی آئی اور پھر اپنے شوہر سے محاذ آرائی پر آمادہ ہوئی۔ شوہر نے دوبارہ قرآن کی قسم کھاکر اپنی پہلی بیوی کو یقین دِلانے کی کوشش کی، اور ساتھ ہی دُوسری بیوی کو کہا کہ تم پہلی بیوی کو فون کرکے کہو کہ میں ہی وہ عورت بول رہی ہوں، میں نے آپ کے شوہر سے شادی نہیں کی، بلکہ ہم صرف دوست

---

(۱) وإذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام فلا خيار لها كذا في الكافي قال محمد: إن كان الجنون حادثًا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ، وإن كان مطبقًا فهو كالجب وبه نأخذ، كذا في الحاوي القدسي. (فتاوىٰ عالمگيری ج:۱ ص:۵۲۶). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الحيلة الناجزة ص:۵۱ تا ۵۹ طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) من إعتقد الحرام حلالًا ...... فإن كان دليله قطعيًا كفر. (شامي ج:۴ ص:۲۲۳).

(۳) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد الزنا وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح ...إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۴ ص:۲۴۷، كتاب الجهاد، باب المرتد).

ہیں۔ دُوسری بیوی نے ایسا ہی کیا۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ان صاحب کے اس طرح قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر کہنے اور قرآن کی قسم کھانے سے کہ میں نے دُوسری شادی نہیں کی، دُوسری بیوی سے نکاح قائم ہے یا نہیں؟

جواب:...اس کہنے سے نکاح ختم نہیں ہوا، بلکہ اس کے ذمے جھوٹ کا گناہ ہوا، اور اس کا کوئی کفارہ سوائے اللہ سے معافی مانگنے کے نہیں ہے۔[1]

کیا ڈانس کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال:...ہمارے علاقے میں یہ بات عام ہے کہ اگر کسی شادی شدہ عورت نے کسی شادی میں ڈانس کیا تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا، جبکہ شادی اپنے خاندان کے کسی لڑکے کی ہو۔ اگر واقعی نکاح ٹوٹ گیا تو میاں بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...شادی میں ڈانس کرنے سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا، مگر یہ فعل حرام ہے،[2] اور گناہ کا باعث بھی، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

بیوی کو بہن کہہ دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:...غلطی سے اور اَز راہِ مذاق بیوی کو بہن کہہ دینے سے نکاح کی شرعی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟

جواب:...بیوی کو بہن کہہ دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، مگر ایسے بیہودہ الفاظ بکنا ناجائز ہے۔[3]

بیوی اگر خاوند کو بھائی کہہ دے تو نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:...ایک دن میں اور میری بیوی دونوں باتیں کر رہے تھے کہ میری بیوی نے غلطی سے مجھے بھائی کہہ دیا، ہمارا نکاح تو نہیں ٹوٹا؟

جواب:...اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔[4]

قصداً یا سہواً شوہر کو ''بھائی'' کہنا

سوال:...میری بیوی کسی جگہ لے جانے کی اِلتجا کر رہی تھی اور نادانی میں اس کے منہ سے نکل گیا کہ بھائی ہونا! مجھے فلاں جگہ

---

(۱) "ومن يعمل سوءًا أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفورًا رحيمًا" (النساء: ۱۱۰).

(۲) (وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية .... فإنها كلها مكروهة، لأنها زي الكفار. (رد المحتار ج:۶ ص:۳۹۵، كتاب الحظر والإباحة).

(۳) فقد صرحوا بأن قوله لزوجته يا أخية مكروه، وفيه حديث رواه أبوداوٗد: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلًا يقول لإمرأته يا اخية فكره ذٰلك ونهى عنه. (شامي ج:۳ ص:۴۷۰، باب الظهار).

(۴) ايضاً۔

لے جاؤ۔ یہ اس کا سوالیہ انداز تھا، بعد میں سخت شرمندگی ہوئی کہ اپنی زبان سے بے ہودہ الفاظ کہہ بیٹھی، چونکہ یہ حرام حلال کا مسئلہ ہے، اس سلسلے میں آپ ہماری رہنمائی فرمائیں، اگر کفارہ لازم ہوگیا ہے تو عورت چونکہ بیمار بھی ہے، اس لئے وہ مسلسل روزے بھی نہیں رکھ سکتی اور دُوسرا یہ کہ کچھ عرصہ بعد وضعِ حمل بھی ہے۔

جواب:...اس کے ''بھائی'' کہنے سے کچھ نہیں ہوا، نہ اس پر کوئی کفارہ لازم آیا، اگر قصداً کہا تھا تو بُری بات کہی، اور اگر سہواً نکل گیا تھا تو معاف ہے۔ (۱)

شوہر اور بیوی کا ایک دُوسرے کو بہن بھائی کہنے سے نکاح پر اَثر

سوال:...اگر عورت خاوند کو بھائی کہہ دے، یا خاوند عورت کو ''بہن'' کہہ دے تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:...اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (۲)

خاوند کو ''بھائی'' کہنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوا

سوال:...ایک عورت نے اپنے خاوند کو تین چار مرتبہ بھائی کہا کہ آج سے تم میرے بھائی ہو اور میں تمہاری بہن۔ اب آپ بتائیں کہ ان کا نکاح رہا یا ٹوٹ گیا؟ اس نے ایک ہی دن میں اپنے خاوند کو بھائی نہیں کہا بلکہ دو، دو دِن چھوڑ کر اس نے اپنے خاوند کو بھائی کہا۔

جواب:...عورت کے اپنے شوہر کو بھائی کہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، عورت کو ایسے الفاظ کہنا جائز نہیں، مگر نکاح پر ان الفاظ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ (۳)

اولاد سے گفتگو میں بیوی کو ''اَمی'' کہنا

سوال:...اکثر لوگوں کی یہ عادت دیکھنے میں آتی ہے جب بچہ اپنے باپ سے کسی چیز کا تقاضا کرتا ہے تو باپ بچے سے کہتا ہے: ''جاؤ بیٹا! اَمی سے لے لو'' یا یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: ''بیٹے! اپنی اَمی کے پاس جاؤ''، ''بیٹے! اَمی کہاں ہیں؟'' جبکہ بیوی کو ماں

(۱،۲،۳) ویکره قوله أنت أمي ویا إبنتي ویا أختي ونحوه، (قوله ویکره إلخ) .... وینبغي أن یکون مکروهًا، فقد صرحوا بأن قوله لزوجته یا أخیة مکروه، وفیه حدیث رواه أبو داوٗد أن رسول الله صلی الله علیه وسلم سمع رجلًا یقول لِامرأته یا أخیة فکره ذالک ونهی عنه۔ ومعنی النهی قربه من لفظ التشبیه، ولو لَا هٰذا الحدیث لأمکن أن یقال هو ظهار۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۴۷۰، باب الظهار)۔ أیضًا: وفی فتح القدیر (ج:۳ ص:۲۳۰، طبع بیروت) کتاب الظهار: فقد صرحوا بأنّ قوله لزوجته یا أُخیّة مکروه۔ وفی حدیث رواه أبو داوٗد عن أبی تمیمة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم سمع رجلًا یقول لِامرأته یا أُخیّة، فکره ذالک ونهٰی عنه، ونحن نعقل أنّ معنی النهی هو أنه قریب من لفظ تشبیه المحلّلة بالحرمة الذی هو ظهار، ولو لَا هٰذا الحدیث لأمکن أن یقال هو ظهار، لأن التشبیه فی قوله: أنتِ أمّی أقویٰ منه مع ذکر الأداة، ولفظ أُخیّة فی یا أُخیّة إستعارة بلا شک وهی مبنیة علی التشبیه، لٰکن الحدیث المذکور أفاد کونه لیس ظهارًا .... ومثله أن یقول لها: یا بنتی، أو یا أُختی ونحوه۔

کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، تو کیا اس قسم کے الفاظ بولنا دُرست ہے؟

جواب:... اس سے بچے کی اَمی مراد ہوتی ہے، اپنی نہیں۔ اور بیوی کو "اَمی" کہنا جائز نہیں، لیکن ایسا کہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ [۱]

اپنے کو بیوی کا والد ظاہر کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:... زید نے سرکاری پلاٹ حاصل کرنے کی نیت سے اپنی بیوی کو اس کے حقیقی ماموں کی بیوہ ظاہر کیا اور خود کو اپنی بیوی کا والد، کیونکہ زید کی عمر اپنی بیوی کے والد جتنی ہے، اسی طرح زید نے حکومت سے پلاٹ حاصل کر کے اس کو فروخت کر دیا، اب مندرجہ ذیل اُمور کی وضاحت مطلوب ہے:

الف:... کیا ان حالات میں زید کا اپنی بیوی سے نکاح برقرار ہے؟

ب:... کیا تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے؟

ج:... اس ناپسندیدہ طریقے سے حاصل کردہ رقم جائز ہے یا ناجائز؟

د:... شرعی اور فقہی نقطۂ نگاہ سے زید کا یہ فعل کیسا ہے؟ جبکہ زید حاجی اور بظاہر مذہبی بھی ہے؟

جواب:... یہ تو ظاہر ہے کہ زید جھوٹ اور جعل سازی کا مرتکب ہوا، اور ایسے غلط طریقے سے حاصل کردہ رقم جائز نہیں ہوگی۔[۲] لیکن اس کے اس فعل سے نکاح نہیں ٹوٹا، اس لئے تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں۔

بیوی کو "بیٹی" کہہ کر پکارنا

سوال:... کوئی شوہر اپنی بیوی کو اِرادی یا غیر اِرادی طور پر بار بار "بیٹی" کہہ کر پکارے تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا قائم رہتا ہے؟

جواب:... اس سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا، مگر بڑی لغو حرکت ہے۔[۳]

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:... اگر کسی شخص نے اپنی سالی یعنی بیوی کی سگی بہن کے ساتھ قصداً زنا کیا ہو تو اس سے اس کے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اگر نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو تجدید کیسے ہوگی؟ سزا یا کفارہ کیا ہے؟

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) "وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوٰلَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" (البقرة:۱۸۸)۔ قال الإمام البغوی تحت هٰذه الآية: (بالباطل) بالحرام يعنی بالربا والقمار والغصب والسرقة والخيانة ونحوها۔ (تفسیر معالم التنزيل ج:۲ ص:۵۰، طبع حقانیه)۔

(۳) ويكره قوله انت أُمّي ويا ابنتي ويا أُختي ونحوه۔ (قوله ويكره إلخ) .... وينبغي أن يكون مكروهًا فقد صرحوا بأن قوله لزوجته يا أُخية مكروه، وفيه حديث رواه أبو داوٗد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلًا يقول لِامرأته يا أُخية فكره ذالك، ونهٰى عنه۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۴۷۰، باب الظهار، طبع سعيد)۔

جواب:...سالی کے ساتھ منہ کالا کرنے سے بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔ [۱]

لڑکی کا نکاح کے بعد کسی دُوسرے مرد سے محوِخواب ہونا

سوال:...اگر لڑکی نکاح ہونے کے بعد کسی دُوسرے مرد سے محوِخواب ہو تو کیا اس کا نکاح برقرار رہے گا؟

جواب:...عورت کا کسی کے ساتھ منہ کالا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اس لئے نکاح باقی ہے۔ [۲]

بیوی کے ساتھ غیرفطری فعل کرنے کا نکاح پر اَثر

سوال:...بیوی کے ساتھ غیرفطری مباشرت کرنا کیسا ہے؟ آیا اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا محض گناہ ہے؟

جواب:...بیوی سے غیرفطری فعل بنصِ حدیث موجبِ لعنت ہے، [۳] تاہم اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اس کا کفارہ صرف توبہ واستغفار ہے۔

بیوی کا دُودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

سوال:...ایک شخص کی شادی ہوئی ہے، اس کے دو بچے بھی ہیں، اگر وہ کسی وقت بھی جوش میں آکر اپنی بیگم کا دُودھ منہ میں لے لیتا ہے، دُودھ پیتا نہیں ہے، یا یہ کہ دُودھ ہے ہی نہیں تو اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ آیا اس کا نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اس شخص کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آیا اس کے نکاح میں کوئی فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو گنہگار ہوا یا نہیں؟ براہِ کرم تفصیل سے حل فرمادیں۔

جواب:...بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے، [۴] مگر اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، [۵] کیونکہ دُودھ کی وجہ سے جو حرمت پیدا ہوتی ہے، اس کے لئے یہ شرط ہے کہ بچے نے دُودھ دو، ڈھائی سال کی عمر کے اندر پیا ہو، بعد میں پئے ہوئے دُودھ سے حرمت پیدا نہیں ہوتی۔ [۶]

---

(۱) وفي الخلاصة: وطی أخت امرأته لَا تحرم عليه امرأته۔ (درمختار ج:۳ ص:۳۴، فصل فی المحرمات)۔

(۲) قوله: والمزنی بها لَا تحرم علٰی زوجها فله وطؤها بلا استبراء عندهما۔ وقال محمد: لَا أحب له أن يطأها ما لم يستبرئها كما مر فی فصل المحرمات۔ (شامی ج:۳ ص:۵۲۷)۔ قال فی البحر: لو تزوّج بامرأة الغير عالمًا بذٰلک ودخل بها لَا تجب العدّة عليها حتّٰی لَا يحرم علی الزوج وطؤها وبه يفتی لأنه زنی والمزنی بها لَا تحرم علٰی زوجها۔ (شامی ج:۳ ص:۵۰)۔

(۳) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ملعون من أتی امرأته فی دبرها۔ (مشکوٰة ص:۲۷۶)۔

(۴) ولم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمی والإنتفاع به لغير ضرورة حرام علی الصحيح۔ (در مختار ج:۳ ص:۲۱۱ باب الرضاع، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۵) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ (در مختار ج:۳ ص:۲۲۵ باب الرضاع)۔

(۶) هو لغة وشرعًا مص من ثدی آدمية خرج بها الرجل والبهيمة فی وقت مخصوص وذٰلک انه بعد المدة لَا يسمّٰی رضيعًا نص عليه فی العناية وهو حولَان۔ (شامی ج:۳ ص:۲۰۹ باب الرضاع)۔

ناجائز حمل والی عورت کے نکاح میں شریک ہونے والوں کا حکم

سوال:...ایک لڑکی ہے جس نے غیر شرعی کام (زنا) کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی، اس معاملے کا علم صرف اس کی والدہ کو ہے اور کسی کو بھی نہیں۔ اس کی والدہ نے اس کی شادی کردی جبکہ نہ تو لڑکی کے والد کو علم اور نہ ہی لڑکے والوں کو علم ہے، مگر شادی کے بعد لڑکے والوں کو علم ہوگیا، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، لوگوں کا کہنا ہے کہ اس شادی میں جو بھی شریک ہوا، خواہ وہ لڑکے والوں کی طرف سے یا لڑکی والوں کی طرف سے ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا، وہ اپنا نکاح دوبارہ پڑھوائیں۔ کیا ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا؟ اور وہ اپنا نکاح دوبارہ پڑھوائیں؟

جواب:...جس لڑکی کو ناجائز حمل ہو، حمل کی حالت میں بھی اس کا نکاح صحیح ہے، اس لئے اس کے نکاح میں شرکت کرنے سے کسی کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔ [1]

کیا داڑھی کا مذاق اُڑانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال:...کیا داڑھی کا مذاق اُڑانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب:...جی ہاں! داڑھی اسلام کا شعار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ واجبہ ہے۔ [2] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت اور اسلام کے کسی شعار کا مذاق اُڑانا کفر ہے، اس لئے میاں بیوی میں سے جس نے بھی داڑھی کا مذاق اُڑایا وہ ایمان سے خارج ہوگیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، [3] اس کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے، اپنے ایمان کی تجدید کرے اور دوبارہ نکاح کرے۔ [4]

---

(۱) وصح نكاح حبلى من زنى وإن حرم وطؤها ودواعيه حتى تضع. (در مختار ج:۳ ص:۴۸، فصل فی المحرمات). وعلى هٰذا يخرج ما إذا تزوج إمرأة حاملًا من الزنا أنه يجوز فى قول أبى حنيفة ومحمد لٰكن لَا يطؤها حتّٰى تضع. (البدائع الصنائع ج:۲ ص:۲۶۹، كتاب النكاح، طبع ایچ ایم سعید).

(۲) عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الفطرة خمس، أو خمس من الفطرة .... وفى رواية: إعفوا اللحى .... قال النووى: ذكر جماعة غير الخطابى قالوا: ومعناه أنها من سُنن الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم، وقيل هى الدين. (شرح الكامل للنووى على مسلم ج:۱ ص:۱۲۸). وفى المرقاة (ج:۴ ص:۴۵۵) كتاب الترجل: الفطرة أى فطرة الإسلام خمس، قال القاضى وغيره فسرت الفطرة بالسُّنّة القديمة التى اختارها الأنبياء واتفقت الشرائع ...إلخ.

(۳) وفى الظهيرية من قال لفقيه أخذ شاربه ما أعجب قبحًا أو أشد قبحًا قص الشارب ولفّ طرف العمامة تحت الذقن يكفر لأنّه إستخفاف بالعلماء وهو مستلزم لإستخفاف الأنبياء لأنّ العلماء ورثة الأنبياء وقص الشارب من سنن الأنبياء فتقبيحه كفر بلا إختلاف بين العلماء. (شرح فقه اكبر ص:۲۱۳ طبع دهلى). قال: ولإعتبار التعظيم المنافى للإستخفاف كفر الحنفية بألفاظ كثيرة، وأفعال تصدر من المتهتكين لدلَالتها على الإستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمدًا بل بالمواظبة على ترك سُنّة إستخفافًا بها بسبب أنه فعلها النبى صلى الله عليه وسلم زيادة أو إستقباحها كمن إستقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه أو إحفاء شاربه اهـ. (شامى ج:۴ ص:۲۲۲ طبع سعيد كراچى). هٰذا إستهزاء بحكم الشرع والإستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر. (شرح فقه اكبر ص:۲۷).

(۴) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد الزنا، وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (شامى ج:۴ ص:۲۴۷، باب المرتد، طبع سعيد).

میاں بیوی کے الگ رہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:… میرے ایک عزیز سات سال سے غیر ملک میں آباد ہیں، ان کی بیوی پاکستان میں ہے، ایک سال ہوا پاکستان آئے تھے، مگر ناراضگی کی وجہ سے بیوی سے ملاقات نہیں کی، یعنی سات سال سے بیوی کی شکل نہیں دیکھی۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ دونوں میاں بیوی کا نکاح فسخ تو نہیں ہوا؟

جواب:… میاں بیوی کے الگ رہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اس لئے اگر شوہر نے طلاق نہیں دی تو وہ دونوں بدستور میاں بیوی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہنے والی عورت کے نکاح پر اثر

سوال:… اگر کوئی عورت اپنا کوئی کام نہ بننے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کو… نعوذ باللہ… بُرے کلمات (یعنی گالی گلوچ) کے ساتھ یاد کرتی ہے تو ایسی شخصیت سے بات چیت کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کے اس فعل کا اس کی ازدواجی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا ہے؟

جواب:… اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے وہ عورت مرتد ہوگئی،[1] اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، اس کو چاہئے کہ اس سے توبہ کرکے اپنے ایمان کی تجدید کرے اور نکاح بھی دوبارہ پڑھایا جائے۔[2]

''میں کافر ہوجاؤں گی'' کہنے والی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا، تجدیدِ ایمان کرکے دوبارہ نکاح کرے

سوال:… میری اور میری بیوی کی ایک دفعہ زبان کی لڑائی ہوئی، کافی تکرار ہوگئی، گالی گلوچ بھی کافی ہوگئی، اصل مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ اس لڑائی سے پہلے ہم دونوں نے عشاء کی نماز بھی پڑھ لی تھی، لڑائی کے دوران ہی غصّے میں میری اہلیہ یہ کہنے لگی: ''میں کافر ہوجاؤں گی، میں یہودی ہوجاؤں گی'' یا یہ الفاظ کہے کہ: ''آئندہ میں مسلمان نہیں رہوں گی، کافر اور یہودی ہوجاؤں گی، نماز اور قرآن نہیں پڑھوں گی۔'' اسی غصّے کے دوران میں نے اسے سمجھایا کہ لڑائی اپنی جگہ، مگر اس قسم کے الفاظ نہ نکالو اپنے منہ سے، جبکہ جذبات کی کیفیت میں مزید دو تین دفعہ اس نے یہی الفاظ دُہرائے۔ غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد بہرحال اس کو خود ہی اِحساس ہوا اور صبح کی نماز بھی ہم دونوں نے ادا کی ہے، اس کے بعد ایسا موقع الحمدللہ نہیں آیا۔

مسئلہ یہ معلوم کرنا تھا کہ اس کا ایسے کہنے سے ہمارے نکاح پر تو کوئی اثر پڑا ہے کہ نہیں؟ کہیں ہمارا نکاح تو نہیں ٹوٹ گیا؟

---

(۱) إذا وصف الله بما لَا يليق به أو سخر بإسمًا من أسمائه أو بأمر من أوامره أو أنكر وعدًا أو وعيدًا كفر۔ (فتاویٰ بزازية علىٰ هامش الهندية ج:۶ ص:۳۲۳، كتاب السير، الثانى فيما يتعلق بالله تعالىٰ، طبع رشيديه)۔

(۲) دیکھئے گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴۔

فرض کیا یہ صحیح یاد نہیں، اگر اس نے یہ الفاظ اس وقت کہے ہوں کہ میں آج سے کافر ہوں یا یوں کہے کہ میں کافر ہوں آئندہ نماز قرآن نہ پڑھوں گی، ان دونوں صورتوں کا آپ جواب دیں گے۔ اگر نکاح ٹوٹ گیا ہے تو تجدیدِ نکاح کیا ہم دو گواہ میرے علاوہ ایک بیوی کا وکیل اور دُوسرے دو گواہ کافی ہوں گے، اور نئے نکاح میں کیا ہمیں دوبارہ مہر رکھنا پڑے گا؟ یا صرف تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوگی؟ میں بہت پریشان ہوں۔

جواب:... جو شخص کہے کہ: ''میں کافر ہوں'' یا کہے کہ: ''میں کافر ہوجاؤں گا'' وہ اسی وقت ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔[1] اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے، اپنے ایمان کی تجدید کرے، نکاح کی تجدید کرے،[2] اور اگر حج کیا ہوا ہے تو وہ باطل ہوگیا، بشرطِ اِستطاعت دوبارہ حج بھی کرے۔[3]

۲:... دو عاقل بالغ گواہوں کے سامنے (خواہ وہ اپنے عزیز، بلکہ بیٹے ہی ہوں) میاں بیوی دوبارہ اِیجاب وقبول کرلیں اور کچھ مہر بھی طے کرلیں، بس نکاح ہوگیا۔

۳:... عورتوں پر جذبات کا غلبہ ہوتا ہے، اور وہ غصّے میں اول فول بک دیتی ہیں، اس لئے گھر میں اس کی نوبت نہیں آنی چاہئے، میاں بیوی کے درمیان بحث وتکرار تو روزمرّہ کی چیز ہے، لیکن اس بحث کو اس حد تک طول نہ دیا جائے کہ ایک فریق اشتعال میں آکر نازیبا الفاظ بکنے لگے۔ اگر نظر آئے کہ لڑائی غیرضروری طور پر طول کھینچ رہی ہے اور ہر فریق ''آخری فتح'' تک غصّے اور اِشتعال کے اسلحے کا اِستعمال کرتا رہے گا تو ایک فریق کو چاہئے کہ فوراً ہتھیار ڈال کر پسپائی اِختیار کرکے سکوت اِختیار کرلے، بلکہ مناسب ہے کہ مجلس برخاست کردی جائے۔ ورنہ بسااوقات ایسا ہوگا کہ عورت آخری ہتھیار اِستعمال کرے گی: ''مجھے طلاق دو، اسی وقت دو، فوراً دو!'' اب اگر مرد بھی اپنی بہادری کے جوہر دِکھانے پر آجائے تو تین طلاق دے کر نکاح کو برخاست کرکے اُٹھے گا۔ بعد میں دونوں روئیں گے اور مولویوں سے فتوے پوچھتے پھریں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس سے پہلے ہی مجلس برخاست کردی جائے، ٹریفک یک طرفہ کردی جائے کہ ایک فریق جو کچھ بکتا ہے اسے بکنے دیا جائے، دُوسرا فریق مہر بلب ہوجائے اور وہاں سے خاموشی کے ساتھ اُٹھ کر چلا جائے۔ اِشتعال کے موقع پر صبر وتحمل سے کام لینا بہادری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ: ''پہلوان وہ نہیں جو

---

(۱) وفی الجواهر، من قال لو کان کذا غدًا وإلّا کفر، کفر من ساعته. وفی المحیط: من قال فأنا کافر أو فأکفر، یعنی فی جزاء الشرطیه المبتدأة أو مطلقًا قال ابو القاسم هو کافر من ساعته .... ومن قال: أنا بریء من الإسلام قیل یکفر هٰکذا فی النسخ وهو غیر صحیح إذ یکفر فی هٰذه الصورة بلا خلاف. (شرح فقه الأکبر ص:۲۲۶، ۲۲۷، طبع مجتبائی دهلی).
قال: هو یهودی أو نصرانی لأنه رضا بالکفر وهو کفر وعلیه الفتویٰ. (جامع الفصولین ج:۲ ص:۳۰۱).

(۲) ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح. (درمختار مع ردالمحتار ج:۴ ص:۲۴۶، طبع ایچ ایم سعید). وإن کانت نیة الوجه الذی یوجب التکفیر، لَا تنفعه فتوی المفتی، ویؤمر بالتوبة والرجوع عن ذالک وتجدید النکاح بینه وبین إمرأته. (الفتاوی التاتارخانیة ج:۵ ص:۴۵۸، کتاب أحکام المرتدین، طبع إدارة القرآن).

(۳) (وما أدری منها فیه یبطل، ولَا یقضی) من العبادات (إلّا الحج) لأنه بالردة صار کالکافر الأصلی، فإذا أسلم وهو غنی فعلیه الحج فقط. (درمختار ج:۴ ص:۲۵۲ باب المرتد).

دُوسرے پہلوانوں کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے آپ پر قابو پائے۔[۱]“ مرد کی بہادری یہ ہے کہ وہ بیوی کی باتوں سے مشتعل نہ ہو۔ اکبر الٰہ آبادی کے بقول:

اکبر نہ دب سکے برٹش کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بی بی کی نوج سے

میرے ایک بزرگ دوست بتاتے تھے کہ ہم تو نازک مزاجی فطرت سے لے کے آئے تھے، ہماری اہلیہ محترمہ نزاکت مزاج ہم سے بھی چار قدم آگے، روز گھر میں اکھاڑا جمتا، اور میدانِ کارزار گرم ہوتا، بالآخر میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی نور اللہ مرقدہٗ سے صورتِ حال عرض کی، اور اس مرضِ جاں گسل کا مداوا چاہا، حضرتؒ نے ذرا تأمل کے بعد فرمایا: ”ٹریفک یک طرفہ کردو“ یعنی وہ بولتی رہے، تم نہ بولو، بس وہ دِن اور آج کا دِن سارا جھگڑا ختم ہوگیا، اگر جواب نہ ملے تو اکیلا آدمی کب تک بولتا رہے گا...؟

مرتد ہونے والے کے نکاح کی حیثیت

سوال:... میری بھانجی جو امریکا میں ہے، اس کی شادی کو پانچ سال کا عرصہ ہو چکا ہے، اب اس کا شوہر اچانک قادیانی ہوگیا ہے۔ میری بھانجی نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن اس کا کہنا ہے کہ تم اپنے عقیدے پر رہو، میں اپنے عقیدے پر رہوں گا۔ اور اس مسئلے پر وہ کسی کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ امریکا میں میرے بھانجے اور بہنوئی نے ایک عالمِ دِین سے معلوم کیا تو انہوں نے یہی کہا کہ میری بھانجی اس شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اب وہ اپنی بڑی بہن کے پاس ہے، اب میری بھانجی کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... ۱:... قادیانی ہونے کے بعد وہ شخص مرتد ہوگیا،[۲] اور آپ کی بھانجی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اور ان کا اس شخص کے ساتھ رہنا شرعاً جائز نہیں۔[۳] وہ اپنا سامان اس شخص سے واپس لے لیں اور بچے بھی۔

۲:... اگر وہ شخص قادیانی عقیدے سے تائب ہوجائے اور مسجد میں جاکر کسی عالمِ دِین اور پوری مسلمانوں کی جماعت کے سامنے اس کا اِقرار کرے کہ ”میں قادیانی ہوگیا تھا، لیکن میں اب اس سے توبہ کرتا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی پر لعنت بھیجتا ہوں۔“ اور

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ليس الشديد بالصرعة، إنما الشديد الذی يملک نفسه عند الغضب. (مشکوٰة ص:۴۳۳، باب الغضب).

(۲) وقد أخبر الله تعالٰی فی كتابه ورسول الله صلی الله عليه وسلم فی السُّنَّة المتواترة انّه لَا نبی بعده ليعلموا ان كل من ادعی هٰذا المقام بعده فهو كذّاب أفّاک دجّال ضالّ مضلّ. (تفسير ابن كثير ج:۳ ص:۴۹۴ طبع سهيل اكيڈمی). ولٰكن صرح فی كتاب المسايرة بالإتفاق علٰی تكفير المخالف فيما كان من اصول الدين وضرورياته. (رد المحتار ج:۴ ص:۲۶۳ باب المرتد، كتاب الجهاد).

(۳) وارتداد أحدهما أی الزوجين فسخٌ، فلا ينقص عددًا، عاجلٌ بلا قضاء. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۱۹۳، باب نكاح الكافر، أيضًا: فتاویٰ عالمگيری ج:۱ ص:۳۹۱، الباب العاشر فی نكاح الكفار).

مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ شخص سچا ہے، اور یہ شخص قادیانیوں سے قطع تعلق کردے تو آپ کی بھانجی کا نکاح دوبارہ اس سے ہوسکتا ہے۔

''میں کافر ہوں'' کہنے سے نکاح پر کیا اثر ہوگا؟

سوال:... عشاء کی نماز سے واپس لوٹا تو دیکھا کہ بیوی بستر پر لیٹی ہوئی ہے، میں نے اس خیال سے کہ بیوی بغیر عشاء کی نماز کے سوگئی ہے، ذرا غصے کے انداز میں کہا کہ: ''تم نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی؟'' چونکہ وہ پہلے ہی کسی بات پر ناراض ہوکر لیٹی تھی اس لئے اس نے غصے میں جواب دیا کہ: ''میں کافر ہوں''، جس کا مطلب لہجے سے یہ نکلتا تھا کہ ''کیا میں کافر تو نہیں!'' بہرحال اس وقت اس نے نماز ادا نہیں کی، صبح اُٹھ کر اس نے خود بخود صبح کی نماز ادا کی اور کہا کہ: ''سختی کے انداز میں نماز کی دعوت کیوں دیتے ہو؟'' سوال یہ ہے کہ وہ اس جملے سے کافر تو نہیں ہوگئی؟ اور تجدیدِ نکاح کی ضرورت تو نہیں؟

جواب:... ''میں کافر ہوں'' کا فقرہ اگر بطور سوال کے تھا جیسا کہ آپ نے تشریح کی ہے، یعنی ''کیا میں کافر ہوں'' مطلب یہ کہ ہرگز نہیں۔ تو اس صورت میں ایمان میں فرق نہیں آیا، نہ تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر غصے میں یہ مطلب تھا کہ: ''میں کافر ہوں اور تم مجھے نماز کے لئے نہ کہو'' تو ایمان جاتا رہا اور نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔[1]

دُوسری شادی کے لئے جھوٹ بولنے سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا

سوال:... فضل احمد نکاحِ ثانی کرنا چاہتا ہے، مگر پہلی بیوی اجازت نہیں دیتی، ہندہ کو بیوی بناکر یونین کونسل میں پیش کردیا، ہندہ نے یونین کونسل میں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے میں اس کو دُوسری شادی کی اجازت دیتی ہوں۔ اب دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ ہندہ جو عدالت یعنی یونین کونسل میں فضل احمد کی جھوٹی بیوی بنی تھی، اپنی لڑکی کا نکاح فضل احمد کے ساتھ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا اپنا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

جواب:... ہندہ اور فضل احمد جھوٹ جیسے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں،[2] ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے، مگر وہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے سچ مچ میاں بیوی نہیں بن گئے، اس لئے ہندہ کی بیٹی سے فضل احمد کا نکاح جائز ہے۔

بیوی کا دُودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لیکن پینا حرام ہے

سوال:... ''جنگ'' کے جمعہ ایڈیشن میں آپ سے ایک سوال پوچھا گیا کہ: ''ایک شوہر نے لاعلمی میں اپنی بیوی کے نکالے

---

(۱) إذا أطلق الرجل كلمة الكفر عمدًا لٰكنه لم يعتقد الكفر قال بعض أصحابنا لَا يكفر، وقال بعضهم: يكفر، وهو الصحيح عندي، كذا في البحر الرائق. (عالمگیری ج:۲ ص:۲۷۶). ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح. (درمختار مع ردالمحتار ج:۴ ص:۲۴۷، كتاب الجهاد، باب المرتد).

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب ...إلخ. (مشكوٰة ص:۱۷). لأن عين الكذب حرام، قلت وهو الحق قال تعالىٰ: قتل الخرّاصون، وقال عليه الصلاة والسلام: الكذب مع الفجور وهما في النار. (شامي ج:۶ ص:۴۲۷، باب الإستبراء وغيره، فصل في البيع).

ہوئے دُودھ کی چائے بنائی اور سب نے پی لی تو ایک صاحب نے فتویٰ دیا کہ میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔'' اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ:'' عورت کے دُودھ سے حرمت جب ثابت ہوتی ہے جبکہ بچے نے دو سال کی عمر کے اندر اس کا دُودھ پیا ہو، بڑی عمر کے آدمی کے لئے دُودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، نہ عورت رضاعی ماں بنتی ہے، لہٰذا ان دونوں کا نکاح بدستور قائم ہے، اس عالم صاحب نے مسئلہ قطعاً غلط بتایا ہے، ان دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔'' ہم نے ایک ہینڈ بل دیکھا ہے جس میں آپ کے اس جواب کا مذاق اُڑایا گیا ہے اور یہ تأثر دیا گیا ہے کہ آپ نے عورت کے دُودھ کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اور اس کی خرید و فروخت جائز ہے، وغیرہ وغیرہ۔

جواب:... ہینڈ بل میں جو تأثر دیا گیا ہے وہ غلط ہے، عورت کے دُودھ کا استعمال کسی کے لئے بھی حلال نہیں، حتیٰ کہ دُودھ پینے کی مدّت کے بعد خود اس بچے کو بھی اس کی ماں کا دُودھ پلانا حرام ہے۔[۱] میں نے جو مسئلہ لکھا تھا وہ یہ ہے کہ اگر عورت کا دُودھ پینے سے عورت اس بچے کی جو ماں بن جاتی ہے اور اس دُودھ سے بھی وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں، یہ حرمت صرف مدّتِ رضاعت کے اندر ثابت ہوتی ہے، بڑی عمر کا آدمی اگر خدانخواستہ جان بوجھ کر یا غلطی سے عورت کا دُودھ پی لے تو رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔[۲] اس لئے اگر غلطی سے شوہر نے اپنی بیوی کا دُودھ پی لیا (جیسی غلطی کہ سوال میں ذکر کی گئی تھی) تو اس سے نکاح نہیں ٹوٹا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کا دُودھ پینا حلال ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عقل مند آدمی میرے جواب کا یہ مطلب بھی سمجھ سکتا ہے جو آپ کے ذکر کردہ ہینڈ بل میں ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔[۳]

ایک دُوسرے کا جھوٹا پینے سے نہ بہن بھائی بن سکتے ہیں اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے

سوال:... ایک ہی ماں کا دُودھ پینے والوں کو تو دُودھ شریک کہتے ہیں، لیکن یہاں کچھ لوگوں کو یوں بھی کہتے سنا ہے کہ میاں بیوی ایک ہی پیالے میں ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پی لیں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا لڑکا لڑکی دُودھ شریک بہن بھائی بن جاتے ہیں؟

جواب:... جس دُودھ کے پینے سے نکاح حرام ہوتا ہے وہ ہے جو بچے کو دو سال کی عمر کے اندر پلایا جائے، بڑی عمر کے دو آدمیوں کے درمیان حرمت ثابت نہیں ہوتی۔[۴] اس لئے عوام کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ میاں بیوی کے ایک دُوسرے کا جھوٹا کھانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

---

(۱) ولم یبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمی والإنتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح، شرح الوهبانیة۔ (درمختار ج:۳ ص:۲۱۱، باب الرضاع، طبع سعید)۔

(۲) (هو) لغة وشرعًا (مص من ثدی آدمیة) خرج بها الرجل والبهیمة فی وقت مخصوص وذٰلک أنه بعد المدة لَا یسمّٰی رضیعًا نص علیه فی العنایة وهو حولَان۔ (شامی ج:۳ ص:۲۰۹، باب الرضاع)۔

(۳) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ (درمختار ج:۳ ص:۲۲۵)۔ أیضًا: ولم یبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمی والإنتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح، شرح الوهبانیة۔ (درمختار ج:۳ ص:۲۱۱، باب الرضاع)۔

(۴) أیضًا۔

میاں بیوی کے تین چار ماہ الگ رہنے سے نکاح فاسد نہیں ہوا

سوال:... ایک لڑکی کا بچپن یعنی ۷ سال کی عمر میں نکاح ہوا تھا، اب اس نکاح کو ہوئے ۱۶ سال گزر چکے ہیں، لڑکی کو بالغ ہوئے بھی ۸-۹ سال ہوگئے ہیں اور لڑکی ابھی تک اپنے خاوند کے گھر نہیں گئی، گھریلو چند وجوہات کی بنا پر ناچاقی ہوگئی تھی جس پر برادری کے بزرگوں نے لڑکی کے ماں باپ کو رضامند کیا کہ لڑکی کو لڑکے کے ساتھ اس کے سسرال بھیج دیں، جب لڑکی کو تیار کر کے لڑکے کے ساتھ بھیجنے لگتے تو لڑکا اور اس کا باپ لڑکی کو چھوڑ کر چلے جاتے، یہ واقعہ تین مرتبہ ہوا جس پر لڑکی نے جانے سے انکار کردیا۔ لڑکی کے گھر والوں نے دو کونسلروں کے ذریعے نوٹس بھجوائے جس کا لڑکے اور اس کے گھر والوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ہم نے کئی مولانا صاحبان سے معلومات کیں جس پر کچھ مولانا حضرات نے کہا کہ اگر میاں بیوی شریعت کے طور پر تین یا چار ماہ نہ ملیں تو نکاح فاسد ہوجاتا ہے۔

جواب:... میاں بیوی کے تین چار مہینے الگ رہنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، جب تک کہ طلاق نہ دی جائے۔ آپ کے مسئلے میں جب لڑکا اور لڑکی دونوں آباد ہونے کے لئے تیار نہیں تو لڑکے کا فرض ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر الگ کردے، اس غریب کو بلاوجہ قیدِ نکاح میں رکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔[1] اور برادری کے بزرگوں کو بھی چاہئے کہ لڑکے کو طلاق دینے پر مجبور کریں۔

چھ ماہ تک میاں بیوی کا تعلق قائم نہ کرنے کا نکاح پر اثر

سوال:... میری شادی کو چودہ سال ہوگئے ہیں، میرے میاں مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، اگر آدھی رات کو بھی میری طبیعت خراب ہوجاتی ہے تو سرہانے بیٹھ کر خدمت کرتے ہیں، لیکن تقریباً چھ ماہ سے انہوں نے ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا، ہم دونوں جوان ہیں، یہ بھی نہیں کہ عمر زیادہ ہوگئی ہے، کوئی اولاد بھی ہماری نہیں ہے، کیا میرے میاں صحیح کر رہے ہیں؟ چھ ماہ گزر جانے سے میاں بیوی کا رِشتہ تو ختم نہیں ہوجاتا؟

جواب:... نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن باوجود صحت و تندرستی کے بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا غلط بات ہے، اپنے شوہر کو یہ خط دِکھائیں، اور ان سے کہیں کہ مجھ سے مشورہ کریں۔ والسلام!

میاں بیوی کے سال بھر روٹھے رہنے اور میاں کے خرچ نہ دینے کا نکاح پر اثر

سوال:... اگر دو میاں بیوی تقریباً ایک سال تک ایک ہی گھر میں، ایک ہی چھت تلے رہیں اور ان کی آپس میں بات چیت نہ ہو، اور نہ ہی وہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہوں اور نہ ہی شوہر بیوی کو اِخراجات دیتا ہو، تو ایسے میں کیا ان کے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

جواب:... اگر شوہر نے طلاق نہیں دی، تو ان کے سال بھر کے ''روٹھے'' رہنے سے نکاح پر کچھ اثر نہیں ہوگا، لیکن اس بے تعلقی

---

(۱) ویجب لو فات الإمساک بالمعروف۔ (الدر المختار ج:۳ ص:۲۲۹، کتاب الطلاق)۔ أیضًا: قال تعالٰی: ''فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا کَالْمُعَلَّقَةِ'' (النساء: ۱۲۹)۔

کی وجہ سے گناہگار ضرور ہوں گے۔ شوہر کا فرض ہے کہ بیوی کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اُٹھائے،[۱] اور بیوی کا فرض ہے کہ شوہر کو ناراض نہ رہنے دے۔[۲]

میاں بیوی کے علیحدہ رہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا جب تک شوہر طلاق نہ دے

سوال:... خودبخود نکاح ٹوٹنے یا ختم ہوجانے کی کون کون سی صورتیں ہیں؟ کیا ان صورتوں میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر سے ایک طویل مدت یعنی ۴-۵ سال یا اس سے بھی زیادہ کے لئے علیحدگی اختیار کئے رکھے؟ شوہر کے سمجھانے بجھانے کے باوجود بھی اس کے گھر نہ آئے، شوہر اس کی کفالت بھی نہ کرے اور اس دوران خط سے بھی رابطہ نہ رہے تو کیا نکاح کو ختم سمجھ لیا جائے گا؟ یا نکاح اب بھی برقرار تصوّر ہوگا؟

جواب:... اگر شوہر نے طلاق نہیں دی تو میاں بیوی کے الگ الگ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوتا۔

چار سال غائب رہنے والے شوہر کا نکاح نہیں ٹوٹا

سوال:... میرے بڑے بھائی کو لاپتہ ہوئے تقریباً چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے، جس کی وجہ سے ہم کافی پریشان ہیں، جبکہ بھابھی چار سال سے میکے میں ہیں، کیا ان چار سالوں میں نکاح ٹوٹ گیا ہے؟ اور کیا میری بھابھی دُوسرا نکاح کرسکتی ہیں؟

جواب:... اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، نہ آپ کی بھابھی دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ عورت مسلمان عدالت سے رُجوع کرے، اپنے نکاح کا اور شوہر کی گمشدگی کا ثبوت شہادت سے پیش کرے، عدالت اس کو چار سال تک انتظار کرنے کی مہلت دے، اور اس عرصے میں عدالت اس کے شوہر کی تلاش کرائے، اگر اس عرصے میں اس کے شوہر کا پتہ نہ چل سکے تو عدالت اس کی موت کا فیصلہ کردے گی۔ اس فیصلے کے بعد عورت اپنے شوہر کی وفات کی عدّت (۱۳۰ دن) گزارے، عدّت ختم ہونے کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

نوٹ:... عدالت اگر محسوس کرے کہ چار سال مزید انتظار کرنے کی ضرورت نہیں، تو اس سے کم مدّت بھی مقرّر کرسکتی ہے (یا حالات کے پیشِ نظر بغیر مزید انتظار کے بھی شوہر کی موت کا فیصلہ کرسکتی ہے)، بہرحال جب تک عدالت اس کے شوہر کی موت کا فیصلہ نہیں کردیتی، اور اس فیصلے کے بعد عورت ۱۳۰ دِن کی عدّت نہیں گزار لیتی تب تک دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔[۳]

---

(۱) النفقة واجبة للزوجة علٰى زوجها ...... نفقتها وكسوتها وسكناها. (هداية ج:۲ ص:۴۳۷، باب النفقة).

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كنت امر أحدًا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (مشكوٰة ص:۲۸۱، باب عشرة النساء).

(۳) ولَا يفرق بينه وبينها ولو بعد مضى أربع سنين خلافًا لمالك فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضى أربع سنين. (شامي ج:۴ ص:۲۹۵). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة ص:۵۹، طبع دارالاشاعت کراچی۔

اپنے شوہر کو قصداً بھائی کہنے سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا

سوال:... کوئی شادی شدہ لڑکی، جس کے دو بچے بھی ہیں، اپنے شوہر کو سب کچھ جانتے ہوئے بھی اگر "بھائی" کہے اور یہ کہے کہ: "میں طلاق چاہتی ہوں، اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے"، تو کیا نکاح باقی رہے گا؟ جبکہ لڑکی کسی بھی صورت میں اپنے سسرال جانے کو تیار نہیں ہے۔

جواب:... لڑکی کے ان الفاظ سے تو طلاق نہیں ہوگی،[1] جب تک کہ شوہر اس کو طلاق نہ دے، اگر وہ اپنے شوہر کے یہاں نہیں جانا چاہتی تو خلع لے سکتی ہے۔[2]

دُوسرے کی بیوی کو اپنی ظاہر کیا تو نکاح پر کوئی اثر نہیں

سوال:... منظور اور سلیم آپس میں دوست ہیں، دونوں سعودی عرب میں کافی عرصے سے مقیم ہیں، منظور کی بیوی کا اِقامہ نہیں ہے، اور سلیم کی بیوی کا اِقامہ ہے۔ سلیم اپنی بیوی کو مکہ مکرّمہ عمرہ کے لئے لے جانا چاہتا ہے، راستے میں پولیس چوکی کی وجہ سے منظور اپنے دوست سلیم کے پاس جاتا ہے کہ بھائی آپ کی بیوی کا اِقامہ ہے لہٰذا آپ، میں اور میری بیوی عمرہ کرنے کے لئے چلیں۔ سلیم، منظور کو مع اس کی بیوی کے اپنی گاڑی میں مکہ مکرّمہ لے جاتا ہے، راستے میں جب چوکی کے قریب پہنچتے ہیں تو منظور اپنی بیوی کو اِحرام کی حالت میں پردے کا حکم دیتا ہے، پولیس والا منظور کی بیوی کے متعلق کہتا ہے کہ اس کا اِقامہ کہاں ہے؟ تو سلیم چوکی پار کرنے کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ: "یہ میری بیوی ہے"۔ اب مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ اصل میں بیوی تو تھی منظور کی، اب منظور کی بیوی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اِحرام کی حالت میں جو پردے کا حکم دیا گیا اس پر دَم بھی واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب:... اس سے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا، البتہ جھوٹ کا گناہ ہوگا اور وہ بھی اِحرام کی حالت میں۔[3] اِحرام کی حالت میں عورت کو چہرے پر نقاب کا ڈالنا تو جائز نہیں مگر پردہ ضروری ہے، نامحرَم مردوں سے کپڑے سے یا کسی اور چیز سے اس طرح پردہ کرے کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے،[4] اور اگر عورت نے اِحرام کی حالت میں تھوڑی دیر کے لئے منہ ڈھک لیا تو اس پر صدقہ لازم آتا ہے۔[5]

---

(۱) لأن الطلاق لَا يكون من النساء. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۱۹۰، باب نكاح الكافر).

(۲) وفي القهستاني عن شرح الطحاوي: السُّنّة إذا وقع بين الزوجين إختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامي ج:۳ ص:۴۴۱، باب الخلع).

(۳) لأن عين الكذب حرام، قلت وهو الحق قال تعالىٰ: قتل الخرّاصون، وقال عليه الصلاة والسلام: الكذب مع الفجور وهما في النار. (شامي ج:۶ ص:۴۲۷، باب الإستبراء وغيره، فصل في البيع).

(۴) انها لَا تغطي وجها إجماعًا اهـ أي وإنما تستتر وجهها عن الأجانب بإسدال شيء متجاف لَا يمس الوجه ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۴۸۸، كتاب الحج، مطلب فيما يحرم بالإحرام وما لَا يحرم).

(۵) لٰكن في تغطية كل الوجه أو الرأس يومًا أو ليلة دم والربع منهما كالكل وفي الأقل من يوم أو من الربع صدقة ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۴۸۸، كتاب الحج، مطلب فيما يحرم بالإحرام وما لَا يحرم).

۲۰ سال سے بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے سے نکاح پر کچھ اثر نہیں ہوا

سوال:... میری ایک بیوی بھارت میں ہے، جبکہ میں پاکستان میں سکونت پذیر ہوں اور گزشتہ ۲۰ سالوں تک میں نے اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کئے، اب میری بیوی پاکستان آرہی ہے، کیا ہم میں میاں بیوی کا رشتہ موجود ہے کہ نہیں؟ آیا ہمارا نکاح قائم ہے کہ نہیں؟

جواب:... اگر آپ نے طلاق نہیں دی تو نکاح قائم ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

بیوی اگر شوہر کو کہے: ''تو مجھے کتے سے بُرا لگتا ہے'' تو نکاح پر کیا اثر ہوگا؟

سوال:... بیوی اگر شوہر کو کہے کہ: ''تو مجھے کتے سے بُرا لگتا ہے'' تو نکاح میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں؟

جواب:... بیوی کے ایسے الفاظ بکنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لیکن وہ گناہگار ہوئی، ایسے الفاظ سے توبہ کرنی چاہئے۔ (۱)

جس عورت کے بیس بچے ہو جائیں کیا واقعی اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال:... ہمارے یہاں کچھ عورتوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی عورت کے بیس بچے ہو جائیں تو اس کا اپنے شوہر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا واقعی یہ شرعی مسئلہ ہے یا عورتوں کی من گھڑت باتیں ہیں؟ میں اکثر سن تو لیتی ہوں لیکن شرعی مسائل کی عدم واقفیت کی وجہ سے زیادہ بحث نہیں کرتی۔

جواب:... عورتوں کا یہ ڈھکوسلا قطعاً غلط اور بیہودہ ہے۔ (۲)

چھوٹی بچی کو ہاتھ لگ جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

سوال:... ایک شخص اپنی منکوحہ کے ساتھ سو رہا تھا کہ اس نے اپنا ہاتھ منکوحہ کے زیرِ ناف رکھا ہوا تھا، اسی دوران نیند آگئی اور رات کے کسی وقت زوجہ اُٹھ کر دُوسری چارپائی پر لیٹ گئی، اسی اثنا میں اس کی چھوٹی بیٹی جس کی عمر تین چار سال ہے وہ جاکر اس کے ساتھ لیٹ گئی، تو اس نے بیٹی کے زیرِ ناف ہاتھ رکھ دیا، لیکن ذرا اجنبیت محسوس ہوئی تو چونک کر اس نے دیکھا کہ بیٹی سوئی ہوئی تھی، اس نے ہاتھ ہٹالیا اور بڑا شرمندہ ہوا، اس پر بیوی حرام ہوگی یا حلال؟

جواب:... تین چار سال کی بچی کو ہاتھ لگانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ اس پر تو اِتفاق ہے کہ پانچ سال تک کی بچی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نو سال یا اس سے زیادہ عمر کی لڑکی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگادینے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے، ۵ سے ۹ سال کی بچی کے بارے میں اختلاف ہے، مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ حرمت

---

(۱) عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسق ...إلخ۔ (بخاری ج:۲ ص:۸۹۳)۔

(۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل، کتاب الطلاق ج:۱۰ ص:۱۲۵۔

ثابت نہیں ہوگی (کذا فی البحر)۔[1]

اگر کسی عورت کو شہوت سے چھولیا تو اُس سے اُس کی اولاد سے اس مرد کا اس کی اولاد کا نکاح شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... اگر کوئی شخص کسی عورت کو شہوت کی وجہ سے چھولے، تو کیا اس عورت سے اس شخص کا نکاح ہوسکتا ہے؟ نیز کیا اس عورت کی بیٹی سے اس شخص کا نکاح ہوسکتا ہے؟ کیا اس عورت کا نکاح اس شخص کی اولاد سے ہوسکتا ہے؟ کیا اس عورت کی اولاد کا نکاح اس شخص کی اولاد سے ہوسکتا ہے؟

جواب:... جو شخص شہوت کے ساتھ کسی عورت کو ہاتھ لگائے، اس کے ساتھ اس آدمی کا نکاح ہوسکتا ہے، مگر اس عورت کی لڑکی کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا،[2] اور اس عورت کی اولاد کے ساتھ یعنی لڑکیوں کے ساتھ اس آدمی کے لڑکوں کا نکاح ہوسکتا ہے، اور اس مرد کی لڑکیوں کے ساتھ اس عورت کے لڑکوں کا نکاح ہوسکتا ہے۔[3]

بیٹی کے ساتھ زِنا کرنے والے شخص کے نکاح کا شرعی حکم

سوال:... زید نے اپنی بیٹی کے ساتھ زِنا کیا، جس کا اِعتراف زید نے کرلیا ہے، اور اس پر زید نے بہت توبہ بھی کی ہے، اس صورت میں زید کا نکاح جو کہ ٹوٹ گیا ہے، اس کے لئے زید اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرے؟ یا پھر پہلے بکر نکاح کرے اور پھر طلاق دے، جس کی عدّت پوری کرکے زید سے اس کی بیوی نکاح کرے؟ آیا اس فعل سے زید کا نکاح ہمیشہ کے لئے تو ختم نہیں ہوگیا؟

جواب:... اس صورت میں زید کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی، اس کو بیوی کی حیثیت سے کسی طرح بھی نہیں رکھ سکتا،[4] اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو زبان سے بھی یہ الفاظ کہہ دے کہ میں نے اس کو طلاق دی، اور عورت عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔[5] بہرحال اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی، واللہ اعلم!

---

(۱) قال في المعراج: بنت خمس لَا تكون مشتهاة إتفاقًا، وبنت تسع فصاعدًا مشتهاة إتفاقًا، وفيما بين الخمس والتسع إختلاف الرواية والمشائخ، والأصح انها لَا تثبت الحرمة. (البحر الرائق، كتاب النكاح ج:۳ ص:۱۰۶ طبع بيروت).

(۲) وحرم أيضًا بالصهرية أصل مزنية أراد بالزنى الوطء الحرام وأصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة ...إلخ. وفي الشامية: فلو كان مانعًا لَا تثبت الحرمة كذا في أكثر الكتب. (شامي ج:۳ ص:۳۲).

(۳) ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (شامي ج:۳ ص:۳۲، فصل في المحرمات).

(۴) وتثبت بالوطىء حلالًا كان أو عن شبهة أو زنًا كذا في فتاوىٰ قاضيخان. فمن زنى بإمرأة حرمت عليه أمّها وإن علت ...إلخ. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۷۴، الباب الثاني في بيان المحرمات).

(۵) وبحرمة المصاهرة لَا يرتفع النكاح حتّٰى لَا يحل لها التزوّج بآخر إلَّا بعد المتاركة وانقضاء العدة. (درمختار ج:۳ ص:۳۷، فصل في المحرمات، كتاب النكاح، طبع سعيد).

محرّماتِ ابدیہ سے نکاح کر کے صحبت کرنے والے کی سزا امامِ اعظمؒ کے نزدیک

سوال:... اگر کوئی محرّماتِ ابدیہ سے نکاح کر کے صحبت کرے تو امامِ اعظمؒ کے نزدیک اس پر حد نہیں، یہ بات کس حدیث یا آیت سے اِستدلال کی گئی وغیرہ، وضاحت طلب ہے۔

جواب:... اگر کوئی شخص... نعوذ باللہ... اپنی محرَم کے ساتھ زِنا کرے، اس پر حد ہے، لیکن اگر اس سے نکاح کرے تو اس پر حدِ زِنا نہیں بلکہ تعزیر اور عقوبتِ بلیغہ یعنی قتل کی سزا جاری ہوگی۔ کیونکہ حد مسلمانوں پر جاری ہوتی ہے اور یہ شخص اپنی محرَم سے نکاح کر کے مرتد ہوگیا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ (جو امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں) کا قول ہے۔ اس کی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں حضرت ابوبردہ بن نیار کو جھنڈا دے کر ایک ایسے شخص کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے اس کی وفات کے بعد نکاح کرلیا تھا کہ اس کی گردن اُڑادو، یا یہ فرمایا کہ اس کو قتل کردو۔[1]

(ابوداؤد ج:۲ ص:۲۵۶، ترمذی ج:۱ ص:۱۶۲، نسائی ج:۲ ص:۸۴، ابن ماجہ ص:۱۸۷، موارد الظمآن ص:۲۶۴، طحاوی ج:۲ ص:۹۶، مصنف عبدالرزاق ص:۱۷)۔

کسی کو شہوت سے چھونے سے اس کی اولاد سے نکاح حرام ہے

سوال:... زید، عمر کی سالی سے نکاح کا خواہش مند ہے، مگر عمر کی ساس نے زید کے ایسے حصے کو عمداً ہاتھ لگایا جس کی وجہ سے وہ شہوت میں آگیا، مگر زید نے اُس کو اپنی ماں کا مرتبہ دیا ہوا ہے، اب اس صورت میں جبکہ عمر کی سالی بھی چاہتی ہے اور عمر کی ساس کی عمر بھی اس وقت ۴۵ سال ہے، اب شریعت کی رُو سے ان کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو زید کس طرح انکار کرے؟

جواب:... جس عورت نے زید کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے، اس کی لڑکی سے زید کا نکاح نہیں ہوسکتا،[2] زید کو چاہئے کہ کسی مناسب عنوان سے گھر والوں کو کہہ دے کہ وہ اس رشتے کو پسند نہیں کرتا، واللہ اعلم!

بیٹی کے سر پر دوپٹے کے اُوپر سے بوسہ دینے سے حرمتِ مصاہرت

سوال:... میں انگلینڈ سے تبلیغی جماعت کے سلسلے میں آیا ہوا ہوں۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ جو آدمی اپنی بیٹی یا ساس کو بدنیتی یا شہوت کی وجہ سے چھوئے گا اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری بیٹی پاکستان میں دِینی تعلیم

---

(۱) عن البراء بن عازب قال: مَرَّ بی خالی أبو بردة بن نیار ومعه لواء فقلتُ: أین ترید؟ فقال: بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم إلٰی رجل تزوج إمرأة أبیه أن آتیه برأسه۔ (جامع الترمذی واللفظ لهٗ ج:۱ ص:۱۶۲، أبواب الأحکام)۔

(۲) وکما تثبت هٰذه الحرمة بالوطء وتثبت بالمس ...... فإن نظرت المرأة إلٰی ذکر رجل أو لمسته بشهوة أو قبلته بشهوة تعلقت به حرمة المصاهرة، کذا فی الجوهرة النیرة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۴)۔ أیضًا: وحرم أیضًا بالصهریة أصل مزنیته ..... وأصل ممسوسته بشهوة ...... بحائل لا یمنع الحرارة .... وفروعهن مطلقًا۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۳۳، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

حاصل کر رہی تھی، آج سے تقریباً چار سال پہلے جب وہ مدرسے میں چار سال پڑھنے کے بعد واپس انگلینڈ آئی تو میں نے اس کے سر پر دوپٹے کے اُوپر بوسہ دیا تھا، اس وقت کوئی غلط نیت میری نہیں تھی، لیکن اس کے بعد غیر ارادی اور غیر اِختیاری طور پر میرے دِماغ میں شہوت کی ایک لہر سی اُٹھی تھی، اور عضوِ تناسل میں معمولی ایستادگی بھی آگئی تھی، اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:... چونکہ سر کپڑے کے اندر تھا، کپڑے کے بغیر اس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا، اس لئے حرمت ثابت نہیں ہوئی،[1] واللہ اعلم!

ساس کو شہوت سے ہاتھ لگانے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجائے گی

سوال:... ایک بندے نے جو کہ شادی شدہ بھی ہے، اپنی ساس کو غلط ارادے (شہوت سے) ہاتھ لگایا ہے، سنا یہ ہے کہ اس کی بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ آدمی طلاق دے تو دو تین خاندانوں میں قتل و غارت شروع ہوجائے گی، اور اس آدمی کی بہنوں کو بھی طلاق ہوجائے گی، جو کہ اس کی ساس کے لڑکوں کے گھر میں ہیں، بہت بڑی بدامنی پھیلنے کا اندیشہ ہے، اور یقیناً بھاری پیمانے پر تباہی کا خطرہ ہے، اور بہت سے رشتے ٹوٹنے کا ڈر ہے، معاملہ کچھ ایسا باریک ہے کہ بہت سے فساد اور نقصان کا اندیشہ ہے۔ طلاق تو کسی صورت میں اُس آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، اب کیا کرنا چاہئے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جلدی جواب کی درخواست ہے۔

جواب:... ساس کے ساتھ غلط حرکت کرنے سے حرمتِ مصاہرت پیدا ہوجاتی ہے، اور بیوی حرام ہوجاتی ہے۔[2] اس کو جدا کردینا ضروری ہے۔[3] اگر ظاہری طور پر جدا نہ کرسکے تو دِل میں جدا کرنے کی نیت کرلے اور ساری عمر اس سے تعلق زن شوئی نہ رکھے، واللہ اعلم!

کسی عورت کے مقامِ خاص پر ہاتھ لگانے یا ایک دُوسرے پر ستر کھولنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی

سوال:... اگر کوئی عاقل و بالغ مرد کسی عورت کو غلط نیت سے قابلِ اِعتراض مقام پر صرف ہاتھ لگائے اور زِنا وغیرہ نہ کرے، یا اگر اسی طرح دو عاقل و بالغ مرد و عورت ایک دُوسرے پر اپنا ستر کھول دیں، لیکن اور کچھ نہ کریں، تو ان دونوں صورتوں میں وہی مرد اس

---

(۱) وأصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لَا يمنع الحرارة۔ وقال الشامی: فلو كان مانعًا لَا تثبت الحرمة، كذا في أكثر الكتب۔ (شامی ج:۳ ص:۳۲، فصل في المحرمات، كتاب النكاح)۔

(۲) وحرم أيضًا بالصهرية ...... وأصل ممسوسته بشهوة ...... بحائل لَا يمنع الحرارة ..... وفروعهن مطلقًا۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۳۳)۔ وكما تثبت هٰذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۴، الباب الثاني في بيان المحرمات)۔

(۳) وبحرمة المصاهرة لَا يرتفع النكاح حتّٰى لَا يحل لها التزوّج بآخر إلّا بعد المتاركة وانقضاء العدة۔ (درمختار ج:۳ ص:۳۷، فصل في المحرمات، كتاب النكاح)۔

عورت کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... غلط نیت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے اس عورت کی بیٹی حرام ہوجاتی ہے۔ [1]

ناجائز تعلقات والی عورت کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال:... محترم! میرے پڑوس میں ایک خاتون رہتی تھیں، غربت کی وجہ سے اور شوہر نہ ہونے کی وجہ سے پڑوس کا ایک لڑکا اُس کی کافی مدد کرتا تھا، اور ان کی بیٹیاں جو کہ پہلے شوہر سے ہیں، اُن کے اِخراجات بھی وہ برداشت کرتا تھا، جس کی وجہ سے خاتون نے اُس کو بغیر نکاح کے شوہر کا درجہ دے دیا اور وہ تقریباً ۱۵ سال تک میاں بیوی کی طرح زندگی گزارتے رہے۔ اب اس خاتون کی لڑکیاں جوان ہوگئی ہیں، اور وہ شخص جو ہے، اِسی خاتون کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، جب اس خاتون نے اُس سے کہا کہ تم اِن لڑکیوں کے لئے محرَم ہو، تو اس نے جواب دیا کہ میرا تمہارا نکاح تو نہیں ہوا، اور میں یہ شادی کرسکتا ہوں۔ برائے مہربانی یہ بتائیں کہ شریعت کی رُو سے یہ شادی جائز ہے کہ نہیں؟

جواب:... اگر اس لڑکے کے اس خاتون کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے تو اس کی لڑکیوں سے نکاح جائز نہیں۔ [2]

حرمتِ مصاہرت کے لئے شہوت کی مقدار

سوال:... علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرد کسی عورت کو لمس کرتا ہے شہوت کے ساتھ، لیکن اس کو شہوت پہلے موجود تھی۔ بعد میں اس نے کسی عالم سے پوچھا، پھر اس عالم نے کہا کہ اگر پہلے شہوت موجود ہے تو شہوت کا بڑھنا شرط ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ چلو میں کسی اور مسلک کو اِختیار کرتا ہوں جس میں حرمتِ مصاہرت لمس سے نہ ہو۔ پھر تقریباً ایک سال گزرا تو اس شخص نے ''ہدایہ ثانی'' اور ''شرح وقایہ'' میں وضاحت سے پڑھا کہ شہوتِ لمس وہ معتبر ہے جس سے اس کا ذَکر منتشر ہو، اگر ذَکر پہلے سے منتشر ہے تو لمس کی وجہ سے اِنتشار زیادہ ہوگیا ہو۔ اب اس نے غور کیا کہ لمس کی وجہ سے اِنتشار بڑھا، یا نہیں؟ تو اس کو شبہ نظر آیا۔ اور پہلے ''کنز الدقائق'' میں صرف یہ پڑھا کہ لمس بہ شہوت سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، یہ معلوم نہ تھا کہ لمس بہ شہوت کی تعریف کیا ہے؟ اور میرے دماغ میں صرف یہ تھا کہ لمس بہ شہوت وہ ہے جو عورت کو لمس کرنے سے مذی نکلے۔ پھر عالم سے اس بنا پر سوال کیا تھا کہ اگر شہوت پہلے موجود ہے؟ تو اس نے کہا کہ: پھر شہوت زیادہ ہو۔ تو اَب ''ہدایہ ثانی'' پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ لمس بہ شہوت کی تعریف یہ ہے۔ اور تعریف معلوم ہونے کے بعد عقل سے غور کرتا ہوں تو شبہ نظر آرہا ہے، تو اَب اس شبہ کا اِعتبار کروں یا نہیں؟ کیا اس صورت میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور علماء نے بھی یہ نہ پوچھا کہ لمس بہ شہوت کی تعریف آپ کو معلوم ہے؟ اور اَب عقل سے غور کرتا ہوں تو شبہ نظر آتا ہے۔ تو اس مسئلے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ ایک سال تقریباً سوچنے کے بعد شبہ کا اِعتبار کیا جائے گا یا

---

(۱) وحرم أيضًا بالصهرية ...... وأصل ممسوسته بشهوة .... بحائل لَا يمنع الحرارة ...... وفروعهن مطلقًا والعبرة للشهوة عند المس۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۳۳، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات)۔

(۲) فمن زنى بامرأة حرمت عليه أُمّها وإن علت وابنتها وإن سفلت ...إلخ۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۷۴)۔

نہیں؟ اب دریافت طلب اُمور یہ ہیں:

۲:... اگر شبہ کا اِعتبار کیا جائے گا تو وہ عورت سے کیسے پوچھے کہ آپ کو شہوت تھی یا نہیں؟ یا عورت کی شہوت کا اِعتبار نہیں کیا جائے گا؟

۳:... اگر دُوسرے مذہب پر کلی طور پر چلے تو صحیح ہے یا نہیں؟ حالانکہ سارے مذاہب حق ہیں، جو بھی آدمی راستہ لے لے۔

جواب:... **"دع ما یریبک إلٰی ما لَا یریبک"**[1] حدیثِ نبوی ہے۔ جب شہوت کا وجود متیقن ہے اور ازدیادِ شہوت میں شبہ ہے، تو حلال وحرام کے درمیان اِشتباہ ہوگیا۔ اور مشتبہ کا ترک بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح حرام کا۔[2]

علاوہ ازیں اقرب یہ ہے کہ اِنتشارِ آلہ بھی تصورِ لمس سے ہوا ہوگا، اور لمس سے اس میں زیادتی اَقرب اِلی القیاس ہے، اس لئے نفس کی تأویلات لائقِ اِعتبار نہیں، حرمت ہی کا فتویٰ دیا جائے گا۔

۳:... مذاہبِ اَربعہ برحق ہیں، لیکن خواہشِ نفس کی بنا پر ترکِ مذہب الیٰ مذہب حرام ہے،[3] اور اس پر مذاہبِ اَربعہ متفق ہیں، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اِنتقالِ مذہب کی اِجازت نہیں، **هٰذا ما ظهر لی واللہ أعلم بالصواب!**

---

(۱) مشکوٰۃ ص:۲۴۲، باب الکسب وطلب الحلال، طبع قدیمی۔

(۲) إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام. (الأشباہ والنظائر ج:۱ ص:۱۴۴ طبع إدارۃ القرآن)۔

(۳) أما إنتقال غیرہ من غیر دلیل بل لما یرغب من عرض الدنیا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتأدیب والتعزیر لارتکابه المنکر فی الدین واستخفافه بدینه ومذهبه. (رد المحتار ج:۴ ص:۸۰، باب التعزیر)۔

شادی کے متفرّق مسائل

گھر سے دُور رہنے کی مدّت

سوال:... ہم یہاں (دیارِ غیر میں) ایک سال کے عرصے سے ہیں، لیکن اسلام ہمیں بیوی سے دُور رہنے کی کتنی مدّت تک اجازت دیتا ہے؟

جواب:... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے لئے یہ حکم نافذ فرمایا تھا کہ وہ چار مہینے سے زیادہ اپنے گھروں سے غیرحاضر نہ رہیں۔ جو لوگ کمائی کرنے کے لئے باہر ملکوں میں چلے جاتے ہیں اور جوان بیویاں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں وہ بڑی بے انصافی کرتے ہیں۔ اور پھر بعض ستم بالائے ستم یہ کرتے ہیں کہ اپنی بیویوں کو حکم دے جاتے ہیں کہ ان کے والدین کی اور بھائی بہنوں کی "خدمت" کرتی رہیں۔ وہ بے چاریاں دہرے عذاب میں مبتلا رہتی ہیں، شوہر کی جدائی اور اس کے گھر والوں کا توہین آمیز رویہ۔ اور بعض یہ ظلم بھی کرتے ہیں کہ باہر ملک جاکر وہاں ایک اور شادی رچالیتے ہیں، اس کا نتیجہ بسااوقات "خانہ بربادی" نکلتا ہے اور بعض اوقات "غلط روی"۔ اگر اس بے زبان کو یونہی اُدھر میں لٹکانا تھا تو اس کو قیدِ نکاح میں لانے کی کیا ضرورت تھی...؟[1]

لڑکی کے نکاح کے لئے پیسے مانگنے والے والدین کے لئے شرعی حکم

سوال:... شریعت کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے کہ والدین لڑکی کے نکاح کے لئے لڑکے سے پیسے وصول کریں؟ جیسا کہ پاکستان کے بعض حصوں میں رواج ہے۔

جواب:... اگر لڑکی کے والدین غریب ہوں اور نکاح میں اعانت کے طور پر لڑکے والے ان کی کچھ مدد کریں تو کوئی مضائقہ نہیں، ورنہ نکاح میں صرف مہر لینا جائز اور دُرست ہے، اس کے علاوہ کسی قسم کی رقم لینا دُرست نہیں۔[2] اور مہر یا زیورات وغیرہ کا چڑھاوا

---

(۱) ان عمر رضی الله عنه لما سمع فی اللیل إمرأة تقول: فوالله لو لا الله نخشی عواقبه، لزحزح من هذا السریر جوانبه. فسأل عنها، فإذا زوجها فی الجهاد، فسأل بنته حفصة: کم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر! فأمر امراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوّج عن أهله أکثر منها. (شامی ج:۳ ص:۲۰۳، باب القسم).

(۲) أخذ أهل المرأة شیئًا عند التسلیم فللزوج أن یستردّه لأنه رشوة أی بأن ألجا أن یسلمها أخوها أو نحوه حتّٰی یأخذ شیئًا. (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب النکاح، قبیل مطلب فی دعوی الأب ان الجهاز عاریة ج:۳ ص:۱۵۶).

بھی عورت کی ملکیت میں ہوتا ہے،[۱] والدین کو اس کی وصولی کا حق نہیں، جب تک کہ لڑکی والدین کو ہبہ نہ کردے۔[۲] باقی والدین کے لئے لڑکی کے عوض یا رشوت کے طور پر کچھ رقم لینا شریعت سے ثابت نہیں۔

لڑکی والوں سے دُولہا کے جوڑے کے نام پر پیسے لینا

سوال:...فلاں علاقے سے جن لوگوں کا تعلق رہا ہے ان کے ہاں شادی پر ایک رسم (شرط) یہ ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے دُولہا کے جوڑے کے نام پر دو چار یا دس بیس ہزار روپے نقد لیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ میں نے سنا ہے کہ حرام ہے۔

جواب:...شریعت نے نکاح کی مد میں عورت کا خرچہ شوہر کے ذمہ لازم کیا ہے،[۳] لڑکی یا لڑکی والوں پر شوہر کے لئے کوئی چیز بھی لازم نہیں، اگر کوئی اپنی خواہش سے ہدیہ یا تحفہ ایک دُوسرے کو دیتا ہے تو اس سے منع نہیں کیا۔ آپ نے جس رقم کا ذکر کیا ہے وہ ہدیہ یا تحفہ تو ہے نہیں، بلکہ بقول آپ کے شادی کی شرط ہے، اس لئے اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔[۴] ایسی غیرشرعی رسمیں مختلف معاشروں میں مختلف ہیں، مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان تمام غیرشرعی رُسوم کو ختم کردیں۔

شادی میں تحفہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:...شادی بیاہ کی تقاریب میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں، وہ تحائف یا پیسے دیتے ہیں، اس لین دین میں جو باتیں عام پائی جاتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱:...جو لوگ ان تقاریب میں تحائف یا پیسے نہیں دیتے، ان کو لوگ بُرا سمجھتے ہیں۔

۲:...اگر لوگوں کے پاس دینے کو کچھ نہیں ہوتا، پھر بھی قرض لے کر دیتے ہیں، یا نہیں جاتے اور اپنی انا کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔

۳:...میرے دفتر میں ایک شخص گالی دیتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ اس مہینے میں تین شادیاں ہیں، اور تینوں میں ۱۰۱ روپے دینے ہیں۔

۴:...یہ بات بھی بہت عام ہے کہ جس کے گھر شادی ہوتی ہے تو اس موقع پر جو لوگ پیسے یا تحائف دیتے ہیں ان کی ایک لسٹ بنائی جاتی ہے کہ کس نے کیا دیا ہے؟ تاکہ اگلی دفعہ ان کو بھی اتنے ہی پیسے دیئے جائیں۔

---

(۱) لأن المهر حقها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۵)۔ أيضًا: المختار للفتوىٰ ان يحكم بكون الجهاز ملكًا لَا عارية۔ (شامي ج:۳ ص:۱۵۷، باب المهر، مطلب في دعوى الأب ان الجهاز عارية)۔

(۲) عن أبي صالح قال: كان الرجل إذا زوج إبنته أخذ صداقها دونها فنهاهم الله عن ذالك ونزل: وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة، رواه ابن ابي حاتم وابن جرير۔ (تفسير ابن كثير ج:۲ ص:۱۹۱ سورة النساء، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۳) ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية .... فتجب للزوجة بنكاح صحيح .... علىٰ زوجها لأنها جزاء الإحتباس۔ (الدر المختار مع ردالمحتار ج:۳ ص:۵۷۲، باب النفقة)۔

(۴) ولو أخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم، فللزوج أن يسترده لأنه رشوة۔ (فتاوىٰ عالمگيرى، الفصل السادس عشر في جهاز البنت ج:۱ ص:۳۷۱، أيضًا: رد المحتار، باب المهر ج:۳ ص:۵۱۶)۔

۵:... یہ بات بھی بہت عام ہے کہ کچھ لوگ اپنی حیثیت کی وجہ سے اگر ۵۰۰ روپے دیتے ہیں تو جب ان کے ہاں کوئی تقریب ہوتی ہے تو لوگ ان کو بھی اتنے ہی پیسے دیتے ہیں، جبکہ دینے والے کی حیثیت نہیں ہے۔

۶:... خاندان کی شادیوں کے موقع پر تحفوں کی لین دین میں اس بات کا اعتراض عام ہے کہ فلاں کی شادی میں تو آپ نے اتنا قیمتی تحفہ دیا، لیکن ہمارے گھر کی شادی میں آپ نے معمولی تحفہ دیا۔

۷:... میرے دفتر میں جب کسی کے بچے کی شادی ہوتی ہے تو دفتر والے آپس میں پیسے ملا کر ایک تحفہ دیتے ہیں، اور دینے والوں کے نام کی ایک لسٹ بنتی ہے جس میں ہر ایک کے نام کے آگے ان کی دی ہوئی رقم بھی لکھی جاتی ہے، میں نے یہ لسٹ بنانے سے منع کیا، تو سب کا جواب یہ ملا کہ یہ کیسے پتا چلے گا کہ کس نے کتنے پیسے دیئے ہیں؟ اور ایک صاحب نے تو یہ بھی کہا کہ یہ تو قرض ہوتا ہے۔

۸:... لوگ اس حدیث کی طرف اِشارہ کرتے ہیں کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''آپس میں تحفہ تحائف دینے سے محبت بڑھتی ہے۔'' مندرجہ بالا باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف رسمی لین دین ہے اور اس میں اِخلاص نہیں ہے، کیا مندرجہ بالا باتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان تقاریب میں تحفہ تحائف کا لین دین شرعاً جائز ہے؟

جواب:... تحفہ تحائف کے لینے دینے سے واقعی محبت بڑھتی ہے، اور حدیث شریف میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔[1] لیکن شادی بیاہ کے موقعوں پر جس طرح لین دین کیا جاتا ہے، اس کو ''تحفہ'' کی بجائے ''تاوان'' یا زبردستی غصب کہنا صحیح ہوگا۔ اس لئے یہ لین دین جائز نہیں۔ میں کسی عزیز کی شادی بیاہ پر اس کو ہدیہ ضرور پیش کرتا ہوں، لیکن نہ اس سے واپس لینے کی نیت ہوتی ہے، اور نہ یہ یاد رکھتا ہوں کہ کس کو کتنا دیا، بس جو توفیق ہو اِظہارِ محبت کے لئے پیش کر دیتا ہوں، اور دے کر بھول جاتا ہوں۔ اگر اس طرح دیا جائے تو جائز ہے، ورنہ ''تاوان'' ہے۔

لڑکے والوں سے ''معمول'' کے نام کے پیسے لینے کی رسم قبیح ہے

سوال:... ہمارے علاقے میں رِواج ہے کہ جب کوئی منگنی کرتا ہے یا شادی کرتا ہے تو اس آدمی سے کچھ رقم لیتے ہیں، اس رقم کو ''معمول'' کہتے ہیں، اس کا لینے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب نکاح ہوجاتا ہے تو اس کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے ایک آدمی لڑکے والوں کے سامنے آکر بیٹھ جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ہمارا معمول دے دو، یعنی نکاح خواں کے پیسے دے دو، محلے کے نمبردار کے پیسے دے دو، محلے کے نوجوانوں کے پیسے دے دو، محلے کے بوڑھوں کے پیسے دے دو، محلے کے غریبوں کے پیسے دے دو، مہندی کے پیسے دے دو، وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسا رِواج ہے کہ کبھی کبھی لڑکے کا باپ اپنی طرف سے نعرہ لگاتا ہے کہ آجاؤ اور اپنا معمول لے جاؤ۔ یہ ایک ایسی رسم ہے کہ غریب لوگ جب شادی کرتے ہیں تو اس معمول کو اَدا کرنے کی غرض سے قرض لیتے ہیں اور اگر معمول نہ دیں تو عار

---

(۱) عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: تهادوا فإن الهدية تذهب الضغائن. وعن أبی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: تهادوا فإن الهدية تذهب وحر الصدور ...إلخ. (مشکوٰة ص: ۲۶۱).

دِلاتے ہیں کہ اس نے اپنے بھائی یا بیٹے کی شادی یا منگنی کے موقع پر معمول نہیں دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رسم قبیح ہے یا نہیں؟ اور اس طرح سے رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... شادی بیاہ کے موقع پر دُولہا والے یا دُلہن والے جو کچھ اپنی رضا و رغبت سے دے دیں، اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس قسم کی چیزوں کو باقاعدہ رسم کی شکل دے کر اس کو لازم سمجھنا اور پھر اس قسم کے لین دین کو تصدق کہنا دُرست نہیں، اس لئے کہ تصدق تو فقراء پر کیا جاتا ہے، جبکہ اس موقع پر لینے والوں میں بہت سے امیر ہوتے ہیں اور اَمیروں کو صدقہ لینا جائز نہیں ہے، لہٰذا اس قسم کے لین دین کو تصدق کہہ کر اس کا جواز پیدا کرنا جائز نہیں، اور پھر جب اس قبیح رسم کی وجہ سے بہت سے نادار لوگوں پر قرضے کا بوجھ پڑتا ہے اس لئے اس رسم کو مزید فروغ نہیں دینا چاہئے۔

شادی کے موقع پر رِشتہ داروں کی طرف سے تحائف دینا

سوال:... شادی کے موقع پر رِشتہ داروں کی طرف سے لڑکی کو تحفے تحائف اور ہدایا دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... ہدیہ، ہدیہ ہو تو جائز ہے، قرض ہو تو صحیح نہیں۔

رِشتہ داروں اور دوستوں کی طرف سے دُولہا کو تحفے تحائف دینا

سوال:... رِشتہ داروں اور دوستوں کی طرف سے دُولہا کو تحفے تحائف پیش کرنا کیسا ہے؟

جواب:... تحفہ اظہارِ محبت کے لئے ہوتا ہے، واقعی اسی مقصد کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں، مگر واپسی کی توقع نہ رکھی جائے۔

دُولہا کو غیرمحرَم عورتوں کا دیکھنا جائز نہیں

سوال:... شادی کے موقع پر غیرعورتوں کا دُولہا کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب دُولہا ''سلامی'' کے لئے جاتا ہے۔

جواب:... ''سلامی'' کے لئے دُولہا کا غیرعورتوں میں جانا اور ایک دُوسرے کو دیکھنا شریعت کے خلاف اور کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔[1]

نیوتہ کی رسم

سوال:... شادی کی تقریب میں جو کھانا کھلاتے ہیں جسے ''ولیمہ'' کہا جاتا ہے، جو شادی کے دُوسرے دن کیا جاتا ہے، بعض حضرات تو کئی دنوں کے بعد ولیمہ کرتے ہیں، اور اس کھانے کے بعد وہ لوگ کھانا کھانے والوں سے کچھ رقم لیتے ہیں، ۵۰ یا ۱۰۰ جیسی بھی حیثیت ہو اس حساب سے، یا پھر جتنے دیئے ہوتے ہیں، اتنے یا اس سے زیادہ وصول کرتے ہیں، جسے ''نیوتہ'' کہتے ہیں، اور لینے

---

(۱) ''قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذٰلك ازكٰى لهم، ان الله خبير بما يصنعون۔ وقل للمؤمنٰت يغضضن من أبصارهن ... الخ۔ (النور: ۳۰، ۳۱)۔ أيضًا: دیکھئے: كفاية المفتي ج: ۹ ص: ۸۸، كتاب الحظر والإباحة۔

والا اس نیت سے لیتا ہے کہ میں آئندہ اس کے ولیمے میں ۱۰۰ کی بجائے ۱۵۰ دُوں گا، اور دینے والا بھی اس نیت سے دیتا ہے کہ مجھے آئندہ اس سے زیادہ رقم ملے گی، تو کیا اس نیت سے نیوتہ لینا اور دینا جائز ہے؟ اور اگر لینے کی نیت نہ ہو، صرف اس لئے دے کہ کہیں رشتہ داروں سے قطع تعلقی نہ ہو، یا پڑوس والے بُرا نہ محسوس کریں، اور نہ لینے کی نیت سے کچھ رقم دے کر ولیمہ کھالے تو کیا اس طریقے سے کھانا کھانے والے پر بھی گناہ ہوگا؟ حالانکہ اس کی واپس لینے کی نیت نہیں ہے۔

جواب:... میاں بیوی کی تنہائی جس رات ہو، اس سے اگلے دن ولیمہ حسبِ توفیق مسنون ہے۔[1] نیوتہ کی رسم بہت غلط ہے، اور بہت سی بُرائیوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے واپس لینے کی نیت سے ہرگز نہ دیا جائے، جو کچھ دینا ہے، ہدیہ کی نیت سے دے دیا جائے، واپسی کی نہ نیت ہو، نہ توقع ہو۔

شادی میں ہندوانہ رُسوم جائز نہیں

سوال:... سالہا سال سے شادی بیاہ کے مواقع پر ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں ہندوانہ رسمیں نبھائی جاتی ہیں، انہی رسموں میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ لڑکی والے یہ جانتے ہوئے بھی کہ مرد کو سونا پہننا حرام ہے، شادی پر سونے کی انگوٹھی لڑکے کو دیتے ہیں اور دُولہا کو وہ انگوٹھی پہننا ضروری ہوتی ہے، کیونکہ مرد کے ہاتھ کی اُنگلی میں صرف چاندی کی انگوٹھی اس بات کی نشانی سمجھی جاتی ہے کہ اس شخص کی منگنی ہوچکی ہے، اور شادی کے بعد یہ بتانے کے لئے کہ اب شادی بھی ہوچکی ہے دُولہا سونے کی انگوٹھی پہنے رہتا ہے۔ اس کے علاوہ دُولہا کے ہاتھوں میں مہندی بھی لگائی جاتی ہے۔ نصیحت کرنے پر جواب یہ ملتا ہے کہ: ''خوشی میں سب کچھ جائز ہوتا ہے!'' کیا واقعی خوشی میں سب جائز ہوتا ہے؟

جواب:... شادی کی یہ ہندوانہ رسمیں جائز نہیں، بلکہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہیں۔[2] اور ''خوشی میں سب کچھ جائز ہے'' کا نظریہ تو بہت ہی جاہلانہ ہے، قطعی حرام کو حلال اور جائز کہنے سے کفر کا اندیشہ ہے۔[3] گویا شیطان صرف ہماری گنہگاری پر راضی نہیں بلکہ اس کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان، گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھیں، دِین کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہ جانیں، تاکہ صرف گنہگار نہیں بلکہ کافر

---

(۱) اتخذ وليمة قال ابن الملك تمسك بظاهر من ذهب إلٰى ايجابها والأكثر علٰى أن الأمر للندب قيل انها تكون بعد الدخول وقيل عند العقد وقيل عندهما واستحب أصحاب مالك أن تكون سبعة أيام والمختار انه علٰى قدر حال الزوج. (مرقاة ج:۳ ص:۴۵۰ باب الوليمة).

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (مشكوٰة ص:۳۷۵). وعن عمر بن شعيب عن أبيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس منا من تشبه بغيرنا ...إلخ. (مشكوٰة ص:۴۰۰). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''بہشتی زیور'' حصہ ششم، ''بیاہ کی رسموں کا بیان'' ص:۴۲۹،۲۰۔

(۳) فى البحر أن من اعتقد الحرام حلالًا فإن كان حرامًا لغيره كمال الغير لَا يكفر وإن كان لعينه فإن كان دليله قطعيًا كفر وإلّا فلا وقيل التفصيل فى العالم، أما الجاهل فلا يفرق بين الحرام لعينه ولغيره وانما الفرق فى حقه أن ما كان قطعيا كفر به وإلّا فلا ...إلخ. (ردالمحتار ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد).

ہوکر مریں۔ مرد کو سونا پہننا اور مہندی لگانا نہ خوشی میں جائز ہے نہ غمی میں۔[1] ہم لوگ شادی بیاہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو بڑی جراَت سے توڑتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ایسی شادی آخرکار خانہ بربادی بن جاتی ہے۔

شادی میں سہرا باندھنا

سوال:... چند دن قبل آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ: ''سہرا باندھنا ہندوانہ اور مشرکانہ رسم ہے'' ایک صاحب کا کہنا ہے کہ یہ شرک کہاں سے ہوگیا؟ شرک تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنے سے لازم آتا ہے۔ اور وہ فتویٰ لکھالایا جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ملکی ثقافت ہے۔ فتویٰ ارسالِ خدمت ہے۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ جو کام ہندو کریں وہ اگر رسم ہوتی تو وہ سامنے رکھ کر کھانا کھاتے ہیں تو کیا سامنے رکھ کر کھانا کھانا ہندوانہ رسم ہوگئی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''مت کھڑے ہو، جیسا کہ یہودی کھڑے ہوتے ہیں'' تو کیا کھڑے ہونا یہودیوں کی رسم ہوگئی؟ سہرا تب ہندوانہ رسم کہلاسکتا ہے جب اسے ہندوؤں کی تقلید سمجھ کر پہنا جائے، نہ یہ کہ اپنے ملک کی ثقافت سمجھ کر۔ آپ اس بارے میں دُوسرے فریق کا فتویٰ سامنے رکھ کر جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:...آپ نے مولوی صاحب کا جو فتویٰ بھیجا ہے اس میں موصوف نے اس پر زور دیا ہے کہ: ''شادی بیاہ کے رسم ورِواج، سہرابندی وغیرہ مسلمانوں کا ثقافتی ورثہ ہے، جس کو قدیم زمانے سے مسلمان اپنے سینے سے لگائے چلے آتے ہیں'' مگر موصوف کا یہ فتویٰ اور ان کا اندازِ اِستدلال صحیح نہیں۔

اصل قصہ یہ ہے کہ یہ رسم ورواج ہندوؤں کے شعار تھے، جو لوگ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے بہت سے ہندوانہ طور وطریق پر عمل پیرا رہے۔[2] یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم کے گھروں میں ان رُسوم کو اِختیار نہیں کیا گیا، اس لئے اس کو مسلمانوں کا ثقافتی ورثہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ زمانۂ قدیم سے ہندوؤں کا ثقافتی ورثہ ضرور ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرقوموں کی مخصوص تہذیب وثقافت اپنانے سے ہمیں منع فرمایا ہے:

''من تشبه بقوم فهو منهم۔'' (مسندِاحمد ج:۲ ص:۵۰)

ترجمہ:... ''جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔''

یہیں سے موصوف کی دلیل کا جواب بھی نکل آتا ہے، کہ ہندو سامنے رکھ کر کھاتے ہیں تو کیا یہ بھی ہندوانہ رسم ہے؟ جواب یہ ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر تو سبھی کھاتے ہیں، پیچھے رکھ کر کون کھاتا ہے؟ اس لئے یہ ہندوؤں کا خاص رواج نہ ہوا۔ ہاں! اگر کوئی ہندو کسی مخصوص وضع سے کھاتے ہوں تو وہ وضع ضرور ہندوانہ رسم ہوگی، اور اُمتِ مسلمہ کے لئے اس کا اپنانا جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح کھڑے تو

---

(۱) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن خاتم الذهب۔ (مسلم شريف ج:۲ ص:۱۹۵)۔ لأن النص حرم الذهب والحرير على ذكور الأمّة بلا قيد البلوغ .... وفي البحر الزاخر: ويكره للإنسان أن يخضب بيديه ورجليه ...إلخ۔ (شامي ج:۶ ص:۳۶۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس)۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''بہشتی زیور'' حصہ ششم، بیاہ کی رسموں کا بیان ص:۴۲۹،۲۰۔

سبھی ہوتے ہیں، لہٰذا کھڑا ہونا تو یہودیانہ رسم نہ ہوئی، نہ اس کی ممانعت فرمائی گئی، البتہ یہودیوں کے کھڑے ہونے کی خاص وضع ضرور یہودیانہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی۔ فتاویٰ رشیدیہ سے جو مسئلہ نقل کیا گیا ہے اس کو ہمارے زیرِ بحث مسئلے سے کوئی تعلق نہیں، وہ مسئلہ تو فقہ کی ساری کتابوں میں لکھا ہے کہ چاندی کا گوٹا ٹھپا مرد کو چار اُنگشت تک جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں۔[1] موصوف کا یہ کہنا کہ: ''سہرا بھی انہی چیزوں سے بنتا ہے، جب یہ جائز ہیں تو سہرا بھی جائز ہے'' یہ ایسی ہی دلیل ہے جو ایک شخص نے پیش کی تھی کہ انگور اور منقیٰ بھی حلال، پانی بھی حلال، جب ان کے ملنے سے شراب بن جائے تو وہ بھی حلال ہونی چاہئے۔ گوٹا، ٹھپا، کناری کے حلال ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ ہندوؤں کی رسم بھی جائز ہے...؟

صحابہ کرامؓ اور شادی بیاہ کی رسمیں

سوال:... مسائل کی نوعیت ہر دور میں مختلف رہی ہے، جہاں اور بہت سے قومی و ملکی مسائل درپیش ہیں، انہی میں سے ایک سماجی مسئلہ شادی بیان کے رسم و رِواج سے متعلق ہے، قطع نظر اس کے کہ ہر علاقے یا طبقے کے راہ و رسم کیا ہیں؟ اور کس حد تک اسلام کے خلاف ہیں؟ میں صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں اس بارے میں کیا حکم ہے؟ صحابہ کرامؓ کی شادیاں کس نوعیت کی تھیں؟ اس پُرتکلف دور میں سادگی و شرافت کو کس حد تک اپنایا جاسکتا ہے؟

جواب:... صحابہ کرام علیہم الرضوان میں شادی بیاہ کا طریقہ بہت سادہ تھا، جب موزوں رشتہ ملا، فوراً عقد کردیا، اور جہیز میں جو کچھ بلاتکلف میسر آیا، لڑکی کو دے دیا، ہمارے یہاں شادی بیاہ کی جو رسمیں رائج ہیں، ان میں اکثر گناہ بھی ہیں اور دُنیا میں وبالِ جان بھی، صحابہ کرامؓ ان رسموں سے ناآشنا تھے۔

شادی کے بعد ہنی مون منانے کی شرعی حیثیت

سوال:... کیا شادی کے بعد ہنی مون کی اسلام اِجازت دیتا ہے اور یہ عمل صحیح ہے؟

جواب:... لغویات ہے، شریعت بامقصد چیزوں کی اِجازت دیتی ہے، بے مقصد کاموں کی اِجازت نہیں دیتی، کیونکہ یہ تضیعِ اوقات ہے۔

شادی کے موقع پر لڑکی والوں کا دُولہا کو شاپنگ کرانا رسم ہے

سوال:... زید کی شادی ایک جگہ پر قرار پائی، نکاح سے چند دن پہلے زید کی ہونے والی ساس اور سالا و دیگر رشتہ دار حضرات زید کے گھر آئے اور زید کو ہمراہ لے کر شاپنگ کے لئے مارکیٹ لے گئے، بکر جو زید کا قریبی دوست بھی ہے، اور رِشتہ دار بھی، شاپنگ کے دُوسرے دن زید اپنے دوست بکر کو بڑے فخریہ انداز میں بتا رہا تھا کہ گزشتہ دن مجھے اپنی ساس و دیگر رشتہ دار حضرات شاپنگ کے

(۱) وکذا المنسوج بذهب یحل إذا کان هٰذا المقدار أربع أصابع وإلّا لا یحل للرجل ...إلخ۔ وفی الشامیة: وفی القنیة لا بأس بالعلم المنسوج بالذهب للنساء فأما للرجال فقدر أربع أصابع وما فوقه یکره۔ (شامی ج:۶ ص:۳۵۲)۔

لئے مارکیٹ لے گئے۔ میں نے اپنی پسند سے قیمتی سے قیمتی اور مہنگی سے مہنگی چیزیں خریدیں۔ یاد رہے کہ اس خریداری کا خرچہ زید کے سسرال والوں نے اپنی جیب سے ادا کیا۔ ہمارے شہر ڈیرہ اسماعیل خان میں یہ رواج بکثرت پایا جاتا ہے اور اس میں اکثر قرض وغیرہ لے کر اور معاشرے کی باتوں سے بچنے کے لئے یہ قدم مجبوراً اُٹھا لیتے ہیں، اور جو صاحبِ حیثیت سسرال میں ہو تو بھی ان کی خریداری میں زیادہ عنصر نمائش اور ریاکاری کا ہوتا ہے، اور بھی خرافات ہوتی ہیں۔

جواب:... شادی بیاہ کے موقع پر اکثر و بیشتر رسمیں خلافِ شرع ہیں، یا محض نمود و نمائش کے لئے ہیں۔ ان کی تفصیل حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے رسالہ ''اِصلاح الرسوم'' میں دیکھ لی جائے۔

جس شادی میں ڈھول بجتا ہو، اس میں شرکت کرنا

سوال:... ایک جگہ شادی ہے، اس میں ڈھول بجائے جاتے ہیں اور شادی والے کھانے کھلانے کا انتظام بھی کرتے ہیں، جس کو ''خیرات'' کا نام دیتے ہیں، کیا ڈھول کی وجہ سے یہ کھانا حرام ہوا؟ یا کھانا جائز ہے؟

جواب:... جس دعوت میں گناہ کا کام ہو رہا ہو، اگر جانے سے پہلے اس کا علم ہو جائے تو ایسی دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں۔ جو کھانا حلال ہو وہ تو ڈھول سے حرام نہیں ہوتا، لیکن اس کھانے کے لئے جانا اور اس کھانے کا وہاں بیٹھ کر کھانا ضرور ناجائز ہوگا۔[1]

شادی کے موقع پر دف بجانا اور ترنم کے ساتھ گانا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... محترم مولانا صاحب! آپ کے فروری کے رسالے ''بینات'' میں سب سے پہلا موضوع سیرت کانفرنس تھا، اس میں آپ نے سر، راگ، ڈھول یا ساز ترنم کے ساتھ حمد و نعت یا قوّالی پیش کرنے پر اعتراض کیا ہے، جبکہ رسولِ پاک نے خوشی کے موقع پر (شادی پر) گانے بجانے کی اِجازت دی تھی، اور پھر جب نعتیہ قوّالی کا ذِکر آتا ہے تو جب رسولِ پاک ہجرت کر کے مدینہ شریف آئے تو وہاں کی بچیوں نے دف (ساز) بجا کر آپ کا اِستقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ تو وہاں آپ نے اُس کی ممانعت نہیں کی۔ آپ مجھے شریعتِ محمدی کی رُو سے بتلائیں کہ قوّالی کہاں تک جائز ہے؟ اور جائز نہیں ہے تو اس کے لئے دلائل کیا ہیں؟ بے شک باقی گانے بجانے (لغو) کے بارے میں حدیث میں نے پڑھی ہے کہ وہ سراسر غلط ہے، لیکن نعتیہ و حمدیہ قوّالی کے بارے میں وضاحت کی کوشش کریں، نوازش ہوگی۔

---

(۱) من دعی إلٰی ولیمة فوجد ثمة لعبا أو غناء فلا بأس أن یقعد ویأکل فإن قدر علی المنع یمنعهم وإن لم یقدر یصبر وهٰذا إذا لم یکن مقتدی به أما إذا کان ولم یقدر علٰی منعهم فإنه یخرج ولَا یقعد ولو کان ذٰلک علی المائدة لَا ینبغی أن یقعد وإن لم یکن مقتدی به وهٰذا کله بعد الحضور وأما إذا علم قبل الحضور فلا یحضر لأنه لَا یلزمه حق الدعوة ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۳، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات)۔

جواب:... شادی کے موقع پر اعلان کی غرض سے "دف" بجانے کی اجازت ہے،[1] اور چھوٹی بچیاں غیرمکلّف ہیں، وہ اگر بچکانہ گیت گائیں تو ان کو نہیں روکا گیا۔ مگر جوان عورتوں کا گیت گانا حرام ہے۔[2] حمد و نعت کے اَشعار ترنم کے ساتھ پڑھنا سننا جائز ہے، مگر ساز و آلات کے ساتھ جائز نہیں، بلکہ یہ خدا اور سول کی گستاخی و بے ادبی ہے کہ ایک گندی چیز (ساز و آلات) سے ان کے پاک نام کو ملوّث کیا جائے۔ اور تجربہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، واللہ اعلم!

شادی کے موقع پر عورتوں کا طبلہ بجانا اور گیت گانا

سوال:... شادی کے موقع پر عورتوں کا طبلہ بجانا اور ایسے گیت گانا جس میں بیہودہ اَشعار نہ ہوں، جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... ناجائز اور حرام ہے۔[3]

جس شادی میں گانے گائے جارہے ہوں اُس نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:... جس کسی شادی وغیرہ میں گانے وغیرہ گائے جارہے ہوں تو کیا ان کا نکاح نہیں ہوتا؟

جواب:... نکاح تو ہوجائے گا، لیکن گناہ کی نحوست دامن گیر رہے گی۔

عورت پر رُخصتی کے وقت قرآن کا سایہ کرنا

سوال:... آج کل اس اسلامی معاشرے میں چند نہایت ہی غلط اور ہندوانہ رسمیں موجود ہیں، افسوس اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب کسی رسم کو اَجر و ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: لڑکی کی رُخصتی کے وقت اس کے سر پر قرآن کا سایہ کیا جاتا ہے، حالانکہ اس قرآن کے نیچے ہی لڑکی (دُلہن) ایسی حالت میں ہوتی ہے جو قرآنی آیات کی کھلم کھلا خلاف ورزی اور پامالی کرتی ہے۔ یعنی بناؤ سنگھار کرکے غیرمحرَموں کی نظر کی زینت بن کر کیمرے کی تصویر بن رہی ہوتی ہے۔ اگر لڑکی کہتی ہے کہ یوں دُرست نہیں بلکہ باپردہ ہونا لازم ہے جو کہ اسی قرآن میں تحریر ہے جس کا سایہ کیا جاتا ہے، تو اسے قدامت پسند کہا جاتا ہے۔ اور اگر کہا جاتا ہے کہ پھر قرآن کا سایہ نہ کرو، تو اسے گمراہ کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ دُلہنوں کا یوں قرآن کے سایہ میں رُخصت ہونا، غیرمحرَموں کے سامنے کیسا ہے؟ قرآن کیا اسی لئے صرف نازل ہوا تھا کہ اس کا سایہ کریں، چاہے اپنے اعمال سے ان آیات کو اپنے قدموں تلے روندیں؟

---

(۱) وإذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به كطبل الغزاة والعرس لما في الأجناس ولَا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به ليعلن به النكاح۔ (شامی ج:۶ ص:۵۵، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الإستئجار على المعاصي)۔

(۲) وفي البزازية: إستماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام: إستماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر۔ (الدر المختار ج:۶ ص:۳۴۹)۔

(۳) ان الملاهي كلها حرام .... قال ابن مسعود: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات ... إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۶ ص:۳۴۸، ۳۴۹، كتاب الحظر والإباحة)۔

جواب:... دُلہن پر قرآنِ کریم کا سایہ کرنا محض ایک رسم ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، اور دُلہن کو سجا کر نامحرَموں کو دِکھانا حرام ہے،(۱) اور نامحرَموں کی محفل میں اس پر قرآنِ کریم کا سایہ کرنا قرآنِ کریم کے اَحکام کو پامال کرنا ہے، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔

حاملہ عورت سے صحبت کرنا

سوال:... کیا ایک مرد اپنی بیوی سے جب وہ حاملہ ہو، صحبت کرسکتا ہے؟

جواب:... شرعاً جائز ہے، لیکن بعض صورتوں میں طبّی طور پر مضر ہوتی ہے، اس کے لئے حکیم، ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے۔(۲)

دو عیدوں کے درمیان شادی

سوال:... کچھ بزرگ کہتے ہیں کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح ٹھیک نہیں، اس لئے عیدالفطر سے پہلے اور عیدالاضحیٰ کے بعد شادی کرلینا چاہئے، اگر دونوں عیدوں کے درمیان نکاح کیا تو پھر شادی کامیاب نہیں رہتی۔

جواب:... یہ "بزرگ" غلط کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی شوال میں ہوئی تھی، ان سے زیادہ کامیاب شادی کس کی ہوسکتی ہے...؟(۳)

شادی شدہ بیٹی حاملہ ہوجائے تو والد کا اُس کے گھر جانا مذموم سمجھنا

سوال:... زید کی بیٹی شادی شدہ ہے، جب زید کی بیٹی حاملہ ہوگئی تو زید اَب اس کے گھر جانا مذموم سمجھتا ہے، اور کہتا ہے کہ جانا مناسب نہیں ہے، شرعی حکم کی وضاحت فرمائیں۔

جواب:... شرعاً جائز ہے، عرفاً معیوب ہو تو مجھے معلوم نہیں۔

"گود بھرائی" کی رسم کی شرعی حیثیت

سوال:... بعض گھرانوں میں جب پہلی مرتبہ بہو یا بیٹی حاملہ ہوجاتی ہے تو اس پر بہت ساری پابندیاں عائد کردی جاتی ہیں، مثلاً: میّت والے گھر میں نہ جانا، نیا کپڑا یا نئی چوڑیاں نہیں پہننے دینا وغیرہ، جب حمل سات ماہ کا ہوجاتا ہے تو ایک تقریب منعقد کی جاتی ہے جسے "گود بھرائی" یا "ستواسہ" کہا جاتا ہے، جس میں حاملہ عورت کو تمام رشتہ دار سرخ یا گلابی جوڑا پہنا کر بٹھادیتے ہیں، اور اس طرح اس کی گود میں پانچ یا سات قسم کے موسمی پھل اور خشک میوہ جات ڈال دیتے ہیں تاکہ تمام رشتہ داروں کو یہ معلوم ہوجائے کہ اب عورت سات ماہ کی حاملہ ہوگئی ہے۔ اس رسم کی کیا شرعی حیثیت ہے؟

---

(۱) "یٰٓاَیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن" (الأحزاب: ۵۹)۔

(۲) ولو تضررت من کثرة جماعه لم تجز الزیادة علٰی قدر طاقتها ...إلخ۔ (در مختار ج:۳ ص:۲۰۳)۔

(۳) نکح النبی صلی الله علیه وسلم من عائشة رضی الله عنها فی شوال۔ (أصح السیر ص:۲۱۵، سیرة مصطفیٰ ج:۲ ص:۳۹۰)۔

جواب:... محض لوگوں کی رسمیں ہیں، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ [۱]

لڑکا پیدا ہونے پر فضول اور بد اِعتقاد رسمیں

سوال:... ہمارے علاقے میں عورتیں یہ کہتی ہیں کہ اگر ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ اس کے سر کے بال مخصوص جگہ پر اُتروائیں گی، اور بکرے کی قربانی بھی وہاں جا کر دیں گی۔ اور لڑکا پیدا ہونے کے بعد کئی ماہ تک اس کے بال اُتروانے سے پہلے اپنے اُوپر گوشت کھانا بھی حرام سمجھتی ہیں اور پھر کسی دن مرد اور عورتیں ڈھول کے ساتھ اس جگہ پر جا کر لڑکے کے سر کے بال اُترواتے ہیں، اور بکرے کا ذبیحہ کر کے وہاں ہی گوشت پکا کر کھاتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت کریں۔

جواب:... یہ ایک ہندوانہ رسم ہے جو مسلمانوں میں در آئی ہے، اور چونکہ اس میں فسادِ عقیدہ شامل ہے، اس لئے اِعتقادی بدعت ہے، جو بعض صورتوں میں کفر و شرک تک پہنچا سکتی ہے۔ مسلمانوں کو ایسی خرافات سے پرہیز کرنا چاہئے۔

دُلہن کا شوہر کے گھر چل کر جانا کیسا ہے؟

سوال:... عام طور پر رُخصتی کے وقت دُلہن خود چل کر نہیں جاتی، بلکہ اس کو ڈولی میں خاوند کے گھر لے جانا پڑتا ہے، اس میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ اور خود چل کر جانا کیسا ہے؟

جواب:... خود چل کر جانے میں بھی کوئی حرج نہیں، اور اگر جگہ دُور ہو تو سواری کا اِنتظام تقاضائے شرافت ہے۔

نوٹ:... شادی بیاہ اور سوگ اور مرگ کے موقع پر رسمیں کی جاتی ہیں، ان کے لئے ''بہشتی زیور'' اور ''اِصلاح الرسوم'' کا مطالعہ کرلیا جائے۔

دُلہن اور ڈولی

سوال:... جناب میں نے دیکھا ہے کہ اکثر لوگ دیہاتوں میں شادی بیاہ کے موقع پر دُلہن کو ڈولی میں بٹھا کر لاتے ہیں، کیا یہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے؟

جواب:... ناجائز ہونے کا شبہ کیوں ہوا...؟

عورت کی رُخصتی ڈولی میں کرنا، نیز ڈولی غیرمحرَموں کا اُٹھانا

سوال:... ہمارے علاقے میں عورت کی شادی ہوتی ہے تو رُخصتی ایک ڈولی جس کے اُوپر سرخ رنگ کا بڑا سا کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے اس میں بٹھا کر کی جاتی ہے، ڈولی اُٹھانے والوں میں غیرمحرَم مرد بھی شامل ہوتے ہیں۔ دُلہن اسی دن جب واپس باپ کے گھر آتی ہے، پیدل چل کر آتی ہے یا گاڑی پر۔ شرعی نقطۂ نگاہ سے رُخصتی کیسے ہونی چاہئے؟

جواب:... نامحرَموں کا ڈولی اُٹھانا جائز ہے، جگہ دُور ہو تو دُلہن کے لئے مناسب سواری کا اِنتظام کیا جاسکتا ہے، ڈولی ہی کیا

(۱) كفاية المفتي ج:۹ ص:۸۴، كتاب الحظر والإباحة، طبع دار الإشاعت كراچی۔

ضروری ہے؟ گاڑی پر لے جایا جاسکتا ہے۔

شادی کی تاریخ مقرّر کرتے وقت کی رُسومات دونوں طرف سے کرنا اور اس کی شرعی حیثیت

سوال:...راجپوت برادری میں شادی کی تاریخ مقرّر کرنے کے لئے برادری کے چند معزّز حضرات اِکٹھے ہوتے ہیں، جن میں لڑکے والوں کی طرف سے بھی چند آدمی ہوتے ہیں، پھر مولانا تحریری طریقے سے تاریخ طے کرتے ہیں، پھر اس تحریر شدہ چٹھی کو ایک سفید کپڑے میں رکھتے ہیں، جس کی مقدار قمیص کے برابر ہوتی ہے، اور اس میں مہندی لگی ہوتی ہے، نیز چٹھی کے ساتھ سو، دو سو روپے بھی رکھتے ہیں، اور پھر اس کپڑے کو سرخ رنگ کی ڈوری سے باندھ کر لڑکے والے کو دیتے ہیں، اور لڑکے والے شادی سے جو رُسوم ہوتی ہیں، اس کو اَدا کرنے کے لئے ۶، ۷ یا ۸ دِن تک اُبٹن لگاتے ہیں، تو پھر اسی طرح برادری کے لوگ مل کر بیٹھتے ہیں اور مولانا اس چٹھی کو پڑھ کر سناتے ہیں اور مٹھائی بانٹتے ہیں، اس کے بعد ہمارے گاؤں کے لوگ جب لڑکے کی سہرابندی کرتے ہیں تو سہرابندی مکمل ہونے کے بعد گھوڑے یا کار وغیرہ پر بٹھاکر لڑکے کو محلے میں پھراتے ہیں، اور دو رکعت نوافل بھی ادا کرائے جاتے ہیں، جبکہ فرض کی ادائیگی نہیں کرائی جاتی۔ جب دُولہا نوافل ادا کرلیتا ہے تو پیش اِمام صاحب دُولہا سے پیسے بھی طلب کرتا ہے جو دُولھا اَدا کرتا ہے اور نوافل کے بعد شہنائیوں کے ساتھ سارے ہجوم میں بزرگ کے مزار پر حاضری دیتا ہے۔ پورے گاؤں کی آبادی بدعتی حضرات پر مشتمل ہے، ہمارا اکیلا گھر دیوبندی ہے، اور مولانا بھی بدعتی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی ہمشیرہ کی شادی کرنی ہے، اس کی تاریخ کیسے مقرّر کی جائے؟ نیز جو سارے عمل میں نے ذِکر کئے ان کا کرنا کیسا ہے؟ اسلامی شادی کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:...اپنی ہمشیرہ کی شادی کی جو تاریخ آپ رکھنا چاہتے ہیں، خاندان کے دوچار آدمی مل کر طے کرلیجئے، اس کے علاوہ آپ نے جو رسمیں نقل کی ہیں، وہ سب کی سب غلط اور گناہ ہیں، ان سے پرہیز کریں۔ ''بہشتی زیور'' میں شادی کا مسنون طریقہ لکھا ہے، اس کے مطابق عمل کریں، واللہ اعلم!

شادی کی بارات لے جانا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:...مروّجہ شادی بیاہ کا جو طریقہ ہمارے معاشرے میں رائج ہے، جس میں لڑکی والے نکاح کے بعد لڑکے والوں کی پوری بارات کو ضیافت کراتے ہیں، اور یہ ضیافت ضروری نہیں بلکہ فرض سمجھی ہوئی ہے، یعنی ولیمہ ہو یا نہ ہو، یہ تقریب اسی دُھوم دھام سے ہونی ضروری ہے۔ اس تقریب کا شریعت میں کیا مقام ہے؟ اور شادی کی تقریب کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:...نکاح کے لئے برات لے جانا کوئی شرعی حکم نہیں۔[1] مصلحت وضرورت کے مطابق آدمیوں کو لے جایا جاسکتا ہے، اور اگر وہ دُور کے مہمان ہیں تو ان کو کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن لڑکی والوں کی طرف سے ضیافت اور عام دعوت مسنون نہیں۔

---

(۱) كفاية المفتي ج:۹ ص:۸۶، كتاب الحظر والإباحة، طبع دار الإشاعت كراچی۔

بارات میں شامل رشتہ دار مردوں اور عورتوں کا لڑکی کے گھر جانا

سوال:... بارات میں لڑکے کے رشتہ دار مردوں اور عورتوں کو لڑکی کے گھر جانا جائز ہے یا نہیں جبکہ بے پردگی نہ ہو؟

جواب:... بارات ہی محض رسم ہے۔[1]

شادی کے موقع پر اچھے کپڑے پہننا لڑکیوں کا زیور پہننا اور مہندی لگانا

سوال:... ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اور خوبصورت لباس پسند فرماتے تھے جو کہ اپنی حیثیت کے مطابق ہو۔ کیا یہ جائز ہے کہ شادی پر دُوسری خرافات رسمیں نہ کی جائیں، لیکن خوبصورت اور اچھا لباس زیبِ تن کیا جائے اپنی حیثیت کے مطابق؟ اور بناؤ سنگھار آج کل جیسا ہوتا ہے یا کم اور زیورات اِستعمال کئے جائیں کیونکہ اسلام عورتوں کو اس کی اِجازت دیتا ہے، یہ کہاں تک کیا جاسکتا ہے؟

جواب:... شادی کے موقع پر لڑکے اور لڑکی کو اچھا، مگر جائز لباس پہننے کی اجازت ہے، بشرطیکہ فخر و ریاکاری نہ ہو اور اپنی ہمت سے بڑھ کر نہ کیا جائے،[2] لڑکیوں کو سونے کے زیور پہننے کی اجازت ہے۔[3]

سوال:... ''کون'' سے ڈیزائن والی مہندی لگوائی جاسکتی ہے؟

جواب:... کوئی حرج نہیں۔[4]

شادی کے موقع پر لڑکے اور لڑکیوں کا تین تین، چار چار جوڑے کپڑے بنوانا

سوال:... شادی کے موقع پر لڑکے کے بہن بھائیوں اور رِشتہ داروں کو اپنے لئے تین تین، چار چار جوڑے کپڑے اور جوتے وغیرہ بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... جوتے اور جوڑے تو بنتے ہی رہتے ہیں، شادی کی کیا تخصیص ہے...؟[5]

شادی کے موقع پر مکان کی زیبائش و آرائش کرنا

سوال:... شادی کے موقع پر مکان کی زیبائش و آرائش جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) كفاية المفتي ج:۹ ص:۸۶، كتاب الحظر والإباحة، طبع دار الإشاعت كراچي۔

(۲) ان الكسوة .... مباح وهو الثوب الجميل للتزين في الأعياد والجمع ومجامع الناس ...إلخ۔ (شامي ج:۶ ص:۳۵۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس)۔

(۳) ولَا بأس لهنّ بلبس الديباج والحرير والذهب والفضة واللؤلؤ۔ (شامي ج:۶ ص:۳۵۲، كتاب الحظر والإباحة)۔

(۴) لَا بأس به للنساء۔ (فتاویٰ شامي ج:۶ ص:۳۶۲)۔

(۵) إعلم أن الكسوة منها فرض وهو ما يستر العورة .... ومباح وهو الثوب الجميل للتزين في الأعياد والجمع ومجامع الناس لَا في جميع الأوقات ...إلخ۔ (شامي ج:۶ ص:۳۵۱، كتاب الحظر والإباحة)۔

جواب:...مکان کی صفائی، مہمانوں کے احترام کے لئے ضروری ہے، زیبائش و آرائش حدِ اسراف میں داخل نہ ہو تو جائز ہے، ورنہ حرام۔[۱]

شادی کے موقع پر غیرشرعی اُمور ہوں تو دُولہا کیا کرے؟

سوال:...شادی بیاہ کے موقع پر اگر دُولہا قدم قدم پر اور بات بات پر غیرشرعی اُمور پر ٹوکتا رہے تو عزیز و اقارب اور اَحباب ناراض ہوتے ہیں، اور تقریب بھی خراب ہوتی ہے، کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ دُولہا ناگواری کا اِظہار کرے اور ان چیزوں سے کراہت کے پیش آئے اور ضبط کرے، کیونکہ آج کل یہ سب غیرشرعی چیزیں معاشرے کا حصہ بن گئی ہیں، میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہاں رُخصت کا پہلو نکل سکتا ہے یا عزیمت ضروری ہے؟

جواب:...دُولہا کو چاہئے کہ پہلے کہہ دے کہ اگر شادی کے موقع پر صریح گناہ کے کام کئے جائیں گے تو میں شادی سے باز آیا، کسی گناہ کا معاشرے کا حصہ بن جانے سے وہ گناہ تو حلال نہیں ہوجاتا، البتہ اگر ایسی باتیں ہوں جن میں شرعاً کچھ گنجائش ہے تو دُولہا کو برداشت کرنی چاہئیں۔[۲]

اگر مووی بنوانے کے اِنکار پر رِشتہ بار بار ٹوٹے تو کیا کریں؟

سوال:...شادی کے ہی سلسلے میں ایک شخص کی کئی جگہ بات طے ہوکر رِشتہ ٹوٹ چکا ہے، وجہ یہ ہے کہ تمام اُمور طے ہونے کے بعد وہ لڑکا یہ کہتا ہے کہ میں مووی فلم نہیں بناؤں گا، بس اس بات پر کئی دفعہ اس کے رشتے ختم ہوگئے، کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ فریقِ مخالف کے کہنے پر مووی فلم بنوالے اور شادی کے بعد اس مووی کو ضائع کرادے؟

جواب:...اگر دِین کو غارت کرکے رشتہ کیا جائے تو ایسے رشتے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جس نکاح میں اللہ و رسول کے اَحکام کو اس طرح توڑا جائے، اس میں کیا برکت ہوگی؟ اور ان میاں بیوی کی زندگی میں اِطمینان و سکون کیسے پیدا ہوگا؟ غرضیکہ ایسے رشتے پر لعنت بھیجنی چاہئے جس کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب کیا جائے۔

شادی کے موقع پر خلافِ شریعت کام ہوں تو کیا کیا جائے؟

سوال:...آج کل شادی اور دیگر موقعوں پر جو کچھ شریعت کے خلاف کام ہوتے ہیں، مثلاً گانے ٹیپ ریکارڈ پر میوزک، فوٹوگرافی، عورتوں اور مردوں کا اِختلاط وغیرہ، ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ جب اُس کے گھر میں کوئی ایسا موقع ہو تو وہاں ان چیزوں سے

---

(۱) وفیہ (أی فی المجتبی) أن لہ أن یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل بأوانی ذھب وفضۃ بلا تفاخر۔ وفی الشامیۃ: ذکر أبو الفقیہ أبو جعفر فی شرح السیر: لَا بأس بأن یستر حیطان البیوت باللبود المنقشۃ وإذا کان قصد فاعلہ الزینۃ فھو مکروہ ...... والحاصل أن کل ما کان علٰی وجہ التکبر یکرہ وإن فعل لحاجۃ وضرورۃ لَا، وھو المختار۔ (شامی ج:۶ ص:۳۵۴، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللباس)۔

(۲) عن أبی سعیدٍ الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من رأی منکم منکرًا فلیغیّرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذٰلک أضعف الإیمان۔ (مشکوٰۃ ص:۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأوّل)۔

پرہیز رہے، لیکن یہ روکنا ممکن نہیں، تو ایسی صورت میں ایسے شخص پر کیا فرض ہے؟ کیا وہ سب کچھ نہ چاہتے ہوئے بھی گناہگار ہوگا؟

جواب:... حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص تم میں سے بُرائی دیکھے، اُسے چاہئے کہ ہاتھ سے روکے، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دِل سے بُرا جانے، اور یہ اِیمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس لئے اگر یہ شخص اپنی اِستطاعت کے مطابق زبان سے روک دے تو گناہگار نہیں ہوگا۔[1]

ویڈیو فلم والی شادی میں شریک نہ ہونا قطع رحمی میں تو نہیں آتا؟

سوال:... ایک مولوی صاحب جو وعظ وتقریر بھی کرتے ہیں، نماز بھی پڑھاتے ہیں، وہ کسی بھی شادی کی تقریب میں شریک نہیں ہوتے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل ان تقریبات میں ویڈیو فلم، فوٹو کھنچوانا اور دیگر کئی کام ہوتے ہیں جو اِسلام میں منع ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس سے ان کو قطع رحمی کا گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب:... گناہ کی جگہ میں جانا جائز نہیں،[2] چنانچہ ایسی تقریبات میں، میں خود بھی نہیں جاتا، واللہ اعلم!

کیا کسی مجبوری کی وجہ سے حمل کو ضائع کرنا جائز ہے؟

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے دِین ومفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ ایک شادی شدہ عورت جبکہ اس کے بچے زیادہ ہوجاتے ہیں اور بچوں کی پروَرِش عورت کے لئے ایک مسئلہ بن جاتا ہے، کیا ایسی عورت آپریشن کے ذریعہ یا کسی دوائی کے ذریعے حمل کو ضائع کرسکتی ہے؟ یا عورت مسلسل بیمار ہو یا کمزور ہو یا بوڑھی ہوجائے کیا ان صورتوں میں حمل کو ضائع کرسکتی ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

جواب:... حمل جب چار مہینے کا ہوجائے، تو اس میں جان پڑ جاتی ہے، اس کے بعد حمل کا ساقط کرنا حرام ہے،[3] جس کی وجہ سے قتل کا گناہ ہوتا ہے۔[4] اس سے پہلے اگر کسی مجبوری کے تحت کیا جائے تو اگرچہ جائز ہے،[5] لیکن بغیر کسی شدید مجبوری کے مکروہ ہے۔[6]

---

(۱) عن أبي سعيد الخدري عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: من رأى منكم منكرًا فليغيّره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الْإيمان. (مشکوٰة ص:۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأوّل).

(۲) ولو دعي إلٰى دعوة فالواجب أن يجيبه إلٰى ذٰلک وإنما يجيب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناک معصية ولَا بدعة وإن لم يجبه كان عاصيًا. والإمتناع أسلم في زماننا إلّا إذا علم يقينًا بأنه ليس فيها بدعة ولَا معصية. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۴۳، شامي ج:۶ ص:۳۴۷، كتاب الحظر والإباحة).

(۳) ويكره أن تسع لإسقاط حملها وجاز لعذر حيث لَا يتصور ...إلخ. (در مختار ج:۶ ص:۴۲۹).

(۴) وإن أسقطت ميتا ففي السقط غرة لوالده من عاقل الأم تحضر ...إلخ. وفي الشرح: أي بعلاج أو شرب دواء تتعمد به الإسقاط، أما إذا ألقته حيا ثم مات فعلٰى عاقلتها الدية في ثلاث سنين ...إلخ. (شامي ج:۶ ص:۴۲۹).

(۵) يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر. (درمختار ج:۳ ص:۱۷۶). ويخاف هلاک الولد قالوا يباح لها .... وقدروا تلک المدة بمأة وعشرين يومًا ...إلخ. (شامي ج:۶ ص:۴۲۹، طبع ايچ ايم سعيد).

(۶) فإباحة الإسقاط محمولة علٰى حالة العذر أو أنها لَا تأثم إثم القتل. (شامي ج:۳ ص:۱۷۶).

شادی کے ذریعہ مسلم نوجوانوں کو مرتد بنانے کا جال

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

۱:... ایک بالغ نوجوان اپنی مرضی اور خوشی سے ایک نوجوان قادیانی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ بقول نوجوان کے لڑکی خفیہ طور پر مسلمان ہونے کا وعدہ کر رہی ہے، اس انداز سے کہ لڑکی کے والدین اور خاندان والے اس کے مسلمان ہونے سے آگاہ نہ ہوں۔

۲:... لڑکی کے ماں باپ نوجوان سے اپنے احمدی طریقۂ کار سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، بعد میں اسلامی اور شریعتِ محمدی کے مطابق بھی نکاح کرنے پر تیار ہیں (احمدی حضرات کے نکاح نامے کی فوٹو اسٹیٹ برائے ملاحظہ منسلک ہے)۔

۳:... مسلم نوجوان کا بھی اصرار ہے کہ لڑکی کے ماں باپ احمدی طریقے سے نکاح کرتے رہیں، ہم بعد میں اسلامی طریقے سے نکاح کرلیں گے۔

۴:... ہر دو صورتوں میں کیا دونوں یا ایک، کون سا طریق کار شرعی حیثیت رکھتا ہے؟ اور کیا دونوں طریقوں پر نکاح جائز ہے؟ یا کون سا نکاح اوّل ہو اور کون سا بعد میں؟ کیا یہ طریقۂ کار شریعت میں جائز ہے؟

قادیانیوں کے نکاح نامے کے مرسلہ فوٹو اسٹیٹ سے ظاہر ہے کہ قادیانی طریقۂ کار میں لڑکے کی طرف سے اس کے باپ کی شرکت لازمی ہے اور دو گواہ بھی ضروری ہیں، کیا لڑکے کے باپ اور گواہان نیز لڑکے کے بھائی بہن والدہ اور دیگر عزیز و اقارب کی قادیانی طریقے پر نکاح میں شرکت سے شرکت کرنے والوں کی دینی، ایمانی اور اسلامی حیثیت برقرار رہے گی؟ نیز آئندہ زندگی کا لائحہ عمل کیسے طے کیا جائے؟ باقی اولاد اور افرادِ خاندان کی بقیہ زندگی میں مذکورہ لوگوں سے بھی کاروباری اور معاشرتی زندگی کے تعلقات کس بنیاد پر استوار ہوں گے؟

تمام متعلقہ اُمور پر سیر حاصل شرعی تفصیلات سے آگاہ کیا جائے، کیا متعدد نوجوانوں اور دیگر افرادِ خانہ کو "قادیانی چنگل" میں جانے سے بچانے کے لئے کوئی "حیلہ" کی شکل ہوسکتی ہے؟

جواب:... سوالنامہ کے نمبر ۲ میں ذکر کیا گیا ہے کہ: "لڑکی کے ماں باپ نوجوان لڑکے سے اپنے احمدی طریقے پر نکاح کرنا چاہتے ہیں"، اور نمبر ۳ میں لکھا گیا ہے کہ: "مسلم نوجوان بھی احمدی طریقے پر تیار ہے" اور یہ کہ: "بعد میں اسلامی طریقے پر نکاح کرلیں گے۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ "احمدی طریقۂ نکاح" کیا ہے؟ آپ نے قادیانیوں کے نکاح کا فارم جو ساتھ بھیجا ہے، اس میں آٹھویں نمبر پر "تصدیق امیر یا پریذیڈنٹ" کے عنوان کے تحت یہ عبارت درج ہے:

"مسمّٰی .... (یہاں دُولہا کا نام ہے) .... پیدائشی احمدی ہے یا ....فلاں تاریخ سال سے احمدی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی جب کسی کو اپنی لڑکی دیتے ہیں تو پہلے لڑکے سے اس کے قادیانی ہونے کا اقرار کرواتے ہیں، اوران کا امیر یا پریذیڈنٹ اس اَمر کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ لڑکا پیدائشی قادیانی ہے یا فلاں وقت سے قادیانی چلا آتا ہے۔ گویا کسی لڑکے کو قادیانیوں کا لڑکی دینا اس شرط پر ہے کہ لڑکا پیدائشی قادیانی ہو، یا فلاں وقت سے قادیانی چلا آتا ہو، اور قادیانیوں کے ذمہ دار اَفراد اس کے قادیانی ہونے کی باقاعدہ تصدیق کریں۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ قادیانیوں کا کسی مسلمان لڑکے کو لڑکی دینا دراصل اس کو قادیانی بنانے کی ایک چال ہے۔ یہ مسلم نوجوان جب قادیانیوں کا فارم پُر کرکے ان کے طریقے پر نکاح کرے گا تو آپ ہی بتایئے کہ اس کا ایمان کہاں رہا...؟[1]

علاوہ ازیں چونکہ قادیانیوں کی تبلیغ پر پابندی ہے، اس لئے قادیانیوں نے ایک خفیہ اسکیم چلائی ہے کہ مسلم نوجوانوں کو لڑکیوں کے جال میں پھنسا کر قادیانی بناؤ، اس لئے قادیانیوں کی لڑکی جب تک اعلانیہ مسلمان ہوکر اپنے قادیانی والدین اور عزیز و اقارب سے قطع تعلق نہیں کرلیتی کسی مسلم نوجوان کو اس کے جال میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ اور لڑکے کو، لڑکے کے والدین کو، اور دیگر عزیز و اقارب کو ایسے نکاح میں شرکت کرنا جائز نہیں جس کی وجہ سے ایمان ضائع ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو۔

اور قادیانی لڑکی کا یہ وعدہ کرنا کہ وہ نکاح کے بعد... یا نکاح سے پہلے... خفیہ طور پر مسلمان ہوجائے گی، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خفیہ طور پر مسلمان ہوجانے کا وعدہ کرنے کے باوجود ظاہری طور پر قادیانی ہی رہے گی، یہ بھی قادیانیوں کی ایک گہری چال اور سوچی سمجھی سازش ہے، جس کے ذریعہ وہ بھولے بھالے نوجوانوں کا شکار کرتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ نکاح کے بعد لڑکے کو تدریجاً قادیانی بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر وہ قادیانی بن جائے (جیسا کہ اکثر یہی ہوتا ہے) تو قادیانیوں کی مراد حاصل ہوئی، اور اگر لڑکا قادیانی نہ بنے تو قادیانیوں کی طرف سے اس کو انتقام کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جس میں یہ لڑکی ان کی پوری پوری مدد کرتی ہے، اور لڑکے کو ایسے مخمصے میں پھنسا دیا جاتا ہے جس سے وہ ساری عمر نہ نکل سکے۔ میرے سامنے اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، اس لئے کسی مسلمان نوجوان کو قادیانی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہوکر اپنا ایمان ضائع نہیں کرنا چاہئے، اور لڑکی کے اس عیارانہ وعدے پر کہ ''وہ خفیہ طور پر مسلمان ہوجائے گی'' قطعاً اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔[2]

دولڑکوں یا دولڑکیوں کی ایک ساتھ شادی نہ کرنے کا مشورہ

سوال:... ''بہشتی زیور'' کے تمام مسائل صحیح ہیں، لیکن ''بہشتی زیور'' میں ایک جگہ پڑھا ہے کہ دولڑکوں یا دولڑکیوں کی شادی ایک ساتھ نہیں کرنی چاہئے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اسلام میں دولڑکوں یا دولڑکیوں کی شادی ایک ساتھ کرنا منع ہے؟

جواب:... یہ شرعی حکم نہیں، ایک حکیمانہ مشورہ ہے، اور اس کی وجہ بھی وہیں لکھی ہے۔

---

(۱) إذا رأى منكرًا معلومًا من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه ورضي به واستحسنه كان كافرًا۔ (مرقاة ج:۵ ص:۳ باب الأمر بالمعروف، طبع بمبئی)۔

(۲) وحرم نكاح الوثنية بالإجماع .... وكل مذهب يكفر به معتقده۔ (شامی ج:۳ ص:۴۵)۔ أيضًا: ولَا يصلح أن ينكح مرتدًّا أو مرتدّة أحد من الناس مطلقا ...إلخ۔ (درمختار ج:۳ ص:۲۰۰، باب نكاح الكافر)۔

غلطی سے بیویاں بدل جانے کا شرعی حکم

سوال:... دو سگی بہنوں کی ایک ہی دن شادی ہوئی، ایک بہن کو اپنی سسرال حیدرآباد روانہ ہونا تھا، جبکہ دُوسری کو فیصل آباد جانا تھا، مگر غلطی سے حیدرآباد جانے والی دُلہن کو فیصل آباد اور فیصل آباد جانے والی دُلہن کو حیدرآباد روانہ کردیا گیا۔ گھر والوں کو غلطی کا احساس سہاگ رات گزر جانے کے بعد ہوا، یہ خبر چونکہ اخبارات میں بھی شائع ہوچکی ہے، چنانچہ اخبارات پڑھنے والے قارئین کی اکثریت اس مسئلے میں علمائے دِین کا فتویٰ جاننے کی خواہش مند ہے کہ اس مسئلے کے حل کی کیا صورت ہوگی؟ آیا ان دونوں دُلہنوں کا ان کے اصل شوہروں کے ساتھ پڑھایا جانے والا نکاح منسوخ ہوگیا یا وہ نکاح اپنی جگہ برقرار رہے گا؟ اور غیرمحرَم کے ساتھ غلطی سے ہم بستر ہونے کا کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ اَز راہِ کرم فقہِ حنفی کے مطابق اس مسئلے کا حل بتاکر عوام الناس کی رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... صورتِ مسئولہ سے متعلق چند مسائل ہیں:

۱:... دونوں بہنوں کا نکاح ان کے اصل شوہروں سے برقرار ہے، غلط رُخصتی کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔[۱]

۲:... چونکہ دونوں نے اپنی بیوی سمجھ کر مقاربت کی ہے، اس لئے ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں، فقہ کی اصطلاح میں اس کو "وطی بالشبہ" کہا جاتا ہے، جس پر "جائز صحبت" کے اَحکام مرتب ہوتے ہیں (جن کی تفصیل بعد کے نمبروں میں دی گئی ہے)۔

۳:... ہر لڑکے پر اس لڑکی کا مہر واجب ہوگیا جس سے غلطی کی بنا پر مقاربت کی ہے،[۲] (اصل شوہروں کے ذمہ مہر بدستور واجب ہے)۔[۳]

۴:... دونوں بہنوں پر اس غلط رُخصتی کی وجہ سے عدّت واجب ہوگئی،[۴] عدّت پوری کرنے کے بعد وہ اصل شوہروں کے پاس چلی جائیں گی۔

۵:... اگر اس خلوَت کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوگیا تو وہ خلوَت کنندہ کا سمجھا جائے گا اور شرعاً اس کا نسب صحیح سمجھا جائے گا۔[۵]

یہ تو تھا مسئلے کا قانونی و فقہی حل۔ مگر حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بہت خوبصورت حل منقول ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے حاشیہ درمختار میں "مبسوط" سے نقل کیا ہے کہ: حضرت اِمامؒ کے زمانے میں یہی صورت پیش آئی تو آپ نے

---

(۱) النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول ...إلخ۔ (هدایة، کتاب النکاح ج:۲ ص:۳۰۵ طبع ملتان)۔

(۲) إذا دخل الرجل علٰی وجه شبهة أو نکاح فاسد فعلیه المهر وعلیها العدة ثلاث حیض ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۷، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، طبع رشیدیه)۔

(۳) لأن النکاح عقد إنضمام وازدواج لغةً فیتم بالزوجین ثم المهر واجب شرعًا إبانةً لشرف المحل ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۲۳، باب المهر، مکتبة شرکت علمیة ملتان)۔

(۴) حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں۔ أیضًا: وللموطوئة بشبهة أن تقیم مع زوجها الأول وتخرج بإذنه فی العدة لقیام النکاح بینهما۔ (درمختار ج:۳ ص:۵۱۷، باب العدة، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۵) علٰی أنه صرح ابن ملک فی شرح المجمع بأن من وطیء امرأة زفت إلیه وقیل له إنها إمرأتک فهی شبهة فی الفعل وأن النسب یثبت إذا ادعاه۔ (شامی ج:۳ ص:۵۴۱، مطلب فی ثبوت النسب من المطلقة)۔

دونوں لڑکوں سے دریافت فرمایا کہ جس لڑکی سے تم نے خلوَت کی ہے، وہ تمہیں پسند ہے؟ دونوں نے "ہاں" میں جواب دیا، آپؒ نے فرمایا: دونوں اپنی اپنی منکوحہ کو طلاق دے دیں اور جس جس کے ساتھ خلوَت ہوئی ہے، اس سے ان کا فوری عقد کردیا جائے، عدّت کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ یہی کیا گیا اور اہلِ علم نے حضرتِ امامؒ کی تدبیر کو بہت پسند فرمایا۔[۱]

غلطی سے بیویوں کا تبادلہ

سوال:... زید اور بکر دونوں کی شادی ایک ہی گھر میں اکٹھی ہوئی، جب نکاح کرکے گھر آئے تو غلطی سے زید کی بیوی بکر کے پاس اور بکر کی بیوی زید کے پاس بھیج دی گئی، صحبت بھی ہوئی، اب کیا کریں؟ ان کو اپنی اپنی بیوی دے دیں یا ایسا ہی ٹھیک ہے؟ اس صورت میں نکاح وہی ہوگا یا دُوسرا؟

جواب:... زید اور بکر کی بیویاں وہی ہیں جن سے ان کا نکاح ہوا ہے، لہٰذا اپنے اپنے شوہروں کو واپس کی جائیں، دُوسری جگہ ان کی آبادی جائز نہیں، اور غلطی سے جو غلط جگہ آبادی ہوگئی اس پر تین حکم عائد ہوں گے:

۱:... زید اور بکر نے غلطی اور بے خبری میں جن لڑکیوں سے صحبت کی ہے وہ ان کو "عقر" یعنی مہر کی مقدار مال ادا کریں۔[۲]

۲:... ان دونوں لڑکیوں پر عدّت لازم ہے،[۳] عدّت گزار کر وہ اپنے شوہروں کے گھر آباد ہوں۔[۴]

۳:... اس غلط یکجائی کے نتیجے میں اگر اولاد ہو جائے تو وہ صحیح النسب کہلائے گی۔[۵]

اور اگر موجودہ حالت کو رکھنا ہی پسند کرتے ہوں تو زید اور بکر دونوں اپنی بیویوں کو (جن کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا) طلاق دے دیں اور ان کو آدھا آدھا مہر بھی ادا کردیں،[۶] طلاق کے بعد ہر لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کردیا جائے جس سے اس نے خلوَت کی تھی۔[۷]

---

(۱) حكى في المبسوط أن رجلًا زوج ابنيه بنتين فأدخل النساء زوجة كل أخ على أخيه، فأجاب العلماء بأن كل واحد يجتنب التي أصابها وتعتد لتعود إلى زوجها، وأجاب أبو حنيفة رحمه الله تعالى بأنه إذا رضي كل واحد بموطوءته يطلّق كل واحد زوجته ويعقد على موطوءته ويدخل عليها للحال لأنه صاحب العدة؛ ففعلا كذٰلك ورجع العلماء إلى جوابه. (شامي ج:۳ ص:۵۰۷، مطلب حكاية أبي حنيفة في الموطوءة بشبهة).

(۲) لما في الخلاصة بعد ذكر المواضع التي يجب فيها المهر بالوطء عن شبهة قال والمراد من المهر العقر وتفسير العقر الواجب بالوطء في بعض المواقع ...إلخ. وفي منحة الخالق على البحر الرائق: روى عن أبي حنيفة رحمه الله قال تفسير العقر هو ما يتزوّج به مثلها وعليه الفتوىٰ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۷۳).

(۳) وكذا موطوءة بشبهة كمزفوفة لغير بعلها أو نكاح فاسد ...إلخ. وفي الشامية: أي عدّة كل منها ثلاث حيض. (شامي ج:۳ ص:۵۰۶، مطلب حكاية شمس الأئمة السرخسي).

(۴) وللموطوءة بشبهة أن تقيم مع زوجها الأول وتخرج بإذنه في العدة لقيام النكاح بينهما ...إلخ. (درمختار ج:۳ ص:۵۱۷، باب العدة، طبع ايچ ايم سعيد).

(۵) گزشتہ صفحہ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں۔

(۶) ويجب نصفه بطلاق قبل الوطء أو خلوة ...إلخ. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۱۰۴).

(۷) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

لاعلمی میں بہن سے شادی

سوال:... ایک شخص نے لاعلمی میں اپنی سگی بہن نوشابہ سے شادی کرلی اور اس سے تین بچے ہوئے جس میں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، کیونکہ ان کی بہن بچپن میں بچھڑ گئی تھی پھر ایک ایسا موڑ آیا کہ اس کی شادی اس کے سگے بھائی سے ہوگئی۔ چار سال تک تو ایک دُوسرے کو کوئی علم نہیں تھا کہ ہم دونوں سگے بہن بھائی ہیں، لیکن کسی بات پر یہ بات عزیزوں میں چلی تو پتا چلا کہ آپس میں دونوں بہن بھائی ہیں۔ آپ اس مسئلے کو حدیث اور قرآن پاک کی روشنی میں یہ بتائیں کہ وہ لڑکا اپنی بہن کو طلاق دے سکتا ہے یا ایسے ہی چھوڑ دے؟ مثلاً اگر لڑکا طلاق دے دے تو بچے اس کے رشتے کے اعتبار سے کیا ہوئے؟ اور وہ اپنی ولدیت کیا بتائیں گے؟ کیا وہ اپنی بہن کو گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... لاعلمی کی وجہ سے جو کچھ ہوا، اس کا گناہ نہیں۔[1] علم ہوجانے کے بعد فوراً الگ ہوجائیں، طلاق کی ضرورت نہیں، البتہ علیحدگی کے بعد عدّت گزارنا ضروری ہے،[2] اور لڑکی کا مہر بھی "بھائی" کے ذمہ واجب الادا ہے۔[3] بچوں کا نسب اپنے باپ سے صحیح ہے۔[4] بہن کو گھر میں رکھنے کا تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر یہ بھائی بہن آپس میں میاں بیوی کا کردار ادا کرچکے ہیں، اس لئے اکٹھے رہنے سے اندیشہ ہے کہ شیطان پھر ان کو گناہ میں مبتلا نہ کردے، اس لئے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اس لڑکی کا عقد (عدّت کے بعد) دُوسری جگہ کردیں۔

غلط شادی سے اولاد بے قصور ہے

سوال:... جو مسئلہ ماموں بھانجی کی شادی کے بارے میں آیا تھا، بدقسمتی سے یہ ماں باپ ہمارے ہیں، مجھ کو چند لوگوں سے معلوم ہوا اور چند رِشتہ داروں نے بھی مجھ کو بتایا۔ جب یہ نکاح ہی نہیں تو ہم لوگ تو حرامی ہیں۔ لیکن مولانا صاحب! ہم بہن بھائیوں کا کیا قصور ہے؟ اب دُنیا والوں نے ہم بہن بھائیوں کو حرامی کہنا شروع کردیا ہے۔ ہم دُوسرا حرام نہیں کرسکتے، وہ خودکشی ہے، اور نہ ہی ماں اور باپ کو ختم کرسکتے ہیں، یہ ایک گناہ ہے۔ اسلام ہم بہن بھائیوں کے لئے کیا کہتا ہے؟ اس دُنیا میں ہم لوگوں کا رہنے کا حق ہے یا نہیں؟ میں گھر میں سب سے بڑا ہوں، خدا کے لئے اس کا حل بتائیے یا خودکشی کی اجازت دیجئے۔

جواب:... آپ لوگوں کا کوئی قصور نہیں، اگر آپ نیک پاک زندگی بسر کریں تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ بھی اتنے ہی معزّز

---

(۱) "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (البقرة: ۲۸۶).

(۲) وتجب العدة بعد الوطء لَا الخلوة للطلاق لَا للموت من وقت التفريق أو متاركة الزوج وإن لم تعلم المرأة بالمتاركة في الأصح ...إلخ. وفي الشرح: لأن الطلاق لَا يتحقق في النكاح الفاسد بل هو متاركة كما في البحر. (شامي ج:۳ ص:۱۳۳، مطلب في النكاح الفاسد، طبع ايچ ايم سعيد).

(۳) ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطا من شرائط الصحة ...إلخ. (الدر المختار، باب المهر ج:۳ ص:۱۳۱).

(۴) ويثبت النسب إحتياطًا بلا دعوة ...... من الوطء ...إلخ. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۱۳۴).

ہوں گے جتنا کوئی دُوسرا۔[۱] خودکشی تو حرام ہے، یہ غلط راستہ اِختیار کرکے آپ دُنیا وآخرت دونوں کی ذِلت اُٹھائیں گے۔[۲] صحیح راستہ یہ ہے کہ آپ نیک بنیں، اِن شاء اللہ دُنیا کی بدنامی بھی جلد ختم ہوجائے گی۔ لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ آپ کو بُرے نام سے پکاریں۔[۳] کسی مسلمان کو اس کے ناکردہ گناہ کی عار دِلانا بہت بڑا گناہ ہے۔[۴]

کیا ناجائز اولاد کو بھی سزا ہوگی؟

سوال:... اگر کوئی ناجائز بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو سزا ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگی تو کیوں؟ اگر ہوگی تو کیوں؟ یعنی مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی اور عورت کے آپس میں ناجائز تعلقات ہیں اور اس آدمی سے عورت کا حمل ٹھہر جائے اور بعد میں وہ آدمی اس عورت سے شادی کرلے تو اس بچے کو سزا ہوگی یا نہیں؟

جواب:... ناجائز بچے کی پیدائش میں اس کے والدین کا قصور ہے، خود اس کا قصور نہیں، اس لئے اگر وہ نیک اور متقی و پرہیزگار ہو تو والدین کے قصور کی بنا پر اس کو سزا نہیں ہوگی۔[۵]

دُولہا کا دُلہن کے آنچل پر نماز پڑھنا اور ایک دُوسرے کا جھوٹا کھانا

سوال:... میری شادی کو تقریباً تین سال ہونے کو ہیں، شادی کی پہلی رات مجھ سے دو ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جس کی چبھن میں آج تک دِل میں محسوس کرتا ہوں۔

پہلی غلطی یہ ہوئی کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ دو رکعت نمازِ شکرانہ جو کہ بیوی کا آنچل بچھا کر ادا کی جاتی ہے، نہ پڑھ سکا۔ یہ ہماری لاعلمی تھی اور نہ ہی میرے دوستوں اور عزیزوں نے بتایا تھا۔ بہرحال تقریباً شادی کے دو سال بعد مجھے اس بات کا علم ہوا تو ہم دونوں میاں بیوی نے اس نماز کی ادائیگی بالکل اسی طرح سے کی۔ نماز کے بعد اپنے رَبّ العزّت سے خوب گڑگڑا کر معافی مانگی مگر دِل کی خلش دُور نہ ہوسکی۔

دوسری غلطی بھی لاعلمی کے باعث ہوئی، ہماری ایک دُور کی ممانی ہیں، جنھوں نے ہمیں اس کا مشورہ دیا تھا کہ تم دونوں ایک

---

(۱) "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰکُمْ" (الحجرات:۱۳).

(۲) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تردّی من الجبل فقتل نفسه، فهو فی نار جهنم یتردّی فیها خالدًا مخلّدًا فیها أبدًا، ومن تحسّٰی سمًّا فقتل نفسه، فسمّه فی یده یتحساه فی نار جهنم خالدًا مخلّدًا فیها أبدًا، ومن قتل نفسه بحدیدة فحدیدته فی یده یتوجأ بها فی بطنه فی نار جهنم أبدًا. متفق علیه. (مشکوٰة ص:۲۹۹).

(۳) "وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقٰبِ، بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمٰنِ، وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" (الحجرات:۱۱).

(۴) الکبیرة الرابعة والتسعون بعد المأة: الطعن فی النسب الثابت فی ظاهر الشرع، (قال تعالٰی: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانًا واِثمًا مبینًا) وأخرج مسلم عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اِثنتان فی الناس اَلْهَمُّ بهما کفر: الطعن فی الأنساب، والنیاحة علی المیت. (الزواجر عن اقتراف الکبائر ج:۲ ص:۶۳، قبیل کتاب العدد، طبع دار المعرفة، بیروت).

(۵) قال تعالٰی: "أَلّا تزر وازرة وزر أخرٰی، وأن لیس للاِنسان اِلّا ما سعٰی" (النجم:۳۷، ۳۸).

دُوسرے کا جھوٹا دُودھ ضرور پینا، ہم (میاں بیوی) نے ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ بھی پیا مگر جب میں نے اپنے ایک دوست سے اس بات کا ذکر کیا تو پتا چلا کہ جو لوگ ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پیتے ہیں بھائی بھائی یا بھائی بہن کہلاتے ہیں۔

جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے دِل میں عجیب عجیب خیالات آتے ہیں، للہ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ ہمارے ان افعال کا کفارہ کس طرح ادا ہوسکے گا؟ جناب کی مہربانی ہوگی۔

جواب:...آپ سے دو غلطیاں نہیں ہوئیں بلکہ آپ کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں، پہلی رات بیوی کا آنچل بچھا کر نماز پڑھنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ مستحب، یہ محض لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی بات ہے، لہٰذا آپ کی پریشانی بے وجہ ہے۔ آپ کے دوست کا یہ کہنا بھی غلط فہمی بلکہ جہالت ہے کہ میاں بیوی ایک دُوسرے کا جھوٹا کھا پی لینے سے بھائی بہن بن جاتے ہیں،[1] یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں، لہٰذا آپ پر کوئی کفارہ نہیں۔

شادیوں میں اِسراف اور فضول خرچی کی شرعی حیثیت

سوال:...آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ یہ جو آج کل شادیوں میں روز روز نئی نئی رُسوم داخل کی جارہی ہیں اور دُھوم دھام سے منائی جاتی ہیں، کیا یہ اِسراف کی تعریف میں نہیں آتیں؟ مثلاً: مہندی میں چراغاں کے علاوہ گانا، ناچنا بہت سے لوگوں کا کھانا، زرق برق لباس وغیرہ کیا یہ اِسراف نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا یہ صرف بدعت ہے یا گناہِ کبیرہ ہے، یا حرام ہے؟ اس سے دُوسروں کو بھی یہی رُسوم کرنے کی ترغیب ہوتی ہے یا جو لوگ مجبوراً اپنی جھوٹی انا کی خاطر قرض لے کر، یا رِشوت لے کر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، اس کا گناہ کس پر ہے؟

جواب:...بیاہ شادی میں جو رَسمیں کی جاتی ہیں اور جن پر نئے نئے اِضافے بھی روز افزوں ہیں، ان میں ایک نہیں، بہت سے گناہ شامل ہیں۔ اِسراف، فضول خرچی، نمود و نمائش اور بے شمار محرّمات کا اِرتکاب، اور ظاہر ہے کہ ان ناجائز اِخراجات کے لئے حلال وطیب اور محنت کی کمائی تو کافی نہیں ہوسکتی، لامحالہ حرام کمائی سے ان کو پورا کیا جاتا ہے۔ ہمارے ایک شناسا جو چشمِ بد دُور کسٹم میں افسر تھے، انہوں نے اپنی صاحبزادی کے نکاح پر ایک ہوٹل میں عشائیہ دیا، آج سے دس پندرہ سال پہلے اس پر پچاس ہزار روپے خرچ کئے، دُوسرے اِخراجات مزید برآں ہوں گے، ظاہر ہے کہ یہ سارے اِخراجات انہوں نے حلال وطیب مال سے نہیں کئے ہوں گے، یہ ساری خرابیاں اِیمان کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن "خدا کی لاٹھی بے آواز ہے" اب وہ پیرانہ سالی میں بستر پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں، زندگی کی "پاداشِ عمل" میں مبتلا ہیں اور اَبھی قبر اور حشر کے معاملات کا ہولناک منظر پسِ پردہ ہے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس "قیدِ تنہائی" میں کیا گزرے گی...! ان فضول رسموں، شاہ خرچیوں اور عیاشیوں کا علاج یہی ہے کہ مسلمان اپنے نقطۂ نظر کو تبدیل

(۱) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جھوٹا پینا ثابت ہے، عن عائشة قالت: كنت أشرب وأنا حائض ثم أناوله النبي صلى الله عليه وسلم فيضع فاه موضع فيّ فيشرب ...إلخ۔ (مشکوٰة ص:۵۶)۔

کریں، اپنی زندگی کا قبلہ دُرست کریں، اور اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کی صحبت سے نورِ بصیرت حاصل کریں، ورنہ صرف رِسالے اور مقالے لکھنے، قانون بنانے سے ہماری زندگی کی لائن تبدیل نہیں ہوسکتی۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بیاہ شادی کی رسموں اوران سے پیدا ہونے والی خرابیوں پر ''بہشتی زیور'' اور ''اِصلاح الرسوم'' میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

دُولہا اور دُلہن کے اُوپر پیالہ گھما کر پینا جاہلانہ رسم ہے

سوال:...شادی کے موقع پر جب دُلہن، دُولہا کے گھر پہنچتی ہے تو دُولہا کی ماں برتن یعنی پیالے کو ڈولی کے اُوپر تین بار گھماتی ہے اور اپنے منہ کے قریب جب لاتی ہے تو دُولہا اپنی ماں سے پیالے کو جھٹک دیتا ہے، اور وہ پانی پینے کی کوشش میں ناکام ہوجاتی ہے، آپ فرمائیے کہ یہ بیٹے کی گستاخی نہیں؟ جو ماں خود تربیت دے رہی ہے، وہ بیٹا پھر کیا وفا کرے گا؟ قصوروار کون ماں یا بیٹا؟

جواب:...تین بار گھما کر پانی پینا بھی جاہلانہ رسم ہے، اس لئے ماں پہلے قصوروار ہے، اور بیٹے کا مقصد اس رسم سے منع کرنا ہے تو قصوروار نہیں، اور اس کا جھٹکنا بھی ایک رسم ہے تو جیسی ماں ویسا بیٹا...!

کیا دُولہا کو مہندی لگانے سے نکاح نہیں ہوتا؟

سوال:...کیا دُولہا کے مہندی لگانے سے نکاح نہیں ہوتا؟

جواب:...نکاح تو ہوجاتا ہے، مگر مرد کو زینت کے لئے مہندی لگانا گناہ ہے۔ [1]

شادی یا دُوسرے موقع پر مردوں کو ہاتھ پر مہندی لگانا

سوال:...شادی یا غیرشادی کے موقع پر مرد کے ہاتھ پر مہندی لگانا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:...زینت کے لئے مہندی لگانا عورتوں کا کام ہے، مردوں کے لئے جائز نہیں۔ [2]

مہندی کی رسم شرعاً کیسی ہے؟

سوال:...لڑکے کی شادی ہو یا لڑکی کی، ایک رسم ہوتی ہے جسے مہندی کی رسم کہتے ہیں، میں نے سنا ہے کہ مردوں کو مہندی لگانا جائز نہیں ہے، ہاتھوں اور پیروں پر آپ اس بات کی وضاحت کریں کہ لڑکے کو مہندی ہاتھوں اور پیروں پر شادی میں لگانا چاہئے یا نہیں؟ اگر نہیں لگانا چاہئے تو اس کا مستند حوالہ دیں۔ نیز سونے کی انگوٹھی وغیرہ لڑکا پہن سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) ویکرہ للإنسان أن یخضب یدیہ ورجلیہ وکذا الصبی إلّا لحاجة۔ (شامی ج:۶ ص:۳۶۲، کتاب الحظر والإباحة)۔

(۲) عن ابن عباس قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء، والمتشبھات من النساء بالرجال۔ (مشکوٰة ص:۳۸۰)۔ ویکرہ للإنسان أن یخضب یدیہ ورجلیہ وکذا الصبی إلّا لحاجة بنایة ولا بأس بہ للنساء۔ (شامی ج:۶ ص:۳۶۲، فصل فی اللبس، طبع ایچ ایم سعید)۔

جواب:... مہندی لگانا عورتوں کا کام ہے، اور عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔[۱] سونے کی انگوٹھی بھی مردوں کے لئے حرام ہے۔[۲]

ناپسندیدہ رشتہ منظور کرنے کے بعد لڑکی سے قطع تعلق صحیح نہیں

سوال:... لڑکی کا تعلق سادات برادری سے ہے، ایک دن اچانک گھر والوں کو اطلاع ملی کہ لڑکی غیر مرد کے ساتھ ''کورٹ میرج' کرنا چاہتی ہے، اس پر لڑکی کے گھر والے بہت برہم ہوئے اور لڑکی کو ڈرایا دھمکایا، لڑکی نے فی الفور خاموشی اختیار کرلی، مگر گھر والے اس کے رویئے سے بہت خائف تھے کہ وہ راہِ فرار اختیار نہ کرلے، ان لوگوں نے اپنی عزّت بچانے کی خاطر اسی مرد سے اس کی شادی کردی جسے وہ پسند کرتی تھی۔ ماں نے اپنی بیٹی سے قطع تعلق کیا ہوا ہے اور باپ قطع تعلق کا قائل نہیں، اور خاندان کے بزرگوں نے بھی یہ کہہ رکھا ہے کہ اگر تم لوگوں نے اپنی بیٹی سے آمد و رفت قائم کیا تو خاندان والے تم لوگوں سے قطع تعلق کرلیں گے۔ لڑکی کی ماں اور خاندان والوں نے چند وجوہات کے باعث لڑکی سے تعلق ختم کر رکھا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱:... شادی والدین کی مرضی کے خلاف ہوئی۔

۲:... لڑکی نے غیر برادری میں شادی کرلی ہے، یعنی حسب نسب کا خیال نہیں رکھا۔

قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے کہ شادی کے معاملات میں حسب نسب کا خیال رکھنا اور لڑکی کی ماں اور خاندان والوں کا لڑکی سے قطع تعلق کرلینا دُرست ہے؟

جواب:... کسی ناگوار بات پر طبعی رنج ہونا تو انسانی فطرت ہے، اور اس رنجش کی وجہ سے باہمی اُلفت ومحبت کا نہ رہنا بھی ایک فطری امر ہے، اور اس پر شرعاً کوئی مؤاخذہ بھی نہیں۔[۳] لیکن اس کی وجہ سے یکسر قطع تعلق کرلینا کہ نہ سلام ہو، نہ کلام، نہ شادی غمی میں شرکت، نہ بیماری میں عیادت، یہ شرعاً حرام ہے۔[۴] لڑکی کا خود اپنا رشتہ تجویز کرلینا ناپسندیدہ فعل تھا، لیکن اب جبکہ یہ شادی خود والدین کے ہاتھوں ہوئی ہے، اس کے بعد قطع تعلقات کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں۔[۵]

---

(۱) عن ابن عباس قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لعن اللہ المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال. رواه البخاری. (مشکوٰۃ ص:۳۸۰، باب الترجل، الفصل الأوّل).

(۲) وفی رد المحتار مع الدر المختار (ج:۶ ص:۳۵۹، کتاب الحظر والإباحة، طبع سعید): ولَا يتختم إلّا بالفضة لحصول الإستغناء بها فيحرم بغيرها ...إلخ. لما روى الطحاوی باسناده إلى عمران بن حصين وأبی هريرة قال: نهى رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم عن خاتم الذهب ...إلخ.

(۳) "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (البقرة:۲۸۶).

(۴) أنّ جبير بن مطعم أخبره أنه سمع النبی صلى اللہ عليه وسلم يقول: لَا يدخل الجنّة قاطع. (صحيح البخاری ج:۲ ص:۸۸۵، باب اثم القاطع).

(۵) وصلة الرحم واجبة ولو كانت بسلام وتحية وهديّة ومعاونة ومجانسة ...إلخ. (الدر المختار ج:۶ ص:۴۱۱، فصل فی البيع، طبع ایچ ایم سعید).

شوہر کی موت کے بعد لڑکی پر سسرال والوں کا کوئی حق نہیں

سوال:... ہمارے ہاں یہ رواج چلا آرہا ہے کہ عموماً شادی سے ایک دو سال پہلے نکاح پڑھ لیتے ہیں، اب سلسلہ یہ ہے کہ کیا اس عرصے کے دوران شوہر کا انتقال ہوجائے تو اب لڑکی آزاد ہوجائے گی اور جس جگہ بھی چاہے شادی کرسکتی ہے؟ حالانکہ لڑکے کے والدین اس کو پسند نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں دُوسرا بیٹا بھی ہے، ان کے والدین چاہتے ہیں کہ لڑکی کی شادی دُوسرے بیٹے سے کرائی جائے، کیا شوہر کے مرنے کے بعد لڑکی پر کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں یا نہیں؟

جواب:... شوہر کے انتقال کے بعد لڑکی کے ذمہ شوہر کی موت کی عدّت (ایک سو تیس دن) واجب ہے۔[1] عدّت کے بعد لڑکی خودمختار ہے کہ وہ عدّت کے بعد جہاں چاہے اپنا عقد کرے، سسرال والوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔ اگر وہ خود دُوسرے بھائی سے شادی پر راضی ہو تو اس کا نکاح ہوسکتا ہے، مگر سسرال والے مجبور نہیں کرسکتے۔[2]

نافرمان بیٹے سے لاتعلقی کا اعلان جائز ہے، لیکن عاق کرنا جائز نہیں

سوال:... سائل کا ایک لڑکا جس کی عمر ۳۰ سال ہے، وہ سائل کے لئے وبالِ جان بنا ہوا ہے، اور بچپن سے گھر سے بھاگنے کا عادی ہے۔ اللہ اور رسول اور بزرگانِ دِین کا واسطہ دے کر اور ماں کی اور عزیزوں کی حمایت حاصل کرکے پھر نہ جانے کا عہد کرکے ''عہد'' سے منحرف ہوجاتا ہے۔ عزیزوں اور اس کی والدہ کے کہنے پر شادی کردی، تو پہلی بیوی کا زیور لے کر بھاگ گیا، پھر آیا، اور نہ جانے کا عہد کرکے بیوی کو لے کر چلا گیا۔ اب سسرال والوں نے اس کی بیوی کو روک لیا، سارا سامان اور زیور بھی رکھ لیا اور اسے نکال دیا۔ اب یہ اپنی ماں اور دُوسرے عزیزوں کو لے کر پھر سائل کے پاس آیا اور پھر وہی عہد کرتا ہے، سائل اب اس کی اور اس کی ماں کی بات ماننے سے انکاری ہے، اور اگر اس کی بیوی بھی ایسے ''بدعہد'' بیٹے کا ساتھ دینے سے باز نہ آئے تو وہ بیوی اور اس کے بیٹے سے لاتعلق ہونے اور لاتعلقی کا اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ شرعاً سائل کا یہ اقدام صحیح ہے یا نہیں؟ اور ایسے بدتمیز بیٹے کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟ تاکہ سائل گنہگار نہ ہو۔

جواب:... اولاد کے جوان ہوجانے کے بعد اور ان کی شادی بیاہ کردینے کے بعد والدین کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے۔[3] اس لئے آپ کو حق ہے کہ لڑکے کو گھر نہ آنے دیں، اور اگر اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد

---

(۱) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة: ۲۳۴)۔ (وإذا مات الرجل عن امرأته الحرة) دخل بها أو لَا صغيرة كانت أو كبيرة، مسلمة أو كتابية، حاضت في المدة أو لم تحض (كما في خزانة المفتيين) (فعدتها أربعة أشهر وعشرة) أيام، لقوله تعالىٰ (ويذرون أزواجًا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرة. (اللباب في شرح الكتاب ج:۱ ص:۲۰۱، كتاب العدة، طبع قديمي كتب خانه)۔

(۲) لَا تجبر البالغة البكر على النكاح لِانقطاع الولَاية بالبلوغ۔ (درمختار ج:۳ ص:۵۹، كتاب النكاح)۔

(۳) ولَا يجب على الأب نفقة الذكور الكبار۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۵۶۳، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في نفقة)۔

ہوسکتی ہے تو لاتعلقی کا اعلان کرنے کا بھی مضائقہ نہیں، لیکن "عاق" کردینا اور اپنے بعد اس کو اپنی جائیداد سے محروم کردینا جائز نہیں۔[1]
بیوی سے لاتعلق ہونے کے معنی طلاق کے ہیں، لڑکے کی وجہ سے اس کی والدہ کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔

ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پینے سے بہن بھائی نہیں بنتے

سوال:... میرے دوست نے ایک لڑکی کو بہن بنایا اور اس نے قرآن اُٹھا کر کہا کہ یہ میری بہن ہے اور دونوں نے ایک دُوسرے کے منہ والا دُودھ بھی پیا۔ میں نے جہاں تک سنا ہے دُودھ پینے سے بہن بھائی بن جاتے ہیں، اب ان دونوں کی شادی ہوگئی ہے، آپ بتائیں کہ یہ شادی جائز ہے؟

جواب:... جھوٹی بات پر محض قرآن اُٹھانے اور ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پینے سے بہن بھائی نہیں بنا کرتے، اس لئے ان کی شادی صحیح ہے۔ جھوٹی بات پر قرآن اُٹھانا گناہِ کبیرہ ہے،[2] اور یہ ایسی قسم ہے جو آدمی کے دِین و دُنیا کو تباہ کردیتی ہے، مسلمانوں کو ایسی جرأت نہیں کرنی چاہئے۔

نوٹ:... بہن بھائی کا مفہوم واضح ہے، یعنی جن کا باپ ایک ہو، یا ماں ایک ہو، یا والدین ایک ہوں۔ یہ "نسبی بہن بھائی" کہلاتے ہیں۔ اور جس لڑکے اور لڑکی نے اپنی شیرخوارگی کے زمانے میں ایک عورت کا دُودھ پیا ہو وہ "رضاعی بہن بھائی" کہلاتے ہیں، یہ دونوں قسم کے بہن بھائی ایک دُوسرے کے لئے حرام ہیں۔[3] ان کے علاوہ جو لوگ منہ بولے "بھائی بہن" بن جاتے ہیں یہ شرعاً جھوٹ ہے، اور ایسے نام نہاد "بھائی بہن" ایک دُوسرے پر حرام نہیں۔[4]

کیا بیوی اپنے شوہر کا جھوٹا کھا پی سکتی ہے؟

سوال:... کیا اسلام کے قانون کی رُو سے ایک بیوی اپنے شوہر کا جھوٹا دُودھ پی سکتی ہے یا اور کوئی دُوسری اشیاء کھاسکتی ہے؟

جواب:... ضرور کھا پی سکتی ہے۔[5]

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنّة يوم القيامة. (الدر المنثور للسيوطي ج:۲ ص:۱۲۸ طبع بيروت، وكذا في مشكوٰة ص:۲۵۵).

(۲) الكبيرة التاسعة والعاشرة بعد الأربع مأة: اليمين الغموس، واليمين الكاذبة وإن لم تكن غموسًا .... وأخرج البخاري وغيره: الكبائر الإشراك بالله وعقوق الوالدين واليمين الغموس ...إلخ. (الزواجر عن اقتراف الكبائر ج:۲ ص:۱۸۱، ۱۸۲، كتاب الأيمان). أيضًا: فالغموس هو الحلف على أمر ماض يتعمد الكذب فيه فهٰذه اليمين يأثم فيها صاحبها لقوله عليه السلام: من حلف كاذبا أدخله الله النار۔ (هداية ج:۲ ص:۴۷۸، كتاب الأيمان).

(۳) كل من تحرم بالقرابة والصهرية تحرم بالرضاع. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۷۷، القسم الثالث، المحرمات بالرضاع).

(۴) "وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ" (الأحزاب:۴).

(۵) عن عائشة قالت: كنت أشرب وأنا حائض ثم أناوله النبي صلى الله عليه وسلم فيضع فاه على موضع فيّ فيشرب وأتعرق العرق وأنا حائض ثم أناوله النبي صلى الله عليه وسلم فيضع فاه على موضع فيّ. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۵۶).

حمل کے دوران نکاح کا حکم

سوال:... میری دوست کے شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی، اس کے دو ماہ کا حمل تھا، آیا اس کو طلاق ہوگئی؟ اگر اس نے عدّت کے دن پورے کرلئے تو وہ حمل کے دوران نکاح کرسکتی ہے؟ جبکہ اس کا کوئی قریبی عزیز نہیں جو اس کو رکھ سکے، اس کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟

جواب:... حمل کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔[1] اور ایسی عورت کی عدّت وضعِ حمل ہے،[2] بچے کی ولادت تک وہ عدّت میں ہے، دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔[3] ولادت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، عدّت کے دوران اس کا نان نفقہ طلاق دہندہ کے ذمہ ہے۔[4]

ناجائز حمل والی عورت سے نکاح جائز ہونے کی تفصیل

سوال:... میں نے ایک عورت سے شادی کی، اور تقریباً پندرہ روز گزارنے کے بعد اس کی طبیعت خراب ہوئی، اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ڈاکٹر نے مناسب معائنے کے بعد بتلایا کہ وہ عورت حاملہ ہے تین ماہ کی۔ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا تھا، لیکن میرے رشتہ داروں نے اس طرح کرنے نہیں دیا۔ بہرحال حمل تو ضائع ہوگیا۔ جناب آپ مجھے مشورہ دیں کہ ایسی صورت میں کیا میرا نکاح ہوا یا نہیں؟ آیا میں اس عورت کو اپنے پاس بیوی بناکر رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ آپ جواب سے جلد مطلع فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

جواب:... اگر حمل کی حالت میں عورت کا شوہر فوت ہوجائے یا اس حالت میں اسے طلاق ہوجائے تو وضعِ حمل تک اس کی عدّت ہے،[5] اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔[6] اور اگر ناجائز حمل ہو تو نکاح صحیح ہے، مگر وضعِ حمل تک شوہر کو اس کے قریب نہیں جانا چاہئے۔[7] اور اگر ناجائز حمل بھی اسی کا تھا جس سے نکاح ہوا تو وہ صحبت کرسکتا ہے۔[8] بہرحال ناجائز حمل کی عدّت نہیں،[9] اس سے نکاح جائز ہے۔

عدّت میں نکاح

سوال:... یہ امر مُسلَّم ہے کہ مسلسل تین روز فاقے کے بعد شریعت میں حرام چیز بھی حلال قرار دِی جاتی ہے، اس اُصول کی

---

(۱) وحل طلاقهن أى الأيسة والصغيرة والحامل عقب وطءٍ ...إلخ. (در مختار ج:۳ ص:۲۳۲).

(۲) "وَاُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (الطلاق:۴).

(۳) اما نكاح منكوحة الغير ومعتدة .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامى ج:۳ ص:۱۳۲).

(۴) واذا طلق الرجل إمرأته فلها النفقة والسكنى فى عدتها رجعيًا كان أو بائنًا ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۴۳).

(۵) وعدة الحامل أن تضع حملها، كذا فى الكافى. (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۲۸).

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۷) وصح نكاح حبلٰى من زنا لَا حبلٰى من غيره .... وإن حرم وطؤها ودواعيه حتّٰى تضع. (درمختار ج:۳ ص:۴۸، فصل فى المحرمات).

(۸) ...... لو نكحها الزانى حل له وطؤها. (در مختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۴۹).

(۹) لَا تجب العدّة على الزانية، وهٰذا قول أبى حنيفة ومحمد، كذا فى شرح الطحاوى. (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۲۶).

روشنی میں یہ امر وضاحت طلب ہے کہ آیا گناہ سے بچنے کے لئے دورانِ عدّت کسی خاتون سے نکاح کو جائز قرار دِیا جاسکتا ہے؟

جواب:... عدّت میں نکاح جائز نہیں،[۱] اور آپ کا قیاس غلط ہے۔

پہلے شوہر کو چھوڑ کر دُوسرے مرد سے نکاح کرنا

سوال:... ایک شخص جس نے ایک عورت کے ساتھ شادی کی، اور اس عورت سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا، لیکن بعد میں اس عورت کا کسی دُوسرے مرد کے ساتھ رابطہ ہوگیا، اور وہ پہلے شوہر کو چھوڑ کر دُوسرے مرد کے پاس چلی گئی اور اس کے ساتھ نکاح کرلیا، حالانکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی۔ جب پہلے شوہر نے عدالت میں کیس کیا تو عورت نے غلط بیانی کی اور کہا کہ مجھے میرا شوہر قتل کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے میں دُوسرے مرد کے پاس چلی گئی، تو عدالت نے عورت کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے نکاح کو جائز قرار دے دیا، حالانکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی۔ کیا شرعی لحاظ سے عدالت کا یہ فیصلہ دُرست ہے؟

جواب:... جو فیصلہ غلط بیانی پر مبنی ہو، وہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ پھر قتل کرنے کے اِرادے سے طلاق کیسے ہوگئی؟ اور جب طلاق نہیں ہوئی تو دُوسرا نکاح کیسے ہوگیا؟ تعجب ہے کہ ہمارے یہاں عدل واِنصاف کا معیار اس حد تک گرگیا ہے...!

بہرحال واقعے کی جو نوعیت سوال میں لکھی گئی ہے، اگر صحیح ہے، تو عورت پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، دُوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوا،[۲] بلکہ وہ بدکاری کی مرتکب ہے، اور اُس کا دُوسرا نام نہاد شوہر بھی بدکاری میں مبتلا ہے، ان دونوں کو لازم ہے کہ خدا کا خوف کریں، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ مکروفریب کام دیں گے، نہ وکیلوں کے سکھائے ہوئے جھوٹے بیانات۔

اگر عورت پہلے شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی تو اس سے طلاق لے لے، اور عدّت کے بعد جہاں چاہے نکاح کرلے، پہلے شوہر کو بھی چاہئے کہ ایسی عورت کو اپنے نکاح میں نہ رکھے، ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ بھی ایسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنے کی وجہ سے پکڑا جائے، واللہ اعلم!

بینک ملازمین کی اولاد سے شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال:... آپ کے کالم میں چھپا ہے کہ بینک میں کام کرنے والوں کے بیٹے اور بیٹیوں سے شادی نہیں ہوسکتی۔ ان ملازمین کا جن کی شادی ہوچکی ہو اور ان کی اولادیں ہوچکی ہوں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آخر ان بچوں کا کیا قصور ہے؟

جواب:... چونکہ بینکوں کے کام کرنے والوں کی آمدنی سود کی ہوتی ہے، اس لئے ایسی جگہ شادی کرنے کی وجہ سے حرام رزق کھانا پڑے گا، جس کے اثرات اولاد پر پڑیں گے، اس لئے علمائے کرام ایسی جگہ شادی سے منع کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسی جگہ شادی کرچکے ہیں وہ حلال رزق کی کوشش کریں۔[۳]

---

(۱) وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدة .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامی ج:۳ ص:۱۳۲)۔

(۲) ایضاً حوالہ بالا۔

(۳) عن جابر قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: هم سواء. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۲۴۴، باب الربا، الفصل الأوّل)۔

اگر لڑکی کے والدین کے پاس طلاق کے کاغذات نہ ہوں تو دُوسرے نکاح کا حکم

سوال:... زید نے بیرونِ ملک جاکر ایک خاتون سے نکاح کیا، خاتون کے والدین کے مطابق اس کا ایک نکاح دس بارہ سال قبل بکر سے ہوا تھا، بکر چند ہی دِن اس کے ساتھ رہا اور اس کے بعد اس سے الگ ایک جگہ منتقل ہوگیا، اور اس نے بلیک میلنگ کے ذریعے لڑکی کے والدین سے رقم و دیگر مراعات حاصل کرنا چاہیں، جو اس کے والدین نے نہ مانیں، اس پر مشتعل ہوکر بکر نے تحریری طلاق دے دی جو بعد ازاں اس کے والد نے مذاکرات کی صورت میں ان لوگوں سے لے کر ضائع کردی۔ لیکن بہرحال مذاکرات ناکام رہے، لڑکی ان کے ساتھ نہ گئی، نہ ہی وہ لوگ ان کے ساتھ رہے، اور پاکستان واپس آگئے۔ بعد ازاں یہاں سے انہوں نے لڑکی کے ملک دوبارہ رابطہ کیا اور اِصرار کیا کہ ہم نے طلاق نہیں دی، اگر تم رہنا چاہو تو پاکستان آجاؤ، لیکن لڑکی نے اس بات کو قطعی تسلیم نہیں کیا، کیونکہ ان کا مقصد محض لڑکی اور اس کے والدین سے رقم بٹورنا تھا اور کچھ نہیں۔ یوں ان سے قطع تعلق ہوگیا، اور دس بارہ سال کا عرصہ گزر گیا۔ لڑکی شادی کے لئے تیار نہ تھی، لیکن زید کے معقول رشتے نے اسے اپنا گھر آباد کرنے پر دوبارہ مجبور کیا اور یوں یہ گھرانا آباد ہوگیا۔ زید کے گھر والے یوں پریشان ہیں کہ لڑکی والوں کے پاس کوئی تحریری طلاق نہیں ہے، صرف زبانی بیان ہے۔ نکاح وہاں کے رجسٹرار نے پڑھا کر سند دی ہے، آپ اس نکاح کی شرعی حیثیت بتائیے۔

جواب:... اگر زید کو اس کا اِطمینان ہے کہ لڑکی اور اس کے والدین کے بیانات صحیح ہیں، تو یہ نکاح صحیح ہے،[1] اور وہ اس لڑکی کو آباد کرسکتا ہے، واللہ اعلم!

دو لاکھ کی خاطر طلاق دینے والے شوہر سے دوبارہ نکاح نہ کریں

سوال:... میرے شوہر نے میرے ساتھ اچھا رویہ اِختیار نہیں کیا، میں بچوں کی خاطر وقت گزارتی رہی، ایک دفعہ اس نے مجھ سے دو لاکھ روپے کا مطالبہ کیا کہ اپنے والدین سے لے کر آؤں، ظاہر ہے یہ مطالبہ پورا کرنا میرے لئے مشکل تھا، انہوں نے مجھے طلاق دے دی، بچوں کو انہوں نے اپنے پاس رکھا، اب کہتے ہیں کہ دو لاکھ روپے لاؤ تو دوبارہ تم سے شادی کرلوں گا، ورنہ تم بچوں کو اپنے پاس رکھو، میں دُوسری شادی کرلوں گا۔ آپ سے مشورہ چاہئے کہ کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... مجھے معلوم نہیں کہ آپ بچوں کے بغیر صبر کرسکیں گی یا نہیں؟ اگر یہ معاملہ میرے بس میں ہوتا تو ایسے خودغرض، لالچی آدمی کو کبھی منہ نہ لگاتا۔

اگر یہ ممکن ہو کہ آپ بچوں کے بغیر صبر کرسکیں تو میرا مشورہ یہ ہوگا کہ آپ کسی شریف آدمی سے عقد کرلیں۔ اس شخص کو اِختیار نہ کریں، وہ بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔

---

(۱) لو قالت إمرأته لرجل طلّقني زوجي وانقضت عدّتي لَا بأس أن ينكحها۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۲۹)۔

کیا غیر اِسلامی لباس اِستعمال کرنے والی عورت سے نکاح جائز ہے؟

سوال:... کیا ایسی عورت سے شادی کی جاسکتی ہے جو اِسلامی لباس نہ پہنتی ہو؟ اور کیا اس سے شادی کرنے والا گناہگار ہوگا؟

جواب:... جو عورت غیر اِسلامی لباس پہنتی ہے، وہ گناہگار ہے، قبر میں اس کو عذاب ہوگا،[1] اور اس سے نکاح کرنے والا بھی گناہگار ہوگا اور مبتلائے عذاب ہوگا۔[2]

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أهل النار لم أرهما، قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات، عاريات، مميلات، مائلات، رؤسهنّ كأسنمة البخت المائلة، لَا يدخلن الجنّة ولَا يجدن ريحها، وإنّ ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا. (صحيح مسلم ج:۲ ص:۲۰۵).

(۲) جبکہ وہ بھی پسند کرتا ہو اور منع نہ کرتا ہو: "ولَا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب" (المائدة:۲).

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

سوال:...اسلام میں طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ یعنی طلاق کس طرح دی جاتی ہے؟

جواب:...طلاق دینے کے تین طریقے ہیں:

۱:...ایک یہ کہ بیوی ماہواری سے پاک ہوتو اس سے جنسی تعلق قائم کئے بغیر ایک ''رجعی طلاق'' دے، اور پھر اس سے رُجوع نہ کرے، یہاں تک کہ اس کی عدّت گزر جائے، اس صورت میں عدّت کے اندر اندر رُجوع کرنے کی گنجائش ہوگی، اور عدّت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔ یہ طریقہ سب سے بہتر ہے۔

۲:...دُوسرا طریقہ یہ کہ الگ الگ تین طہروں میں تین طلاق دے، یہ صورت زیادہ بہتر نہیں، اور بغیر شرعی حلالہ کے آئندہ نکاح نہیں ہوسکے گا۔

۳:...تیسری صورت ''طلاقِ بدعت'' کی ہے، جس کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً یہ کہ بیوی کو ماہواری کی حالت میں طلاق دے یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں صحبت کرچکا ہو، یا ایک ہی لفظ سے، یا ایک ہی مجلس میں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے ڈالے، یہ ''طلاقِ بدعت'' کہلاتی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طریقے سے طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے، مگر طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگر ایک دی تو ایک واقع ہوئی، اگر دو طلاقیں دیں تو دو واقع ہوئیں، اور اگر اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو تینوں واقع ہوگئیں، خواہ ایک لفظ میں دی ہو، یا ایک مجلس میں، یا ایک طہر میں۔ [1]

---

(۱) الطلاق علٰی ثلاثة أوجه: حسن وأحسن وبدعی، فالأحسن ان یطلق الرجل إمرأته تطلیقة واحدة فی طهر لم یجامعها فیه، ویترکها حتّٰی تنقضی عدّتها لأن الصحابة کانوا یستحبون ان لَا یزیدوا فی الطلاق علٰی واحدة حتّٰی تنقضی العدّة وإن هٰذا أفضل عندهم من أن یطلق الرجل ثلاثا عند کل طهر واحدة ولأنه أبعد من الندامة وأقل ضرر بالمرأة ولَا خلاف لأحد فی الکراهة. والحسن هو طلاق السُّنّة وهو أن یطلق المدخول بها ثلاثا فی ثلاثة أطهار، وقال مالک: إنه بدعة ولَا یباح إلّا واحدة لأن الأصل فی الطلاق هو الحظر، والإباحة لحاجة الخلاص وقد اندفعت بالواحدة. ولنا قوله علیه السلام فی حدیث ابن عمر: ان السُّنّة أن یستقبل الطهر إستقبالًا فیطلّقها لکل قرء تطلیقة ...... وطلاق البدعة أن یطلّقها ثلاثا بکلمة واحدة أو ثلاثا فی طهر واحد، فإذا فعل ذٰلک وقع الطلاق وکان عاصیًا اهـ. (هدایة، کتاب الطلاق، باب طلاق السُّنّة ج:۲ ص:۳۵۴، ۳۵۵، طبع مکتبه شرکت علمیه لاهور پاکستان).

طلاق کس طرح دینی چاہئے؟

سوال:... ہمارے ملک میں جب سے عائلی قوانین نافذ ہوئے ہیں اس دور سے اب تک یہ ہوتا چلا آرہا ہے کہ جب تک خاوند اپنی بیوی کو تین دفعہ طلاق نہ دے اس وقت تک طلاق کو مؤثر نہیں سمجھا جاتا، یعنی ایک اور دو طلاق کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔ جب بھی کوئی شخص طلاق دیتا ہے یا یونین کونسل کی طرف سے طلاق دِلوائی جاتی ہے تو تین طلاقیں دی جاتی ہیں اور تحریر میں بھی تین ہی لکھی جاتی ہیں، کیا یہی طریقہ دُرست ہے؟ اگر جواب نفی میں ہو تو صحیح طریقہ بتلائیں۔

جواب:... ایک ہی مرتبہ تین طلاق دینا بُرا ہے،(۱) اس سے میاں بیوی کا رشتہ یکسر ختم ہوجاتا ہے، رُجوع اور مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی، اور بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔(۲)

سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اگر طلاق دینا چاہے تو بیوی کے اَیام سے فارغ ہونے کے بعد اس کے قریب نہ جائے اور اسے ایک ''رجعی طلاق'' دے دے،(۳) اس صورت میں جب تک عورت عدّت سے فارغ نہیں ہوجاتی، تب تک طلاق مؤثر نہیں ہوگی، بلکہ نکاح بدستور قائم رہے گا، اور عدّت کے اندر شوہر کو رُجوع کرنے کا حق ہوگا،(۴) اگر شوہر نے عدّت کے اندر رُجوع نہ کیا تو عدّت کے ختم ہوتے ہی طلاق مؤثر ہوجائے گی اور نکاح ختم ہوجائے گا۔(۵) لیکن اس کے بعد بھی اگر دونوں مصالحت کرنا چاہیں تو دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔(۶)

طلاق دینے کا کیا طریقہ ہے؟ اور عورت کو طلاق کے وقت کیا دینا چاہئے؟

سوال:... بیوی کو اگر طلاق دینی ہو تو زبانی کیسے دی جاتی ہے؟ اور اگر لکھ کر دینی ہو تو کیسے دی جاتی ہے؟ علاوہ ازیں طلاق کے وقت کتنی رقم دینی پڑتی ہے؟

جواب:... طلاق خواہ زبانی دے یا تحریری طور پر، اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک ''رجعی طلاق'' دے دے اور پھر اس

---

(۱) عن محمود بن لبید قال: اخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجل طلّق إمرأته ثلاث تطلیقات جمیعًا فقام غضبان ثم قال: أیلعب بکتاب الله عزّ وجلّ وأنا بین أظهرکم! حتّٰی قام رجل فقال: یا رسول الله! ألا أقتله؟ رواه النسائی۔ (مشکوٰة ص:۲۸۴، باب الخلع والطلاق، طبع قدیمی، أیضًا: نسائی ج:۲ ص:۸۲)۔

(۲) وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرة .... لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها ثم یطلّقها أو یموت عنها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، الباب السادس فی الرجعة، کتاب الطلاق)۔

(۳) فالأحسن أن یطلق الرجل إمرأته تطلیقة واحدة فی طهرٍ لم یجامعها فیه، ویترکها حتّٰی تنقض عدّتها لأن الصحابة کانوا یستحبون أن لَا یزیدوا فی الطلاق علٰی واحدة حتّٰی تنقض العدّة۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۵۴، کتاب الطلاق)۔

(۴) إذا طلق الرجل إمرأته تطلیقةً رجعیةً أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدّتها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۵) الرجعة إبقاء النکاح علٰی ما کان ما دامت فی العدّة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۶۸)۔

(۶) وإذا کان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن یتزوّجها فی العدّة وبعد إنقضائها۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۹)۔

سے رُجوع نہ کرے، یہاں تک کہ اس کی عدّت گزر جائے۔[۱] مطلقہ عورت سے اگر "خلوَت" ہوچکی ہو تو اس کو اس کا مہر ادا کردینا ضروری ہے،[۲] مزید برآں اس کو ایک جوڑا حسبِ حیثیت دینا مستحب ہے،[۳] اور اگر "خلوَت" نہیں ہوئی تو آدھا مہر دینا لازم ہے۔[۴]

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ بیک وقت تین مرتبہ طلاق کوئی شخص دیتا ہے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسا کرتا تھا تو اس کو کوڑے مارے جاتے تھے۔

دُوسری بات یہ کہ اگر کوئی شخص طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد تین ماہ تک علیحدگی اِختیار کرے، اگر تین ماہ میں دونوں میاں بیوی رُجوع کریں تو ٹھیک ہے، ورنہ پھر ایک بار طلاق دینے کے تین ماہ بعد پھر رُجوع کرسکتے ہیں، اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر طلاق ہوجاتی ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو، ایک طلاق دیدے، اور پھر بیوی سے رُجوع نہ کرے، یہاں تک کہ تین حیض گزر جائیں، تین حیض گزرنے کے بعد عورت علیحدہ ہوجائے گی اور نکاح ختم ہوجائے گا، اگر دونوں رضامند ہوں تو بعد میں بھی دوبارہ نکاح ہوسکے گا، اور تین حیض گزرنے سے پہلے شوہر کو اپنی بیوی سے رُجوع کرنے کا حق ہوگا۔[۵]

اگر کسی شخص نے صحیح طریقے سے طلاق نہ دی، مثلاً:

الف:... حیض کی حالت میں طلاق دے دی.................. یا

ب:... ایسے طہر میں طلاق دی جس میں صحبت کرچکا تھا ..... یا

ج:... ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دیں................ یا

د:... ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں .... یا

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۲) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين سواء كان مسمّٰى أو مهر المثل۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۰۳، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر)۔

(۳) وتستحب المتعة .... للموطوءة سمّٰى لها مهر أو لا۔ وفي الشامية: أي بل يستحب لها۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۱۱۱، كتاب النكاح، باب المهر)۔

(۴) ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة۔ وفي الشامية: لما مر أن الوجوب بالعقد۔ (شامي ج:۳ ص:۱۰۴)۔

(۵) الطلاق على ثلاثة أوجهٍ: أحسن الطلاق، وطلاق السُّنّة، وطلاق البدعة .... فأحسن الطلاق بالنسبة أن يطلق الرجل إمرأته تطليقةً واحدةً رجعيةً كما في ظاهر الرواية، وفي زيادات الزيات: البائن والرجعي سواء، كذا في التصحيح، في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتّٰى تنقض عدّتها لأنه أبعد من الندامة، لتمكنه من التدارك وأقل ضررًا بالمرأة۔ (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الطلاق ج:۲ ص:۱۶۷، ۱۶۸، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۵۴، شامي ج:۳ ص:۲۳۰)۔

ہ:...ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دے دیں۔

ان تمام صورتوں میں وہ شخص گناہگار ہوگا، لیکن جتنی طلاقیں دی ہیں، وہ واقع ہوجائیں گی۔ (۱)

تین طلاقیں ایک وقت دینے میں تینوں واقع ہوجاتی ہیں، یہی جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ کا مذہب ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، وہ قطعاً و یقیناً غلط کہتے ہیں، کسی مسلمان کے لئے ان کی اس بات پر عمل کرنا حلال نہیں، ورنہ ایسا شخص ساری عمر بدکاری کا مرتکب ہوگا۔ (۲)

یہ روایت تو میری نظر سے نہیں گزری کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین طلاق پر کوڑے لگائے جاتے تھے، البتہ تین طلاق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ ناراضی فرمانا حدیث میں آتا ہے، چنانچہ حضرت محمود بن لبیدؓ فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں، تو آپ غصے میں اُٹھ کھڑے ہوئے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: کیا میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے؟ حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ: حضرت! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں؟" (۳)

(نسائی ج:۲ ص:۸۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو واقع ہوجاتی ہیں، ورنہ اگر تین طلاقیں ایک ہی ہوتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کی کوئی وجہ نہ تھی، واللہ اعلم!

طلاق کب اور کیسے دی جائے؟

سوال:...شریعت نے ازدواجی زندگی کے لئے نکاح کو مشروع فرمایا اور نباہ نہ ہونے کی صورت میں طلاق کی اجازت دی ہے، لیکن یہ بھی فرمایا کہ ناپسندیدہ ترین فعل طلاق ہے، معلوم ہوا کہ معمولی بات پر نہیں متعدد مقامات پر اس اقدام کو روا قرار دیا۔ مشاہدات بتاتے ہیں کہ قصور جانبین کا ہوتا ہے، جبکہ شریعت میں صلح بھی مطلوب ہے، وہ کیا اُمور ہیں اور ان کی کیا ترتیب ہے کہ جن

(۱) وطلاق البدعة: أن يطلّقها ثلاثًا أو ثنتين بكلمة واحدة أو يطلقها ثلاثًا أو اثنتين في طهر واحد، لأن الأصل في الطلاق الحظر لما فيه من قطع النكاح الذي تعلقت المصالح الدينية والدنيوية .... فإذا فعل ذلك وقع الطلاق وبانت المرأة منه وكان عاصيًا لأن النهي لمعنى في غيره. (اللباب، كتاب الطلاق ج:۲ ص:۱۶۸، أيضًا: عالمگيری ج:۱ ص:۳۴۸، كتاب الطلاق، هداية ج:۲ ص:۳۵۴، كتاب الطلاق).

(۲) وذهب جماهير من العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون رحمهم الله تعالٰى على أن من طلق إمرأته ثلاثًا وقعن، ولٰكنه يأثم. (عمدة القاری، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث ج:۲۰ ص:۲۳۳).

(۳) عن محمود بن لبيد قال: اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلّق إمرأته ثلاث تطليقات جميعًا فقام غضبان ثم قال: أيُلعب بكتاب الله عزّ وجلّ وأنا بين أظهركم! حتّى قام رجل فقال: يا رسول الله! ألا أقتله؟ رواه النسائي. (مشكوٰة ص:۲۸۴، باب الخلع والطلاق، طبع قديمی، أيضًا: نسائی ج:۲ ص:۸۲).

سے طلاق تک نوبت نہ آئے اور عورت کی اِصلاح بھی ہوجائے؟ اگر پھر بھی عورت کی اِصلاح نہ ہو تو طلاق کس وقت، کن الفاظ سے، کس طریقے سے اور کس ترتیب سے دی جائے؟ قرآن اور سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب:... رِشتۂ اِزدواج توڑنے کے لئے نہیں بلکہ قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ شریعت نے رِشتۂ اِزدواج کو پائیدار رکھنے کے لئے متعدّد اِقدامات تجویز فرمائے ہیں:

اوّل:... زوجین ایک دُوسرے کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کریں اور ایک دُوسرے کے ساتھ نااِنصافی کا برتاؤ نہ کریں،[۱] اور اگر کبھی ایک دُوسرے کی جانب سے ناگوار بات پیش آجائے تو درگزر کرنے سے کام لینا چاہئے۔ الغرض دونوں اس کی کوشش کریں کہ مقدس رشتۂ اِزدواج اُلفت ومحبت کا آئینہ دار رہے اور بیزاری کے جراثیم سے پاک رہے۔

دوم:... اگر خدانخواستہ کبھی دونوں کے درمیان رنجش پیدا ہوجائے تو اس کو طول دینے کی کوشش نہ کریں، بلکہ دونوں صبر وتحمل اور اُلفت ورواداری کی فضا میں اس ''دوستانہ رنجش'' کو دُور کرکے دِل صاف کرلیں اور حسن وتدبر کے ساتھ آپس کا معاملہ خود نمٹالیں کہ تیسرے شخص کی مداخلت کی ضرورت پیش نہ آئے۔ خصوصاً مرد جسے ''اِزدواجی کمیشن'' کا سربراہ مقرّر کیا گیا ہے، اس پر خصوصی پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ خود بھی مردانہ عقل اور دُوراندیشی سے کام لے، اور اگر عورت کے مزاج میں کجی پائی جاتی ہو تو حلم ووقار کے ساتھ اس کی اِصلاح کی مناسب تدابیر کرے۔

سوم:... اگر خدانخواستہ معاملہ دونوں کے قابو سے باہر ہوتا نظر آئے تو دونوں خاندانوں کے داناؤں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دونوں کے درمیان جوڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کی صورت یہ تجویز فرمائی گئی ہے کہ ایک دانش مند بزرگ مرد کے خاندان سے کیا جائے، اور ایک دانش مند بزرگ عورت کے خاندان سے، وہ دونوں مل کر دونوں کی شکایات سنیں اور ان کے اِزالے کی کوشش کریں۔ میاں بیوی کے درمیان پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دُور کریں، اور اگر کوئی فریق واقعتاً زیادتی کر رہا ہے تو اس کو مناسب فہمائش کریں،[۲] اور اس سلسلے میں کسی فریق کی طرف داری وجانب داری نہ کریں، بلکہ حمایت اور مخالفت سے بالاتر ہوکر دونوں کی اِصلاح کی کوشش کریں، اگر ان نکات پر ان کی حقیقی رُوح کے مطابق عمل کیا جائے تو اِن شاء اللہ طلاق کی نوبت نہ آئے گی، اور اگر ان تمام تدابیر

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إنها ستکون أثرة وامور تنکرونها۔ قالوا: یا رسول الله! کیف تأمر من أدرک منا ذالک؟ قال: تؤدون الحق الذی علیکم وتسألون الله الذی لکم۔ متفق علیه۔ (دلیل الفالحین، باب فی وجوب طاعة ولَاة الأمور، حدیث نمبر: ۶۲۹، ج:۵ ص:۱۳۵، طبع دار المعرفة بیروت)۔ عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته، الإمام راع ومسئول عن رعیته، والرجل راع فی أهله ومسئول عن رعیته، والمرأة راعیة فی بیت زوجها ومسئولة عن رعیتها، والخادم راع فی مال سیّده ومسئول عن رعیته، وکلکم راع ومسئول عن رعیته۔ متفق علیه۔ (دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین، باب فی أمر ولَاة الأمور، حدیث نمبر: ۶۵۲، ج:۵ ص:۱۱۵، طبع دار المعرفة بیروت)۔

(۲) وإن خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکمًا من أهله وحکمًا من أهلها، إن یریدا إصلاحًا یوفق الله بینهما، إن الله کان علیمًا خبیرًا۔ (النساء:۳۵)۔

کے باوجود میاں بیوی کے درمیان موافقت نہ ہو سکے تو آخری حیلہ طلاق ہے، اور اس سلسلے میں یہ حکم دیا گیا کہ:

۱:...طلاق حالتِ حیض میں نہ دی جائے، بلکہ جب عورت ایام سے پاک ہوجائے تب اگر طلاق دینا منظور ہو تو وظیفۂ زوجیت ادا کئے بغیر طلاق دی جائے۔ [1]

۲:...طلاق بھی صرف ایک دی جائے، تین طلاقیں بیک وقت نہ دی جائیں۔ [2]

۳:...اس ایک طلاق کے بعد عورت عدّت گزارے گی، اور عدّت تین حیض ہیں۔ [3]

۴:...عدّت کے ختم ہونے تک دونوں کا نکاح باقی رہے گا، اب بھی دونوں کے درمیان مصالحت کی گنجائش ہوگی، دونوں طلاق اور جدائی کے انجام اور بچوں کے مستقبل کے بارے میں غور کرسکیں گے، اور اگر دونوں کو عقل آگئی تو مرد عدّت ختم ہونے تک بیوی کو واپس لے سکتا ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ [4]

۵:...اور اگر ایک طلاق کے بعد بھی دونوں کو عقل نہ آئی اور مرد نے رُجوع نہیں کیا تو عدّت (تیسرا حیض) ختم ہونے کے بعد نکاح اَزخود ختم ہوجائے گا، اور دونوں کے درمیان جدائی ہوجائے گی، لیکن چونکہ یہ جدائی ایک طلاق سے ہوئی ہے، اس لئے اگر اَب بھی ان کا جی چاہے تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔[5] یہی حکم دو طلاقوں کا ہے کہ دو طلاق کے بعد رُجوع کی گنجائش ہے، بشرطیکہ ایک یا دو طلاقیں بائنہ نہ دی ہوں۔ [6]

۶:...اگر کسی شخص نے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود کو توڑتے ہوئے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں، تو تینوں واقع ہوجائیں گی، عورت حرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوجائے گی، اور اَب بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ ان کا نکاح نہیں ہوسکے گا، اور یہ شخص حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا۔ [7]

---

(۱) فالأحسن أن يطلق الرجل إمرأته تطليقة واحدة في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتّٰى تنقضي عدّتها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۵۴، كتاب الطلاق، طبع مكتبه شركت علميه لاهور)۔

(۲) وثلاثا في طهر أو بكلمة بدعة .... لأنهم صرحوا بعصيانه۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۳۹، طبع رشيديه)۔

(۳) حرّة ممن تحيض فعدّتها ثلاثة اقراء۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۵۲۶، طبع رشيديه)۔

(۴) والطلاق الرجعي لَا يحرّم الوطي .... حتّٰى يملك مراجعتها من غير رضاها لأن حق الرجعة ثبت نظرًا للزوج ليمكنه التدارك عند إعتراض الندم۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب في الرجعة)۔

(۵) إذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدّة وبعد إنقضائها لأن حل المحلية باق لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب في الرجعة)۔

(۶) وإذا طلق الرجل إمرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۴، باب الرجعة)۔

(۷) والبدعي ثلاث متفرقة۔ وفي الشامية: منسوب إلى البدعة، والمراد بها هنا المحرمة لتصريحهم بعصيانه، بحر، قوله ثلاثة متفرقة وكذا بكلمة واحدة بالأولٰى۔ (شامي ج:۳ ص:۲۳۲)۔ وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة .... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۳)۔

۷:...اسی طرح اگر کسی شخص نے حیض کی حالت میں طلاق دے دی، یا حیض کے بعد وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کے بعد طلاق دے دی تو یہ شخص گناہگار ہوگا، اور جیسی طلاق دی ہو، واقع ہوجائے گی۔ اگر ایک طلاق دی ہو تو ایک واقع ہوگی، اور اس کو طلاق سے رُجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا،[1] اور اگر حیض کی حالت میں تین طلاقیں دی ہوں تو واقع ہوجائیں گی، اب شوہر کے لئے رُجوع کی گنجائش نہ ہوگی اور نہ بغیر حلالہ شرعی کے دونوں دوبارہ نکاح کرسکیں گے۔[2]

---

(۱) طلق ابن عمر إمرأته وهی حائض فسأل عمر النبی صلی الله علیه وسلم، فأمره أن یراجعها، ثم یطلق من قبل عدتها، قلت: فتعتد بتلک التطلیقة قال: أرأیت ان عجز واستحمق۔ (بخاری ج:۲ ص:۸۰۳، طبع میر محمد کتب خانه)۔ أیضًا: وإذا طلق الرجل إمرأته فی حالة الحیض وقع الطلاق۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۵۷، کتاب الطلاق)۔

(۲) فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتّٰی تنکح زوجًا غیره (البقرة:۲۳۰)۔ وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرة وثنتین فی الأمة، لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره نکاحًا صحیحًا، ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها، کذا فی الهدایة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة)۔

رُخصتی سے قبل طلاق

رُخصتی سے قبل ایک طلاق کا حکم

سوال:... کسی لڑکی کا نکاح ہوا ہو لیکن رُخصتی نہ ہوئی ہو، اگر لڑکا لڑکی کو صرف ایک بار کہہ دے ''طلاق دی'' اس بات کو چار ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہو تو کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... ایسی حالت میں ایک دفعہ طلاق دینے سے ''طلاقِ بائن'' واقع ہوجاتی ہے،[۱] اور ایسی عورت کے لئے طلاق کی عدّت بھی نہیں،[۲] وہ لڑکی بلاتوقف دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اور فریقین کی رضامندی سے طلاق دینے والے سے بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[۳]

رُخصتی سے قبل ''تین طلاق دیتا ہوں'' کہنے کا حکم

سوال:... میرے ایک دوست کی شادی ہونے سے پہلے نکاح ہوا تھا، مگر اس کی شادی نہیں ہوئی، اس نے کسی کے کہنے پر طلاق دے دی ہے، اور اس لڑکی کے باپ کے پاس طلاق نامہ بھیج چکا۔ اگر وہ اسی لڑکی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو حلالہ کرنا ہوگا، اور کچھ کہتے ہیں نہیں۔

جواب:... اگر اس نے ایک طلاق دی تھی تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[۴] اور اگر یوں لکھا تھا کہ: ''میں تین طلاق دیتا ہوں'' تو شرعی حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔[۵]

---

(۱) وإن فرق بوصف أو خبر أو جمل بعطف أو غيره بانت بالأولى لَا إلى عدة. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۳ ص:۲۸۶، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها).

(۲) أربع من النساء لَا عدة عليهنّ (منها) المطلقة قبل الدخول ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳۶).

(۳،۴) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوّجها في العدة وبعد إنقضائها لأن حل المحلية باق لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق).

(۵) قال لزوجته غير المدخول بها أنت طالق .... ثلاثًا .... وقعن لما تقرر انه متى ذكر العدد كان الوقوع به ...إلخ. (الدر المختار مع الرد المختار ج:۳ ص:۲۸۵). أيضًا: وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة .... لم تحل لهٗ حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس).

سوال:... میری منگنی ہوئی اور نکاح بھی ہوا تھا، جس کے بعد شادی نہیں ہوئی، تو اس دوران میں نے ایک کام کو نہ کرنے کا عہد کرلیا، اور اس میں، میں نے یہ جملے دہرائے کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو یعنی طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال کیا جس کے بعد میری شادی دو سال کے بعد ہوئی۔ لیکن میں نے ''بہشتی زیور'' میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا مسئلہ رُخصتی سے پہلے طلاق میں پڑھا، اس میں تھوڑی بہت گنجائش موجود تھی تو میں نے نکاح کی تجدید کرلی، مگر پھر بھی میرے دِل میں خلش ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ طلاقِ ثلاثہ واقع ہوئی ہو؟ براہِ کرم قرآن و حدیث اور فقہِ حنفی کی رُو سے ہمیں جواب لکھ دیں تو نہایت مشکور ہوں گا۔

جواب:... آپ نے جو صورت لکھی ہے اس میں ایک طلاق واقع ہوئی تھی،[۱] کیونکہ ''طلاق'' کا لفظ تین بار الگ الگ کہا تھا، لہٰذا ایک طلاق کے واقع ہوتے ہی بیوی ''بائنہ'' ہوگئی، دو طلاقیں لغو ہوگئیں، آپ نے دوبارہ نکاح کرلیا تو ٹھیک کیا۔[۲]

سوال:... میرا ایک لڑکی کے ساتھ نکاح ہوا، ابھی رُخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ کچھ اختلافات کے سبب میں نے لڑکی کو ایک دفعہ لکھ دیا کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔'' لڑکی نے حقِ زوجیت ادا نہیں کیا تھا، اب لڑکی والے کہتے ہیں چونکہ حقِ زوجیت ادا نہیں ہوا تھا اس لئے طلاق وارد ہوجاتی ہے، مگر طلاق دیتے وقت مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ایسے حالات میں ایک دفعہ طلاق کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے، تو کیا طلاق وارد ہوگی یا نہیں؟

جواب:... جب میاں بیوی کی ''خلوَت'' نہ ہوئی ہو، تو ایک طلاق سے بیوی نکاح سے خارج ہوجاتی ہے،[۳] اس طلاق کو واپس بھی نہیں لیا جاسکتا، خواہ مسئلے کا علم ہو یا نہ ہو، اب آپ کی بیوی آپ کے نکاح سے فارغ ہے، آدھا مہر دینا آپ پر لازم ہے۔[۴] وہ لڑکی بغیر عدّت کے دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہے اور اگر لڑکی اور لڑکی کے والدین راضی ہوں تو آپ سے بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے،[۵] اس نئے نکاح کا مہر الگ رکھنا ہوگا۔[۶]

سوال:... عام رواج کے مطابق والدین اپنی اولاد کا بحالتِ مجبوری بچپن میں نکاح کردیتے ہیں، جو والدین میں سے

---

(۱) وإن فرق بوصف أو خبر أو جمل بعطف أو غيره (بانت بالأولٰى) لَا إلٰى عدّة ولم تقع الثانية، بخلاف الموطوٴة حيث يقع الكل وعم التفريق، قوله وكذا أنت طالق ثلاثًا متفرقات (قوله بخلاف الموطوٴة) أى ولو حكمًا كالمختلى بها فإنها كالموطوٴة فى لزوم العدة، وكذا فى وقوع طلاق بائن آخر فى عدتها۔ (الدرمختار ج:۳ ص:۲۸۶ باب طلاق غير المدخول بها)۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳، ۴ دیکھیں۔

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر ۱ دیکھیں۔

(۴) وإن طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمّٰى لقوله تعالٰى: وإن طلقتموهن من قبل أن تمسوهن الآية، والأُلٰى قيسته متعارضة، ففيه تفويت الزوج الملك علٰى نفسه باختياره، وفيه عود المعقود عليه إليها سالمًا فكان المرجع فيه النص ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۴، كتاب النكاح، باب المهر)۔

(۵) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳، ۴ ملاحظہ ہو۔

(۶) المهر واجب شرعًا إبانة لشرف المحل۔ (هداية ج:۲ ص:۳۲۳، كتاب النكاح، باب المهر)۔

کوئی ایک قبول کرتا ہے، اس طرح لڑکی اور لڑکے کا نکاح ہوجاتا ہے، لیکن لڑکا اور لڑکی جوان ہوتے ہیں تو حالات ایسا رُخ اختیار کرتے ہیں کہ نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، اور لڑکا لڑکی کو طلاق دے دیتا ہے۔ ہمیں یہ پوچھنا ہے کہ نکاح کے بعد رُخصتی نہیں ہوئی اور طلاق ہوگئی، کیا دوبارہ اس سے نکاح ہوسکتا ہے یا نکاح نہیں ہوسکتا؟ کیا اس لڑکی سے اس لڑکے کی بول چال شریعت کے لحاظ سے جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب:... اگر رُخصتی سے پہلے طلاق دی تھی تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، بشرطیکہ تین طلاقیں بیک لفظ نہ دی گئی ہوں[1]۔ نکاح کے بغیر اس لڑکی سے بول چال دُرست نہیں، کیونکہ طلاق کے بعد وہ لڑکی ''اجنبی'' ہے۔

رُخصتی سے قبل اگر تین طلاقیں دے دیں تو کیا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ ہماری ایک رشتہ دار کی لڑکی کا نکاح ہوا، لیکن رُخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی، ایک سال قبل نکاح ہوا تھا، لیکن کچھ آپس میں رنجش ہوگئی، جس کی وجہ سے بلاوجہ بے چارے لڑکا لڑکی کو طلاق ہوئی۔ لڑکے نے تین طلاق دے دیں۔ اب پھر رُجوع کرنا چاہتے ہیں، پھر سے لڑکا لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے میری گزارش ہے کہ رُخصتی سے پہلے جو طلاق ہوجاتی ہے اس کے لئے کیا وہی طریقہ ہے، یعنی حلالہ کرنا ضروری ہے؟ اس لئے کہ ان لوگوں نے تو زندگی شوہر بیوی والی نہیں گزاری، رُخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی، اس کے لئے کیا شرط ہے؟ لڑکا لڑکی دونوں پھر سے ایک ہونا چاہتے ہیں اور گھر والے بھی بہت پریشان ہیں۔

جواب:... اگر تین طلاقیں الگ الگ کرکے دی تھیں، یعنی یوں کہا تھا کہ: ''میں اس کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں'' تو لڑکی پہلی طلاق سے بائنہ ہوگئی، اور دُوسری اور تیسری طلاق لغو ہوگئی، اس لئے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اور اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں دی تھیں، یعنی یوں کہا تھا کہ ''میں اس کو تین طلاقیں دیتا ہوں'' تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا[2] واللہ اعلم!

اگر رُخصتی سے قبل تین طلاقیں دے دیں تو اَب کیا کرے؟

سوال:... زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی تھی، زید نے تین طلاقیں دے دیں، اب گھر والے

---

(۱) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدتها وبعد إنقضاء عدتها لأن حل المحلية باق، لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله ومنع الغير في العدة في إشتباه النسب ولَا إشتباه في إطلاقه له. (الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۱۲۸، كتاب الرجعة، طبع حقانيه، اللباب ج:۲ ص:۱۸۲، كتاب الرجعة).

(۲) وإذا طلق الرجل إمرأته ثلاثًا قبل الدخول بها وقعن عليها .... فإن فرق الطلاق بانت بالأولٰى ولم تقع الثانية والثالثة. (هداية ج:۲ ص:۳۷۱). أيضًا: وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية. (هندية ج:۱ ص:۴۷۳، طبع كوئٹه).

دوبارہ زید کا نکاح اسی لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں، جس سے پہلے زید کا نکاح ہوا تھا، اور بعد میں رُخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی۔ آیا زید کا نکاح اس لڑکی سے شریعت کی رُو سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (دورانِ نکاح ایک منٹ بھی آپس میں اِکٹھے نہیں ہوئے، اور نہ ہی کوئی ایسی بات ہوئی ہے)۔

جواب:... اگر اس شخص نے تین طلاقیں الگ الگ کرکے دی تھیں اور یوں کہا تھا کہ: ''تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق'' تب تو اس سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، اور اگر یوں کہا تھا کہ ''اس کو تین طلاق'' تو اس سے نکاح نہیں ہوسکتا، جب تک شرعی حلالہ نہ ہوجائے۔[1]

---

(۱) وإذا طلق الرجل إمرأته ثلاثًا قبل الدخول بها وقعن عليها .... فإن فرق الطلاق بانت بالأُولٰى ولم تقع الثانية والثالثة۔ (هداية ج:۲ ص:۳۷۱، كتاب الطلاق)۔ نیز گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱، ۲ ملاحظہ ہو۔

طلاقِ رجعی

طلاقِ رجعی کی تعریف

سوال:...اسلام میں ''طلاقِ رجعی'' کی تعریف کی کیا صورت اور کیا حکم ہے؟

جواب:...''رجعی طلاق'' یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ صاف لفظوں میں طلاق دے دے اور اس کے ساتھ کوئی اور لفظ استعمال نہ کرے، جس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ فوری طور پر نکاح کو ختم کر رہا ہے۔[۱]

''رجعی طلاق'' کا حکم یہ ہے کہ عدّت کے پورا ہونے تک بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں رہتی ہے اور شوہر کو یہ حق رہتا ہے کہ وہ عدّت کے اندر جب چاہے بیوی سے رُجوع کر سکتا ہے۔[۲] اور ''رُجوع'' کا مطلب یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا بیوی کو ہاتھ لگا دے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔[۳] لیکن اگر عدّت گزر گئی اور اس نے اپنے قول یا فعل سے رُجوع نہیں کیا تو اَب دونوں میاں بیوی نہیں رہے،[۴] عورت دُوسری جگہ اپنا عقد کر سکتی ہے، اور اگر ان دونوں کے درمیان مصالحت ہو جائے تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔[۵] اور ''رُجوع'' کے بعد اگرچہ طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے، لیکن جو طلاقیں دے چکا ہے وہ چونکہ اس نے استعمال کر لیں لہٰذا اب اس کو صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ شوہر کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا گیا، اگر اس نے ایک ''رجعی طلاق'' دے دی تو اَب پیچھے اس کے پاس دو رہ گئیں، اور اگر دو ''رجعی طلاقیں'' دی تھیں تو اَب اس کے پاس صرف ایک طلاق باقی رہی۔ اب اگر یہ شخص اپنی بیوی کو کسی وقت ایک طلاق دے دے گا تو بیوی حرام ہو جائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکے گا۔[۶]

---

(۱) الرجعی من الطلاق ما یکون بحروف الطلاق بعد الدخول حقیقة غیر مقرون بعوض ولَا بعدد الثلاث لَا نصًّا ولَا إشارة ولَا موصوف بصفة تنبئ عن البینونة ...إلخ۔ (قواعد الفقه ص:۳۰۴، طبع صدف پبلشرز کراچی)۔

(۲) وإذا طلق الرجل تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی العدة۔ (هدایة، کتاب الطلاق ج:۲ ص:۳۹۴ أیضًا: عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۳) والرجعة أن یقول راجعتُکِ ..... أو یطأها أو یقبّلها أو یلمسها بشهوة ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۵، باب الرجعة، أیضًا تبیین الحقائق، باب الرجعة ج:۳ ص:۱۴۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت)۔

(۴) وأما حکمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة فی الرجعی وبدونه فی البائن ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۸)۔

(۵) وإذا کان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن یتزوّجها ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۶) "الطلاق مرتان .... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره" (البقرة:۲۲۹)۔ أیضًا: وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرة وثنتین فی الأمَة لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها۔ (هندیة ج:۱ ص:۴۷۳، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، طبع رشیدیه)۔

کیا طلاقِ رجعی کے بعد رُجوع کے لئے نکاح ضروری ہے؟

سوال:... کیا طلاقِ رجعی میں نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں دُرست ہے؟

جواب:... طلاقِ رجعی میں عدّت کے اندر نکاح دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں، صرف رُجوع کرلینا کافی ہے۔[1] اور عدّت ختم ہوجانے کے بعد دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح دُرست ہے۔[2]

ایک طلاق کے بعد اگر ایک ماہ سے زیادہ گزر جائے تو کیا رُجوع جائز ہے؟

سوال:... اگر ایک طلاق دی جائے اور مہینے سے اُوپر گزر جائے اور رُجوع نہ کیا جائے تو مصالحت کی کیا گنجائش ہے؟

جواب:... ایک طلاق کے بعد عدّت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے، اور شوہر رُجوع کرسکتا ہے۔[3] اور طلاق کی عدّت تین حیض ہے۔[4] تین حیض پورے ہوگئے تو عدّت ختم ہوگئی، اب رُجوع نہیں ہوسکتا، البتہ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، بشرطیکہ بیوی بھی راضی ہو۔[5]

''میں تم کو چھوڑتا ہوں'' کے الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوگئی

سوال:... میرے شوہر نے ایسے تو کئی مرتبہ لیکن چند دِن قبل خصوصاً کلمہ شریف پڑھ کر اور قرآن شریف کی طرف ہاتھ کر کے کہا کہ: ''میں تم کو چھوڑتا ہوں'' میں آپ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ چاہتی ہوں کہ کیا اب میں اس کی بیوی ہوں؟ آیا میں اس کے ساتھ ایک چھت کے نیچے شرعاً رہ سکتی ہوں؟ جبکہ وہ بچوں کو بھی اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا، میں بھی بچوں کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتی۔

جواب:... ''میں تم کو چھوڑتا ہوں'' سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی[6] اگر اس سے پہلے بھی شوہر ایسے الفاظ کہہ چکا ہو تو

---

(۱) إذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين .... فله أن يراجعها في العدة رضيت بذالك أو لم ترض، كذا في الهداية ... إلخ. (عالمگيري، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة ج:۱ ص:۴۷۰ طبع رشيديه).

(۲) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوّجها في العدة وبعد انقضائها لأن حل المحلية باق لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة).

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۴) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸).

(۵) وينكح مبانة بما دون الثلاث في العدّة وبعدها بالإجماع. (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة ج:۳ ص:۴۰۹). أيضًا: وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوّجها في العدة وبعد إنقضائها. (فتاویٰ عالمگيري، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ج:۱ ص:۴۷۲).

(۶) قال في رد المحتار: فإن سرحتك كناية لٰكنه في عرف الفرس غلب إستعماله في الصريح فإذا قال "رها كردم" أى سرحتك يقع به الرجعي مع انه اصله كناية أيضًا، وما ذاك إلّا لأنه غلب في عرف الفرس إستعماله في الطلاق وقد مر ان الصريح ما لم يستعمل إلّا في الطلاق من أى لغة كانت. (شامي، كتاب الطلاق، باب الكنايات ج:۳ ص:۲۹۹، طبع ايج ايم سعيد، أيضًا: عالمگيري، كتاب الطلاق، الفصل السابع ج:۱ ص:۳۷۹، طبع رشيديه).

ان کو تحریر کیا جائے۔

رجسٹری کے ذریعے بھیجی گئی طلاق اگر واپس کردی جائے، بیوی تک نہ پہنچے تو کیا حکم ہے؟

سوال:... میری شادی کے بعد میری شوہر سے نہیں بنی، جس کی وجہ سے شادی کے کچھ ہی عرصے بعد انہوں نے مجھے ایک طلاق لکھ کر رجسٹری کردی، خاندان کے بعض حضرات نے یہ رجسٹری مجھ تک پہنچنے نہ دی، بلکہ رجسٹری منسوخ کرواکر میرے شوہر کے گھر بذریعہ ڈاک واپس بھیج دی۔ اب میری اور میرے شوہر کی مصالحت ہوچکی ہے، لیکن اُنہوں نے رجسٹری والی بات بذریعہ ٹیلی فون مجھے بتادی ہے، ابھی تک وہ مجھے اپنے گھر نہیں لے کر گئے ہیں، میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ رجسٹری کے ذریعے مجھے دی گئی یہ طلاق واقع ہوگئی؟

جواب:... اگر رِجسٹری میں ایک طلاق لکھی تھی تو لکھتے ہی ایک ''رجعی طلاق'' واقع ہوگئی۔[1] بیوی تک رجسٹری کا پہنچنا یا اس کو علم ہوجانا کوئی شرط نہیں، رجسٹری عورت تک پہنچے یا نہ پہنچے، اور اس کو طلاق بھیجنے کا علم ہو یا نہ ہو، طلاق واقع ہوجاتی ہے، مگر چونکہ مذکورہ صورت میں ایک رجعی طلاق ہوئی، لہٰذا عدّت کے اندر رُجوع ہوسکتا ہے، اور عدّت ختم ہونے کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[2]

اگر غصّے میں ایک طلاق دے دی تو کیا واقع ہوگئی؟

سوال:... شادی کے چند ہی روز بعد میرے شوہر کسی اور عورت کے چکر میں پڑگئے، وہ رشتے میں خالہ زاد بھائی ہیں، انہوں نے میرے والد صاحب سے بھی بدتمیزی کی، ایک دن غصّے میں ایک طلاق دی، اس بات کو دس مہینے ہوچکے ہیں، اس دوران میرا ان سے تعلق منقطع رہا، ایک بار طلاق دینے سے کیا طلاق واقع ہوگئی؟

جواب:... طلاق ہوگئی، اور عدّت کے دوران چونکہ رُجوع نہیں کیا، اس لئے اب مکمل علیحدگی ہوگئی۔[3]

اگر ایک طلاق دی تو دوبارہ اِزدواجی تعلقات قائم کرسکتا ہے، کوئی کفارہ نہیں

سوال:... کیا ایک دفعہ طلاق دینے کے بعد بیوی سے دوبارہ اِزدواجی تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں؟ یا اگر کوئی اس کا کفارہ ہے تو وہ کیا ہے؟ اور اسے کس طرح ادا کیا جائے؟

جواب:... ایک طلاق کے بعد عدّت ختم ہونے سے پہلے رُجوع کرسکتا ہے،[4] اور اس کے ذمے کوئی کفارہ لازم نہیں ہے۔

---

(۱) الکتابة ...... إن کانت مرسومة یقع الطلاق نوی أو لم ینو ...... بأن کتب أما بعد فأنت طالق، فکما کتب هٰذا یقع الطلاق۔ (عالمگیری، کتاب الطلاق ج:۱ ص:۳۷۸، طبع رشیدیه)۔

(۲) إذا طلق الرجل إمرأته تطلیقة رجعیّةً ...... فله أن یراجعها فی عدّتها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰، هدایة ج:۲ ص:۳۹۴، باب الرجعة)۔

(۳) وإنما یتحقق الْإستدامة فی العدة لأنه لَا ملک بعد إنقضائها۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۵)۔

(۴) إذا طلق الرجل إمرأته تطلیقة ...... فله أن یراجعها فی عدتها ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

عدّت یہ ہے کہ عورت تین دفعہ اپنے ایام سے پاک ہوجائے، اس سے پہلے پہلے رُجوع کرسکتا ہے، اور جب تیسرے حیض سے پاک ہوگئی تو اس سے رُجوع نہیں کرسکتا، البتہ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ یہ مسئلہ اسی صورت میں ہے جبکہ ایک طلاق دی ہو، اور اگر تین اکٹھی طلاقیں دے دیں تو رُجوع کی گنجائش نہیں رہی اور بغیر حلالے کے اس سے دوبارہ نکاح بھی نہیں کرسکتا۔ [۱]

کیا ''وہ میرے گھر سے چلی جائے'' کے الفاظ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

سوال:... دوبئی سے میں نے بیوی کے والدین کو خط لکھا ہے کہ: ''میں آپ کی بیٹی کو طلاق دینا چاہتا ہوں، کچھ گھریلو ناچاقی کی وجہ سے، اور وہ میرے گھر سے چلی جائے، میں جب آؤں تو اس کی شکل نہ دیکھوں۔'' آپ بتائیں کہ ایسے میں طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟

جواب:... ان الفاظ سے طلاق ہوگئی، [۲] عدّت کے اندر اسی مرد سے نکاح ہوسکتا ہے۔ [۳]

اگر ایک طلاق دی ہو تو عدّت کے اندر بغیر نکاح کے قربت جائز ہے

سوال:... میرے ایک دوست نے اپنی بیوی جو ناراض ہو، کو غصے میں، میں مسمّٰی فلاں بن فلاں اپنی بیوی مسماۃ فلاں زوجہ فلاں دختر فلاں کو تحریری طور پر یہ الفاظ کہ: ''میں تم کو ایک طلاق دیتا ہوں'' لکھ کر بھیج دیئے۔ اب وہ بیوی سے دوبارہ ملاپ چاہتا ہے، شرعی طور پر وہ کیا کفارہ ادا کرے یا دوبارہ نکاح یا کیا کرنا چاہئے؟ جب اس نے یہ الفاظ لکھے دو تین دن کے بعد بیوی اس کے گھر آگئی، اب دونوں راضی ہیں لیکن ابھی تک جسمانی قرب حاصل نہیں کیا، اس لئے جلدی تفصیل لکھیں۔

جواب:... اگر صرف ایک طلاق لکھی تھی تو کسی کفارے کی ضرورت نہیں، عدّت ختم ہونے تک نکاح باقی ہے، عدّت کے اندر دونوں میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیں تو طلاق غیرمؤثر ہوجائے گی۔ [۴]

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، أيضًا: فتاوىٰ عالمگيرية، كتاب الطلاق ج:۱ ص:۴۷۳)۔

(۲) كناية ما لم يوضع له واحتمله وغيره لَا تطلق بها إلّا بنية أو دلَالة الحال ...... فنحو: أخرجي واذهبي وقومي: أي من هٰذا المكان لينقطع الشر، فيكون ردًا، أو لأنها طلقها فيكون جوابًا۔ (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات ج:۳ ص:۲۹۶، ۲۹۸ طبع ايچ ايم سعيد، أيضًا فتاوىٰ عالمگيرى، كتاب الطلاق الفصل الخامس ج:۱ ص:۳۷۴، ۳۷۵، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۳) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوّجها في العدة وبعد إنقضائها لأن حل المحلية باق لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، فتاوىٰ عالمگيرى، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به ج:۱ ص:۴۷۲)۔

(۴) إذا طلق الرجل إمرأته تطليقة .... فله أن يراجعها في عدتها ...إلخ۔ (عالمگيرى، باب الرجعة، الباب السادس في الرجعة ج:۱ ص:۴۷۰، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۹۴)۔

رجعی طلاق میں کب تک رُجوع کرسکتا ہے؟ اور رُجوع کا کیا طریقہ ہے؟

سوال:...رجعی طلاق میں رُجوع کرنے کی میعاد ایک ماہ ہے یا زیادہ؟ رُجوع کرنے سے مراد وظیفۂ زوجیت ادا کرنا ضروری ہے؟ اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں اس قابل نہ ہوں تو کس طرح رُجوع کیا جائے؟

جواب:...رجعی طلاق میں "عدّت" کے اندر رُجوع کرسکتا ہے۔[1] اور "عدّت" کے لحاظ سے مطلقہ عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

۱:...حاملہ، اس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔ بچے، بچی کی پیدائش سے اس کی عدّت ختم ہوجائے گی، خواہ بچے کی پیدائش جلدی ہوجائے یا دیر سے۔[2]

۲:...دُوسری قسم وہ عورت جس کو "ایام" آتے ہوں، اس کی عدّت تین حیض ہیں، جب طلاق کے بعد وہ تیسری مرتبہ پاک ہوجائے گی تو اس کی عدّت ختم ہوجائے گی۔[3]

۳:...تیسری قسم ان عورتوں کی ہے جو نہ حاملہ ہوں اور نہ ان کو اَیام آتے ہوں، ان کی "عدّت" تین ماہ ہے۔[4]

رجعی طلاق میں اگر مرد اپنی بیوی سے رُجوع کرنا چاہے تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے رُجوع کرلیا، بس رُجوع ہوجائے گا۔ اور اگر زبان سے کچھ نہ کہا مگر میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا یا خواہش و رغبت سے اس کو ہاتھ لگایا تب بھی رُجوع ہوجائے گا۔[5]

---

(۱) إذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية .... فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذٰلك أو لم ترض لقوله تعالٰى: فأمسكوهن بمعروف من غير فصل، ولَا بد من قيام العدة، لأن الرجعة استدامة الملك، ألَا ترىٰ انه سمى امساكًا وهو الإبقاء، وإنما يتحقق الإستدامة في العدة، كذا في الهداية۔ (عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة ج:۱ ص:۴۷۰، هداية ج:۲ ص:۳۹۴، باب الرجعة، طبع ملتان)۔

(۲) وإن كانت حاملًا فعدتها أن تضع حملها لقوله تعالٰى: وأُولٰت الأحمال أجلهنّ أن يضعن حملهنّ ...إلخ۔ (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة ج:۲ ص:۲۵۲ طبع شركة علمية ملتان)۔

(۳) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸)۔ عدة الحرّة للطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء: أى الحيض: أى إذا طلقت الحرة، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، فعدتها ثلاثة قروء .... والمراد به إذا طلقها زوجها بعد الدخول ...إلخ۔ (تبيين الحقائق، باب العدة ج:۳ ص:۲۴۸ طبع دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في الدر المختار، باب العدة ج:۳ ص:۵۰۴، ۵۰۵ طبع سعيد)۔

(۴) "وَالّٰٓئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِىْ لَمْ يَحِضْنَ" (الطلاق:۴)۔

(۵) والرجعة أن يقول راجعتكِ ...... أو يطأها أو يقبّلها أو يلمسها بشهوة ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۵)۔ وأيضًا: وكما تثبت الرجعة بالقول تثبت بالفعل وهو الوطء واللمس عن شهوة، كذا في النهاية، وكذا التقبيل عن شهوة على الفم بالإجماع ...إلخ۔ (فتاوىٰ عالمگيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة ج:۱ ص:۴۶۹، طبع رشيديه)۔

''میں نے تم کو عرصہ ایک ماہ کے لئے ایک طلاق دی'' کا حکم

سوال:... میرے بھائی نے اپنی بیوی کو نافرمانیوں سے تنگ آکر سرزنش کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ کہے کہ: ''میں نے تم کو عرصہ ایک ماہ کے لئے ایک طلاق دی، اب تم ایک مہینے کے بعد میرے نکاح میں واپس لوٹ سکوگی۔'' معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طلاق کی کیا نوعیت ہے؟ کیا ایک مہینے کے بعد بیوی خودبخود میرے بھائی کے نکاح میں داخل ہوجائے گی؟ اگر نہیں تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... طلاق عارضی اور وقتی نہیں ہوتی، اس صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن ایک مہینے کے بعد طلاق سے رُجوع ہوجائے گا، اس لئے بیوی بدستور نکاح میں رہے گی، مگر ایک طلاق ختم ہوچکی، اب وہ صرف دو طلاق کا مالک ہے۔[1]

غصّے میں طلاق لکھ دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، کاغذ عورت کو دینا ضروری نہیں

سوال:... میرے ایک دوست نے غصّے کی حالت میں اپنے سسرال والوں کے سامنے اپنی بیوی کو ایک سادہ کاغذ پر لکھ کر دیا کہ: ''میں چند ناگزیر وجوہ کی بنا پر تمہیں طلاق دیتا ہوں''، لیکن چونکہ میرے دوست کا اپنے سسر سے جھگڑا ہونے پر یہ واقعہ پیش آیا، لہٰذا وہ کاغذ جس پر مندرجہ بالا عبارت لکھی ہوئی تھی وہ اس کی بیوی کے ماموں نے پکڑ کر پھاڑ دیا اور بعد میں دونوں فریقوں کو سمجھا کر دُوسرے دن ہی صلح کرادی، کیا مندرجہ بالا تحریر سے طلاق ہوگئی؟

جواب:... اگر طلاق نامے کے الفاظ وہی تھے جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں تو ان الفاظ سے ایک ''رجعی طلاق'' ہوئی،[2] اور چونکہ عدّت کے اندر مصالحت کرلی، اس لئے دونوں کا میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا صحیح ہے۔

---

(۱) ولو قال: أنت طالق تطليقةً تقع عليک غدًا، تطلق حين يطلع الفجر، ولو قال تطليقةً لَا تقع إلّا غدًا طلقت للحال، كذا في محيط السّرخسي. (عالمگيری ج:۱ ص:۳۶۷). أيضًا: لو قال لها: أنت طالق في الغد، أو قال: غدًا، ولَا نية له يقع الطلاق حين يطلع الفجر من الغد .... وعلٰى هٰذا إذا قال أنت طالق رمضان أو في رمضان أو قال أنت طالق شهرًا أو في شهر ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۳۶۶).

(۲) والطلاق علٰى ضربين صريح وكناية، فالصريح .... قوله أنت طالق، ومطلقة، وقد طلقتکِ، فهٰذا المذكور يقع به الطلاق الرجعي، لأن هٰذه الألفاظ تستعمل في الطلاق ولَا تستعمل في غيره فكان صريحًا، وإنه يعقب الرجعة بالنص .... ولَا يقع به إلّا واحدة رجعية، وإن نوىٰ أكثر من ذٰلک ...إلخ. (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الطلاق ص:۱۷۰).

کیا طلاق کے بعد میاں بیوی اجنبی ہوجاتے ہیں؟

سوال:... ہمارے ایک دوست نے ۲ ماہ قبل ایک طلاق دی تھی، اس کے دو ماہ بعد اس کی بیوی نے پردہ کرنا شروع کردیا، پھر ان کی بیوی نے یہ کہا کہ طلاق ہوگئی، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... ایک طلاق دینے سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے، عدّت کے اندر اندر شوہر رُجوع کرسکتا ہے، اور بغیر تجدیدِ نکاح کے میاں بیوی کا تعلق بحال ہوسکتا ہے، اور عدّت (جو کہ تین حیض ہے) گزرنے کے بعد نکاح ختم ہوجاتا ہے اور دونوں اجنبی بن جاتے ہیں۔[1] چونکہ دو مہینے میں عدّت پوری ہوسکتی ہے، اس لئے اگر شوہر نے رُجوع نہیں کیا تھا اور عورت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ان دو مہینوں میں وہ تین مرتبہ حیض سے فارغ ہوچکی ہے تو عورت کا دعویٰ لائقِ تسلیم ہے،[2] اور دو مہینے کے بعد عورت کا پردہ کرنا بالکل صحیح تھا، اگر دونوں فریق رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح اب بھی ہوسکتا ہے۔

حاملہ عورت سے رُجوع کس طرح کیا جائے؟

سوال:... میں نے اپنی پانچ ماہ کی حاملہ بیوی کو غصے کی حالت میں طلاق دے دی، اور ابھی تک رُجوع نہیں کیا ہے، اب جبکہ ولادت قریب ہے تو رُجوع کی کیا صورت ہوگی؟

جواب:... اگر رجعی طلاق دی تھی تو وضعِ حمل سے پہلے رُجوع ہوسکتا ہے۔[3] وضعِ حمل کے بعد عدّت ختم ہوجائے گی، اس کے بعد رُجوع کا حق نہیں ہوگا۔ البتہ دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔[4] عدّت ختم ہونے سے پہلے رُجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ میں نے اپنی بیوی سے رُجوع کیا، یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا جائے، یا رُجوع کی نیت سے اس کو ہاتھ لگا دیا جائے۔[5]

---

(۱) وإذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدّتها رضيت بذٰلك أو لم ترضى لقوله تعالٰى: فأمسكوهنّ بمعروف، من غير فصل ولَا بد من قيام العدة لأن الرجعة استدامة الملك ألَا ترىٰ أنه سمى إمساكًا وهو الإبقاء وإنما يتحقق الإستدامة في العدة لأنه لَا ملك بعد إنقضائها۔ (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة ج:۲ ص:۳۹۴، أيضًا: فتاوىٰ عالمگیری، كتاب الطلاق، الباب السادس ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۲) ولو بالحيض فأقلها لحرّة ستون يومًا، وقال في الرد: وعندهما أقل مدّة تصديق فيها الحرّة تسعة وثلاثون يومًا، ثلاث حيض بتسعة أيام وطهران بثلاثين۔ (شامی ج:۳ ص:۵۲۴)۔

(۳) وإن كانت حاملًا فعدتها أن تضع حملها لإطلاق قوله تعالٰى: وأُولٰت الأحمال أجلهنّ أن يضعن حملهنّ۔ (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة ج:۲ ص:۴۲۳، طبع شركت علميه ملتان)۔

(۴) ایضاً حوالہ نمبر ۱ دیکھیں۔

(۵) والرجعة أن يقول راجعتك أو راجعت إمرأتي وهٰذا صريح في الرجعة لَا خلاف بين الأئمة، قال: أو يطأها أو يقبلها أو يلمسها بشهوة ...إلخ۔ (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة ج:۲ ص:۳۹۵)۔

ایک یا دو طلاق دینے سے مصالحت کی گنجائش رہتی ہے

سوال:... ہم سنتے آئے ہیں کہ جب تک تین دفعہ طلاق نہیں دی جاتی، واقع نہیں ہوتی، مگر آپ نے دو دفعہ کو مکمل طلاق قرار دے دیا، کس طرح؟

جواب:... طلاق تو ایک بھی واقع ہوجاتی ہے، مگر ایک یا دو طلاق کے بعد رُجوع کی گنجائش ہوتی ہے۔[۲] تین طلاق کے بعد رُجوع کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔[۳] اس لئے عوام کا یہ سمجھنا کہ طلاق ہوتی ہی نہیں، جب تک کہ تین مرتبہ نہ دی جائے، بالکل غلط ہے۔ تین طلاق بیک وقت دینا جائز نہیں،[۴] اور اگر کوئی دے ڈالے تو مصالحت کی گنجائش ختم ہوجاتی ہے۔[۵]

نوٹ:... رُجوع کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق سے رُجوع کیا، یا میاں بیوی کے تعلقات قائم کرلیں۔ اس کے علاوہ بوس و کنار سے بھی رُجوع ثابت ہوجاتا ہے،[۶] اسی لئے طلاقِ رجعی میں دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی، جب تک عورت کی عدّت ختم نہ ہوجائے۔

کیا دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد کفارہ دے کر عورت کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے؟

سوال:... ایک شخص عاشق حسین نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ طلاق دے دی، اب کچھ لوگ کہتے ہیں طلاق نہیں ہوئی، کیا اس کا کچھ کھانا بطور کفارہ دے کر بیوی کو گھر میں رکھ لے؟

جواب:... اگر صرف دو مرتبہ طلاق کا لفظ کہا تھا تو عدّت کے اندر رُجوع کرسکتا ہے اور عدّت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح

---

(۱) وأجمع العلماء علٰى أن الرجل إذا طلق دون الثلاث له الرجعة في العدّة، وبناء عليه: إذا طلق الرجل إمرأته المدخول بها تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدّتها سواء رضيت بذٰلك أو لم ترض لأنها عند الحنفية باقية على الزوجة. (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الطلاق ج:۷ ص:۶۹۸۷، أيضًا: عالمگيری، كتاب الطلاق، الفصل السادس ج:۱ ص:۴۷۰ طبع رشيديه).

(۲) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة أو ثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة ج:۲ ص:۳۹۹).

(۳) عن محمود بن لبيد قال: اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلّق إمرأته ثلاث تطليقات جميعًا فقام غضبان ثم قال: أيُلعب بكتاب الله عزّ وجلّ وأنا بين أظهركم! حتّٰى قام رجل فقال: يا رسول الله! ألَا أقتله؟ رواه النسائي. (مشكوٰة ص:۲۸۴، باب الخلع والطلاق).

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۲۔

(۵) والرجعة أن يقول راجعتُكِ .... أو يطأها أو يقبّلها أو يلمسها بشهوة ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۹۵).

ہوسکتا ہے،[1] کھانا وغیرہ دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب اگر تیسری بار طلاق دے گا تو دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوجائیں گے اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکے گا۔[2]

طلاق دے کر رُجوع کرنے والے کو کتنی طلاقوں کا حق باقی ہوگا؟

سوال:... اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیدے، اس کے بعد دوبارہ نکاح کرلے تو کیا اس کو واپس تین طلاقوں کا حق مل جاتا ہے کہ نہیں؟

جواب:... نہیں! بلکہ جتنی طلاقیں دے چکا ہے، ان کا حق ختم ہوچکا، مثلاً ایک طلاق دے چکا تو اَب صرف دو طلاقیں اس کے پاس باقی ہیں، اور اگر دو طلاقیں دے چکا ہے تو اَب اس کے پاس صرف ایک طلاق باقی رہ گئی۔ اگر ایک طلاق دے دی تو بیوی حرمتِ مغلظہ کے ساتھ بائنہ ہوجائے گی، اور پھر حلالہ شرعی کے بغیر نکاح نہیں ہوسکے گا۔[3]

پہلی طلاقیں کالعدم ہونے کا آپ کا اِستدلال غلط ہے

سوال:... گزشتہ جمعہ کی اشاعت مورخہ یکم دسمبر ۱۹۸۹ء میں آپ نے ایک اہم مسئلے میں جو فتویٰ دیا ہے وہ دلائلِ شرعیہ نیز عقلِ سلیم سے مغائر ہے، اور اس سے ایک خاندان بلاوجہ تباہ ہوجاتا ہے، اس لئے اُمید کرتی ہوں کہ آپ اس مراسلے کو مسائل دِینی کی طرح نمایاں طور پر شائع کریں گے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک خاتون نے مولانا سے دریافت کیا تھا کہ چند سال پہلے ان کے شوہر نے دو طلاقیں دی تھیں، حسبِ قواعد واَحکاماتِ شریعہ ان کے شوہر نے رُجوع کرلیا تھا۔ اب کچھ عرصہ ہوا، ان کے شوہر نے ایک طلاق دی، کیا وہ زَن وشوہر کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے یہ بیان کیا کہ چونکہ ان کے شوہر نے پہلے دو طلاقیں دی تھیں، اور اَب یہ تیسری طلاق دی ہے، تو اس طرح تین طلاقیں پوری ہوگئیں، ان کا زَن وشوہر کی حیثیت سے رہنا ناجائز ہے۔ یہ فتویٰ نہایت درجہ غلط ہے۔

اصل یہ ہے کہ چند سال پہلے جو دو طلاقیں دی تھیں، ان کا وجود رُجوع کرلینے کے بعد قطعی طور پر ختم ہوگیا تھا۔ ان کے زَن وشوہر ہونے پر ان کا کسی طور کوئی اثر باقی نہیں رہ سکتا تھا، اس لئے ان کے رشتے ایسے ہی تھے جیسے دُوسرے شوہر اور بیوی میں ہوتے ہیں، بالکل صحیح اور دُرست۔

اب جو طلاق ہوئی ہے، وہ بھی ایک طلاق، سو یہ بالکل نیا معاملہ ہے، اور شریعت کے مطابق اس کو بآسانی رفع بھی کیا جاسکتا ہے، اس کے خلاف کوئی دلیل ہے اور قرآنِ حکیم وسنتِ رسول اللہ سے ثابت ہے تو مفتی صاحب بیان فرمائیں۔

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں۔

(۳) گزشتہ صفحے کا حوالہ نمبر ۱، ۲ دیکھیں۔

جواب:... میرا فتویٰ صحیح ہے۔ ایک یا دو طلاق کے بعد شوہر کو رُجوع کرلینے کا اِختیار ہے،[۱] لیکن جتنی طلاقیں دے چکا ہے، ان کا اِختیار ختم ہوگیا۔ مثلاً: ایک طلاق دی تھی اور اس سے رُجوع کرلیا تھا، تو اَب صرف دو طلاقیں اس کے پاس باقی رہ گئیں، اور اگر دو طلاقوں کے بعد رُجوع کیا تھا تو صرف ایک طلاق اس کے پاس باقی رہ گئی۔ آئندہ اگر باقی ماندہ دو طلاقیں (پہلی صورت میں) ایک طلاق (دُوسری صورت میں) دے گا تو بیوی حرام ہوجائے گی۔ یہ مسئلہ قرآنِ کریم میں صراحتاً مذکور ہے (سورۂ بقرہ:۲۲۹)۔[۲] اور اس پر تمام اُمت کا اِجماع ہے۔

زبانی کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے، تحریر ضروری نہیں

سوال:... میری شادی آج سے تقریباً تین سال پہلے ہوئی، جب میری ڈولی سسرال پہنچی تو میرے جیٹھ کی چند ماہ کی بچی جو بیمار تھی کا اِنتقال ہوگیا اور مجھے منحوس قرار دیا گیا، پھر کچھ دِنوں بعد میرے شوہر نے مجھے مارنا پیٹنا شروع کردیا، جب میکے جاتی تو والدین کے سمجھانے پر دوبارہ خود شوہر کے پاس آجاتی، مگر وہ سنگدل اِنسان اور شیر ہوگیا، میں حاملہ ہوئی تو میرے شوہر نے مجھے طلاق دے کر گھر سے نکال دیا، مگر میری والدہ کہتی ہے کہ پیٹ میں بچہ ہو تو مرد کتنی بھی طلاقیں دیتا رہے، طلاق نہیں ہوتی، دو ماہ بعد بچی پیدا ہوئی، سسرال سے کوئی نہیں آیا، ڈیڑھ ماہ بعد والدہ کے کہنے پر خود شوہر کے پاس گئی، بمشکل ایک ماہ گزرا ہوگا، پھر ہماری لڑائی ہوئی، اس وقت میرا بڑا جیٹھ اور میرا بہنوئی وہاں موجود تھے، میرے شوہر نے ان کے سامنے مجھے تین طلاقیں دیں اور میں والدین کے پاس آگئی، پھر دو ماہ بعد میرے دونوں جیٹھ میرے والدین کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم نے دو تین مولویوں سے پوچھا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ شوہر اگر ۹۰ دِن کے اندر اندر اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آئے اور وہ ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلائے تو طلاق نہیں ہوگی۔ دُوسری طرف میری والدہ کا کہنا ہے کہ جب تک شوہر لکھ کر طلاق نہیں دیتا، تب تک تمہیں کوئی طلاق نہیں ہوگی، وہ جتنی بار دِل چاہے بولتا رہے، لکھنا شرط ہے۔ اس لئے میں پھر اپنے شوہر کے پاس گئی اور ایک سال ہونے والا ہے مجھے اس کے ساتھ رہتے ہوئے۔ آپ بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ دی ہوئی طلاق تحریری نہیں اور میرے والدین تحریری طلاق کے بغیر مانتے ہی نہیں۔

جواب:... آپ کی والدہ کے دونوں مسئلے غلط ہیں، پہلی بار جب آپ کو حمل کی حالت میں طلاق دی گئی تو طلاق واقع ہوگئی اور بچی کی پیدائش سے عدّت ختم ہوگئی،[۳] اور دونوں میاں بیوی کا رِشتہ ختم ہوگیا، دوبارہ شوہر کے گھر جانا جائز نہیں تھا، اگر شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں تو دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا،[۴] اور اگر ایک طلاق دی تھی تو دوبارہ نکاح کرلینا چاہئے۔ بہرحال اب آپ جو اس کے ساتھ رہ رہی ہیں، یہ رہنا بغیر نکاح کے ہے، اس سے فوراً الگ ہوجائیں، دُوسری بار جو اس نے تین طلاقیں دیں، وہ واقع نہیں

---

(۱) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِإِحْسَانٍ" الآیة (البقرة: ۲۲۹)۔

(۲) "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ" الآیة (البقرة: ۲۳۰)۔

(۳) وإن کانت حاملًا فعدّتها أن تضع حملها لقوله تعالٰی: وأُولٰت الأحمال أجلهنّ أن یضعن حملهنّ۔ (هدایة، باب العدّة ج:۲ ص:۴۲۳، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۲۔

ہوئیں، کیونکہ اس وقت آپ اس کے نکاح میں نہیں تھیں، بلکہ شرعاً ایک اجنبی عورت تھیں (جبکہ اب بھی اجنبی ہیں)، اور جو عورت نکاح میں نہ ہو، اس کو طلاق نہیں ہوتی۔ آپ کے والدین کا یہ کہنا کہ بغیر تحریر کے طلاق نہیں ہوتی ہے، غلط ہے، زبانی کہنے سے شرعاً طلاق ہوجاتی ہے۔[1]

زبانی طلاق کافی ہے، تحریری ہونا ضروری نہیں

سوال:... میں اَن پڑھ لڑکی ہوں، لیکن آپ کے سوالوں کے جواب اپنی سہیلی سے پڑھاتی ہوں، میں ایک مظلوم اور غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں، میری عمر تقریباً ۱۵ سال تھی کہ میرے ماں باپ نے میری شادی کرادی، دو سال بعد میرے شوہر نے اپنی ماں اور بہن کے کہنے پر مجھے طلاق دی، میرے باپ نے دو آدمیوں کو بھیجا، میرے شوہر نے ان کو کہا: میں نہیں رکھوں گا، میں نے طلاق دے دی ہے، آپ سامان لے جائیں۔ اس وقت انہوں نے زبانی طلاق دی تھی، لکھ کر نہیں دی، دو ماہ بعد بچہ پیدا ہوا، اب بچے کی عمر چار سال ہے، اب ایک رِشتہ آیا، میرے باپ نے میرے شوہر کو کہا طلاق لکھ کر دو، انہوں نے کہا اٹھارہ ہزار روپے دو، ورنہ لکھ کر نہیں دُوں گا۔ میرا باپ ایک غریب مزدور ہے، وہ اتنے پیسے کہاں سے لائے؟ برائے مہربانی آپ بتائیں شریعت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ تفصیل سے جواب دیں۔

جواب:... جب دو آدمیوں کے رُوبرو آپ کے شوہر نے اِقرار کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔[2] تحریری طلاق شرط نہیں، اور دو ماہ کے بعد جب بچے کی پیدائش ہوئی تو آپ کی عدّت ختم ہوگئی،[3] آپ دُوسری شادی کرسکتی ہیں۔

زبانی طلاق دینے سے طلاق ہوجاتی ہے

سوال:... میرے بہنوئی صاحب جو کہ ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں، انہوں نے ایک دن غصّے میں آکر میری بہن کو دو بار زبانی طلاق دی، آپ سے گزارش ہے کہ کیا اسلام کی رُو سے طلاق ہوگئی ہے کہ نہیں؟

جواب:... زبانی طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے،[4] لہٰذا آپ کی بہن کو دو طلاقیں ہوگئی ہیں، عدّت کے اندر رُجوع

---

(۱) الطلاق علٰی ضربین صریح وکنایة فالصریح قوله: أنت طالق، ومطلقة، وطلقتک، فهٰذا یقع به الطلاق الرجعی ولَا یفتقر إلی النیة۔ (هدایة، باب إیقاع الطلاق ج:۲ ص:۳۵۹)۔

(۲) یقع طلاق کل زوج إذا کان عاقلًا بالغًا سواء کان عبدًا أو حُرًّا طائعًا أو مکرهًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔

(۳) وإن کانت حاملًا فعدتها أن تضع حملها لقوله تعالٰی: وأُولَات الأحمال أجلهن أن یضعن حملهن۔ (هدایة ج:۲ ص:۴۲۳ باب العدة)۔ وعدة الحامل أن تضع حملها کذا فی الکافی۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۸)۔

(۴) وأما تفسیره شرعًا فهو رفع قید النکاح حالًا أو مآلًا بلفظ مخصوص، کذا فی البحر الرائق، وأما رکنه فقوله أنت طالق ونحوه، کذا فی الکافی۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۸، کتاب الطلاق، طبع رشیدیه)۔

کرسکتے ہیں اور عدّت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[1] آئندہ اگر ایک طلاق اور دیں گے تو طلاقِ مغلّظہ ہوجائے گی اور بغیر حلالہ کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔[2]

کیا دوطلاق دینے والا شخص ساڑھے تین مہینے کے بعد عورت کو دوبارہ اپنے گھر بسا سکتا ہے؟

سوال:... ایک ہفت روزہ میں ایک صاحب مذہبی کالم لکھتے ہیں، جس میں وہ لوگوں کے مسائل کے جواب دیتے ہیں۔ راولپنڈی کی ایک خاتون نے ان سے دریافت کیا کہ اس خاتون کے شوہر نے انہیں دومرتبہ طلاق دے دی جس کے بعد وہ اپنے میکے چلی گئیں، تقریباً ساڑھے تین ماہ بعد ان کے شوہر آکر انہیں لے گئے، لیکن انہوں نے ذہنی طور پر اپنے شوہر کو قبول نہ کیا۔ وہ اس وجہ سے پریشان تھیں کہ انہیں معلوم نہیں کہ دومرتبہ طلاق دینے سے طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟ یہی ان کے سوال پوچھنے کا مقصد تھا، جواب میں ان صاحب نے لکھا کہ: ''جس چیز کو ذہن قبول نہ کرے اس میں صلاح ومشورے کی گنجائش ہے۔'' حالانکہ میری معلومات جہاں تک ہیں، ان کے مطابق دومرتبہ طلاق دینے سے طلاق ہوتو جاتی ہے لیکن اس میں صلح کی گنجائش بہرحال موجود ہے۔

جواب:... اس مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ ایک مرتبہ یا دومرتبہ طلاق دینے سے طلاق تو ہوجاتی ہے، لیکن شوہر کو عدّت کے اندر اندر رُجوع کرلینے کا حق ہوتا ہے،[3] اور عدّت ختم ہوجانے کے بعد تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔[4] پس ان صاحبہ کے شوہر نے اگر عدّت کے اندر رُجوع کرلیا تھا تو نکاح قائم رہا، اور اگر رُجوع نہیں کیا تھا تو تجدیدِ نکاح کے بغیر دوبارہ اس شوہر کے گھر آباد ہونا جائز نہیں۔

دوطلاقیں دے دیں اور تیسری نہ دی تو دو ہی واقع ہوں گی

سوال:... زید نے ایک مرتبہ اپنی بیوی سے تلخ کلامی کی، بیوی نے بھی زبان درازی کی، شوہر نے پہلے اِشارۃً کہا کہ تجھے طلاق ہوجائے گی، پھر کچھ عرصہ بعد بیوی کو کہا کہ تجھے ایک طلاق ہوگئی ہے۔

---

(۱) تصح الرجعة إن لم يطلق بائنًا ...... ولَا يخفٰى ان الشرط واحد، هو كون الطلاق رجعيًا، وهٰذه شروط كونه رجعيًا، متى فقد منها شرط كان بائنًا۔ (الدر المختار مع رد المحتار، باب الرجعة ج:۳ ص:۳۹۹، ۴۰۰)۔ أيضًا: وإذا طلق الرجل إمرأته تطليقةً رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها رضيت به أو لم ترضى۔ (فتاوىٰ عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة)۔ أيضًا: وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدتها وبعد إنقضا عدّتها۔ (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الرجعة ج:۲ ص:۱۸۳، طبع قديمي)۔

(۲) الطلاق مرتان .... فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ (البقرة:۲۳۰)۔ وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية۔ (فتاوىٰ عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، هداية ج:۲ ص:۳۹۹ باب الرجعة)۔

(۳) وإذا طلق الرجل تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذالك أو لم ترضى، لقوله تعالىٰ: فأمسكوهن بمعروف۔ (هداية، كتاب الطلاق ج:۲ ص:۳۹۴، باب الرجعة)۔

(۴) وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدتها وبعد انقضاء عدتها۔ (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الرجعة ج:۲ ص:۱۸۲، ۱۸۳، طبع قديمي)۔

پھر کچھ دنوں بعد یہ لکھ کر بیوی کو دیا کہ میں اور میرے گھر والے تجھ سے اور تیرے رویئے سے پریشان ہیں، اگر آئندہ مجھے تجھ سے شکایت ہوئی تو تجھے طلاق ہوسکتی ہے، اور میری طرف سے تو آزاد ہوجائے گی۔

بیوی کی طرف سے شوہر کو پھر بھی شکایت ہوئی، یعنی جھگڑا ہوا، پھر چند روز گزرنے کے بعد میاں بیوی میں تلخ کلامی ہوئی، بیوی زیادہ بول رہی تھی، شوہر نے چپ ہونے کو کہا، مگر چپ نہ ہوئی، چنانچہ شوہر نے کہا کہ: ''بس اب کوئی لفظ منہ سے نکالا تو تجھے طلاق ہوجائے گی'' پھر شوہر نے کہا: ''جب تک میں نہ بولوں خاموش رہو'' بیوی خاموش رہی، جب شوہر نے استفسار کیا، تب بولی۔

جواب:... پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئیں اور تیسری عورت کی عقل مندی سے واقع ہوتی ہوتی رہ گئی، اب شوہر کو صرف ایک طلاق کا اختیار ہے، اگر یہ لفظ منہ سے نکال دیا، تو بیوی پر طلاقِ مغلّظہ واقع ہوجائے گی، اور اس کے بعد حلالہ شرعی کے بغیر نکاح نہیں ہوسکے گا۔[1]

''اگر میں چاہوں تو تم کو طلاق دے دُوں'' اور ''میں نے تم کو طلاق دی'' کہنے کا شرعی حکم

سوال:... چھ ماہ پہلے گھریلو جھگڑا ہوا، جس میں میرے شوہر نے مجھے کہا کہ: ''اگر میں چاہوں تو تم کو طلاق دے دوں، طلاق دے دوں'' چھ ماہ بعد اَب جھگڑا ہوا تو شوہر نے یہ الفاظ کہے: ''میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی'' کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی؟

جواب:... پہلی دفعہ جو آپ کے شوہر نے کہا کہ: ''اگر میں چاہوں تو طلاق دے دوں'' اس سے تو کچھ نہیں ہوا، لیکن دُوسری دفعہ جو دو مرتبہ ''طلاق دی'' کے الفاظ بولے، اس سے دو طلاقیں واقع ہوگئیں،[2] ایک طلاق باقی ہے، اگر شوہر چاہے تو عدّت کے اندر رُجوع کرسکتا ہے، اور عدّت گزر جائے اور رُجوع نہ کیا ہو تو بغیر حلالے کے دوبارہ عقد ہوسکتا ہے،[3] واللہ اعلم!

''میں نے تم کو طلاق دے دی ہے ایک'' دُوسرے اور تیسرے دِن بھی یہی کہے اور کہے کہ ''ایک ماہ بعد دُوسری ہوجائے گی'' تو کتنی طلاقیں ہوں گی؟

سوال:... زید ایک ایسے آدمی کے ساتھ کام کرتا ہے جو کہ غلیظ گالیاں بکتا ہے، تو زید نے بھی اس آدمی سے غلیظ قسم کی گالیاں بکنا سیکھ لیں۔ زید کی بیوی زید کو اس آدمی کے ساتھ کام کرنے سے منع کرتی ہے تو زید غصے میں آکر بیوی کو کہتا ہے کہ ''میں نے تم کو طلاق دے دی ہے ایک، میں نے تم کو طلاق دے دی ہے ایک، تم ٹائم اور دِن نوٹ کرلو، آج سے ایک مہینے کے بعد دُوسری ہوجائے گی'' اس وقت زید کی نیت ایک طلاق دینے کی تھی، وہ اس نے اس دِن دے دی ہے۔ مولانا صاحب! آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ایک

(۱) ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ'' (البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)۔

(۲) إذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدّتها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۳) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدّة وبعد إنقضائها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹)۔

طلاق دینے کے بعد دُوسرے دِن اگر بیوی کو پھر کہے: ''میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے'' تیسرے دن بھی کہے: ''طلاق دے دی ہے، طلاق ہوگئی ہے'' اور اگر زید ایسے ہی الفاظ اپنے رشتہ داروں کو اور لوگوں کو بھی کہتا پھرے، کیا ایسے الفاظ کہنا جائز ہیں؟ زید کہتا ہے کہ میری ایک ہی طلاق دینے کی نیت تھی، وہ میری پہلے دن کی تھی، میں نے کہہ دی تھی۔

جواب:...ان الفاظ سے کہ: ''آج سے ایک مہینے کے بعد دُوسری ہوجائے گی'' دو طلاقیں ہوگئیں، ایک نقد اور دُوسری ایک مہینے کے بعد۔[1] باقی دُوسرے اور تیسرے دِن جو کہا کہ ''طلاق دے دی ہے'' اگر اسی طلاق کو نقل کرنا تھا جو پہلے دی تھی تو دُوسرے دن کی نئی طلاق نہیں ہوگی۔[2]

---

(۱) لو قال لها: أنت طالق فی الغد، أو قال غدًا ولَا نية له يقع الطلاق حين يطلع الفجر من الغد .... وعلٰى هٰذا إذا قال: أنت طالق رمضان أو فی رمضان، أو قال: أنت طالق شهرًا أو فی شهر ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۶۶، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الثانی فی اضافة الطلاق إلى الزمان)۔

(۲) ولو قال لِامرأته: أنت طالق، فقال له رجل: ما قلت؟ فقال: طلقتها، أو قال: هی طالق، فهی واحدة فی القضاء، كذا فی البدائع۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۵، بدائع الصنائع ج:۳ ص:۱۰۲، شامی ج:۳ ص:۲۹۳)۔

طلاقِ بائن

طلاقِ بائن کی تعریف

سوال:... طلاقِ بائن کی تعریف کیا ہے؟ اگر تین مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ کہا جائے کہ: ''تم سے میرا کوئی تعلق نہیں'' یا ''میں نے تم کو آزاد کردیا ہے'' تو کیا دوبارہ اسی عورت سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب:... طلاق کی تین قسمیں ہیں: ''طلاقِ رجعی''، ''طلاقِ بائن'' اور ''طلاقِ مغلظہ''۔

''طلاقِ رجعی'' یہ ہے کہ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے۔[1] اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی طلاق میں عدّت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے، اور شوہر کو اختیار ہے کہ عدّت ختم ہونے سے پہلے بیوی سے رُجوع کرلے، اگر اس نے عدّت کے اندر رُجوع کرلیا تو نکاح بحال رہے گا اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔[2] اور اگر اس نے عدّت کے اندر رُجوع نہ کیا تو طلاق مؤثر ہوجائے گی اور نکاح ختم ہوجائے گا،[3] اگر دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔[4] لیکن جتنی طلاقیں وہ استعمال کرچکا ہے وہ ختم ہوگئیں، آئندہ اس کو تین میں سے صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا، مثلاً: اگر ایک طلاق دی تھی اور اس سے رُجوع کرلیا تھا تو اَب اس کے پاس صرف دو طلاقیں باقی رہ گئیں، اور اگر دو طلاقیں دے کر رُجوع کرلیا تھا تو اَب صرف ایک باقی رہ گئی، اب اگر ایک طلاق دے دی تو بیوی تین طلاق کے ساتھ حرام ہوجائے گی۔[5]

---

(۱) أما الصريح الرجعي: فهو أن يكون الطلاق بعد الدخول حقيقة غير مقرون بعوض، ولَا بعدد الثلاث لَا نصا، ولَا إشارة، ولَا موصوفًا بصفة تنبيء عن البيونة. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في بيان صفة الواقع ج:۳ ص:۱۰۹). أيضًا: الطلاق على ضربين صريح وكناية فالصريح قوله: أنت طالق، ومطلقة وطلقتك فهٰذا يقع به الطلاق الرجعي لأن هٰذه الألفاظ تستعمل في الطلاق ولَا تستعمل في غيره فكان صريحًا وإنه يعقب الرجعة بالنص. (هداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق ج:۲ ص:۳۵۹).

(۲) تصح الرجعة إن لم يطلق بائنًا .... ولَا يخفٰى ان الشرط واحد: هو كون الطلاق رجعيًا، وهٰذه شروط كونه رجعيًا، متٰى فقد منها شرط كان بائنا. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الرجعة ج:۳ ص:۳۹۹، ۴۰۰، أيضًا: عالمگيرية ج:۱ ص:۴۷۰).

(۳) وأما حكمه فوقوع الفرقة بإنقضاء العدة في الرجعي وبدونه في البائن ... إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۳۴۸).

(۴) وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدتها وبعد إنقضاء عدتها لأن حل المحلية باق لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله ... إلخ. (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الرجعة ج:۲ ص:۱۸۳ طبع قديمي).

(۵) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰).

"طلاقِ بائن" یہ ہے کہ گول مول الفاظ (یعنی کنایہ کے الفاظ) میں طلاق دی ہو،[۱] یا طلاق کے ساتھ کوئی ایسی صفت ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو،[۲] مثلاً یوں کہے کہ: "تجھ کو سخت طلاق" یا "لمبی چوڑی طلاق"۔ طلاقِ بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رُجوع کا حق نہیں رہتا، البتہ عدّت کے اندر بھی اور عدّت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[۳]

"طلاقِ مغلّظ" یہ ہے کہ تین طلاق دے دے، اس صورت میں بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[۴]

شوہر کا یہ کہنا کہ "میرا تم سے کوئی تعلق نہیں" یہ طلاقِ کنایہ ہے،[۵] اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی، اور دُوسری اور تیسری دفعہ کہنا لغو ہوگا، اور "میں نے تم کو آزاد کردیا" کے الفاظ اُردو محاورے میں صریح طلاق کے ہیں،[۶] اس لئے یہ الفاظ اگر ایک یا دو بار کہے تو "طلاقِ رجعی" ہوگی اور اگر تین بار کہے تو "طلاقِ مغلّظہ" ہوگی۔

بیوی سے کہنا کہ "وہ اب اس کے لئے حلال نہیں ہے" کی شرعی حیثیت

سوال:... میری پھوپھی کو اپنے شوہر سے علیحدہ ہوئے تقریباً آٹھ سال ہوچکے ہیں، جب وہ الگ ہوئے تھے تو ان کے شوہر نے ان سے کہا تھا کہ: "وہ اب اس کے لئے حلال نہیں ہیں" یعنی ہم بستر ہونے کے لئے جائز نہیں ہے، کیا اس سے طلاق واقع ہوسکتی

---

(۱) وأما الصريح البائن فبخلافه وهو أن يكون بحروف الإبانة أو بحروف الطلاق، لٰكن قبل الدخول حقيقة أو بعده لٰكن مقرونا بعدد الثلاث نصًا أو إشارة. (بدائع، كتاب الطلاق، فصل في بيان صفة الواقع ج:۳ ص:۱۰۹). أيضًا أما الضرب الثاني وهو الكنايات لَا يقع بها الطلاق إلّا بالنية أو بدلَالة الحال لأنها غير موضوعة للطلاق ...إلخ. (هداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق ج:۲ ص:۳۷۳، طبع مكتبه شركت علميه ملتان).

(۲) وإذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائنًا مثل أن يقول أنت طالق بائن أو ألبتة .... وكذا إذا قال لها: أنت طالق أفحش الطلاق لأنه إنما يوصف بهٰذا الوصف باعتبار أثره وهو البينونة في الحال فصار كقوله بائن ...... ولو قال: أنتِ طالق تطليقة شديدة أو عريضة أو طويلة فهي واحدة بائنة ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۶۹ - ۳۷۱، باب إيقاع الطلاق).

(۳) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدتها وبعد إنقضاء عدتها لأن حل المحلية باق ...إلخ. (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الرجعة ج:۲ ص:۱۸۳، طبع قديمي).

(۴) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة أو ثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية. (عالمگيري ج:۱ ص:۴۷۳ وكذا في البحر، كتاب الطلاق ج:۴ ص:۹۴).

(۵) كناية عند الفقهاء ما لم يوضع له واحتمله وغيره لَا تطلق بها إلّا بالنية أو دلَالة الحال ...إلخ. المراد بها حالة الظاهرة المفيدة المقصودة. (شامي ج:۳ ص:۲۹۶). أيضًا: ولو قال: لَا نكاح بيني وبينك، أو قال: لم يبق بيني وبينك نكاح، يقع الطلاق إذا نوى، ولو قالت المرأة لزوجها: لست لي بزوج، فقال الزوج: صدقت، ونوىٰ به الطلاق، يقع في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ .... وفي الفتاوىٰ لم يبق بيني وبينك عمل ونوى يقع كذا في العتابية ...إلخ. (عالمگيري ج:۱ ص:۳۷۵، ۳۷۶، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق).

(۶) فإن سرحتك كناية لٰكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح فإذا قال "رها كردم" أي سرحتك يقع به الرجعي ...إلخ. (شامي ج:۳ ص:۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، أيضًا: البحر الرائق ج:۳ ص:۳۲۳).

ہے؟ حالانکہ بظاہر اس نے سامنے نہ طلاق کا لفظ بولا، اور نہ بیوی نے سنا ہے۔

جواب:... جو شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ: ''تو میرے لئے حرام ہے'' تو یہ الفاظ طلاق بائنہ کے ہیں، لہٰذا آپ کی پھوپھی صاحبہ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔ [۱]

کیا ''آج سے تم میرے اُوپر حرام ہو'' کے الفاظ سے طلاق واقع ہوجائے گی؟

سوال:... کچھ دن ہوئے میری بیوی، والدہ صاحبہ سے لڑکر اپنے میکے چلی گئی اور اکثر وہ میری والدہ سے لڑکر میکے چلی جاتی ہے۔ اس دفعہ میں اسے لینے کے لئے گیا تو اس نے میری والدہ صاحبہ کو میرے سامنے گالیاں دیں تو میں نے وہاں پر اس کے والدین کے سامنے اس کو کہا کہ: ''آج سے تم میرے اُوپر حرام ہو''۔ آپ براہ کرم مجھے بتائیں کہ آیا اسے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوگئی ہے تو ٹھیک، اور اگر نہیں ہوئی تو میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ ۷ ماہ کی حاملہ بھی ہے۔

جواب:... ''آج سے میرے اُوپر حرام ہے'' کے الفاظ سے ایک طلاقِ بائنہ ہوگئی۔[۲] وضعِ حمل سے اس کی عدّت پوری ہوجائے گی۔[۳] اس کے بعد وہ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اگر آپ کا غصہ اُتر جائے تو آپ سے بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، عدّت کے اندر بھی اور عدّت کے بعد بھی۔ [۴]

''مجھ پر حلال دُنیا حرام ہوگی'' کہنے سے طلاق؟

سوال:... ایک شخص مثلاً زید اپنے گھربار سے بے ربط عرصۂ تقریباً دو سال سے بالغ وواٰصال بہروپ کی زندگی بسر کر رہا ہے، گزشتہ سال ماہ اکتوبر میں متعلقین نے زید سے حقائق معلوم کرنے کے لئے بازپُرس کی، منازعت کے بعد مذکور شخص نے رُوبرو گواہان کے مندرجہ ذیل تحریر دی:

۱:... ماہ فروری ۱۹۸۸ء تک اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچنے کا پابند رہوں گا۔

۲:... معینہ مدّت تک مبلغ تین سو روپیہ ماہوار اپنی منکوحہ اور بچوں کے نان ونفقہ کے لئے بھیجتا رہوں گا۔

۳:... اِنحراف کا نتیجہ مجھ پر حلال دُنیا حرام ہوگی۔ یہ یاد رہے مندرجہ ذیل الفاظ سے منحرف ہونے والے کی منکوحہ کا مقاطعہ سمجھا جاتا ہے، لہٰذا زید نے اس سے تجاوز کیا، اس صورت میں قرآن وسنت کی روشنی میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... فی الخانیة:

''رجل قال کل حلال علی حرام او قال کل حلال او قال حلال الله او قال حلال

---

(۱) قال لإمرأته: أنت علیّ حرام، ونحو ذٰلک کأنت معی فی الحرام ...... تطلیقة بائنة إن نوی الطلاق وثلاث إن نواھا ویفتی بأنه طلاق بائن وإن لم ینوہ لغلبة العرف۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج:۳ ص:۴۳۳-۴۳۵)۔

(۲) ولو قال .... انا علیک حرام ینوی الطلاق فھی طالق۔ (ھدایة ج:۲ ص:۳۶۶، باب إیقاع الطلاق)۔

(۳) ''وَاُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ'' (الطلاق:۴)۔

(۴) وإذا کان الطلاق بائنًا دون الثلاث له أن یتزوجھا فی العدة وبعد إنقضائھا ...الخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۲)۔

المسلمين وله امراة ولم ينو شيئًا اختلفوا فيه قال الشيخ الإمام ابوبكر محمد بن الفضل والفقيه ابو جعفر وابوبكر الاسكاف وابوبكر بن سعيد رحمهم الله تعالىٰ تبين منه امرأته بتطليقة واحدة وان نوىٰ ثلاثًا فثلاث، وان قال لم انو به الطلاق، لَا يصدق قضاءً لأنه صار طلاقًا عرفًا۔ ولهٰذا لَا يحلف به إلّا الرجال۔" (فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ ج:۱ ص:۵۱۹)

ترجمہ:... "خانیہ میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے کہا کہ: سب حلال مجھ پر حرام ہے، یا ہر حلال، یا یہ کہ اللہ کی جانب سے تمام حلال، یا مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام ہے، اور اس کی بیوی بھی ہے، یا اس نے کوئی نیت نہیں کی، اس میں (علماء کا) اختلاف ہے، شیخ امام ابوبکر محمد بن فضلؒ، فقیہ ابوجعفرؒ، ابوبکر اسکافؒ اور ابوبکر بن سعیدؒ کے نزدیک (یہ الفاظ کہنے سے) اس کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی، اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اس کو سچا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ عرف میں یہ طلاق کے الفاظ ہیں۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں زید کے الفاظ: "انحراف کا نتیجہ مجھ پر حلال دُنیا حرام ہوگی" تعلیق طلاق کے الفاظ ہیں، پس جب اس نے شرط پوری نہیں کی تو اس کی بیوی پر فروری ۱۹۸۸ء گزرنے پر طلاق بائن واقع ہوگئی، عدّت پوری ہونے کے بعد عورت دُوسری جگہ اپنا عقد کرسکتی ہے۔

اگر کسی نے کہا: "تم اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ، میں تم کو طلاق لکھ کر بھجوادُوں گا" تو کیا اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی؟

سوال:... کیا بار بار شوہر کے یہ کہنے سے کہ: "تم اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ، میں تم کو طلاق لکھ کر بھجوادُوں گا" طلاق کا لفظ منہ سے ادا کرکے کہتے ہیں یعنی "تم چلی جاؤ تو میں تم کو طلاق لکھ کر بھجوادُوں گا" کیا طلاق ہوگئی؟

جواب:... اگر شوہر طلاق کی نیت سے یہ کہے کہ: "تم اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ" تو اس سے طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے، اس کے بعد بغیر تجدیدِ نکاح کے دوبارہ میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں رہتا۔ آپ کے شوہر نے جو الفاظ کہے ہیں، ان سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔[1]

ڈرانے کے لئے یہ کہا کہ "تو آزاد ہے" تو ایک طلاق واقع ہوگئی

سوال:... ر-گ نے اپنی بیوی کو ایک بار غصے میں آکر کہا کہ "تو آزاد ہے" رات کے وقت۔ ر-گ نے صرف اُوپر کے

---

(۱) وبقية الكنايات إذا نوىٰ بها الطلاق كانت واحدة بائنة .... مثل قوله: أنت بائن .... اغربي واخرجي واذهبي وقومي ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۷۴، عالمگيري ج:۱ ص:۳۷۶)۔ وإن كان الطلاق بائنًا دون الثلاث له أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها ...إلخ۔ (عالمگيري ج:۱ ص:۴۷۲)۔

دِل سے کہا تھا، طلاق کا نام نہیں لیا اور نہ طلاق کا اِرادہ تھا۔ ر-گ صرف بیوی کے اُوپر رُعب ڈالنا چاہتا تھا، شریعت کی رُو سے ر-گ کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوگئی تو دوبارہ نکاح کس طرح کرنا پڑے گا؟

جواب:... ایک بار "تو آزاد ہے" کہنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوئی،[1] عدّت ختم ہونے سے پہلے شوہر اپنی بیوی سے رُجوع کرسکتا ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں،[2] اور عدّت کے بعد دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔[3]

آئندہ زمانے کی نیت سے کہنا: "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" نیز "جا چلی جا اپنی ماں کے گھر مجھے معاف کر"

سوال:... کچھ عرصے کے بعد اسی میاں بیوی کے درمیان کسی بات پر لڑائی ہوجاتی ہے، خاوند کہتا ہے: "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" یاد رہے کہ نیت آئندہ زمانے میں دینے کی کی۔ دُوسرا لفظ: "جا چلی جا اپنی ماں کے گھر مجھے معاف کر" یا اسی قسم کے دُوسرے الفاظ تھے، ان الفاظ میں شک ہے طلاق کا لفظ یاد ہے کہ وہ آئندہ کے لئے تھا۔ ضمیر میں ایک خلش سی ہے کہ پتا نہیں نکاح ٹوٹ گیا ہے یا باقی ہے؟ ان دونوں مسئلوں میں کونسی طلاق واقع ہوگئی ہے؟ اور اگر نکاح ٹوٹ گیا ہے تو اَب کیا صورت ہوسکتی ہے؟

جواب:... "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" حال کا صیغہ ہے، مستقبل کا نہیں، "جا چلی جا" سے طلاق بائن ہوگئی،[4] مناسب یہ ہے کہ دوبارہ ایجاب وقبول کرکے دو آدمیوں کے سامنے (خواہ اپنے لڑکے ہی ہوں) نکاح کی تجدید کرلی جائے اور مہر بھی نیا مقرّر کرلیا جائے۔

"نکل جاؤ، چلی جاؤ، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" کہہ کر والد کے ساتھ بیوی کو بھیج دینا

سوال:... شوہر نے عید سے دو روز قبل بیوی کو یہ کہہ کر اس کے والد کے ساتھ بھیج دیا کہ "نکل جاؤ، چلی جاؤ، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" لڑکی شوہر کے گھر نہیں جانا چاہتی، کیونکہ شوہر اسے اِنتہائی بے دردی سے پیٹتا ہے، تین مرتبہ قاتلانہ حملہ بھی کرچکا ہے، لڑکی کی زندگی بیمہ شدہ ہے، اس لئے والدین کا خیال اس طرف بھی جاتا ہے کہ لڑکی کو قتل کرکے اس کی موت حادثاتی دِکھادی جائے اور بیمے کی رقم حاصل کی جائے۔ اب شرعی طور پر کیا لڑکی کو اس کا شوہر واپس لے جاسکتا ہے؟

جواب:... لڑکی کو طلاق ہوگئی، "نکل جاؤ، چلی جاؤ" سے طلاقِ بائنہ ہوگئی، بغیر تجدیدِ نکاح کے لڑکی شوہر کے گھر نہیں

---

(۱) قال سرحتک کنایة لٰکنه فی عرف الفرس غلب إستعماله فی الصریح فإذا قال "رها کردم" أی سرحتک یقع به الرجعی۔ (شامی ج:۳ ص:۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات)۔

(۲) الرجعة إبقاء النکاح علٰی ما کان ما دامت فی العدّة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۶۸، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة)۔ وإذا طلق الرجل تطلیقة رجعیة .... فله أن یراجعها فی عدتها رضیت بذالک أو لم ترض، لقوله تعالٰی: فامسکوهن بمعروف۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۴، کتاب الطلاق)۔

(۳) وإذا کان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن یتزوجها فی عدتها وبعد إنقضائها۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۴) فنحو أخرجی إذهبی وقومی ...... وفی الغضب توقف الأولون إن نوی وقع۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۳۰۱)۔

جاسکتی،[1] اور چونکہ شوہر ظالم ہے اور اس سے اندیشۂ قتل بھی ہے، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، اس لئے اس کو شوہر کے گھر بھیجنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں، واللہ اعلم!

''میں آزاد کرتا ہوں'' صریح طلاق کے الفاظ ہیں

سوال:... آج سے تقریباً دو سال قبل ہم میاں بیوی میں کچھ اختلاف ہوگیا تھا اور میں اپنے میکے پنڈی چلی گئی، وہاں میرے شوہر نے میرے والد کے پاس ایک خط لکھا جس میں ان کے الفاظ یہ تھے: ''میں نے سوچا ہے کہ آج سے آپ کی بیٹی کو آزاد کرتا ہوں اور یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ بچار اور ہوش وحواس میں کیا ہے۔'' اس کے بعد جب میں نے ان سے ملنا چاہا تو انہوں نے کہلوادیا کہ آپ اب میرے لئے نامحرَم ہیں اور ملنا نہیں چاہتا۔ پھر خاندان کے بزرگوں نے انہیں سمجھانا چاہا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، لیکن پھر سب لوگوں کے سمجھانے پر وہ کچھ سمجھ گئے اور ان ہی بزرگوں میں سے ایک مولوی صاحب نے میرے شوہر کو کہا کہ کیونکہ تم نے طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں، لہٰذا تم رُجوع کرسکتے ہو، جب سے اب تک ہم اکٹھے رہ رہے ہیں، اور ہماری چند ماہ کی ایک بچی بھی ہے۔

جواب:... اُردو محاورے میں ''آزاد کرتا ہوں'' کے الفاظ صریح طلاق کے الفاظ ہیں،[2] اس لئے مولوی صاحب کا یہ کہنا تو غلط ہے کہ طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کئے، البتہ چونکہ یہ لفظ صرف ایک بار اِستعمال کیا، اس لئے ایک طلاق واقع ہوئی۔ اور شوہر کا یہ کہنا کہ: ''اب آپ نامحرَم ہیں'' اس بات کا قرینہ ہے کہ اس نے طلاقِ بائن مراد لی تھی،[3] اس لئے نکاح دوبارہ ہونا چاہئے تھا، بہرحال بے علمی میں جو غلطی ہوچکی، اس کی تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے اور فوراً دوبارہ نکاح کرلیں۔[4]

''میں تم کو حقِ زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' کا حکم

سوال:... میں نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ: ''میں تم کو حقِ زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' تین بار، اس میں ایک بار ان ہی الفاظ کے درمیان طلاق کا لفظ استعمال کیا، کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے؟ کیونکہ بیوی خود طلاق مانگ رہی تھی مگر میں دینا نہیں چاہتا تھا، اب آپ شریعت کی رُو سے بتائیے کہ طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

جواب:... ''حقِ زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' کے الفاظ سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی،[5] دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔[6]

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۲) فإن سرحتک کنایة لٰکنه في عرف الفرس غلب إستعماله في الصریح فإذا قال: "رها کردم" أی سرحتک یقع به الرجعي ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنایات)۔

(۳) وإذا وصف الطلاق بضرب من الزیادة والشدة کان بائنًا ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۶۹، باب إیقاع الطلاق)۔

(۴) وإذا کان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن یتزوجها في العدة، وبعد انقضاء عدتها ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۵) وبقیة الکنایات إذا نوی بها الطلاق کانت واحدة بائنة۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۷۴)۔ أیضًا: ولو قال أنا بریء من نکاحک یقع الطلاق إذا نوی۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۶، کتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الخامس)۔

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر ۳۔

''تو میرے نکاح میں نہیں رہی'' کے الفاظ سے طلاق کا حکم

سوال:... میرے ایک دوست نے غصے کی حالت میں اپنی زوجہ کو تین سے زائد مرتبہ کہا: ''تو میرے نکاح میں نہیں رہی'' کیا اَز رُوئے شریعت طلاق ہوگئی یا کچھ گنجائش ہے؟

جواب:... ''تو میرے نکاح میں نہیں رہی'' یہ الفاظ طلاقِ کنایہ کے ہیں، اگر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس سے ایک ''طلاقِ بائنہ'' واقع ہوگئی،[۱] اور دُوسری تیسری مرتبہ کہنا لغو ہوگیا،[۲] اس لئے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[۳]

''یہ میری بیوی نہیں'' الفاظ طلاقِ کنایہ کے ہیں

سوال:... ایک دن میری بیوی سے لڑائی ہوگئی تو میں نے غصے میں یہ کہہ دیا کہ: ''یہ میری بیوی نہیں ہے، میں اسے اپنی بیوی تسلیم نہیں کرتا'' میں نے لفظ ''طلاق'' کا استعمال نہیں کیا، آپ یہ بتائیں کہ کیا اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی یا مجھے کوئی کفارہ ادا کرنا ہے؟

جواب:... یہ طلاقِ کنایہ کے الفاظ ہیں، ان سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی، نکاح دوبارہ کرلیجئے۔[۴]

''میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں'' کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی

سوال:... میرے بہنوئی نے ایک دن غصے سے باجی کو کہہ دیا کہ ''میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں'' اس کے بعد باجی جانے لگی تو انہوں نے روک لیا۔

جواب:... یہ الفاظ کہ: ''میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں'' اگر ان سے طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق بائن واقع ہوگئی، دوبارہ نکاح کرلیا جائے، اور اگر نیت محض ڈانٹنے کی تھی، طلاق کی نیت نہیں تھی، تو کچھ نہیں ہوا، اور اگر شوہر کو یاد نہیں رہا کہ کیا نیت تھی تب بھی اِحتیاطاً دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔[۵]

''میں نے تمہیں فارغ کردیا'' کے الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوگئی

سوال:... میری اور میرے شوہر کی معمولی بات پر بحث ہوگئی، اور پھر وہ غصے میں آگئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ: ''میں نے

---

(۱) ومثله قوله .... لم يكن بيننا نكاح ...... ونفي النكاح في الحال يكون طلاقا إذا نوىٰ ... إلخ. (شامي ج:۳ ص:۲۸۳، باب الكنايات، كتاب الطلاق).

(۲) والبائن يلحق الصريح لا البائن أي البائن لا يلحق البائن ... إلخ. (بحر الرائق ج:۳ ص:۳۰۷).

(۳) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدتها وبعد إنقضاء عدتها لأن حل المحلية باق. (اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۱۸۳، كتاب الرجعة، هداية ج:۲ ص:۳۹۹).

(۴) ويقع بباقيها .... البائن إن نواها وقال في الرد: مثل الطلاق عليك .... (إلىٰ أن قال) لست لي بإمرأة وما أنا لك بزوج. (شامي ج:۳ ص:۳۰۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات).

(۵) ولو قال: لم يبق بيني وبينك عمل ونوىٰ يقع، كذا في العتابية. (عالمگيري ج:۱ ص:۳۷۶).

تمہیں فارغ کیا، اب تم یہاں رہو یا اپنے ماں باپ کے گھر، اب جو میری مرضی، میں کروں گا، اور جو تمہاری مرضی وہ تم کرو، میں تمہیں دُوسری شادی کرکے دِکھاؤں گا'' میں چپ رہی، بعد میں، میں نے معافی مانگ لی اور انہوں نے معاف کردیا، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کہنے سے خدانخواستہ طلاق تو واقع نہیں ہوگئی؟

جواب:... ''میں نے تمہیں فارغ کردیا'' طلاق ہی کے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔[1]

بیوی کو کہنا کہ ''تو اپنا حق مہر لے لے اور بس اب تو فارغ ہے میری طرف سے'' کا نکاح پر اثر

سوال:... ایک مرتبہ میری بہن اور اس کے شوہر کے درمیان جھگڑا ہوگیا، بیوی زبان درازی کر رہی تھی، شوہر نے کہا کہ زبان بند رکھو ورنہ طلاق دے دوں گا، بیوی نے جواب میں کہا کہ جو مرضی کرلے زبان بند نہیں کروں گی۔ شوہر نے غصے میں کہا کہ: ''تیرا میرا گزارہ نہیں ہوسکتا، (پیسے دیتے ہوئے کہا کہ) تو اپنا حق مہر لے لے، اور بس اب تو فارغ ہے میری طرف سے۔'' اتنا کہنے کے بعد شوہر چلا گیا، جب غصہ اُتر گیا اور واپس آیا تو بیوی سے کہا کہ ''تو ہمیشہ یہ سمجھتی رہتی تھی کہ میں تجھے خالی دھمکیاں ہی دیتا رہوں گا اور طلاق نہیں دوں گا، اب تو نے دیکھ لیا کہ جو میں نے کہا تھا، وہ کرکے دِکھادیا۔'' بیوی نے پوچھا کہ آخر آپ نے مجھے کب طلاق دی ہے؟ شوہر نے کہا جو الفاظ میں نے کہے تھے، ان سے بھی طلاق پڑجاتی ہے، اور اَب ہمیں نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا۔ شوہر کا خیال تھا کہ نکاح کے لئے لڑکی کے ماں باپ کی رضامندی ضروری ہے، اس لئے اس نے کہا کہ میں مناسب وقت پر ان سے بات کروں گا اور ہم دونوں نکاح کرلیں گے۔ اس واقعے کے بعد دو ماہ گزر گئے، بعد میں پھر کسی بات پر بیوی سے تکرار ہوگئی اور اس کو پھر صاف الفاظ میں طلاق کے الفاظ بول دیئے۔ جب یہ مسئلہ ایک عالم کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ چونکہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق بائن دے چکا تھا، اس لئے بیوی اس کے نکاح میں نہیں رہی تھی، لہٰذا دُوسری مرتبہ کہے گئے طلاق کے الفاظ لغو ہوگئے، اس لئے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ کیا یہ فتویٰ دُرست ہے؟

جواب:... مولوی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے، وہ صحیح ہے، کیونکہ طلاق بائن کے بعد وہ عورت اس آدمی کے نکاح سے خارج ہوچکی ہے،[2] اور دوبارہ جب تک نکاح نہیں کرتا، اس کو مزید طلاق دینے کا اِختیار نہیں ہے، واللہ اعلم!

''چلی جا، تجھ سے میرا کوئی تعلق نہیں، تو فارغ ہے''

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ گھریلو جھگڑے کی وجہ سے تنگ آکر میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ: ''چلی جا تجھ سے میرا کوئی تعلق

---

(۱) فی الجوهرة: ولو قال: انا بریء من نکاحک، وقع الطلاق إذا نواه. (شامی ج:۳ ص:۳۰۲).

(۲) ویقع بباقیها أی باقی ألفاظ الکنایات المذکورة ...... البائن إن نواها. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۰۳). ولو قال: أنا بریء من نکاحک وقع الطلاق إن نواه. (شامی ج:۳ ص:۳۰۲، باب الکنایات).

نہیں ہے، تو فارغ ہے۔''

جواب:...اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ [1]

والد کا کہنا کہ: ''تمہاری والدہ سے شرعی تعلق ختم کرلیا ہے'' کہنے سے طلاق بائن ہوگئی

سوال:...گزارش یہ ہے کہ میں اپنے والدین کے سلسلے میں کافی پریشان اور فکرمند ہوں، والد صاحب کا کہنا ہے کہ: ''میں نے تمہاری والدہ سے شرعی تعلق ختم کرلیا ہے۔'' اس وجہ سے ہم سب بھی بڑی بے چینی اور پریشانی میں مبتلا ہیں، میں والد صاحب کے ایک خط کا مخصوص حصہ آپ کی طرف اِرسال کر رہا ہوں، آپ سے مؤدّبانہ گزارش ہے کہ جلد از جلد اس کے متعلق قرآن وسنت کے مطابق فتویٰ عطا فرمائیں کہ کیا واقعی میرے والدین کے درمیان شرعی تعلقات ختم ہوگئے ہیں یا بحال کرنے کی کوئی گنجائش باقی ہے؟ اگر گنجائش باقی ہے تو تعلقات کی بحالی کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟

جواب:...''میرا اور تمہاری امی کا کوئی رِشتہ نہیں رہا'' کے الفاظ طلاقِ بائن کے ہیں، جبکہ طلاق کی نیت بھی موجود ہے، اس لئے نکاح ختم ہوگیا ہے، البتہ دوبارہ رِشتۂ اِزدواج میں منسلک ہونے کے لئے نکاح کرنا ہوگا، قواعد کے مطابق جیسا کہ پہلے نکاح ہوا تھا۔ [2]

''آج سے تم مجھ پر میری ماں اور بہن ہو'' کے الفاظ سے طلاقِ بائن ہوگئی

سوال:...ایک روز ایک شخص نے غصّے میں آکر اپنی بیوی سے کہا کہ: ''جاؤ آج سے تم مجھ پر میری ماں اور بہن ہو'' یہ الفاظ اس نے تین بار دُہرائے، اب سب گھر والے پریشان ہیں اور کئی جگہوں پر پوچھنے پر علماء نے ان کو بتایا کہ لڑکی کو طلاق ہوچکی ہے، مگر اَبھی تک وہ مطمئن نہیں ہیں کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ لڑکی کو شوہر سے علیحدہ کرلیا گیا ہے اور وہ اب تک شوہر کے چچا کے گھر رہ رہی ہے۔ اس واقعے کو آٹھ دس ماہ ہو رہے ہیں۔

جواب:...''آج سے تم مجھ پر میری ماں اور بہن ہو'' کے الفاظ طلاق سے کنایہ ہیں، اس لئے اس شخص کی بیوی کو پہلی بار یہ الفاظ کہنے سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی، دُوسری اور تیسری بار کے الفاظ لغو ہوگئے، اس لئے دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ [3]

---

(۱) فنحو أخرجي، إذهبي، وقومي ...... وفي الغضب توقف الأولون إن نوى وقع. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۰۱، باب الكنايات).

(۲) ويقع بباقيها أي باقي ألفاظ الكنايات المذكورة .... وغير ذٰلك مما صرحوا به البائن إن نواها. قوله: وغير ذٰلك مثل .... لست لي بإمرأة وما أنا لك بزوج. (شامي ج:۳ ص:۳۰۳، باب الكنايات). أيضًا: ولو قال: لم يبق بيني وبينك عمل ونوىٰ يقع كذا في العتابية. (عالمگيری ج:۱ ص:۳۷۶، كتاب الطلاق).

(۳) (وإن نوىٰ بأنت عليّ مثل أُمّي أو كأُمّي) وكذا لو حذف عليّ خانية (برًّا أو ظهارًا أو طلاقًا صحت نيته) ووقع ما نواه لأنه كناية. (قوله وإن نوى إلخ) أي من كنايات الظهار والطلاق قال في البحر: وإذ نوىٰ به الطلاق كان بائنًا كفلظ الحرام. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۳ ص:۴۷۰، باب الظهار).

دُوسری بیوی سے کہنا: ''میرا اس عورت (پہلی بیوی) سے کوئی تعلق نہیں ہے''

سوال:...ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں، ایک دفعہ اس نے دُوسری بیوی سے باتوں کے دوران کہا کہ: ''میرا اس عورت (یعنی پہلی بیوی) سے کوئی قریبی تعلق نہیں ہے، اگر میں اس سے کوئی قریبی تعلق رکھوں تو ایسا جیسا میں اپنی ماں سے تعلق رکھوں'' اس بات کو ایک سال ہوگیا اور اس عرصے میں وہ شخص بیوی سے ہم بستر بھی نہیں ہوا، کیا ان الفاظ کے ادا کرنے سے رِشتۂ اِزدواج میں کوئی فرق پڑتا ہے؟ واپس جوڑنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...ان الفاظ سے عورت کو طلاق ہوگئی، دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[1]

---

(۱) وإن نویٰ بأنت علیّ مثل أُمّی أو کأُمّی وکذا لو حذف علیّ، خانیة برًّا أو ظهارًا أو طلاقًا صحت نیته ووقع ما نواه لأنه کنایة .... وبأنت علیّ حرام کأُمّی صحّ ما نواه من ظهار أو طلاق۔ وفی الشامیة: قوله أو طلاق لأن هٰذا اللفظ من الکنایات وبها یقع الطلاق بالنیة أو دلَالة الحال علٰی ما مر۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۴۷۰)۔ أیضًا: ولو قال: لم یبق بینی وبینک عمل ونویٰ یقع، کذا فی العتابیة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۶)۔

طلاقِ مغلّظہ

تین طلاقیں دینے والا اب کیا کرے؟

سوال:... ایسے کسی مسئلے کی نشاندہی فرمائیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا گیا ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو تیسری مرتبہ طلاق دے دی ہے، اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ مہربانی فرماکر حدیثِ مبارکہ مع ضروری حوالہ جات وروایات تحریر فرمائیں۔ واضح رہے کہ میرا استفسار اکٹھی، یکبارگی یا بیک مجلس تین یا زیادہ طلاقوں کے بارے میں نہیں ہے۔

جواب:... اِمام بخاری رحمہ اللہ نے "باب من اجاز طلاق الثلاث" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رفاعہ قرظی کی بیوی کا واقعہ نقل کیا ہے، کہ رفاعہ نے اسے تین طلاقیں دے دی تھیں، اس نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ وہ عورت سے صحبت پر قادر نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ (اس نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) یہ نہیں ہوگا، یہاں تک کہ دُوسرے شوہر سے صحبت نہ کرو:

"حدثنا سعيد بن عفير قال: حدثني الليث، حدثني عقيل عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جائت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ان رفاعة القرظي طلقني فبت طلاقي واني نكحت بعده عبدالرحمٰن بن الزبير القرظي وانما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعلك تريدين أن ترجعي الى رفاعة، لَا حتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته۔"

(صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۹۱)

اسی قسم کا ایک واقعہ فاطمہ بنت قیس کا بھی صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ ان کے شوہر نے تیسری طلاق دے دی تھی۔ [1]

تین طلاق کا حکم

سوال:... گزارش خدمت ہے کہ آپ کا کالم بہت مفید ہے، اور لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں، لیکن ایک بات سمجھ نہیں

(۱) عن ابن شهاب ان ابا سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف أخبره أن فاطمة بنت قيس أخبرته أنها كانت تحت أبي عمرو بن حفص بن المغيرة فطلّقها أخر ثلاث تطليقات فزعمت أنها جائت رسول الله صلى الله عليه وسلم تستفتيه في خروجها من بيتها فأمرها أن تنتقل إلى ابن أمّ مكتوم الأعمٰى ... الخ۔ (صحيح مسلم، باب المطلقة البائنة لَا نفقة لها ج:۱ ص:۴۸۴ طبع قديمي)۔

آئی جو طلاق کے بارے میں ہے کہ تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دینے کے بعد بغیر مقرّرہ تین ماہ گزرنے کے طلاق ہوجاتی ہے۔

میاں بیوی کئی سال اکٹھے رہتے ہیں، ان کے پیارے پیارے بچے بھی ہوتے ہیں، انسان ہونے کے ناطے کسی وقت غصہ آہی جاتا ہے، اور بکواس منہ سے نکل جاتی ہے، لیکن بعد میں ندامت ہوتی ہے، تو یقیناً خدا تعالیٰ جو بہت ہی غفور الرحیم ہے معاف فرمادیتا ہے، ورنہ تو کئی گھر اُجڑ جائیں۔

قانون کے تحت تین طلاقیں تین ماہ میں پوری ہوتی ہیں، خواہ ایک ہی وقت میں دی جائیں، تین ماہ گزر جانے کے بعد تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائے گا کیونکہ تین ماہ کی مہلت سے فائدہ نہیں اُٹھایا گیا۔ اگر تین طلاقیں ایک دم دینے پر فوری طور پر طلاق ہوجاتی ہو تو پھر تو یورپ وامریکا والی طلاق بن جاتی ہے، جو یقیناً اِسلامی نہیں۔

اب اصل بات لکھتا ہوں، جو اُمید ہے کہ آپ من وعن شائع فرمائیں گے اور جواب سے نوازیں گے تاکہ سب لوگ اس سے فائدہ اُٹھاسکیں۔

آپ کے کالم میں متعدّد بار جواب میں پڑھا کہ تین بار ایک ہی وقت دی گئی طلاق، طلاق ہوگئی، مدّت کا ذِکر نہیں ہوتا کہ کتنے عرصہ کے بعد طلاق واقع ہوگی، یعنی فوری طلاق ہوگئی، قرآنِ کریم میں تو خدا تعالیٰ نے طلاق کو سخت ناپسند فرمایا ہے، اور صرف انتہائی صورت میں جب گزارے کی صورت نہ ہو، طلاق کی اجازت دی ہے، اور اس میں بھی تین طلاقیں رکھی ہیں تاکہ تین ماہ کے عرصے میں اِحساس ہونے پر رُجوع ہوسکے۔

انگریزی حکومت میں (یہ قانون اب بھی ہوگا) اگر کوئی شخص بغیر اطلاع دیئے ڈیوٹی سے غیرحاضر ہوتا تو اگر چھ ماہ کے اندر واپس آجاتا تو وہ فارغ نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ اپنی ملازمت میں ہی رہتا تھا۔ دہلی میں ایک دوست کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا تھا کہ چھ ماہ کے اندر واپس حاضر ہوجانے سے اس کی ملازمت ختم نہیں ہوئی، بلکہ جاری رہی۔

اسی طرح طلاق کے لئے جو تین ماہ کی مدّت ہے اس سے طلاق دینے والے کو اس کے اندر طلاق واپس لینے کا حق ہے، ہاں تین ماہ گزر جانے کے بعد واپسی کی صورت نہیں رہے گی، اگر تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دینے سے فوراً طلاق ہوجاتی ہے، تو پھر تو یورپ وامریکا والی طلاق ہوجائے گی جو یقیناً اِسلامی نہیں۔

میری ناقص رائے میں ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دی جانے پر آپ کے جواب میں تین ماہ کی مہلت کا بھی ذکر آنا چاہئے، بصورتِ دیگر گھر بھی اُجڑیں گے اور بچے بھی۔

جواب:...شرعی مسئلہ تو وہی ہے جو میں نے لکھا۔ اور ائمہ اَربعہؒ اور فقہائے اُمتؒ اسی کے قائل ہیں۔ آپ نے جو شبہات لکھے ہیں، ان کا جواب دے سکتا ہوں، مگر ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر کسی طرح کی گنجائش ہوتی تو اس کے اظہار میں بخل نہ کیا جاتا، لیکن جب گنجائش ہی نہ ہو تو کم از کم میں تو اپنے آپ کو اس سے معذور پاتا ہوں۔

زہر کھانا قانوناً منع اور شرعاً حرام ہے، لیکن اگر کوئی کھا بیٹھے اور اس کے نتیجے میں ڈاکٹر یہ لکھ دے کہ اس زہر سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے تو مجرم ڈاکٹر نہیں کہلائے گا، اس کا قصور صرف اتنا ہے کہ اس نے زہر کے اثر اور نتیجے کو ذِکر کردیا۔

تین طلاق کے بعد رُجوع کا مسئلہ

سوال:... ایک وقت میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ہوجاتی ہیں، اور پھر سوائے حلالہ کے رُجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی، یہ حنفیہ کا مسلک ہے۔ لیکن اہلحدیث حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابورکانہ نے اُمِّ رکانہ کو تین طلاقیں دیں، جب آپؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رُجوع کی اجازت دے دی۔

جواب:... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تین طلاقیں خواہ ایک لفظ میں دی گئی ہوں یا ایک مجلس میں، وہ تین ہی ہوتی ہیں۔[1] ابورکانہ کا جو واقعہ آپ نے نقل کیا ہے اس میں بڑا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں، بلکہ ''طلاقِ البتۃ'' دی تھی۔[2] بہرحال جب دُوسری احادیث میں وضاحت موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ دین رحمہم اللہ بھی اس پر متفق ہیں تو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اہلحدیث حضرات کا فتویٰ صحیح نہیں، ان کو غلط فہمی ہوئی ہے، اس لئے جو شخص شریعت کے حلال و حرام کی پابندی کرنا چاہتا ہو، اس کو اہلحدیث کے اس فتویٰ پر عمل کرنا حلال نہیں۔

حلالہ شرعی کی تشریح

سوال:... کیا حلالہ جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن پاک وحدیث کی رُو سے تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔ میری والدہ کو میرے والد صاحب نے سوچ سمجھ کر ۳ بار لفظ ''طلاق'' دُہرا کر طلاق دی، اور پھر حلالہ کر کے عدّت گزرنے کے بعد نکاح کروالیا۔ حلالہ کچھ اس طرح کیا کہ ایک شخص کو پوری تفصیل سے آگاہ کر کے نکاح کے بعد طلاق دینے پر آمادہ کیا، اس شخص نے نکاح کے دن بغیر ہم بستری کے اسی وقت دروازے کے قریب والدہ کے سامنے کھڑے ہوکر ۳ بار طلاق دے دی اور پھر عدّت گزرنے کے بعد ہمارے والد نے ہماری ماں سے دوبارہ نکاح کروالیا اور ایک ساتھ رہنے لگے۔ یہ حلالہ صحیح ہوا یا غلط؟ اس کی روشنی میں والدہ صاحبہ سے دوبارہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

جواب:... قرآنِ کریم میں ارشاد ہے کہ اگر شوہر بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک

---

(۱) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث ...إلخ. وقد ثبت النقل عن أكثرهم صريحًا بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق إلّا الضلال. (شامي، كتاب الطلاق ج:۳ ص:۲۳۳). أيضًا: ذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري، وأبوحنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيد. وآخرون كثيرون على من طلّق إمرأته ثلاثًا وقعن، ولٰكنه يأثم. (عمدة القاري، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث ج:۲۰ ص:۲۳۳، طبع دار الفكر، بيروت).

(۲) واحتجوا أيضًا بحديث ركانة أنه طلق إمرأته ألبتة فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: آلله ما أردت إلّا واحدة؟ قال: آلله ما أردت إلّا واحدة! فهٰذا دليل علٰى انه لو أراد الثلاث لوقعن وإلّا فلم يكن لتحليفه معنى ...إلخ. (صحيح مسلم مع شرحه الكامل للنووي ج:۱ ص:۴۷۸، طبع قديمي).

کہ وہ عورت (عدّت کے بعد) دُوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرے۔[1] (اور نکاح کے بعد دُوسرا شوہر اس سے صحبت کرے، پھر مرجائے یا اَزخود طلاق دے دے اور اس کی عدّت گزر جائے، تب یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی، اور وہ اس سے دوبارہ نکاح کرسکے گا)، یہ ہے حلالہ شرعی۔[2]

تین طلاق کے بعد عورت کا کسی سے اس شرط پر نکاح کردینا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا، یہ شرط باطل ہے، اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ تاہم ملعون ہونے کے باوجود اگر دُوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدّت کے بعد عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوجائے گی۔[3]

اور اگر وہ صحبت کئے بغیر طلاق دے دے (جیسا کہ آپ نے اپنی والدہ کا قصہ لکھا ہے) تو عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

اور اگر دُوسرے مرد سے نکاح کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا، لیکن اس شخص کا اپنا خیال ہے کہ وہ اس عورت کو صحبت کے بعد فارغ کردے گا تو یہ صورت موجبِ لعنت نہیں۔ اسی طرح اگر عورت کی نیت یہ ہو کہ وہ دُوسرے شوہر سے طلاق حاصل کرکے پہلے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے لائق ہوجائے گی، تب بھی گناہ نہیں۔

حلالہ شرعی اور حلالہ غیرشرعی کی تعریف

سوال:... شرعی حلالہ کیا ہے؟ اور غیرشرعی حلالہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث میں کیا ایسی کوئی تفریق ہے جس میں شرعی حلالہ وغیرشرعی حلالہ کی واضح تعریف کی گئی ہو؟ کیا شرعی حلالہ کا لفظ قرآن وحدیث میں کہیں آیا ہے؟ حوالہ دیں، کیونکہ میں نے تو اَحادیث میں حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایتوں میں پڑھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”حلالہ کرنے والے، کرانے والے پر لعنت بھیجی ہے“ اور حلالہ کرنے والا کرایہ کا مینڈھا ہے اور اللہ نے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے (بحوالہ فقہ الاسلام حسن احمد الخطیب)۔

جواب:... ”شرعی حلالہ“ تو وہ ہے جس کو قرآنِ کریم نے ذِکر کیا ہے، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۰،[4] جس کا مطلب یہ ہے

---

(۱) ”فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ“ (البقرة: ۲۳۰).

(۲) ان عائشة أخبرته أن إمرأة رفاعة القرظي جائت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبت طلاقي، وإني نكحت بعده عبدالرحمٰن بن الزبير القرظي وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة لَا حتّٰى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته. (بخاري ج:۲ ص:۷۹۱). أيضًا: وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة ...... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا في الهداية. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة).

(۳) ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: لعن المحلل والمحلل له. (أبو داوٗد ج:۱ ص:۲۹۱). فإن تزوّجها بشرط التحليل كره ...إلخ. (مجمع الأنهر ج:۲ ص:۴۳۹).

(۴) ”فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ“ (البقرة: ۲۳۰).

کہ اگر شوہر تیسری طلاق بھی دے ڈالے تو عورت اس کے لئے حلال نہیں رہے گی، اور اگر یہ دونوں دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ عورت (عدّت کے بعد) دُوسرے شوہر سے نکاح کرکے وظیفۂ زوجیت ادا کرے، پھر اگر دُوسرا شوہر طلاق دیدے یا مرجائے اور اس کی عدّت بھی پوری ہوجائے، تب اگر وہ چاہے تو پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ ''شرعی حلالہ'' ہے جس کا میں قرآنِ کریم کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں، اور جیسا کہ اُوپر عرض کرچکا ہوں یہی فتویٰ صحابہ کرامؓ، جمہور تابعینؒ، ائمہ اَربعہؒ اور حضراتِ فقہاء و محدثین دیتے تھے اور اسی پر اُمت کا اِجماع ہے۔

اور ''غیرشرعی حلالہ'' وہ ہے جو آنجناب کی ذِکرکردہ اَحادیث میں موجبِ لعنت قرار دِیا گیا ہے، بلاشبہ ایسا حلالہ کرنے اور کرانے والا لسانِ نبوّت سے ملعون ہے۔[1]

پس ان دونوں حلالوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے میں ''شرعی حلالہ'' کا لفظ اِستعمال کرتا ہوں، ایک شرعی حلالہ جس کو قرآنِ کریم نے ذِکر فرمایا ہے، اور دُوسرا ''غیرشرعی حلالہ'' جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، اور جس کو ''تیس مستعار'' فرمایا ہے،[2] واللہ اعلم!

شرعی حلالہ اور زِنا میں فرق

سوال:... میں ایک طویل عرصے سے لندن، برطانیہ میں مقیم ہوں، میں جس دفتر میں ملازمت کرتا ہوں وہاں کئی آلِ یہود بھی ملازمت کرتے ہیں، ان میں سے ایک فرد اِسلام سے متعلق معلومات رکھتا ہے، ایک روز مجھے کہنے لگا کہ آپ کے ہاں زِنا پر تو پابندی ہے، لیکن حلالہ شرعی کے نام پر اسی عمل کو جائز قرار دِیا جاتا ہے، جبکہ اسلام میں متعہ پر بھی پابندی ہے۔ چونکہ میں دِینی معلومات بہت کم رکھتا ہوں، اس لئے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے کہ:

۱:... کیا شرعی حلالہ میں شوہر اپنی بیوی کو (جسے طلاق دے چکا تھا) شرعی حلالہ کے تحت نکاح کسی اور سے کرنے اور ہم بستر ہونے پر دوبارہ یہ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ شرعی پابندی مکمل کرلی گئی، اب وہ طلاق لے کر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرے؟

۲:... دُوسری جگہ مطلقہ عورت کا نکاح ہوجانے پر سابقہ شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ اس عورت سے بات چیت جاری رکھے اور اسے ورغلائے تاکہ وہ اپنے نئے شوہر سے طلاق لے لے؟

۳:... نئی جگہ شادی ہونے پر کیا سابقہ شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ نئے شوہر (دُوسرے شوہر) کو یہ کہے کہ وہ اپنی بیوی کو اَب طلاق دیدے کیونکہ شرعی پابندی تو پوری ہوگئی ہے؟ اب سابقہ شوہر دوبارہ اسی عورت سے نکاح کرکے اپنے گھر کو آباد کرنا چاہتا ہے، کیا ایسا ممکن ہے؟

جواب:... شرعی حلالہ یہ ہے کہ جس عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے دی ہوں وہ اس پر حرام ہوجاتی ہے، اور اس

---

(۱) عن عبدالله بن مسعود قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلِّل والمحلَّل له. (مشكوٰة ص:۲۸۴).

(۲) عن عقبة بن عامر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا أخبركم بالتيس المستعار؟ قالوا: بلٰى يا رسول الله! قال: هو المحلل، لعن الله المحلل والمحلل له. (سنن ابن ماجة ص:۱۳۹، طبع مير محمد كتب خانه).

کے ساتھ دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا، اس طلاق دینے والے کے اس عورت سے دوبارہ نکاح کے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ یہ عورت، عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاحِ صحیح کرکے دُوسرے شوہر سے ہم بستری کرے، پھر دُوسرا شوہر فوت ہوجائے یا کسی وجہ سے طلاق دیدے تو اس کی عدّت پوری ہونے کے بعد یہ عورت اگر چاہے تو پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ (۱)

۲:... جب پہلے شوہر نے تین طلاقیں دے دیں اور عورت نے دُوسرے شوہر سے نکاح بھی کرلیا تو پہلے شوہر کے لئے وہ ''غیرعورت'' ہے، کسی کی منکوحہ سے باتیں کرنے اور اسے ورغلانے کا اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا، بلکہ یہ بات شرعاً و اخلاقاً قبیح اور حرام ہے۔

۳:... پہلے شوہر کو دُوسرے شوہر سے طلاق کے مطالبے کا کوئی حق نہیں، البتہ اگر دُوسرا شوہر اپنی خوشی سے طلاق دیدے اور یہ نیت کرے کہ پہلے شوہر کا اُجڑا گھر آباد ہوجائے تو اس کو اس نیک نیتی پر اَجر ملے گا۔

تین طلاق کے بعد ہمیشہ کے لئے تعلق ختم ہوجاتا ہے

سوال:... تین طلاق کے بعد کیا ہمیشہ کے لئے تعلق ختم ہوجاتا ہے؟ یا کوئی شرعی طریقہ رُجوع ہے کہ نہیں؟

جواب:... تین طلاق کے بعد نہ رُجوع کی گنجائش رہتی ہے، نہ دوبارہ نکاح کی، عدّت کے بعد عورت دُوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرکے ہم بستری کرے، پھر دُوسرا شوہر مرجائے یا اَزخود طلاق دے دے اور اس کی عدّت گزر جائے، تب پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، اس کے بغیر نہیں۔ (۲)

اگر کسی نے ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' کہا تو اُس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی

سوال:... میری شادی کو آٹھ سال تقریباً ہوچکے ہیں، میرے شوہر نے مجھے متعدّد بار کہا ہے کہ ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' اور اکثر ناچاقی پر کہہ دیتے ہیں، پچھلے چند مہینوں میں بھی کئی بار کہہ چکے ہیں کہ ''جاؤ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں مجھے بتائیں کہ کیا میں اپنے شوہر کے ساتھ اِزدواجی زندگی گزار سکتی ہوں یا نہیں؟ اور مجھے اب کیا کرنا چاہئے؟ شروع میں ایک بار مجھے ایک مولوی صاحب کے پاس لے گئے اور پتا نہیں اسے کیا کہا تو مولوی صاحب نے کہا کہ آپ کا نکاح نہیں ٹوٹا، لیکن اب دوبارہ کئی بار کہہ چکے ہیں، میں بہت پریشان رہتی ہوں۔

جواب:... آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اگر صحیح ہے تو آپ دونوں کا میاں بیوی کا رِشتہ کبھی کا ختم ہوچکا ہے، دونوں کو فوراً علیحدگی

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة ...... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلّقها أو يموت عنها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، باب الرجعة، كتاب الطلاق)۔

(۲) (فإن طلقها فلا تحل له من بعد) أي بعد ذٰلك التطليق (حتّٰى تنكح زوجًا غيره) أي تتزوّج زوجًا غيره ويجامعها ...... (فإن طلقها) لزوج الثاني (فلا جناح عليهما) أي على الزوج الأول والمرأة (أن يتراجعا) أن يرجع كل منهما إلٰى صاحبه بالزواج بعد مضي العدة (إن ظنّا أن يقيما حدود الله)۔ (تفسير رُوح المعاني ج:۲ ص:۱۴۱، ۱۴۲ طبع دار إحياء تراث العربي، أيضًا: فتاوىٰ عالمگيرية ج:۱ ص:۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس)۔

اِختیار کرلینی چاہئے۔[1]

دو طلاق کے بعد کہنا: ''آج کے بعد میرا اور تیرا کوئی واسطہ نہیں'' کے الفاظ سے کتنی طلاقیں ہوئیں؟

سوال:... چار سال قبل میری شادی ہوئی تھی، میری بیوی شریف اور سیدھی عورت ہے، مگر مجھ کو بات بات پر غصہ آتا ہے، جس کی وجہ سے گھر میں اکثر تکرار رہتی ہے۔ چھ ماہ قبل ایک تکرار کے دوران غصّے میں اپنی بیوی کو دو بار طلاق دے چکا ہوں، بعد میں اِحساس ہوا تو عہد کیا کہ آئندہ غصّے پر قابو رکھوں گا اور تیسری بار یہ الفاظ اِستعمال نہ کروں گا۔ مگر میں اپنے غصّے پر قابو نہ رکھ سکا اور لڑائی کے دوران میں نے اس سے کہہ دیا کہ: ''آج کے بعد میرا اور تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے، اور اگر آج کے بعد تم نے مجھ سے بات کی تو سمجھ لینا کہ طلاق ہوگئی۔''

جواب:... دو طلاقیں آپ پہلے دے چکے تھے، اور تیسری طلاق ان الفاظ سے دے دی کہ ''آج کے بعد میرا اور تمہارا کوئی واسطہ نہیں''، لہٰذا تین طلاقیں ہوگئیں، اور دونوں میاں بیوی کا تعلق ختم ہوچکا، اب کوئی کفارہ کارگر نہیں ہوسکتا، بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔[2]

تین طلاق سے متعلق شریعت کورٹ کا قانون غلط ہے

سوال:... میں نے اپنے شوہر سے طلاق لی ہے، باقاعدہ اسٹیمپ پیپر تیار کیا گیا ہے اوتھ کمشنر کے ذریعے، ان لوگوں نے بتایا کہ آج کل ۹۰ دِن کی مدّت دیتے ہیں، اس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ اسٹیمپ پیپر کی ایک کاپی کونسلر کے آفس میں جمع کرائیں اور ہر مہینے وہ بلائیں گے، اگر تین دفعہ وہاں میاں بیوی حاضر ہوں اور یہ کہیں کہ ہم راضی ہیں تو وہ طلاق منسوخ ہوجائے گی، اور اگر نہ جائیں تو طلاق ہوجائے گی، یہ قانون شریعت کورٹ نے بنایا ہے۔ مگر مولانا! ہم نے آج تک جب بھی ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' پڑھے ہیں تو ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر طلاق لے لی جائے اور ایک ساتھ تین طلاق ہوجائے تو پھر حلالہ کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہوتی ہے۔ اور میں نے بنوری ٹاؤن مسجد کے مولانا (مفتی نظام الدین صاحب) سے معلوم کرایا تو انہوں نے بھی کہا کہ شریعت کورٹ کا، یا حکومت کا یہ قانون غلط ہے، اگر ایک وقت میں تین طلاق ہوجائے تو رُجوع کی یہ صورت صرف حرام کاری یا ناجائز ہوگی۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ میرے گھر والے مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں دوبارہ رُجوع کرلوں، مگر میں اس بات سے اِنکار کرتی ہوں کہ یہ غلط ہے، آپ مجھ سے غلط کام مت کرائیں، مگر وہ لوگ نہیں مان رہے ہیں۔ میں ایک پڑھی لکھی لڑکی ہوں (گریجویٹ ہوں) اور اِسلام

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمة لم تحل له حتّى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، أيضًا: تفسير رُوح المعاني ج:۲ ص:۱۴۱، ۱۴۲).

(۲) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (البقرة: ۲۲۹–۲۳۰). ولو قال لم يبق بيني وبينك عمل ونوىٰ يقع. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۶).

کے متعلق بہت تو نہیں مگر تھوڑا تو جانتی ہوں کہ تین طلاقوں میں جو یکشمت میں دی جائیں کوئی صلح کی گنجائش نہیں ہے، سوائے حلالہ کے۔ اگر ایسا ہے تو حکومت نے ایسا قانون کیوں بنایا ہے؟ ابھی ایک ماہ قبل کے ''اخبارِ جہاں'' کے مسئلے میں بھی تین طلاقوں کا یہی جواب لکھا تھا، اور لکھا تھا کہ اگر ایسا ہے تو میاں بیوی کا تعلق ختم ہوگیا ہے۔ میں آپ سے بذریعہ اخبار معلوم کرنا چاہتی ہوں اور بہت جلد، اگر اگلے جمعہ کو ممکن ہو تو میں آپ کی ساری زندگی مشکور رہوں گی، آپ مجھے صحیح سمت بتائیں جو قرآن وسنت کی روشنی میں سچ ہو، آپ میری زندگی تباہ ہونے سے بچا سکتے ہیں، کیونکہ میں اپنے شوہر سے دوبارہ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی ہوں، میں نے یہ فیصلہ باہوش وحواس کیا تھا، آپ بتائیں کہ آیا:

۹۰ دِن کی مدّت اس بات کے بعد ٹھیک ہے؟ آیا یہ قانون دُرست ہے؟

جواب:...حکومت کا یہ قانون غلط، اور قرآن مجید کے حکم سے بغاوت ہے۔ [۱]

سوال:... یا تین ایام بعد طلاق ہوگی، اس سے قبل رُجوع کرلیں (معذرت کے ساتھ) دو ایام گزر چکے ہیں (حالانکہ تین طلاق کی صورت میں عدّت کی یہی صورت ہے)۔

جواب:...اگر تین طلاقیں دی ہوں تو رُجوع کی گنجائش نہیں رہی، [۲] نہ عدّت کے اندر اور نہ عدّت کے بعد، اور اگر طلاقیں تین سے کم دی ہوں تو تین مرتبہ ''ایام'' سے فارغ ہونے تک شوہر رُجوع کرسکتا ہے۔ [۳] تین ''کورس'' گزرنے کے بعد رُجوع کی گنجائش نہیں رہتی، البتہ تین سے کم طلاقوں کی صورت میں عدّت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ [۴]

سوال:...میرے والد مڈل ایسٹ کے ممالک میں رہ چکے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ۹۰ دِن کی مہلت کا کوئی سلسلہ وہاں بھی تھا، آیا یہ دُرست ہے؟ تو پھر یہاں وہ قانون پہلے سے کیوں نہیں چلتا؟ ایوب خان کے دور میں ایسا قانون کیوں بنا؟ اگر غلط ہے تو اَب تک جن جوڑوں نے اس قانون پر عمل کیا ہے تو وہ حرام کاری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

جواب:...اس میں کیا شک ہے کہ جن لوگوں نے تین طلاقوں کے بعد بھی عورتوں کو رکھا ہوا ہے، اسی طرح جن لوگوں نے شرعی عدّت گزر جانے کے باوجود ''نوّے دِن'' کے قانون کے سہارے عورتوں کو بغیر نکاح کے رکھا ہوا ہے، وہ حرام کاری کے مرتکب ہیں۔

سوال:...ایک اور بات میں نے طلاق خود لی ہے، اور اپنی مرضی سے حق مہر بھی معاف کردیا ہے، مگر گھر والے کہتے ہیں کہ

---

(۱) اس لئے کہ قرآنِ کریم میں وقت کی قید نہیں ہے، جس طرح نکاح فی الفور منعقد ہوجاتا ہے، اسی طرح طلاق بھی فی الفور واقع ہوجاتی ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغًا عاقلًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔

(۲) ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ'' (البقرة: ۲۲۹–۲۳۰)۔

(۳) إذا طلق الرجل إمرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۴) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدّتها وبعد إنقضائها لأن حل المحلية باق لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة)۔

حق مہر معاف نہیں ہوتا ہے، وہ شوہر ضرور دے۔ حالانکہ میں تو ہر وہ چیز دینے کو خود سے راضی تھی، جو میرے شوہر نے دی تھی، مگر اس نے خود ہی منع کر دیا، آپ بتائیں کہ میں نے حق مہر جب معاف کر دیا ہے تو یہ لوگ کیوں لینا چاہتے ہیں؟

جواب:... اگر آپ نے طلاق کے بدلے حق مہر معاف کر دیا تو وہ معاف ہوگیا، آپ کے گھر والے غلط کہتے ہیں۔ [1]

سوال:... خدا کے واسطے اس کا جواب جلد از جلد دیں میں سخت پریشان ہوں، میں صلح نہیں کرنا چاہتی، مگر یہ لوگ مجھ پر بہت دباؤ ڈال رہے ہیں، کہتے ہیں شریف لڑکیاں زہر کھالیتی ہیں مگر طلاق نہیں لیتیں۔ کیا خدا نے یہ قانون صرف خراب عورتوں کے لئے بنایا ہے اور شریفوں کو زہر کھانے کا مشورہ دیا ہے؟ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ میں اپنے ان بچوں کی پرورش اپنے شوہر سے بہتر کر سکتی ہوں، اگر زہر کھالوں تو یہ برباد ہوجائیں گے، آدھے سے زائد دِن گزر چکے ہیں، اس لئے ان کا دباؤ بھی بڑھتا جارہا ہے، پلیز آپ میری مدد کریں۔

جواب:... اگر آپ کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں، تو ہرگز صلح نہ کریں، اور ان کی یہ بات نہایت غلط ہے کہ: ”شریف عورتیں زہر کھالیتی ہیں، مگر طلاق نہیں لیتیں“ اگر میاں بیوی کا دِل نہ ملے تو عورت کو خلع لینے کا شریعت نے حق دیا ہے، اور عورت اس حق کو اِستعمال کر سکتی ہے۔[2] تین طلاقوں کے بعد تو دوبارہ مل بیٹھنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ آپ گھر والوں کے دباؤ کی وجہ سے ہمیشہ کی حرام کاری کا وبال اپنے سر کیوں لیتی ہیں؟ جو لوگ آپ کو تین طلاق کے بعد بھی صلح پر مجبور کر رہے ہیں، وہ سخت گناہگار ہیں، ان کو اپنے فعل سے توبہ کرنی چاہئے۔

”میں اپنی بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق رجعی دیتا ہوں“ کا حکم

سوال:... زید اپنی بیوی کو لینے سسرال جاتا ہے، وہاں چند ناخوشگوار باتوں کے بعد زید اپنے سسر کے ہاتھ میں تحریری طلاق دے دیتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ”میں اپنی بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق رجعی دیتا ہوں“ تو کیا یہ طلاقِ ثلاثہ واقع ہوگئی؟

جواب:... جی ہاں! واقع ہوگئی، تین بار طلاق لکھنے کے بعد اس کے ساتھ ”رجعی“ کا لفظ لکھنا بے معنی اور مہمل ہے۔ [3]

تین بار طلاق کا کوئی کفارہ نہیں

سوال:... ایک شخص بے پناہ غصّے کی حالت میں اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ: ”تم میری ماں بہن کی جگہ ہو، میں نے تمہیں طلاق دی“ اور یہ جملہ وہ تین سے بھی زیادہ مرتبہ دہرائے تو یقیناً طلاق ہوجائے گی۔ آپ یہ فرمائیں کہ کیا وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے بغیر کسی کفارہ کے رہ سکتے ہیں؟

جواب:... تین بار طلاق دینے سے طلاقِ مغلّظہ ہوجاتی ہے، اور دونوں میاں بیوی ایک دُوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام

---

(۱) وإن حطت عنه من مهرها صح الحط. (هداية ج:۲ ص:۳۲۵، باب المهر).

(۲) ”فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ“ (البقرة: ۲۲۹).

(۳) وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثًا بكلمة واحد أو ثلاثًا فى طهر واحد فإذا فعل ذٰلك وقع الطلاق وكان عاصيًا ... الخ. (هداية ج:۲ ص:۳۵۵، كتاب الطلاق، باب طلاق السُّنَّة).

ہو جاتے ہیں، اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ بغیر تحلیلِ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[1] آپ نے جس شخص کا واقعہ لکھا ہے، انہیں چاہئے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرلیں، ورنہ ساری عمر بدکاری کا وبال ہوگا۔

کیا مطلقہ، بچوں کی خاطر اسی گھر میں رہ سکتی ہے؟

سوال:... میری ایک سہیلی ہے، اس کے شوہر نے ایک دن غصّے میں ایک تحریر لکھی، لیکن وہ بیوی کو نہیں دی بلکہ ان کے پاس ہی رہی، لیکن بیوی کی نظر اس پر پڑگئی، اور اس نے وہ تحریر پڑھ لی، اب آپ بتائیں کہ طلاق ہوئی کہ نہیں؟ تحریر یہ ہے: ''میں نے تین طلاق دیں قبول کریں'' اگر طلاق ہوجاتی ہے اور میاں بیوی آپس میں ازدواجی تعلق نہ رکھیں لیکن دُنیا اور بچوں کی وجہ سے ایک ہی جگہ رہیں تو یہ ممکن ہے یا نہیں؟ کیونکہ بچوں کے پاس ویسے بھی کوئی اور رشتہ دار خاتون کی ضرورت ہوگی تو اس حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... شوہر نے جب اپنی بیوی کے نام یہ تحریر لکھ دی تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں، خواہ وہ پرچہ بیوی کو دیا ہو یا نہ دیا ہو،[2] اب ان دونوں کی حیثیت اجنبی مرد و عورت کی ہے۔ عورت اپنے بچوں کے پاس تو رہ سکتی ہے مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ شیطان دونوں کو بہکا کر گناہ میں مبتلا نہیں کردے گا...؟ اس لئے دونوں کو الگ رہنا چاہئے۔[3]

''نافرمان شوہر'' کے طلاق دینے کے بعد بیوی دوبارہ اُس کے پاس کیسے رہے؟

سوال:... میری شادی آج سے ۱۶ سال پہلے ایک شخص سے ہوئی تھی، شروع شروع میں بھی تعلقات بہت خراب تھے، اب بھی تعلقات خراب ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ میرے نقشِ قدم پر چلے، لیکن وہ اس چیز سے بہت زیادہ پرہیز کرتا ہے۔ بعض دفعہ تو میں غصّے میں آکر اسے اتنی گالیاں دیتی ہوں کہ وہ بے چارہ معصوم جیسا منہ بنا کر رہ جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ مجھ سے بیزار ہے، مگر اس کے چار بچے ہیں، دو لڑکے اور دو لڑکیاں، جو ہم دونوں سے بہت مانوس ہیں، اگر وہ مجھے چھوڑ دے تو ان کی پرورِش کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لئے کسی مصلحت کی وجہ سے ہر وقت بھیگی بلی بنا رہتا ہے، مگر دِل میں بغض اور کدورت ضرور رکھتا ہے، مگر منہ سے کچھ نہیں بول سکتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے اس کے منہ پر مہر لگادی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا شوہر حد سے زیادہ شریف، ڈرپوک اور خوشامدی ہے۔ شرافت خوشامد تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، لڑائی جھگڑے سے بہت گھبراتا ہے، میں تو اللہ کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرتی، اپنے والدین اور بہن بھائیوں کا بھی لحاظ نہیں کرتی، دُوسرے میرے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ ۲۳ر فروری کو میری چھوٹی بچی کی سالگرہ تھی، پہلے تو اس نے منع کیا کہ سالگرہ فضول رسم ہے، مگر میں نہ مانی، سالگرہ کے دن میرے بچے زور زور سے ٹیپ بجارہے تھے کہ

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، والأصل فيه قوله: فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره والمراد الطلقة الثالثة. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، باب الرجعة، طبع مكتبه شركت علميه).

(۲) وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو ثم المرسومة لَا تخلوا اما إن أرسل الطلاق بأن كتب اما بعد فأنت طالق فكما كتب هٰذا يقع الطلاق ويلزمها العدّة من وقت الكتابة ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۸).

(۳) عن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لَا يخلون رجل بامرأة إلّا كان ثالثهما الشيطان. (مشكوٰة ص:۲۶۹).

ایک شخص جس نے مجھے بہن اور میں نے اسے بھائی بولا تھا، دروازے پر بُرا بھلا کہنے لگا کہ آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ بچوں کے امتحان ہیں۔ مجھے بہت غصہ آیا، دُوسرے دن جب میں نے اپنے شوہر سے ذِکر کیا تو وہ بغیر سوچے سمجھے یہ کہنے لگا کہ تمہارا قصور ہے۔ مجھے غصہ آگیا، میں نے سابقہ معمول کے مطابق اسے دھمکی دی کہ مجھے طلاق دو، اور اسی وقت دو۔ پہلے تو وہ خاموش رہا، جب میں نے زیادہ شور مچایا تو اس نے رَدّی کاغذ پر لکھ دیا: ''۱-طلاق دے رہا ہوں، ۲-طلاق دے رہا ہوں، ۳-طلاق دے رہا ہوں'' مگر منہ سے کچھ نہ بولا۔ میں نے گھر نہ چھوڑا، اس نے قرآن پاک میں مجھے سورۂ طلاق پڑھ کر مجھے سمجھایا اور میرے پاؤں پر گر گیا اور مجھ سے معافی مانگی کہ چار بچوں کے صدقے اور قرآن پاک کے صدقے مجھے معاف کردو، آئندہ کی معافی چاہتا ہوں، میں نے اسے معاف کردیا، اس سے بھی معافی مانگی۔ آپ برائے مہربانی چار معصوم بچوں کا خیال کرتے ہوئے بتائیں کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہئے؟ میں آپ کی بہت شکرگزار رہوں گی۔

جواب:...آپ کے شوہر نے جو رَدّی کاغذ پر تین بار ''طلاق دیتا ہوں'' کے الفاظ لکھ دیئے، ان سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں، دونوں میں میاں بیوی کا رِشتہ ختم ہوگیا، اور دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے، اب بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[1] آپ جیسی ''فرمانبردار بیوی'' اور ان جیسے ''نافرمان شوہر'' کی شادی کا اَنجام وہی ہونا چاہئے تھا جو ہوا۔

آپ نے لکھا ہے کہ میں آپ کے چار معصوم بچوں کا خیال رکھتے ہوئے مسئلہ بتاؤں۔ اپنے چار معصوم بچوں کا آپ کو اس وقت کیوں خیال نہ آیا جب آپ اپنے ''نافرمان شوہر'' کو ڈانٹتے ہوئے اس سے پُرزور مطالبہ کر رہی تھیں کہ ''مجھے طلاق دو، اور اَبھی دو'' آپ کے یہ معصوم بچے آپ کی اس ''رحم کی اپیل'' پر زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں گے:

کی بعد مرے قتل کے اُس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زودِ پشیماں کا پشیماں ہونا!

رہا یہ کہ اب آپ کو کیا کرنا چاہئے؟ جواباً گزارش ہے کہ آپ دونوں فوراً علیحدگی اِختیار کرلیں، جب آپ کی عدّت ختم ہوجائے تو آپ کسی ''فرمانبردار'' شوہر سے نکاح کرکے وظیفۂ زوجیت ادا کریں، پھر ''مجھے طلاق دو، اور اَبھی دو'' کا شاہی فرمان جاری کرکے اس سے طلاق حاصل کرلیں۔ اور جب آپ کی عدّت ختم ہوجائے تو اگر آپ کا جی چاہے تو اپنے چار معصوم بچوں کی خاطر، دوبارہ اسی ''نافرمان شوہر'' سے نکاح کرکے اس غریب کی زندگی کو نمونۂ جہنم بنانے کا فریضہ انجام دیں۔ جب تک یہ شرعی حلالہ نہیں ہوجاتا، جس کا طریقہ اُوپر لکھا ہے، اس وقت تک آپ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

طلاق اگر لکھ کردے دی جائے، زبان سے کچھ نہ کہا جائے، تب بھی واقع ہوجاتی ہے۔ اور اگر زبان سے دے دی جائے، لکھ

---

(۱) الطلاق مرتان .... فإن طلقها فلا تحل له من بعد أی بعد ذالک التطلیق حتّٰی تنکح زوجًا غیره أی تزوج زوجًا غیره ویجامعها .... فإن طلقها الزوج الثانی فلا جناح علیهما أی علی الزوج الأوّل والمرأة أن یتراجعها ...إلخ. (تفسیر روح المعانی ج:۲ ص:۱۴۱، ۲۴۲). وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرّة .... لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها أی یطأها ثم یطلقها أو یموت عنها وتنقضی عدتها منه. (اللباب فی شرح الکتاب، باب الرجعة ج:۲ ص:۱۸۳).

کر نہ دی جائے، تب بھی واقع ہوجاتی ہے۔ اچھے کاغذ پر لکھ کر دی جائے، تب بھی ہوجاتی ہے، اور رَدّی کاغذ پر لکھ کر دی جائے، تب بھی ہوجاتی ہے۔ بہرحال آپ کے مطالبے پر جب شوہر نے تین طلاقیں لکھ دیں تو آپ کی منہ مانگی مراد آپ کو مل گئی اور تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔[1]

بیٹے جوان ہونے کے بعد مطلقہ کا اپنے شوہر کے گھر رہنا

سوال:... ہماری ایک رشتہ دار ہیں، جن کی باہمی رضامندی سے آج سے ۲۵ سال قبل طلاق ہوگئی تھی، ایک لڑکا جو تقریباً ایک سال کا تھا، وہ انہوں نے مہر کے عوض لکھوالیا تھا، اب ۲۵ سال بعد ان دونوں کا ملاپ ہوگیا ہے، بہانہ یہ بنایا گیا ہے کہ لڑکے کو باپ نے دوبارہ لے لیا ہے، اس کو مکان بھی دِلا دیا ہے، لڑکے کی ماں اس کے ساتھ اسی مکان میں رہائش رکھے ہوئے ہے، کیا لڑکے کی ماں کا اس گھر میں رہائش رکھنا اور لڑکے کے باپ سے دوبارہ ملنا ٹھیک ہے؟ بظاہر دونوں کوئی بات آپس میں نہیں کرتے، لیکن گھر میں آنا جانا اور اس سابقہ شوہر کی گاڑی میں بھی آنا جانا ہوتا ہے۔

جواب:... اس شخص نے اپنے بیوی کو ایک طلاق دی تھی تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے،[2] اور اگر تین طلاقیں دی تھیں تو دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا،[3] اور وہ ایک دُوسرے کے لئے اجنبی ہیں۔ اس عورت کا اپنے لڑکے کے ساتھ رہنا جائز اور دُرست ہے، بشرطیکہ لڑکے کے والد سے تعلق نہ رکھے۔

کیا تین طلاق کے بعد بچوں کی خاطر اسی گھر میں عورت رہ سکتی ہے؟

سوال:... مجھے شوہر نے طلاق دے دی ہے، جو اس طرح ہوئی کہ ایک دن گھریلو معاملے پر جھگڑا ہوا، انہوں نے مجھے مارا، پھر بلند آواز سے چیختے ہوئے کہا: ''میں نے تجھے طلاق دی، نکل جا میرے گھر سے۔'' محلے کے لوگ شور سن کر جمع ہوگئے تھے، انہیں سمجھانے لگے، مگر وہ نہیں مانے، پھر کہا: ''تجھے طلاق دی''۔ طلاق کے الفاظ اسی طرح دونوں بار تین مرتبہ سے بھی زیادہ دفعہ کہے۔ محلے والوں کے کہنے پر میں نے سارے حالات دارالعلوم لکھ کر بھیجے، جنھوں نے کہہ دیا کہ طلاق ہوگئی۔ میں اس واقعے کے بعد کئی ماہ تک وہیں الگ کمرے میں رہی، پھر جب مرد کی نیت خراب دیکھی تو وہاں سے اپنے عزیز کے گھر پنجاب چلی گئی۔ اور دو مہینے عدّت گزارنے کے بعد آئی تو وہ یہ کہہ کر کہ میرے سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا، بچوں کی خاطر چل کر رہ۔ میں بچوں کی ممتا میں مجبور ہوکر چلی گئی، کچھ دن تو وہ ٹھیک رہا پھر اس کا ارادہ بدلنے لگا، وہ کسی مولوی صاحب سے لکھوا کر بھی لایا کہ طلاق نہیں ہوئی، مگر میں نہیں مانی اور اس سے صاف کہہ دیا کہ میں اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گی، تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس پر وہ مختلف بہانوں سے جھگڑے کرنے لگا، ایک دن

---

(۱) يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغًا عاقلًا ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳، أيضًا: اللباب ج:۲ ص:۱۶۹).

(۲) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدتها وبعد إنقضاء عدتها لأن حل المحلية باق. (اللباب، باب الرجعة ج:۲ ص:۱۸۲).

(۳) وان كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة .... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹).

تنگ آکر میں نے اپنی جان ہی ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا، مگر بچ گئی۔ میں سخت مصیبت میں ہوں، محلے والوں کو طلاق کا پتا ہے، ان کے سامنے ہوئی، میں نے ان لوگوں سے کہہ رکھا ہے کہ بچوں کی خاطر رہ رہی ہوں، ان کے باپ سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے، میرے بچے بڑے ہیں، لیکن مذہب سے ناواقف ہیں۔ ان کا باپ ان کو ورغلاتا ہے، خدا کے خوف سے ڈرتی ہوں لہٰذا مجھے آپ بتائیں کہ تین مرتبہ کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے؟ میرے ایک عزیز کہتے ہیں کہ غصّے میں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ مرد بھی اب اسی طرح کی باتیں کرتا ہے کہ میں نے دِل سے نہیں کہا تھا، اور مجھے گمراہ کرتا ہے۔ ایک رشتہ دار نے کہا شریف عورتیں مرکر گھر سے نکلتی ہیں۔ میں آپ سے خدا اور اس کے رسول کا حکم معلوم کرنا چاہتی ہوں، تفصیل سے بتائیں اللہ آپ کو اس کی جزا دے گا۔ میں خدا کی خوشنودی اور آخرت کی اچھائی چاہتی ہوں، میں مرنا گوارا کرلوں گی لیکن گناہ اور حرام کاری کی زندگی بسر نہیں کروں گی۔

جواب:... آپ کو پکی طلاق ہوچکی ہے، اس شخص کا آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا۔[1] اگر آپ کو عزّت وآبرو کا خطرہ ہے تو وہاں کی رہائش ترک کرکے کسی اور جگہ منتقل ہوجائیں، دارالعلوم کا فتویٰ بالکل صحیح ہے۔

''میں نے تم کو آزاد کیا اور میرے سے کوئی رشتہ تمہارا نہیں ہے'' تین دفعہ کہنے سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟

سوال:... میری شادی کو چار سال ہوگئے ہیں، میرے شوہر نے مجھے تین مرتبہ یہ لفظ کہا کہ: ''میں نے تم کو آزاد کیا اور میرے سے کوئی رشتہ تمہارا نہیں ہے''، اور یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا، اب آپ مجھے بتائیں کہ میں اپنے شوہر کے نکاح میں ہوں یا نہیں؟

جواب:... ''تم کو آزاد کیا'' کا لفظ تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اور دونوں کا میاں بیوی کا رشتہ ختم ہوگیا۔[2]

تین طلاق والے طلاق نامے سے عورت کو لاعلم رکھ کر اس کو ساتھ رکھنا بدکاری ہے

سوال:... میری بیوی نہایت بدزبان، بدتمیز اور نافرمان ہے، ایک دفعہ جب اس نے میری اور میرے والدین کی بہت زیادہ بےعزّتی کی تو میں نے غصّے میں آکر وکیل کے ذریعہ قانونی طور سے ایک طلاق نامہ تیار کروایا، جس میں، میں نے، وکیل نے اور دو گواہوں نے دستخط بھی کئے تھے اور جس میں صاف اور واضح طور سے درج تھا کہ: ''میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی اور آج سے میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔'' اس کے بعد وہ طلاق نامہ میں چند ناگزیر حالات کی بنا پر اپنی بیوی کو نہ دے سکا اور آج تک وہ طلاق نامہ میرے پاس محفوظ ہے، جبکہ میں بادِلِ نخواستہ اور مجبوراً بیوی کے ساتھ رہ بھی رہا ہوں اور حقوقِ زوجیت بھی ادا کر رہا ہوں۔ مہربانی فرماکر بتائیے کہ کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اور کیا میں گناہِ کبیرہ کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں؟ اگر اس سلسلے میں کوئی کفارہ ادا کرنا چاہوں تو وہ کیا ہوسکتا ہے؟

---

(۱) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: تفسیر رُوح المعانی ج:۲ ص:۱۴۱، ۱۴۲۔

(۲) أيضًا۔

جواب:... جب بدزبان، بدتمیز اور نافرمان بیوی کو آپ نے تین طلاقیں لکھ دیں تو وہ آپ پر اسی لمحہ حرام ہوگئی، خواہ اس کو طلاق کا علم ہوا یا نہیں[1]، اور تین طلاق کے بعد جو آپ اس سے جنسی ملاپ کرتے ہیں یہ خالص بدکاری ہے، اور گناہِ کبیرہ کیا ہوگا...؟ کفارہ یہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کریں اور اس کو فوراً اپنے سے علیحدہ کردیں، حلالہ شرعی کے بعد وہ آپ کے نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے، اس سے پہلے نہیں۔[2]

تین طلاقیں دینے کے بعد اگر شوہر ساتھ رہنے پر مجبور کرے تو عورت عدالت کے ذریعے طلاق لے

سوال:... عرض یہ ہے کہ میرے شوہر نے مجھے زبانی طور پر تین مرتبہ میرا نام لے کر طلاق کے الفاظ کہے ہیں، اس وقت میرے والد اور والدہ بھی موجود تھے۔ جب میرے والد نے اس سے کہا کہ تم غصّے میں یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تو بولا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ پورے ہوش و حواس میں کہہ رہا ہوں، اب میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر اس نے چند دِن بعد حقِ زوجیت کا دعویٰ کردیا اور ایک کیس کردیا، میں نے ایک مولانا صاحب سے فتویٰ لیا، جنہوں نے فرمایا کہ طلاق ہوچکی ہے اور اَب بغیر شرعی حلالہ کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ مشکل یہ ہے کہ اب وہ مکر گیا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، اس کے علاوہ ہمارے قانون میں بھی جب تک طلاق لکھی ہوئی نہ ہو، نہیں مانی جاتی، نہ صرف یہ بلکہ ۹۰ دِن کا وقت بھی اس کے بعد رُجوع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ میرا تعلق فقہِ حنفی سے ہے، اس کے علاوہ وہ قرآن اُٹھانے کو بھی تیار ہے۔ گزارش یہ ہے کہ کچھ لوگ مجھ پر یہ دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ قرآن اُٹھا رہا ہے تو تم اس کے ساتھ رہو، کیونکہ اس کا عذاب ثواب پھر اس پر ہوگا، اور کچھ کہتے ہیں کہ قانونی طور پر اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ آپ بتائیں اس طرح کون گناہگار ہوگا؟ آیا یہ ممکن ہے یا نہیں؟ مولانا صاحب! میں بہت پریشانی میں ہوں کہ میں عاقل و بالغ ہوں، طلاق کے تین الفاظ میرے سامنے اس نے کہے ہیں، مجھے بھی مرکر اپنی قبر میں جانا ہے، اور جسے کسی گواہی کی ضرورت نہیں، اسے حساب دینا ہے۔

جواب:... شرعاً آپ کو طلاق ہوگئی، اور اَب آپ کے لئے کسی صورت میں بھی اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔[3] آپ عدالت میں اُس کے خلاف دعویٰ کرکے عدالت کے ذریعے طلاق حاصل کرلیں۔

تین طلاق کے بعد اگر تعلقات قائم رکھے تو اس دوران پیدا ہونے والی اولاد کی کیا حیثیت ہوگی؟

سوال:... میرے بڑے بیٹے نے اپنی منہ زور اور نافرمان بیوی کو تقریباً سات سال قبل دِلبرداشتہ ہوکر عدالت سے تحریری

---

(۱) وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو ثم المرسومة لَا تخلوا اما أن أرسل الطلاق بأن كتب اما بعد فأنت طالق فلما كتب هٰذا يقع الطلاق ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۸، كتاب الطلاق، الباب الثانی)۔

(۲) الطلاق مرتان ...... فإن طلقها فلا تحل من بعد أى بعد ذٰلک التطليق حتّٰى تنكح زوجًا غيره .... فإن طلقها الزوج الثانى فلا جناح عليهما ... إلخ۔ (تفسير رُوح المعانى ج:۲ ص:۱۴۱، ۱۴۲)۔ أيضًا: وإن كان الطلاق ثلاثًا فى الحرّة ...... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره ... إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۳) أيضًا۔

طور پر بمعرفت وکیل ڈاک سے رجسٹری ایک طلاق نامہ روانہ کیا جو اس کے بھائی نے وصول کیا۔ طلاق نامے کا مضمون انگریزی میں تحریر تھا، طلاق نامے میں میرے بیٹے نے اپنی منکوحہ بیوی کو تین دفعہ یعنی ''میں نے تمہیں طلاق دی'' لکھا۔ یہ طلاق میرے بیٹے نے بغیر کسی جبر و دباؤ اور غصّے کی حالت میں دی تھی، اس وقت اس کی بیوی تقریباً چھ ماہ کے حمل سے تھی، اس کی خوشدامن اور دیگر افرادِ خانہ کہتے ہیں کہ یہ طلاق حمل کے دوران نہیں ہوئی، مگر میں اور دیگر افراد کا کہنا ہے کہ قرآن وسنت کی رُو سے طلاق ہوگئی، مگر اس کے سسرال والے اس بات کو نہیں مانتے اور اس سے قطعی انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے سوال ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اس دوران یعنی تقریباً سات سال سے دونوں بطور میاں بیوی کے رہ رہے ہیں اور اس درمیان ان کی دو بچیاں پیدا ہوئیں تو یہ بچیاں کس زُمرے میں آتی ہیں؟ براہِ کرم شریعت کی رُو سے جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:... حمل کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے،[1] اور وضعِ حمل سے عدّت ختم ہوجاتی ہے۔[2] آپ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو جو تین طلاقیں دیں، وہ واقع ہوچکی ہیں، اور وہ دونوں ایک دُوسرے پر قطعی حرام ہوچکے ہیں۔[3] اس کے بعد اگر وہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں تو وہ گناہ اور بدکاری کے مرتکب ہوئے ہیں، اور ان کے ہاں جو اولاد اس عرصے میں ہوئی اس کا نسب صحیح نہیں، اس کی حیثیت ''ناجائز اولاد'' کی سی ہے،[4] ان کو چاہئے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرلیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔

رُجوع کے بعد تیسری طلاق

سوال:... میری شادی ۹ سال پہلے ہوئی تھی، شادی کے ایک سال بعد پہلی بچی ہوئی، ایک دن گھر سے باہر جاتے ہوئے میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' یہ الفاظ میں نے دو مرتبہ کہے، اس کے فوراً بعد ہم نے رُجوع کرلیا اور اس کے بعد ہمارے ہاں چار بیٹیاں اور ہوچکی ہیں۔ ایک مرتبہ پھر میں نے گھر سے باہر جاتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''تمہیں طلاق دیتا ہوں''۔ جنابِ عالی! اس کے بعد ہم نے ایک حافظ صاحب سے معلوم کیا کہ اس طرح طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ تو انہوں نے ہم سے یہی کہا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ ان دو طلاقوں کے بعد فوراً رُجوع کرلیا تھا اس لئے وہ مؤخر ہوگئی ہیں، اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:... دو طلاقوں کے بعد آپ نے جو رُجوع کرلیا تھا وہ صحیح تھا، مگر شوہر کو صرف تین طلاقوں کا حق دیا گیا ہے، اس لئے ان دو طلاقوں سے رُجوع کرلینے کے بعد آپ کے پاس صرف ایک طلاق باقی رہ گئی تھی، جب آپ نے یہ تیسری طلاق بھی دے دی تو بیوی قطعی حرام ہوگئی، اب دوبارہ نکاح کی گنجائش بھی باقی نہیں رہی، اس لئے اب حلالہ شرعی کے بغیر دونوں ایک دُوسرے کے لئے

---

(۱) وحل طلاقهنّ أى الآيسة والصغيرة والحامل عقب وطءٍ ... إلخ۔ (درمختار ج:۳ ص:۲۳۲)۔

(۲) "وَاُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (الطلاق:۴)۔

(۳) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ...... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" (البقرة: ۲۲۹–۲۳۰)۔

(۴) إذا وطئها الزوج بشبهة كانت شبهة فى الفعل ونصوا علٰى أن شبه الفعل لَا يثبت فى النسب وإن ادعاه ... إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۵۴۱، مطلب فى ثبوت النسب من المطلقة)۔

حلال نہیں ہوسکتے۔ عورت عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرکے دُوسرے شوہر سے صحبت کرے، دُوسرا شوہر صحبت کے بعد فوت ہوجائے یا ازخود طلاق دے دے اور اس کی عدّت بھی گزر جائے، تب اگر وہ چاہے تو آپ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتی ہے۔ [۱]

جھوٹ موٹ کہنا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی“

سوال:... میرے شوہر نے شادی سے پہلے یہ بتایا تھا کہ پہلی بیوی کو طلاق دے چکے ہیں، اور طلاق کے کاغذات بھی دِکھائے تھے، مگر بعد میں میری شادی ہوجانے پر معلوم ہوا کہ انہوں نے طلاق نہیں دی تھی اور صرف دُوسری شادی کرنے کے لئے جھوٹ بولا تھا، اور جھوٹے کاغذات بنا کر دِکھائے تھے۔ اب دُوسری بیوی بھی ساتھ رہتی ہے، کیا اس قسم کی حرکت سے پہلی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اس کی کیا سزا ہوسکتی ہے؟

جواب:... اگر کوئی شخص جھوٹ موٹ کہہ دے کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے“ تو یہ کہنے سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ [۲] لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کے شوہر کی پہلی بیوی کو طلاق ہوچکی ہے، اگر ایک یا دو طلاقیں دی تھیں تو عدّت کے اندر رُجوع ہوسکتا تھا، لہٰذا میاں بیوی کی حیثیت سے ان کا رہنا صحیح ہے۔ [۳] اور اگر طلاق نامے میں تین طلاقیں لکھی تھیں تو ان کی میاں بیوی کی حیثیت نہیں رہی، اور شرعی حلالہ کے بغیر ان کا دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا، اس لئے دونوں کا میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا جائز نہیں۔ [۴]

طلاقیں منہ سے نکالنے اور لکھ کر پھاڑ دینے سے بھی ہوجاتی ہیں، لہٰذا تین طلاقیں واقع ہوگئیں

سوال:... عرض ہے کہ میں ایک اُلجھن میں گرفتار ہوں، اُمید ہے کہ آپ رہنمائی فرمائیں گے۔ میری تقریباً دو سال قبل شادی ہوئی اور اس کے فوراً بعد میرے اور بیوی کے درمیان سخت اِختلافات ہوگئے جو کم ہونے کے بجائے اور بڑھتے گئے، آخر میں

---

(۱) فإن طلّقها فلا تحل له من بعد أی بعد ذٰلک التطليق حتّٰی تنكح زوجًا غيره أی تتزوّج زوجًا غيره ويجامعها .... فإن طلقها الزوج الثانی فلا جناح عليهما أی علی الزوج الأوّل والمرأة أن يتراجعا، ان يرجع كل منهما إلٰی صاحبه بالزواج بعد مضی العدّة إن ظنا أن يقيما حدود الله. (تفسير رُوح المعانی ج:۲ ص:۱۴۱، ۱۴۲). أيضًا: وإن كان الطلاق ثلاثًا فی الحرّة وثنتين فی الأمة لم تحل له حتّٰی تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا فی الهداية. ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۳، أيضًا اللباب ج:۲ ص:۱۸۱).

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ثلاث جدّهنّ جدٌّ وهزلهنّ جدٌّ: النكاح والطلاق والرجعة. (ابن ماجة، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبًا ص:۱۴۷، طبع نور محمد، أيضًا: جامع الترمذی ج:۱ ص:۲۲۵، باب ما جاء فی الجد والهزن فی الطلاق). أيضًا: ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبدًا أو مكرهًا، أو هازلًا لا يقصد حقيقة كلامه. (درمختار ج:۳ ص:۲۳۵، ۲۳۶ كتاب الطلاق).

(۳) وإذا طلق الرجل إمرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها فی عدتها رضيت بذالک أو لم ترض. (فتاویٰ عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس).

(۴) وإن كان الطلاق ثلاثًا فی الحرة .... لم يحل له حتّٰی تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس). ايضاً حوالہ نمبر۱۔

نے ایک دن غصّے میں آکر اس کو تین طلاق اس طرح دی: پہلے منہ سے تین مرتبہ کہا کہ میں فلاں کو طلاق دیتا ہوں، اور اس کے بعد ایک کاغذ پر تین مرتبہ طلاق لکھ کر تین مرتبہ ہی دستخط کئے جو کہ دو دِن بعد خود ہی کاغذ جلا دیا، نہ ہی منہ سے طلاق کہتے وقت کوئی میرے نزدیک تھا، یعنی گواہ نہیں ہے، اور نہ ہی لکھتے وقت، اور نہ ہی کسی کو پتا ہے کہ یہ کام ہوچکا ہے۔ جب یہ کام ہوا اس وقت میری بیوی اپنے والدین کے پاس گئی ہوئی تھی، یعنی رُوٹھ کر گئی تھی۔ پھر میرے والدین اور اس کے والدین نے ہماری صلح کرادی، اور ہم پھر میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، اس کے بعد میں نے ایک کالم میں جو آپ نے جواب میں لکھا تھا، پڑھا، اس وقت سے سخت پریشان ہوں، اُمید ہے کہ میری اس پریشانی کو مدِنظر رکھتے ہوئے مفصل جواب سے نوازیں گے۔

جواب:... جب آپ نے منہ سے تین مرتبہ طلاق کے الفاظ اپنی بیوی کا نام لے کر اَدا کردیئے تو تین طلاق واقع ہوگئیں، اس کے بعد کاغذ پر لکھنا، یا لکھنا اور لکھ کر کاغذ پھاڑ دینا برابر تھا، طلاق ہر حال میں ہوگئی۔ اور تین طلاق کے بعد صلح کی گنجائش نہیں رہ جاتی، اس لئے دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا (بغیر حلالہ شرعی کے) جائز نہیں۔ آپ دونوں گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں، علیحدگی اِختیار کرلیں۔ علیحدگی کے بعد عورت عدّت پوری کرے، پھر دُوسری جگہ شرعی نکاح کرکے دُوسرے شوہر کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کرے، پھر اگر وہ طلاق دیدے یا مرجائے اور اس کی عدّت پوری ہوجائے تب اگر عورت چاہے تو دوبارہ آپ کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، اس کے بغیر آپ ایک دُوسرے کے لئے حلال نہیں۔ [۱]

خود ہی تین طلاقیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر پھاڑ دینا

سوال:... زید نے اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دی کہ پہلے اس نے خدا کو حاضر وناظر جان کر تین مرتبہ اس طرح کہا کہ میں فلاں کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہ طلاق کاغذ پر لکھ کر تین ہی مرتبہ دستخط کرتا ہے۔ دو چار روز کے بعد وہ کاغذ خود ہی جلا دیتا ہے، آیا اب طلاق ہوگئی یا نہیں؟ جبکہ نہ لکھتے وقت کوئی گواہ تھا اور نہ ہی کسی نے طلاق نامہ پڑھا، اور نہ ہی طلاق کے الفاظ ادا کرتے وقت سوائے خدا کے اور کوئی سن رہا تھا۔

اب اگر زید بیوی کو چھوڑتا ہے تو اس کی بہن جو اس کے وٹے سٹے میں ہے اور ان کے چار بچے بھی ہیں، اس کا بھی خطرہ ہے، اور زید یہ بھی شدّت سے محسوس کر رہا ہے کہ آئندہ بھی نباہ نہ ہوگا، اب کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... صورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اور بیوی حرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوگئی، اب شرعی حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ [۲]

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة أو ثنتين في الأمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها والأصل فيه قوله تعالٰى: فإن طلّقها فلا تحل له من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره، والمراد الطلقة الثالثة. (هداية، كتاب الطلاق ج:۲ ص:۳۹۹، طبع مكتبه شركت علميه).

(۲) ایضاً حوالہ بالا۔

اس طلاق سے اس کی بہن کی زندگی پر کیا اثر پڑے گا؟ یہ بات طلاق سے پہلے سوچنا چاہئے تھی، طلاق دینے کے بعد اس کو سوچنا بے معنی ہے...!

تین طلاقیں لکھ کر پھاڑ دینے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے

سوال:...عرض یہ ہے کہ میں نے شادی کی تھی، کچھ عرصے کے بعد میں نے کئی لوگوں کے کہنے پر بے وقوفی سے ایک پرچہ لکھا جس میں لکھا کہ: ''میری بیوی فلاں بنت فلاں مجھ پر تین طلاق ہے۔'' تین طلاق کا لفظ میں نے تین دفعہ لکھا، وہ پرچہ لکھوا کر پھاڑ دیا، پھر دُوسرا پرچہ بھی اسی نوعیت کا لکھا جس کو میں نے روانہ کردیا، لیکن ان کو ملا نہیں ہے۔ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ کس صورت میں رُجوع کیا جاسکتا ہے؟

جواب:...تین طلاقیں ہوگئیں، اب رُجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نہ دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، یہاں تک کہ اس کا دُوسری جگہ نکاح ہو، وہاں آباد ہو، پھر طلاق ہو۔[1]

تین طلاق کے بعد میاں بیوی کا اِکٹھے رہنا چاروں ائمہؒ کے نزدیک بدکاری ہے

سوال:...میرا ایک دوست ہے جس نے خانگی تنازعات کی بنا پر اپنی بیوی کو اِشتعال میں آکر تین طلاق ایک ہی وقت میں دے دیں اور بعد میں اس کو بچوں کی وجہ سے پریشانی ہوئی اور دوبارہ رُجوع کرنے کی کوشش کی، مگر حنفی مولوی صاحب نے اسے اِنکار کردیا کہ طلاق واقع ہوگئی اور دوبارہ نکاح سوائے حلالہ کے نہیں ہوسکتا، مگر اس نے اہلِ حدیث مولوی صاحب سے جاکر اپنی داستان بیان کی تو انہوں نے کوئی صورت نکال دی اور دوبارہ میاں بیوی کے رِشتے میں منسلک ہوگئے ہیں، اور اپنی زندگی حسبِ سابق گزار رہے ہیں۔ مولانا! پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان دونوں کا اس طرح کا نکاح دُرست ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ طلاق دینے والا بھی حنفی ہے، اور اَب بھی حنفی مسلک پر قائم ہے۔ برائے مہربانی تفصیل کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں تاکہ عام لوگوں کی اِصلاح ہوجائے۔

جواب:...چاروں ائمہ وفقہاء، اِمام ابوحنیفہ، اِمام مالک، اِمام شافعی، اِمام احمد بن حنبل...رحمہم اللہ...کا اِجماع ہے کہ تین طلاق سے بیوی حرام ہوجاتی ہے، اور بغیر شرعی حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، اس لئے آپ کے دوست کا اپنی مطلقہ کو

---

(۱) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰)۔ أيضًا: عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جائت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ان رفاعة القرظي طلقني فبتَّ طلاقي واني نكحت بعده عبدالرحمٰن بن الزبير القرظي وانما معه مثل الهُدبة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لَا حتّٰى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته" (صحيح بخاري ج:۲ ص:۷۹۱، باب من أجاز طلاق الثلاث ...إلخ)۔

دوبارہ گھر میں آباد کرلینا چاروں اِماموں کے نزدیک زِنا اور بدکاری ہے۔[1]

تین طلاق کے باوجود اسی شوہر کے پاس رہنا

سوال:... بات یہ ہے کہ میرے شوہر نے چھ ماہ قبل گھر کے جھگڑوں میں جو کہ ان کا اپنے بھائی سے ہو رہا تھا، مجھے بلاکر میرا نام لے کر غصّے کی حالت میں تین مرتبہ طلاق دے دی، تینوں مرتبہ انہوں نے یہ جملہ کہا کہ ''میں تمہیں ابھی اور اسی وقت طلاق دیتا ہوں'' نام ایک بار شروع میں لیا۔ جس کے بعد ان کے گھر والوں نے کہا: نہیں اس طرح زبانی کہہ دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اور ایک ہی نشست میں تین مرتبہ کہنے سے ایک مرتبہ ہوتی ہے، رُجوع کرنے سے ختم ہوجاتی ہے۔ طلاق کے بعد میں تقریباً ایک مہینہ ان کے ساتھ رہی جس کے دوران ہمارے اِزدواجی تعلقات بھی رہے، مگر اس کے دوران میرا ضمیر اندر ہی اندر لعنت ملامت کرتا رہا، اور میں اپنی خوشی کے بغیر صرف اپنے دو بچوں کی وجہ سے ان کے ساتھ رہتی رہی۔ یہ بات قابلِ ذِکر ہے کہ جب میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تھی تو اس وقت بچہ ۱۰ دِن کا تھا، میری بیٹی ڈھائی سال کی ہے۔ مگر ایک ماہ رہنے کے بعد جب میں اپنے بھائی کی شادی کے دوران گھر رہنے کو آئی تو میں نے واپس جانے سے اِنکار کردیا۔ اس کے دوران دارالعلوم کورنگی اور نیوٹاؤن مسجد (بنوری ٹاؤن، گرومندر) سے فتویٰ منگوایا، دونوں میں یہی آیا کہ طلاق ہوگئی، مگر پانچ ماہ گزرنے کے بعد گھر والوں کے اِصرار اور شوہر کے اِصرار پر دوبارہ الگ گھر میں شفٹ ہوگئے، کیونکہ پہلے ساتھ رہنے کے دوران جھگڑے ہوتے تھے، مگر اَب پندرہ دن گزارنا مشکل ہوگئے ہیں، حالانکہ شوہر کا رویہ بالکل صحیح ہے، بچے بھی خوش ہیں، مگر میں ذہنی مریض بنتی جارہی ہوں، روز جیتی ہوں، روز مرتی ہوں، اگر اتنا معلوم نہ کیا ہوتا کہ طلاق ہوگئی ہے یا نہیں، تب تو شاید ٹھیک رہتی، مگر اب ہر وقت ذہن میں یہ الفاظ گونجتے ہیں کہ طلاق کے بعد بیوی حرام ہے اور رہنا جائز نہیں، کیونکہ ہم سنی ہیں، مگر کافی افراد کہتے ہیں کہ شافعی مذہب میں تین بار کہنے سے ایک بار ہوتی ہے، تم ساتھ رہتی رہیں لہٰذا بات ختم ہوئی۔ اہلِ حدیث میں بھی یہی ہوتا ہے، مگر میرا ضمیر نہیں مانتا اور سوتا بھی نہیں ہے۔ شوہر سے کہوں تو کہتے ہیں: تمہیں کیا فکر ہے؟ الگ گھر ہے، سکون ہے، کیوں گھر برباد کرتی ہو؟ کسی سے مشورہ لو، تو وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ قانون میں زبانی طلاق کی کوئی حیثیت نہیں، اور فرقے اتنے ہیں کہ اب یہ سب الگ معاملہ ہوگیا ہے۔

مجھے صرف قرآن کی رُو سے اور مذہبِ اسلام کی رُو سے بتادیجئے کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہوں یا نہیں؟ یہ حرام ہے یا حلال ہے؟ اگر میں رہتی ہوں تو کیا عذاب ہے؟ اور الگ ہوجاؤں تو بچوں کے بگڑنے یا بننے کی ذمہ داری مجھ پر ہے یا نہیں؟ آپ کی اِنتہائی مہربانی ہوگی۔

---

(۱) وهٰذا (أی وقوع الثلاث بكلمة واحدة) قول الأئمة الأربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة رضی الله عنهم. (زاد المعاد ج:۵ ص:۲۴۷). أيضًا: وذهب جماهير من العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعی والنخعی والثوری وأبو حنيفة وأصحابه والشافعی وأصحابه وأحمد وأصحابه وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون رحمهم الله تعالٰى علٰى أن من طلق إمرأته ثلاثًا وقعن، ولٰكنه يأثم. (عمدة القاری، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث لقوله تعالٰى ...إلخ ج:۲۰ ص:۲۳۳ مطبع محمد امين بيروت).

جواب:...اہلِ سنت کے چاروں فقہی مذاہب اس پر متفق ہیں کہ تین بار طلاق کا لفظ کہنے سے تین طلاقیں ہوجاتی ہیں، میاں بیوی کا رِشتہ یکسر ختم ہوجاتا ہے،[1] اور اس کے بعد ان دونوں کا میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا، بدکاری کے زُمرے میں آتا ہے۔ جمہور صحابہؓ، تابعینؒ اور چاروں فقہی مذاہب کا اس مسئلے میں کوئی اِختلاف نہیں۔ اور جو لوگ اس کے خلاف رائے دیتے ہیں، ان کی رائے کا کوئی اِعتبار نہیں۔[2] آپ اگر شوہر کی محبت یا بچوں کے خیال سے اسی طرح زندگی گزارتی رہیں، تو دُنیا کے وبال اور قبر اور آخرت کے عذاب سے یہ غلط مشورے دینے والے آپ کو نہیں بچاسکتے۔ میں آپ کے ذہنی سکون و اِطمینان کے لئے، اور دُنیا و آخرت کے وبال وعذاب سے آپ کو بچانے کے لئے، آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ گھربار اور بچوں کی پروا کئے بغیر فوراً اس گناہ کی حالت سے الگ ہوجائیں۔ عدّت پوری کرکے دُوسری مناسب جگہ عقد کرلیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سکون و اِطمینان بھی نصیب فرمائیں گے اور اولاد کی نعمت سے بھی نوازیں گے۔ یہ بچے ان کے والد کے پاس چھوڑ دیں، اور یوں سمجھ لیں کہ ہوئے ہی نہیں تھے۔ ایسا کرنا آپ کے لئے یقیناً مجاہدہ ہوگا، لیکن ساری عمر کے گناہ آلود وَبال کے بوجھ تلے آپ کا ضمیر دَبا نہیں رہے گا۔ اور اگر گھربار اور بچوں میں رہتے ہوئے آپ ذہنی افکار کی چکی میں پستی رہیں، تو ان ساری چیزوں کا آپ کو کیا نفع...؟

تین طلاق کے بعد شوہر کے پاس رہنے والی کی تائید میں خط کا جواب

سوال:...جناب یوسف لدھیانوی، السلام علیکم، مؤرخہ ۱۶؍جون ۱۹۹۵ء کے ''جنگ'' اخبار میں ایک بہن کا خط اور آپ کا فتویٰ شائع ہوا ہے، جس کی سائیڈ میں فوٹو کاپی ہے۔ آپ سے سوال میں خاص طور پر درخواست کی گئی ہے کہ جواب قرآن اور مذہبِ اسلام کے مطابق ہو۔ اور پھر ہم سب کا اِیمان ہے کہ قرآن ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ مذکورہ سوال کے جواب میں قرآنِ حکیم کی کسی آیت مبارکہ کا حوالہ اور صحاحِ ستہ کی مستنداحادیث میں سے کوئی ایک یا دو، مگر غیر مبہم احادیث کو حوالۂ تحریر فرمائیں۔

جواب:...جس پوری اُمت کے ذریعے آپ کو قرآن پہنچا ہے، وہی پوری کی پوری اُمت اس کی قائل ہے کہ تین طلاقیں تین ہوتی ہیں۔[3] قرآن کے مکمل ضابطہ ہونے کا ان کو بھی علم ہے۔ اگر آپ کے نزدیک پوری کی پوری اُمت لائقِ اِعتماد ہے تو آپ کو قرآن وحدیث کا حوالہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ کام پہلے اکابر کرچکے ہیں۔ اور اگر صحابہ کرامؓ سے لے کر چاروں فقہی مذاہب کے اکابر علماء میں سے کوئی بھی آپ کے نزدیک لائقِ اِعتماد نہیں، تب بھی آپ کو قرآن وحدیث کے حوالے کی ضرورت نہیں،

---

(۱) فالكتاب والسُّنّة وإجماع السلف الصالحين توجب إيقاع الثلاث معًا وإن كان معصية. (أحكام القرآن للجصّاص ج:۱ ص:۳۸۸)۔ أيضًا: وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۳ ص:۴۸۴، باب الخلع والطلاق، الفصل الثالث)۔

(۲) وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لأهل السُّنّة إنما تعلق به أهل البدعة ومن لَا يلتفت إليه لشذوذه عن الجماعة. (عيني شرح البخاري، الجزء العشرون ج:۱۰ ص:۲۳۳)۔

(۳) أيضًا۔

کیونکہ ایسے گمراہوں کے ذریعے آئے ہوئے قرآن وحدیث کا کیا اِعتبار...؟...نعوذ باللہ...! اللہ تعالیٰ عقل وفہم نصیب فرمائے۔

تین طلاق کے بعد ایک ساتھ رہنے والوں سے کیا معاملہ کریں؟

سوال:...میری سہیلی کے شوہر نے غصّے میں آکر اپنی بیوی کو اپنی ماں بہنوں کے سامنے تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دے دیں، بیوی میکے چلی گئی، لڑکی کے والدین نے کہا: ہمیں تحریری ثبوت چاہئے، اس کے شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں لکھ کر بھیج دیں، اوراس کے ساتھ عدّت کا خرچ بھی بھیج دیا۔ اس نے عدّت بھی کرلی، پھر کئی سال بعد اس نے اپنی بیوی سے رُجوع کرنا چاہا اور کہا کہ اگر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دو، تو وہ ایک کہلاتی ہیں، اس طرح میں نے تم کو دو دِی ہیں، رُجوع کرنے کی گنجائش ہے۔ لڑکی کے والدین نے کہا: اس بات کا فتویٰ لے کر آؤ، لڑکی کے والدین نے فتویٰ لیا تو اِنکار آیا، مگر اس کا شوہر فتویٰ لے کر آیا کہ نکاح کرکے بغیر حلالے کے میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں، اب وہ نکاح کرکے بغیر حلالہ کے ایک ساتھ رہ رہے ہیں، کیا اس کو دو طلاقیں ہوئی ہیں یا اس کو تین طلاقیں ہوگئیں؟ اگر ہوگئیں تو کیا ہم لوگ اس سے میل ملاپ، اس کے گھر کا کھانا پینا، یا شادی بیاہ میں شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وشریعت کی رُو سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...تین طلاقیں خواہ ایک مجلس میں ہوں، تین ہی ہوتی ہیں۔[1] اب وہ دونوں شرعی حلالہ کے بغیر ایک دُوسرے کے لئے حلال نہیں، گناہ میں زندگی گزار رہے ہیں، ان کو علیحدگی اِختیار کرلینی چاہئے۔ ان لوگوں سے تعلقات نہ رکھے جائیں۔

بیک وقت تین طلاق دینے سے تین ہی ہوتی ہیں تو پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے واقعے کا کیا جواب ہے؟

سوال:...مسئلہ یہ ہے کہ ہماری عزیزہ کو تقریباً ایک مہینہ پہلے ان کے شوہر نے کسی بات پر مشتعل ہوکر زبانی طور پر تین مرتبہ ''میں طلاق دیتا ہوں'' کے الفاظ دُہرائے، رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے، ہماری عزیزہ کے میکے والے اِطلاع ملنے پر صبح انہیں لے آئے، اب وہ عدّت میں ہیں۔ اس واقعے کے کچھ دن بعد ایک رشتہ دار آئے اور کہنے لگے کہ: ''میں نے فتویٰ لیا ہے، اس کے مطابق ایک وقت میں تین طلاقیں دینے سے صرف ایک طلاق مؤثر ہوتی ہے۔'' ہماری عزیزہ کے والد نے یہ کہہ کر ان کو واپس کردیا کہ ہماری طرف سے تو بات ختم ہے۔

جس وقت ان خاتون کے شوہر نے ان کو طلاق دی تھی، وہ حیض کی حالت میں تھیں اور ان کا پہلا دِن تھا، جس کا ان کے شوہر کو علم نہیں تھا، ابھی چند دِن پہلے میں نے قرآن پاک میں ۲۸ویں پارے کی سورۃ الطلاق کی پہلی آیت کی تفسیر پڑھی جو اس طرح تحریر ہے: ''حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بی بی کو طلاق دی، اور وہ اُس وقت وہ حیض سے تھیں، حضرت عمرؓ نے

---

(۱) وهٰذا (أی وقوع الثلاث بكلمة واحدة) قول الأئمة الأربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة رضی الله عنهم. (زاد المعاد ج:۵ ص:۲۴۷، فصل فی حكمه صلى الله عليه وسلم فيمن طلق ثلاثًا بكلمة واحدة).

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اِس کا ذِکر کیا تو آپ خفا ہوئے اور رُجوع کر لینے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اسے رہنے دینا چاہئے، یہاں تک کہ طاہر ہو، پھر حیض ہو، اور طاہر ہو، پھر اگر دینی چاہے تو ہم بستر ہونے سے پہلے طلاق دے۔ یہ وہ عدّت ہے جس کا خدا نے اِرشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کو ان کی عدّت کے شروع میں طلاق دو اور یہ آیت پڑھی: ''یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ''۔

مندرجہ بالا دونوں اسباب کی روشنی میں آپ سے گزارش ہے کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اُمید ہے کہ آپ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود وضاحت سے جواب عنایت فرماکر ممنون فرمائیں گے۔ ہماری عزیزہ کی شادی کو چودہ سال ہوئے تھے اور ان کے تین بچے ہیں، جن کی وجہ سے ان کی خواہش ہے کہ مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے، اگر گنجائش ہے تو۔

جواب:...آپ نے حدیث ادھوری لکھی ہے، اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ کسی نے پوچھا کہ: ''اگر تین طلاق دی ہو تو کیا واقع ہوجاتیں؟ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: نہیں تو اور کیا؟'' ابنِ عمرؓ نے ایک طلاق دی تھی، اس لئے رُجوع کا حکم فرمایا۔[1] تین طلاق کے بعد رُجوع کرنے کے کیا معنی؟ بہرحال یہ جو تین طلاقیں دی گئی ہیں، واقع ہوگئیں، یہی مذہب ہے تمام صحابہؓ کا، اکابر تابعینؒ کا اور چاروں اِماموںؒ کا۔[2] جو شخص ان اکابرؒ کے خلاف فتویٰ دے اس کا فتویٰ غلط ہے، اور اس غلط فتوے کی وجہ سے حرام کو حلال نہیں کیا جاسکتا، واللہ اعلم!

اگر ایک ساتھ تین طلاقیں تین ہوتی ہیں تو علمائے عرب کیوں ایک کے قائل ہیں؟

سوال:...ایک شخص نے یکبارگی اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہیں، اس طلاق کے بارے میں جتنے علمائے عرب سے پوچھا ہے وہ یہی بتاتے ہیں کہ یکمشت (بیک وقت) تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق ہوتی ہے، شوہر چاہے تو رُجوع کرسکتا ہے۔ مگر پاکستان کے جتنے علمائے کرام سے پوچھا ہے، انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یکبار تین طلاق دے دینے سے بیوی شوہر کے لئے حرام ہوگئی، طلاق ہوگئی، سوائے حلالہ کے وہ پہلے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ براہِ کرم اس سلسلے میں ایسا تسلی بخش جواب دیجئے تاکہ اِطمینان ہوسکے کہ حقیقت کیا ہے؟ چونکہ یہ کوئی فروعی اِختلاف نہیں، حرام و حلال کا مسئلہ ہے۔

جواب:...اَئمہ اَربعہ...جن کے سب عرب و عجم مقلد ہیں...کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ تین طلاقیں خواہ بیک لفظ دی گئی ہوں، تین ہی ہوتی ہیں۔ اور اَئمہ اَربعہؒ کے متبعین...جو خود بھی علم کے پہاڑ گزرے ہیں...وہ بھی یہی فتویٰ دیتے چلے آئے ہیں۔[3] اب ان اکابرؒ سے بڑا عالمِ دِین آپ کو کون ملے گا جس کے فتوے پر ان حضرات کے فتوے کے مقابلے میں اِعتماد کیا جائے...؟

---

(۱) وقال الليث عن نافع كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثًا قال: لو طلقت مرّة أو مرّتين فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمرني بهٰذا، فإن طلقها ثلاثًا حرمت حتّٰى تنكح زوجًا غيره. (بخارى ج:۲ ص:۷۹۲).

(۲) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلٰى أنه يقع ثلاث. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۳ ص:۴۸۴، باب الخلع والطلاق، الفصل الثالث).

(۳) وقد إختلف العلماء فيمن قال لإمرأته أنت طالق ثلاثًا، فقال الشافعي ومالك وأبوحنيفة وأحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث. (نووى علٰى مسلم ج:۱ ص:۴۷۸، باب طلاق الثلاث).

تین طلاق کے تین ہونے پر صحابہؓ کے اِجماع کے بعد کسی کے چیلنج کی کوئی حیثیت نہیں

سوال:... آپ کے بلکہ تمام علمائے اہلِ سنت کے موقف کے مطابق ایک ہی بار اگر کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے، جبکہ اہلِ حدیث حضرات کے نزدیک یہ ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے، اور اس سلسلے میں قرآن کی سورۂ بقرہ کی آیت:۲۲۹ اور ۲۳۰ پر اِنحصار کیا جاتا ہے۔ ان آیات پر میں نے بھی غور کیا اور اپنی ناقص عقل کے مطابق اس نتیجے پر پہنچا کہ فرق صرف تفہیم کا ہے۔ سندھ ہائی کورٹ میں وفاقی شرعی عدالت کے جج شفیع محمدی نے کھلا چیلنج دیا ہوا ہے کہ علمائے اہلِ سنت عدالت میں آئیں، وہ کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث کی جانب سے وہ خود فریق بنتے ہیں اور فیصلہ عدالت پر چھوڑتے ہیں، ان کے اس چیلنج کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا، کیا وجہ ہے؟

جواب:... میری نظر سے ان کا چیلنج نہیں گزرا، اور اِجماعِ صحابہؓ کے بعد اس قسم کے چیلنج کی کوئی حیثیت بھی نہیں...![1]

ایک لفظ سے تین طلاق کا مسئلہ صرف فقہِ حنفی کا نہیں بلکہ اُمت کا اِجماعی مسئلہ ہے

سوال:... آپ اکثر طلاق کے مسئلے میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے بعد فتویٰ دیتے ہیں کہ اب عورت حرام ہوگئی، رُجوع ہرگز نہیں کرسکتا، سوائے شرعی حلالہ کے، اور اگر رُجوع کرلیا تو سخت گناہگار و حرام کاری کا مرتکب ہوگا۔ اس سلسلے میں آپ سے سوال ہے کہ آیا آپ یہ فتویٰ/جواب قرآن وسنت کے مطابق دیتے ہیں یا فقہِ حنفی کے مطابق؟ کیونکہ ''ضروری ہدایات'' کے تحت نمبر ۸ میں لکھا ہے کہ جوابات ''فقہِ حنفی'' کے مطابق دیئے جاتے ہیں، تو اگر فقہِ حنفی کے مطابق بیک وقت دی گئی تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں، تو پھر قرآن وحدیث کے مطابق کیا حکم ہے؟ اگر دونوں کا حکم ایک ہے تو فقہِ حنفی و قرآن وحدیث کی تفریق کیوں؟

جواب:... یہ تو آنجناب کو بھی معلوم ہوگا کہ قرآن وحدیث کے مفہوم میں بعض جگہ ائمہ مجتہدینؒ کا اِختلاف ہوجاتا ہے، ایسے موقع پر کسی ایک کے فہم کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ سو یہ ناکارہ چونکہ اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک پر عامل ہے، اس لئے کہلایا جاتا ہے کہ مسائل فقہِ حنفی کے مطابق ذِکر کئے جاتے ہیں۔ البتہ اگر کسی دُوسرے فقہی مسلک کے حضرات مسئلہ پوچھتے ہیں تو ان کو ان کے مسلک کے مطابق بتادیتا ہوں۔

تین طلاق کے بعد بیوی کا حرام ہوجانا، یہ مسئلہ قرآنِ کریم[2] اور حدیث شریف کا ہے، صحابہ کرامؓ، جمہور تابعین عظامؒ اور چاروں اِمام (اِمام ابوحنیفہؒ، اِمام شافعیؒ، اِمام مالکؒ اور اِمام احمد بن حنبلؒ) بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس لئے یہ مسئلہ صرف فقہِ حنفی کا نہیں،

---

(۱) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (مرقاة شرح مشكوٰة ج:۳ ص:۴۸۴). أيضًا: من طلق إمرأته ثلاثًا وقعن ولٰكنه يأثم، وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لأهل السُّنّة إنما تعلق به أهل البدعة ومن لا يلتفت إليه لشذوذه عن الجماعة. (عمدة القارى للعلامة العينى، الجزء العشرون ج:۱۰ ص:۲۳۳).

(۲) ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ'' (البقرة:۲۲۹–۲۳۰).

بلکہ اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ (۱)

کیا نصِ قرآنی کے خلاف حضرت عمرؓ نے تین نشستوں میں طلاق کے قانون کو ایک نشست میں تین طلاقیں ہوجانے میں بدل دیا؟

سوال:... مندرجہ ذیل تحریر میں نے ایک ہفت روزہ ''ملت'' اسلام آباد کے صفحہ: ۱۴ اور ۱۵ سے نقل کی ہے، یہ ہفت روزہ ۱۶؍ستمبر ۱۹۷۹ء تک کا ہے۔ یہ سوال و جواب فقہِ حنفیہ کے ماہر دانشور ''ڈاکٹر مطلوب حسین'' سے کیا گیا ہے، ڈاکٹر صاحب کا سوال وجواب درج ذیل ہے:

''سوال:... کیا نصِ قرآنی کے خلاف کسی کو قانون وضع کرنے کا حق نہیں؟

جواب:... حالات کے تقاضوں کے تحت ایسا کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً قرآن میں ''نصِ مبین'' موجود ہے کہ طلاق تین نشستوں میں دی جائے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں برق رفتار فتوحات کے نتیجے میں مصری، شامی اور ایرانی عورتیں عرب معاشرے کا حصہ بنیں اور عرب ان کے حسن سے متأثر ہوکر ان سے نکاح کرنے کے خواہاں ہوئے تو ان مصری، شامی اور ایرانی عورتوں نے یہ شرط عائد کی کہ ہمارے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے اپنی سابقہ بیویوں کو طلاق دینی ہوگی۔ چنانچہ بہت سے عربوں نے ان عورتوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی بیویوں کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینا شروع کردیں، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ایسا کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور وہ ان عورتوں سے شادی کرنے کے بعد دوبارہ اپنی پہلی بیویوں سے رُجوع کرلیتے۔ اس طرح ہر گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے یہ حکم جاری کیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی نشست میں تین طلاقیں دیں تو یہ صحیح طلاق تصوّر ہوگی۔ بعد کے فقہاء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسی فیصلے کی بنا پر ایسی طلاق کو ''طلاقِ بدعی'' کے نام سے اپنی فقہ میں شامل کرلیا۔ لیکن آج کا معاشرہ اور دور وہ نہیں، جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، لہٰذا آج ایک ہی نشست میں دی گئی تین طلاقیں موٴثر نہیں ہوسکتیں، کیونکہ آج فتوحات کا نہیں بلکہ وہ دور ہے جس میں یہ نصِ قرآنی نازل ہوئی تھی۔''

اس ضمن میں آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کا جواب چاہتا ہوں:

۱:... کیا تاریخی حوالہ جات اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں جو ڈاکٹر صاحب نے اُوپر بیان کئے ہیں؟ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا واقعی ان ہی حالات میں یہ سخت فیصلہ نافذ کیا تھا؟

---

(۱) وهٰذا (أی وقوع الثلاث بكلمة واحدة) ...... قول الأئمة الأربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة رضی الله عنهم. (زاد المعاد ج:۵ ص:۲۴۷، فصل فی حكمه صلی الله عليه وسلم فيمن طلق ثلاثا بكلمة واحدة).

۲:...اگر واقعی ایسا ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب نے جو فیصلہ نکالا ہے، کیا وہ دُرست ہے؟ کیا آپ اس سے متفق ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

اس کے علاوہ ایک مسئلہ اور ہے، میں نے ایک حدیث پڑھی ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی، اور پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے اقدام سے آگاہ کیا، جس پر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور ان کو بیوی کی طرف لوٹا دیا اور تاکید کی کہ اگر طلاق دینا ہو تو پاکی میں دو۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حالتِ حیض میں طلاق مؤثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حالتِ حمل میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، اس ضمن میں وضاحت سے حقیقت بیان فرمادیں، شکریہ!

جواب:...ڈاکٹر صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ لکھا، وہ واقعہ نہیں بلکہ من گھڑت افسانہ ہے۔ طلاق ایک نشست میں یا ایک لفظ میں بھی اگر تین بار دے دی جائے تو واقع ہوجاتی ہے۔[۱] یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، اور اسی پر تمام فقہائے اُمت، جن کے قول کا اعتبار ہے، متفق ہیں کہ تین طلاقیں خواہ ایک نشست میں دی گئی ہوں یا ایک لفظ میں، وہ تین ہی ہوں گی۔[۲]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی صحیح حقیقت یہ ہے کہ بعض حضرات ایک طلاق دینا چاہتے تھے، مگر تاکید کے لئے اس کو تین بار دہراتے تھے، گویا تین بار طلاق کے الفاظ دہرانے کی دو شکلیں تھیں، ایک یہ کہ ارادہ بھی تین ہی طلاق دینے کا کیا گیا ہو، اور دُوسری یہ کہ ارادہ تو ایک ہی طلاق دینے کا ہے مگر اس کو پختہ کرنے کے لئے تین بار لفظ دہرایا گیا ہو، (جس طرح نکاح کے ایجاب و قبول کے الفاظ بعض لوگ تین بار دہراتے ہیں)، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں پر امانت و دیانت کا غلبہ تھا، اس لئے یہ خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ کوئی شخص طلاق دیتے وقت تو تین طلاق کے ارادے سے تین بار الفاظ کہے، بعد میں یہ کہنے لگے کہ میں نے تو ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کی دیانت اور امانت کا وہ معیار باقی نہیں رہا تو حکم فرمادیا کہ جو شخص طلاق کے الفاظ تین بار دہرائے گا، ہم ان کو تین ہی سمجھیں گے، اور آئندہ کسی کا یہ عذر قبول نہیں کریں گے کہ میں نے تو ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا تھا، تین کا نہیں۔

اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی نصِ قرآنی کو نہیں بدلا، اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ دیانت وامانت کا جو معیار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھا اب اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین کے تین ہی ہونے کا فیصلہ فرمایا تو ہمیں اس کی پابندی بدرجۂ اَولیٰ کرنی چاہئے۔[۳]

---

(۱) وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثًا بكلمة واحدة أو ثلاثًا فى طهر واحد فإذا فعل ذٰلک وقع الطلاق وكان عاصيًا ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۵۵)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تفسير رُوح المعانى ج:۲ سورة البقرة آية: ۲۲۹۔

(۲) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلٰى أنه يقع ثلاث. (شامى ج:۳ ص:۲۳۳)۔

(۳) لما فى مسلم أن ابن عباس قال: كان الطلاق علٰى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر: إن الناس قد استعجلوا فى أمر كان لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم ...إلخ. (شامى ج:۳ ص:۲۳۳، مطلب طلاق الدور)۔

قرآنِ کریم کی کسی نصِ قطعی کو تبدیل کرنا کفر ہے، اور کوئی مؤمن اس کو گوارا نہیں کرسکتا۔ رہا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ:
''قرآن میں ''نصِ مبین'' موجود ہے کہ طلاق تین نشستوں میں دی جائے'' اوّل تو یہ بات ہی خلافِ واقعہ ہے، قرآنِ کریم میں ''الطلاق مرتان'' فرماکر یہ بتایا گیا ہے کہ جس طلاق سے رُجوع کیا جاسکتا ہے وہ صرف دو مرتبہ ہوسکتی ہے، اگر اس کے بعد کوئی شخص تیسری طلاق دے ڈالے تو رُجوع کا حق نہ ہوگا، اور وہ مطلقہ اس کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ رہا یہ کہ دو یا تین مرتبہ کی طلاق ایک مجلس میں دی گئی یا متعدّد مجلسوں میں؟ قرآنِ کریم کے الفاظ دونوں صورتوں کو شامل ہیں[1]۔ اس لئے یہ کہنا کہ: ''قرآن میں نصِ مبین موجود ہے کہ طلاق تین نشستوں میں دی جائے'' بالکل غلط اور مہمل بات ہے۔ ہاں! اگر ڈاکٹر صاحب یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے سیاق اور طرزِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق الگ الگ وقفوں سے دینی چاہئے، تو ایک معقول بات ہوتی۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر دو یا تین طلاقیں ایک ساتھ دے دی جائیں تو قرآنِ کریم ان کو مؤثر نہیں سمجھتا یا ان کو ایک ہی طلاق قرار دیتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی ڈاکٹری کے زور میں ایک ظلم تو یہ کیا کہ ایک غلط مضمون کو قرآنِ کریم کی ''نصِ مبین'' سے منسوب کردیا، اور دُوسرا ظلم یہ کیا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو قرآن کی ''نصِ مبین'' سے اِنحراف قرار دیا۔ ان دونوں مظالم پر تیسرا ظلم یہ ڈھایا کہ اس سے یہ خبیث عقیدہ کشید کرلیا کہ ہر شخص کو قرآن کی ''نصِ مبین'' کے بدل ڈالنے کا اِختیار ہے۔ قرآنِ کریم نے: **''یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ''** (المائدۃ:۱۳) کہہ کر اسی قماش کے لوگوں کا ماتم کیا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بحالتِ حیض جس بیوی کو ایک طلاق دی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رُجوع کا حکم فرمایا تھا، اور اس طلاق کو واقع شدہ قرار دیا تھا[2]۔ چنانچہ فقہائے اُمت متفق ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے، اور اگر رجعی طلاق دی ہو تو رُجوع کرلینا ضروری ہے، لیکن حیض میں دی گئی طلاق واقع ہوجائے گی[3]۔ اس لئے یہ کہنا کہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق مؤثر نہیں ہوتی، قانونِ شرعی سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ سمجھنا کہ حالتِ حمل میں دی گئی طلاق واقع نہیں

---

(۱) **''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ''** (البقرة: ۲۲۹–۲۳۰)۔ **فالكتاب والسُّنَّة وإجماع السلف الصالحين توجب إيقاع الثلاث معًا وإن كان معصية۔** (أحكام القرآن للجصاص ج:۱ ص:۳۸۸، طبع سهيل اكيڈمی)۔

(۲) **عن يونس بن جبير قال: سألت ابن عمر عن رجل طلق إمرأته وهي حائض، فقال: هل تعرف عبدالله بن عمر فإنه طلّق إمرأته وهي حائض فسأل عمر النبي صلى الله عليه وسلم فأمره أن يراجعها، قال: قلت: فيعتد بتلك التطليقة؟ قال: فمه أرأيت إن عجز واستحمق۔** (ترمذی ج:۱ ص:۱۴۰، أبواب الطلاق واللعان)۔

(۳) **وإذا طلق الرجل إمرأته في حالة الحيض وقع الطلاق .... ويستحب له أن يراجعها .... والأصح انه واجب عملًا بحقيقة الأمر ... إلخ۔** (هداية ج:۲ ص:۳۵۷)۔ أيضًا: **وفي الدر المختار: أو واحدة في حيض موطوءة .... وتجب رجعتها على الأصح فيه أي في الحيض دفعا للمعصية ... إلخ۔ وفي الشرح: وتجب رجعتها أي الموطوءة المطلقة في الحيض قوله على الأصح مقابله قول القدوري إنها مستحبة لأن المعصية وقعت فتعذر ارتفاعها ووجه الأصح قوله صلى الله عليه وسلم لعمر في حديث ابن عمر في الصحيحين: "مر ابنك فليراجعها" ... إلخ۔** (شامی ج:۳ ص:۲۳۳)۔

ہوتی، عامیانہ جہالت ہے۔[1] قرآنِ کریم میں جہاں مطلقہ عورتوں کی عدّت بیان کی گئی ہے وہاں مطلقہ حاملہ کی عدّت وضعِ حمل بیان کی گئی ہے۔[2]

خود طلاق نامہ لکھنے سے طلاق ہوگئی

سوال:...ایک شخص پندرہ روپے کے اسٹامپ پر اپنی بیوی کا تین بار نام تحریر کرکے تین بار ''طلاق'' لفظ لکھ کر دُوسری شادی کرلیتا ہے، دُوسری شادی کے ورثاء کو طلاق نامے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی دیتا ہے، لیکن اصل طلاق نامہ جس پر بیوی کو طلاق دی گئی ہے نہیں دیتا، طلاق نامے پر اس کے اور گواہ کے دستخط ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس تحریر کی رُو سے عورت کو طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جواب:...جب اس نے خود طلاق نامہ لکھا ہے تو طلاق واقع ہونے میں کیا شک ہے...؟ تین طلاق کے بعد پہلی بیوی اس کے لئے حرام ہوگئی، وہ عدّت کے بعد جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔[3]

طلاق نامہ خود لکھنے سے طلاق ہوجاتی ہے چاہے دستخط نہ کئے ہوں

سوال:...میرے ایک دوست نے اپنی بیوی کے اِصرار پر اسے تین دفعہ طلاق اس صورت میں دی ہے کہ ایک کاغذ پر اس نے اپنی بیوی کا نام لکھا اور لکھا: ''میں تمہارے اِصرار پر تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں'' یہ کاغذ اس نے اپنے سسرال اپنے ملازم کے ہاتھوں بھجوادیا، مگر اس نے اس کاغذ کے نیچے نہ نام لکھا، اور نہ ہی دستخط کئے۔ اب خاندان کے بڑے بزرگ کہتے ہیں کہ یہ طلاق نہیں ہوئی اور یہ طلاق نامہ کاغذ کا ایک پُرزہ ہے، اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

جواب:...اگر اس نے یہ الفاظ خود لکھے تھے تو طلاق ہوگئی، خواہ اس کاغذ پر دستخط نہ کئے ہوں، تب بھی طلاق ہوگئی۔[4]

شوہر نے طلاق دے دی تو ہوگئی، عورت کا قبول کرنا نہ کرنا، شرط نہیں

سوال:...میرے اور شوہر کے درمیان جھگڑا ہوا جو کہ تقریباً دو ماہ سے جاری تھا، لیکن اس دن طول پکڑ گیا اور نوبت مار پیٹ تک آئی، اور اسی دوران شوہر نے کہا: ''ایسی بیوی پر لعنت ہے اور میں نے تم کو طلاق دی'' یہ الفاظ انہوں نے دو مرتبہ بڑی آسانی سے ادا کئے، تیسری مرتبہ کہا تھا کہ پڑوسن نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، لیکن ہاتھ ہٹانے کے بعد تیسری مرتبہ پھر انہوں نے یہ الفاظ ادا کئے، اور میں حلفیہ طور پر یہ بیان لکھ رہی ہوں، اور جواب میں، میں نے کہا کہ: ''میں نے طلاق منظور کی''۔ اس کے بعد جب کچھ غصہ ٹھنڈا ہوا تو کچھ

---

(۱) وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۵۶، باب طلاق السُّنّة).

(۲) "وَاُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (الطلاق:۴).

(۳) وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ثم المرسومة لَا تخلوا اما أن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد فأنت طالق فكما كتب هٰذا يقع الطلاق وتلزمها العدّة من وقت الكتابة ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۸). أيضًا: وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس).

(۴) أيضًا

لوگوں نے میرے شوہر سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟ تو انہوں نے پہلے تو کہا کہ مجھ کو کچھ یاد نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا؟ لیکن بعد میں کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہا تھا کہ اگر تم چاہتی ہو تو میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔ اور اس کے بعد میں نے علمائے دِین ومفتی سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر عورت تین مرتبہ سن لے اور جواب میں ہاں کہہ دے تو طلاق ہوجاتی ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... شوہر اگر تین مرتبہ طلاق دے دے تو تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، خواہ عورت نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو، گویا عورت کا قبول کرنا یا نہ کرنا کوئی شرط نہیں۔[1] آپ کے شوہر نے چونکہ تین مرتبہ طلاق دے دی جسے آپ نے اپنے کانوں سے سنا، اس لئے میاں بیوی کا تعلق ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا، نہ طلاق سے رُجوع ہوسکتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح ہی کی گنجائش ہے، عدّت کے بعد آپ جہاں چاہیں عقد کرسکتی ہیں۔[2]

''میں نے تجھے طلاق دی'' کہنے سے طلاق ہوگئی، خواہ طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو

سوال:... میرے شوہر نے مجھ سے ۱۵ یا ۱۶ دفعہ یہ کہا کہ: ''میں نے تجھے طلاق دی''۔ کہتے ہیں: ''میں تمہیں ۱۰۰ دفعہ بھی کہوں تو طلاق نہیں ہوتی، جب تک دِل سے نہ دی جائے۔'' لیکن میرا دِل بہت ڈرتا ہے، میں سمجھ رہی ہوں کہ طلاق ہوگئی ہے خواہ دِل سے نہ بھی کہیں، یہ فقرہ کہہ دینے سے طلاق ہوجاتی ہے، جبکہ ہم ازدواجی زندگی بھی گزار رہے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے کہ دوبارہ صحیح معنوں میں میاں بیوی کہلاسکیں؟

جواب:... ''میں نے تمہیں طلاق دی'' کا لفظ اگر شوہر زبان سے نکال دے خواہ دِل میں طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو، تب بھی اس سے طلاق ہوجاتی ہے۔[3] اور اگر یہ فقرہ تین بار اِستعمال کیا جائے تو میاں بیوی ہمیشہ کے لئے ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوجاتے ہیں۔ شوہر ۱۵ یا ۱۶ بار آپ کو یہ لفظ کہہ چکے ہیں، اس لئے آپ دونوں کے درمیان میاں بیوی کا تعلق نہیں رہا، فوراً علیحدگی اِختیار کرلیجئے۔[4]

---

(۱) ان الزوج قادر علٰی تطلیقها وإذا طلقها فهو قادر علٰی مراجعتها شائت المرأة أم لم تشأ۔ (تفسیر کبیر ج:۲ ص:۲۴۷)۔ أیضًا: له رفع العقد دونها۔ (تفسیر قرطبی ج:۳ ص:۱۲۵) أیضًا: یطلقها ولیس لها من الأمر شیء۔ (الدر المنثور ج:۱ ص:۲۷۷)۔

(۲) صریحه ما لم یستعمل إلّا فیه ولو بالفارسیة کطلقتک وأنت طالق ومطلقة .... یقع بها أی بهٰذه الألفاظ وما بمعناها من الصریح .... وإن نوی خلافها .... أو لم ینو شیئًا ... إلخ۔ (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۲۴۷-۲۵۰)۔

(۳) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ثلاث جدّهنّ جدٌّ، وهزلهنّ جدٌّ: النکاح والطلاق والرجعة۔ (جامع الترمذی ج:۱ ص:۲۲۵)۔ وفی الدر المختار (ج:۳ ص:۲۳۵، ۲۳۸، کتاب الطلاق) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدًا أو مکرهًا أو هازلًا، لَا یقصد حقیقة کلامه ... إلخ۔

(۴) وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرة وثنتین فی الأمة لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، کتاب الطلاق، الباب السادس)۔

طلاق جس طرح تحریری ہوتی ہے، زبانی بھی ہو جاتی ہے، لہٰذا تین طلاقیں ہوگئیں، خاتون کا قانونی مشورہ غلط ہے

سوال:... خواتین کے ایک اخبار میں ۱۳ تا ۲۶ رجون ۱۹۹۵ء میں ''ہم اور قانون'' کے کالم میں ''کیا میں اپنے ظالم شوہر کے بدلے ہوئے رویے کو صحیح مان لوں؟'' کے عنوان سے ایک خاتون کا مسئلہ چھپا ہے، اس کے جواب میں نور جہاں صدیقی صاحبہ نے جو غالباً قانونی مشیر ہیں، لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''سوال:... ایک دِن غصّے میں میرا شوہر ہمارے گھر آیا اور زور زور سے بولا: ''طلاق، طلاق، طلاق'' میں نے کہا کہ: ''ہاں جاؤ تم مجھ کو طلاق دے دو، مجھے پروا نہیں۔'' میری والدہ بولیں: ''خبردار! اب یہ تمہاری بیوی نہیں'' والدہ یہ کہتی رہیں کہ: ''بس اب ہماری لڑکی کو طلاق ہوگئی، اب تم ہمارے گھر سے نکلو اور یہاں کبھی نہ آنا.... وغیرہ''

اس کے جواب میں نور جہاں صدیقی نے لکھا:

> ''بہن! قانونی مشورہ تو یہ ہے کہ آپ کو طلاق نہیں ہوئی ہے، قانونی طور پر وہ اب بھی آپ کے شوہر ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح پہلے تھے۔ آپ کو ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ آپ کو طلاق ہوگئی ہے۔ اگر کوئی یہ اِعتراض کرے کہ شوہر نے ''طلاق، طلاق، طلاق'' کہا اور آپ کو طلاق ہوئی، تو آپ اوّل تو ان کے اِعتراض کی پروا نہ کریں، اور اگر اِعتراض کا جواب دینا پڑے تو ان سے یہ کہہ دیں کہ اسلامی اور ملکی قانون کے تحت طلاق دینے کے لئے جو طریق کار رہتا ہے، شوہر نے اس کے تحت طلاق نہیں دی، اس لئے طلاق نہیں ہوئی۔''

باقی تفصیلات مرسلہ پرچے میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ کیا زبانی طلاق مؤثر نہیں ہوتی؟ کیا تین طلاق دینا کچھ حیثیت نہیں رکھتا؟ طلاق کا وہ کونسا طریق ہے جو اسے مؤثر بناتا ہے، اَز رَاہِ کرم شرعی طور پر واضح فرمادیں۔

جواب:... شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اس خاتون کو جب اس کے شوہر نے مخاطب کرکے تین بار طلاق کا لفظ بول دیا تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔[1] نور جہاں صاحبہ نے اس خاتون کو جو قانونی مشورہ دیا ہے، وہ شرعی نقطۂ نظر سے قطعاً غلط ہے، کیونکہ طلاق جس طرح تحریری طور پر لکھ دینے سے ہو جاتی ہے، اسی طرح زبانی بھی ہو جاتی ہے،[2] جس عورت نے اپنے شوہر کے منہ سے خود طلاق کے الفاظ سنے ہوں، وہ اس شوہر کے لئے حلال نہیں رہتی۔

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

حیض کی حالت میں جتنی طلاقیں دیں، واقع ہوجائیں گی، اس لئے آپ کو تین طلاقیں ہوگئیں

سوال:... میرے شوہر اور میرے درمیان جھگڑا ہوگیا تھا، میرے شوہر نے جو اَلفاظ کہے وہ یہ الفاظ تھے: ''طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی'' یہ الفاظ ایک ساتھ کہے تھے، ایک دومنٹ بعد یہ الفاظ کہے کہ: ''میری طرف سے آزاد ہے جا!'' پھر میں رونے لگی اور اپنے ایک عزیز کے گھر چلی گئی، انہوں نے میرے ماں باپ کو بلوایا اور پھر میں اپنے والدین کے گھر آگئی، پھر جب لڑکے سے یہ پوچھا کہ تم نے لڑکی کو طلاق دی ہے؟ تو اس لڑکے نے کہا: ''میں نے تو نہیں دی'' اس نے چار پانچ لوگوں کے سامنے قرآن اُٹھاکر یہ کہا: ''میں نے طلاق نہیں دی'' اور میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ شوہر اور میرے درمیان کوئی تیسرا شخص اس بات کا گواہ نہیں ہے، پھر لڑکے سے میرے والد نے کہا کہ: ''لڑکی کو لینے آؤ!'' تو لڑکے نے یہ کہا کہ: ''تم اپنی بیٹی کو ایک ڈیڑھ سال اپنے پاس رکھو اور تمیز سکھاؤ، اور یہ کہ وہ خود گئی تھی، خود ہی واپس آجائے۔'' میرے والد بھی یہی چاہتے تھے کہ میں چلی جاؤں، مگر میں نے یہ سوچا کہ مجھے طلاق ہوگئی ہے اور میں اس واقعے کے تین یا چار ماہ بعد اپنے والد کی اِجازت کے بغیر عدّت میں بیٹھ گئی، اور میرے والد کو میری عدّت کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ عدّت کے دوران جمعہ کے اخبار کے اسلامی صفحے میں پڑھا تھا کہ واقعہ یہ ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تھی اور مسئلہ یہ ہے کہ جب عورت حالتِ حیض میں ہو، اس وقت عورت کو طلاق دینا شرعاً ناجائز ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اِطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ غلط کیا، اس لئے اب رُجوع کرلو، اور پھر سے اگر طلاق دینی ہے تو پاکی کی حالت میں طلاق دینا۔ اور میں آپ کو یہ بھی بتاتی چلوں کہ میرے شوہر نے مجھے حالتِ حیض میں طلاق دی تھی، یہ معلومات مجھے عدّت میں ہوئی، اگر مجھے یہ معلومات پہلے ہوئی ہوتی تو میں جانے کی کوشش کرتی۔ اور میں نے عدّت کے دوران دو خط بھی لکھے تھے، مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ اب میں آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں، مجھے اپنے والد کے گھر میں سات یا آٹھ ماہ ہوگئے ہیں، اور اَب میری عدّت ختم ہوگئی ہے، اور اَب لڑکا یہ کہتا ہے کہ میں بیوی کو لانا چاہتا ہوں اور یہ کہ میں نے بیوی کو طلاق نہیں دی۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ میرا مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کریں کہ مجھے حالتِ حیض میں طلاق ہوئی ہے کہ نہیں؟ اور مجھے جانا چاہئے کہ نہیں؟ اور یہ کہ تھوڑی بہت گنجائش باقی ہے کہ نہیں؟ اور اگر مجھے طلاق ہوگئی ہے تو کیا مجھے عدّت دوبارہ کرنی پڑے گی کہ نہیں؟ یہ بھی ضرور بتادیں اور لڑکے کے بزرگ جمعہ کو آئیں گے، میں بہت پریشان ہوں، مہربانی فرماکر جمعہ کی چار تاریخ کو آپ مجھے جمعہ کے اخبار میں جواب ضرور دیں، ۴ تاریخ کو مہربانی فرماکر جواب دیں۔

جواب:... یہاں چند مسائل لائقِ ذِکر ہیں:

۱:... حیض کی حالت میں طلاق دینا، ناجائز اور گناہ ہے۔[1] لیکن اگر کسی نے اس حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع

---

(۱) وطلاق الموطوءة حائضًا بدعي أي حرام للنهي عنه الثبات ضمن الأمر في قوله تعالٰى: فطلقوهن لعدتين، وقوله عليه السلام لِابن عمر .... ما هٰكذا أمرک الله، ولِاجماع الفقهاء علٰى أنه عاص۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۴۱)۔

ہوجائے گی،[1] اگر ایک دی تو ایک واقع ہوگی، اور اگر تین دیں تو تین واقع ہوجائیں گی۔

۲:... حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک طلاق دی تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رُجوع کرنے کا حکم فرمایا تھا،[2] کیونکہ ایک یا دو طلاق کے بعد رُجوع کی گنجائش رہتی ہے، لیکن تین طلاق کے بعد رُجوع کی گنجائش نہیں رہتی۔[3]

۳:... اگر شوہر طلاق دے کر مکر جائے اور کوئی گواہ بھی موجود نہ ہو تو عورت نے اگر اپنے کانوں سے تین طلاق کے الفاظ سنے ہوں تو عورت کے لئے حلال نہیں کہ اس شوہر کے پاس رہے،[4] ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں زناکار ہوگی۔ ایسی عورتوں کے لئے جن کو اَیام آتے ہوں، طلاق کی عدّت تین حیض ہے۔[5] طلاق اگر پاکی کے زمانے میں دی گئی ہو تو طلاق کے بعد جب تین حیض گزر جائیں اور عورت تیسرے حیض سے پاک ہوکر غسل کرلے تو عدّت پوری ہوگئی۔ اس کے بعد اگر وہ چاہے تو دُوسرا عقد کرسکتی ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، تو یہ حیض عدّت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس حیض کے بعد جب عورت پاک ہوگی اور دوبارہ ایام شروع ہوں گے تب سے تین حیض شمار کئے جائیں گے، ان مسائل کے لئے ''بہشتی زیور'' کا مطالعہ کریں۔

ان مسائل کی روشنی میں جب آپ کے شوہر نے آپ کے سامنے تین چار مرتبہ طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوگئی، اور آپ کی عدّت بھی ختم ہوگئی۔ آپ چاہیں تو دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہیں، مگر پہلے شوہر کے پاس جانا جائز نہیں۔ اور تین طلاق کے بعد اس سے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہی۔

حالتِ حیض میں بھی طلاق ہوجاتی ہے

سوال:... میرے شوہر نے مجھے سخت غصّے میں لفظ ''میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی'' پھر دو تین جملے بُرا بھلا کہا، پھر کہا کہ: ''جا چلی جا اب میں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔'' میرا شوہر بعد میں بھی کئی بار کہتا رہا کہ: ''طلاق دی'' وغیرہ۔ کبھی ایک بار، کبھی دو بار، تین بار یاد نہیں کہ کہا یا نہیں، کیونکہ ہر بار یہی کہا کہ تیسری بار کہا تو برباد ہوجائے گی، دو تین بار جب کہا جب میں ناپاک (حیض کی حالت میں) تھی، پھر بھول گئے یہ باتیں، لیکن میں شدید اذیت میں گرفتار ہوں کہ کیا کروں؟

جواب:... آپ کے بیان کے مطابق شوہر طلاق کے الفاظ تین بار سے زائد استعمال کرچکا ہے، اس لئے اب مصالحت کی گنجائش نہیں، دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوچکے ہیں۔ آپ کے شوہر کو یہ غلط فہمی ہے کہ طلاق کے الفاظ بیک وقت تین بار کہے جائیں تو طلاق ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ یہ وہم غلط ہے، شریعت نے مرد کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے، اب خواہ کوئی شخص یہ اختیار ایک ہی

---

(۱) وإذا طلق الرجل إمرأته في حالة الحيض وقع الطلاق لَا النهي عنه لمعنى في غيره فلا ينعدم مشروعيته. (اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۱۶۹، كتاب الطلاق، طبع قديمي).

(۲) ويستحب له أن يراجعها لقوله عليه السلام لعمر: مر إبنك فليراجعها، وقد طلّقها في حالة الحيض، وهٰذا يفيد الوقوع. (هداية ج:۲ ص:۳۵۷، كتاب الطلاق، باب طلاق السُّنَّة).

(۳) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة .... لم تحل له حتّى تنكح زوجًا غيره. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۳).

(۴) والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لَا يحل لها تمكينه. (شامی ج:۳ ص:۲۵۱).

(۵) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸).

بار استعمال کرے یا متفرق طور پر کرے، جب تیسری طلاق دے گا تو بیوی حرام ہوجائے گی۔ اور آپ کا خیال ہے کہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، یہ خیال بھی غلط ہے، حیض کی حالت میں طلاق دینا جائز نہیں،[۱] لیکن اگر کوئی اس حالت میں طلاق دے دے تو وہ بھی واقع ہوجاتی ہے۔[۲]

طلاق غصّے میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے؟

سوال:... میرے شوہر غصّے میں کئی بار لفظ ''طلاق'' کہہ چکے ہیں، مگر وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، کہتے ہیں: ''غصّے میں طلاق نہیں ہوتی'' جبکہ میں کہتی ہوں کہ طلاق ہر حال میں ہوجاتی ہے۔ میری شادی کو صرف دو سال ہوئے ہیں اس درمیان تقریباً ۲۰ بار لفظ ''طلاق'' کہہ چکے ہیں، ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے دیتے ہیں اور پھر رُجوع بھی کرلیتے ہیں۔ غصّے میں کہتے ہیں کہ: ''میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، مگر پھر بھی تم بے غیرت بن کر میرے گھر میں رہتی ہو۔'' پھر جب غصہ ختم ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں: ''تم اسی گھر میں رہوگی تم تو میری بیوی ہو اور ہمیشہ رہوگی۔''

جواب:... جاہلیت کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ بدمزاج شوہر جب چاہتا طلاق دے دیتا اور پھر جب چاہتا رُجوع کرلیتا، سو بار طلاق دینے کے بعد بھی رُجوع کا حق سمجھتا۔[۳] اسلام نے اس جاہلی دستور کو مٹادیا اور اس کی جگہ یہ قانون مقرّر کیا کہ شوہر کو دو بار طلاق کے بعد تو رُجوع کا حق ہے، لیکن تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی، شوہر کو رُجوع کا حق نہ ہوگا،[۴] سوائے اس صورت کے کہ اس مطلقہ عورت نے عدّت کے بعد کسی اور جگہ نکاح کرکے وظیفۂ زوجیت ادا کیا ہو، پھر وہ دُوسرا شوہر مرجائے یا طلاق دے دے تو اس کی عدّت ختم ہونے کے بعد عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔[۵] آپ کے شوہر نے پھر سے جاہلی دستور کو زندہ کردیا ہے، آپ اس کے لئے قطعی حرام ہوچکی ہیں، اس منحوس سے فوراً علیحدگی اختیار کرلیجئے۔ اس کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ:

---

(۱) وطلاق الموطوءة حائضًا بدعي أي حرام للنهي عنه الثابت ضمن الأمر في قوله تعالىٰ: فطلقوهنّ لعدتهنّ، وقوله عليه السلام لِابن عمر رضي الله عنهما حين طلّقها فيه ما هٰكذا أمرک الله ولإجماع الفقهاء علىٰ أنه عاص ...إلخ. (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۵۹، ۲۶۰، كتاب الطلاق، طبع دار المعرفة بيروت).

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۳) الطلاق مرّتان ثبت أن أهل الجاهلية لم يكن عندهم للطلاق عدد وكانت عندهم العدّة معلومة مقدّرة وكان هٰذا في أوّل الإسلام برهة يطلق الرجل إمرأته ما شاء من الطلاق فإذا كادت تحل من طلاقه راجعها ما شاء ...إلخ. (تفسير القرطبي ج:۳ ص:۱۲۶).

(۴) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" (البقرة: ۲۲۹–۲۳۰).

(۵) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة .... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها أي يطأها ثم يطلقها أو يموت عنها لأن حل المحلّية باق. (اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۱۸۳). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۱۲۸۔

''غصّے میں طلاق نہیں ہوتی'' طلاق غصّے میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے...؟[1]

طلاق کے گواہ موجود ہوں تو قسم کا کچھ اعتبار نہیں

سوال:... میرے داماد نے میری لڑکی کو میرے اور میری بیوی اور گھر کے سارے افراد کے سامنے کئی مرتبہ طلاق دی ہے، بلکہ ہمارے محلے میں آکر انتہائی مشتعل انداز میں گالی گلوچ کے ساتھ اہلِ محلّہ سے مخاطب ہوکر کئی مرتبہ اس شخص نے کہا کہ: ''میں پورے ہوش وحواس کے ساتھ، محلّہ والوں کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، طلاق دی ہے، طلاق دی ہے۔'' اس وقت محلّہ والے بہت سارے موجود تھے، اب وہ اتنے گواہ ہونے کے باوجود اس دی گئی طلاق سے منحرف ہو رہا ہے اور بڑی بڑی قسمیں کھاتا ہے، یہاں تک کہ وہ قرآن شریف بھی اُٹھانے کو کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، اس تمام واقعے کو مدِنظر رکھتے ہوئے بتایئے کہ شریعت کے مطابق یہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... طلاق کے گواہ موجود ہیں تو اس کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شرعاً طلاق ہوگئی۔[2]

اگر کوئی زبانی تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو تنگ کرے تو بیوی کیا کرے؟

سوال:... مولانا! میں آپ کے کالم سے رہنمائی حاصل کرتا ہوں، لیکن طلاق کے مسائل میں آپ کے جوابات سے مطمئن نہیں ہو پایا۔ آپ فتویٰ دیتے ہیں کہ مرد نے جیسے ہی تین طلاق کے لفظ ادا کئے، اس کی موجودگی یا غیرموجودگی میں کسی گواہ کی موجودگی یا غیرموجودگی میں طلاق فوراً واقع ہوگئی، وہ عورت اب عدّت کے بعد کہیں بھی شادی (نکاح) کی حق دار ہوگئی۔ لیکن اس عورت کے پاس کوئی دستاویزی ثبوت نہیں ہے کہ اس کے خاوند نے اسے طلاق دے دی ہے، اب اگر کوئی خاوند اپنی سابقہ بیوی کو پریشان کرنا چاہے تو اس پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ وہ خاتون جیسے ہی نکاح کرے گی، وہ مریض شخص فوراً عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا اور وہ خاتون اپنے نئے خاوند کے ساتھ زِنا کے اِلزام میں حدود قوانین یا ملکی قوانین کے تحت موجبِ سزا قرار پائی، حالانکہ آپ کے فتوے کے مطابق اس کا یہ عمل جائز ہے۔ آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ کچھ عرصہ پیشتر پروین، غلام سرور دو اَفراد پر اس اِلزام میں مقدمہ چل کر سزا ہوچکی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا جعفر شاہ پھلواری کی ایک کتاب مسئلہ طلاق کا مطالعہ کیا تھا، لیکن ان کا موقف آپ کے علم میں بھی ہوگا، انہوں نے اپنے نقطۂ نگاہ کے دلائل کے لئے قرآنِ حکیم کی رہنمائی حاصل کی ہے۔ مولانا! مجھے پوچھنا یہ ہے کہ اس سلسلے میں مولانا جعفر شاہ پھلواری کے دلائل زیادہ مضبوط نہیں؟ اور صحیح طریقہ یہی نہیں ہونا چاہئے جو مولانا پھلواری نے تحریر کیا ہے؟ مولانا کے نقطۂ نگاہ کے مطابق

---

(۱) یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغًا عاقلًا ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳). أیضًا: طلاق الغضبان: .... فإن ظل الشخص فی حالة وعی وإدراک لما یقول فیقع طلاقه وهذا هو الغالب فی کل طلاق یصدر عنه الرجل لأن الغضبان مکلف فی حال غضبه بما یصدر منه من کفر وقتل نفس وأخذ مال بغیر حق وطلاق وغیرها. (الفقه الإسلامی وأدلّته ج:۷ ص:۳۶۵، شامی ج:۳ ص:۲۴۴).

(۲) وفی الظهیریة إذا شهد اثنان علٰی إمرأة أن زوجها طلقها ثلاثًا .... وقالا کان ذٰلک فی العام الماضی جازت شهادتهما وتأخیرهما لا یوهن شهادتهما. (شامی ج:۵ ص:۴۶۳، باب التحالف).

حکومتِ پاکستان کا ترتیب دیا ہوا طریقہ طلاق کے سلسلے میں میرے خیال میں صحیح قرار پاتا ہے۔

جواب:... تین طلاق اگر زبانی دے دی جائیں تب بھی واقع ہوجاتی ہیں[1]، اور عدّت کے بعد عورت کو دُوسری جگہ نکاح کرلینا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا بے دِین ہے کہ تین طلاق دینے کے بعد مکر جاتا ہے تو اس سے طلاق لکھوالینی چاہئے تاکہ اِنکار کی گنجائش نہ رہے، اور اگر وہ لکھ کر نہیں دیتا تو عورت کو چاہئے کہ عدالت سے رُجوع کرکے فسخِ نکاح کی ڈگری حاصل کرے۔ الغرض طلاق تو زبانی واقع ہوجاتی ہے، لیکن بے دِین شوہر کے شر سے بچنے کے لئے مندرجہ بالا تدبیر پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

تین طلاق لکھ کر لڑکے سے زبردستی دستخط کروانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی

سوال:... ایک بالغ لڑکا اپنی مرضی سے ایک بالغ لڑکی سے نکاح کرلیتا ہے، لڑکی کے والدین رضامند تھے لیکن لڑکے کے والدین ناراض تھے، نکاح کے بعد لڑکے کے والد نے لڑکے کو گھر میں قید کرلیا اور بیس روپے کے اسٹامپ پیپر پر اَز خود تین طلاق لکھ کر بیٹے سے زبردستی دستخط کرالئے، جبکہ لڑکا دِل سے طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، لڑکے نے موقع پاکر بیس روپے کے اسٹامپ پیپر پر دو گواہوں کی موجودگی میں رُجوع کرلیا اور بیوی کو گھر لے آیا۔ لڑکے کے باپ کا کہنا ہے کہ چونکہ وہ رضامند نہیں تھا، اس لئے نکاح نہیں۔ براہِ مہربانی شرعی مسئلہ واضح فرمائیں۔

جواب:... اگر نکاح لڑکی کے والدین کی رضامندی کے ساتھ ہوا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے، اور لڑکے کے باپ نے خود طلاق نامہ لکھ کر لڑکے سے جو زبردستی دستخط لے لئے، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوا، اور طلاق واقع نہیں ہوئی[2]، اور لڑکے نے گواہوں کے سامنے جو طلاق سے رُجوع کیا، وہ لغو تھا، اس لئے کہ جب طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تو رُجوع کی ضرورت نہ تھی، واللہ اعلم!

جبری طلاق کے واقع ہونے پر اِعتراض اور اُس کا جواب

سوال:... آپ کی کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' حصہ پنجم کے صفحہ:۳۴۴ پر علامہ کوثری کے مضمون سے یہ اِشکال ذہن میں آیا کہ جبری طلاق عندالاحناف واقع نہیں ہوتی، حضرت علیؓ کا فیصلہ اس میں ذِکر ہوا ہے، جبکہ بندے کے ذہن میں تو یہ ہے کہ عندالاحناف جبری طلاق واقع ہوجاتی ہے، اُمید ہے رہنمائی فرماکر اِشکال دُور فرمائیں گے۔

جواب:... اس میں جبراً حلف لینے کا ذِکر ہے، اور جبراً حلف لینے سے حلف ہوجائے گا، اب حلف اُٹھانے کے بعد اس فعل کو کرنا حضرت علیؓ کے نزدیک جبر کے تحت آتا ہے، اور ہمارے اِمامؒ کے نزدیک نہیں، واللہ اعلم!

کیا زبردستی اسلحے کے زور پر لی ہوئی طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

سوال:... آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ زبردستی یا دباؤ کے تحت دی گئی طلاق بھی طلاق شمار ہوگی، ایسی

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) فلو أکره علٰی أن یکتب طلاق إمرأته فکتب لَا تطلق۔ (شامی ج:۳ ص:۲۳۶)۔

صورت میں ایک وڈیرے یا سردار کو جب کسی کی بیوی پسند آجائے تو وہ اپنے آدمیوں یا اسلحے کے زور پر اس کو طلاق پر مجبور کرسکتا ہے، ایسی صورت میں کیا طلاق ہوگئی؟

جواب:... اسلحے کے زور سے اگر اس کو کوئی آدمی قتل کردے تو قتل ہوگا یا نہیں...؟ اسی طرح اگر اسلحے کے زور سے کسی کی بیوی کو طلاق دِلوادے تو طلاق بھی واقع ہوجائے گی۔ لیکن یہ شخص قیامت کے دن جکڑا ہوا آئے گا۔ ہم لوگوں کو اِشکال اس لئے ہوتا ہے کہ ہم دُنیا کے تمام معاملات کو یہیں نمٹانا چاہتے ہیں، اور آخرت پر گویا اِیمان ہی نہیں، حالانکہ اصل حساب و کتاب تو قیامت میں ہوگا، اگر کسی نے کسی کی بیوی کو ناجائز طلاق دِلوائی تو قیامت کے دن جکڑا ہوا آئے گا۔ (۱)

حلالہ کروانے کے بعد زبردستی طلاق لینا اور اس کی شرعی حیثیت

سوال:... زید نے اپنی بیوی ہندہ کا حلالہ کروایا، حلالہ کے لئے جس شخص سے ہندہ کا نکاح پڑھوایا، ایک رات کے بعد دُوسرے دِن اس شخص کو طلاق دینے کے لئے زبردستی مجبور کیا، سینے پر گولی رکھ کر طلاق لی تاکہ زید خود ہندہ سے دوبارہ نکاح پڑھوالے، کیا یہ قرآن وسنت کی روشنی میں دُرست ہے؟

جواب:... حدیث شریف میں حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر لعنت آئی ہے، (۲) پس یہ حلالہ اُس حدیث کا مصداق ہے، اس طرح زبردستی طلاق لینا اس کے حرام اور موجبِ لعنت ہونے میں تو کسی کو کلام نہیں، البتہ ایسی طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اس میں اِختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک طلاق ہوجاتی ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک نہیں ہوتی۔ (۳)

سوال:... طلاق دینے کا صحیح طریقۂ کار کیا ہے؟ بالخصوص جب علماء میں بھی آپس میں اِختلاف ہے اور قانون بھی قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے۔

جواب:... صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب عورت اَیام سے پاک ہوجائے تو اس سے صحبت کئے بغیر ایک طلاق دیدے، یہاں تک کہ اس کی عدّت ختم ہوجائے۔ (۴) اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینا مکروہ ہے، لیکن واقع ہوجائیں گی، اور اِمام شافعیؒ

---

(۱) یقع طلاق کل زوج إذا کان عاقلًا بالغًا سواء کان حُرًّا أو عبدًا طائعًا أو مکرهًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔

(۲) عن عبدالله بن مسعود قال: لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم المحلِّل والمحلَّل له۔ (مشکوٰة ص:۲۸۴)۔

(۳) وطلاق المکره واقع خلافًا للشافعي۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۵۸)۔ أیضًا: عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ثلاث جدّهنّ جدٌّ، وهزلهنّ جدٌّ: النکاح والطلاق والرجعة۔ (ترمذی ج:۱ ص:۲۲۵)۔ وعن صفوان بن عمران الطائی، أن رجلًا کان نائمًا فقامت إمرأته فأخذت سکینًا، فجلست علٰی صدره فقالت: لتطلقنی ثلاثًا أو لأذبحنک! فطلّقها ثم أتی النبی صلی الله علیه وسلم فذکر له ذالک، فقال: لَا قیلولة فی الطلاق۔ (إعلاء السُّنن ج:۱۱ ص:۱۷۷، طبع إدارة القرآن)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: إعلاء السُّنن ج:۱۱ ص:۱۷۷، مصنف عبدالرزاق ج:۶ ص:۴۰۶ تا ۴۱۱، طبع مجلس علمی، نصب الرایة ج:۳ ص:۲۲۲، طبع بیروت۔

(۴) فالأحسن أن یطلق الرجل إمرأته تطلیقة واحدة فی طهر لم یجامعها فیه ویترکها حتّٰی تنقضی عدتها۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۵۴، کتاب الطلاق، باب طلاق السُّنّة)۔

کے نزدیک تین بیک وقت دینا بھی بغیر کراہت کے جائز ہے۔[1]

پولیس کے ذریعے زبردستی لی ہوئی طلاق کی شرعی حیثیت

سوال:... ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی، بعد میں تعلقات کشیدہ ہوگئے، لڑکی اپنے میکے چلی گئی، لڑکی والوں نے لڑکے والوں کو بلایا کہ آؤ صلح کرتے ہیں، جب یہ آگئے تو پولیس کی مدد سے ان سے بادلِ نخواستہ تین طلاقیں لڑکے سے لکھوالیں، آیا یہ طلاقیں واقع ہوگئی ہیں یا نہیں؟

جواب:... اگر لڑکے نے خود طلاقیں لکھیں تو واقع ہوگئیں،[2] اور اگر کسی کے لکھے ہوئے پر دستخط کئے تو طلاقیں واقع نہیں ہوئیں،[3] اور زبردستی کا وَبال پولیس والوں کی گردن پر رہے گا، جس کے نتیجے میں ان کی بہوبیٹیوں کو اسی عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ پولیس والے جو لوگوں پر ایسی زیادتیاں کرتے ہیں اُن کو اِن کا خمیازہ بھگتنا ہوگا، قبر میں بھی، اور حشر میں بھی۔

کیا عورت شوہر سے زبردستی طلاق لے سکتی ہے؟

سوال:... شریعتِ اسلام میں کیا عورت مرد سے زبردستی اور جبراً طلاق لے سکتی ہے؟ جبکہ اس وقت مرد کی نیت اور اِرادہ طلاق دینے کا نہ ہو، تو کیا طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں ہوگی؟ اگر نہیں ہوگی تو اس کا کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟ اور شریعتِ اسلام اس بارے میں کیا فتویٰ دیتی ہے؟

جواب:... اگر عورت کے زبردستی کرنے پر شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوجائے گی۔[4]

اگر بیوی زبردستی طلاق کے دستخط لے لے تو طلاق کا حکم

سوال:... میری بیوی نے زبردستی میری مرضی کے خلاف طلاق کے دستخط لئے، کیا طلاق ہوگئی؟ کیونکہ میرا دِل نہیں مانتا، اس صورت میں کوئی مصالحت کی گنجائش ہے؟

جواب:... اگر تین طلاق کی تحریر لکھ کر اس پر دستخط لئے تو آپ کی مرضی ہو یا نہ ہو، تین طلاقیں واقع ہوگئیں،[5] اب

---

(۱) وطلاق البدعة أن يطلقها ثلاثًا بكلمة واحدة، أو ثلاثًا في طهر واحد، فإذا فعل ذالك وقع الطلاق وكان عاصيًا، وقال الشافعي: كل طلاق مباح لأنه تصرف مشروع حتّٰى يستفاد به الحكم ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۵۵، كتاب الطلاق، باب طلاق السُّنَّة، طبع مكتبه شركت علميه ملتان).

(۲) الكتابة ......إن كانت مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو .... بأن كتب أما بعد فأنت طالق فكما كتب هٰذا يقع الطلاق. (عالمگيرى ج:۱ ص:۳۷۸، كتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل السادس).

(۳) فلو أكره علىٰ أن يكتب طلاق إمرأته فكتب لَا تطلق. (شامي ج:۳ ص:۲۳۶).

(۴) يقع طلاق كل زوج إذا كان عاقلًا بالغًا. (عالمگيرى ج:۱ ص:۳۵۳).

(۵) الكتابة ...... ان كانت مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو. (عالمگيرى ج:۱ ص:۳۷۸).

مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں، البتہ اگر ایک یا دو طلاق دی ہیں تو عدّت سے پہلے مصالحت ہوسکتی ہے،[1] اور عدّت کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[2]

کیا طلاق والے کاغذ پر شوہر سے زبردستی دستخط کروانے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

سوال:...اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا نہ چاہے، لیکن گھر کے دُوسرے اَفراد، مثلاً: بڑا بھائی وغیرہ اس پر دباؤ ڈالیں اور کاغذات وغیرہ تیار کرلیں اور ٹارچر کرکے زبردستی اس سے دستخط کروالیں، کاغذ کورٹ کا ہو اور اس پر تین طلاقیں درج ہوں، تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟ میں نے اخبار ''جنگ'' میں اس سے ملتا جلتا مسئلہ پڑھا تھا کہ اس طرح ایک طلاق واقع ہوتی ہے، براہِ کرم اس مسئلے پر روشنی ڈالیں۔

جواب:...جو مسئلہ آپ نے لکھا ہے، اگر اس شخص نے زبان سے طلاق کے الفاظ نہیں کہے اور نہ خود اپنے قلم سے طلاق کے الفاظ تحریر کئے، بلکہ دُوسروں کی تحریر پر اس سے زبردستی دستخط کروائے گئے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔[3]

کیا تین طلاقیں زبردستی لکھوا کر پڑھوانے سے طلاق واقع ہوگئی؟

سوال:...طلاق کے مسئلے پر ایک فتویٰ مطلوب ہے۔ مسئلہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک شخص نے ایک دُوسری شادی اپنی پہلی بیوی سے خفیہ طور پر کرلی، پہلی بیوی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ پہلی بیوی کو جب دُوسری شادی کا علم ہوا تو اُس نے اِس شخص کے بھائیوں کو اِکٹھا کرکے دُوسری بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کیا، بھائیوں کے پُرزور اِصرار پر اُس نے ایک طلاق دُوسری بیوی کو اِس نیت سے دِی کہ وہ بعد میں رُجوع کرلے گا۔ اُس نے بعد میں بیوی سے رُجوع بھی کرلیا، جس کی دوبارہ اِطلاع اُس کی پہلی بیوی کو ہوگئی، اُس نے پھر اُس کے بھائیوں کو بلایا اور اُسے دوبارہ طلاق دینے کے لئے مجبور کیا گیا، یہاں تک کہ اُسے جان سے مار دینے کی دھمکی دی اور مارا پیٹا بھی، اور تمام کاروبار سے محروم کردینے کی بھی دھمکی دی گئی۔ دِل میں طلاق دینے کی کوئی نیت نہیں تھی، محض تشدّد اور دباؤ کی وجہ سے مجبوراً طلاق تحریر کرائی گئی، اور اُسے وہ طلاق نامہ پڑھوا کر دستخط کرائے گئے، اس طلاق نامے پر تینوں طلاقیں یکمشت لکھی گئیں۔ چونکہ اِس شخص کا طلاق کا اِرادہ بالکل نہیں ہے، اس لئے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا حل بیان فرمادیں۔

---

(۱) وإذا طلق الرجل تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدّتها .... لقوله تعالىٰ: فأمسكوهنّ بمعروف. (هداية ج:۲ ص:۳۹۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، طبع شركت علميه).

(۲) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدّتها وبعد إنقضاء عدّتها لأن حل المحلية باق، لأن زواله معلق بالطلقة الثالثة فينعدم قبله. (اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۱۸۲، ۱۸۳، كتاب الرجعة، طبع قديمي).

(۳) وفي البحر أن المراد الإكراه على التلفظ بالطلاق فلو أكره على أن يكتب طلاق إمرأته فكتب لَا تطلق، لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة بإعتبار الحاجة ولَا حاجة هنا. (شامي ج:۳ ص:۲۳۶، كتاب الطلاق).

جواب:...طلاق نامہ لکھ کر جب زبان سے سنا دیا تو طلاق واقع ہوگئی، واللہ اعلم![1]

زبردستی طلاق

سوال:...میرے والدین نے مجھے بہت تنگ کیا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو، لیکن میں طلاق دینے پر رضامند نہیں تھا، کیونکہ میں اپنا گھر بسانا چاہتا تھا، لیکن میرے والد نے اور کچھ بڑوں نے مجھے مجبور کیا، لیکن میں نے پھر بھی کہا کہ میں طلاق نہیں دُوں گا، تو میرے والد نے ان آدمیوں کو کہا کہ اگر یہ لڑکا طلاق نہیں دیتا تو اسے جیل بھیج دو، میں غریب آدمی مجبور ہوگیا اور کچھ ڈر بھی گیا جس کی وجہ سے میں نے ''طلاق، طلاق، طلاق'' تین بار کہا، جبکہ میں نے نہ اپنی بیوی کا نام لیا اور نہ ہی اشارہ کیا صرف منہ سے تین بار مجبوری کی طلاق کہہ دیا۔ اور جب میں نے طلاق دی اس وقت میری بیوی حاملہ تھی، اب آپ سے گزارش ہے کہ مجھے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... چونکہ گفتگو آپ کی بیوی کی طلاق ہی کی ہو رہی تھی، اس لئے جب آپ نے ''طلاق، طلاق، طلاق'' کہا تو گو بیوی کا نام نہیں لیا مگر طلاق بیوی کی طرف ہی منسوب ہوگی،[2] اور چونکہ آپ نے دوصورتوں میں سے ایک کو ترجیح دیتے ہوئے بطورِ خود طلاق دی ہے، اگرچہ والد کے اِصرار پر دی ہے، لیکن دی ہے اپنے اِختیار اور اِرادے سے، اس لئے تین دفعہ طلاق واقع ہوگئی،[3] آپ دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے، بغیر تحلیلِ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[4] والد صاحب سے کہئے کہ ان کی مراد تو پوری ہوگئی، اب آپ کی شادی دُوسری جگہ کردیں۔

مختلف الفاظ استعمال کرنے سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

سوال:...''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، آج سے تو میرے اُوپر حرام ہے، میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں، اب تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری بہن'' مذکورہ بالا چار جملے لکھ کر شوہر کسی بچے کے ہاتھ اپنی بیوی کو بھیج دیتا ہے، جبکہ اس کی بیوی پڑھی لکھی نہیں ہے اور اس کی بیوی پہلے سے حاملہ ہے اور خط لینے سے بھی انکار کرتی ہے، کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ جبکہ مذکورہ بالا جملوں سے

---

(۱) يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغًا عاقلًا سواء كان حرًّا أو عبدًا، طائعًا أو مكرهًا. (الفتاوى العالمگيرية ج:۱ ص:۳۵۳). أيضًا: الكتابة على نوعين: مرسومة وغيرمرسومة .... وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو. (فتاویٰ شامی، باب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالكتابة ج:۲ ص:۲۴۶).

(۲) لو أراد طلاقها تكون الإضافة موجودة .... ولَا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه لما في البحر لو قال: طالق فقيل له من عنيت فقال: إمرأته طلقت إمرأته. (شامی ج:۳ ص:۲۴۸، مطلب ''سن بوش'' يقع به الرجعي).

(۳) ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل .... ولو عبدًا أو مكرهًا فإن طلاقه صحيح. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۳۵). أيضًا: عن صفوان بن عمران الطائي أن رجلًا كان نائمًا فقامت إمرأته، فأخذت سكينًا، فجلست علىٰ صدره، فقالت: لتطلقني ثلاثًا أو لأذبحنك! فطلقها، ثم أتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكره له ذالک، فقال: لَا قيلولة في الطلاق. (إعلاء السُّنن ج:۱۱ ص:۱۸۳، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والمعتوه ...إلخ).

(۴) ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ .... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ'' (البقرة:۲۲۹-۲۳۰). أيضًا: اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۱۸۳، طبع قديمی.

صاف ظاہر ہے کہ طلاق نامہ تحریر کرتے وقت اس کی نیت کیا تھی، شوہر اپنی تحریر پر قائم بھی ہے۔

جواب:... اس صورت میں پہلے تین فقروں سے تین طلاق واقع ہوگئیں اور چوتھا فقرہ لغو رہا۔ [1]

''آزاد کرتا ہوں'' صریح طلاق ہے، تین دفعہ کہنے سے تین طلاقیں ہوگئیں

سوال:... میری شادی ۱۹۸۹ء نومبر میں ہوئی تھی، مگر کچھ ایسے حالات رہے کہ دونوں کے درمیان کسی طرح سے بھی انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہوسکی، دن بدن حالات خراب ہوتے گئے، اس گزرے پیر کو میری بیوی کے والد اور بڑے بھائی گھر پر آئے، کافی بحث ومباحثے کے بعد میں نے دونوں حضرات اور میرے والد اور بڑے بھائی کے سامنے لڑکی کی غیرموجودگی میں یہ الفاظ تین مرتبہ دُہرائے جو درج ذیل ہیں: ''آج سے میں (لڑکی کا نام لے کر) آزاد کرتا ہوں، آج سے میں (لڑکی کا نام لے کر) آزاد کرتا ہوں، آج سے میں (لڑکی کا نام لے کر) آزاد کرتا ہوں۔'' یہ الفاظ میں نے طلاق کی نیت ہی سے کہے ہیں، اب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ ان الفاظ کی اسلامی اور دِینی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ میرے والد اور ان کے والد صاحب کہتے ہیں کہ ان الفاظ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

جواب:... ''آزاد کرتا ہوں'' کے الفاظ صریح طلاق کے ہیں، [2] لہٰذا صورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں واقع ہوگئیں، میاں بیوی ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے، اب نہ مصالحت کی گنجائش ہے اور نہ حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ [3]

''تم میری طرف سے آزاد ہو، جو چاہو کرو، یہاں سے دفع ہوجاؤ'' کئی مرتبہ کہنا

سوال:... لڑائیوں کے دوران میرے شوہر مجھ سے دو مرتبہ یہ کہہ چکے ہیں کہ: ''تم میری طرف سے آزاد ہو، جو چاہے کرو، یہاں رہنا چاہتی ہو رہو، ورنہ اپنے گھر (امی کے گھر) چلی جاؤ'' یا یہ کہ: ''یہاں سے دفع ہوجاؤ'' کئی مرتبہ تو یہ بھی کہ: ''اتنی دفعہ کہا ہے مگر جاتی نہیں ہے، منہ کو اچھا کھانا پینا لگ گیا ہے'' (واضح رہے کہ میرے میکے کے معاشی حالات کافی خراب ہیں، جس کو میرے شوہر بہت ہی گھٹیا جملوں میں جتاتے رہتے ہیں)۔

دُوسرے یہ کہ دِینی معلومات ناکافی ہونے کی بنا پر مسائل کا مذاق اُڑانا مثلاً (نعوذ باللہ) ان کی سزا اس لئے نہیں مقرّر کی گئی ہے کہ انہوں نے زِنا کیوں کیا، بلکہ اس لئے ہے کہ یہ کام دُوسرے نے دیکھ لیا، یا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے نام کے آگے ''خان'' لگا کر کہنا مثلاً: ''عیسیٰ خان''، ''موسیٰ خان'' (واضح رہے کہ میرے شوہر خان فیملی سے تعلق رکھتے ہیں، اور اپنے آپ کو اُونچا نسب بتانے کے لئے ایسا کہتے ہیں)۔ میں نے پڑھا ہے کہ بعض باتیں منہ سے نکالنے سے نکاح ختم ہوجاتا ہے، مجھے بتایئے کہ میرے شوہر کی ان باتوں سے

---

(۱) وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ...إلخ. (شامي ج:۳ ص:۲۴۶). الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة والبائن يلحق الصريح الصريح ما لا يحتاج إلى نية بائنًا كان الواقع به أو رجعيًا. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق ج:۳ ص:۳۰۶).

(۲) بخلاف فارسية قوله سرحتك وهو "رها كردم" لأنه صار صريحًا في العرف. (شامي ج:۳ ص:۲۹۹).

(۳) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة ...... لم تحل له حتّى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، طبع مكتبه شركت علميه ملتان، أيضًا: عالمگيري ج:۱ ص:۴۷۳، طبع رشيديه).

ہمارے نکاح پر کوئی اثر پڑا ہے؟

جواب:... "تم میری طرف سے آزاد ہو" کے الفاظ صریح طلاق کے ہیں،[۱] لہٰذا دو دفعہ کہنے پر دو طلاقیں ہوگئیں۔ اور "دفع ہوجاؤ" کے الفاظ اگر طلاق کی نیت سے کہے تو اس سے بھی طلاق ہوگئی۔[۲] آپ نے شوہر کے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان سے کفر کی بو آتی ہے، ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ نکاح بھی مشکوک ہوگیا۔

"میں نے تمہیں آزاد کیا" تین دفعہ لکھنے والے کے نکاح کا شرعی حکم

سوال:... چودہ پندرہ سال پہلے میری شادی رشتہ داروں میں ہوئی، مجھے معلوم نہیں کہ اس میں میرے شوہر کی مرضی تھی یا نہیں، مگر آج سے کوئی تین چار سال پہلے میرے شوہر نے ایک پرچے پر تین دفعہ یہ جملہ کہ: "میں نے تمہیں آزاد کیا" لکھ کر سب سسرال والوں کے سامنے مجھے دے دیا، میں پرچہ پڑھ کر حیران رہ گئی، سب نے کہا انہیں الگ کرو، بہت ہنگامہ ہوا، ہمارے ماموں آگئے اور کہنے لگے کہ ایسے کچھ نہیں ہوتا، خالد اس وقت غصّے میں تھا، یا مذاق کر رہا تھا، انہوں نے آخری لائن میں خالد سے زبردستی لفظ "نہیں" لکھوالیا، جملہ اس طرح بنا کہ "میں نے تمہیں آزاد کیا نہیں۔" پھر پرچہ آپ کے پاس لے گئے، آپ نے کہا: یہ میں اضافہ کیا ہے، طلاق واقع ہوگئی ہے۔ مگر ماموں کسی اور کے پاس گئے، ان مولانا نے کہا کہ مسجد میں قرآن رکھ دو، کفارے کے طور پر انہوں نے ۲۰۰ روپے ہدیہ لیا اور فتویٰ لکھ دیا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ میرے تین بچے ہیں، ایک لڑکی اور دو لڑکے، میں بچوں کی وجہ سے بھی خاموش رہی، اور میں یہ سمجھ رہی تھی کہ خالد نے ایسے ہی لکھ دیا ہے، وقتی غصہ ہے، میں ان کے گھر میں رہتی رہی، مگر بعد کے حالات نے اور میرے شوہر کے رویے نے ثابت کردیا کہ وہ واقعی مجھے طلاق دینا چاہتے تھے، انہوں نے اس کے بعد میری اجازت کے بغیر نکاح کرلیا، جس کا ہمیں کچھ عرصے بعد پتا چلا، میرے خسر صاحب اس نکاح کو چھپانا چاہتے ہیں، کیونکہ اس طرح خاندان میں ان کی بے عزّتی ہوگی۔ مگر میں نماز روزے کی پابند ہوں، قرآن ترجمے سے پڑھتی ہوں، یہ مسئلہ میرے لئے باعثِ اذیت ہوگیا ہے، میں چاہتی ہوں کہ آپ بتائیں کہ میری شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس گناہ کا کفارہ کیا ہے؟ جان بوجھ کر حقیقت چھپانے والے کی کیا سزا ہے؟ آپ میرے اس خط کا جواب ضرور شائع کریں تاکہ مجھ جیسے اور بھی مصلحت کے مارے لوگ رہنمائی حاصل کرسکیں۔

جواب:... شرعی حیثیت تو میں نے پہلے بتادی تھی کہ ان الفاظ سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اس کے بعد دونوں کا میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا بدکاری کے زُمرے میں آتا ہے۔ تمہارے ماموں نے جو کچھ کیا، وہ سراسر فضول اور غلط تھا، کیونکہ طلاق ہوجانے کے بعد پھر اس میں ترمیم کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اور دُوسرے صاحب نے دو سو روپے لے کر جو فتویٰ دیا، وہ محض غلط تھا۔ آپ کے ماموں اور دُوسرے عزیزوں کو بھی یقین ہوگا کہ یہ فتویٰ غلط ہے، مگر محض اپنی انا کو رکھنے کے لئے "کرائے کے فتوے" کا سہارا لے کر آپ کو بدکاری میں مبتلا کئے رکھا۔ خلاصہ یہ کہ آپ کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں، اب آپ کا ان صاحب کے ساتھ بیوی کی حیثیت

---

(۱) بخلاف فارسية قوله سرحتک وهو "رها كردم" لأنه صار صريحًا في العرف. (شامی ج:۳ ص:۲۹۹).

(۲) فالكنايات لَا تطلق بها إلّا بنية أو دلَالة الحال. (شامی ج:۳ ص:۲۹۶، باب الكنايات).

سے رہنا جائز نہیں، فوراً علیحدگی اِختیار کریں، اور جو کچھ اب تک ہوچکا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ [۱]

شوہر کا کہنا کہ ''میں نے اُسے آزاد کردیا ہے، وہ میرا کیوں اِنتظار کر رہی ہے؟'' کا شرعی حکم

سوال:... میرے شوہر زبان کے بہت گندے ہیں، اکثر ایسے جملے کہ ''میں نے تمہیں آزاد کیا، یا طلاق دی'' ان کی زبان پر رہتے ہیں، چھ سال قبل میں لڑائی جھگڑا کر کے میکے آگئی، اس وقت سے اب تک صرف ایک بار رابطہ ہوا تو انہوں نے کسی بھی ذمہ داری کو اُٹھانے سے اِنکار کردیا، اور لوگوں سے کہا کہ: ''میں نے ساجدہ کو آزاد کردیا ہے، وہ میرا اِنتظار کیوں کر رہی ہے؟'' میں آپ سے اس مسئلے کا حل چاہتی ہوں۔

جواب:... ''میں نے آزاد کردیا'' کا لفظ اگر تین دفعہ کہہ دیا جائے تو پکی طلاق واقع ہوجاتی ہے، [۲] اس لئے آپ کا اس کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں رہا، عدّت پوری کرنے کے بعد اگر آپ چاہیں تو دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہیں، واللہ اعلم!

''میں تجھے علیحدہ کرتا ہوں''، ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں''، ''میں تجھے آزاد کرتا ہوں'' کہنے سے کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟

سوال:... میں آپ سے ایک گھریلو مسئلے کے بارے میں فتویٰ لینا چاہتی ہوں، مسئلہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے آپس کے جھگڑے میں شوہر نے بیوی سے یہ الفاظ کہے:

۱:... ''میں تجھے آج سے علیحدہ کرتا ہوں۔''

۲:... ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔''

۳:... ''میں تجھے آزاد کرتا ہوں۔''

جبکہ شوہر یہ کہتا ہے کہ ''میں نے ایک طلاق دی ہے''۔ ایک چھوٹی بچی بھی ہے اور اس بات کو پانچ مہینے ہوگئے ہیں، جبکہ جھگڑے کے ڈیڑھ ماہ بعد میرا شوہر میرے کو لینے کے لئے میرے گھر آیا تھا، اور اُس نے میرے کو بہت سمجھایا اور گھر جانے کے لئے بہت ضد کی، مگر میں اُس کے ساتھ نہیں گئی۔

جواب:... اگر شوہر اِقرار کرتا ہے کہ اس نے یہ تین الفاظ کہے تھے تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اس کے بعد شوہر کا یہ کہنا کہ

---

(۱) ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ'' (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰)۔

(۲) بخلاف فارسية قوله سرحتک وهو ''رها كردم'' لأنه صار صريحًا في العرف۔ (شامی ج:۳ ص:۲۹۹)۔ وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة)۔

''میں نے ایک طلاق دی تھی''، اس کا اِعتبار نہیں۔[1] واللہ اعلم!

''میں نے تجھے چھوڑ دیا'' یہ طلاق کے الفاظ ہیں، اس کے بعد میاں بیوی کا تعلق جائز نہیں

سوال:... مؤرخہ ۸؍جون ۱۹۸۹ء کو تقریباً تین بجے سہ پہر تنہا کمرے میں عبداللہ نے اپنی زوجہ فاطمہ کو بڑے غصّے کی حالت میں یہ الفاظ کہے: ''میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے، میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے، میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے'' فاطمہ ایک مسلمان عورت ہے، اس نے یہاں کے علماء سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ طلاق واقع ہوگئی ہے، لیکن فاطمہ کا شوہر عبداللہ کہتا ہے کہ میرا ارادہ ان الفاظ سے طلاق دینے کا نہیں تھا، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔ اور عبداللہ کا کہنا ہے کہ اس نے تین دفعہ جو کہا تھا کہ ''میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے'' یہ الفاظ غیر اِرادی طور پر کہے تھے، طلاق دینے کا مقصد نہیں تھا۔ عبداللہ اب بھی گھر آتا ہے، گھر کا خرچہ گزارے کے مطابق دیتا ہے، فاطمہ اور اس کے تین جوان بیٹے گھر کا خرچہ چلاتے ہیں، عبداللہ کبھی کبھار گھر آجاتا ہے، صرف دُنیا کو دِکھلانے کے لئے۔ ایک رات برائے نام الگ بستر میں، الگ کمرے میں سوکر صبح واپس چلا جاتا ہے۔ عبداللہ اس بات پر اِصرار کرتا ہے کہ کوئی طلاق نہیں ہوئی ہے۔ لیکن فاطمہ ایک مسلمان عورت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتی ہے کہ کیا مذکورہ بالا الفاظ سے واقعی طلاق ہوئی ہے یا کہ نہیں؟ اگر واقعی ہوئی ہے تو کونسی طلاق واقع ہوئی ہے؟ بائن ہے یا مغلّظہ یا رجعی ہے؟ اور کیا فاطمہ اور عبداللہ کے درمیان زن و شوہر کے تعلقات ہیں یا ختم ہوگئے ہیں؟ تو کیا فاطمہ پر عبداللہ سے الگ رہنا اور پردہ کرنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟ اور عبداللہ جو کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے اور فاطمہ کو زبردستی بیوی بنا کر رکھنا چاہتا ہے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

مؤرخہ ۸؍جون ۱۹۸۹ء تا ۱۵؍اپریل ۱۹۹۰ء تک عبداللہ اور فاطمہ کے درمیان کسی قسم کی رجعت نہیں ہوئی ہے۔

جواب:... ''میں نے تمہیں چھوڑ دیا'' کے الفاظ اُردو محاورے میں صریح طلاق کے الفاظ ہیں۔[2] جب یہ الفاظ تین بار دُہرائے تو ان سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور دونوں ایک دُوسرے کے لئے قطعی حرام ہوگئے، بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہی۔[3]

اس لئے عبداللہ کا یہ کہنا کہ طلاق نہیں ہوئی اور مطلقہ کو زبردستی بیوی بنا کر رکھنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ فاطمہ کو چاہئے کہ وہ عدّت کے بعد جہاں چاہے اپنا عقد کرلے، عبداللہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں رہا، اور دونوں کا ایک گھر میں رہنا بھی جائز نہیں، واللہ اعلم!

''میں فلاں بنت فلاں کو.......دیتا ہوں'' تین دفعہ لکھنا

سوال:... میری شادی ۲؍مارچ ۱۹۸۸ء میں ہوئی تھی، دسمبر ۱۹۸۸ء میں انہوں نے ایک طلاق دی، اور پھر رُجوع کرلیا،

---

(۱) المرء مؤاخذ بإقراره، ولٰكن يشترط في الإقرار أوّلًا أن يتم بالطوع والرضى، وأن يكون المقر عاقلًا بالغًا ...إلخ. (شرح المجلة ج:۱ ص:۵۳، رقم المادة:۷۹، طبع مكتبه حبيبيه كوئٹه).

(۲) فإن سرحتك كناية لٰكنه في عرف الفرس غلب إستعماله في الصريح ...إلخ. (شامی ج:۳ ص:۲۹۹).

(۳) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة .... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق).

اپریل کے آخر میں جب میں ساڑھے چار پانچ ماہ کے حمل سے تھی، انہوں نے ایک تحریر لکھی جس میں لکھا کہ: ''میں فلاں بنت فلاں کو ....دیتا ہوں، میں فلاں بنت فلاں کو.........دیتا ہوں، میں فلاں بنت فلاں کو.........دیتا ہوں'' یہ پڑھ کر میں رونے لگی اور کہا والدہ کو بلاتی ہوں، تو میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور کہا کہ والدہ کو نہ بتانا، اسی دن مجھے مارا بھی، مجھے اسی دوران پتا چلا کہ وہ ہیروئن کے عادی ہیں، میں نے ان کا اسپتال میں علاج کرایا، گھر آنے کے دُوسرے دن اپنے شہر چلے گئے، اس کے پندرہ بیس دن بعد شادی میں لینے کے لئے آئے، دُوسری دفعہ ماموں کو لے کر گالیاں دیتے ہوئے آئے، تیسری دفعہ بچی کے پیدا ہونے کے ڈیڑھ ماہ بعد اس کے تین چار دِن بعد شناختی کارڈ لینے آئے اور جب سے اب تک ان کا کوئی پتا نہیں، نہ ہی خط لکھا اور نہ ہی ملنے آئے، اب بچی بھی ایک سال کی ہوگئی ہے، ہسپتال میں بھی انہوں نے مجھ سے کہا تھا: ''جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا، میں نے تمہیں آزاد کیا'' بات بات پر طلاق اور آزاد کرنے کا ذِکر لاتے تھے، ابھی دو تین ماہ قبل میں نے اپنے اور بچی کے خرچ کا دعویٰ کیا، اس کا بھی جواب نہیں آیا، اب بتائیے میرے لئے کیا حکم ہے؟ کیا مجھے طلاق ہوگئی ہے؟ اگر ہوگئی ہے تو اَب عدّت کا کیا مسئلہ ہے؟ واضح رہے کہ میں ملازمت کرکے اپنا اور اپنی بچی کا پیٹ پالتی ہوں، اگر طلاق ہوگئی ہے تو ان کو کس طرح مطلع کیا جائے؟ عدالت میں رُجوع کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... آپ کی تحریر میں جو واقعات ذِکر کئے گئے ہیں، اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں،[1] اور وضعِ حمل کے بعد اب آپ آزاد ہیں،[2] جہاں چاہیں اپنا عقد کرسکتی ہیں، ان کو اِطلاع دینے یا ان سے اِجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

''گھر سے نکلو، میں نے تجھے طلاق دی''، ''میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، تو یہاں سے بھاگ جا''، ''میں نے تمہیں طلاق دی، تم چلی جاؤ'' کہنے سے تین طلاقیں ہوگئیں

سوال:... میرے شوہر نے ایک دن غصّے میں مجھے بہت مارا اور کہا کہ: ''گھر سے نکلو، میں نے تجھے طلاق دی'' مغرب کے وقت میں روزہ کھولنے لگے تو اس نے کہا: ''میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، تو یہاں سے بھاگ جا اور تم میرے اُوپر حرام ہو، اور میری ہر چیز حرام ہے تیرے لئے'' اور پھر کہا کہ: ''میں نے تیرا فطرہ بھی نہیں دینا، میں نے تجھے طلاق دی، تم چلی جاؤ یہاں سے'' اب دو سال بعد پھر تنگ کرنے لگا ہے اور جھوٹی قسم کھانے لگا ہے کہ میں نے نہیں کہا، کیا مجھے مذکورہ واقعات کے بعد طلاق ہوچکی ہے؟

جواب:... جو واقعات آپ نے لکھے ہیں، اگر صحیح ہیں تو آپ کو پکی طلاق ہوگئی، اور اس شخص کا ساتھ ختم ہوگیا،[3] آپ اس شخص کے پاس نہ جائیں، اس شخص کی قسم کا کوئی اِعتبار نہیں، اگر طلاق کے الفاظ آپ نے اپنے کان سے سنے ہیں تو آپ کا اس شخص کے ساتھ رہنا جائز نہیں۔[4]

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة ...... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹).

(۲) "واولٰت الأحمال أجلهنّ أن يضعن حملهنّ" (البقرة).

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر ۱۔

(۴) ولو قال لها: أنت طالق ونوىٰ به الطلاق عن وثاق لم يصدق .... والمرأة كالقاضي لَا يحل لها أن تمكنه إذا سمعته منه ذٰلك أو شهد به شاهد عدل عنها. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۱، كتاب الطلاق، طبع رشيديه).

طلاق کے الفاظ تبدیل کردینے سے طلاق کا حکم

سوال:... ہمارے گاؤں میں ایک بہت ہی شریف اور نیک لڑکی ہے، جس کی شادی کو ابھی ایک سال بھی پورا نہیں ہوا، وہ حاملہ بھی ہے، کچھ دن پہلے اس کے میاں نے کسی معمولی سی بات پر اس کو ایک کاغذ پر لکھ دیا کہ: ''میں نے اپنی بیوی فلاں بنت فلاں کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔'' جب لڑکی نے اور اس کی ماں نے یہ پڑھا تو رونے لگیں تو اس لڑکے نے وہ کاغذ ان سے چھین کر اس پر الف الف بڑھا دیا یعنی ''اطلاق دی، اطلاق دی، اطلاق دی''، اس کے بعد وہ لڑکا کہنے لگا کہ میں نے مذاق کیا ہے طلاق نہیں دی۔ لڑکی کا والد کہتا ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوسکتی۔ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں کہ اس مسئلے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اگر طلاق نہیں ہوئی تو وہ دونوں میاں بیوی بن کر ایک ساتھ رہیں، اگر طلاق ہوگئی ہے تو ان کو گنہگار ہونے سے منع کیا جائے۔

جواب:... طلاق مذاق میں بھی ہوجاتی ہے،[1] اور حالتِ حمل میں بھی۔[2] اس لڑکی کو تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اب دونوں ایک دُوسرے پر ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر حرام ہوگئے ہیں، بغیر تحلیلِ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[3]

''تمہیں طلاق'' کا لفظ کہا، ''دیتا ہوں'' نہیں کہا، اس کا حکم

سوال:... اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو ۲ طلاق دے دے پھر تیسری بار وہ ''تمہیں طلاق'' (وقفہ) دیتا ہوں نہیں کہتا۔ آیا طلاق ہوگئی یا نہیں یا اس کا کوئی کفارہ ہے؟

جواب:... ''تمہیں طلاق'' کے الفاظ سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں۔[4]

مختلف اوقات میں تین دفعہ طلاق دینے سے تین طلاقیں ہوجاتی ہیں

سوال:... میں ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، میرے والد صاحب نے بلاتحقیق میری شادی ایک بڑی عمر کی لڑکی سے کردی جو کہ مجھ سے تقریباً نو دس سال بڑی تھی، والد صاحب کی ضرورت صرف یہ تھی کہ لڑکی کا بھائی ان کے مفاد میں ایک پرائیویٹ اِدارے میں افسر تھا۔ میری بیوی مجھ سے عمر میں بڑی ہونے کے باوجود مجھے پسند نہیں کرتی تھی، بلکہ شاید ماضی میں کسی اور کو چاہتی رہی تھی، بہرحال میں نے والد صاحب کے اس فیصلے کو قبول کرلیا اور اِزدواجی زندگی گزارنے کی کوشش شروع کی، جس میں مجھے سخت مشکلات و ذہنی صدمے ہوئے اور دو سال کے عرصے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیٹا بیٹی عطا کردی، مگر اِختلافات دن بدن بڑھتے گئے، میری بیوی نے ہر طرح کی نافرمانی، بدزبانی اور مجھ سے ہاتھاپائی تک کی، اور اس دوران مجھ سے مختلف تین اوقات میں

---

(۱) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ: النكاح، والطلاق، والرجعة. (أبوداؤد ج:۱ ص:۳۰۵). عن فضالة بن عبيد الأنصاري، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث لَا يجوز اللعب فيهنّ: الطلاق والنكاح والعتق. (مجمع الزوائد ج:۴ ص:۳۳۸، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۲) وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۵۶).

(۳) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰).

(۴) أيضًا.

تین طلاق دینے کے الفاظ ادا ہوگئے، اور میں نے ایک مولانا سے رُجوع کیا تو انہوں نے طلاق واقع ہوجانے کا فتویٰ دے دیا۔ اب میں نے یہ فتویٰ اپنے والد اور اپنی بیوی کے بھائیوں کو دِکھایا تو انہوں نے مجھے کہا کہ بس اب خاموشی کے ساتھ زندگی گزارے جاؤ۔ ان حضرات پر ان حالات کا کوئی اثر نظر نہیں آتا ہے۔ اس وقت ہم میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں اور طلاق ہوچکی ہے، میری بیوی کہتی ہے کہ مجھے کچھ پتا نہیں ہے، جبکہ میرے والد اور میرے سالوں کو معلوم ہے کہ طلاق ہوگئی ہے۔ آپ مشورہ دیجئے کہ میں کیا کروں؟ میری کوئی نہیں سنتا ہے۔

جواب:... مختلف اوقات میں تین طلاق دینے سے میاں بیوی کا تعلق ختم ہوجاتا ہے، اس کے بعد میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا زِناکاری و بدکاری ہے۔[۱]

اپنے قلم سے تین طلاقیں تحریر کردینے سے تین واقع ہوگئیں، اگرچہ عورت تک نہ پہنچی ہوں

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک واقعہ ہوا ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اس طرح دی ہیں کہ اس نے ایک ہی کاغذ پر باقاعدہ تاریخ لکھ کر طلاق کا لفظ تین بار اِستعمال کیا ہے، اور تین بار ہی دستخط کئے ہیں، لیکن طلاق لکھتے وقت گواہ موجود نہیں تھے، اور نہ ہی طلاق کے کاغذ پر گواہوں کے دستخط ہیں، یعنی بغیر گواہوں کے اس نے طلاق لکھی ہے، اور صحیح طریقے سے اور نیت سے اس نے طلاق لکھی ہے۔ طلاق لکھنے کے بعد اس شخص نے (اپنے سوتیلے باپ) یعنی اپنے گھر کے سربراہ کو دے دی کہ لڑکی تک پہنچادیں، کیونکہ اس وقت لڑکی موجود نہیں تھی، وہ طلاق دینے سے پہلے ہی ناراض ہوکر میکے چلی گئی تھی، اب وہ طلاق گھر کے سربراہ نے لڑکی تک نہیں پہنچائی ہے اور نہ ہی خود طلاق دینے والے شخص نے پہنچائی ہے۔ اس واقعے کو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد گھر کے سربراہ اس لڑکی کو لے کر گھر آگئے اور وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اِکٹھے رہ رہے ہیں۔ اب ان کا کہنا ہے کہ طلاق لڑکی تک نہیں پہنچائی گئی ہے اور نہ ہی لڑکی نے خود سنی ہے، اس لئے یہ طلاق نہیں ہوئی، اب جبکہ لڑکی کو معلوم ہوا ہے کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی تھی مگر اس تک نہیں پہنچائی گئی ہے اور یہ بات لڑکی والوں کو بھی معلوم ہوچکی ہے۔ لڑکے کا کہنا ہے اور گھر کے سربراہ کا کہ یہ طلاق لڑکے نے پھاڑ دی ہے۔ میں چشم دید گواہ ہوں کہ یہ طلاق میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور پڑھی ہے، اس کے علاوہ کئی لوگوں کو بھی انہوں نے بتلایا ہے اور لڑکے نے خود کہا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔

جواب:... جب اس نے تین طلاقیں خود اپنے قلم سے لکھ دیں، تو طلاقیں واقع ہوگئیں،[۲] خواہ لڑکی تک پہنچی ہوں، چاہے نہ پہنچی ہوں، اس لئے ان دونوں کا بغیر شرعی حلالہ کے میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا بدکاری اور زِنا ہے، دونوں کو فوراً الگ ہوجانا چاہئے۔[۳]

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة ...... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره ...الخ. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، أيضًا: الجوهرة ج:۲ ص:۱۲۸، اللباب ج:۲ ص:۱۸۳).

(۲) الكتابة ...... إن كانت مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو. (عالمگيرى ج:۱ ص:۳۷۸).

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

بیوی سے کہا کہ ”بھائی کے ساتھ چلی جائے اور تمہیں طلاق دیتا ہوں“ کے الفاظ پانچ چھ دفعہ کہنے سے کتنی طلاقیں ہوئیں؟

سوال:... ایک روز میری میرے سالے سے لڑائی ہوگئی، اس نے مجھے گالیاں دیں، جس کی وجہ سے میں نے اپنی بیوی کو غصّے میں کہا کہ وہ بھائی کے ساتھ چلی جائے اور میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ یہ لفظ کوئی میں پانچ چھ مرتبہ کہہ گیا، اب میرے سسرال والے میری بیوی کو اپنے گھر لے گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگئی اور وہ اس وقت حمل سے ہے، اور میں نے یہاں پر کئی مولویوں سے بات کی، ان میں سے کئی لوگ کہتے ہیں کہ آپ ۷۰ آدمیوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کردیں۔ یہ بات بھی قابلِ ذِکر ہے کہ وہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہے، اور اس سے پہلے میرے دو بچے اور ایک بچی بھی ہے، مگر میرے سسرال والے نہیں مانتے۔

جواب:... آپ کے الفاظ سے تین طلاقیں ہوگئیں، بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ ستر آدمیوں کو کھانا کھلانے کی بات غلط ہے۔[1]

شوہر نے ”ایک طلاق ہے آپ کو“ کہا، کچھ دنوں بعد کہا: ”آپ کو ایک اور دو طلاق ہے“ تو تین طلاقیں ہوگئیں

سوال:... ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا کیا اور کہا کہ: ”ایک طلاق ہے آپ کو“ پھر کچھ دنوں کے بعد رُجوع کیا۔ چلتے چلتے دو تین بچے بھی ہوئے، پھر میاں اور بیوی کے درمیان تلخ گوئیاں وغصہ بڑھ گیا، میاں نے بیوی کو کہہ دیا کہ: ”آپ کو ایک اور دو طلاق ہے“ اور یہ کہہ کر پندرہ دن تک میاں گھر بھی اسی غصّے میں نہیں آیا، بعد میں آکر رُجوع کیا۔

جواب:... ایک طلاق تو پہلے ہوگئی تھی، جس سے رُجوع کرلیا تھا، اور دو طلاقیں اب ہوگئیں، لہٰذا تین طلاقیں مکمل ہوگئیں اور بیوی حرام ہوگئی، اب جو رُجوع کیا تو ناجائز کیا، بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[2]

شوہر نے اسٹامپ پیپر پر طلاق لکھ دی تو طلاق واقع ہوگئی

سوال:... آپ کی دُکھی بہن کی فریاد یہ ہے کہ آج سے ڈھائی سال پہلے میرے شوہر نے کورٹ کا ایک اسٹامپ مجھے لکھ کر

---

(۱) ”اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“ (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰)۔ أيضًا: وان كان الطلاق ثلاثًا .... لم تحل له من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹) تفصیل کے لئے: الجوهرة ج:۲ ص:۱۲۸ ملاحظہ ہو۔

(۲) أيضًا۔

بھیج دیا ہے جس پر لکھا ہے کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے، جبکہ مجھے پتا بھی نہیں ہے کہ وہ اقرارنامہ میں نے کیسے لکھ دیا، جبکہ میں نے کبھی اِقرارنامہ لکھا بھی نہیں اور نہ مجھے لکھنا آتا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق کے ساتھ چار بچے اور ڈھائی ہزار روپے مہر دے دیئے ہیں، جبکہ نہ مجھے ڈھائی ہزار مہر دیا ہے، وہ اقرارنامہ اس طرح لکھا ہے کہ جو بھی دیکھے تو سمجھے کہ میں نے لکھا ہے، حالانکہ میں نے نہیں لکھا بلکہ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ مجھے طلاق بھی نہیں دی، صرف گھر سے نوکری پر گئے اور واپس نہ آئے، نہ لڑائی ہوئی، کچھ بھی نہیں ہوا۔ کتاب وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ مجھے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اِقرارنامے میں جھوٹ کا گواہ بھی ہے۔

جواب:... اگر یہ اسٹامپ آپ کے شوہر ہی نے بھجوایا ہے تو طلاق ہوگئی، خواہ اس پر جس اِقرارنامے کا ذِکر کیا گیا ہے وہ جھوٹ ہی ہو۔[1]

تین دفعہ طلاق دینے سے تین طلاقیں ہوجائیں گی

سوال:... ایک مردِ مسلمان نے اپنی مدخول بہا (جس سے صحبت کی ہو) مسلمان بیوی کو دو سے زائد مرتبہ کہا کہ: ''میں نے تجھے طلاق دی'' یا ''میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں'' یا یوں کہے کہ: ''میں نے تجھ کو تین طلاق دی'' یا ''میں تجھ کو تین طلاق دیتا ہوں'' یا اسی قسم کی تحریر خود تحریر کرے یا تحریر کو سن کر اپنے دستخط یا نشانِ انگوٹھا ثبت کرے تو کیا صورتِ حال ہوگی؟ کیا بیوی پر ایک طلاق وارد ہوگی؟ کیا مرد رُجوع کرسکتا ہے؟ کیا مرد کو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟ کیا بیوی رجعت سے انکار کرسکتی ہے؟ کیا بیوی مطلقاً حرام ہوگئی؟

جواب:... جب اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو تین ہی ہوں گی، ''تین''، ''ایک'' تو نہیں ہوتے۔ تین طلاق کے بعد نہ رُجوع کی گنجائش رہتی ہے، نہ حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، بیوی حرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوگئی۔[2]

طلاق کے بارے میں پاکستان ٹیلی ویژن کے ''مفتیٔ اعظم'' کے فتوے کا جواب

سوال:... پچھلے دِنوں ہمارے پاکستان ٹیلی ویژن کراچی سینٹر سے پیش کیا جانے والا ڈرامہ ''گھر ایک نگر'' اِختتام پذیر ہوا، جس کو اس ملک کی مایہ ناز ڈرامہ نگار فاطمہ ثریا بجیا نے تحریر کیا تھا، اس ڈرامے کی گیارہویں قسط جو بروزِ جمعہ مؤرخہ ۲۸/۱۰/۱۹۹۴ء کو پیش کی گئی تھی، اس قسط میں طلاق کے متعلق ایک فاش غلطی میں نے نوٹ کی اور اس وقت میں نے سوچا تھا کہ میری طرح کئی لوگوں نے اس غلطی کو نوٹ کیا ہوگا، اس بات کو اتنے دِن ہوچکے ہیں مگر آج تک اس کے بارے میں نہ تو کوئی تردید ہوئی پاکستان ٹیلی ویژن کی جانب سے، اور نہ ہی ڈرامہ نگار کی جانب سے کسی قسم کی تردید شائع ہوئی، مگر آج میں مجبوراً اس مسئلے پر قلم اُٹھانے کی جسارت کر رہا ہوں، اور اس مسئلے کو آپ کی عدالت میں پیش کر رہا ہوں، اُمید ہے کہ آپ ہماری صحیح رہنمائی کریں گے۔

ڈرامے کا ہیرو کامران (خالد بن شاہین) ایک کمرے میں داخل ہوتا ہے، جہاں اس کا باپ (خالد ظفر) اور ماموں (ارشاد

---

(۱) وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو. (شامى ج:۳ ص:۲۴۶).
(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ دیکھیں۔

علی) بیٹھے ہوئے دِکھائے گئے تھے۔ (یہ بات یاد رہے کہ ماموں (ارشاد علی) اس ڈرامے میں ایک معروف وکیل کا کردار ادا کر رہے تھے) کامران (خالد بن شاہین) کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ کہتا ہے (کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس کے ہاتھ میں ایک اسٹامپ پیپر دِکھایا گیا تھا) ماما میں نے سونیا (رعنا غنی) (جو اس ڈرامے میں کامران کی بیوی کا کردار ادا کر رہی تھی) کو طلاق دے دی ہے، اور پھر اسٹامپ پیپر اپنے ماموں جو وکیل ہوتے ہیں ان کے آگے پیش کر دیتا ہے، کامران کا ماموں اس کو سمجھاتے ہوئے کہتا ہے کہ: ''جذباتی مت بنو اور بیٹھ جاؤ، تمہارے کہہ دینے اور لکھ دینے سے طلاق نہیں ہوتی۔'' (اس پورے ڈرامے میں اس جوڑے کے اِزدواجی تعلقات خراب دِکھائے گئے ہیں)۔ اب حضرت صاحب! آپ وکیل صاحب کے اس جملے پر غور کریں کہ ''تمہارے کہہ دینے اور لکھ دینے سے طلاق نہیں ہوتی'' حالانکہ کامران نے اس طلاق کے لئے اسٹامپ پیپر اِستعمال کیا اور اس کے پیپر پر لکھ کر طلاق دی اپنی بیوی یعنی سونیا کو۔

حضرت صاحب! اگر یہ بات جو اس ڈرامے میں پیش کی گئی تھی یعنی ''تمہارے کہہ دینے اور لکھ دینے سے طلاق نہیں ہوتی'' صحیح ہے تو کس طرح؟ اور اگر نہیں تو پھر اس ناپاک ٹی وی کو یہ بات پیش کرنے کی کس طرح جسارت ہوئی؟ آپ کے علم میں ہے کہ ٹی وی بہت ہی طاقت ور میڈیا ہے اور اس کی ہر چیز کا اثر اِنسانی معاشرے پر پڑتا ہے، اگر کوئی ایک شخص اس بات کو نوٹ کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور وہ بھی لکھ کر، اور پھر یہ کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی تو پھر ہماری شریعت کا کیا کام؟ اور پھر ہر آدمی یہ کرتا پھرے گا۔

جواب:... میں نے کئی بار لکھا ہے کہ ٹی وی ایک لعنت ہے، اور یہ ''اُمّ الخبائث'' ہے، جس نے دُنیا جہان کی گندگی ہمارے گھروں میں لا ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے اس کمزور بندے کو، میرے اہل و عیال کو اور میرے گھر کو اس لعنت سے محفوظ اور اس گندگی سے پاک رکھا ہے۔

پی ٹی وی کے مفتیٔ اعظم ماموں ارشاد علی کا یہ کہنا کہ ''کہنے اور لکھنے سے طلاق نہیں ہوتی'' اسلامی شریعت سے بھونڈا مذاق اور قرآنِ کریم کی تکذیب ہے۔ لیکن ٹی وی والوں کو اس کی کیا پروا؟ قرآنِ کریم کی تکذیب ہوتی ہے تو ہوتی رہے، دِینِ اسلام کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو اُڑتا رہے، لوگ اپنے دِین و اِیمان سے ہاتھ دھوتے ہیں تو دھوتے رہیں، لوگوں کے دِلوں میں کفر و نفاق کے جراثیم پھیلتے ہیں تو پھیلتے رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا مذاق اُڑا کر، آپ کی کردارکشی ہو رہی ہو، تو ہوتی رہے:

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے!

ٹی وی والوں کے یہاں صرف ایک ادب ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ پاک اور معصوم حکومت کے دامن پر کوئی معمولی داغ دھبہ بھی نہیں آنا چاہئے، اس کے علاوہ اور جو کچھ بھی ہوتا ہے، ہوتا رہے، کوئی پروا نہیں، اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے بقول:

گورنمنٹ کی یارو خیر مناؤ
انا الحق کہو اور سولی نہ پاؤ

بہرحال مسلمان بھائیوں کو یہ اُصول یاد رہنا چاہئے کہ ہمارے ریڈیو اور ٹی وی قیدِ شریعت سے آزاد ہیں، شرعی مسائل میں ان کے فتوے ''گوزِشتر'' سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے، کسی کو کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو کسی مستند دارالافتاء سے پوچھا جائے۔ ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں کو دیکھ اور سن کر نہ آج تک کوئی مسلمان ہوا ہے، نہ کوئی بے نمازی نماز کا پابند ہوا ہے، نہ کسی غاصب نے لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا عہد کیا ہے، نہ کسی کے دِل میں آج تک فکرِ آخرت پیدا ہوئی ہے۔ ان طاقت ور ذرائع ابلاغ کو گمراہی اور فحاشی پھیلانے کے لئے تو اِستعمال کیا جاسکتا ہے، اور کیا جارہا ہے، لیکن خیر اور بھلائی کے پھیلنے پھیلانے کی توقع رکھنا کارِ عبث ہے...!

طلاق نامے کی رجسٹری ملے یا نہ ملے یا ضائع ہوجائے، بہرحال جتنی طلاقیں لکھیں، واقع ہوگئیں

سوال:... میری شادی میرے پھوپھی زاد کے ساتھ لندن میں ہوئی، ناچاقیوں کے بعد بات اتنی بڑھی کہ مجھے گھر سے نکلنے کے لئے کہا گیا اور کہا گیا کہ: ''ہم پھر تمہیں دوبارہ واپس گھر میں بلالیں گے۔'' چنانچہ میں پاکستان آگئی لیکن ابھی چار پانچ ماہ بھی پاکستان میں آئے ہوئے نہ ہوئے تھے کہ لندن سے طلاق روانہ کردی گئی۔ اب میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر مرد طلاق بذریعہ رجسٹری بھیج دے اور وہ بھی باہوش وحواس اور بارضا و رغبت دی گئی ہو تو وہ عورت جس کو طلاق روانہ کی گئی ہو، اسے پڑھے بغیر پھاڑ دے یا وصول ہی نہ کرے تو کیا اس سے طلاق نہیں ہوتی؟ اور اگر عورت کو معلوم نہ بھی ہو کہ رجسٹری میں طلاق آئی ہے اور گھر کا دُوسرا فرد اسے پڑھ کر پھاڑ دے اور عورت کو مطلع نہ کرے کہ تمہیں طلاق بھیجی گئی ہے تو اس سلسلے میں بھی یہی پوچھنا ہے کہ کیا اس طرح طلاق واقع نہ ہوگی؟ میرے لئے پریشان کن مسئلہ یہ ہے کہ اب وہ لوگ اس بات پر اصرار کررہے ہیں کہ طلاق قانونی لحاظ سے موٴثر نہیں کہ نہ ہی اس سلسلے میں وہاں یعنی لندن کے قانون سے، اور نہ ہی یہاں کے کسی قانونی ذریعے سے یہ دی گئی ہے، اس لئے یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، اس لئے ہم سے رُجوع کرلیں جبکہ میں اس سلسلے میں تیار نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مولوی حضرات سے (لندن میں) بھی پوچھا ہے، وہ کہتے ہیں طلاق واقع نہیں ہوئی کہ یہ ایک دم سے تین لکھ دی گئی ہیں، جبکہ طلاق وقفے وقفے سے دی جائے تو واقع ہوتی ہے، ورنہ بے شک دن میں سو بار بھی مرد یہ کہہ دے کہ: ''میں فلاں کو طلاق دیتا ہوں'' تو وہ ایک ہی گنی جائے گی، یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا ایک بار ہی یا ایک ہی دن میں تین بار طلاق لکھ دینے یا کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی؟ ان لوگوں نے مجھے اس شک میں ڈال دیا ہے کہ جب تک علاقے کے کونسلر کو مطلع نہ کیا جائے طلاق واقع نہیں ہوتی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب طلاق دی جائے تو علاقے کے کونسلر کو اطلاع کرنا ضروری ہے، اس کے علاوہ اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ جب تک نکاح میں کونسلر صاحب موجود نہ ہوں تو نکاح بھی نہیں ہوتا۔ اگر میری طلاق غیر موٴثر ہے تو یہ کس طرح موٴثر ہوسکتی ہے؟ اس کا بھی تفصیلاً ذکر کردیں تو مہربانی ہوگی۔

جواب:... شوہر کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ بیوی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، اور بیوی طلاق نامے کی رجسٹری وصول کرے یا نہ کرے، اور وصول کرکے خواہ اس کو رکھے یا پھاڑ دے، طلاق ہر حال میں واقع ہوجائے گی، اس لئے یہ عام

خیال کہ اگر بیوی طلاق نامے کی رجسٹری وصول نہ کرے، یا وصول کرکے پھاڑ دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، بالکل غلط ہے۔ [1]

ایوب خان (سابق صدرِ پاکستان) کی نافذ کردہ ''شریعت'' جو (عائلی قوانین کے نام سے ہے) پاکستان میں نافذ ہے، اس کے مطابق کونسلر صاحب کو طلاق کی اطلاع دینا اور اس کی جانب سے مصالحت کی کوشش کا انتظار کرنا ضروری ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ایسی کوئی شرط نہیں، بلکہ جب شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوگئی، خواہ کونسلر صاحب کو اطلاع کی ہو یا نہ کی ہو۔

صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، اور اس کے بعد مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ [2] لیکن ایوب خان کی ''شریعت'' میں جو پاکستان میں ''عائلی قوانین'' کے نام سے نافذ ہے، شوہر کو تین طلاق دینے کے بعد بھی مصالحت کا اختیار دیا گیا ہے۔ آپ کے شوہر نے آپ کو جو طلاق نامہ بھیجا ہے وہ میں نے پڑھا ہے اس میں ''طلاقِ مغلّظہ'' کا لفظ لکھا گیا ہے، اس طلاق نامے کے بعد میاں بیوی کا رشتہ قطعی طور پر ختم ہو چکا ہے، نہ مصالحت کی گنجائش ہے اور نہ دوبارہ نکاح کرنے کی۔ [3] جن مولویوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوتی، ان کا فتویٰ بالکل غلط اور تمام ائمہ فقہاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے، آپ اس فتویٰ کو ہرگز قبول نہ کریں ورنہ ساری عمر بدکاری کا گناہ ہوگا۔

تین طلاق کے بعد اُسی خاوند سے دوبارہ نکاح کے لئے حلالے کی سزا عورت کو کیوں ہے؟

سوال:... اگر مرد، عورت کو تین دفعہ طلاق دیدے تو طلاق ہوجاتی ہے، مگر عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ عدّت کے دِن پورے کرنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے، اور پھر اس سے طلاق لینے کے بعد اپنے سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کرے، جسے دُوسرے لفظوں میں ''حلالہ'' کہتے ہیں۔

طلاق مرد اپنی مرضی سے دیتا ہے حالانکہ قصور مرد کا ہے، عورت نہیں چاہتی کہ اسے طلاق دی جائے، مگر سزا عورت کو ملتی ہے۔ (یہاں یہ بات مدِنظر رکھی جائے کہ طلاق کے کچھ عرصہ بعد دونوں میں اِتفاق ہوجاتا ہے اور وہ دوبارہ ایک ہونا چاہتے ہیں) اس میں عورت کا کیا قصور ہے کہ وہ حلالہ کرے اور اس کے بعد اپنے شوہر سے نکاح کرے؟ تمام اذیت عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہے جبکہ

---

(۱) الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة، الکتابة علٰی نوعین، وإن کانت مرسومة یقع الطلاق نوی أو لم ینو، ثم المرسومة لَا تخلوا إمّا أن أرسل الطلاق بأن کتب: أما بعد فأنت طالق، فکما کتب ھٰذا یقع الطلاق وتلزمھا العدّة من وقت الکتابة. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۰). أیضًا: یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغًا عاقلًا سواء کان حرًّا أو عبدًا طائعًا أو مکرھًا، کذا فی الجوھرة النیرة. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳).

(۲) ومذھب جمھور الصحابة والتابعین ومن بعدھم من أئمة المسلمین إلٰی أنه یقع ثلاث. (شامی ج:۳ ص:۲۳۳). ومذھب جماھیر العلماء من التابعین ومن بعدھم، منھم الأوزاعی والنخعی والثوری وأبو حنیفة وأصحابه ومالک وأصحابه والشافعی وأصحابه .... وآخرون کثیرون علٰی أن من طلق إمرأته ثلاثًا وقعن ... إلخ. (عمدة القاری للعلامة عینی شرح بخاری ج:۲۰ ص:۲۳۳). وقد إختلف العلماء فیمن قال لإمرأته أنت طالق ثلاثًا فقال الشافعی ومالک وأبوحنیفة وأحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث. (شرح نووی علٰی مسلم ج:۱ ص:۴۷۸، طبع قدیمی).

(۳) ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَإِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ'' (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰).

مرد صرف منہ سے تین مرتبہ طلاق کا لفظ نکالتا ہے بلا تکلف اور مصیبت عورت پر پڑ جاتی ہے۔

جواب:... عورت کو اَذیت میں مبتلا ہونے پر کون مجبور کرتا ہے؟ عورت کو چاہئے کہ کسی دُوسری مناسب جگہ عقد کر کے امن اور چین سے زندگی بسر کرے، اور ظالم مرد کو دوبارہ منہ نہ لگائے جس نے تین طلاقیں دے کر رشتۂ اِزدواج کو قطع کر دیا۔ یہ حکم کہ تین طلاق کے بعد عورت کا نکاح طلاق دہندہ سے نہیں ہوسکتا، جب تک حلالہ شرعی نہ ہو، یہ حکم عورت ہی کے مفاد کے لئے ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں طلاق دینے کے بعد آدمی جب چاہتا رُجوع کرلیتا خواہ سو بار طلاق دی ہو، اور مظلوم عورت کے لئے اس ظالم کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اس دستور کی اِصلاح کے لئے حکم دیا کہ ایسی طلاق جس کے بعد رُجوع ہوسکے صرف دو مرتبہ ہے، اگر تیسری طلاق دے دی تو نہ صرف یہ کہ اب مرد کو رُجوع کرنے کا حق نہیں بلکہ یہ عورت اس مرد پر حرام ہوگئی، اور اس عورت کا نکاح بھی اس سے نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ عورت دُوسرے شوہر سے عقدِ صحیح کر کے وظیفۂ زوجیت ادا کرے، پھر وہ دُوسرا شوہر مرجائے یا اس کو طلاق دیدے، اور اس کی عدّت بھی گزر جائے تب فریقین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ الغرض حلالہ شرعی کی جو شرط قرآنِ کریم نے رکھی ہے وہ عورت کو سزا دینے کے لئے نہیں، بلکہ مرد کا دِماغ دُرست کرنے کے لئے ہے کہ اگر اس نے تین طلاقیں دیں تو یہ شہباز (بیوی) اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اسے دوبارہ حبالہ عقد میں لانا بغیر حلالہ شرعی کے ممکن نہیں ہوگا، اس لئے طلاق کو کھیل تماشا نہ سمجھے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ تین طلاق کے بعد صحیح طریقہ یہی ہے کہ عورت ایسے مرد کے ساتھ مصالحت نہ کرے، بلکہ عدّت کے بعد دُوسری جگہ عقد کر کے شریفانہ زندگی گزارے، اور اگر خدانخواستہ دُوسرے شوہر کا اِنتقال ہوجائے یا وہ طلاق دیدے تب عدّت کے بعد وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہوسکتی ہے اور وہ دوبارہ عقد کرسکتے ہیں۔

کیا تین طلاق کے بعد دُوسرے شوہر سے شادی کرنا ظلم ہے؟

سوال:... ایک شخص بدکار، نشہ کرنے والا اور دیگر عیوب میں غرق ہے، اور اپنی بیوی کو جو نہایت پارسا، دِین دار اور نیک ہے، طلاق دیتا ہے۔ طلاق حالتِ نشہ میں نہیں دی تھی، بعد میں یہی شخص تائب ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی بیوی سے شادی کرلے، لیکن طلاق کے بعد جب تک وہ عورت کسی دُوسرے شخص کے نکاح میں نہ جائے وہ اپنے شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی۔ مگر عورت کا عذر یہ ہے کہ غلطی خاوند کی تھی اور وہ اپنے پہلے شوہر کے علاوہ کسی دُوسرے شخص سے نکاح اور نکاح کے بعد مباشرت کا تصوّر بھی نہیں کرسکتی۔ وہ کہتی ہے کہ اسلام میں بے گناہ پر کبھی ظلم نہیں جاری ہوسکتا ہے اور عورت کی غلطی نہیں ہے، لہٰذا اس کو کسی دُوسرے آدمی سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور وہ اپنے شوہر ہی سے نکاح چاہتی ہے۔ اسلام کی رُو سے انہیں مسئلے کا حل بتائیں، کیا عورت پر پہلے ظلم کے بعد اس کی مرضی کے خلاف دُوسرا نکاح لازم ہے؟ اجماع کیا ہے؟ اور حالات کے پیشِ نظر عورت کا یہ کہنا کہ میرے اُوپر ہی ظلم کیوں ہے اور کس قانون کی بنا پر؟ اور کیا قانون تبدیل نہیں ہوسکتا ہے؟

جواب:... یہاں چند باتیں سمجھ لینا ضروری ہیں:

اوّل:... یہ کہ تین طلاق کے بعد عورت طلاق دینے والے پر قطعی حرام ہوجاتی ہے، جب تک وہ دُوسری جگہ نکاحِ شرعی کرکے اپنے دُوسرے شوہر سے وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرے، اور وہ اپنی خوشی سے طلاق نہ دے اور اس کی عدّت گزر نہ جائے، یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی، نہ اس شرط کے بغیر ان دونوں کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، یہ قرآنِ کریم کا قطعی اور دوٹوک فیصلہ ہے، جس میں نہ کوئی اِستثناء رکھا گیا ہے اور نہ اس میں کسی ترمیم کی گنجائش ہے۔ (۱)

دوم:... قرآنِ کریم کا فیصلہ عورت کو سزا نہیں، بلکہ اس مظلومہ کی حمایت میں اس کے طلاق دینے والے ظالم شوہر کو سزا ہے۔ گویا اس قانون کے ذریعہ اس شوہر کو خداتعالیٰ کی طرف سے سرزنش کی گئی ہے کہ اب تم اس شریف زادی کو اپنے گھر آباد کرنے کے اہل نہیں رہے ہو، بلکہ اب ہم اس کا عقد قانوناً دُوسری جگہ کرائیں گے اور تمہیں اس شریف زادی کو دوبارہ قیدِ نکاح میں لانے سے بھی محروم کردیا گیا ہے، جب تک کہ تمہیں عقل نہ آجائے کہ کسی شریف خاتون کو تین طلاق دینے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

سوم:... خالقِ فطرت کا ارشاد فرمودہ یہ قانون سراسر مظلوم عورت کی حمایت میں ہے، لیکن یہ عجیب و غریب عورت ہے کہ وہ ظالم کے ساتھ تو پیوند جوڑنا چاہتی ہے مگر خالقِ کائنات، جو خود اسی کی بھلائی کے لئے قانون وضع کر رہا ہے اس کے قانون کو اپنے اُوپر ظلم تصوّر کرتی ہے۔ اور پھر ایک ایسا شخص جو شرابی ہے، ظالم ہے اور جس پر وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی ہے اس سے تو خداتعالیٰ کی حد کو توڑ کر نکاح کرنے کی خواہش مند ہے اور اسے کسی نیک، پارسا، شریف النفس مسلمان کے ساتھ نکاح کرنے کا جو مشورہ دیا جارہا ہے، اسے اپنے حق میں ظلم تصوّر کرتی ہے۔ انصاف کیجئے! کہ اگر تین طلاق دینے والا ظالم ہے اور اس کو اس کی سزا ملنی چاہئے تو یہ بیگم صاحبہ جو اس ظالم سے تعلق قائم کرنے میں خدا کے اَحکام کو بھی ظلم تصوّر کرتی ہیں، اس ظالم سے کیا کم ظالم ہیں...؟ یہ سزا عورت کو نہیں بلکہ اس ظالم مرد کو دی گئی ہے جسے عورت اپنی حماقت سے اپنے حق میں ظلم تصوّر کرتی ہے۔ وہ اس ظالم سے دوبارہ نکاح کرنے پر کیوں بضد ہے؟ اسے چاہئے کہ کسی اور جگہ اپنا عقد کرکے شریفانہ زندگی بسر کرے اور اس ظالم کو عمر بھر منہ نہ لگائے۔

چہارم:... یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ جس طرح زہر کھانے کا اثر موت ہے، زہر دینے والا ظالم ہے، مگر جب اس نے مہلک زہر دے دیا تو مظلوم کو موت کا منہ بہرحال دیکھنا ہوگا۔ اسی طرح تین طلاق کے زہر کا اثر حرمتِ مغلّظہ ہے، یعنی یہ خاتون دُوسری جگہ چاہے تو نکاح کرسکتی ہے (اس کو دُوسری جگہ نکاح کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا)، لیکن پہلے شوہر کے لئے وہ حلال نہیں رہی۔ اگر وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے تو یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دُوسری جگہ عقد اور خانہ آبادی نہ ہو۔ پس جس طرح موت نتیجہ ہے زہرخوری کا، اسی طرح یہ حرمتِ مغلّظہ نتیجہ ہے تین طلاق کا۔ اگر یہ ظلم ہے تو یہ ظلم بھی تین طلاق دینے والے ہی کی طرف سے ہوا ہے کسی اور کی طرف سے نہیں۔ اگر عورت اسی ظالم کے گھر بخوشی رہنا چاہتی ہے تو اسے اس کے ظلم کا نتیجہ بھی بخوشی بھگتنا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس قانون میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔

---

(۱) "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ..... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ" (البقرة: ۲۲۹-۲۳۰)۔ أيضًا: وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرّة ...... لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، طبع بلوچستان)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: رُوح المعانی ج:۲ ص:۱۴۱، ۱۴۲۔

کیا شدید ضرورت کے وقت حنفی کا شافعی مسلک پر عمل جائز ہے؟

سوال:... اختر نے غیر کفو میں شادی کی، اس کی بیوی اپنے والدین کے گھر زیادہ رہتی تھی، اختر اس کی طرف رغبت بہت کرتا تھا، لیکن ایک دن بیوی کے غیر متوازن رویے سے تنگ آکر اس نے قسم کھائی کہ اگر اَب کی بار بغیر کسی خاص وجہ کے میں اپنے سسرال کے گھر بیوی سے ملنے گیا تو مجھ پر میری بیوی تین دفعہ طلاق ہوگی۔ ایک ماہ اپنے کو روکے رکھا اپنے گھر میں، پھر خواہشِ نفس نے شدید تقاضا کیا، کچھ کتب دیکھیں معلوم ہوا اسے کہ طلاق سہ گانہ بیک نشست اُمت کے درمیان مختلف فیہ ہے، اجتہادی مسائل جو کتاب ہے مولوی جعفر شاہ ندوی صاحب کی، اس میں دیکھا کہ طلاقِ ثلاثہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۃ الرسول صدیقِ اکبرؓ کے دور میں ایک کا حکم رکھتی تھی، یعنی رجعی، اور عمرؓ فاروق کا مسلک سیاسی تھا، شرعی نہ تھا۔ یہ بات فتاویٰ رشیدیہ میں دیکھی۔ اور حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے نزدیک عندشدید ضرورت عمل حنفی کا شافعی مسلک پر جائز ہے، جن کے ہاں طلاقِ ثلاثہ رجعی ہے۔ ان وجوہات نے اس کی ہمت بندھائی، اور سسرال چلا گیا، تمتع کیا اپنی بیوی سے۔ اب آیا اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا کچھ گنجائش باقی ہے؟ عندضرورت حنفی کا عمل اُو پر شافعی فقہ کے مسئلے میں رُجوع کی صورت میں اس کی عاقبت تو سلامت ہوگی، اگر نہیں تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... ''اجتہادی مسائل'' میں جعفر شاہ ندوی نے جو کچھ لکھا ہے، وہ قطعاً غلط اور مہمل ہے۔ تین طلاقیں جو بیک وقت دی گئی ہوں وہ جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اور چاروں اِماموں کے نزدیک تین ہی ہوتی ہیں،[1] اس لئے یہاں اِمام شافعیؒ یا کسی اور اِمام کا اختلاف ہی نہیں کہ ان کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔ اختر کے دِل میں سسرال کے گھر جاکر بیوی سے ملنے کا شدید تقاضا پیدا ہوتا ہے اور اسے کوئی ''خاص وجہ'' وہاں جانے کی نظر نہیں آتی، وہ کتابیں دیکھنا شروع کرتا ہے تاکہ اسے ''بغیر کسی خاص وجہ کے'' وہاں جانے کا حیلہ مل جائے، اسے جعفر شاہ ندوی کی کتاب میں یہ بات مل جاتی ہے کہ تین طلاقیں جو بیک وقت دی گئی ہوں وہ ایک ہی ہوتی ہیں، اس سے وہ یہ غلط نتیجہ اخذ کرلیتا ہے کہ اِمام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی ہوگا جو جعفر شاہ نے لکھا ہے، اور پھر وہ اس کے ساتھ ایک اُصول اور ملالیتا ہے کہ بوقتِ ضرورت حنفی کو اِمام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، ان تمام اُمور سے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اگر میں ''کسی خاص وجہ کے بغیر'' بھی بیوی سے ملنے سسرال چلا جاؤں تو ایک ہی رجعی طلاق ہوگی، چنانچہ اس کی بنیاد پر وہ ''بغیر کسی خاص وجہ کے'' وہاں چلا جاتا ہے، اس لئے اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اور بغیر شرعی حلالہ کے اب دونوں کا نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[2]

---

(۱) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (شامی ج:۳ ص:۲۳۳، کتاب الطلاق). أيضًا: ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه ومالك وأصحابه والشافعي وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيد وآخرون كثيرون على أن من طلق إمرأته ثلاثًا وقعن ولٰكنه يأثم وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لأهل السُّنَّة إنما تعلق به أهل البدعة ومن لا يلتفت إليه لشذوذه عن الجماعة. (عینی شرح بخاری ج:۲۰ ص:۲۳۳ طبع دار الفکر).

(۲) قال تعالٰى: "الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان ...... فإن طلقها فلا تحل من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره" (البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰). أيضًا: عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، روح المعانی ج:۲ ص:۱۴۱.

شوہر کو تحلیلِ شرعی سے نکاح کرنے کے بعد دوبارہ تین طلاقوں کا حق ہوگا

سوال:...ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، عدّت گزرنے کے بعد اس عورت نے دُوسری جگہ نکاح کرلیا، کچھ مدّت بعد دُوسرے شخص نے بھی مذکورہ خاتون کو طلاق دے دی، اب یہ خاتون دوبارہ پہلے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے، نکاح کے بعد اس شخص کو زیادہ سے زیادہ کتنی طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا؟ جبکہ اس سے قبل تو یہ شخص اپنی تین طلاقوں کا حق استعمال کرچکا ہے۔

جواب:...دُوسرے شوہر سے نکاح اور صحبت کرنے کے بعد جب اس عورت کو دُوسرے شوہر سے طلاق ہوگئی اور اس کی عدّت ختم ہونے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے دوبارہ عقد کرلیا تو پہلا شوہر نئے سرے سے تین طلاقوں کا مالک ہوجائے گا، خواہ پہلے اس نے ایک یا دو طلاق دی ہو، یا تین طلاقیں دی ہوں، ہرصورت میں تحلیلِ شرعی کے بعد دوبارہ تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔ [1]

پہلی بیوی کو خودکشی سے بچانے کے لئے تین طلاق کا حکم

سوال:...کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ: زید کی دو بیویاں ہیں، پہلی کا نام زینب اور دُوسری کا نام نرگس ہے۔ زید کو زینب نے دھمکی دی کہ اگر وہ اپنی بیوی نرگس کو فوراً طلاق نہیں دے گا تو وہ خودکشی کرلے گی۔ زید اپنی دُوسری بیوی نرگس کو ہرگز طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن زینب کی زبردستی کرنے اور اس کی جان جانے کے خطرے سے بچنے کے لئے اس نے نرگس کی غیرموجودگی میں زینب کے سامنے دومرتبہ طلاق کہی۔ پھر اس کی مزید زبردستی کی وجہ سے تین مرتبہ، طلاق، طلاق، طلاق کہا، جبکہ نرگس حاملہ بھی ہے، زینب نے تین چار روز بعد نرگس کو یہ بات بتائی، (واضح رہے کہ زید سمجھتا تھا کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی)۔ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات بتائیں کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اس سلسلے میں بہت سے علمائے کرام سے فتویٰ بھی حاصل کئے گئے ہیں جن میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں، براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ کون سا موقف دُرست ہے؟

جواب:...اس اِستفتاء کے ساتھ پندرہ فتاویٰ اس ناکارہ کے پاس بھیجے گئے ہیں، جن کا اِستفتاء میں حوالہ دیا گیا ہے، ان فتاویٰ کی فہرست درج ذیل ہے:

۱:...جناب مفتی عبدالمنان۔ تصدیق مفتی عبدالرؤف صاحب، دارالعلوم کورنگی، کراچی۔

۲:...جناب مفتی کمال الدین۔ تصدیق جناب مفتی اصغرعلی، دارالعلوم کورنگی، کراچی۔

۳:...جناب مفتی انعام الحق۔ تصدیق جناب مفتی عبدالسلام، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی۔

۴:...جناب مفتی فضل غنی، دارالعلوم جامعہ بنوریہ، سائٹ، کراچی۔

۵:...جناب مفتی غلام رسول۔ تصدیق مفتی شریف احمد طاہر، جامعہ رشیدیہ ساہیوال (پنجاب)۔

---

(۱) وإذا طلق إمرأته طلقة أو طلقتين وانقضت عدتها وتزوجت بزوج آخر ودخل بها ثم طلقها وانقضت عدتها ثم تزوجها الأوّل عادت إليه بثلاث تطليقات ويهدم الزوج الثاني الطلقة والطلقتين كما يهدم الثلاث، كذا في الإختيار شرح المختار. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۵)۔

۶:...جناب مفتی محمد عبداللہ، دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ، پنجاب کالونی، کراچی۔

۷:...جناب مفتی محمد اسلم نعیمی، مجلس علمائے اہلِ سنت کراچی۔

۸:...جناب مفتی محمد فاروق۔ تصدیق مفتی محمد اکمل، دارالافتاء مدرسہ اشرفیہ، جیکب لائن کراچی۔

۹:...جناب مفتی محمد جان نعیمی، دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ، ملیر، کراچی۔

۱۰:...جناب مفتی غلام دستگیر افغانی، جامعہ ضیاء العلوم، آگرہ تاج کالونی، کراچی۔

۱۱:...مفتی لطافت الرحمٰن، جامعہ حنفیہ، سعود آباد، کراچی۔

۱۲:...مفتی محمد عبدالعلیم قادری، دارالعلوم قادریہ سبحانیہ، فیصل کالونی کراچی۔

۱۳:...جناب مفتی محمد رفیق، دارالعلوم، جامعہ اسلامیہ، گلزار حبیب، سولجز بازار، کراچی۔

۱۴:...جناب مفتی شعیب بن یوسف، مدرسہ بحرالعلوم سعودیہ، عامل اسٹریٹ کراچی۔

۱۵:...جناب مفتی محمد ادریس سلفی، جماعت غربائے اہلِ حدیث، محمدی مسجد، برنس روڈ کراچی۔

ان میں سے اوّل الذکر تیرہ فتوے اس پر متفق ہیں کہ نرگس پر تین طلاقیں واقع ہوچکی ہیں اور وہ حرمتِ مغلظہ کے ساتھ اپنے شوہر پر حرام ہوچکی ہے، نہ رُجوع کی گنجائش ہے اور نہ شرعی حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے۔

اس ناکارہ کے نزدیک یہ تیرہ فتوے صحیح ہیں کہ نرگس اپنے شوہر پر حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی، اب ان دونوں کے میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

اس مسئلے کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱:...حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسٰنٍ ... الٰی قولہ ... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ..." (البقرۃ:۲۲۹، ۲۳۰)

ترجمہ:..."وہ طلاق دو مرتبہ (کی) ہے، پھر خواہ رکھ لینا قاعدے کے موافق، خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ، اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (چھوڑنے کے وقت) کچھ بھی لو (گو) اس میں سے (سہی) جو تم نے ان کو (مہر میں) دیا تھا، مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کرسکیں گے، سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابطِ خداوندی کو قائم نہ کرسکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے، یہ خدائی ضابطے ہیں، سو تم ان سے باہر مت نکلنا، اور جو شخص خدائی ضابطوں سے بالکل باہر نکل جائے، سو ایسے ہی لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔ پھر اگر کوئی (تیسری) طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد، یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ (عدّت کے بعد) نکاح کرلے، پھر اگر یہ اس کو طلاق دیدے تو ان

دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بدستور پھر مل جاویں، بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ (آئندہ) خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے، اور یہ خداوندی ضابطے ہیں، حق تعالیٰ ان کو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو دانش مند ہیں۔''

اس آیتِ شریفہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے دو مرتبہ کی طلاق کے بعد تیسری طلاق دے دی تو بیوی حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجائے گی، اور تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہ تیسری طلاق خواہ اسی مجلس میں دی گئی ہو یا الگ طہر میں، دونوں کا ایک ہی حکم ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب من اجاز الطلاق الثلاث'' میں اس آیت کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ تین طلاقیں خواہ بیک وقت دی گئی ہوں، تین ہی نافذ ہوجاتی ہیں (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۹۱)۔

۲:...امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا باب کے ذیل میں عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے لعان کا واقعہ ذکر کیا ہے، جس کے آخر میں ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کذبت علیها یا رسول الله ان امسکتها، فطلقها ثلاث قبل أن یأمره رسول الله صلی الله علیه وسلم۔''[1] (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۹۱)

ترجمہ:...''یا رسول اللہ! اگر اس کے بعد میں اس کو رکھوں تو میں نے اس پر جھوٹ باندھا، پس انہوں نے قبل اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم دیتے، اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں خواہ بیک وقت دی جائیں، واقع ہوجاتی ہیں۔

اور حافظ ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عویمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں دیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر گرفت نہیں فرمائی، اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تین طلاقیں بیک وقت دینا صحیح ہے (المحلی ج:۱۰ ص:۱۷۰)۔[2]

---

(۱) أن سهل بن سعد الساعدی أخبره ان عویمر العجلانی جاء إلٰی عاصم بن عدی الأنصاری فقال له: یا عاصم! أرأیت رجلًا وجد مع امرأته رجلًا أیقتله فتقتلونه أم کیف یفعل؟ سل لی یا عاصم عن ذالک رسول الله صلی الله علیه وسلم، فسأل عاصم عن ذالک رسول الله صلی الله علیه وسلم فکره رسول الله صلی الله علیه وسلم المسائل وعابها حتّٰی کبر علٰی عاصم ما سمع من رسول الله صلی الله علیه وسلم، فلما رجع عاصم إلٰی أهله جاء عویمر فقال: یا عاصم! ماذا قال لک رسول الله صلی الله علیه وسلم؟ فقال عاصم: لم تأتنی بخیر قد کره رسول الله صلی الله علیه وسلم المسألة التی سألته عنها، قال عویمر: والله! لَا انتهی حتّٰی أسأله عنها، فأقبل عویمر حتّٰی أتی رسول الله صلی الله علیه وسلم وسط الناس، فقال: یا رسول الله! أرأیت رجلًا وجد مع امرأته رجلًا أیقتله فتقتلونه أم کیف یفعل؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: قد أنزل فیک وفی صاحبتک فاذهب فأتِ بها، قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلی الله علیه وسلم، فلما فرغا، قال عویمر: کذبت علیها یا رسول الله إن أمسکتها، فطلقها ثلاثًا قبل أن یأمره رسول الله صلی الله علیه وسلم. قال ابن شهاب: فکانت تلک سنة المتلاعنین۔ (صحیح البخاری ج:۲ ص:۷۹۱، باب من أجاز طلاق الثلاث، طبع نور محمد کراچی)۔

(۲) قال أبو محمد: لو کانت طلاق الثلاث مجموعة معصیة لله تعالٰی لما سکت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیان ذالک فصح یقینا انها سُنَّة مباحة۔ (المحلی، لابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۰، دار الآفاق الجدیدة، بیروت)۔

۳:...امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ: رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا: یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی، پس پکی طلاق دے دی (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۹۱)۔ (۱)

اس حدیث میں ''پکی طلاق دے دی'' (بَتَّ طَلَاقِی) سے مراد تین طلاقیں ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیل دریافت نہیں فرمائی کہ یہ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دی تھیں یا الگ الگ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے، یعنی حرمتِ مغلظہ۔

۴:...اسی باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس نے دُوسرے شوہر سے (عدّت کے بعد) نکاح کرلیا، اور دُوسرے شوہر نے بھی اس کو طلاق دے دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ: کیا وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگئی؟ فرمایا: نہیں! یہاں تک کہ دُوسرے شوہر سے صحبت بھی کرے، جیسا کہ پہلے سے کی تھی (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۹۱)۔ (۲)

۵:...صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیسؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ: ان کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دی تھیں، ان کے نفقہ وسکنیٰ کا مسئلہ زیرِ بحث آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے نفقہ وسکنیٰ نہیں ہے (صحیح مسلم ج:۱ ص:۴۸۳)۔ (۳)

حافظ ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: یہ خبر متواتر ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں پر اعتراض نہیں فرمایا اور نہ یہ فرمایا کہ یہ خلافِ سنت ہے (المحلی ج:۱۰ ص:۱۷۱)۔ (۴)

---

(۱) حدثنا سعید بن عفیر .... قال: أخبرنی عروة بن الزبیر أن عائشة أخبرته ان إمرأة رفاعة القرظی جآءت إلٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت: یا رسول الله! إن رفاعة طلقنی فبت طلاقی، وإنی نکحت بعده عبدالرحمٰن بن الزبیر القرظی وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لعلک تریدین أن ترجعی إلٰی رفاعة، فقالت: نعم! فقال النبی صلی الله علیه وسلم: لَا، حتّٰی یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلته. (بخاری ج:۲ ص:۷۹۱، باب من أجاز طلاق الثلاث).

(۲) عن عائشة ان رجلًا طلّق إمرأته ثلاثا فتزوجت فطلّق فسئل النبی صلی الله علیه وسلم أتحِلُّ للأوّل قال: لَا، حتّٰی یذوق عُسَیلتها کما ذاق الأوّل. (بخاری ج:۲ ص:۷۹۱، باب من أجاز طلاق الثلاث لقول الله تعالٰی: الطلاق مرتان فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان، طبع نور محمد کراچی).

(۳) عن فاطمة بنت قیس ان ابا عمرو بن حفص طلقها ألبتة وهو غائب فأرسل إلیها وکیله بشعیر فسخطته فقال: والله ما لک علینا من شیء، فجاءت رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکرت ذالک له فقال لیس لک علیه نفقة .... الحدیث. (صحیح مسلم ج:۱ ص:۴۸۳، باب المطلقة البائن لَا نفقة لها، طبع قدیمی کراچی).

(۴) فهٰذا نقل تواتر عن فاطمة بأن رسول الله صلی الله علیه وسلم أخبرها هی ونفر سواها بأن زوجها طلقها ثلاثًا ولم ینکر علیه الصلاة والسلام ذالک ولَا أخبر بأنه لیس بسُنّة، وفی هٰذا کفایة لمن نصح نفسه. (المحلی، لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۱ أحکام الطلاق، طبع دار الآفاق، بیروت).

۶:...امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوکر کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ: کیا میرے موجود ہوتے ہوئے اللہ کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے؟ (نسائی ج:۲ ص:۹۹)۔[۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو تین ہوتی ہیں، ورنہ اگر ایک ہی ہوتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غیظ و غضب کا اظہار نہ فرماتے۔

۷:...امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدّد طرق سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو "البتۃ" طلاق دے دی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ: میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، فرمایا: حلفاً کہتے ہو کہ ایک کا ارادہ کیا تھا؟ عرض کیا: اللہ کی قسم! میں نے ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیوی اس کو واپس لوٹادی (ابوداؤد ج:۱ ص:۳۰۰)۔[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رکانہ رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ: "حلفاً کہتے ہو کہ تم نے ایک ہی کا ارادہ کیا تھا؟" اس امر کی دلیل ہے کہ "البتۃ" کے لفظ سے بھی اگر تین طلاق کا ارادہ کیا جائے تو تین ہی واقع ہوتی ہیں، چہ جائیکہ صریح الفاظ میں تین طلاقیں دی ہوں۔

قرآن و حدیث کے ان دلائل کی روشنی میں ائمۂ اَربعہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور تمام محدثین اس پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں خواہ ایک لفظ سے ہوں، یا ایک مجلس میں، تین ہی شمار کی جائیں گی۔

فتویٰ نمبر: ۱۱۴ ایک اہلِ حدیث کے قلم سے ہے، جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ تین طلاقیں جب ایک مجلس میں دی جائیں تو وہ ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے، لہٰذا نرگس پر ایک طلاق واقع ہوئی، عدّت کے اندر شوہر اس سے رُجوع کرسکتا ہے۔

اہلِ حدیث عالم کا یہ فتویٰ صریحاً غلط اور مذکورہ بالا آیت و احادیث کے علاوہ اجماعِ اُمت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ تمام اکابر صحابہؓ اس پر متفق ہیں کہ ایک لفظ یا ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں، اور بیوی حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجاتی ہے، خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے چند فتاویٰ بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

۱:...حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی

(۱) أخبرنا مخرمة عن أبيه قال: سمعت محمود بن لبيد قال: أُخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبانا ثم قال: أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم .... الحديث. (نسائی ج:۲ ص:۹۹، طبع قديمی كتب خانه).

(۲) عن نافع بن عجير بن عبد يزيد بن ركانة أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته سهيمة ألبتة فأخبر النبي صلى الله عليه وسلم بذالك وقال: والله ما أردت إلّا واحدة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والله ما أردت إلّا واحدة؟ فقال ركانة: والله ما أردت إلّا واحدة، فردها إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم. (أبوداوُد ج:۱ ص:۳۰۰، باب في ألبتة، طبع ايچ ايم سعيد).

کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں، آپؓ اس کو سزا دیتے اور دونوں کے درمیان تفریق کرادیتے (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶ ص:۱۱، مصنف عبدالرزاق ج:۶ ص:۳۹۶)۔[(۱)]

۲:...زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دے دی، معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو اس شخص نے کہا کہ: میں تو یونہی کھیل رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر دُرّہ اُٹھایا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کرادی (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۳، عبدالرزاق ج:۶ ص:۳۹۳)۔[(۲)]

۳:...ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ فرمایا: تین طلاقیں اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں، اور ستانوے عدوان (ظلم و زیادتی اور حدودِ الٰہی سے تجاوز) ہے (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۳)۔[(۳)]

۴:...ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ فرمایا: تین طلاقیں اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں، باقیوں کو اپنی دُوسری عورتوں پر تقسیم کردو (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۳)۔[(۴)]

۵:...حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو ۹۹ طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا: پھر لوگوں نے تجھ سے کیا کہا؟ کہنے لگا کہ: لوگوں نے یہ کہا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی۔ فرمایا: لوگوں نے تیرے ساتھ شفقت و نرمی کرنا چاہی ہے (کہ صرف بیوی کو حرام کہا)، وہ تین طلاقوں کے ساتھ تجھ پر حرام ہوگئی، باقی طلاقیں ظلم و تعدی ہے (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۲، عبدالرزاق ج:۶ ص:۳۹۵)۔[(۵)]

۶:...ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا: تین طلاقوں نے اس کو حرام کردیا، باقی ۹۷ گناہ ہیں (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۲)۔[(۶)]

---

(۱) عن أنس قال: كان عمر إذا أُتِي برجل قد طلق امرأته ثلاثًا في مجلس، أوجعه ضربًا، وفرّق بينهما۔ (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۱۹، باب من كره ان يطلق الرجل إمرأته ثلاثًا في مقعد واحد، طبع المجلس العلمي بيروت)۔

(۲) عن زيد بن وهب: أن رجل بطالًا كان بالمدينة، فطلق إمرأته ألفًا، فرُفِعَ إلى عمر فقال: انما كنت ألعب! فعلا عمر رأسه بالدرة، وفرّق بينهما۔ (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۱، باب في الرجل يطلق إمرأته مئة أو ألفًا في قول واحد، طبع بيروت)۔

(۳) عن معاوية بن أبي تحيي قال: جاء رجل إلى عثمان فقال: إني طلقت إمرأتي مئة، قال: ثلاث يحرّ منها عليك، وسبعة وتسعون عدوان۔ (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۲، باب في الرجل يطلق إمرأته مئة أو ألفًا، طبع المجلس العلمي بيروت)۔

(۴) عن حبيب قال: جاء رجل إلى عليّ فقال: إني طلقت إمرأتي ألفًا، قال: بانت منك بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك۔ (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۱، طبع المجلس العلمي بيروت)۔

(۵) عن عبدالله قال: أتاه رجل فقال: إني طلقت إمرأته تسعة وتسعين مرة، قال: فما قالوا لك؟ قال: قالوا: قد حرمت عليك، قال: فقال عبدالله: لقد أرادوا أن يُبقوا عليك، بانت منك بثلاث، وسائرهن عدوان۔ (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۱، طبع المجلس العلمي بيروت)۔

(۶) عن علقمة قال: جاء رجل إلى عبدالله فقال: إني طلقت إمرأتي مئة، فقال: بانت منك بثلاث، وسائرهن معصية۔ (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۱، طبع المجلس العلمي بيروت)۔

۷:...حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۱)۔[۱]

۸:...ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو سو مرتبہ طلاق دی ہے۔ فرمایا: تین کے ساتھ وہ تجھ پر حرام ہوگئی، اور ۹۷ کا اللہ تعالیٰ تجھ سے قیامت کے دن حساب لیں گے (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۴)۔[۲]

۹:...ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ فرمایا: تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ندامت میں ڈال دیا، اور اس کے نکلنے کی کوئی صورت نہیں رکھی (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۱)۔[۳]

۱۰:...ہارون بن عنترہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، ایک شخص آیا اور کہا کہ: حضور! میں نے ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے ڈالیں، اب وہ تین طلاق کے ساتھ مجھ پر بائنہ ہوجائے گی یا ایک ہی طلاق ہوگی؟ فرمایا: تین کے ساتھ وہ تجھ پر بائنہ ہوگئی، اور ۹۷ کا گناہ تیری گردن پر رہا (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۳)۔[۴]

۱۱:...ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار، یا ایک سو طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا: تین کے ساتھ تجھ پر بائنہ ہوگئی، باقی ماندہ کا گناہ تجھ پر بوجھ ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو ہنسی مذاق بنایا (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۳)۔[۵]

---

(۱) عن نافع قال: قال ابن عمر: من طلق إمرأته ثلاثًا فقد عصى ربه، وبانت منه إمرأته. (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۰، باب من كره أن يطلق الرجل إمرأته ثلاث في مقعد واحد، بيروت).

(۲) حدثنا سعيد المقبري قال: جاء رجل إلى عبدالله بن عمر وأنا عنده فقال: يا أبا عبدالرحمٰن! انه طلق إمرأته مئة مرة، قال: بانت منك بثلاث، وسبعة وتسعون يحاسبك الله يوم القيامة. (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۲، باب في الرجل يطلق إمرأته مئة أو ألفًا، طبع بيروت).

(۳) عن ابن عباس قال: أتاه رجل فقال: ان عمّي طلق إمرأته ثلاثًا، فقال: إن عمّك عصى الله فأندمه الله، فلم يجعل له مخرجًا. (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۱۹، باب من كره أن يطلق الرجل إمرأته ثلاثًا في مقعد واحد، طبع بيروت).

(۴) عن هارون بن عنترة عن أبيه قال: كنت جالسًا عند ابن عباس، فأتاه رجل فقال: يا ابن عباس! انه طلق إمرأته مئة مرة، وانما قلتها مرة واحدة، فتبين مني بثلاث، هي واحدة؟ فقال: بانت منك بثلاث، وعليك وزر سبعة وتسعين. (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۲، باب في الرجل يطلق إمرأته مئة أو ألفًا في قول واحد، طبع بيروت).

(۵) عن سعيد بن جبير قال: جاء رجل إلى ابن عباس فقال: إني طلقت إمرأتي ألفًا أو مئة، قال: بانت منك بثلاث، وسائرهن وزر اتخذت آيات الله هزوا. (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۲، باب في الرجل يطلق إمرأته مئة أو ألفًا في قول واحد، طبع المجلس العلمي بيروت).

۱۲:... حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ: ایک شخص نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ فرمایا: اس نے اپنے رَبّ کا گناہ کیا، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۰)۔ [۱]

۱۳:... حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں۔ فرمایا: تین نے بیوی کو اس پر حرام کردیا، باقی ماندہ زائد رہیں (ابنِ ابی شیبہ ج:۵ ص:۱۳)۔ [۲]

۱۴:... محمد بن ایاس بن بکیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو رُخصتی سے قبل تین طلاقیں دے دیں، پھر اس نے اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا، وہ مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا، میں بھی اس کے لئے مسئلہ پوچھنے کی خاطر اس کے ساتھ گیا، اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا، دونوں نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک وہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ وہ دُوسری شادی نہ کرے۔ اس نے کہا کہ: میرا اسے طلاق دینا تو ایک ہی بار تھا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: تیرے لئے جو کچھ بچ رہا تھا وہ تو نے ہاتھ سے چھوڑ دیا (مؤطا امام مالکؒ ص:۵۲۰)۔ [۳]

دُوسری روایت میں ہے کہ معاویہ بن ابی عیاش انصاری کہتے ہیں کہ: وہ عبداللہ بن زبیر اور عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں محمد بن ایاس بن بکیر آئے اور کہا کہ: ایک بدوی نے اپنی بیوی کو رُخصتی سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، اس مسئلے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ، میں ان دونوں کو حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے چھوڑ کر آیا ہوں، ان سے پوچھو اور واپس آکر ہمیں بھی بتاؤ۔ چنانچہ وہ ان دونوں کی خدمت میں گئے اور ان سے مسئلہ پوچھا، ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوہریرہ! ان کو فتویٰ دیجئے، کیونکہ آپ کے سامنے پیچیدہ مسئلہ آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک طلاق اس کو بائنہ کردیتی ہے، اور تین طلاقیں اس کو حرام کردیتی ہیں، یہاں تک کہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما

---

(۱) سئل عمران بن حصين عن رجل طلق إمرأته ثلاثًا في مجلس، قال: أثم ربه، وحرمت عليه إمرأته. (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۱۹، باب من كره أن يطلق الرجل إمرأته ثلاثًا في مقعد واحد، وأجاز ذالك عليه، طبع المجلس العلمي بيروت).

(۲) عن المغيرة بن شعبة أنه سئل عن رجل طلق إمرأته مئة؟ فقال: ثلاث يحرمنها عليه، وسبعة وتسعون فضل. (المصنف لِابن أبي شيبة ج:۹ ص:۵۲۲، باب في الرجل يطلق إمرأته مئة أو ألفًا في قول واحد، طبع المجلس العلمي بيروت).

(۳) عن محمد بن إياس بن البكير أنه قال: طلق رجل إمرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها ثم بدا له أن ينكحها فجاء يستفتي فذهبت معه أسأل له فسأل عبدالله بن عباس وأبا هريرة عن ذالك، فقالَا لَا نرىٰ أن تنكحها حتّٰى تنكح زوجًا غيرك، وقال: فإنما كان طلاقي اياها واحدة، قال ابن عباس: أرسلك من يدك ما كان لك من فضل. (مؤطا إمام مالك ص:۵۲۰، باب طلاق البكر، طبع نور محمد كتب خانه).

نے بھی یہی فتویٰ دیا (مؤطا امام مالک ص:۵۲۱، سننِ کبریٰ بیہقی ج:۷ ص:۳۳۵، شرح معانی طحاوی ج:۲ ص:۳۴)۔[1]

۱۵:...عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ: ایک شخص عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتویٰ لینے آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو رُخصتی سے قبل تین طلاقیں دے دیں۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ: میں نے کہا کہ: جس عورت کی رُخصتی نہ ہوئی ہو اس کی طلاق تو ایک ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ: تو تو محض قصہ گو ہے (مفتی نہیں)، ایک طلاق اس کو بائنہ کردیتی ہے اور تین طلاقیں اس کو حرام کردیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے (حوالہ بالا)۔[2]

۱۶:...حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مطلقہ ثلاثہ شوہر کے لئے حلال نہیں رہی، یہاں تک کہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے (طحاوی شریف ج:۲ ص:۳۵)۔[3]

۱۷:...سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ: عائشہ خثیعمہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے (اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کی جگہ خلیفہ ہوئے) تو اس خاتون نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلافت کی مبارک باددی۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا: تو حضرت علیؓ کے قتل پر خوشی کا اظہار کرتی ہے؟ جا تجھے تین طلاق! انہوں نے فوراً اپنے کپڑوں سے اپنے بدن کو لپیٹ لیا اور عدّت میں بیٹھ گئیں، عدّت پوری ہوئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کا بقیہ مہر اس کو بھیج دیا اور دس ہزار درہم بطور عطیہ کے دیئے، یہ عطیہ جب اس خاتون کو موصول ہوا تو کہا: ''متاع قليل من حبيب مفارق'' (جدائی اختیار کرنے والے محبوب کی جانب سے تھوڑا سا سامان آیا ہے)۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو رو پڑے، پھر فرمایا کہ: اگر میں نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی (یا یہ فرمایا کہ اگر میرے والد ماجد نے مجھ سے یہ حدیث نہ بیان فرمائی ہوتی جو انہوں نے میرے نانا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی) کہ: ''جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں تین طہروں میں دے دیں، یا تین مبہم دے دیں تو وہ اس کے لئے

---

(۱) عن معاوية ابن أبي عياش الأنصارى انه كان جالسًا مع عبدالله بن الزبير وعاصم بن عمر قال: فجاءهما محمد بن اياس بن البكير فقال: إن رجلًا من أهل البادية طلق إمرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها، فماذا تريان؟ فقال عبدالله بن الزبير: إن هٰذا الأمر ما بلغ لنا فيه قول، فاذهب إلٰى عبدالله بن عباس وأبي هريرة فإني تركتهما عند عائشة فاسئلهما ثم اتنا فأخبرنا، فذهب فسألهما فقال ابن عباس: لأبي هريرة: أفته يا باهريرة! فقد جاءتک معضلة، فقال أبوهريرة: الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتّٰى تنكح زوجًا غيره، وقال ابن عباس مثل ذالک۔ (مؤطا إمام مالک ص: ۵۲۱، باب طلاق البكر، طبع نور محمد كتب خانه)۔

(۲) عن عطاء بن يسار أنه قال: جاء رجل إلٰى عبدالله بن عمرو فسأله عن رجل طلق إمرأته ثلاثًا قبل أن يمسها، قال عطاء: فقلت له: طلاق البكر واحدة، فقال عبدالله: انما أنت قاصّ الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ (شرح معاني الآثار للطحاوي ج:۲ ص:۳۵، باب الرجل يطلق إمرأته ثلاثًا معًا، طبع مكتبه حقانيه)۔

(۳) عن عبدالله بن مسعود قال في الرجل يطلق البكر ثلاثًا: انها لَا تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ حدثنا يونس قال أخبرنا سفيان قال ثني شفيق عن أنس بن مالک عن عمر مثله۔ (شرح معاني الآثار، طحاوى ج:۲ ص:۳۵، باب الرجل يطلق إمرأته ثلاثًا معًا، طبع مكتبه حقانية)۔

حلال نہیں یہاں تک کہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے'' تو میں اس خاتون سے رُجوع کرلیتا (سننِ کبریٰ ج:۷ ص:۳۳۶)۔[1]

یہ صحابہ کرامؓ کے چند فتاویٰ ہیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان میں تین خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہؓ بھی شامل ہیں، جو اپنے دور میں مرجعِ فتویٰ تھے، اور اس کے خلاف کسی صحابی سے ایک حرف بھی منقول نہیں، اس لئے یہ مسئلہ صحابہ کرامؓ کا اجماعی مسئلہ ہے کہ تین طلاقیں بہ لفظِ واحد تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ چنانچہ چاروں مذاہب کے ائمہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ بھی صحابہ کرامؓ کے اس اجماعی فتویٰ پر متفق ہیں۔[2] یہی فتویٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری (ج:۲ ص:۷۹۱) میں ذکر فرمایا ہے،[3] اور یہی فتویٰ حافظ ابنِ حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جیسا کہ انہوں نے المحلی (ج:۱۰ ص:۱۷۰) میں ذکر کیا ہے۔[4]

الغرض ''تین طلاق کا تین ہونا'' ایک ایسی قطعی ویقینی حقیقت ہے جس پر تمام صحابہ کرامؓ بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں، اکابر تابعینؒ متفق ہیں، چاروں فقہی مذاہب متفق ہیں، لہٰذا جو شخص اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ کے راستے سے منحرف ہے وہ روافض کے نقشِ قدم پر ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا اِرشاد ہے:

''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ، وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔'' (النساء:۱۱۵)

---

(۱) عن سويد بن غفلة قال: كانت عائشة الخثعمية عند الحسن ابن علي رضي الله عنه، فلما قتل علي رضي الله عنه قالت: لتهنئك الخلافة! قال: بقتل علي تظهرين الشماتة، إذهبي فأنت طالق يعني ثلاثًا، قال: فتلفعت بثيابها وقعدت حتّٰى قضت عدّتها فبعث إليها ببقية بقيت لها من صداقها وعشرة آلاف صدقة فلما جاءها الرسول قالت: "متاع قليل من حبيب مفارق" فلما بلغه قولها بكى ثم قال: لو لَا إني سمعت جدّي أو حدثني أبي أنه سمع جدّي يقول: أيما رجل طلق إمرأته ثلاثًا عند الأقراء أو ثلاثًا مبهمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره، لراجعتها۔ (سنن بيهقي ج:۷ ص:۳۳۶، باب ما جاء في إمضاء الطلاق الثلاث وإن كن مجموعات، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

(۲) وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم: الأوزاعي، والنخعي، والثوري، وأبو حنيفة وأصحابه، والشافعي وأصحابه، وأحمد وأصحابه، وإسحاق، وأبو الثور، وأبو عبيدة، وآخرون كثيرون على من طلق إمرأته ثلاثًا، وقعن، ولٰكنه يأثم۔ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج:۲۰ ص:۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالٰى ...إلخ، طبع محمد أمين دمج، بيروت)۔

(۳) باب من أجاز طلاق الثلاث لقول الله تعالٰى: الطلاق مرّتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان۔ (صحيح البخاري ج:۲ ص:۷۹۱، طبع نور محمد كتب خانه)۔

(۴) قال أبو محمد: ثم وجدنا من حجة من قال ان الطلاق الثلاث مجموعة سنة لَا بدعة قول الله تعالٰى: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره) فهٰذا يقع على الثلاث مجموعة ومفرقة .... لو كانت طلاق الثلاث مجموعة معصية لله تعالٰى لما سكت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيان ذالك فصح يقينًا انها سُنَّة مباحة۔ (المحلى ج:۱۰ ص:۱۷۰، أحكام الطلاق، حجة من قال ان الطلاق الثلاث مجموعة سُنّة لَا بدعة، طبع دار الآفاق الجديدة، بيروت)۔

ترجمہ:... اور جو کوئی مخالفت کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ، اور چلے سب مسلمانوں کے رَستے کے خلاف تو ہم حوالے کردیں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ پہنچا۔''

اہلِ حدیث مفتی نے اپنے فتوے میں (جو اِجماعِ صحابہؓ اور ائمۂ اَربعہؒ کے اِجماع کے خلاف ہے) جن دو احادیث سے اِستدلال کیا ہے ان پر کامل ومکمل بحث میری کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' کی پانچویں جلد میں آچکی ہے، جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی حدیث جو رکانہؓ کی طلاق کے بارے میں مسندِ احمد سے نقل کی ہے، یہ اہلِ علم کے نزدیک مضطرب، ضعیف اور منکر ہے، اس کے راوی محمد بن اسحاق کے بارے میں شدید جرحیں کتب الرجال میں منقول ہیں، اور محدثین کا اس کی روایت کے قبول کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہے، بعض اکابر اس کو دجال وکذاب کہتے ہیں، بعض اس کی مطلقاً توثیق کرتے ہیں، اور بعض نے یہ معتدل رائے قائم کی ہے کہ کسی حلال وحرام کے مسئلے میں ابنِ اسحاق متفرد ہو تو حجت نہیں، اسی طرح اس کا اُستاذ داؤد بن حصین بھی خارجی تھا اور عکرمہ سے منکر روایت نقل کرنے میں بدنام ہے، اور عکرمہ بھی مجروح ہے، اور اس پر بہت سے اکابر نے جھوٹ بولنے کی تہمت لگائی ہے۔

ایک ایسی روایت جو مسلسل مجروح در مجروح در مجروح راویوں سے منقول ہو اس کو اِجماعِ صحابہؓ اور اِجماعِ اُمت کے مقابلے میں پیش کرنا انصاف کے منافی ہے۔ اور اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ رکانہؓ نے اپنی بیوی کو ''البتۃ'' طلاق دی تھی، جیسا کہ ابوداؤد کے حوالے سے اُوپر گزر چکا ہے، چونکہ ''البتۃ'' کا لفظ تین طلاق کے لئے بہ کثرت استعمال ہوتا ہے اس لئے راوی نے ''البتۃ'' کے معنی تین سمجھ کر مفہوم نقل کردیا، بہرحال صحیح روایت وہ ہے جو امام ابوداؤدؒ نے متعدّد طرق سے نقل کی ہے۔

اسی طرح دُوسری حدیث جو صحیح مسلم سے نقل کی ہے، اس پر بھی اہلِ علم نے طویل کلام کیا ہے اور اس کے بہت سے جوابات ذکر کئے ہیں، سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ ایک شخص تین طلاق الگ الگ لفظوں میں دیتا، یعنی **أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق**، اور پھر کہتا کہ میں نے صرف ایک طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا، اور دُوسری اور تیسری مرتبہ کا لفظ محض تاکید کے لئے تھا تو ابتدائے اسلام میں اس کے قول کو معتبر سمجھا جاتا تھا، اور ایک طلاق کا حکم کہا جاتا تھا، لیکن بعد میں اس کو منسوخ کردیا گیا، اور یہ قرار دیا گیا کہ تین طلاق کے بعد اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا، چنانچہ امام ابوداؤدؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ہی کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیتِ شریفہ: ''**وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ**'' کی تلاوت کرکے فرمایا:

''**وذالک ان الرجل کان اذا طلق امرأته فهو أحق برجعتها وان طلقها ثلاثا فنسخ ذالک، فقال: الطلاق مرتان.**'' (ابوداؤد ج:۱ ص:۲۹۷)

ترجمہ:... ''اور یہ یوں تھا کہ آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تو وہ اس سے رُجوع کرسکتا تھا، خواہ تین طلاقیں دی ہوں، پس اس کو منسوخ کردیا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وہ طلاق (جس کے بعد رُجوع ہوسکتا ہے، صرف) دو مرتبہ کی ہے۔''

واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت اگر صحیح ہے تو منسوخ ہے، جیسا کہ امام طحاویؒ نے "باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا معا" میں اس کی تصریح فرمائی ہے (طحاوی ج:۲ ص:۳۴)۔[1]

نیز امام ابوداؤدؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی زیرِ بحث حدیث کو "باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث" کے ذیل میں نقل کر کے بتایا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے (ابوداؤد ج:۱ ص:۲۹۹)۔

ان اُمور سے قطع نظر اہلِ حدیث کے مفتی صاحب کی توجہ چند اُمور کی طرف دِلانا چاہتا ہوں:

اوّل:...ان دونوں روایتوں کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے، جبکہ متواتر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ اگر ان کی ذکر کردہ یہ دونوں روایتیں، جن کا حوالہ مفتی صاحب نے دیا ہے، صحیح بھی ہوں اور اپنے ظاہر پر محمول ہوں اور منسوخ بھی نہ ہوں، اور حضرت ابنِ عباسؓ انہی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہوں، تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس کے باوجود وہ اپنی روایت کردہ احادیث کے خلاف فتویٰ صادر کریں؟ ظاہر ہے کہ کسی صحابی کے بارے میں یہ تصوّر نہیں کیا جاسکتا، لامحالہ ان روایات کو منسوخ کہا جائے گا۔

دوم:...فاضل مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ:

> "نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو سالہ دورِ خلافت میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں، عمر رضی اللہ عنہ نے مصلحتاً ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کا حکم دے دیا تاکہ لوگ اس فعل سے رُک جائیں۔"

حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلِ سنت اور روافض کے نقطۂ نظر کا اختلاف سب کو معلوم ہے، اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضراتؓ قرآن و سنت کے فیصلوں سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے، اور کوئی بڑی سے بڑی مصلحت بھی ان کو خلافِ شرع فیصلے پر آمادہ نہیں کرسکتی تھی، اس لئے کہ "خلیفۂ راشد" وہی کہلاتا ہے جو ٹھیک ٹھیک منہاجِ نبوّت پر قائم ہو، اس سے سرمو تجاوز نہ کرے۔ ان حضرات کے جو واقعات یا فیصلے ایسے نظر آتے ہیں جن میں اس کے خلاف شبہ ہوتا ہے ان میں اہلِ سنت ان حضرات کے فیصلوں کو حق مانتے ہیں۔ اس کے برعکس روافض ان کے فیصلوں کو غلط، قرآن و سنت کے خلاف اور وقتی مصلحتوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں، اس لئے وہ ان اکابرؓ کو خلیفۂ راشد نہیں بلکہ ...نعوذ باللہ... خلیفۂ جائر سمجھتے ہیں، چنانچہ طلاقِ ثلاثہ اور متعہ کے مسئلوں میں حضرت عمرؓ کے موقف کو غلط سمجھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اہلِ حدیث بھی طلاق کے مسئلے میں اُصولی طور پر اہلِ تشیع کے ہمنوا ہیں، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

---

(۱) فلما كان زمان عمر رضي الله عنه قال: أيها الناس! قد كانت لكم في الطلاق اناة وانه من تعجل اناة الله في الطلاق ألزمناه اياه .... فخاطب عمر رضي الله عنه بذالك الناس جميعًا فيهم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضي الله عنهم الذين قد علموا ما تقدم من ذالك في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ينكره عليه منهم ولم يدفعه دافع فكان ذالك أكبر الحجة في نسخ ما تقدم من ذالك. (طحاوي ج:۲ ص:۳۴، باب الرجل يطلق إمرأته ثلاثًا معًا، طبع مكتبه حقانيه)۔

"وفی الجملة فالذی وقع فی هٰذه المسألة نظیر ما وقع فی مسألة المتعة سواء اعنی قول جابر: انها کانت تفعل فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وأبی بکر وصدرا من خلافة عمر، قال: ثم نهانا عمر عنها فانتهینا۔ فالراجع فی الموضعین تحریم المتعة ایقاع الثلاث للإجماع الذی انعقد فی عهد عمر علٰی ذٰلک، ولَا یحفظ ان أحدا فی عهد عمر خالفه فی واحدة منهما، وقد دل اجماعهم علٰی وجود ناسخ، وان کان خفی عن بعضهم قبل ذٰلک حتّٰی ظهر لجمیعهم فی عهد عمر، فالمخالف بعد هٰذا الْإجماع منابذ له والجمهور علٰی عدم اعتبار من احدث الْإختلاف بعد الْإتفاق۔" (فتح الباری ج:۹ ص:۳۶۵)

ترجمہ:... "خلاصہ یہ ہے کہ اس تین طلاق کے مسئلے میں جو واقعہ پیش آیا وہ ٹھیک اس واقعہ کی نظیر ہے جو متعہ کے مسئلے میں پیش آیا، میری مراد حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ: "متعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمرؓ نے ہمیں منع کردیا تو ہم باز آگئے۔"

پس دونوں جگہوں میں راجح یہ ہے کہ متعہ حرام ہے، اور تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس پر اِجماع ہوگیا، اور کسی ایک صحابی سے بھی منقول نہیں کہ ان دونوں مسئلوں میں کسی ایک میں بھی اس نے حضرت عمرؓ کی مخالفت کی ہو، اور حضراتِ صحابہ کرامؓ کا اِجماع اس اَمر کی دلیل ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں ناسخ موجود تھا، مگر بعض حضرات کو اس سے قبل ناسخ کا علم نہیں ہوسکا، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سب کے لئے ظاہر ہوگیا۔

پس جو شخص اس اجماع کا مخالف ہو وہ اِجماعِ صحابہؓ کو پسِ پشت ڈالتا ہے، اور جمہور اس پر ہیں کہ کسی مسئلے پر اتفاق ہوجانے کے بعد جو شخص اختلاف پیدا کرے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔"

الغرض! اس مسئلے میں اہلِ حدیث حضرات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجماعی فیصلے سے اختلاف کرنا شیعہ عقیدے کی ترجمانی ہے اور عقیدۂ اہلِ سنت کے خلاف ہے، اور حضرت عمرؓ کا فیصلہ متعہ کے بارے میں صحیح ہے تو یقیناً تین طلاق بہ لفظِ واحد کے بارے میں بھی برحق ہے، اور پوری اُمت پر اس فاروقی فیصلے کی، جس کی تمام صحابہ کرامؓ نے موافقت فرمائی، پابندی لازم ہوجاتی ہے۔ اور ابنِ عباسؓ کی روایت میں جو کہا گیا ہے کہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تین کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا" اس کے معنی یہ لئے جائیں گے کہ نسخ کے باوجود بعض لوگوں کو علم نہیں ہوا ہوگا، اور وہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ تین طلاق بہ لفظِ واحد کو ایک ہی شمار کیا جاتا ہے جبکہ طلاق دینے والے کی نیت تین کی نہ ہو، بلکہ ایک طلاق کی ہو۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اس غلط فہمی کو دُور کردیا اور وضاحت کردی کہ یہ حکم منسوخ ہے، لہٰذا آج کے بعد کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے، اور تمام صحابہ کرامؓ نے اس سے موافقت فرمائی۔

اور اگر...نعوذ باللہ...طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی مصلحت کی بنا پر غلط فیصلہ کیا تھا اور صحابہؓ نے بھی بالاجماع اس سے موافقت کرلی تھی، اور آج اہلِ حدیث حضرات، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی غلطی کی اصلاح کرنے جارہے ہیں تو یوں کہو کہ شیعہ سچ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ''متعہ شریف'' پر پابندی لگاکر ایک حلال اور پاکیزہ چیز کو حرام قرار دے دیا، اور صحابہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلط فیصلے کی ہم نوائی کرلی، نعوذ باللہ، استغفر اللہ...!

واضح رہے کہ ان مسئلوں کا حرام و حلال سے تعلق ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے کہ متعہ حرام ہے، اور جس عورت سے متعہ کیا جائے اس سے جنسی تعلق حرام ہے، اسی طرح جس عورت کو تین طلاق دی گئی ہوں وہ حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی، اب اس سے بیوی کا سا تعلق قائم کرنا حرام ہے۔ اہلِ تشیع حضرات، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس عورت سے متعہ کیا گیا ہو اس سے جنسی تعلق حرام نہیں بلکہ اتباعِ سنت کی وجہ سے موجبِ ثواب ہے۔ اِدھر اہلِ حدیث، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ حرام نہیں، بلکہ اتباعِ سنت کے لئے اسے بیوی بناکر رکھنا موجبِ ثواب ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

سوم:...اہلِ حدیث عموماً یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے سے رُجوع کرلیا تھا، اس فتویٰ میں بھی جناب مفتی صاحب نے یہی بات دُہرائی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے سے رُجوع کرلیا۔''

اہلِ حدیث حضرات نے حضرت عمرؓ پر پہلے تو یہ الزام لگایا کہ انہوں نے کسی وقتی مصلحت کے لئے اس سنت کو تبدیل کردیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ان کے دورِ خلافت تک مسلسل چلی آرہی تھی، اور پھر اس الزام کو مزید پختہ کرنے کے لئے ان پر یہ تہمت جڑ دی کہ انہوں نے اپنی غلطی کو خود بھی تسلیم کرلیا تھا، چنانچہ اس غلطی سے رُجوع کرلیا تھا۔ مفتی صاحب نے یہاں دو کتابوں کا حوالہ دیا ہے، ایک صحیح مسلم ص:۴۷۷ (جلد کا نمبر نہیں دیا)، حالانکہ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رُجوع کا کوئی ذکر نہیں۔ دُوسرا حوالہ حافظ ابنِ قیمؒ کی کتاب ''اغاثة اللهفان'' کا ہے، جس کا نہ صفحہ ذکر کیا ہے اور نہ جلد نمبر۔ حالانکہ ''اغاثة اللهفان'' میں بھی یہ کہیں ذکر نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے سے رُجوع کرلیا تھا۔ مناسب ہوگا کہ یہاں حافظ ابنِ قیمؒ کی کتاب ''اغاثة اللهفان'' کا صحیح حوالہ نقل کرکے اہلِ حدیث کی اس تہمت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی براءت کی جائے۔

واضح رہے کہ ۱۳۹۱ھ میں سعودی حکومت نے ایک شاہی فرمان کے ذریعہ ''طلاقِ ثلاثہ بہ لفظِ واحد'' کے مسئلے پر غور کرنے کے لئے سعودیہ کے چوٹی کے علماء کی ایک ۱۷رُکنی مجلس تحقیقات تشکیل دی، جس نے طرفین کے دلائل کا جائزہ لے کر اپنا فیصلہ **''حكم الطلاق الثلاث بلفظ واحد''** کے نام سے مرتب کیا اور اسے **''إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد''** کے ترجمان **''مجلة البحوث العلمية رياض''** نے **المجلد الأوّل العدد الثالث ۱۳۹۷ھ** میں شائع کیا۔ میں **''اغاثة اللهفان''** کا حوالہ اسی مجلّہ سے نقل کررہا ہوں۔

حافظ ابنِ قیمؒ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فلما رأى أمير المؤمنين ان الله سبحانه عاقب المطلق ثلاثا بان حال بينه وبين زوجته وحرمها عليه حتى تنكح زوجا غيره علم ان ذالك لكراهة الطلاق المحرم وبغضه له فوافقه أمير المؤمنين فى عقوبته لمن طلق ثلاثا جميعا بان الزمه بها وامضاها عليه۔"

(حکم الطلاق الثلاث ص:۱۷)

ترجمہ:... "پس جب امیر المؤمنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین طلاق دینے والے کو یہ سزا دی ہے کہ تین طلاق کے بعد اس نے طلاق دینے والے کے درمیان اور اس کی مطلقہ بیوی کے درمیان آڑ واقع کردی اور بیوی کو اس پر حرام کردیا یہاں تک کہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے، تو امیر المؤمنینؓ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حرام طلاق کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے، لہٰذا امیر المؤمنینؓ نے اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ اس سزا میں اللہ تعالیٰ کی موافقت فرمائی اس شخص کے حق میں جو تین طلاقیں بیک وقت دے ڈالے، اس موافقت کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص پر تین طلاقیں لازم کردیں اور ان کو اس پر نافذ کردیا۔"

آگے بڑھنے سے پہلے حافظ ابنِ قیمؒ کی مندرجہ بالا عبارت پر اچھی طرح غور کرلیا جائے کہ حافظ ابنِ قیمؒ کے بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق بہ لفظِ واحد کو نافذ اور لازم قرار دینے کے فیصلے میں منشائے خداوندی کی موافقت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے تین طلاق دینے والے کے لئے جو سزا اپنی کتابِ محکم میں تجویز فرمائی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیک وقت تین طلاق دینے والے پر یہ قرآنی سزا نافذ کرکے منشائے الٰہی کی تکمیل فرمادی۔ خلاصہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ کہ تین طلاق بہ لفظِ واحد تین ہیں، منشائے الٰہی کی تعمیل تھی۔

سبحان اللہ! کیسی عمدہ بات فرمائی ہے، ائمۂ اَربعہؒ اور پوری اُمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو برحق سمجھتے ہوئے ان کی موافقت و رفاقت میں منشائے اِلٰہی کی تکمیل کو اپنا دِین و ایمان سمجھتی ہے، جبکہ اہلِ حدیث حضرات، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی مخالفت کرتے ہوئے منشائے اِلٰہی کی مخالفت اور اہلِ تشیع کے منشا کی موافقت کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد برحق ہے:

"ان الله جعل الحق على لسان عمر وقلبه۔" (مشکوٰۃ ص:۵۵۷)

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ نے حق عمرؓ کی زبان اور قلب پر رکھ دیا ہے۔"

جس شخصیت کو رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ناطق بالحق قرار دیا، اس کا فیصلہ خلافِ حق ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے عین مطابق ہوگا، اور اس کی مخالفت، حق کی مخالفت اور خدا اور رسول کے منشا کے خلاف ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقطۂ نظر کی مندرجہ بالا وضاحت کرنے کے بعد حافظ ابنِ قیمؒ یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ:

"فإن قيل: فكان أسهل من ذلک أن يمنع الناس من ايقاع الثلاث ويحرمه عليهم

ویعاقب بالضرب والتأدیب من فعله لئلا یقع المحذور الذی یترتب علیه؟ قیل لعمر الله! قد کان یمکنه من ذٰلک ولذٰلک ندم علیه فی آخر أیامه وود أنه کان فعله۔ قال الحافظ الإسماعیلی فی مسند عمر: أخبرنا أبویعلیٰ حدثنا صالح بن مالک حدثنا خالد بن یزید بن أبی مالک عن أبیه قال: قال عمر رضی الله عنه: ما ندمت علیٰ شیء ندامتی علیٰ ثلاثة أن لَا أکون حرمت الطلاق، وعلیٰ أن لَا أکون أنکحت الموالی وعلیٰ أن لَا أکون قتلت النوائح۔" (حوالہ بالا)

ترجمہ:... "اگر کہا جائے کہ اس سے آسان تو یہ تھا کہ آپؓ لوگوں کو تین طلاق دینے کی ممانعت کردیتے اور اس کو حرام اور ممنوع قرار دے دیتے اور اس پر ضرب وتعزیر جاری کرتے تاکہ وہ محذور جو اس تین طلاق پر مرتب ہوتا ہے، وہ واقع ہی نہیں ہوتا۔

یہ سوال اُٹھانے کے بعد حافظ ابنِ قیمؒ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں:

جواب یہ ہے کہ جی ہاں! بخدا ان کے لئے یہ ممکن تھا اور یہی وجہ ہے کہ وہ آخری زمانے میں اس پر نادم ہوئے اور انہوں نے یہ چاہا کہ انہوں نے یہ کام کرلیا ہوتا۔

حافظ ابوبکر الاسماعیلی "مسندِ عمر" میں فرماتے ہیں کہ: ہمیں خبر دی ابویعلیٰ نے، کہا ہم سے بیان کیا صالح بن مالک نے، کہا ہم سے بیان کیا خالد بن یزید بن ابی مالک نے اپنے والد سے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مجھے جتنی ندامت تین چیزوں پر ہوئی، اتنی کسی چیز پر نہیں ہوئی۔ ایک یہ کہ میں نے طلاق کو حرام کیوں نہ کردیا؟ دوم یہ کہ میں نے غلاموں کا نکاح کیوں نہ کرادیا؟ سوم یہ کہ میں نے نوحہ کرنے والی عورتوں کو قتل کیوں نہ کردیا؟"

لیجئے! یہ ہے وہ روایت جس کے سہارے اہلِ حدیث حضرات، ابنِ قیمؒ کی تقلید میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فیصلے سے رُجوع کرلیا تھا کہ تین طلاق تین ہی واقع ہوتی ہے، خواہ ایک ہی مجلس میں دی جائیں یا ایک لفظ سے۔" اہلِ حدیث کی بے انصافی وسینہ زوری دیکھنے کے لئے اس روایت کی سند اور متن پر غور کرلینا ضروری ہے۔

اس کی سند میں خالد بن یزید بن ابی مالک اپنے والد سے اس قصے کو نقل کرتا ہے، اس خالد کے بارے میں امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:

"لم یرض ان یکذب علیٰ أبیه حتّٰی کذب علیٰ أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم۔" (تهذیب التهذیب ج:۳ ص:۱۲۷)

ترجمہ:... "یہ صاحب صرف اپنے باپ پر جھوٹ باندھنے پر راضی نہیں ہوئے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر بھی جھوٹ باندھا۔"

یہ جھوٹا اپنے والد کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کر کے کہتا ہے کہ میرے والد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اظہارِ ندامت کو بیان کیا جبکہ اس کے والد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہی نہیں پایا اور وہ تدلیس میں بھی معروف تھا (حکم الطلاق الثلاث ص:۱۰۷)۔

حافظ ابنِ قیمؒ پر تعجب ہے کہ وہ ایک کذّاب کی مجہول اور جھوٹی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ندامت ثابت فرمارہے ہیں، اور اہلِ حدیث حضرات پر حیرت ہے کہ وہ اس کو حضرت عمرؓ کے رُجوع کا نام دے رہے ہیں۔

سند سے قطع نظر اب روایت کے متن پر توجہ فرمائیے، روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کر کے یہ کہا گیا کہ مجھے زندگی میں ایسی ندامت کسی چیز پر نہیں ہوئی جتنی کہ اس بات پر کہ میں نے طلاق کو حرام قرار کیوں نہ دیا... الخ۔

دِین کا ایک مبتدی طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ "طلاق" حق تعالیٰ شانہٗ کی نظر میں خواہ کیسی ہی ناپسندیدہ چیز ہو، بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال قرار دیا ہے اور قرآنِ کریم میں اس کے اَحکام بیان فرمائے ہیں۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی زبان زدِ خاص و عام ہے کہ:

"أبغض الحلال الى الله الطّلاق۔" (مشکوٰۃ ص:۲۸۳ بروایت ابوداؤد)

ترجمہ:... "حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔"

پس جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال قرار دیا ہو اور صدرِ اوّل سے آج تک جس پر مسلمانوں کا تعامل چلا آرہا ہو، کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو حرام قرار دے کر اس پر پابندی لگانے کا سوچ بھی سکتے ہیں؟ چہ جائیکہ اس قطعاً غلط اور باطل چیز کے نہ کرنے پر شدید ندامت کا اظہار فرمائیں، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خالص بہتان اور اِفتراء ہے۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد مطلق طلاق سے نہیں بلکہ تین طلاق سے ہے، تو اوّلاً یہ گزارش ہے کہ اس روایت میں کون سا قرینہ ہے جو تین طلاق پر دلالت کرتا ہے؟ ثانیاً: فرض کرلیجئے کہ یہی مراد ہے تو سوال یہ ہے کہ تین طلاق کو حرام قرار دینے سے یہ کیسے لازم آیا کہ کوئی اس حرام کا ارتکاب کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی؟ آپ دیکھتے ہیں کہ بیوی کو "تو میری ماں کی مانند" کہنا حرام ہے، قرآنِ کریم نے اس کو "منكر من القول" اور جھوٹ قرار دیا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص اس حرام کا ارتکاب کر کے بیوی سے ظہار کرلے تو کیا ظہار واقع نہیں ہوتا؟ اسی طرح بالفرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین طلاق کو حرام قرار دے کر اس پر پابندی لگانا چاہتے تھے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ آپؓ نے اپنے اس فیصلے سے رُجوع فرمالیا تھا کہ تین طلاق تین ہی شمار ہوتی ہیں، بلکہ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر افسوس تھا کہ آپؓ نے تین طلاق پر پابندی کیوں نہ لگادی تو اس سے جمہور کے قول کی مزید تائید ہوتی ہے، کیونکہ اس صورت میں روایت کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے صرف تین طلاق کے نفاذ پر اِکتفا کیوں کیا؟ اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی چاہئے تھا کہ میں تین طلاق کے واقع کرنے پر بھی پابندی لگادیتا اور ایسا کرنے والوں کو بیوی کی حرمتِ مغلظہ کا حکم دینے کے علاوہ ان کی گوشمالی بھی کرتا۔

الغرض! اوّل تو یہ روایت ہی سنداً و متناً غلط اور مہمل ہے، اور اگر بفرضِ محال اس کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس کے کسی لفظ سے

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم الناطق بالصدق والصواب رضی اللہ عنہ نے اپنے سابقہ فیصلے سے رُجوع کرلیا تھا۔ حضرت امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے فیصلے سے رُجوع کو منسوب کرنا آپؓ کی ذاتِ عالی پر سراسر ظلم اور بہتان و اِفتراء ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اہلِ حدیث حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے کیا ضد ہے کہ ان کی طرف پے در پے جھوٹ منسوب کر رہے ہیں اور ان حضرات کو یہ سوچنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ محض وقتی ہوتا یا کسی مصلحت پر مبنی ہوتا یا آپؓ نے اس فیصلے سے آخری عمر میں رُجوع فرمالیا ہوتا تو تمام صحابہ کرامؓ سے ائمۂ اَربعہؒ تک جماہیر سلف وخلف اس فیصلے پر مصر کیونکر رہ سکتے تھے...؟

خلاصہ یہ کہ تین طلاق سے تین کا واقع ہونا قطعی برحق ہے، یہی خلیفۂ راشد امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ناطق فیصلہ ہے، اسی پر حضراتِ خلفائے راشدینؓ اور اکابر صحابہؓ کا اِجماعی فتویٰ ہے، اور اسی پر چاروں فقہائے اُمت و اِمامانِ ملت متفق ہیں، اس کے خلاف اگر کوئی فتویٰ دیتا ہے، خواہ وہ اہلِ حدیث ہو یا منکرِ حدیث، وہ قطعاً مردود اور باطل ہے، **وماذا بعد الحق اِلّا الضلال!** (حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟) کسی شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان رکھتا ہو، یہ حلال نہیں کہ صحابہ کرامؓ اور ائمۂ اَربعہؒ کے اجماعی فتوے کے خلاف تین طلاق کو ایک قرار دے اور مطلقہ ثلاثہ کو حلال قرار دے، **حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ**۔

فتویٰ نمبر:۱۵ میں (جو غربائے اہلِ حدیث کے مفتی صاحب کا تحریر کردہ ہے) یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ چونکہ نرگس کے شوہر نے پہلی بیوی (زینب) کے جبر و اِکراہ کی وجہ سے طلاق دی ہے، لہٰذا یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، نہ تین نہ ایک۔

مفتی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

> ''جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، ائمہ مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور داؤدؒ وغیرہم کا بھی یہی مسلک ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، جبکہ اِمام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ یہ بلا دلیل اور جمہور صحابہؓ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیرمعتبر ہے۔''

اس سے قطع نظر کہ جبر و اِکراہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں؟ یہاں چند اُمور لائقِ توجہ ہیں:

اوّل:... یہ کہ سوال میں جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ زید کی پہلی بیوی زینب نے دھمکی دی تھی کہ اگر نئی بیوی نرگس کو طلاق نہیں دوگے تو میں خودکشی کرلوں گی، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ واقعے کی نوعیت اس سے یکسر مختلف تھی۔

ہوا یہ کہ زینب کے شوہر نے اس (نرگس) سے خفیہ شادی کرلی تھی، جبکہ وہ زینب کو حلفاً یقین دلاتا رہا کہ وہ ہرگز شادی نہیں کرے گا، پانچ سال کے بعد شوہر نے یکایک زینب کو اس شادی کی خوشخبری دی اور یہ بھی بتایا کہ نرگس دُوسرے بچے کے ساتھ ماشاء اللہ اُمید سے ہے۔

یہ غیرمتوقع خبر زینب کے ذہن پر بجلی بن کر گری اور اس نے رو رو کر اپنا بُرا حال کرلیا، شوہر سے ہرگز نہیں کہا کہ وہ خودکشی کرلے گی، لیکن شوہر سے اس کی پریشانی نہ دیکھی گئی تو اس نے زینب سے کہا کہ: تم پریشان نہ ہو، میں نرگس کو طلاق دے دُوں گا،

اس پر زینب نے کہا کہ: اگر طلاق دینی ہے تو ابھی کیوں نہیں دے دیتے؟ اس پر شوہر نے دُوسری بیوی کا نام لے کر دوبارہ کہا کہ: میں نے اسے طلاق دی، میں نے اسے طلاق دی، اس پر زینب نے کہا کہ: تین طلاقیں دیں۔ شوہر نے اس کے کہنے پر مزید تین بار طلاق دے دی۔

اس واقعے کو اس کی اصل شکل میں دیکھا جائے تو واقعے کی نوعیت بدل جاتی ہے اور مفتی صاحب کا فتویٰ نمبر:۱۵ یکسر غیر متعلق ہوجاتا ہے، اور واضح ہوجاتا ہے کہ خودکشی کی دھمکی کا افسانہ محض مفتیوں کو متأثر کرنے کے لئے تراشا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کل دیانت وامانت کا معیار یہاں تک گرگیا ہے کہ لوگ اعلانیہ طلاق دے کر مکر جاتے ہیں، اور حلال وحرام کا مسئلہ پوچھنے کے لئے بھی واقعے کی اصل نوعیت بیان نہیں کرتے، بلکہ واقعات کو بدل کر اور خودساختہ کہانیاں بنا کر مسائل دریافت کرتے ہیں، **فالی اللہ المشتکی!**

دوم:... اگر اسی واقعہ کو صحیح فرض کرلیا جائے جو سوال میں ذکر کیا گیا ہے، تب بھی اس پر غور کرنا ہوگا کہ بیوی کی اس قسم کی دھمکی کو شرعاً ''جبر واِکراہ'' کہنا صحیح ہے؟ جبکہ یہ بیوی کی خالی خولی دھمکی تھی، نہ اس کے ہاتھ میں خودکشی کا کوئی آلہ تھا، اور نہ اقدامِ خودکشی کی کوئی اور علامت پائی گئی، اور کیا ایسی خالی دھمکی پر جبر واِکراہ کے شرعی اَحکام جاری ہوں گے؟ مثلاً:

۱:... کیا ایسی خالی دھمکیوں پر اس خاتون کے خلاف اقدامِ خودکشی کا مقدمہ شرعی عدالت میں دائر کیا جاسکتا ہے؟ اور عدالت اس پر اقدامِ خودکشی کی تعزیر جاری کرے گی؟

۲:... اگر کوئی نیک بخت اپنے شوہر کو دھمکی دے کہ اگر تم داڑھی نہیں منڈواوٴگے تو میں خودکشی کرلوں گی، کیا عورت کی دھمکی سے مرعوب ہوکر شوہر کے لئے داڑھی منڈانا حلال ہوگا؟

۳:... اگر عورت ایسی ہی دھمکی سے شوہر کو شراب نوشی پر، کلمۂ کفر بکنے پر یا کسی اور فعلِ شنیع پر مجبور کرتی ہے تو کیا شوہر کے لئے ان افعالِ شنیعہ کے ارتکاب کی اجازت ہوگی؟ (واضح رہے کہ خود مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے کہ جبر واِکراہ کی حالت میں کلمۂ کفر بکنے کی بھی اجازت ہے)۔

۴:... کیا عورت کی ایسی دھمکی پر شوہر کے لئے کسی مسلمان کا مال چرانا یا اس کا تلف کرنا جائز ہوگا؟

۵:... عورت دھمکی دیتی ہے کہ: ''غیراللہ کے آگے سجدہ کرو، یا فلاں مزار پر جاکر اس بزرگ سے بیٹا مانگو، اور اس بزرگ کے نام کی منّت مانو، یا اس قسم کے شرکیہ افعال کرو، ورنہ میں خودکشی کرلوں گی''، کیا عورت کی اس دھمکی پر شوہر کے لئے شرکیہ افعال کا اِرتکاب جائز ہوگا؟ یقیناً جناب مفتی صاحب میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ شوہر کے لئے بیگم صاحبہ کی دھمکی سے متأثر ہوکر ان کاموں کا کرنا حلال نہیں اور اگر کرے گا تو یہ شخص مجرم ہوگا۔

اس تنقیح سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خود مفتی صاحب بھی ایسی خالی دھمکی کو جبر واِکراہ کی حالت تسلیم نہیں فرماتے، اور اس کی وجہ سے شوہر کو مسلوب الاختیار قرار نہیں دیتے، معلوم ہوا کہ ایسی دھمکی کو شرعاً ''جبر واِکراہ'' قرار دینا صحیح نہیں، اور جس طرح کہ آدمی ایسی دھمکی کی وجہ سے کلمۂ کفر بکنے پر مجبور نہیں، اسی طرح بیوی کو طلاق دینے پر بھی مجبور نہیں۔

سوم:... جناب مفتی صاحب نے خود بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت اِمام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک جبر و اِکراہ سے دِلائی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے، پس جبکہ میاں بیوی دونوں حنفی ہیں تو یہ تین طلاق حنفی عقیدے کے مطابق تو حرمتِ مغلظہ کے ساتھ واقع ہوگئیں اور بیوی حرام ہوگئی۔ طلاق کے بعد اگر وہ بالفرض لامذہب غیرمقلد بھی بن جائیں تو نکاح تو دوبارہ بحال نہیں ہوسکتا، کیونکہ ''**الساقط لَا یعود**'' عقلاً وشرعاً مُسلَّم ہے، یعنی جو چیز ساقط اور باطل ہوجائے اس کو کسی تدبیر سے بھی دوبارہ نہیں لوٹایا جاسکتا۔

خلاصہ یہ کہ زید کے لئے حلال نہیں کہ تین طلاق کے بعد نرگس کو بیوی کی حیثیت سے رکھے، بلکہ دونوں پر لازم ہے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرلیں۔ تین طلاق کے بعد اگر وہ اکٹھے رہیں گے تو زنا اور بدکاری کے مرتکب ہوں گے، جس کا وبال ان کو دُنیا اور آخرت میں بھگتنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے قہر اور غضب سے بچائے۔ ہم دونوں سے گزارش کریں گے کہ وہ اہلِ حدیث کے غلط فتویٰ کی آڑ میں گناہِ کبیرہ کا اِرتکاب نہ کریں، ورنہ ان دونوں کی دُنیا و آخرت دونوں برباد ہوجائیں گی، اور اہلِ حدیث کا غلط فتویٰ ان کو دُنیا کی ذِلت و رُسوائی اور حق تعالیٰ شانہٗ کے قہر و عذاب سے نہیں بچاسکے گا۔ اگر انہوں نے اس غلط فتویٰ کی آڑ میں اِجماعِ صحابہؓ اور اِجماعِ اُمت کی پروا، نہ کی اور خواہشِ نفس کی پیروی کرتے ہوئے تین طلاق کے بعد بھی میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہنے پر اِصرار کیا تو اندیشہ ہے کہ مرتے وقت اِیمان سلب ہوجائے اور وہ اِسلام سے خارج ہوکر مریں۔

الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق

شیخ محمد زاہد الکوثری

مسئلہ طلاق میں دورِ حاضر کے متجدّدین کے شبہات اور ایک مصری علامہ کی طرف سے ان کا شافی جواب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی!

طلاق کے مسائل میں بعض حلقوں کی جانب سے کج بحثی کے نمونے سامنے آتے رہتے ہیں، اس نوعیت کی غلط بحثیں ایک عرصہ پہلے مصر میں اُٹھائی گئی تھیں، جن کا شافی اور مسکت جواب وہاں کے محقق اہلِ علم کی جانب سے دیا گیا۔ چنانچہ ''نظام الطّلاق'' کے نام سے مصر کے قاضی احمد شاکر نے ایک رسالہ لکھا جس میں غلط رو طبقے کی بھرپور نمائندگی کی گئی، اس کے جواب میں خلافتِ عثمانیہ کے آخری نائب شیخ الاسلام مولانا الشیخ محمد زاہد الکوثری نے ''الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں اس قسم کے خودرو مجتہدین کی علمی بضاعت سے نقاب کشائی کی گئی اور کتاب و سنت سے طلاق کے اَحکام کو ثابت کیا گیا۔ بعض احباب کے اصرار پر اس کا ترجمہ ماہنامہ ''بینات'' کراچی میں بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے، اور اَب اسے ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں شامل کیا جارہا ہے، واللہ الموفق! محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ، وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ، وَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظَّالِمِیۡنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡخَلۡقِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

یہ اَمر پوشیدہ نہیں کہ ائمہ متبوعین کے مذاہب، مخصوص حالات میں، مخصوص عدالتی مسائل میں، ایک دُوسرے سے مدد حاصل کرتے ہیں، اور جب کوئی ایسی ضرورت داعی ہو تو دُوسرے مذہب کے مسائل پر عمل کرنے کا دستور بھی فقہائے مذاہب نے ذکر کردیا

ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ خواہشِ نفس کی تعمیل کے لئے اپنے مذہب سے یا تمام مذاہب سے بغاوت کی جائے اور اَحکامِ شرعیہ کے بجائے خودساختہ قوانین کو جاری کردیا جائے، جیسا کہ دورِ حاضر میں اسلامی ممالک کے متجدّد دین نے یہی رَوش اپنا رکھی ہے، وہ ہرنئی چیز کو للچائی ہوئی نظر سے، اور ہر قدیم کو نظرِ استخفاف سے دیکھنے کے عادی ہیں، حالانکہ ہر وہ اُمت جو اپنے موروثی مفاخر کی حفاظت و پاسبانی کے لئے مرمٹنے کا اہتمام نہیں کرتی وہ گویا اس اَمر کا اقرار کرتی ہے کہ وہ کوئی شرف و مجد نہیں رکھتی، اور اس کا دامن اپنے اسلاف کے مفاخر سے یکسر خالی ہے، چہ جائیکہ وہ اُمت جو دُوسری قوموں میں مدغم ہونے کی کوشش کررہی ہو!

فقہِ اسلامی عروجِ اسلام کے دور میں صدیوں تک ہر زمان و مکاں کے لئے صلاحیت رکھتی تھی، پس یہ غیرمعقول بات ہوگی کہ یہ اس زمانے کے لئے صلاحیت نہ رکھتی ہو، جس میں کھلی آنکھوں سے قوانینِ مغرب میں خلل کا مشاہدہ کیا جارہا ہے، یہاں تک کہ ان قوانین کے فساد کی وجہ سے مغربی معاشرے انحلال اور زبوں حالی کا شکار ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ جب عوام کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ ایسے حیلے ایجاد کرلیتے ہیں جو عدالتی فیصلوں میں عدل پروری کا راستہ روک دیتے ہیں، لیکن بالغ نظر قاضی (جج صاحبان) ایسا نظام وضع کرنے سے عاجز نہیں جو عدل و انصاف کی پاسبانی کا کفیل ہو، اور جس کو حیلہ گروں کے ہاتھ نہ چھوسکیں، خواہ وہ کسی زمان و مکاں میں ہو، اسی مدعا کو بیان کرتے ہوئے ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں: ''فیصلہ ایسا ناپ تول کر کرو کہ جو لوگوں کی صلاح کا ضامن ہو، اور جب وہ بگڑ جائیں تو استحسان سے کام لو۔'' اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے: ''لوگوں کے لئے اسی کے بقدر فیصلے رُونما ہوتے ہیں جس قدر انہوں نے جرائم ایجاد کرلئے ہوں۔''

پس جب کوئی اجتماعی مرض رُونما ہو، جیسے طلاق کو کھلونا بنانا، مثلاً ایک شخص بلاوجہ طلاق کی قسم کھالیتا ہے، دُوسرا شخص بے سبب جلدبازی سے تین طلاق اکٹھی دے ڈالتا ہے، تو اس بیماری کا علاج یہ نہیں کہ طلاق کو کھلونا بنانے کی راہ ہموار کرکے ان مریضوں کی ہم نوائی کی جائے، اور یہ کہہ کر ان کے نکاحوں کو شبہ و شبہ میں ڈال دیا جائے کہ: ''طلاق کی قسم کھانا کوئی چیز نہیں'' اور ''تین طلاق ایک ہوتی ہے، یا ایک بھی نہیں ہوتی'' اور اس پر بغیر دلیل و برہان کے فلاں کے قول اور فلاں کی رائے کے حوالے دیئے جائیں۔

یہ ہم نوائی ان مریضوں کی خیرخواہی نہیں، بلکہ یہ اس بیماری کے جان لیوا ہونے میں اضافہ کرے گی، اور ان کے شگاف کو رفو کرنا ناممکن ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی عصمت کو کلمۃ اللہ کے ذریعہ حلال کرنے میں جو حکمت رکھی ہے، کہ کھیتی اور نسل میں برکت حاصل ہو، یہ حکمت باطل ہوجائے گی، اور بعض نام نہاد فقیہ اور خودرو مجتہد، جن کی آراء و خواہشات کو کسی جگہ قرار نہیں، ان کے کلمہ کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی جگہ حلت و حرمت کے معاملے میں نافذ کرنا لازم آئے گا۔

اور یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ان قطعی مسائل کے خلاف خروج و بغاوت کی جائے جو ائمہ متبوعین نے کتاب و سنت سے سمجھے ہیں، اور اس خروج و بغاوت کے لئے ایسے شاذ لوگوں کے اقوال کا سہارا لیا جائے جو ان سے غلط فکری کی بنا پر صادر ہوئے ہیں، یا ایسے لوگوں کی آراء پر اعتماد کیا جائے جو دِین و دیانت کے لحاظ سے ناقابلِ اعتماد ہیں، اور جو زمین میں فساد مچاتے ہیں، کیونکہ شیطان نے ان کے لئے ان کے بُرے اعمال کو آراستہ کر دِکھایا ہے۔

اسی ہم نوائی کی بدولت اسلامی قانون، اپنے نافرمان بیٹوں کے ہاتھوں، اپنے بہت سے ابواب میں عدالتوں سے بے دخل

کیا جاچکا ہے، اس کا یہ سبب نہیں کہ اسلامی قانون ہر زمان و مکان کے لئے صلاحیت نہیں رکھتا، تاوقتیکہ اس کے ستونوں کو اُکھاڑ نہ دیا جائے، یا اس کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹ دیئے جائیں۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ان ابنائے زمانہ میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے دِل کو چین نصیب نہیں جب تک کہ شرع کے باقی ماندہ حصے کا بھی عدالتوں سے صفایا نہ کردیں، اور یہ کام لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے شرع ہی کے نام سے کیا جارہا ہے، جس سے اصل مدعا خواہش پرست مریضوں کی ہم نوائی اور مستشرقین کے شاگردوں (مستغربین) کی خواہشات کی پیروی ہے۔ جبکہ ہم ایسے دور کے آنے سے، جس میں کامل حقوق دِلانے کے دعوے کئے جارہے ہیں، یہ توقع رکھتے تھے کہ تمام جدید قوانین پر نظرِ ثانی کی جائے گی اور جن قوانین میں اصلاح کی ضرورت ہے، فقہِ اسلامی کی مدد سے ان میں اصلاح کی جائے گی، کیونکہ جس حکومت کے ہاتھ میں عالَمِ اسلام کی قیادت ہے اس کے لئے یہی شایانِ شان ہے اور ایسی حکومت سے بجا طور پر یہی توقع رہی ہے۔

رہا کتاب و سنت کو ایسے معنی پہنانا جن کے وہ متحمل نہیں، اور بظاہر کتاب و سنت سے استدلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے قوانین کی تائید کرنا جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، یہ دونوں باتیں سوائے کھلی تلبیس کے، اور سوائے ایسے دھوکے کے، جس کے پس پردہ مقاصدِ مذمومہ صاف جھلکتے ہوں، اور کچھ نہیں دیتے۔

جو لوگ مسلمانوں کو ان کے دِین کے بارے میں شک و شبہ میں ڈالنا چاہتے ہیں، وہ گھات میں ہیں، وہ ان نام نہاد فقیہوں کے کرتوتوں کے حوالے سے فقہِ اسلام کو بدنام کرنے میں فرصت کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کرتے، حالانکہ فقہِ اسلامی ایسے لوگوں سے اور ان کے اعمال سے بَری ہے۔ یہاں معاندینِ اسلام کے سازشی کردار کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ازہر کے ایک مستشرق اُستاذ نے ایک سال پہلے "تاریخِ فقہِ اسلامی" پر تین لیکچر دیئے تھے جن کے آخر میں وہ کہتا ہے:

> "اسلامی شریعت اور رائج الوقت کے درمیاں ایک اور تعلق ہے، جو شریعت کی گزشتہ تاریخ سے کلّی طور پر مخالف ہے، اور یہ تعلق تاریخِ شرع کے آخر دور میں پایا جاتا ہے، اور وہ ہے شرع کے کئی کئی رنگ بدلنے کا موجودہ دور، حوالے کے طور پر ہمارے لئے اسلامی قانون میں ان ترمیمات کا ذکر کردینا کافی ہے جو مصر میں ۱۹۲۰ء سے احوالِ شخصیہ (پرسنل لا) میں کی گئیں۔"

جو شخص اس فقرے کا مدعا سمجھتا ہے اس کے لئے اس میں بڑی عبرت کا سامان ہے، یہ مستشرق یہ کہنا چاہتا ہے کہ دیکھ لو! تم وہی ہو جنھوں نے شریعت میں نئے اَحکام کا گھسیڑنا ناجائز قرار دے دیا ہے، یہ جدید اَحکام جو شرع کے لئے قطعاً غیرمانوس اور اجنبی ہیں دراصل مغرب سے درآمد کئے گئے ہیں، اگرچہ ان اَحکام کے اصل مأخذ کی پردہ داری کے لئے کچھ لوگوں کے اقوال کا حوالہ دیا جاتا ہے، "آج سے کل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے":

"قیاس کن از گلستانِ من بہارِ مرا"

اس سلسلے کی بہت سی اَلم ناک یادیں ہمارے ذہن میں محفوظ ہیں، مگر ان کے تذکرے سے تجدیدِ اَلم کے سوا اور کیا فائدہ؟ کچھ عرصہ ہوا کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ایک قاضی صاحب نے ایک رسالہ شائع کیا ہے، جس میں موصوف نے ایسی رائے پیش کی ہے جس کے نتیجے

میں، اس ملک کی عدالتوں میں فقہِ متوارث کا جو بچا کھچا حصہ باقی ہے اور جو کتاب وسنت سے مأخوذ اور تمام فقہائے اُمت کے درمیان متفق علیہ چلا آتا ہے، اس کا بھی صفایا ہوجائے گا۔ میں نے اس کو ایک ایسے شخص کی جانب سے، جو اپنے آپ کو ''قاضیٔ شرع'' شمار کرتا ہے، بڑی بات سمجھا، پھر میں نے ان رسائل میں غور کیا جو شہر میں پھیلائے جارہے ہیں، اور جو پیغامِ ربانی کے طرز کے خلاف ہیں، اور میں نے اپنے دِل میں کہا کہ یہ رسالہ جو موصوف کے قلم وزبان اور فکر وجنان کے حوالے سے نکلا ہے، یہ کسی مجمع فقہی کی جانب سے نہیں، بلکہ کسی مستشرق کی محفلِ غربی کی جانب سے ہے، جس کا پودا یہودی ہاتھوں نے لگایا ہے، اور جس کی شاخیں وادیٔ نیل میں قبطیوں کی مدد سے پھل پھول رہی ہیں۔

دریں اثنا کہ میں اس قصے پر اس نقطۂ نظر سے غور کر رہا تھا، اور جن عبرتوں پر یہ مشتمل ہے، ان سے عبرت حاصل کر رہا تھا کہ قضا وقدر نے یہ رسالہ میرے مطالعے کے لئے بھجوادیا، میں نے اس کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ تجربہ خبر کی تصدیق کر رہا ہے۔

سب سے پہلے میری نظر رسالے کے نام ''نظام الطّلاق'' پر پڑی جو رسالے کی لوح پر خطِ عجمی سے لکھا ہوا تھا، اور جو اس کے مشتملات کی عجمیت کا پتا دیتا تھا، اس نام پر قرآنِ کریم کی آیت سوار تھی جو اسے ''ہاویہ'' میں گرا رہی تھی، اس کا عملِ طالح اس کو درکِ اَسفل کی طرف کھینچ رہا تھا، جو کلماتِ سافلہ کا مقام ہے، دیکھنے والے کو اس منظر اور اس عنوان سے ایسا خیال ہو رہا تھا کہ گویا: ''ایک مغربی اُلو'' نے مسلمانوں کے آسمان کا حلقہ بنا رکھا ہے، وہ نہایت مکروہ آواز میں بول رہا ہے کہ:

''اے مسلمانو! تمہاری عدالتوں میں اَحکامِ شرعیہ کے نفاذ کا دور لد گیا، دیکھو یہ جدید وضع قانون، اَحکامِ شرع کی جگہ نافذ ہوگا۔''

سب جانتے ہیں کہ نظام اور قانون ان خودساختہ دساتیر کی اصطلاحات ہیں، جو اَحکامِ شرعیہ کی روشنی میں وضع نہیں کئے جاتے، یہ دونوں لفظ نہ کتاب وسنت میں وارد ہیں، اور نہ فقہائے اُمت ان کا استعمال کرتے ہیں، گویا مؤلف ''وضعی قوانین'' اور اَحکامِ شرعیہ کو ایک ہی وادی سے سمجھتے ہیں، جن اَحکام کو ہم ''شرعی'' کہتے ہیں اور جن کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ کتاب وسنت سے مأخوذ ہیں، فاضل مؤلف ان کو بھی قوانینِ وضعیہ کے طرز کی چیز سمجھتے ہیں، جو وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے۔

صدرِ اسلام سے موجودہ صدی تک تمام مسلمان اپنے تمام تر فقہی اختلافات کے باوجود تین طلاق بلفظِ واحد کو قرآن وسنت کی رُو سے بینونتِ مغلظہ مانتے آئے ہیں، اچانک ایک ہوا پرست بیک جنبشِ قلم اسے بینونتِ مغلظہ سے ایک رجعی طلاق میں تبدیل کرنا چاہتا ہے، جب یہ حالت ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ کل یہ ہوا پرست یہاں تک جرأت کرے کہ اس حکم کے بالکلیہ لغو قرار دینے کا مطالبہ کرنے لگے، کیونکہ اس دور میں اَحکامِ شرعیہ سے مادر پدر آزادی نے معاشرے کے افراد پر اپنی طنابیں کھینچ لی ہیں، اور ہر وہ شخص جو اپنی ماں کی زبان جانتا ہو اس کے دِل میں منصبِ اِجتہاد پر فائز ہوکر لوگوں کے سامنے اچانک ایسی آراء پیش کرنے کی خواہش پیدا ہو رہی ہے جو اُمت کے مزاج کو یکسر درہم برہم کرڈالیں۔

رسالے کے نام کے بعد میں نے رسالے کے ابتدائیے کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ مؤلف اپنے رسالے کی تمہید میں اس پر فخر کر رہے ہیں کہ ان کے والدِ گرامی... جنھوں نے عہدۂ قضا کی خاطر اپنا اصل مذہب چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کرلیا تھا... پہلے شخص تھے

جنھوں نے مذہبِ حنفی کے مطابق فیصلے کرنے کے بجائے دُوسرے مذاہب کے مطابق فیصلے کر کے مذہب کے خلاف بغاوت کا راستہ اختیار کیا، حالانکہ ان کو اس باغیانہ تغییر وتبدیل کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ پیش آمدہ مشکل کو حل کرنے کے لئے وہ بڑی آسانی سے یہ مقدمہ کسی مالکی مذہب کے عالم کے سپرد کر سکتے تھے، (فاضل مؤلف اپنے والد کے جس کارنامے پر فخر کر رہے ہیں، غور کیجئے تو یہ لائقِ فخر نہیں، بلکہ لائقِ ماتم ہے، کہ ایک شخص مال و جاہ کی اندھی خواہش کی خاطر جھوٹ موٹ ایک مذہب کا لبادہ اوڑھ لے، اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ فقہ کے لئے سب سے خطرناک آفت وہ شخص ہے جس کو اہلِ فقہ کی طرح فقہ کا ذوق حاصل نہ ہو، مگر محض جاہ و مال کی خاطر کسی فقہی مکتبِ فکر سے منسلک ہوجائے)۔

مصنف کو اپنے والد کا یہ کارنامہ ذکر کرنے کے بعد کہ اس نے سب سے پہلے مذہب کے خلاف بغاوت کا آغاز کیا تھا، یہ خیال ہوا کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کا فارمولا پیش کر کے اپنے والد کی طرح بغاوت میں مقتدا بن جائے گا، لیکن اپنے والد کی طرح صرف مذہب کے خلاف بغاوت نہیں، بلکہ تمام فقہی مذاہب اور پوری اُمتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت۔ اگر جناب مؤلف اس نکتے پر ذرا سا غور کر لیتے کہ: ''شاید لوگ ابھی مغرب پرستی میں اس حد تک نہ پہنچے ہوں کہ وہ ہر ہویٰ پرست کے کہنے پر فقہِ متوارث کو بالکلیہ خیرباد کہنے پر تیار ہوجائیں گے''، تو شاید انہیں اس تمہید سے شرم آتی۔

علاوہ ازیں شیر کے بچے کی شہادت اس کے باپ کے حق میں کیا قیمت رکھتی ہے؟ یہ بات کم از کم ان حضرات کی نظر سے مخفی نہیں رہ سکتی جو عہدۂ قضا سے منسلک ہیں، اور یہ شیر... اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے... ابھی تک تاریخ کی نام وَر شخصیات میں داخل نہیں ہوا، اور اس کے سپرد صرف از ہر میں اس کی کارگزاری ہے، اور از ہر کی وکالت، قضائے سوڈان، مجلسِ تشریعی، اور محافلِ ماسونیہ۔ اور اس کے کارنامے صرف طبع زاد رسائل اور مقالات عمورات تک محدود ہیں اور بس۔ جیسا کہ شیر بچوں کے باپ کے کارناموں کی تحسین شیر کے بچوں کی نہیں بلکہ وہ بھی تاریخ کے سپرد ہے، عمرِ طویل کے بعد عمر کے اس دور میں بھی ان کا انجام بخیر ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ ان جرائم سے توبہ وانابت اختیار کریں، جن کا ارتکاب اس رسالے میں ان کے ہاتھوں نے کیا ہے، خصوصاً کتاب اللہ کی، سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور فقہائے اُمت کی مخالفت کا جرم، زائغین کی افترا پردازی کے باوجود، جیسا کہ آپ عنقریب سفیدۂ صبح کا ظہور مشاہدہ کریں گے۔

یا سبحان اللہ! اس کا کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ جمہور صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور جمہور فقہائے اَمصار قرن ہا قرن تک غلطی میں پڑے رہیں، اور یہ غلطی اس دن تک قائم رہتی ہے جس دن کہ مؤلف، ان کو لغتِ عربی کے اسرار و رموز سمجھانے کے لئے یہ رسالہ لکھ کر شائع کرتا ہے، چودہ سو سال کے طویل دور میں کسی بندۂ خدا کو یہ ہوش نہیں آتا کہ طلاق دیتے ہوئے تین کا لفظ ذکر کرنا صرف لغو ہی نہیں، بلکہ ناممکن اور محال ہے، پہلی مرتبہ اس یکتا مؤلف کو اس مسئلے میں حق کا انکشاف ہوتا ہے، اور یہ انکشاف مؤلف کی عربیتِ خالصہ کی بدولت ہوتا ہے جس کو... چشمِ بددُور! وادیٔ نیل کے قبطیوں کے درمیان رہنے کے باوجود... عجمیت چھو تک نہیں گئی، اور اسباطِ بنی اسرائیل کی زبان سے اس میں ذرا بھی بگاڑ پیدا نہیں ہوا، نیز مؤلف کو یہ انکشاف اس کے بے مثال تفقہ کی بنا پر ہوتا ہے، جس کی مثل علمائے اہلِ سنت میں سے کسی ایک سے بھی نقلِ صریح، صحیح کے ساتھ منقول نہیں، اور کسی ایک مذہب میں بھی قبول نہیں کیا گیا، سوائے

روافض اور اسماعیلیوں کے، جن میں عبیدیون بھی شامل ہیں، جو ائمہ کو خدا مانتے ہیں۔

پس حرام ہے! ہزار مرتبہ حرام...! اس شخص پر جو کتاب اللہ کی وجوہِ دلالت میں ایسی جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرتا ہو، اور جو حدیث و فقہ اور اُصول میں ایسی ٹامک ٹوئیاں مارتا ہو، (اس کے لئے حرام ہے) کہ فقہ و حدیث کے دقیق مسائل پر قلم اُٹھائے، یہ سمجھتے ہوئے کہ مصر و ہند کی چند ایسی مطبوعات کا جمع کر لینا، جو اَغلاط و تصحیفات سے پُر ہیں، اس کو اِجتہاد کی بلند چوٹی تک پہنچا دے گا، بدوں اس کے کہ اس کو ایسی وہبی صلاحیتیں حاصل ہوں جو اس میدان میں گوئے سبقت لے جانے میں اس کی مدد کریں، اور بدوں اس کے کہ اس نے ان دونوں علوم کی تعلیم کسی ماہر اُستاذ سے پائی ہو جو باخبری اور کفایت کے ساتھ اس کی تربیت کرتا۔ قدیم زمانے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

مـا العلم مخزون كتب لديك منها الكثير

لَا تـحسبنـك بهٰذا يـومًـا فـقيهًـا تصير

فـلـلـدجـاجـة ريـــش لٰـــكنها لَا تطيـر

ترجمہ:۱:... ''علم اس کا نام نہیں جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے، تیرے پاس ان میں سے بہت کتابیں ہیں۔

۲:... ہرگز نہ سمجھنا کہ تم اس کے ذریعہ کسی دن فقیہ بن جاؤ گے۔

۳:... دیکھو! مرغی کے بھی پَر ہوتے ہیں، لیکن وہ اُڑتی نہیں۔''

اور شرع میں اہلِ علم سے الگ رائے رکھنا اور ایسی بات کہنا جو کسی نے نہ کہی ہو، یہ دونوں باتیں آدمی کی عقل میں خلل کا پتا دیتی ہیں، حافظ ابن ابی العوامؒ اپنی کتاب ''فضائل ابی حنیفہ واَصحابہ'' میں اپنی سند کے ساتھ اِمام زفر بن الہذیلؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

''میں کسی شخص سے صرف اس حد تک مناظرہ نہیں کرتا کہ وہ خاموش ہو جائے، بلکہ یہاں تک مناظرہ کرتا ہوں کہ وہ پاگل ہو جائے، عرض کیا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: ایسی بات کہنے لگے جو کسی نے نہیں کہی۔''

میں اپنا دِینی واجب سمجھتا ہوں کہ ان صاحب کو وصیت کروں... بشرطیکہ سرگردانی نے اس میں اتنی عقل چھوڑی ہو کہ وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو... کہ وہ فقہ و حدیث پر قلم نہ اُٹھایا کرے، کیونکہ اس کی تحریروں سے قطعی طور پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ دونوں اس کا فن نہیں، اور عقل مند آدمی اس کام کو ترک کر دیتا ہے جس کو ٹھیک طرح نہ جانتا ہو، عربی شاعر کہتا ہے:

خلق الله للحرب رجالًا ورجالًا لقصعة وثريد

ترجمہ:... ''اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے پیدا کیا ہے کچھ لوگوں کو، اور کچھ اور لوگوں کو پیالہ اور ثرید کے لئے۔''

ان دونوں علوم میں غلط روی خالص دِین میں غلط روی ہے، اور ان دونوں میں سرگردانی دُنیا و آخرت میں ہلاکت کا موجب ہے، مؤلف کے لئے یہی کافی ہے کہ عہدۂ قضا، جو مقدّر سے اس کے ہاتھ لگ گیا ہے، اسے سنبھالے رکھے، اور اس سے جو غلطیاں سرزد

ہوئی ہیں ان سے توبہ و اِنابت اختیار کرے۔

چونکہ مؤلف کے رسالے پر کسی نے گفتگو نہیں کی، اس لئے ہم اس رسالے کے بعض مقاماتِ زیغ پر کلام کریں گے، جس سے اِن شاء اللہ تعالیٰ واضح ہوجائے گا کہ ٹیلے کے پیچھے کیا ہے؟ اس سے جمہور کو خبردار کرنا مقصود ہے کہ وہ مؤلف کے کلام سے دھوکا نہ کھائیں، نیز مؤلفِ رسالہ کے اس دامِ فریب سے بچانا مقصود ہے کہ اس نے بے محل آیاتِ شریفہ درج کرکے ان کی غلط تأویلات کی ہیں جن کے مدخل و مخرج کا اسے علم نہیں، اسی طرح بے موقع احادیث نقل کی ہیں، مگر نہ تو مؤلف نے ان متون کے معانی کو سمجھا ہے، اور نہ وہ ان کی اسانید کے رجال سے واقف ہے، واقعہ یہ ہے کہ جس شخص نے فقہ و حدیث اور دیگر علوم کو محض کتابوں کی ورق گردانی سے حاصل کیا ہو، کسی اُستاذ سے نہ سیکھا ہو، جو لغزش کے مواقع میں اس کی راہ نمائی کرے، اس کا یہی حال ہوتا ہے۔

اور میں جن مسائل میں اس خود رو مجتہد کے ساتھ مناقشہ کروں گا ان میں بحول اللہ وقوتہٖ ایک لمحے کے لئے بھی اس کا قدم ٹکنے کی گنجائش نہیں چھوڑوں گا، کیونکہ جو شخص حق سے ٹکر لیتا ہے اس کے پاس اصلاً کوئی دلیل و حجت نہیں ہوتی اور میں نے ان اوراق میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ''الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق'' کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَلِیُّ الْھِدَایَۃِ، وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ فِی الْبِدَایَۃِ وَالنِّھَایَۃِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ!

۱:...کیا رجعی طلاق سے عقدِ نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

مؤلفِ رسالہ صفحہ: ۱۴-۱۵ پر لکھتے ہیں:

''عقود میں عام قاعدہ یہ ہے کہ عقد سے وہ تمام حقوق فریقین پر لازم ہوجاتے ہیں جن کا عقد کے ذریعہ ہر ایک نے التزام کیا ہو۔''

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اور طلاق خواہ رجعی ہو یا غیر رجعی، وہ عقدِ نکاح کو زائل کردیتی ہے، ابن السمعانی کہتے ہیں کہ: حق یہ ہے کہ قیاس اس بات کو مقتضی تھا کہ طلاق جب واقع ہو تو نکاح زائل ہوجائے، جیسا کہ عتق میں رقیت زائل ہوجاتی ہے، مگر چونکہ شرع نے نکاح میں رُجوع کا حق رکھا ہے اور عتق میں نہیں رکھا، اس بنا پر ان دونوں کے درمیان فرق ہوگیا۔''

مؤلفِ رسالہ اس قاعدے سے دو باتیں ثابت کرنا چاہتا ہے، ایک یہ کہ اگر شارع کی جانب سے اِذن نہ ہوتا تو مرد کا یک طرفہ طلاق دینا صحیح نہ ہوتا، چونکہ مرد کو طلاق دینے کا اختیار اِذنِ شارع پر موقوف ہے لہٰذا اس کی طلاق کا صحیح ہونا بھی اِذنِ شارع کے ساتھ مقید ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص شارع کی اجازت کے خلاف طلاق دے تو اس کی طلاق باطل ہوگی، کیونکہ وہ تقاضائے عقد کی بنا پر یک طرفہ طلاق کا اختیار نہیں رکھتا۔

دُوسری بات وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جب طلاقِ رجعی سے نکاح زائل ہوگیا تو عورت دُوسری اور تیسری طلاق کا محل نہ

رہی خواہ وہ ابھی تک عدّت کے اندر ہو۔

مؤلف کے نظریے کی بنیاد انہی دو باتوں پر قائم ہے، لیکن جو شخص کتاب وسنت سے تمسک کا مدعی ہو، اس کا نصوص کی موجودگی میں محض تخیل اور اٹکل پچو قیاس آرائی پر اپنے نظریے کی بنیاد رکھنا کتنی عجیب بات ہے؟ اور اگر مؤلف کا مقصود خالی فلسفہ آرائی ہے اور وہ بزعم خود تھوڑی دیر کے لئے ''اہلِ رائے'' کی صف میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے تب بھی اس کے علم سے یہ بات تو اوجھل نہیں رہنی چاہئے کہ مسلمان محض طبعیتِ عقد کی بنا پر تو کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ اس لئے مالک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تصرفات کا اختیار دیا ہے، نیز اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تھا کہ عورت نکاح کے وقت مرد کے اس حق کو جانتی تھی کہ وہ جب چاہے طلاق دے سکتا ہے، اور اس نے نکاح میں یہ شرط بھی نہیں رکھی کہ اس کا شوہر اگر فلاں فلاں کام کرے گا تو اسے اپنے نفس کا خیار ہوگا، بلکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے نکاح قبول کرلیا، تو گویا اس نے شوہر کے حقِ طلاق کا بھی التزام کرلیا۔ اب اگر اسے طلاق دی جارہی ہے تو اس کے التزام پر دی جارہی ہے، لہٰذا اس پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی جارہی جس کا اس نے التزام نہیں کیا۔ اب غور فرمایئے کہ مؤلفِ رسالہ کے اس نظریے کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟ اور جب یہ نظریہ خود گرتی ہوئی دیوار پر قائم ہے تو اس پر مؤلف جن مسائل کا ہوائی قلعہ تعمیر کرنا چاہتا ہے وہ کب تعمیر ہوسکتا ہے...؟

یہی حال اس کے اس دعویٰ کا ہے کہ: ''رجعی طلاق سے نکاح زائل ہوجاتا ہے'' یہ قطعاً باطل رائے ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مخالف اور ائمہ سوین کے علم وتفقہ سے خارج ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ....'' (البقرۃ:۲۲۸)

ترجمہ:...''اور ان کے شوہر حق رکھتے ہیں ان کے واپس لوٹانے کا عدّت کے اندر۔''

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے عدّت کے دوران مردوں کو ان کے شوہر ٹھہرایا ہے، اور انہیں اپنی بیویوں کو سابقہ حالت کی طرف لوٹانے کا حق دیا ہے، مگر اس ''خودساختہ مجتہد'' کا کہنا ہے کہ ان کے درمیان زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہا۔ اور اگر وہ لفظ رَدّ سے تمسک کا ارادہ کرے گا تو اچانک اسے ایسے رَدّ کا سامنا کرنا ہوگا جس سے وہ محسوس کرے گا کہ وہ ڈُوبتے ہوئے، تنکے کا سہارا لینا چاہتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ....'' (البقرۃ:۲۲۹)

ترجمہ:...''طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے، پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے۔''

پس روک رکھنے کے معنی یہی ہیں کہ جو چیز قائم اور موجود ہے اسے باقی رکھا جائے، یہ نہیں کہ جو چیز زائل ہوچکی ہے اسے دوبارہ حاصل کیا جائے، ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ طلاقِ رجعی کے بعد انقضائے عدّت تک نکاح باقی رہتا ہے۔ اسی طرح جو احادیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے طلاق دینے کے قصے میں مروی ہیں، وہ بھی ہمارے مدعا کی دلیل ہیں، خصوصاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسندِ احمد میں، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"لیراجعها فانها امرأته۔"(۱)

ترجمہ:... "وہ اس سے رُجوع کرلے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔"

اگر یہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ مؤلفِ رسالہ کا دعویٰ ہے، تو یہ حدیث اس مسئلے میں نصِ صریح ہے کہ طلاقِ رجعی واقع ہونے کے بعد بھی وہ عورت اس کی بیوی ہے۔

اور مطلقہ رجعیہ سے رُجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے ازدواجی تعلق کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا جائے، جبکہ رجعی طلاق کے بعد عورت کی حیثیت یہ ہوگئی تھی کہ اگر اس سے رُجوع نہ کیا جاتا تو انقضائے عدّت کے بعد وہ بائنہ ہوجاتی۔

صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کی طرح "مراجعت" (طلاق سے رُجوع) کا لفظ اپنے ایک خاص شرعی معنی رکھتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تک مراد لئے جاتے رہے ہیں، جو شخص اس لفظ کے لغوی معنی کو لے کر خلطِ مبحث کرنا چاہتا ہے اس کی بات سراسر مہمل اور نامعقول ہے۔ جب مرد، عورت سے کوئی سی بات کرے تو عربی لغت میں اس کو بھی "راجعها" بولتے ہیں، گویا مراجعت کا اطلاق مطلق بات چیت پر ہوتا ہے، لیکن مطلقہ رجعیہ سے اس کے شوہر کے رُجوع کرنے میں جو احادیث وارِد ہوئی ہیں، ان میں "ازدواجی تعلقات کی طرف دوبارہ لوٹنے" کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لئے جاسکتے، لہٰذا اس میں کج بحثی کی کوئی گنجائش نہیں۔

علاوہ ازیں اگر مؤلف کے بقول رجعی طلاق کے بعد عقد باقی نہیں رہتا تو تجدیدِ عقد کے بغیر دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ تعلقات ناجائز اور غیرشرعی ہوں (حالانکہ قرآن و حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے)، پھر کون نہیں جانتا کہ عدّت ختم ہونے تک نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمہ واجب ہے، اور اگر اس دوران زوجین میں سے کوئی مرجائے تو دُوسرا اس کا وارث ہوگا، اور یہ کہ عورت چاہے نہ چاہے عدّت کے اندر مرد کو رُجوع کرنے کا حق ہے، یہ تمام اُمور اس بات کی دلیل ہیں کہ طلاقِ رجعی کے بعد بھی میاں بیوی کے درمیان عقدِ نکاح باقی رہتا ہے۔

رہا ابنِ سمعانی کا وہ قول جو مؤلفِ رسالہ نے نقل کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کتاب و سنت اور اِجماعِ اُمت، قیاس سے مانع نہ ہوتے تو قیاس کہتا تھا کہ نکاح باقی نہ رہے، آخر ایسا شخص کون ہے جو نصوصِ قطعیہ کے خلاف قیاس پر عمل کرنے کا قائل ہو، پھر جبکہ اسے مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان وجہ فرق کا اقرار بھی ہو؟

پس اس مختصر سے بیان سے مؤلفِ رسالہ کے خودساختہ اُصول کی بنیاد منہدم ہوجاتی ہے اور اس پر جو اس نے ہوائی قلعے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تھا، وہ بھی دھڑام سے زمین پر گر جاتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ ان قطعی دلائل کے سامنے اس کے برخود غلط اُٹکل پچو جدلیات کی کیا قیمت ہے؟

---

(۱) مسند أحمد، مسند جابر عبدالله ج:۳ ص:۳۸۷ طبع المکتب الإسلامی، بیروت۔

۲:... طلاقِ مسنون اور غیرمسنون کی بحث

مؤلفِ رسالہ صفحہ:۱۶ پر لکھتے ہیں:

"آیات واحادیث یہ نہیں بتاتیں کہ ایک طلاق مسنونہ ہوتی ہے اور ایک غیرمسنونہ، وہ تو یہ بتاتی ہیں کہ طلاق کی اجازت شارع نے مخصوص اوصاف اور خاص شرائط کے تحت دی ہے۔ پس جس شخص نے ان اوصاف وشرائط سے ہٹ کر طلاق دی تو اس نے اجازت کی حد سے تجاوز کیا، اور ایک ایسا کام کیا جس کا وہ مالک نہیں تھا، کیونکہ شارع کی طرف سے اس کی اجازت نہیں تھی، اس لئے وہ لغو ہوگی، پس ہم طلاق کو اسی وقت مؤثر کہہ سکتے ہیں جبکہ ان شرائط واوصاف کے مطابق دی جائے۔"

جس شخص کو کتبِ حدیث کی ورق گردانی کا اتفاق ہوا ہو اس کا ایسے دعوے کرنا عجیب سی بات ہے، حالانکہ اِمام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے کہ طلاقِ سنت کیا ہے؟[1] اسی طرح اِمام بخاریؒ نے "الصحیح" میں[2] اور دیگر اصحابِ صحاح وسنن[3] نے اور ہر گروہ کے فقہائے اُمت نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ ابنِ حزم نے بھی "المحلّٰی" میں[4] اس کو ذکر کیا ہے، اور اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو شعیب بن رزیق اور عطا خراسانی نے حسن بصریؒ سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اس کے اَیامِ ماہواری میں طلاق دے دی تھی، بعد ازاں انہوں نے دو طہروں میں دو مزید طلاقیں دینے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابنِ عمر! تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں دیا، تو نے سنت سے تجاوز کیا ہے، سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کرے، پھر ہر طہر پر طلاق دے۔" پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سے رُجوع کرلوں، چنانچہ میں نے رُجوع کرلیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب وہ پاک ہوجائے تب تمہارا جی چاہے تو طلاق دے دینا، اور جی چاہے تو روک رکھنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اگر میں نے اسے تین طلاق دے دی ہوتیں تو میرے لئے اس سے رُجوع کرنا حلال ہوتا؟

---

(۱) مؤطا إمام مالک، کتاب الطلاق، جامع عدة الطلاق ص:۵۲۷ طبع میر محمد.

(۲) کتاب الطلاق .... وطلاق السُّنّة أن یطلقها طاهرًا من غیر جماع ...إلخ. (صحیح البخاری ج:۲ ص:۷۹۰ طبع قدیمی).

(۳) سنن ابن ماجة، کتاب الطلاق، باب طلاق السُّنَّة ص:۱۴۵ طبع نور محمد کتب خانه.
سنن النسائی، باب طلاق السُّنَّة، کتاب الطلاق ج:۲ ص:۹۹ طبع قدیمی.
شرح معانی الآثار لطحاوی، کتاب الطلاق ج:۲ ص:۳۱ طبع مکتبه حقانیه.
سنن أبی داوٗد، باب فی طلاق السُّنّة، أول کتاب الطلاق ج:۱ ص:۲۹۶ طبع ایچ ایم سعید.
جامع الترمذی، باب ما جاء فی طلاق السُّنَّة ج:۱ ص:۱۴۰ طبع رشیدیه دهلی.
مجمع الزوائد، باب طلاق السُّنَّة ج:۴ ص:۳۳۹، طبع بیروت.

(۴) المحلّٰی لابن حزم، کتاب الطلاق، رقم المسئلة:۱۹۴۹ ج:۱۰ ص:۱۶۱ تا ۱۷۳ طبع دار الآفاق الجدیدة بیروت.

فرمایا: نہیں! بلکہ وہ تجھ سے بائنہ ہوجاتی، اور گناہ بھی ہوتا۔"[1]

یہ طبرانی کی روایت ہے، اور انہوں نے اس کی سند حسبِ ذیل نقل کی ہے:

"حدثنا علی بن سعید الرزای، حدثنا یحییٰ بن عثمان بن سعید بن کثیر الحمصی، حدثنا أبی، ثنا شعیب بن رزیق قال: حدثنا الحسن .... الخ۔"

اور دارقطنی نے بطریق معلیٰ بن منصور اس کو روایت کیا ہے، محدث عبدالحقؒ نے اسے معلیٰ کی وجہ سے معلول ٹھہرانا چاہا، مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ ایک جماعت نے اس سے روایت لی ہے، اور ابنِ معین اور یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔

اور بیہقیؒ نے بطریق شعیب عن عطا الخراسانی اس کی تخریج کی ہے، اور خراسانی کے سوا اس میں اور کوئی علت ذکر نہیں کی۔[2] حالانکہ یہ صحیح مسلم اور سننِ اَربعہ کا راوی ہے، اور اس پر جو جرح کی گئی ہے کہ اسے اپنی بعض روایات میں وہم ہوجاتا ہے، یہ جرح متابع موجود ہونے کی وجہ سے زائل ہوجاتی ہے، کیونکہ طبرانی کی روایت میں شعیب اس کا متابع مُوجود ہے۔

اور ابوبکر رازیؒ نے یہ حدیث: "ابنِ قانع عن محمد بن شاذان عن معلیٰ" کی سند سے روایت کی ہے،[3] اور ابنِ قانع سے ابوبکر رازیؒ کا سماع اس کے اختلاط سے قطعاً پہلے تھا۔

اور شعیب اس روایت کو کبھی عطا خراسانی کے واسطے سے حسن بصریؒ سے روایت کرتا ہے اور کبھی بغیر واسطے کے، کیونکہ اس کی ملاقات ان دونوں سے ہوئی ہے، اور اس نے دونوں سے احادیث کا سماع کیا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطا خراسانی کے واسطے سے یہ حدیث سنی ہوگی، بعدازاں بلاواسطہ حسنؒ سے اس لئے وہ کبھی عطا سے روایت کرتا ہے اور کبھی حسنؒ سے، ایسی صورت بہت سے راویوں کو پیش آتی ہے جیسا کہ حافظ ابوسعید العلائی نے "جامع التحصیل لاحکام المراسیل" میں ذکر کیا ہے۔

رہا شوکانی کا شعیب بن رزیق کی تضعیف کے درپے ہونا، تو یہ ابنِ حزم کی تقلید کی بنا پر ہے،[4] اور وہ منہ زور ہے اور رجال سے بے خبر، جیسا کہ حافظ قطب الدین حلبی کی کتاب "القدح المعلی فی الکلام علٰی بعض احادیث المحلی" سے ظاہر ہے۔ اور شعیب کو دارقطنیؒ اور ابنِ حبانؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور رزیق دمشقی (جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہے) صحیح مسلم کے رجال میں سے ہے۔ اور علی بن سعید رازی کو ایک جماعت نے، جن میں ذہبیؒ بھی شامل ہیں، پُرعظمت الفاظ میں ذکر کیا ہے، اور ذہبیؒ نے حسن

---

(۱) عن شعیب بن رزیق أن عطاء الخراسانی حدثهم عن الحسن قال نا عبدالله بن عمر، أنه طلق إمرأته وهی حائض ثم أراد أن یتبعها تطلقتین أخرین عند القرأین الباقیین فبلغ ذالک رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: یا ابن عمر! ما هکذا أمرک الله إنّک قد أخطأت السنة، وذکر الخبر وفیه، فقلتُ: یا رسول الله! لَو کنتُ طلقتها ثلاثًا أکان لی أن أراجعها؟ قال: لَا، کانت تبین وتکون معصیة۔ (المحلّٰی لِابن حزم، کتاب الطلاق رقم المسئلة: ۱۹۴۹ ج:۱۰ ص:۱۲۹ طبع دار الآفاق الجدیدة)۔

(۲) السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الطلاق والخلع، باب الإختیار للزوج أن لَا یطلق إلّا واحدة ج:۷ ص:۳۳۰ طبع دار المعرفة بیروت، لبنان۔

(۳) أحکام القرآن للجصّاص، البقرة، باب عدد الطلاق ج:۱ ص:۳۸۱ طبع سهیل اکیڈمی۔

(۴) نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار للشوکانی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی طلاق ألبتة وجمع الثلاث ج:۶ ص:۲۵۷ طبع مصطفی الحلبی مصر۔

بصریؒ کے حضرت ابنِ عمرؓ سے سماع کی تصریح بھی کی ہے، حافظ ابوزرعہؒ سے دریافت کیا گیا کہ: حسنؒ کی ملاقات ابنِ عمرؓ سے ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں!

حاصل یہ کہ حدیث درجہ احتجاج سے ساقط نہیں، خواہ اس کے گردشیاطین شذوذ کا کتنا ہی گھیرا ہو، اور اس باب کے دلائل باقی کتبِ حدیث سے قطع نظر صحاحِ ستہ میں بھی بہت کافی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سنت کے خلاف طلاق دے اس کی طلاق مخالفتِ حکم کے باوجود واقع ہوجائے گی، کیونکہ نہی طاری، مشروعیتِ اصلیہ کے منافی نہیں، جیسا کہ علمِ اُصول میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، مثلاً کوئی شخص مغصوبہ زمین میں نماز پڑھے یا اذانِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرے (اگرچہ وہ گناہگار ہوگا لیکن نماز اور بیع صحیح ہی کہلائے گی)۔ (۱)

طلاق نام ہے کہ مِلکِ نکاح کو زائل کرنے اور عورت کی آزادی پر سے پابندی اُٹھادینے کا (جو نکاح کی وجہ سے اس پر عائد تھی)۔ ابتدا میں عورت کی آزادی کو (بذریعہ نکاح) مقید کرنا متعدّد دِینی و دُنیوی مصالح کی بنا پر اس کی رضا پر موقوف رکھا گیا، لیکن مرد کو یہ حق دیا گیا کہ جب وہ دیکھے یہ مصالح، مفاسد میں تبدیل ہو رہے ہیں تو عورت پر سے پابندی اُٹھادے تاکہ عورت اپنی سابقہ حالت کی طرف لوٹ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کتاب و سنت کی رُو سے مشروع الاصل ہے، البتہ شریعت مرد کو حکم دیتی ہے کہ وہ تین طلاقوں کا حق تین ایسے طہروں میں استعمال کرے جن میں میاں بیوی کے درمیان یکجائی نہ ہوئی ہو، اور مصلحت اس میں یہ ہے کہ یہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں مرد کو عورت سے رغبت ہوتی ہے، اس وقت طلاق دینا اس اَمر کی دلیل ہوگی کہ میاں بیوی کے درمیان ذہنی رابطہ واقعتاً ٹوٹ چکا ہے، اور ایسی حالت میں طلاق کی واقعی ضرورت موجود ہے۔ دُوسرے یہ کہ مرد تین طہروں میں متفرق طور پر طلاق دے گا تو اسے سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے گا اور طلاق سے اسے پشیمانی نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں حیض کی حالت میں طلاق دینے میں عورت کی عدّت خواہ مخواہ طول پکڑے گی (کیونکہ یہ حیض، جس میں طلاق دی گئی ہے، عدّت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بعد جب اَیامِ ماہواری شروع ہوں گے اس وقت سے عدّت کا شمار شروع ہوگا)، لیکن یہ ساری چیزیں عارضی ہیں جو طلاق کی اصل مشروعیت میں خلل انداز نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اگر کسی نے بحالتِ حیض تین طلاق دے دیں یا ایسے طہر میں طلاق دے دی جس میں میاں بیوی یکجا ہوچکے تھے تب بھی طلاق بہرحال واقع ہوجائے گی، اگرچہ بے ڈھنگی طلاق دینے پر وہ گناہگار بھی ہوگا، مگر اس عارض کی وجہ سے جو گناہ ہوا وہ طلاق کے مؤثر ہونے میں رُکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس کی مثال میں ظہار کو پیش کیا جاسکتا ہے، وہ اگرچہ نامعقول بات اور جھوٹ ہے (مُنکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا) مگر اس کے باوجود اس کی یہ صفت اس کے اثر کے مرتب ہونے سے مانع نہیں۔ اور مسئلہ زیرِ بحث میں کتاب و سنت کی نص موجود ہونے کے بعد ہمیں قیاس سے کام لینے کی ضرورت نہیں، اس لئے ہم نے ظہار کو قیاس کے طور پر نہیں بلکہ نظیر کے طور پر پیش کیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: ''تونے سنت سے تجاوز کیا'' اس سے مراد یہ ہے کہ تونے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا

---

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی الصلوٰۃ فی الأرض المغصوبۃ ج:۱ ص:۳۸۱ طبع ایچ ایم سعید کراچی۔

جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے۔ یہاں ''سنت'' سے وہ کام مراد نہیں جس پر ثواب دیا جائے، کیونکہ طلاق کوئی کارِ ثواب نہیں، اسی طرح ''طلاقِ بدعت'' میں بدعت سے مراد وہ چیز نہیں جو صدرِ اوّل کے بعد خلافِ سنت ایجاد کی گئی ہو، بلکہ اس سے مراد وہ طلاق ہے جو مأمور بہ طریقے کے خلاف ہو، کیونکہ حیض کے دوران طلاق دینے اور تین طلاقیں بیک بار دینے کے واقعات عہدِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی پیش آئے تھے، جیسا کہ ہم آئندہ تین طلاق کی بحث میں نصوصِ احادیث سے اس کے دلائل ذکر کریں گے۔ اور جن لوگوں نے اس میں نزاع کیا ہے، ان کا نزاع صرف گناہ میں ہے، وقوعِ طلاق میں نہیں، اور تین طلاق بیک بار واقع ہونا اور حیض کی حالت میں طلاق کا واقع ہونا دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے، جو شخص اُس میں یا اِس میں نزاع کرتا ہے اس کے ہاتھ میں کوئی دلیل کیا، شبہ دلیل بھی نہیں، جیسا کہ ہمارے ان دلائل سے واضح ہوگا جو ہم آئندہ دو بحثوں میں پیش کریں گے۔

اور اِمام طحاویؒ نے نماز سے خروج کی جو مثال پیش کی ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ عقد میں دخول اور اس سے خروج کے درمیان جو وجہِ فرق ہے وہ فقہ کے طالبِ علم کے ذہن نشین کراسکیں، ورنہ ان کا مقصد طلاق کو نماز پر قیاس کرنا نہیں، اور نہ کتاب و سنت کے نصوص کی موجودگی میں انہیں قیاس کی حاجت ہے، اس لئے مؤلفِ رسالہ کا یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے کہ:

''اعتراض صحیح ہے اور جواب باطل ہے، کیونکہ یہ عقود کا عبادات پر قیاس ہے، حالانکہ عقد میں دُوسرے کا حق متعلق ہوتا ہے۔''

علاوہ ازیں اگر بالفرض اِمام طحاویؒ نے قیاس ہی کیا ہو تو آخر قیاس سے مانع کیا ہے؟ کیونکہ اس میں نکاح سے غیر مأمور بہ طریقے پر خروج کو نماز سے غیر مأمور بہ طریقے سے خروج پر قیاس کیا گیا ہے، اور طلاق خالص مرد کا حق ہے، عورت کا حق صرف مہر وغیرہ میں ہے، اس لئے صحتِ قیاس میں مؤلف کے مصنوعی خیال کے سوا کوئی مؤثر وجہِ فرق نہیں ہے۔

مؤلفِ رسالہ، آیتِ کریمہ: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' کے سببِ نزول میں حاکمؒ اور ترمذیؒ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''میرے نزدیک دونوں سندیں صحیح ہیں'' یہ فقرہ اس بات کی دلیل ہے کہ مؤلف صرف فقہ ہی میں نہیں بلکہ چشمِ بددُور! حدیث میں بھی مرتبۂ اِجتہاد پر فائز ہوچکے ہیں، جبکہ متأخرین میں حافظ ابنِ حجرؒ جیسے حضرات کا بھی اس مرتبہ تک پہنچنا محلِ نظر ہے۔

میاں! تم ہو کون؟ کہ تم ''میرے نزدیک'' کے دعوے کرو...؟

آیت کے سببِ نزول کی بحث ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے، ورنہ ہم دِکھاتے کہ ''میرے نزدیک صحیح ہے'' کیسے ہوتی ہے، نسأل الله السلامة!

۳:...حیض کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے

مؤلفِ رسالہ صفحہ: ۲۴ پر لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی (یعنی حضرت ابنِ عمرؓ کے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دینے کی) روایات اور اس کے الفاظ کتبِ حدیث میں بہت سے ہیں، اور ان میں اس نکتے پر شدید اختلاف واضطراب ہے کہ ابنِ عمرؓ نے

حیض میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا یا نہیں؟ بلکہ اس حدیث کے الفاظ بھی مضطرب ہیں..... لہٰذا ابوالزبیر کی اس روایت کو ترجیح دی جائے گی، جس میں ابنِ عمرؓ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: ''آپ نے میری بیوی واپس لوٹادی، اور اس کو کچھ نہیں سمجھا'' (**فردھا علیّ ولم یرھا شیئًا**)۔ یہ روایت اس لئے راجح ہے کہ یہ ظاہر قرآن اور قواعدِ صحیحہ کے موافق ہے، اور اس روایت کی تائید ابوالزبیر ہی کی دُوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جسے وہ حضرت جابرؓ سے سماعاً بایں الفاظ نقل کرتے ہیں:

''ابنِ عمرؓ سے کہو وہ اس سے رُجوع کرلے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔''(۱)

یہ سند صحیح ہے اور ابن لہیعہ ثقہ ہے اور خشنی کی روایت محمد بن بشار سے یہ ہے: ''**لَا یعتد بذٰلک**'' (اس کا اعتبار نہ کرے) اور یہ سند بہت ہی صحیح ہے، اور ابنِ وہب کی روایت میں جو آتا ہے کہ: ''**وھی واحدۃ**'' (اور یہ ایک طلاق شمار ہوگی) اس سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمرؓ نے حیض کے دوران دی تھی، حتیٰ کہ ابنِ حزم اور ابنِ قیم کو بھی اس دلیل سے گلوخلاصی کی صورت اس کے سوا نظر نہ آئی کہ وہ اس کے مدرج ہونے کا دعویٰ کریں۔ حالانکہ صحیح اور واضح بات یہ ہے کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمرؓ کو بعد میں دینی تھی، لہٰذا یہ فقرہ حیض کے دوران کی طلاق کے باطل ہونے پر دلیل ہے، اور ابوالزبیر کی روایت کا مؤید ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کو ان کی مطلقہ فی الحیض سے رُجوع کرنے کا جو حکم فرمایا تھا اس میں مراجعت سے مراد لفظ کے معنی لغوی ہیں، اور مطلقہ رجعیہ سے رُجوع کرنے میں اس کا استعمال ایک نئی اِصطلاح ہے، جو عصرِ نبوّت کے بعد ایجاد ہوئی۔'' (ص:۲۴ تا ۳۰ متفرقاً)

مؤلف نے صفحہ:۲۷ پر صاف صاف لکھا ہے کہ: ''حیض میں دی گئی طلاق صحیح نہیں، اور اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا'' مؤلف کا یہ قول روافض اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی پیروی ہے، اور یہ ان صحیح احادیث سے تلاعب ہے جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں اور جن کی صحت، ثقہ حفاظ کی شہادت سے ثابت ہے، یہ قول محض نفس پرستی پر مبنی ہے اور اہلِ نقد کی نظر میں ایک منکر (روایت) کو اس سے بدترین منکر کے ساتھ تقویت دینے کی کوشش ہے۔ اور پھر ایسی احادیث میں اضطراب کا دعویٰ کرنا جن کو تمام اربابِ صحاح نے لیا ہے پرلے درجے کی بےحیائی ہے، اور ایسے مدعی کی عقل میں فتور اور اضطراب کی دلیل ہے۔ اِمام بخاریؒ نے ''صحیح'' میں حائضہ کو دی گئی طلاق کے صحیح ہونے پر باب باندھا ہے: ''**باب اذا طلقت الحائض یعتد بذٰلک الطّلاق**''(۲) یعنی: ''جب حائضہ کو طلاق دی جائے تو اس طلاق کو صحیح شمار کیا جائے گا'' اِمام بخاریؒ اس مسئلے میں کسی کے اختلاف کی طرف اشارہ تک نہیں کرتے، اور اس باب کے تحت ابنِ عمرؓ کے اپنی بیوی کا طلاق دینے کی حدیث درج کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں: ''**مرہ فلیراجعھا**'' یعنی ''اس سے کہو کہ

---

(۱) مسند أحمد ج:۳ ص:۳۸۶ طبع المكتب الإسلامي، بيروت۔

(۲) الصحيح للبخاري، كتاب الطلاق، باب إذا طلقت الحائض يعتد بذٰلك الطلاق ج:۲ ص:۷۹۰ طبع قديمي۔

اپنی بیوی سے رُجوع کرلے۔'' اِمام مسلمؒ بھی اس طلاق کے شمار کئے جانے کی تصریح کرتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں: ''وحسبت لها التطليقة التي طلقها''[1] یعنی: ''ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا۔'' اسی طرح مسندِ احمد میں حضرت حسنؒ کی حدیث جو خود حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ہے، اور جس کا ذکر مع سند کے پہلے آچکا ہے، وہ بھی اس اَمر کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو صحیح اور موَثر قرار دیا گیا۔

صحیحین وغیرہ میں جو اَحادیث اس سلسلے میں مروی ہیں ان میں جو ''رُجوع کرنے'' کا لفظ آیا ہے، جو شخص اس پر سرسری نظر بھی ڈالے اسے ایک لمحے کے لئے بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ یہ لفظ طلاق وغیرہ کی طرح عہدِ نبوی میں ایک خاص اصطلاحی مفہوم رکھتا تھا، اور یہ کہ یہ اصطلاح دورِ نبوّت کے بعد قطعاً ایجاد نہیں ہوئی۔ احادیثِ طلاق میں ''ارتجاع''، ''رجعت'' اور ''مراجعت'' کے جتنے الفاظ وارِد ہیں ان کے شرعی معنی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی دینے کے بعد دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنا، بلکہ فقہائے اُمت کی عبارتوں میں اس قبیل کے جتنے الفاظ وارِد ہیں وہ لفظاً معنًی انہی الفاظ کے مطابق ہیں جو اَحادیث میں وارِد ہوئے ہیں۔ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس باب کی احادیث میں ''رُجوع'' کے لغوی معنی مراد لینا یکسر غلط ہے، ابنِ قیمؒ بھی اس دعویٰ کی جرأت نہیں کرسکے کہ یہاں ''رُجوع'' کے شرعی معنی مراد نہیں، کیونکہ ان کے سامنے وہ احادیث موجود تھیں جن میں شرعی معنی کے سوا اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے، انہوں نے اپنی ذات کو اس سے بالاتر سمجھا کہ وہ ایک ایسی مہمل بات کہہ ڈالیں جو حاملینِ حدیث کے نزدیک بھی ساقط الاعتبار ہو، چہ جائیکہ فقہاء اس پر کان نہ دھریں۔

شوکانی چونکہ زیغ میں سب سے آگے ہے، اور یہ بات کم ہی سمجھ پاتا ہے کہ فلاں بات کہنے سے اس کی ذِلت و رُسوائی ہوگی، اس لئے اس نے اپنے رسالۂ طلاق میں یہ راستہ اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں سمجھا کہ یہاں ''رُجوع'' کے معنیٔ شرعی مراد نہیں ہیں، اور موَلفِ رسالہ کو (شوکانی کی تقلید میں) یہ دعویٰ کرتے ہوئے یہ خیال نہیں رہا کہ اس سے اس کی دلیل کا بھی مطالبہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ بھی دریافت کیا جاسکتا ہے کہ زمانۂ نبوّت کے بعد کس زمانے میں یہ نئی اِصطلاح ایجاد ہوئی جس کا وہ مدعی ہے؟ موَلفِ رسالہ، ابنِ حزم کی طرح بے دلیل دعوے ہانکنے میں جری ہے، اس نے ان صحیح احادیث کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا جن میں طلاق بحالتِ حیض کو واقع شدہ شمار کیا گیا ہے، اور یہ اَحادیث ناقابلِ تردید فیصلہ کرتی ہیں کہ یہاں مراجعت سے قطعاً معنیٔ شرعی مراد ہیں۔

پس ان احادیث میں ''مطلقہ بحالتِ حیض'' سے رُجوع کرنے کا جو حکم وارِد ہوا ہے، تنہا وہی یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ حیض کی حالت میں جو طلاق دی جائے وہ بلاشک وشبہ واقع ہوجاتی ہے، پھر جبکہ صحیح احادیث میں یہ بھی وارِد ہے... جیسا کہ پہلے گزر چکا... کہ اس حالت میں دی گئی طلاق کو صحیح شمار کیا گیا، تو اَب بتایئے کہ اس مسئلے میں شک وتردّد کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور آیتِ کریمہ میں ''تراجع'' کا جو لفظ آیا ہے یہ اس صورت سے متعلق ہے جبکہ سابق میاں بیوی کے درمیان عقدِ جدید کی ضرورت ہو، اور یہ صورت ہماری بحث سے خارج ہے۔

اور جس شخص نے ان احادیث کا، جو ابنِ عمرؓ کے واقعۂ طلاق میں وارِد ہوئی ہیں، احاطہ کیا ہو، بلکہ احادیث کی وہ تھوڑی سی

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها ج:۱ ص:۴۷۶ طبع قديمي.

تعداد، جو حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کی ہے،[۱] بالخصوص دارقطنیؒ کی حدیثِ شعبہ اور حدیثِ سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی، جس کے پیشِ نظر ہو، اسے یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ ان احادیث میں مراجعت سے صرف معنیٔ شرعی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا۔ اور الفاظ سے ان کی حقیقتِ شرعیہ ہی مراد ہوتی ہے، اِلَّا یہ کہ وہاں کوئی صارف موجود ہو، اور یہاں کوئی مانع موجود نہیں۔ ابنِ قیمؒ کو چونکہ یہ احادیث مستحضر تھیں اس لئے وہ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ محض ہٹ دھرمی سے معنیٔ شرعی کے مراد ہونے سے انکار کردیں، کیونکہ یہاں انکار کی مجال ہی نہیں۔ اس کے بجائے انہوں نے چاہا کہ شریعت میں مراجعت کے تین معنی ثابت کردیں: ۱:...نکاح، ۲:...جائز ہبہ کو واپس کردینا، ۳:...طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا، تاکہ وہ یہ کہہ سکیں کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور مشترک میں احتمال ہوتا ہے، اور احتمال کی صورت میں استدلال ساقط ہوجاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ یہاں مراجعت کی نسبت میاں بیوی کی طرف کی گئی ہے، مرد کی طرف بحیثیت رُجوع کنندہ کے، اور عورت کی طرف بحیثیت رُجوع کردہ شدہ کے، اس سے مراجعت کے معنی خود بخود متعین ہوجاتے ہیں، یعنی طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف عود کرنا، لہٰذا یہاں اشتراک ثابت کرکے استدلال پر اعتراض کرنا صحیح نہیں، علاوہ ازیں وہ یہ بھی بھول گئے کہ ہماری بحث لفظ ''مراجعت'' میں ہے جو ان احادیث میں وارِد ہوا ہے، نہ تو لفظ ''تراجع'' میں ہے جو قرآنِ کریم میں بہ معنی نکاح کے آیا ہے، اور نہ لفظ ''ارجاع'' میں ہے، جو جائز ہبہ کے واپس کرنے کی حدیث میں آیا ہے۔

ابنِ قیمؒ کے بعد شوکانی آئے، اور موصوف نے اپنے رسالے میں جو طلاقِ بدعی کے موضوع پر ہے، یہ مسلک اختیار کیا کہ ان احادیث میں ''مراجعت'' کے معنیٔ شرعی مراد ہونا مُسلَّم نہیں، بایں خیال کہ معنیٔ لغوی، معنیٔ شرعی سے عام ہیں۔ شوکانی کے اس موقف کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو فضول کٹ حجتی میں ...جس کا موصوف نے عجمیوں کی کتابوں سے استفادہ کیا...ایک خاص ملکہ اور رُسوخ حاصل ہے۔ کیونکہ شوکانی نے عجمی کتابیں پڑھی تھیں، ابنِ قیمؒ نے نہیں، مگر شوکانی سے یہ بات اوجھل رہی کہ باتفاق اہلِ علم کتاب وسنت میں الفاظ کی حقیقتِ شرعیہ مراد ہوا کرتی ہے، اور لفظ ''مراجعت'' کی حقیقتِ شرعیہ کو تسلیم کرلینے کے بعد اس کے مراد ہونے کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد وہ تحریف وتحریف میں اور آگے بڑھے اور محض ہٹ دھرمی کی بناپر ''نیل الاوطار'' میں لفظ ''مراجعت'' کے معنیٔ شرعی سے ہی انکار کرڈالا۔[۲] ان کا خیال تھا کہ جواَحادیث کہ معنیٔ شرعی میں نص ہیں، اور جن کو شوکانی نے ابنِ حجرؒ کی فتح الباری سے نقل کیا ہے، اگر ان کو غلط سلط نقل کرکے ان کے معنی بگاڑ دیئے جائیں تو کمزور علم کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے، اور ایسا کوئی آئے گا جو ان کی خیانت فی النقل کا پردہ چاک کرے، ذرا شوکانی سے پوچھو کہ اس نے فتح الباری سے ابنِ حجرؒ کا یہ قول کیوں نقل نہیں کیا:

''اور دارقطنی میں بروایت شعبہ عن انس بن سیرین عن ابنِ عمر اس قصے میں یہ الفاظ ہیں:

---

(۱) فتح الباری، کتاب الطلاق، باب إذا طلقت الحائض تعتد بذٰلک الطلاق، ج:۹ ص:۳۵۳ طبع دار نشر الکتب الإسلامیة، لَاهور پاکستان۔

(۲) نیل الأوطار، کتاب الطلاق، باب النهی عن الطلاق فی الحیض ج:۶ ص:۲۵۳ طبع مصطفی البابی، بیروت۔

"حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!" اس حدیث کے شعبہ تک تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور دارقطنی میں بروایت سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی (ابنِ معین وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے) عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابنِ عمر یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک شخص نے ابنِ عمرؓ سے عرض کیا کہ: میں نے اپنی بیوی کو "البتۃ" (قطعی طلاق، یعنی تین) طلاق دے دی، جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھی، ابنِ عمرؓ نے فرمایا کہ: "تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی، اور تیری بیوی تجھ سے الگ ہوگئی"، وہ شخص بولا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ابنِ عمرؓ کو اپنی بیوی سے رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کو اس طلاق کے ساتھ رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا جو اس کے لئے ابھی باقی تھی، اور تو نے تو کچھ باقی ہی نہیں چھوڑا جس کے ذریعہ تو اپنی بیوی سے رُجوع کرسکتا (یعنی ابنِ عمرؓ نے تو ایک رجعی طلاق دی تھی، اور دو طلاقیں ابھی باقی تھیں، اس لئے وہ رُجوع کرسکتے تھے، مگر تو نے تین دے ڈالیں، تو کیسے رُجوع کرسکتا ہے؟)۔" اور اس سیاق میں رَدّ ہے اس شخص پر جو ابنِ عمرؓ کے قصے میں "رجعت" کو معنیٔ لغوی پر محمول کرتا ہے۔"[1]

اور یہ ساری بحث تو اس وقت ہے جبکہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ لفظ "رجعت" کے ایک ایسے معنیٔ لغوی بھی ہیں جو اَحادیثِ ابنِ عمرؓ میں مراد لئے جاسکتے ہیں، لیکن جس شخص نے کتبِ لغت کا مطالعہ کیا ہو اس پر واضح ہوگا کہ لفظ "مراجعت" کے لغوی معنی ہر اس صورت میں متحقق ہیں، جبکہ مرد، عورت سے کسی معاملے میں بات چیت کرے، اور یہ عام معنی ان احادیث میں قطعاً مراد نہیں لئے جاسکتے، اِلَّا یہ کہ شوکانی اس لفظ کو کوئی جدید معنی پہنادیں، جو کتاب و سنت، اجماعِ فقہائے ملت اور لغت کے علی الرغم شوکانی کی من گھڑت رائے کے موافق ہوں۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ قصۂ ابنِ عمرؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: "اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رُجوع کرلے" از خود معنیٔ شرعی پر نص ہے، اس کے لئے دارقطنی کی تخریج کردہ روایات کی بھی حاجت نہیں۔

رہا ابنِ حزم کا "المحلّٰی" میں یہ کہنا کہ:

"بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کو اپنی بیوی سے رُجوع کا جو حکم فرمایا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو شمار کیا گیا۔ ہم جواب میں یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

(۱) وعند الدارقطني في رواية شعبة عن أنس بن سيرين عن ابن عمر في القصة، فقال عمر: يا رسول الله! أفتحتسب بتلك التطليقة؟ قال: نعم۔ ورجاله إلى شعبة ثقات، وعنده من طريق سعيد بن عبدالرحمٰن الجمحي عن عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر "أن رجلًا قال: إني طلقت إمرأتي ألبتة وهي حائض، فقال: عصيت ربك، وفارقت امرأتك، قال: فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر ابن عمر أن يراجع إمرأته، قال: إنه امر ابن عمر أن يراجعها بطلاق بقي له، وأنت لم تبق ما ترتجع إمرأتك، وفي هٰذا السياق رد على من حمل الرجعة في قصة ابن عمر على المعنى اللغوي. (فتح الباري، كتاب الطلاق، باب إذا طلقت الحائض تعتد بذٰلك الطلاق ج:۹ ص:۳۵۳ طبع دار نشر الكتب الإسلامية، لاهور پاكستان)۔

یہ ارشاد تمہارے زعم کی دلیل نہیں، کیونکہ ابن عمرؓ نے جب اسے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو بلاشبہ اس سے اجتناب بھی کیا ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی علیحدگی کو ترک کردیں اور اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں۔‘‘[۱]

اس کی ’’پہلی حالت‘‘ سے ابنِ حزم کی مراد اگر طلاق سے پہلے کی حالت ہے، تب تو ابنِ حزم کی طرف سے یہ اقرار ہے کہ یہ جملہ طلاق کے واقع ہونے کی دلیل ہے، اور اگر ’’پہلی حالت‘‘ سے مراد اجتناب سے پہلے کی حالت ہے، تو یہ لفظ کے نہ لغوی معنی ہیں، نہ شرعی۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں، جو اطلاق وتقیید کی مناسبت سے معنیٔ شرعی سے اخذ کئے گئے ہیں، لیکن معنیٔ مجازی مراد لینے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو معنیٔ حقیقی سے مراد لینے سے مانع ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہاں وہ کون سا قرینہ ہے جو حقیقتِ شرعیہ سے مانع ہے؟ اس بیان کے بعد مؤلفِ رسالہ کی بات کو جس وادی میں چاہو پھینک دو۔

اور ابوداؤد میں ابوالزبیر کی روایت کا یہ لفظ مجمل ہے کہ: ’’فردها عليّ ولم يرها شيئًا‘‘، ’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجھ پر لوٹا دیا اور اس کو کچھ نہیں سمجھا‘‘ یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ ’’واپس لوٹانے‘‘ کے لفظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ طلاق بینونت میں قطعاً مؤثر نہیں تھی، ’’رَدّ‘‘ اور ’’امساک‘‘ کے الفاظ اس رُجوع میں استعمال ہوتے ہیں جو طلاقِ رجعی کے بعد ہو۔

اور اگر فرض کرلیا جائے کہ اس لفظ سے طلاق کا واقع ہونا کسی درجے میں مفہوم ہوتا ہے تو سنئے! امام ابوداؤدؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ’’تمام احادیث اس کے خلاف ہیں‘‘[۲]۔‘‘ یعنی تمام احادیث بتاتی ہیں کہ ابن عمرؓ پر ایک طلاق شمار کی گئی۔ امام بخاریؒ نے اس کو صراحتاً روایت کیا ہے اور اسی طرح امام مسلمؒ نے بھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔[۳] اور بہت سے حضرات نے ذکر کیا ہے کہ امام احمدؒ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ طلاقِ بدعی واقع نہیں ہوتی، آپؒ نے اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ: یہ رافضیوں کا مذہب ہے۔

اور ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی کو ان سب مؤلفین نے جنھوں نے مدلّسین پر کتابیں لکھی ہیں، مدلّس راویوں کی فہرست میں جگہ دی ہے، پس جن کے نزدیک مدلّسین کی روایت مطلقاً مردود ہے ان کے نزدیک تو اس کی روایت مردود ہوگی، اور جو لوگ مدلّس کی روایت کو کچھ شرائط سے قبول کرتے ہیں وہ اس کی روایت بھی شرائط کے ساتھ ہی قبول کرسکتے ہیں، مگر وہ شرائط یہاں مفقود ہیں، لہٰذا یہ روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

---

(۱) قال أبو محمد: .... وقال بعضهم أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بمراجعتها دليل علىٰ أنها طلقة يعتد بها، فقلنا: ليس ذالک دليلًا علىٰ ما زعمتم لان ابن عمر بلا شک إذ طلقها حائضًا فقد إجتنبها فإنما أمره عليه السلام برفض فراقة لها وان يراجعها كما كانت قبل بلا شک۔ (المحلّٰى لِابن حزم، كتاب الطلاق، تفسير فطلقوهن لعدتهن ج:۱۰ ص:۱۶۲ رقم المسئلة: ۱۹۴۹۔ طبع دار الآفاق الجديدة، بيروت)۔

(۲) سنن أبى داوٗد، كتاب الطلاق، باب فى طلاق السُّنَّة ج:۱ ص:۲۹۷ طبع ايچ ايم سعيد۔

(۳) صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب إذا طلق الحائض ج:۲ ص:۷۹۰، صحيح مسلم ج:۱ ص:۴۷۶۔

ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ: یہ بات ابوالزبیر کے سوا کسی نے نہیں کہی، اس حدیث کو ایک بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے، مگر اس بات کو کوئی بھی نقل نہیں کرتا۔[1] بعض محدثین نے کہا ہے کہ: ابوالزبیر نے اس سے بڑھ کر کوئی ''منکر'' روایت نقل نہیں کی۔ اب اگر ابوالزبیر مدلّس نہ بھی ہوتا، صرف صحیحین وغیرہ میں حدیثِ ابنِ عمرؓ کے راویوں کی روایت اس کے خلاف ہوتی تب بھی اس کی روایت ''منکر'' ہی شمار ہوتی، چہ جائیکہ وہ مشہور مدلّس ہے۔

رہی وہ روایت جس کو ابنِ حزم نے بطریق محمد بن عبدالسلام الخشنی (شوکانی کے رسالے میں خود اس کے اپنے قلم سے اس راوی کی نسبت ''الخشنی'' کے بجائے ''الحبی'' لکھی ہے، اس سے علمِ رجال میں شوکانی کا مبلغ علم معلوم ہوسکتا ہے) عن محمد بن بشار عن عبدالوہاب الثقفی عن عبیداللہ عن نافع عن ابنِ عمرؓ نقل کی ہے کہ ابنِ عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں طلاق دے دی ہو، فرمایا کہ اس کو شمار نہیں کیا جائے گا،[2] ابنِ حجرؒ تخریج رافعی میں فرماتے ہیں کہ: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سنت کے خلاف کیا، یہ مطلب نہیں کہ وہ طلاق ہی شمار نہیں ہوگی''[3] علاوہ ازیں بندار اگرچہ صحیح کے راویوں میں سے ہے، لیکن یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایتوں کو چھانٹ کرلیا جاتا ہے، مطلقاً قبول نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ وہ حدیث کی چوری اور کذب وغیرہ کے ساتھ متہم ہے، اور بہت سے ناقدین نے اس میں کلام کیا ہے، بعض اصحابِ صحاح کے نزدیک اس کی عدالت راجح ثابت ہوئی اس لئے انہوں نے اس کی صرف وہ احادیث روایت کیں جو ''نکارت'' سے سالم تھیں۔ اِمام بخاریؒ اس سے بکثرت روایت کرتے ہیں مگر انہوں نے بھی اس کی زیرِ بحث حدیث نہیں لی۔ الخشنی اگرچہ ثقہ ہے، مگر احادیث کی چھان پھٹک میں اِمام بخاریؒ جیسا نہیں۔

اور یہ دعویٰ بے حد مضحکہ خیز ہے کہ مسندِ احمد کی روایت، جو ابنِ لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے مروی ہے، وہ ابوالزبیر کی روایت کی مؤید ہے۔ اس لئے کہ مسندِ احمد متفرد راویوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر اہلِ نقد کے نزدیک ان کتبِ احادیث میں سے نہیں جن میں صرف صحیح احادیث درج کرنے کا التزام کیا گیا ہو۔ ابنِ حجرؒ نے اس کی روایت کا دائرہ وسیع ہونے سے قبل، جو اس کا دفاع کیا ہے وہ صرف اس مقصد کے لئے ہے کہ اس سے موضوع احادیث کی نفی کی جائے، خواہ اس کی روایت کسی اور راوی کے خلاف بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حافظ ابوسعید العلائی نے ''جامع التحصیل'' میں ذکر کیا ہے، اور زیرِ بحث روایت بطریق لیث نہیں، اور مسندِ احمد جیسی ضخیم کتاب اس بات سے محفوظ نہیں رہ سکتی کہ اس کے متفرد راویوں کے قلتِ ضبط کی بنا پر عنعنہ کی جگہ سماع اور تحدیث کو ذکر کردیا گیا ہو، ایسی صورت میں اس قسم کی روایت کی صحت ان لوگوں کے نزدیک کیسے ثابت ہوسکتی ہے جو روایت کی چھان پھٹک کے فن سے ناواقف ہیں؟

اور اگر روایت کی صحت کو فرض بھی کرلیا جائے تب بھی اس کو حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے عدمِ وقوع کے لئے مؤید ماننا ممکن نہیں، جیسا کہ ہمارے نام نہاد مجتہد نے سمجھا ہے، کیونکہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

---

(۱) فتح المالک بتبویب التمھید لِابن عبدالبر علٰی مؤطا مالک، کتاب الطلاق، باب الإقراء ...... وطلاق الحائض، رقم الحدیث: ۵۲۴، حدیث سابع وأربعون لنافع عن ابن عمر ج:۷ ص:۳۲۰ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت۔

(۲) المحلّٰی لِابن حزم، کتاب الطلاق، رقم المسئلة: ۱۹۴۹ ج:۱۰ ص:۱۶۳ طبع دار الآفاق الجدیدة۔

(۳) تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر لِابن حجر العسقلانی، کتاب الطلاق ج:۳ ص:۲۰۶ حدیث نمبر: ۱۵۹۲ باب نمبر: ۴۸ طبع المکتبة الأثریة پاکستان۔

"لیراجعھا فانھا امرأتہ۔"

ترجمہ:... "وہ اس سے رُجوع کرلے، کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔"

یہ لفظ حالتِ حیض کی طلاق کے وقوع اور انقضائے عدّت تک زوجیت کے باقی رہنے کی دلیل ہے، جیسا کہ جمہور فقہائے اُمت اس کے قائل ہیں، کیونکہ مراجعت صرف طلاقِ رجعی کے بعد ہوتی ہے، اور ارشادِ نبوی: "کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے" ان دونوں کے درمیان تعلقِ زوجیت کی بقا کی تصریح ہے، بلکہ یہ روایت، دُوسری روایت کے اجمال کی تفسیر کرتی ہے کہ "کوئی چیز نہیں" سے مراد یہ ہے کہ طلاق بحالتِ حیض ایسی چیز نہیں جس سے بینونت (علیحدگی) واقع ہوجائے جب تک کہ عدّت باقی ہے، اس تفسیر کے بعد ابوالزبیر کی روایت بھی دُوسرے راویوں کی روایت کے موافق ہوجاتی ہے۔

اور جو روایت ابنِ حزم نے بطریق ہمام بن یحییٰ عن قتادة عن خلاس عن عمرو ذکر کی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو اس کے حیض میں طلاق دے دے، فرمایا کہ اس کو کچھ نہیں سمجھا جائے گا۔[1] اس پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ہمام کے حافظے میں نقص تھا۔ دُوسرے، قتادہ مدلّس ہیں اور وہ "عن" کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے مفہوم میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کو یوں نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے سنت کے موافق طلاق دی ہے، جیسا کہ بعض کے نزدیک طلاق کو جمع کرنا خلافِ سنت نہیں۔ دُوسرا احتمال یہ ہے کہ اس طلاق کو طلاق ہی نہیں سمجھا جائے گا، مگر صحابہؓ میں جو اِجماع جاری تھا وہ پہلے احتمال کا مؤید ہے۔ اور خلاس ان لوگوں میں نہیں جو مسائل میں شذوذ کے ساتھ معروف ہوں اور ابنِ عبدالبرؒ کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کی ضمیریں اس حیض کی طرف راجع ہیں جس میں طلاق دی گئی، مطلب یہ ہے کہ اس حیض کو عورت کی عدّت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اور مؤلفِ رسالہ نے ابوالزبیر کی "منکر" روایت کی تائید کے لئے جامع ابنِ وہب کی مندرجہ ذیل روایت جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے، پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کے بارے میں فرمایا:

> "اس سے کہو کہ وہ اس سے رُجوع کرلے، پھر اسے روک رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے، پھر اسے حیض آئے، پھر پاک ہوجائے، اب اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے، اور اگر چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے، یہ ہے وہ عدّت کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ ایک طلاق ہوگی۔"

یہ مؤلف کا فکری اختلال ہے، اور آگ سے بچ کر گرم پتھروں میں پناہ لینے کی کوشش ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "وھی واحدة" (اور یہ ایک طلاق ہوچکی) زیرِ بحث مسئلے میں نصِ صریح ہے، جس سے جمہور کے دلائل میں مزید ایک دلیل کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ ابنِ حزم اور ابنِ قیمؒ اس سے جان چھڑانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کرچکے ہیں وہ یہ کہ اس میں "مدرج" ہونے کا احتمال ہے، حالانکہ یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے۔ لیکن ہمارے خودساختہ مجتہد صاحب نے اس ارشادِ نبوی سے

---

(۱) حمام بن یحییٰ عن قتادة عن خلاس بن عمرو أنه قال فی الرجل یطلق إمرأته وھی حائض قال: لا یعتد بھا۔ (المحلّٰی لِابن حزم، کتاب الطلاق ج:۱۰ ص:۱۶۳ رقم المسئلة: ۱۹۴۹، طبع دار الآفاق الجدیدة، بیروت)۔

جان چھڑانے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس سے اس کے خیال میں حدیث کا مفہوم اُلٹ کر اس کی دلیل بن جاتا ہے، اور وہ یہ کہ: "وھی واحدۃ" کی ضمیر کو مناسبتِ قرب کی بنا پر اس طلاق کی طرف راجع کیا جائے جو "وان شاء طلق" سے مفہوم ہوتی ہے، (مطلب یہ کہ حیض میں جو طلاق دی گئی اس سے تو رُجوع کرلے، یہ حیض گزر جائے، پھر اس کے بعد دُوسرا حیض گزر جائے، اب جو طلاق دی جائے گی اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک ہوگی)۔

فرض کرلیجئے کہ ضمیر اسی کی طرف راجع ہے، اس سے قطع نظر کہ اس صورت میں یہ جملہ خالی از فائدہ ہوگا، اور اس سے بھی قطع نظر کہ جس طلاق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دے رہے تھے اس سے کلام کو پھیرنا لازم آتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے ابوالزبیر کی روایت کی کوئی ادنیٰ تائید کہاں سے نکلتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمرؓ کی زبانی حکم دیا کہ اس سے رُجوع کرلیں، آئندہ ان کو اختیار ہوگا، خواہ اس کو روک رکھیں یا طلاق دے دیں، اور یہ طلاق، جس کا وقوع اور عدمِ وقوع ابھی معلوم نہیں، ایک شمار ہوگی۔

اب یہ طلاق جس کا وقوع خارج میں ابھی نامعلوم ہے اس کے بارے میں آخر کون کہتا ہے کہ وہ تین ہوں گی، جب وہ خارج میں واقع اور متحقق ہوگی تو قطعاً ایک ہی ہوگی، لیکن اس کا ایک ہونا کیا اس بات کے منافی ہے کہ اس سے قبل بھی عورت پر حقیقتاً طلاق ہوچکی ہے، جیسا کہ حدیث کے لفظ "اس سے رُجوع کرلے" سے خود معلوم ہوتا ہے۔

غالباً جناب مؤلف وسعتِ علوم، خصوصاً خالص عربی لغت میں اس مقام پر فائز ہوچکے ہیں کہ انہیں نہ تو اہلِ علم سے سیکھنے کی ضرورت ہے، اور نہ اس کے مصادر تلاش کرنے کی حاجت ہے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک جو واقعہ کہ وقوع پذیر ہوچکا ہے، اور جو چیز کہ اس کا وقوع محض فرض کیا جارہا ہے، یہ دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔ یہ صرف موصوف ہی کی دریافت ہے کہ جس کو عدد کہا جاتا ہے وہ کبھی باعتبار اس کی ذات کے عدد ہوتا ہے، کبھی باعتبار اس کے مرتبہ کے، اور کبھی باعتبار اس کے آئندہ عدد بن جانے کے۔ حالانکہ یہ سب عجمی اعتبارات ہیں جو عربیت میں داخل کئے گئے، اس لئے اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ اب اگر "وھی واحدۃ" میں ضمیر طلاقِ مفروض کی طرف راجع ہو تو اس جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ پہلی طلاق ہے، پس اس سے ابنِ حزم، ابنِ قیمؒ اور جمہور کے خلاف حجت قائم ہوجائے گی؟ کیا اس قسم کے خودساختہ مجتہدوں کو یہ مشورہ دینا مناسب نہ ہوگا کہ: برخوردار! تم ابھی بچے ہو، ایک طرف ہو رہو، کہیں ہجوم تمہیں روند نہ ڈالے۔

اور ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں صرف ایک طلاق دی تھی، جیسا کہ لیث کی روایت میں ہے، نیز ابنِ سیرینؒ کی روایت میں بھی، جس پر خود مؤلف اعتماد کرتا ہے، اور اس بات کو احمقانہ قرار دیتا ہے جو بعض لوگوں سے بیس سال تک سنتا اور اسے صحیح سمجھتا رہا کہ ابنِ عمرؓ نے اس حالت میں تین طلاقیں دی تھیں۔ اِمام مسلمؒ نے لیث اور ابنِ سیرین کی دونوں روایتیں اپنی صحیح میں تخریج کی ہیں۔ (۱)

---

(۱) الصحیح لمسلم، باب تحریم طلاق الحائض بغیر رضاھا ج:۱ ص:۴۷۶، ۴۷۷، طبع قدیمی کراچی۔

علاوہ ازیں طلاق بحالتِ حیض کو باطل قرار دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ طلاق عورت کے ہاتھ میں دے دی جائے، کیونکہ حیض اور طہر کا علم عورت ہی کی جانب سے ہوسکتا ہے، پس جب کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور عورت نے کہہ دیا کہ وہ تو حیض کی حالت میں تھی تو آدمی بار بار طلاق دیتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اعتراف کرے کہ طلاق طہر میں ہوئی ہے، یا آدمی تھک ہار کر رہ جائے اور غیر شرعی طور پر اسے گھر میں ڈالے رکھے، حالانکہ اسے علم ہے کہ وہ تین طہروں میں الگ الگ تین طلاقیں دے چکا ہے، اور اس سے جو مفاسد لازم آتے ہیں وہ کسی فہیم آدمی پر مخفی نہیں، اس بحث میں مؤلف کے من گھڑت نظریات کی تردید کے لئے غالباً اسی قدر بیان کافی ہے۔

۴:...ایک لفظ سے تین طلاق دینے کا حکم

مؤلف لکھتے ہیں:

"عام لوگوں کا خیال ہے اور یہی بات ان جمہور علماء کے اقوال سے مفہوم ہوتی ہے جنھوں نے اس بحث سے تعرض کیا ہے کہ تین طلاق سے مراد یہ ہے کہ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ: "تجھے تین طلاق" وہ سمجھتے ہیں کہ متقدمین کے درمیان تین طلاقوں کے وقوع یا عدمِ وقوع میں جو اختلاف تھا وہ بس اسی لفظ میں یا اس کے ہم معنی الفاظ میں تھا، بلکہ یہ لوگ ان تمام احادیث و اخبار کو، جن میں تین طلاقوں کا ذکر آیا ہے، اسی پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ یہ محض غلط اور عربی وضع کو تبدیل کرنا اور لفظ کے صحیح اور قابلِ فہم استعمال کے بجائے ایک باطل اور ناقابلِ فہم استعمال کی طرف عدول کرنا ہے۔ پھر یہ لوگ ایک قدم اور آگے بڑھے اور انہوں نے لفظ "البتہ" سے تین طلاق واقع کردیں، جبکہ طلاق دہندہ نے تین کی نیت کی ہو۔ حالانکہ "تجھے تین طلاق" کا لفظ ہی محال ہے، یہ نہ صرف الفاظ کا کھیل ہے، بلکہ عقول و افکار سے کھیلنا ہے۔ یہ بات قطعاً غیر معقول ہے کہ بلفظ واحد تین طلاق دینے کا مسئلہ ائمہ تابعین اور ان کے مابعد کے درمیان محلِ اختلاف رہا ہو، جبکہ صحابہؓ اسے پہچانتے تک نہ تھے، اور ان میں سے کسی نے اس کو لوگوں پر نافذ نہیں کیا، کیونکہ وہ اہلِ لغت تھے، اور فطرتِ سلیمہ کی بنا پر لغت میں محقق تھے۔ انہوں نے صرف ایسی تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا جو تکرار کے ساتھ ہوں، اور یہ بات مجھے بیس سال پہلے معلوم ہوئی، اور میں نے اس میں تحقیق کی، اور اب میں اس میں اپنے تمام پیشرو بحث کرنے والوں سے اختلاف کرتا ہوں اور یہ قرار دیتا ہوں کہ کسی شخص کے "تجھے تین طلاق" جیسے الفاظ کہنے سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، الفاظ کے معنی پر دلالت کے اعتبار سے بھی، اور بداہتِ عقل کے اعتبار سے بھی۔ اور اس فقرے میں "تین" کا لفظ انشاء اور ایقاع میں عقلاً محال اور لغت کے لحاظ سے باطل ہے، اس لئے یہ محض لغو ہے۔ جس جملے میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اس میں کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا، اور میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ تابعین اور ان کے

بعد کے لوگوں کا تین طلاق کے مسئلے میں جو اختلاف ہے وہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دی گئی ہوں، اور عقود، معنوی حقائق ہیں جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ ان کو الفاظ کے ذریعے وجود میں لایا جائے۔ پس ''تجھے طلاق'' کے لفظ سے ایک حقیقتِ معنویہ وجود میں آتی ہے اور وہ ہے طلاق۔ اور جب اس لفظ سے طلاق واقع ہوگئی تو اس کے بعد ''تین'' کا لفظ بولنا محض لغو ہوگا۔ جیسا کہ ''میں نے فروخت کیا'' کے بعد کوئی بیع کی ایجاد و انشاء کے قصد سے ''تین'' کا لفظ بولے تو یہ محض لغو ہوگا، اور یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ بالکل بدیہی ہے، ایک ایسا شخص جس نے معنی میں غور و فکر اور تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہو بشرطِ انصاف اس میں چوں چرا نہیں کرسکتا۔'' (ص:۴۴ تا ۴۹ متفرقاً)

یہ وہ نکتہ ہے جو مؤلف نے تین طلاق کے بارے میں اپنے رسالے میں کئی جگہ لکھا ہے، اور اگر تم ان تمام باتوں کو دلیل و حجت کا مطالبہ کئے بغیر قبول نہیں کروگے تو مؤلف کی بارگاہ میں ''غیر منصف'' ٹھہروگے۔

فقہ اور اسلام کی زبوں حالی کا ماتم کرو کہ دِین کے معاملے میں ایسا برخود غلط آدمی ایسی جسارت سے بات کرتا ہے، اور وہ بھی اس پاکیزہ ملک میں جو عالَمِ اسلام کا قبلۂ علم ہے، اس کے باوجود اس کی گوش مالی نہیں کی جاتی۔

مؤلف تین طلاق کے مسئلے میں صحابہؓ و تابعینؒ کے درمیان اختلاف کا تخیل پیش کرتا ہے، جبکہ اس کے نہاں خانۂ خیال کے سوا اس اختلاف کا کوئی وجود نہیں، اور نہ ''تجھے تین طلاق'' کے لفظ سے طلاق دینا صحابہؓ و تابعینؒ کے لئے کوئی غیر معروف چیز تھی، بلکہ اس کو صحابہؓ بھی جانتے تھے، اور تابعینؒ بھی، اور عرب بھی۔ ہاں! اس سے اگر جاہل ہے تو ہمارا یہ خودرو مجتہد۔ اور اس کا یہ کہنا کہ یہ نکتہ اسے بیس سال قبل معلوم ہوا تھا، بتاتا ہے کہ عقلی اختلال بچپن ہی سے اس کے شاملِ حال تھا، اس سلسلے میں خبر و انشاء اور طلبی و غیر طلبی کے درمیان کسی نے فرق نہیں کیا، بلکہ فقہائے اُمت نے ''تجھے تین طلاق'' کے لفظ کو بینونتِ کبریٰ میں نص شمار کیا ہے، بخلاف لفظ ''البتہ'' کے، جس کے بارے میں عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول مشہور ہے (کہ اس سے تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے)، اور فقہاء نے ''البتہ'' جیسے الفاظ میں جو کہا ہے کہ: ''اگر اس سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوجاتی ہیں'' وہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں بیک بار واقع ہوسکتی ہیں۔

ہمارے قول کے دلائلِ ظاہرہ میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے سنن میں اور طبرانی وغیرہ نے بروایت ابراہیم بن عبدالاعلیٰ سوید بن غفلہ سے تخریج کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عائشہ بنت فضل، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب ان سے بیعتِ خلافت ہوئی تو اس بی بی نے انہیں مبارک باد دی، حضرت حسنؓ نے فرمایا: ''تم امیرالمؤمنین (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے قتل پر اظہارِ مسرت کرتی ہو؟ تجھے تین طلاق۔'' اور اسے دس ہزار کا عطیہ (متعہ) دے کر فارغ کردیا۔ اس کے بعد فرمایا: ''اگر میں نے اپنا نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ سنی ہوتی ... یا یہ فرمایا کہ: اگر میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی ... کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، خواہ الگ الگ

طہروں میں دی ہوں، یا تین طلاقیں مبہم دی ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے" تو میں اس سے رُجوع کرلیتا۔"[1] حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ اپنی کتاب "**بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطّلاق الثلاث واحدة**" میں اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ: "جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: "تجھے تین طلاق" تو یہ تین ہی شمار ہوں گی۔" اس کو ابونعیمؒ نے روایت کیا ہے۔

اِمام محمد بن حسن "کتاب الآثار" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم بن یزید نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے بارے میں، جو ایک طلاق دے کر تین کی یا تین طلاق دے کر ایک کی نیت کرے، فرمایا کہ: "اگر اس نے ایک طلاق کہی تو ایک ہوگی اور اس کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں، اور اگر تین طلاق کہی تھیں تو تین واقع ہوں گی، اور اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔" اِمام محمدؒ فرماتے ہیں: "ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی اِمام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔"[2]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا، جیسا کہ مؤطا میں ہے کہ: "طلاق ایک ہزار ہوتی تب بھی "البتہ" کا لفظ ان میں سے کچھ نہ چھوڑتا۔ جس نے "البتہ" طلاق دے دی اس نے آخری نشانے پر تیر پھینک دیا۔"[3] یہ ان کی رائے لفظ "البتہ" کے بارے میں ہے چہ جائیکہ "تین طلاق" کا لفظ ہو۔

اِمام شافعیؒ "کتاب الاُم" (ج:۵ ص:۲۸۱) میں فرماتے ہیں کہ: "اگر کسی نے اپنی کسی بیوی کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: "تجھے

---

(۱) عن إبراهيم بن عبدالأعلىٰ عن سويد بن غفلة قال: كانت عائشة الخثعمية عند الحسن ابن على، فلما قتل على رضى الله عنه قالت: لتهنئك الخلافة! قال: بقتل على تظهرين الشماتة، إذهبى فأنتِ طالق يعنى ثلاثًا، قال: فتلفعت بثيابها وقعدت حتّٰى قضت عدّتها فبعث إليها ببقية بقيت لها من صداقها وعشرة آلاف صدقة فلما جاءها الرسول قالت: "متاع قليل من حبيب مفارق" فلما بلغه قولها بكى ثم قال: لو لَا إنى سمعت جدّى أو حدثنى أبى أنه سمع جدّى يقول: أيما رجل طلق إمرأته ثلاثًا عند الأقراء أو ثلاثًا مبهمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره، لراجعتها. (السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فى إمضاء الطلاق الثلاث وان كن مجموعات ج:۷ ص:۳۳۶ طبع دار المعرفة بيروت). أيضًا: إعلاء السُّنن، كتاب الطلاق، تتمة الرسالة: ان الطلاق الثلاث ...إلخ ج:۱۱ ص:۷۰۴، طبع إدارة القرآن كراچى.

(۲) عن إبراهيم فى الذى يطلق واحدة وهو ينوى ثلاثًا، أو يطلق ثلاثًا وهو ينوى واحدة قال: إن تكلم بواحدة فهى واحدة، وليست نيته بشىء، وإن تكل بثلاث كانت ثلاثًا، وليست نيته بشىء، قال محمد: وبهٰذا كله نأخذ وهو قول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ. (كتاب الآثار ص:۲۷۷، رقم الحديث:۴۸۷، كتاب الطلاق، باب من طلق ثلاثًا أو طلق واحدة).

(۳) فقال عمر بن عبدالعزيز: لو كان الطلاق ألفًا ما أبقت البتة منه شيئًا من قال البتة فقد رمى الغاية القصوى. (مؤطا إمام مالك، كتاب الطلاق، باب ما جاء فى ألبتة ص:۵۱۱ طبع مير محمد).

تین طلاق' اور پھر اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کہا کہ یہ مراد تھی، تو اسی پر طلاق واقع ہوگی۔''[1]

عربی شاعر کہتا ہے: ''وأُمّ عمرو طالق ثلاثًا'' (اُمّ عمرو کو تین طلاق) یہ شاعر اپنے حریف سے مقابلہ کر رہا تھا، اسے ''ثا'' کا کوئی اور قافیہ نہیں ملا، تو اس نے بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یہی مصرعہ جڑ دیا۔

ایک اور عربی شاعر کہتا ہے:

وأنت طالق والطّلاق عزيمة
ثلاث ومن يخرق أعق وأظلم
فبيني بها ان كنتِ غير رفيقة
وما لأمرئ بعد الثلاث تندم

ترجمہ:... ''اور تجھے تین طلاق، اور طلاق کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں، اور جو موافقت نہ کرے وہ سب سے بڑا ظالم اور قطع تعلق کرنے والا ہے، لہٰذا اگر تو رفاقت نہیں چاہتی تو تین طلاق لے کر الگ ہوجا، اور تین کے بعد تو آدمی کے لئے اظہارِ ندامت کا موقع بھی نہیں رہتا۔''

اِمام محمد بن حسنؒ سے اِمام کسائیؒ نے اس شعر کا مطلب اور حکم دریافت کیا تھا، آپؒ نے جو جواب دیا اِمام کسائیؒ نے اسے بے حد پسند فرمایا، جیسا کہ شمس الائمہ سرخسیؒ کی ''المبسوط'' میں ہے،[2] اور نحویوں نے اس شعر کے وجوہِ اِعراب پر طویل کلام کیا ہے۔

کسی ہوسناک کا یہ مقدور نہیں کہ وہ اَئمہ نحو و عربیت کے کسی اِمام سے کوئی ایسی بات نقل کرسکے جو تین طلاق بلفظ واحد دینے کے منافی ہو۔ سیبویہؒ کی ''الکتاب''، ابوعلی فارسی کی ''ایضاح''، ابنِ جنی کی ''خصائص''، ابنِ یعیش کی ''شرح مفصل'' اور ابوحیان کی ''ارتشاف'' وغیرہ اُمہاتِ کتب لو اور جتنا چاہو انہیں چھان مارو، مگر تمہیں ان میں ایک لفظ بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ملے گا۔ ارے خودرو مجتہد! تو یہ دعویٰ کیسے کرتا ہے کہ ''تین طلاق بلفظ واحد کو نہ صحابہؓ جانتے تھے، نہ تابعینؒ، نہ فقہاء، نہ عرب۔ ان کے یہاں تین طلاق دینے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ طلاق کا لفظ تین بار دہرادیا جائے'' یہ سب صحابہؓ و تابعینؒ، تبع تابعینؒ، فقہائے دِین، عرب اور علوم عربیہ پر افترا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اسے نواسۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں وہ بھی جانتے تھے، ان کے والد اور ان کے نانا (علیہم السلام) بھی جانتے تھے، اس کو حضرت عمر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما جانتے تھے، ابراہیم نخعیؒ جانتے تھے،

---

(۱) (قال الشافعي) ولو أرى إمرأة من نسائه مطلعة، فقال: أنت طالق ثلاثًا وقد أثبت أنها من نسائه .... فإذا قال لواحدة منهم هي هٰذه وقع عليها الطلاق. (كتاب الأُمّ للإمام الشافعي، كتاب الطلاق، باب الشك واليقين في الطلاق ج:۵ ص:۲۸۱ طبع دار الفكر، بيروت).

(۲) وذكر ابن سماعة رحمه الله تعالىٰ أن الكسائي رحمه الله تعالىٰ بعث إلىٰ محمد رحمه الله تعالىٰ بفتوىٰ فدفعها إليّ فقرأتها عليه ما قول القاضي الإمام فيمن يقول لإمرأته .... كم يقع عليها، فكتب في جوابه: إن قال ثلاث مرفوعا تقع واحدة، وإن قال ثلاث منصوبا يقع ثلاث لأنه إذا ذكره مرفوعا كان ابتداء فيبقى قوله أنت طالق فتقع واحدة وإن قال ثلاث منصوب على معنى البدل أو على التفسير يقع به ثلاث. (المبسوط للسرخسي، كتاب الطلاق، باب ما تقع به الفرقة مما يشبه الطلاق ج:۶ ص:۷۷ طبع دار المعرفة، بيروت).

جن کے بارے میں امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ: ''ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم نہیں چھوڑا، نہ حسن بصری، نہ ابنِ سیرین، نہ اہلِ بصرہ میں، نہ اہلِ کوفہ میں، اور نہ اہلِ حجاز اور شام میں۔'' اور جن کے بارے میں ابنِ عبدالبرؒ نے ''التمھید'' میں ان کی مرسل احادیث کے حجت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ قابلِ دید ہے۔ [1]

اور اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی جانتے تھے، اور عمر بن عبدالعزیزؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں، اور اس کو اِمام ابوحنیفہؒ جانتے تھے، وہ اِمامِ یکتا جو علومِ عربیہ کی گود میں پلا اور پھلا پھولا، اس کو اِمام محمد بن حسنؒ جانتے تھے، جن کے بارے میں موافق ومخالف متفق اللفظ ہیں کہ وہ عربیت میں حجت تھے، اس کو اِمام شافعیؒ جانتے تھے، وہ اِمام قرشی جو ائمہ کے درمیان یکتا تھے، ان دونوں سے پہلے عالم دارالہجرت اِمام مالکؒ بھی اس کو جانتے تھے، اس کو یہ عربی شاعر اور وہ عربی شاعر بھی جانتا تھا، کیا اس بیان کے بعد مؤلف کی پیشانی ندامت سے عرق آلود ہوگی؟ اور اس کے یقین میں کوئی تبدیلی واقع ہوگی...؟

اور انشاء میں عدد کو لغو قرار دینا شاید ایک خواب تھا جو مؤلف نے دیکھا اور وہ اس پر اَحکام کی بنیاد رکھنے لگا، اور عدد کو لغو ٹھہرانے کی بات اگر مؤلف کو حاذق اُصولیین کے ایک گروہ کے اس قول سے سوجھی ہے کہ ''عدد کا مفہوم نہیں ہوتا'' اور اس سے مؤلف نے یہ سمجھ لیا ہو کہ جس کا مفہوم نہیں ہوتا وہ لغو ہوتی ہے، تو یہ ایک ایسا انکشاف ہے جس میں کوئی شخص موصوف کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اس قسم کی سوجھ سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

ہبہ کرنے والا، عاریت دینے والا، طلاق دہندہ، بیع کنندہ اور آزاد کرنے والا یہ سب لوگ انشاء میں جتنے عدد چاہیں واقع کرسکتے ہیں، مثلاً: ہبہ کرنے والا کہتا ہے کہ: ''میں نے یہ غلام فلاں شخص کو ہبہ کردیئے'' تو یہ ہبہ سارے غلاموں پر واقع ہوگا۔ طلاق دینے والا اپنی چاروں بیویوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ: ''تم کو طلاق'' تو ان میں سے ہر ایک پر طلاق واقع ہوجائے گی، جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کیا تھا۔ بائع یا عاریت دینے والا یا غلاموں کو آزاد کرنے والا کہتا ہے کہ: ''میں نے یہ مکان فروخت کئے''، ''میں نے یہ مکان فلاں کو عاریت پر دیئے''، ''میں نے ان غلاموں کو آزاد کردیا'' ان میں سے ہر ایک کے لئے لفظِ واحد کافی ہے، تکرارِ لفظ کی حاجت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ مصدر جس کو یہ انشائی افعال متضمن ہیں اگر ہم مفعولِ مطلق کے ذریعے اس کا افادہ کرنا چاہتے تو ایسا عدد ذکر کرنا پڑتا جو ان غلاموں کی، ان عورتوں کی اور ان مکانوں کی تعداد کے مطابق ہوتا، مگر ان مثالوں میں مفعول کو ذکر کرنے کے بعد مفعولِ مطلق عددی کے ذکر کی حاجت نہیں رہی۔ اور مرد کا اپنی بیوی کی تین طلاق کا مالک ہونا اسے صرف شرع سے حاصل ہوا ہے، کسی خاص لغت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں، بلکہ ساری لغات اس میں برابر ہیں۔ لہٰذا مؤلفِ رسالہ کا یہ کہنا کہ: ''أنت طالق ثلاثًا، کے لفظ سے طلاق دینا ازرُوئے لغت باطل ہے، اور جو لوگ اس لفظ کو بولتے ہیں یہ ان کے کلام میں محض عجمیت کی وجہ سے داخل ہوا'' یہ ایک بے معنی اور بے مقصد بات ہے، یہ بات اس صورت میں بامعنی ہوسکتی تھی اگر مسلمانوں کی شرع کے خلاف عجمیوں کی شرع میں آدمی اپنی

---

(۱) التمھید لِابن عبدالبر، کتاب الطلاق، باب الإقراء وعدة الطلاق وطلاق الحائض ج:۷ ص:۳۱۸ رقم الحدیث: ۵۲۴، حدیث سابع وأربعون لنافع عن ابن عمر، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت۔

بیوی کو تین طلاقیں دینے کا مجاز ہوتا، حالانکہ مسلمانوں کی شرع نے ہی آدمی کو تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے، خواہ بیک وقت دے یا متفرق کرکے، ہماری بحث شرعِ اسلام کے سوا کسی اور شرع میں نہیں ہے، نہ مسلمان بھائیوں کی طلاق کے سوا کسی اور مذہب وملت کے لوگوں کی طلاق کے بارے میں گفتگو ہے، خواہ وہ کسی عنصر سے ہوں۔

پس مسلمان جب اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو یا تو خلافِ سنت تین طلاق بلفظ واحد طہر میں یا حیض میں دے گا، یا سنت کے مطابق تین طلاقیں تین الگ الگ طہروں میں دے گا۔ طلاق خواہ کسی لغت میں ہو، عربی میں ہو، یا فارسی میں، ہندی میں ہو یا حبشی زبان میں، ان لغات کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ بہرحال جب آدمی طلاق دینا چاہے تو پہلے ایک یا دو یا تین کا ارادہ کرے گا، پھر ایسا لفظ ذکر کرے گا جو اس کی مراد کو ادا کرسکے، لہٰذا وہی طلاق واقع ہوجائے گی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے، خواہ ایک کا، خواہ دو کا، خواہ تین کا، پس انشاء کا لفظ اس کے ارادے کے مطابق ہوا۔

اور انشاء میں عدد کے لغو ہونے کا دعویٰ ان دعاوی میں سے ہے جن کی اولاد بے نسب ہے، کیونکہ پہلے واضح ہوچکا ہے کہ جب ضرورت پیش آئے تو مفعولِ مطلق عددی کو فعل کے بعد ذکر کیا جاسکتا ہے، اور اس میں خبر وانشاء اور طلبی وغیر طلبی کا کوئی فرق نہیں ہے، نہ لغت کے اعتبار سے، نہ نحو کے لحاظ سے، کیونکہ اس میں اختیار صرف شرع کے سپرد ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔

اور جہاں نص موجود ہو وہاں قیاس کے گھوڑے دوڑانا ایک احمقانہ حرکت ہے۔ علاوہ ازیں تسبیح وتحمید، تہلیل وتکبیر اور تلاوت و صلوٰۃ وغیرہ عبادات ہیں، جن میں اجر بقدرِ مشقت ہے، اور اقرارِ زنا، حلف، لعان اور قسامت میں عدد تاکید کے لئے ہے، اور یہ منصوص تعداد کے ادا کرنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے، بخلاف ہمارے زیرِ بحث مسئلے کے کہ طلاق نہ تو عبادت ہے، نہ اس میں عدد تاکید کے لئے ہے کہ اسے اِس پر یا اُس پر قیاس کیا جائے۔ دیکھئے! ایک عدد وہ ہے جس کے اقل پر اکتفا کیا جاسکتا ہے (مثلاً: طلاق)، اور ایک وہ ہے جس میں اقل پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا (مثلاً: اقرارِ زنا، حلف، لعان اور قسامت)، آخر اوّل الذکر کو مؤخر الذکر پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اور وجہِ فرق کے باوجود قیاس کرنا اور بھی احمقانہ بات ہے۔

محمود بن لبید کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے،[1] اس کے بارے میں مؤلف لکھتے ہیں: ”میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ رکانہ ہی تھے“، ارے میاں! ہمیں اپنے ”غالب گمان“ سے معاف رکھو، جب تمہارا یقین بھی سراسر غلط ہے، تو ”غالب گمان“ کا کیا پوچھنا؟ اور محمود بن لبید کی حدیث برتقدیرِ صحت، اہلِ استنباط کے نزدیک کسی طرح بھی عدمِ وقوع پر دلالت نہیں کرتی، البتہ گناہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس میں بھی اِمام شافعیؒ اور ابنِ حزم کی رائے مختلف ہے، مگر ہم گناہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، بلکہ ابوبکر بن عربی نے روایت نقل کی

---

(۱) قال سمعت محمود بن لبید قال أُخبرَ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجل طلق إمرأته ثلاث تطلیقات جمیعًا فقام غضبانًا ثم قال: أیلعب بکتاب الله وأنا بین أظهُرِکم، حتّٰی قام رجل وقال: یا رسول الله! ألَا أقتله؟ (سنن نسائی ج:۲ ص:۹۹ الثلاث المجموعة وما فیه من التغلیظ، طبع قدیمی کتب خانه).

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر تین طلاقیں نافذ کردی تھیں[۱]، اور توسع فی الروایات میں ابنِ عربی کا جو پایہ ہے وہ اہلِ علم کو معلوم ہے، اور حافظ ابنِ حجرؒ کو ہر چیز میں ہر قسم کے اقوال نقل کردینے کا عجیب شغف ہے، وہ ایک کتاب میں تحقیق قلم بند کرتے ہیں اور دُوسری کتاب میں کلام کو بے تحقیق چھوڑ جاتے ہیں، اور یہ ان کی کتابوں کا عیب شمار کیا گیا ہے، محمود بن لبید کے بارے میں ان کے اقوال کا اختلاف بھی اسی قبیل سے ہے، تحقیق یہ ہے کہ محمود بن لبید کو سماع حاصل نہیں، جیسا کہ فتح الباری میں ہے[۲]، اور یہ کتاب ان کی پسندیدہ کتابوں میں ہے، بخلاف اصابہ کے، اور اصابہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مسند کے بعض نسخوں کی نقل ہے اور مسند ہر چیز میں محلِ اعتماد نہیں، جبکہ ابن المذہب اور قطیعی جیسے حضرات اس کی روایت میں منفرد ہوں۔

اور رکانہ کے تین طلاق دینے میں ابنِ اسحاق کی جو روایت مسند میں ہے اس پر بحث آگے آئے گی، اور جب سند سامنے موجود ہے تو ضیاء کی تصحیح کیا کام دے سکتی ہے؟ ضیاء تو حدیث خضر جیسی روایات کی بھی تصحیح کرجاتے ہیں، بعض غلوّ پسند حضرات مسندِ احمد میں جو کچھ بھی ہے سب کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور ہم "خصائص مسند" کی تعلیقات میں حافظ ابنِ طولونؒ سے اس نظریے کی غلطی نقل کرچکے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کو تو رہنے دو اور حدیثِ رکانہ پر آئندہ بحث میں گفتگو کا انتظار کرو۔

اور "تین طلاقیں بہ لفظِ واحد واقع ہوجاتی ہیں" اس کی ایک دلیل حدیثِ لعان ہے، جس کی تخریج صحیح بخاری میں ہوئی ہے:

"عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے مجلسِ لعان میں کہا کہ: یا رسول اللہ! اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی، پس انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہی اس کو تین طلاق دے دیں[۳]۔" اور کسی روایت میں یہ نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو، پس یہ تین طلاق بیک لفظ واقع ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کا بلفظِ واحد واقع ہونا سمجھتے رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح نہ فرمائیں، اگر یہ سمجھنا صحیح نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح ضرور فرماتے۔ اس حدیث سے تمام اُمت نے یہی سمجھا ہے (کہ تین طلاقیں بلفظِ واحد واقع ہوجاتی ہیں) حتیٰ کہ ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، وہ لکھتے ہیں: "عویمرؓ نے اس عورت کو یہ سمجھ کر طلاق دی کہ وہ ان کی بیوی ہے، اگر تین طلاق بیک وقت واقع نہیں ہوسکتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور نکیر فرماتے۔"[۴] اور اِمام بخاریؒ نے بھی اس حدیث سے وہی سمجھا

---

(۱) القبس فی شرح مؤطا ابن أنس للقاضی أبی بکر بن العربی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی ألبتة ج:۳ ص:۹۵ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت. أیضًا أوجز المسالک، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی ألبتة ج:۱۰ ص:۱۸ طبع دولة الإمارات العربیة المتحدة.

(۲) الحدیث أخرجه النسائی ورجاله ثقات، لٰکن محمود بن لبید ولد فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم ولم یثبت له منه سماع. (فتح الباری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث ج:۹ ص:۳۶۲ رقم الحدیث: ۵۲۶۱، طبع لاهور).

(۳) کذبت علیها یا رسول الله إن أمسکتها، فطلقها ثلاثًا قبل أن یأمره رسول الله صلی الله علیه وسلم. (بخاری، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث ج:۲ ص:۷۹۱، طبع نور محمد کراچی).

(۴) عن حدیث التعان عویمر العجلانی مع امرأته وفی آخره انه قال: کذبت علیها یا رسول الله إن أمسکتها، فطلقها ثلاثًا قبل أن یأمره رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال: وأنا مع الناس عند رسول الله صلی الله علیه وسلم. قال أبو محمد: لو کانت الطلاق الثلاث مجموعة معصیة لله تعالٰی لما سکت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیان ذالک فصح یقینا انها سُنّة مباحة. (المحلی، کتاب الطلاق، رقم المسئلة: ۱۹۴۹ ج:۱۰ ص:۱۷۰، طبع دار الآفاق الجدیدة، بیروت).

ہے جو پوری اُمت نے سمجھا، چنانچہ انہوں نے "باب من اجاز طلاق الثلاث" کے تحت پہلے یہی حدیث نقل کی ہے، اس کے بعد "حدیثِ عسیلہ" اور پھر حضرت عائشہؓ کی حدیث اس شخص کے بارے میں جو تین طلاقیں دے۔ "جواز" سے ان کی مراد یہ ہے کہ تین طلاق جمع کرنے میں گناہ نہیں، جیسا کہ اِمام شافعیؒ اور ابنِ حزم کی رائے ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق بیک وقت واقع کرنے میں گناہ ہے، جیسا کہ ابنِ عبدالبرؒ نے "الاستذکار" میں خوب تفصیل سے لکھا ہے،[1] اور ہم یہاں اس مسئلے کی تحقیق کے درپے نہیں۔ اِمام بخاریؒ کا یہ مطلب نہیں کہ تین طلاق کے بہ لفظِ واحد واقع ہونے میں کوئی اختلاف ہے، اس لئے یہ مفہوم اِمام بخاریؒ کے الفاظ کے خلاف ہونے کے علاوہ حق کے بھی خلاف ہے، اس لئے کہ تین طلاقوں کا بیک وقت واقع ہوجانا ان تمام حضرات کا متفق علیہ مسئلہ ہے جن کا قول لائقِ اعتبار ہے، جیسا کہ ابن التین نے کہا ہے۔ اختلاف اگر نقل کیا گیا ہے تو صرف کسی غلط رو سے، یا ایسے شخص سے جس کا اختلاف کسی شمار میں نہیں۔ ابنِ حجرؒ کو یہاں بھول ہوئی ہے، اس لئے انہوں نے اِمام بخاریؒ کے الفاظ کا اس مفہوم کو شامل ہونا بھی تجویز کیا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ انہوں نے ابنِ مغیث جیسے لوگوں پر اعتماد کرلیا، حالانکہ کسی محدث کے لئے ایسے شخص پر اعتماد کرنا صحیح نہیں، جب تک کہ قابلِ اعتماد راویوں کی سند سے اختلاف نقل نہ کیا جائے، اس بحث کا اس کے موقع پر اِنتظار کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فقہائے صحابہؓ سے، تابعینؒ سے اور بعد کے حضرات سے بہت احادیث منقول ہیں، جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دی، کسی نے سو طلاق دیں، کسی نے ننانوے، کسی نے آٹھ، کسی نے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ روایات مؤطا اِمام مالکؒ، مصنف ابنِ ابی شیبہؒ اور سننِ بیہقیؒ وغیرہ میں مروی ہیں۔[2] یہ تمام احادیث اس مسئلے کی دلیل ہیں کہ "تین طلاق بلفظِ واحد" واقع ہوجاتی ہیں، کیونکہ یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ صحابہ کرامؓ میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہو جو یہ نہ جانتا ہو کہ طلاق کی تعداد صرف تین تک ہے، یہاں تک کہ وہ یکے بعد دیگرے ہزار، سو، یا ننانوے مرتبہ طلاق دیتا چلا جائے، اور اس طویل مدّت میں فقہائے صحابہؓ میں سے کوئی بھی اسے یہ نہ بتائے کہ بندۂ خدا! طلاق کی آخری حد بس تین ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اس فروگزاشت کا تصوّر بھی محال ہے، لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ طلاق دیتے وقت طلاق دہندگان کے الفاظ تھے، یعنی ایک شخص کہتا: "تجھے ہزار طلاق"، دُوسرا کہتا: "تجھے سو طلاقیں"، تیسرا کہتا: "تجھے ننانوے طلاقیں" ان تمام الفاظ سے طلاق دینے والوں کا مقصد ایسی طلاق واقع کرنا تھا جس سے بینونتِ کبریٰ حاصل ہوجائے، اور یہ ایسی کھلی بات ہے کہ اس میں کسی طرح بھی شغب کی گنجائش نہیں۔

یحییٰ لیثی اِمام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تین طلاقیں اس پر واقع ہوگئیں اور ستانوے طلاقوں کے

---

(۱) الاستذکار لابن عبدالبر، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی ألبتة ج:۶ ص:۱۱ رقم الحدیث:۱۱۱۵ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت۔

(۲) موطا إمام مالک، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی ألبتة ص:۵۱۰، أیضًا: مصنف ابن أبی شیبة، کتاب الطلاق فی الرجل یطلق إمرأته مأة أو ألفا فی قول واحد ج:۵ ص:۱۲۔ سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فی إمضاء الطلاق الثلاث وإن کن مجموعات ج:۷ ص:۳۳۳، ۳۳۴ طبع دار المعرفة بیروت، لبنان۔

ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا۔ ''التمھید'' میں ابنِ عبدالبرؒ نے اس کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (۱)

ابنِ حزم بھی بطریق عبدالرزّاق، عن سفیان الثوری، سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے زید بن وہب نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی تھیں، حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت فرمایا کہ: کیا واقعی تو نے طلاق دی ہے؟ وہ بولا کہ: میں تو ہنسی مذاق کرتا تھا۔ آپ نے اس پر دُرّہ اُٹھایا اور فرمایا: ''تجھ کو ان میں سے تین کافی تھیں۔'' سننِ بیہقی میں بھی بطریق شعبہ اس کی مثل روایت ہے۔ (۲)

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن جعفر بن برقان، معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے، فرمایا: ''وہ تین طلاق کے ساتھ تجھ سے بائنہ ہوگئی۔''(۳)

نیز بطریق عبدالرزّاق عن الثوری، عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے جس نے ہزار طلاق دی تھی، فرمایا: ''تین طلاق اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں، باقی طلاقیں تجھ پر جھوٹ لکھی جائیں گی، جن کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بنایا۔'' سننِ بیہقی میں بھی اس کی مثل ہے۔ (۴)

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے اس شخص کو جس نے ہزار طلاق دی تھیں، فرمایا: ''تین طلاقیں اسے تجھ پر حرام کردیتی ہیں... الخ''،(۵) اس کی مثل سننِ بیہقی میں بھی ہے۔ (۶)

---

(۱) مالک انه بلغه ان رجلًا قال لابن عباس: إنی طلقت إمرأتی مائة تطليقة فماذا ترىٰ علیّ؟ فقال له ابن عباس: طلقت منک بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هُزوًا۔ (مؤطا إمام مالک، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی ألبتة ص:۵۱۰، طبع میر محمد)۔

(۲) ما رويناه من طريق عبدالرزاق عن سفيان الثوری عن سماعة بن كهيل نا زيد بن وهب انه رفع إلٰى عمر بن الخطاب برجل طلق إمرأته ألفًا فقال له عمر رضی الله عنه: أطلقت إمرأتک؟ فقال: إنما كنت ألعب، فعلاه عمر بالدرة وقال: إنما يكفيک من ذالک ثلاث۔ (المحلّٰی لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۲ رقم المسئلة: ۱۹۴۹ وما الصحابة رضی الله عنهم)۔
أيضًا: سنن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فی إمضاء الطلاق الثلاث وإن كن مجموعات ج:۷ ص:۳۳۴ طبع دار المعرفة بيروت۔

(۳) ومن طريق وكيع عن جعفر بن برقان عن معاوية بن أبی يحيىٰ قال: جاء رجل إلٰى عثمان بن عفان فقال: طلقت إمرأتی ألفًا، فقال: بانت منک بثلاث، فلم ينكر الثلاث۔ (المحلی، لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۲، طبع بيروت)۔

(۴) ومن طريق عبدالرزاق عن سفيان الثوری عن عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير قال رجل لِابن عباس: طلقت إمرأتی ألفًا، فقال له ابن عباس: ثلاث تحرمها عليک وبقيتها عليک وِزرًا إتخذت آيات الله هُزُوًا فلم ينكر الثلاث۔ (المحلّٰی لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۲، طبع بيروت)۔

(۵) عن حبيب بن أبی ثابت جاء رجل إلٰى علیّ ابن أبی طالب فقال: إنی طلقت إمرأتی ألفًا، فقال له علیٌّ: بانت منک بثلاث۔ (المحلّٰی، لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۲، طبع بيروت)۔

(۶) سنن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء فی إمضاء الطلاق الثلاث وإن كن مجموعات ج:۷ ص:۳۳۴ طبع دار المعرفة بيروت۔

طبرانی حضرت عبادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں، جس نے ہزار طلاقیں دیں، فرمایا کہ: ''تین کا تو اسے حق حاصل ہے، باقی ۹۹۷ عدوان اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس پر گرفت فرمائیں اور چاہیں تو معاف کردیں۔''(۱)

مسندِ عبدالرزّاق میں جدِ عبادہ سے اس کی مثل روایت ہے، مگر عبدالرزّاق کی روایت میں علل ہیں۔

بیہقی بطریق شعبہ، عن ابی نجیح، عن مجاہد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

''تو نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بائنہ ہوگئی، تو نے اللہ سے خوف نہیں کیا، کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردیتا۔ اس کے بعد آپؓ نے یہ آیت پڑھی: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ (الطّلاق:۱)۔''(۲)

نیز بیہقی بطریق شعبہ، عن الاعمش، عن مسروق، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے اس شخص سے، جس نے سو طلاقیں دے تھیں، فرمایا: ''وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور باقی طلاقیں عدوان ہیں۔''(۳)

ابنِ حزم بطریق عبدالرزّاق، عن معمر، عن الاعمش، عن ابراہیم، عن علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دی تھیں، آپؓ نے اس سے فرمایا کہ: ''وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی، باقی طلاقیں عدوان ہیں۔''(۴)

---

(۱) عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: طلق جدي إمرأته له ألف تطليقة، فانطلقت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فسألته، فقال: أما اتقى الله جدك! أما ثلاثة فله، وأما تسعمائة وسبعة وتسعون فعدوان وظلم، إن شاء الله عذبه، وإن شاء غفر له. (مجمع الزوائد ج:۴ ص:۳۴۱، باب فيمن طلق أكثر من ثلاث، طبع دار الكتب العلمية، بيروت). أيضًا: المحلّٰى ج:۱۰ ص:۱۶۹۔

(۲) حدثنا شعبة عن ابن أبي نجيح وحميد الأعرج عن مجاهد قال سئل ابن عباس عن رجل طلق إمرأته مائة، قال: عصيت ربك وبانت منك إمرأتك، لم تتق الله فيجعل لك مخرجًا. (من يتق الله يجعل له مخرجًا)، (يٰأيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن في قبل عدتهن)۔ (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب من جعل الثلاث واحدة وما ورد في خلاف ذٰلك ج:۷ ص:۳۳۷ طبع دار المعرفة، بيروت، لبنان، أيضًا: باب الإختيار للزوج أن لا يطلق إلّا واحدة ج:۷ ص:۳۳۱، ۳۳۲)۔

(۳) عن شعبة عن الأعمش عن مسروق قال: سأل رجل لعبدالله رضي الله عنه فقال: رجل طلق إمرأته مائة، قال: بانت بثلاث وسائر ذالك عدوان. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب الإختيار للزوج أن لا يطلق إلّا واحدة ج:۷ ص:۳۳۲ طبع دار المعرفة بيروت، لبنان)۔

(۴) ومن طريق عبدالرزاق عن معمر عن الأعمش عن إبراهيم عن علقمة قال: جاء رجل إلى ابن مسعود فقال: إني طلقت إمرأتي تسعًا وتسعين، فقال له ابن مسعود: ثلاث تبينها وسائرهن عدوان. (المحلّٰى لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۲ طبع دار الآفاق الجديدة، بيروت)۔

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن اسماعیل ابن ابی خالد، اِمام شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قاضی شریحؒ سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، شریحؒ نے فرمایا کہ: ''وہ تجھ سے تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور ستانوے طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔''(۱) حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے بہ سندِ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے لفظ ''حرام'' اور لفظ ''البتہ'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے ''تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں''(۲) جیسا کہ ابنِ حزم کی المحلّٰی اور باجیؒ کی ''المنتقی'' اور دیگر کتب میں ہے، اور یہ تین طلاقوں کو بلفظِ واحد جمع کرنا ہے۔(۳)

بیہقی، مسلمہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہالت سے تین طلاقیں دے دے انہیں سنت کی طرف لوٹایا جائے گا، اور وہ تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور آپؒ لوگوں سے اس بات کو روایت کرتے ہیں، فرمایا: ''خدا کی پناہ! یہ ہمارا قول نہیں، بلکہ جس نے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی ہوں گی۔''(۴)

مجموع فقہی (مسندِ زید) میں زید بن علی عن ابیہ عن جدہ کی سند سے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین کے ساتھ اس سے بائنہ ہوگئی، اور ستانوے طلاقیں اس کی گردن میں معصیت ہیں۔''(۵)

اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ اور اِمام بیہقیؒ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک طلاق عورت کو بائنہ کردیتی ہے، تین طلاقیں اسے حرام کردیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔'' اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس بدوی شخص کے بارے میں جس نے دُخول سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں ایسا ہی فرمایا، اور

---

(۱) وأما التابعون فروینا من طریق وکیع عن إسماعیل بن أبی خالد عن الشعبی قال: قال رجل لشریح القاضی: طلقت إمرأتی مائة، فقال: بانت منک بثلاث وسبع وتسعون إسراف ومعصیة، فلم ینکر شریح الثلاث وإنما جعل الإسراف والمعصیة ما زاد علی الثلاث۔ (المحلّٰی لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۳، طبع دار الآفاق الجدیدة، بیروت)۔

(۲) مالک انه بلغه ان علی بن أبی طالب کان یقول فی الرجل یقول لِامرأته: أنت علیَّ حرام، أنها ثلاث تطلیقات۔ (مؤطا إمام مالک، باب ما جاء فی الخلیة والبریة وأشباه ذالک، ص:۵۱۱ طبع نور محمد کتب خانه)۔

(۳) قال أبو محمد: فلم یخص واحدة من ثلاث من اثنتین لَا یعلم عن أحد من التابعین ان الثلاث معصیة صرّح بذالک إلّا الحسن، والقول بأن الثلاث سنة هو قول الشافعی وأبی ذر وأصحابهما۔ (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۱۷۳ طبع دار الآفاق الجدیدة بیروت)۔

(۴) حدثنا مسلمة بن جعفر الأحمسی قال: قلت لجعفر بن محمد: إن قومًا یزعمون أنّ من طلق ثلاثًا بجهالة رُدَّ إلی السنة یجعلونها واحدة یروونها عنکم، قال: معاذ الله! ما هذا من قولنا من طلق ثلاثًا فهو کما قال۔ (السُّنن الکبریٰ للبیهقی ج:۷ ص:۳۴۰، باب جعل الثلاث واحدة وما ورد فی خلاف ذالک، طبع بیروت)۔

(۵) مسند الإمام زید بن علی، کتاب الطلاق، باب الطلاق البائن ص:۲۸۹ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت۔

اس کی مثل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (۱)

عبدالرزّاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دیں، آپؓ نے فرمایا: ''تین طلاقیں عورت کو بائنہ کردیں گی اور باقی عدوان ہے۔'' (۲)

اِمام محمد بن حسنؒ ''کتاب الآثار'' میں فرماتے ہیں کہ: ہم کو اِمام ابوحنیفہؒ نے خبر دی بروایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی حسن عن عمرو بن دینار عن عطاء کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، فرمایا: ''ایک شخص جاکر گندگی میں لت پت ہوجاتا ہے، پھر ہمارے پاس آجاتا ہے، جا! تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، وہ اب تیرے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔'' اِمام محمدؒ فرماتے ہیں: ''ہم اسی کو لیتے ہیں، اور یہی اِمام ابوحنیفہؒ کا اور عام علماء کا قول ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔'' (۳)

نیز اِمام محمد بن حسنؒ بروایت اِمام ابوحنیفہؒ عن حمادؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: جس شخص نے ایک طلاق دی، مگر اس کی نیت تین طلاق کی تھی، یا تین طلاقیں دیں مگر نیت ایک کی تھی، فرمایا کہ: ''اگر اس نے ایک کا لفظ کہا تو ایک طلاق ہوگی، اس کی نیت کوئی چیز نہیں، اور اگر تین کا لفظ کہا تو تین ہوں گی، اور اس کی نیت کوئی چیز نہیں۔'' اِمام محمدؒ فرماتے ہیں: ''ہم ان سب کو لیتے ہیں اور یہی اِمام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔'' (۴)

---

(۱) عن معاوية بن أبي عياش الأنصاري انه كان جالسًا مع عبدالله بن الزبير وعاصم بن عمر رضي الله عنهم قال: فجاءهما محمد بن اياس بن البكير فقال: ان رجلًا من أهل البادية طلق إمرأته ثلاثًا قبل أن يدخل بها فماذا تريان؟ فقال ابن الزبير: ان هٰذا الأمر ما لنا فيه قول، إذهب إلى ابن عباس وأبي هريرة فإني تركتهما عند عائشة رضي الله عنها ثم ائتينا فأخبرنا، فذهب فسألهما قال ابن عباس لأبي هريرة: أفته يا أبا هريرة! فقد جاءتك معضلة، فقال أبوهريرة: الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتّٰى تنكح زوجًا غيره، وقال ابن عباس مثل ذالك. (سنن الكبرىٰ للبيهقي ج:۷ ص:۳۳۵، باب ما جاء في إمضاء الطلاق الثلاث وإن كن مجموعات). ترتيب مسند الإمام أبي عبدالله الشافعي، كتاب الطلاق، الباب الأول فيما جاء في أحكام الطلاق ج:۲ ص:۳۳، ۳۴ رقم الحديث:۱۱۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت. أيضًا: السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب الإختيار للزوج أن لَا يطلق إلّا واحدة ج:۷ ص:۳۳۰.

(۲) ومن طريق عبدالرزاق عن معمر عن الأعمش، عن إبراهيم عن علقمة قال: جاء رجل إلى ابن مسعود فقال: إني طلقت إمرأتي تسعًا وتسعين، فقال له ابن مسعود: ثلاث تبينها وسائرهن عدوان. (المحلّٰى ج:۱۰ ص:۱۷۲ طبع دار الآفاق الجديدة، بيروت).

(۳) محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن عبدالله بن عبدالرحمٰن ابن أبي حسين عن عمرو بن دينار عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أتاه رجل فقال: إني طلقت إمرأتي ثلاثًا، قال: يذهب أحدكم فيتلطخ بالنتن ثم يأتينا، إذهب فقد عصيت ربك، وقد حرمت عليك إمرأتك، لَا تحل لك حتّٰى تنكح زوجًا غيرك. (كتاب الآثار، كتاب الطلاق، باب من طلق ثلاثًا أو طلق واحدة ص:۱۲۶ حديث رقم:۴۸۲ طبع الرحيم اكيڈمي كراچي).

(۴) محمد قال: أخبرنا أبوحنيفة عن حماد عن إبراهيم في الذي يطلق واحدة وهو ينوي ثلاثًا، أو يطلق ثلاثًا وهو ينوي واحدة قال: إن تكلم بواحدة فهي واحدة، وليست نيته بشيء، وإن تكلم بثلاث كانت ثلاثًا، وليست نيته بشيء. قال محمد: وبهٰذا كله نأخذ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالٰى. (كتاب الآثار، كتاب الطلاق، باب من طلق ثلاثًا أو طلق واحدة ص:۱۲۷، رقم الحديث:۴۸۷، طبع الرحيم اكيڈمي، كراچي).

حسین بن علی کرابیسی ''ادب القضا'' میں بطریق علی بن عبداللہ (ابن المدینی) عن عبدالرزّاق عن معمر بن طاؤس سے حضرت طاؤس (تابعی) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ: جو شخص تمہیں طاؤس کے بارے میں یہ بتائے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کرتے تھے، اسے جھوٹا سمجھو۔ (۱)

ابنِ جریج کہتے ہیں کہ: میں نے عطاءؒ (تابعی) سے کہا کہ: آپ نے ابنِ عباسؓ سے یہ بات سنی ہے کہ بکر (یعنی وہ عورت جس کی شادی کے بعد ابھی خانہ آبادی نہ ہوئی ہو) کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں؟ فرمایا: ''مجھے تو ان کی یہ بات نہیں پہنچی'' اور عطاءؒ، ابنِ عباسؓ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابوبکر جصاص رازیؒ اَحکام القرآن میں آیات و احادیث اور اقوالِ سلف سے تین طلاق کے وقوع کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''پس کتاب و سنت اور اجماعِ سلف تین طلاق بیک وقت کے وقوع کو ثابت کرتے ہیں، اس طرح طلاق دینا معصیت ہے۔'' (۲)

ابوالولید الباجیؒ ''المنتقی'' میں فرماتے ہیں: ''پس جو شخص بیک لفظ تین طلاقیں دے گا اس کی تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، جماعتِ فقہاء بھی اسی کی قائل ہے، اور ہمارے قول کی دلیل اِجماعِ صحابہؓ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ ابنِ عمر، عمران بن حصین، عبداللہ بن مسعود، ابنِ عباس، ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور ان کا کوئی مخالف نہیں۔''

ابوبکر بن عربیؒ تین طلاق کے نافذ کرنے کے بارے میں ابنِ عباسؓ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس حدیث کی صحت مختلف فیہ ہے، پس اس کو اِجماع پر کیسے مقدم کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کے معارض محمود بن لبید کی حدیث موجود ہے، جس میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ نہیں فرمایا، بلکہ نافذ کیا۔'' غالباً ان کی مراد نسائی کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہے، اور ابوبکر بن عربیؒ حافظ ہیں اور بہت ہی وسیع الروایات ہیں۔ یا ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ کیا ہوتا تو حدیث میں اس کا ذکر ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر غضبناک ہونا بھی تین طلاق کے وقوع کی دلیل ہے، اور ابنِ عربیؒ کی مراد کے لئے کافی ہے۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''التمہید'' اور ''الاستذکار'' میں اس مسئلے کے دلائل نقل کرنے اور اس پر اِجماع ثابت کرنے میں بہت توسع سے کام لیا ہے۔ (۳)

اور شیخ ابنِ ہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

''فقہائے صحابہؓ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں، مثلاً: خلفائے راشدین، عبادلہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم۔ ان کے سوا فقہائے صحابہؓ قلیل ہیں، اور باقی حضرات انہی سے رُجوع

---

(۱) (لم أجده).

(۲) فالكتاب والسُّنَّة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معًا وإن كانت معصية. (أحكام القرآن للجصّاص، سورة البقرة، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق الثلاث معًا ج:۱ ص:۳۸۸ طبع سهيل اكيڈمی).

(۳) الاستذكار لابن عبدالبر، باب ما جاء في البتة ج:۶ ص:۸،۳ رقم الحديث:۱۱۵۱۔

کرتے اور انہی سے فتویٰ دریافت کیا کرتے تھے، اور ہم ان میں سے اکثر کی نقل صریح ثابت کرچکے ہیں کہ وہ تین طلاق کے وقوع کے قائل تھے، اور ان کا مخالف کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟ اسی بنا پر ہم نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق بلفظِ واحد ایک ہوگی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں اِجتہاد کی گنجائش نہیں، لہٰذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں۔ اور حضرت انسؓ کی یہ روایت کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، اِمام طحاویؒ وغیرہ نے ذکر کی ہے۔"(۱)

جس شخص نے کتاب وسنت، اقوالِ سلف اور اَحوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جمہور کے دلائل کا احاطہ کیا ہو وہ اس مسئلے میں، نیز فقہائے صحابہؓ کی تعداد کے بارے میں ابنِ ہمامؒ کے کلام کی قوت کا صحیح اندازہ کرسکتا ہے، اگرچہ ابنِ حزم نے "اَحکام" میں ان کی تعداد بڑھانے کی بہت کوشش کی ہے، چنانچہ انہوں نے ہر اس صحابی کو جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے بھی منقول تھے، فقہائے صحابہؓ کی صف میں شامل کردیا۔ اس سے ابنِ حزم کا مقصد صحابہ کرامؓ کا اِجلال وتعظیم نہیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ اجماعی مسائل میں جمہور کا یہ کہہ کر توڑ کرسکیں کہ ان سب کی نقل پیش کرو۔ حالانکہ ہر وہ شخص جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے یا سنت میں ایک دو حدیثیں مروی ہوں، اسے مجتہدین میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ خواہ وہ کوئی ہو، اگرچہ صحابیت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ کا مرتبہ بہت عظیم القدر ہے، اور اس کی کچھ تفصیل آئندہ آئے گی۔

اور جو شخص کسی چیز پر اِجماع ثابت کرنے کے لئے ان ایک لاکھ صحابہؓ کے ایک ایک فرد کی نقل کو شرط ٹھہراتا ہے جو وصالِ نبوی کے وقت موجود تھے، وہ خیال کے سمندر میں غرق ہے، اور وہ حجیتِ اجماع میں جمہور کا توڑ کرنے میں ابنِ حزم سے بازی لے گیا ہے، ایسا شخص خواہ حنبلی ہونے کا مدعی ہو مگر وہ مسلمانوں کے راستے کے بجائے کسی اور راہ پر چل رہا ہے۔

حنابلہ میں حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ بچپن ہی سے ابنِ قیمؒ اور ان کے شیخ (ابنِ تیمیہؒ) کے سب سے بڑے متبع تھے، بعد ازاں ان پر بہت سے مسائل میں ان دونوں کی گمراہی واضح ہوئی، اور موصوف نے ایک کتاب میں جس کا نام "**بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطّلاق الثلاث واحدة**" رکھا، اس مسئلے میں ان دونوں کے قول کو رَدّ کیا، اور یہ بات ان لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہونی چاہئے جو اَحادیث کے مداخل ومخارج کو جانے بغیر ان دونوں کی کج بحثی (تشغیب) سے دھوکا کھاتے ہیں، حافظ ابنِ رجبؒ اس کتاب میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں:

"جاننا چاہئے کہ صحابہؓ، تابعینؒ اور ان ائمہ سلف سے، جن کا قول حرام وحلال کے فتویٰ میں لائقِ اعتبار

---

(۱) والمائة الألف الذین توفی عنهم رسول الله صلی الله علیه وسلم لَا تبلغ عدة المجتهدین الفقهاء منهم أکثر من عشرین کالخلفاء والعبادلة وزید بن ثابت ومعاذ بن جبل وأنس وأبی هریرة رضی الله عنه وقلیل والباقون یرجعون إلیهم ویستفون منهم وقد أثبتنا النقل عن أکثرهم صریحًا بإیقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق إلّا الضلال، وعن هٰذا قلنا لو حکم حاکم بأن الثلاث بضم واحد واحدة لم ینفذ حکمه لأنه لَا یسوغ الْإجتهاد فیه فهو خلاف لَا إختلاف والروایة عن أنس بأنها ثلاث أسنده الطحاوی وغیره. (فتح القدیر، کتاب الطلاق، تحت قوله (وطلاق البدعة) ج:۳ ص:۲۶ طبع دار صادر للطباعة والنشر، بیروت).

ہے، کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں دُخول کے بعد ایک شمار ہوں گی، جبکہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں، اور اِمام اعمشؒ سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک بڈھا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے کہ: ''جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا'' لوگوں کی اس کے پاس ڈار لگی ہوئی تھی، آتے تھے اور اس سے یہ حدیث سنتے تھے، میں بھی اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ: تم نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے؟ بولا: میں نے ان سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا۔ میں نے کہا: آپ نے حضرت علیؓ سے یہ بات کہاں سنی ہے؟ بولا: میں تجھے اپنی کتاب نکال کر دِکھاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے اپنی کتاب نکالی اس میں لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جو میں نے علی بن ابی طالبؓ سے سنی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو اس سے بائنہ ہوجائے گی، اور اس کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔''

میں نے کہا: تیرا ناس ہوجائے! تحریر کچھ اور ہے، اور تو بیان کچھ اور کرتا ہے۔ بولا: صحیح تو یہی ہے، لیکن یہ لوگ مجھ سے یہی چاہتے ہیں۔''

اس کے بعد ابنِ رجبؒ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث سند کے ساتھ نقل کی، جو پہلے گزر چکی ہے، اور کہا کہ: اس کی سند صحیح ہے۔

او حافظ جمال الدین بن عبدالہادی الحنبلیؒ نے اپنی کتاب **''السیر الحاث الٰی علم الطّلاق الثلاث''** میں اس مسئلے پر ابنِ رجبؒ کی مذکورہ بالا کتاب سے بہت عمدہ نقول جمع کردیئے ہیں، اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، جو ''المجامیع'' کے شعبے میں ۹۹ کے تحت درج ہے۔

جمال بن عبدالہادی اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، یہی صحیح مذہب ہے، اور ایسی مطلقہ، مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ کسی دُوسری جگہ نکاح کرے۔ اِمام احمدؒ کے مذہب کی اکثر کتابوں مثلاً: خرقی، المقنع، المحرر، الہدایہ وغیرہ میں اسی قول کو جزم کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اثرم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (اِمام احمد بن حنبلؒ) سے کہا کہ: ابنِ عباسؓ کی حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تین طلاق ایک ہوتی تھی، آپ اس کو کس چیز کے ساتھ رَدّ کرتے ہیں؟ فرمایا: ''لوگوں کی ابنِ عباسؓ سے اس روایت کے ساتھ کہ وہ تین ہوتی ہیں۔'' اور ''فروع'' میں اسی قول کو مقدّم کیا ہے، اور ''المغنی'' میں بھی اسی پر جزم کیا ہے، اور اکثر

حضرات نے تو اس قول کے علاوہ کوئی قول ذکر ہی نہیں کیا۔‘‘[1]

اور ابنِ عبدالہادی کی عبارت میں ’’اکثر کتب اصحاب احمد‘‘ کا جو لفظ ہے وہ احمد بن تیمیہ کے بعد کے متأخرین، مثلاً: بنومفلح اور مرادوہ کے اعتبار سے ہے، ان لوگوں نے ابنِ تیمیہؒ سے دھوکا کھایا ہے، اس لئے ان کا قول اِمام احمدؒ کے مذہب میں ایک قول شمار نہیں ہوگا۔ ’’الفروع‘‘ کا مصنف بھی بنی مفلح کے انہی لوگوں سے ہے جنھوں نے ابنِ تیمیہؒ سے فریب کھایا۔

اِمام ترمذیؒ کے اُستاذ اسحاق بن منصورؒ نے بھی اپنے رسالہ ’’مسائل عن احمد‘‘ میں ... جو ظاہریہ دمشق میں فقہِ حنابلہ کے تحت نمبر: ۸۳ پر درج ہے ... اسی کی مثل ذکر کیا ہے جو اثرم نے ذکر کیا ہے۔ بلکہ اِمام احمد بن حنبلؒ اس مسئلے کی مخالفت کو خروج از سنت سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے سنت کے بارے میں جو خط مسدد بن مسرہد کو لکھا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اور جس نے تین طلاقیں ایک لفظ میں دیں اس نے جہالت کا کام کیا، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اور وہ اس کے لئے کبھی حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔‘‘

اِمام احمدؒ کا یہ جواب قاضی ابوالحسین بن ابی یعلیٰ الحنبلی نے ’’طبقاتِ حنابلہ‘‘ میں مسدد بن مسرہد کے تذکرے میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور اس کی سند ایسی ہے جس پر حنابلہ اعتماد کرتے ہیں۔ اِمام احمدؒ نے اس مسئلے کو سنت میں سے اس لئے شمار کیا کہ روافض، مسلمانوں کے نکاحوں سے کھیلنے کے لئے اس مسئلے کی مخالفت کرتے تھے۔[2]

اِمام کبیر ابوالوفاء بن عقیل الحنبلیؒ کے ’’التذکرہ‘‘ میں ہے: ’’اور جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ’’تجھے تین طلاق مگر دو‘‘ تو تین ہی واقع ہوں گی، کیونکہ یہ اکثر کا استثناء ہے، لہٰذا استثناء صحیح نہیں۔‘‘

اور ابوالبرکات مجد الدین عبدالسلام بن تیمیہؒ الحرانی الحنبلیؒ مؤلف ’’منتقی الاخبار‘‘ (حافظ ابنِ تیمیہؒ کے دادا) اپنی کتاب ’’المحرر‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’اور اگر اس کو (ایک طلاق دے کر) بغیر مراجعت کے دو طلاقیں دیں یا تین، ایک لفظ میں یا الگ الگ لفظوں میں، ایک طہر میں یا الگ الگ طہروں میں تو یہ واقع ہوجائیں گی، اور یہ طریق بھی سنت کے موافق ہے۔ اِمام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ یہ بدعت ہے، اور ایک روایت ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع کرنا بدعت ہے، اور تین الگ الگ طہروں میں دینا سنت ہے۔‘‘[3]

---

(۱) (فصل) وإن طلق ثلاثًا بكلمة واحدة وقع الثلاث وحرمت عليه حتّٰى تنكح زوجًا غيره .... قال الأثرم سألت أبا عبدالله عن حديث ابن عباس بأيّ شيء تدفعه؟ قال: أدفعه براوية الناس عن ابن عباس من وجوه خلافه ثم ذكر من عدة عن ابن عباس من وجوه انها ثلاث۔ (المغني على المقنع، كتاب الطلاق، تطليق الثلاث بكلمة واحدة ج:۸ ص:۲۴۳، ۲۴۴ رقم المسئلة: ۵۸۲۰ طبع دار الكتاب العربي، بيروت)۔

(۲) ومن طلق ثلاثًا في لفظ واحد فقد جهل، وحرمت عليه زوجته، ولَا تحل له أبدًا حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ (طبقات الحنابلة للقاضي أبي الحسين محمد بن أبي يعلٰى ترجمة مسدد بن مسرهد ج:۱ ص:۳۴۵ رقم الترجمة: ۴۹۴ طبع بيروت)۔

(۳) ولو طلقها ثنتين أو ثلاثًا بكلمة أو كلمات في طهر فما فوقه من غير مراجعة وقع وكان للسُّنَّة، وعنه للبدعة، وعنه الجمع في الطهر بدعة والتفريق في الأطهار سُنَّة۔ (المحرر في الفقه علٰى مذهب الإمام أحمد بن حنبل ج:۲ ص:۵۱ طبع مكتبة المعارف الرياض)۔

اور احمد بن تیمیہؒ اپنے اس دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خفیہ طور پر فتویٰ دیا کرتے تھے کہ تین طلاقوں کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا۔ حالانکہ ان کی اپنی کتاب "المحــرر" کی تصریح آپ کے سامنے ہے، اور ہم ابنِ تیمیہؒ کے دادا کو اس بات سے بَری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں جو تصریح کریں چھپ کر اس کے خلاف بات کریں۔ یہ حالت تو منافقین اور زنادقہ کی ہوا کرتی ہے، اور ہمیں ابنِ تیمیہؒ کی نقل میں بکثرت جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے، پس جب وہ اپنے دادا کے بارے میں یہ کھلا سفید جھوٹ بول سکتے ہیں تو دُوسروں کے بارے میں ان کو جھوٹ بولنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

اور اس مسئلے میں شافعیہ کا مذہب آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، ابوالحسن السبکیؒ، کمال زملکانیؒ، ابنِ جہبلؒ، ابنِ فرکاحؒ، عزبن جماعہ اور تقی حصنی وغیرہ نے اس مسئلے میں اور دیگر مسائل میں ابنِ تیمیہؒ کے رَدّ میں تألیفات کی ہیں جو آج بھی اہلِ علم کے ہاتھ میں ہیں۔

اور ابنِ حزم ظاہری کو مسائل میں شذوذ پر فریفتہ ہونے کے باوجود یہ گنجائش نہ ہوئی کہ اس مسئلے میں جمہور کے راستے پر نہ چلیں، بلکہ انہوں نے بلفظِ واحد تین طلاق کے وقوع پر دلائل قائم کرنے میں بڑے توسع سے کام لیا ہے، اس پر اطلاع واجب ہے، تاکہ ان برخود غلط مدعیوں کے زیغ کا اندازہ ہو سکے جو اس کے خلاف کا زعم رکھتے ہیں۔

اس مفصل بیان سے اس مسئلے میں صحابہؓ و تابعینؒ وغیرہ پوری اُمت کا قول واضح ہوگیا، صحابہؓ و تابعینؒ کا بھی، اور دیگر حضرات کا بھی، اور جو اَحادیث ہم نے ذکر کی ہیں وہ تین طلاق بلفظِ واحد کے وقوع میں کسی قائل کے قول کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتیں۔

اور کتاب اللہ کی دلالت اس مسئلے پر ظاہر ہے، جو مشاغبہ (کج بحثی) کو قبول نہیں کرتی، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ" (پس ان کو طلاق دو ان کی عدّت سے قبل) اللہ تعالیٰ نے عدّت سے آگے طلاق دینے کا حکم فرمایا، مگر یہ نہیں فرمایا کہ غیرعدّت میں طلاق دی جائے تو باطل ہوگی، بلکہ طرزِ خطاب غیرعدّت کی طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ" (الطّلاق:۲)

ترجمہ:... "اور یہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔"

پس اگر غیرعدّت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوتی (بلکہ لغو اور کالعدم ہوتی) تو غیرعدّت میں طلاق دینے سے وہ ظالم نہ ہوتا، نیز اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے:

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔" (الطّلاق:۲)

ترجمہ:... "اور جو ڈرے اللہ سے بنادے گا اللہ اس کے نکلنے کا راستہ۔"

اس کا مطلب ...واللہ اعلم... یہ ہے کہ جب طلاق اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دے اور طلاق الگ الگ طہروں میں دے، اس صورت میں اگر طلاق واقع کرنے کے بعد اسے پشیمانی ہو تو اس کے لئے اپنی واقع کردہ طلاق سے مخرج کی صورت موجود ہے، اور وہ ہے رجعت۔ حضرت عمر، ابنِ مسعود اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہم نے آیت کا یہی مطلب سمجھا ہے، قرآنِ کریم کے فہم و ادراک میں ان

کی مثل کون ہے؟[1]

اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: ''اگر لوگ طلاق کی مقرّر کردہ حد کو ملحوظ رکھیں تو کوئی شخص جس نے بیوی کو طلاق دی ہو، نادم نہ ہوا کرے۔'' یہ ارشاد بھی اسی طرف اشارہ ہے، اور اسرارِ تنزیل کے سمجھنے میں باب مدینۃ العلم کی مثل کون ہے؟[2]

اور حق تعالیٰ کا ارشاد: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' بھی دلالت کرتا ہے کہ دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے، جبکہ ''مَرَّتَان'' کے لفظ کو دو پر محمول کیا جائے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی: ''نُؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ'' میں ہے۔[3] اور قرآنِ کریم کی آیات ایک دُوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور اِمام بخاریؒ نے آیت کے معنی اسی طرح سمجھے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس آیت کو ''باب من اجاز طلاق الثلاث'' کے تحت ذکر کیا ہے،[4] اسی طرح ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے،[5] اور علامہ کرمانیؒ نے اس کی تائید کی ہے، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں پایا جاتا ہے جو دو اور تین طلاق کے وقوع کی صحت میں فرق کرتا ہو، اور اسی کی طرف شافعیہ کا میلان ہے۔ اور ابنِ حجرؒ کا فقرہ تکلف ہے، انہیں لغت میں توسع حاصل نہیں، اور نظر اور لغت کے باب میں ان کا قول کرمانی کے قول کے سامنے کوئی چیز نہیں، اور جب اس لفظ ''مَرَّتَانِ'' کو اس پر محمول کرو کہ یہ ''تثانی مکررہ'' کے قبیل سے ہے (یعنی ''مَرَّتَانِ'' کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق دو مرتبہ الگ الگ الفاظ میں دی جانی چاہئے)، تو یہ لفظ تین طلاق کے وقوع کی صحت پر بھی دلالت کرے گا، جبکہ وہ بہ تکرارِ لفظ ہوں، خواہ حیض میں ہوں، یا طہر میں، یا چند طہروں میں، یا ایک مجلس مین، یا چند مجالس میں، پس جب طلاق طہر میں یا حیض میں بہ تکرارِ لفظ صحیح ہے تو طہر میں یا حیض میں بلفظِ واحد بھی صحیح ہوگی، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں جو اِس میں اور اُس میں فرق کرتا ہو، نزاع کرنے والوں کا نزاع صرف اس صورت میں ہے جبکہ طلاق متفرق طہروں میں نہ دی گئی ہو، اور یہ ظاہر ہے۔

اور شوکانی نے چاہا کہ اس کے تثانیٔ مکرّرہ کے قبیل سے ہونے کے ساتھ تمسک کریں جیسا کہ زمخشری کہتے ہیں، اور ان کو خیال ہوا کہ (زمخشری) اس قول کے ساتھ اس مسئلے میں اپنے مذہب سے دُور چلے گئے ہیں، مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ شوکانی کو ایسی جگہ کہاں سے مل سکتی ہے؟ جس کے ذریعہ وہ اس آیت سے تمسک کریں، آیت تو اس طرح ہے جس طرح کہ ہم شرح کرچکے ہیں، لیکن ڈُوبتا ہوا آدمی ہر تنکے کا سہارا لیا کرتا ہے۔

---

(۱) (ومن يتق الله يجعل له مخرجًا) يعني والله أعلم انه إذا أوقع الطلاق على ما أمره الله كان له مخرجا مما أوقع ان لحقه ندم وهو الرجعة وعلى هذا المعنى تأوله ابن عباس. (أحكام القرآن للجصّاص، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق الثلاث معًا ج:۱ ص:۳۸۷ طبع سهيل اكيڈمی).

(۲) قال علي بن أبي طالب كرّم الله وجهه: لو أن الناس أصابوا حد الطلاق ما ندم رجل طلق إمرأته. (أحكام القرآن للجصاص، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق الثلاث معًا، طبع سهيل اكيڈمی).

(۳) (الطلاق مرتان) ان معناه مرة بعد مرة فخطأ بل هذه الآية كقوله تعالى: (نؤتها أجرها مرتين). (المحلّى ج:۱۰ ص:۱۶۷، كتاب الطلاق، وأما قولهم البدعة، طبع دار الآفاق الجديدة، بيروت).

(۴) باب من أجاز طلاق الثلاث لقول الله تعالى: الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان. (صحيح البخاري، كتاب الطلاق، ج:۲ ص:۷۹۱ طبع قديمي).

(۵) ایضاً حوالہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ آیت قصر پر دلالت کرتی ہے، اور یہ بھی فرض کرلیا جائے طلاق سے مراد طلاقِ شرعی ہے جس کے خلاف دی گئی طلاق لغو ہوتی ہے، جیسا کہ شوکانی کا خیال ہے، پھر جبکہ یہ دونوں باتیں بھی ناقابلِ تسلیم ہوں تو شوکانی کا تمسک کیسے صحیح ہوگا؟ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ایک طلاقِ رجعی، طلاقِ شرعی شمار ہوتی ہے اور انقضائے عدّت کے بعد اس سے بینونت واقع ہوجاتی ہے، باوجودیکہ وہ ''طلاق بعد از طلاق'' نہیں۔

اور اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ نے جمہور کے قول پر کتاب اللہ کی دلالت کو اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، جو شخص مزید بحث دیکھنا چاہتا ہو وہ ''اَحکام القرآن'' کی مراجعت کرے۔[1]

اور آیاتِ شریفہ طرزِ خطاب میں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ متفرق طہروں میں طلاق دینے کا حکم طلاق دہندگان کی دُنیوی مصلحت پر مبنی ہے، اور وہ مصلحت ہے ان کو طلاق میں ایسی جلد بازی سے بچانا، جس کا نتیجہ ندامت ہو۔ لیکن بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر طلاق دینے والے کو ندامت نہیں ہوتی، پس ''غیر عدّت میں دی گئی طلاق'' سے ندامت منفک ہوسکتی ہے، کیونکہ جو شخص الگ الگ طہروں میں طلاق دے، کبھی اس کو بھی ندامت ہوتی ہے، اور کبھی خاص حالات کی بنا پر ایسے شخص کو بھی ندامت نہیں ہوتی جس نے حیض میں طلاق دی ہو، یا ایسے طہر میں جس میں مقاربت ہوچکی ہو، پس ندامت طلاق مذکور کے ساتھ پائی تو جاتی ہے، مگر اس کے لئے وصف لازم نہیں ہے، تاکہ یہاں حکم اس کی ضد کی تحریم کو مفید ہو، جیسا کہ بعض لوگ اس کے قائل ہیں۔ اس تقریر سے شوکانی کے اس کلام کی قیمت معلوم ہوجاتی ہے جو اس نے اس موقع پر کیا ہے۔

حاصل یہ کہ آیاتِ شریفہ نسق خطاب کے لحاظ سے اور حق تعالیٰ کا ارشاد: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' دونوں تفسیروں پر، نیز وہ احادیث جو پہلے گزر چکی ہیں، یہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غیر عدّت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے، مگر گناہ کے ساتھ۔ پس یہ بات قیاس سے مستغنی کردیتی ہے، کیونکہ موردِ نص میں قیاس کی حاجت نہیں۔

اور یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ: ''ظہار، قولِ منکر اور زُور ہے، اس کے باوجود اس پر حکم مرتب ہوجاتا ہے'' یہ محض نظیر کے طور پر ہے، قیاس کے طور پر نہیں۔ اور چونکہ شوکانی نے یہ سمجھا کہ اس کا ذکر قیاس کے طور پر کیا جارہا ہے اس لئے موصوف نے فوراً یہ کہہ کر مشاغبہ شروع کردیا کہ: ''یہ قیاس غلط ہے، کیونکہ حرام چیزوں کی بیع اور محرَمات سے نکاح کرنا بھی قولِ منکر اور زُور ہے، لیکن وہ باطل ہے اس پر اس کا اثر مرتب نہیں ہوگا، لہٰذا قیاس صحیح نہیں۔'' مگر یہ بات شوکانی کی نظر سے اوجھل رہی کہ بیع اور نکاح کی مثال میں وجہ فرق بالکل ظاہر اور کھلی ہے، کیونکہ یہ دونوں ابتدائی عقد ہیں، کسی عقدِ قائم پر طاری نہیں ہوتے، بخلاف طلاق اور ظہار کے، کہ وہ دونوں ایک ایسے عقد پر جو پہلے سے قائم ہے، طاری ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض یہاں قیاس کی ضرورت ہو تو طلاق کو ظہار پر قیاس کرنا شوکانی کے علی الرغم صحیح ہے، تعجب تو اس پر ہے کہ شوکانی اس قسم کے بے مقصد مشاغبوں سے اُکتاتے نہیں۔

یہاں ایک اور دقیق بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے، اور وہ یہ کہ اِمام طحاویؒ اکثر و بیشتر اَبواب کے تحت احادیث پر، جو

---

(۱) أحكام القرآن للجصّاص، سورة البقرة، ذكر الحجاج لِإيقاع الطلاق الثلاث معًا ج:۱ ص:۳۸۶ تا ۳۹۱ طبع سهيل اكيڈمی لاهور.

اخبارِ آحاد ہیں، بحث کرنے کے بعد "وجہ نظر" بھی ذکر کیا کرتے ہیں، کہ "نظر" یہاں فلاں فلاں بات کا تقاضا کرتی ہے۔ بعض لوگ جو حقیقتِ حال سے بے خبر ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ موصوف زیرِ بحث مسئلے میں قیاس کو پیش کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں، دراصل اہلِ عراق کا قاعدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت سے ان کے یہاں جو اُصول منقح ہوکر سامنے آتے ہیں وہ احادیث آحاد کو ان پر پیش کیا کرتے ہیں، اگر کوئی خبرِ واحد ان اُصولِ شرعیہ کے خلاف ہو تو وہ اسے "شاذ" اور نظائر سے خارج قرار دے کر اس میں توقف سے کام لیتے ہیں، اور اس میں مزید غور و فکر کرتے ہیں، تاآنکہ مزید دلائل ان کے سامنے آجائیں۔ پس اِمام طحاویؒ کا "وجہ نظر" کو پیش کرنا دراصل اس قاعدے کی تطبیق کے لئے ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ اُصول ان کے نزدیک بہت ہی دقیق ہے، اس لئے ان کی تطبیق بھی آسان نہیں، بلکہ اس کے لئے اِمام طحاویؒ جیسے دقیق النظر اور وسیع العلم مجتہد کی ضرورت ہے، اس لئے اِمام طحاویؒ کی کتابیں اس قسم کے اُصول و قواعد کے لئے، جن کو ضعیف متأخرین نے چھوڑ دیا ہے، بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اِمام طحاویؒ اِجتہادِ مطلق کے مرتبے پر فائز ہیں، اگرچہ انہوں نے اِمام ابوحنیفہؒ سے انتساب کو نہیں چھوڑا۔ اور اِمام طحاویؒ کا یہ قول کہ: "عقود میں شروع ہونا تو صحیح نہیں، مگر اسی طریقے سے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، بخلاف ان اُمور کے جو عقودِ قائمہ پر طاری ہوں" یہ من جملہ انہی اُصول کے ہے جن پر خبرِ واحد کو پیش کیا جاتا ہے، اور خروج من الصلوٰۃ کا ذکر بطور نظیر کے ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ اِمام طحاویؒ جو "وجوہِ نظر" ذکر کرتے ہیں وہ موردِ نص میں قیاس کی خاطر نہیں، بلکہ اپنے اُصول کے مطابق کسی حدیث کی تصحیح یا ایک حدیث کی دُوسری حدیث پر ترجیح کی خاطر ذکر کرتے ہیں، اگرچہ ان کی ذکر کردہ نظر میں قیاس بھی صحیح ہوتا ہے۔

بہرحال کتاب و سنت اور فقہائے اُمت تین طلاق کے مسئلے میں پوری طرح متفق ہیں، پس جو شخص ان سب سے نکل جائے وہ قریب قریب اسلام ہی سے نکلنے والا ہوگا، اِلَّا یہ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو، اور اس مسئلے میں جہلِ بسیط رکھتا ہو تو اس کو تو بیدار کرنا ممکن ہے، بخلاف اس شخص کے جس کا جہل مرکب یا مکعب ہو، کہ یا تو صرف اپنے جہل سے جاہل و بے خبر ہو (یہ تو جہلِ مرکب ہوا)، یا اپنے جہلِ مرکب کے ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس مسئلے کو، جو اس کے لئے جہلِ مرکب کے ساتھ مجہول ہے، اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ جانتا ہے، (یہ جہلِ مکعب ہے)، ایسے شخص کو راہِ راست پر لانا ممکن نہیں، واللہ سبحانہ ھو الھادی!

۵:... تین طلاق کے بارے میں حدیثِ ابنِ عباسؓ پر بحث

یہ دعویٰ کرنے کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کو طلاق دہندگان پر نافذ کرنا بطورِ سزا تھا، حکمِ شرعی کے طور پر نہیں تھا، مؤلفِ رسالہ صفحہ: ۸۰-۸۱ پر لکھتے ہیں:

> "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ سزا لوگوں کو طلاق کو کھلونا بنانے سے روکنے کے لئے تھی، اور یہ محض وقتی سزا تھی، پھر معاملہ اور زیادہ اُلجھ گیا، اور لوگ اندھادُھند طلاق کو کھلونا بنانے لگے، اور اکثر صحابہؓ اس موقع پر موجود تھے، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو دیکھ رہے تھے جس کو انہوں نے برقرار رکھا تھا، اور وہ، اکثر حضرات کی رائے کے مطابق خروج سے بچنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت سے ڈرتے تھے، اور

ان میں سے بعض حضرات سمجھتے تھے کہ یہ حکم محض زجر وتعزیر کی خاطر ہے، پس کبھی تین طلاق کے نفاذ کا فتویٰ دیتے تھے، اور کبھی عدمِ نفاذ کا۔ اور اس اعتبار سے کہ آخری دو طلاقیں عدّت میں باطل ہیں، واقع نہیں ہوتیں، جیسا کہ ابنِ عباسؓ سے دونوں طرح کے فتوے ثابت ہیں۔

اس کے بعد تابعینؒ کا دور آیا تو انہوں نے بھی اختلاف کیا، ان میں سے بہت سے حضرات پر فتویٰ کے بارے میں وارِد شدہ روایات کی حقیقت اوجھل ہوگئی، زبانوں میں عجمیت داخل ہوچکی تھی، اور انہوں نے روایات عربی طریقے پر سنی تھیں کہ: ''فلاں نے تین طلاقیں دیں'' اس لئے جو لوگ عربیت کا صحیح ذوق نہیں رکھتے تھے اور جو انشاء اور خبر کے درمیان فرق پر غور نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ تین طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص طلاق دینے کے ارادے سے اپنی بیوی کو یوں کہے کہ: تجھے تین طلاق۔

اور حدیثِ عمرؓ کو تکرار فی المجلس پر محمول کرنا، جبکہ قبل ازیں تکرار کو تاکید پر محمول کیا جاتا تھا (جیسا کہ نووی اور قرطبی کی رائے ہے) ناقابلِ اعتبار تأویل ہے، جس کو حدیث ابنِ عباسؓ جو رکانہؓ کے بارے میں وارِد ہے ساقط قرار دیتی ہے (یہ حدیث مسندِ احمد میں ہے، اور ابھی آپ دیکھیں گے کہ یہ روایت خود ہی ساقط ہے، کسی دُوسری چیز کو کیا ساقط کرے گی)، اور ابنِ حجرؒ کہتے ہیں کہ: یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے، یہ اس تأویل کو قبول نہیں کرتی جو دُوسری احادیث میں جاری ہوسکتی ہے (یہ حدیث ابنِ حجرؒ کے نزدیک معلول ہے، جیسا کہ ''التلخیص الحبیر'' میں ہے، پس اس کا محتملِ تأویل نہ ہونا کیا فائدہ دیتا ہے؟)۔''

میں کہتا ہوں کہ مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس خودرو مجتہد کے کلام میں آخر ایک بات بھی ایسی کیوں نہیں ملتی جس کو کسی درجے میں بھی صحیح اور دُرست کہہ سکیں؟ شاید حق تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کو رُسوا کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے جو پوری اُمت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ٹالنا ناممکن ہے، اور وہ حکیم وخبیر ہے!

یا سبحان اللہ! کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے بارے میں یہ تصوّر کیا جاسکتا ہے وہ لوگوں کو ماثبت فی الشرع کے خلاف پر مجبور کریں؟ اور کیا صحابہؓ کے بارے میں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر کر ان کی ہاں میں ہاں ملادیں؟ حالانکہ ان میں ایسے حضرات بھی موجود تھے جو کج روکی کجی کو اپنی تلواروں سے سیدھا کردیتے تھے۔ مؤلفِ رسالہ نے جو کچھ کہا ہے یہ خالص رافضی وساوس اور رافضیت کے جراثیم ہیں، اہلِ فساد ان جراثیم کو چکنے چپڑے الفاظ کے پردے میں چھپانا چاہتے ہیں۔

کوئی کج رو کسی ایک صحابی سے ایک بھی صحیح روایت پیش نہیں کرسکتا کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہو کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، اس کو زیادہ سے زیادہ کوئی چیز مل سکتی ہے تو وہ اس قبیل سے ہوگی جس کو ابنِ رجبؒ نے اعمشؒ سے نقل کیا ہے، اور جس کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے۔

یا ابوالصہبا کی روایت کے قبیل سے ہوگی جس کی عللِ قادحہ کو اہلِ علم طشت ازبام کرچکے ہیں، اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس روایت کو اس احتمال پر محمول کیا جائے جس کے اہلِ زیغ قائل ہیں، اس کی بحث عنقریب آتی ہے۔

یا ابوالزبیر کی اس منکر روایت کے قبیل سے ہوگی جس کے منکر ہونے کے دلائل اُوپر گزر چکے ہیں، یا طلاقِ رکانہؓ کی بعض روایات کے قبیل سے ہوگی جن کا غلط ہونا عنقریب آتا ہے، یا اس قبیل سے ہوگی جس کو ابنِ سیرینؒ بیس برس تک ایسے لوگوں سے سنتے رہے جن کو وہ سچا سمجھتے تھے، بعد میں اس کے خلاف نکلا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ یا ابنِ مغیث جیسے ساقط الاعتبار شخص کی نقل کے قبیل سے ہوگی۔

پس کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے کہ لوگوں کو خلافِ شرع پر مجبور کرنا حرام اور بدترین حرام ہے اور شریعت سے خروج ہے؟ اور کیسا بُرا خروج؟ چلئے فرض کرلیجئے! کہ انہوں نے لوگوں کو مجبور کیا تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ ترکِ رجعت یا منعِ تزوّج پر مجبور کرنے کی قیمت نکاح وطلاق پر مجبور کرنے سے زیادہ تو نہیں ہوگی؟ اکثر اہلِ علم کے نزدیک جبراً نکاح کا ایجاب وقبول کرانے سے نکاح نہیں ہوتا، اسی طرح جبراً طلاق کے الفاظ کہلانے سے طلاق نہیں ہوتی، اس صورت میں کیا ان طلاق دینے والوں کو یہ استطاعت نہیں تھی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کے بغیر اپنی مطلقہ عورت سے رُجوع کرلیں؟ یا (بعد از عدّت) نکاح کرلیں؟ آخر ایسا کون ہے جو لوگوں کو ایسی چیزوں سے روک دے جن کے وہ مالک ہیں؟ یہاں تک کہ انساب میں گڑبڑ ہوجائے، اور شرور کے تمام دروازے چوپٹ کھل جائیں۔

اور ابنِ قیمؒ کو خیال ہوا کہ وہ اپنے کلامِ فاسد پر یہ کہہ کر پردہ ڈال سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ عمل اس تعزیر کے قبیل سے تھا جو ان کے لئے مشروع تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص تعزیر کے طور پر ایک شرعی حکم کے اِلغا کا اقدام کرے؟ اور ایسے نام نہاد تعزیری حکم کا اس تعزیر سے کیا جوڑ جو شریعت میں معروف ہے اور جس کے فقہائے اُمت قائل ہیں؟ ابنِ قیمؒ اس مسئلے پر طول طویل کلام کرنے کے باوجود اس کی ایک بھی نظیر تو پیش نہیں کرسکے، بلکہ اس دروازے کا کھولنا درحقیقت پوری شریعت کو اس قسم کے حیلوں بہانوں سے معطل کردینے کا دروازہ کھولنا ہے، جیسا کہ طوفی حنبلی نے مصالحِ مرسلہ کی آڑ میں اسی قسم کا دروازہ کھولنے میں دراز نفسی سے کام لیا ہے، پس اس قسم کی توجیہ درحقیقت ایک گندی تہمت ہے، حضرت عمرؓ پر بھی، ان جمہور صحابہؓ پر بھی جنھوں نے حضرت عمرؓ کی اس مسئلے میں موافقت کی، اور خود شریعتِ مطہرہ پر بھی۔ چنانچہ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جس نے اس مسئلے کی گہرائی میں اُتر کر دیکھا ہو، اور جس نے اس کے تمام اطراف وجوانب کی پوری چھان بین کی ہو، محض شاذ اقوال کی تقلید پر اکتفا نہ کیا ہو، یا بحث کے محض کسی ایک گوشے کو نہ لے اُڑا ہو۔

اور حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے بارے میں ایک نفیس فائدہ ذکر کیا ہے، میرے لئے ممکن نہیں کہ اس کی طرف اشارہ کئے بغیر اسے چھوڑ جاؤں، وہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلے کئے وہ دو قسم کے ہیں، ایک یہ کہ اس مسئلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی فیصلہ سرے سے صادر نہ ہوا ہو، اور اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں غور کرنے کے لئے صحابہؓ کو جمع کیا، ان سے مشورہ فرمایا، اور صحابہؓ نے اس مسئلے پر ان کے ساتھ اِجماع کیا، یہ صورت تو ایسی ہے کہ کسی کے لئے اس میں شک وشبہ

کی گنجائش نہیں کہ یہی حق ہے۔ جیسے عمرتین کے بارے میں آپ کا فیصلہ، اور جیسے اس شخص کے بارے میں فیصلہ جس نے اِحرام کی حالت میں بیوی سے صحبت کرکے حج کو فاسد کرلیا تھا کہ وہ اس اِحرام کے مناسک کو پورا کرے، اور اس کے ذمہ قضا اور دَم لازم ہے، اور اس قسم کے اور بہت سے مسائل۔

اور دُوسری صورت یہ کہ صحابہؓ نے اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کے فیصلے پر اِجماع نہیں کیا، بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اس مسئلے میں ان کے اقوال مختلف رہے، ایسے مسئلے میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے دادا کے ساتھ بھائیوں کی میراث کا مسئلہ۔

اور دُوسری قسم وہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ، حضرت عمرؓ کے فیصلے کے خلاف مروی ہو۔ اس کی چار صورتیں ہیں:

اوّل: یہ کہ اس میں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی طرف رُجوع کرلیا ہو، ایسے مسئلے میں حضرت عمرؓ کے پہلے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلے میں دو حکم مروی ہوں، ان میں سے ایک حضرت عمرؓ کے فیصلے کے موافق ہو، اس صورت میں جس فیصلے پر حضرت عمرؓ نے عمل کیا وہ دُوسرے کے لئے ناسخ ہوگا۔

سوم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنسِ عبادات میں متعدّد انواع کی رُخصت دی ہو، پس حضرت عمرؓ ان انواع میں افضل اور اَصلح کو لوگوں کے لئے اختیار کرلیں، اور لوگوں سے اس کی پابندی کرائیں۔ پس جس صورت کو حضرت عمرؓ نے اختیار فرمایا ہو اس کو چھوڑ کر کسی دُوسری صورت پر عمل کرنا ممنوع نہیں۔

چہارم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کسی علت پر مبنی تھا، وہ علت باقی نہ رہی تو حکم بھی باقی نہ رہا، جیسے مؤلفۃ القلوب، یا کوئی ایسا مانع پایا گیا جس نے اس حکم پر عمل کرنے سے روک دیا۔''

اور صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں کہ زیرِ بحث مسئلہ ان انواع واقسام میں کس قسم کی طرف راجع ہے۔

چنانچہ اب ہم حدیثِ ابنِ عباسؓ پر، جس میں حضرت عمرؓ کے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا ذکر ہے، اور حدیثِ رکانہؓ پر بحث کرتے ہیں، تاکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے کہ کسی کج رو شخص کے لئے ان دونوں حدیثوں سے تمسک کی گنجائش نہیں، بلکہ ان دونوں سے جمہور کے دلائل میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

رہی ابنِ عباسؓ کی حدیث، جس کے گرد یہ شذوذ پسند گنگناتے نظر آتے ہیں، اس اُمید پر کہ ان کو اس حدیث میں کوئی ایسی چیز مل جائے گی جو ان کو اُمت کے خلاف بغاوت کے لئے کچھ سہارے کا کام دے سکے گی، اس حدیث کا متن یہ ہے:

''ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاق ایک تھی، پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگوں نے ایک ایسے معاملے میں جلدبازی سے کام لیا، جس میں ان کے لئے سوچ

بچار کی گنجائش تھی، پس اگر ہم ان تین طلاقوں کو ان پر نافذ کردیں (تو بہتر ہو)، چنانچہ آپ نے ان پر تین طلاق کو نافذ قرار دے دیا۔"(۱)

اور ایک دُوسری روایت میں حضرت طاؤسؒ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

"ابوالصہبا نے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ: اپنی عجیب وغریب باتوں میں سے کچھ لائیے! کیا تین طلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ایک نہیں تھی؟ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ: ہاں! یہی تھا، پھر جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگوں نے پے در پے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو ان پر نافذ کردیا۔"(۲)

اور ایک روایت میں طاؤسؒ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

"ابوالصہبا نے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ: کیا آپ کو علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے تین سالوں میں تین طلاق صرف ایک ٹھہرائی جاتی تھی؟ ابنِ عباسؓ نے کہا: ہاں!"(۳)

ان تینوں احادیث کی تخریج اِمام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

لیکن مستدرک حاکم میں "یردون" کا جو لفظ ہے (یعنی تین طلاقوں کو ایک کی طرف لوٹایا جاتا تھا) تو یہ عبداللہ بن مؤمل کی روایت سے ہے، جس کو ابنِ معین، ابوحاتم اور ابنِ عدی نے ضعیف کہا ہے، ابوداؤدؒ اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں، اور ابنِ ابی ملیکہ کے الفاظ حدیث میں انقطاع کے الفاظ ہیں، اور اگر حاکم میں تشیع نہ ہوتا تو وہ مستدرک میں اس حدیث کی تخریج سے انکار کردیتے، چنانچہ شیعوں میں کتنے ہی ایسے اشخاص ہیں جو روافض کی تلبیسات کے اور ان کے مذہب شیعہ کا لبادہ اوڑھنے سے دھوکا کھاجاتے ہیں، بغیر اس کے کہ جانیں کہ اس قسم کے مسائل سے شیعوں کا اصل مدعا کیا ہے۔

اب ہمیں سب سے پہلے "طلاق الثلاث" کے لفظ پر غور کرنا چاہئے کہ آیا "الثلاث" پر لامِ استغراق داخل ہے اور "تین طلاق" سے ہر قسم کی تین طلاقیں مراد ہیں؟ یا تین طلاقوں کی کوئی خاص معہود قسم مراد ہے؟ چنانچہ (پہلی شق تو باطل ہے، کیونکہ) یہاں ہر

---

(۱) عن ابن عباس قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب: ان الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه اناة فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۴۷۷ طبع قديمي).

(۲) عن طاؤس ان أبا الصهباء قال لِابن عباس: هات من هناتك الم يكن الطلاق الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر واحدة فقال قد كان ذالك فلما كان في عهد عمر تتابع الناس في الطلاق فأجازه عليهم. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۴۷۸، طبع قديمي).

(۳) أخبرني ابن طاؤس عن أبيه أن أبا الصهباء قال لِابن عباس: أتعلم انما كانت الثلاث تجعل واحدة على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وثلاثًا من امارة عمر فقال ابن عباس: نعم! (صحيح مسلم ج:۱ ص:۴۷۸، طبع قديمي).

قسم کی تین طلاق مراد لینا ممکن نہیں، کیونکہ تین طلاق کی ایک صورت یہ ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ طہروں میں دی جائیں، ایسی تین طلاقوں کا ایک ہونا ممکن نہیں، خواہ یہ طلاق کی تعداد کو تین تک محدود کئے جانے سے قبل ہو، یا اس کے بعد، کیونکہ جب تک طلاق کو تین تک محدود نہیں کیا گیا تھا لوگ جتنی چاہیں طلاق دے سکتے تھے، اور تین کے ایک ہونے کا کوئی اعتبار نہیں تھا، لہٰذا طلاق کو تین تک محدود قرار دینے سے پہلے تین کے ایک ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، اور اس کے بعد بھی تین کے ایک ہونے کا تصوّر نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ....." اس اَمر میں نص ہے کہ طلاق کی تعداد، جس کے بعد مراجعت صحیح ہے، صرف دو ہیں، تیسری طلاق کے بعد عورت شوہر کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ وہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ پس اس آیتِ شریفہ کے نزول کے بعد تین کو ایک قرار دینا کیسے ممکن ہوگا؟

الغرض! اس حدیث میں تین طلاقوں سے مراد ایسی تین طلاقیں مراد نہیں ہوسکتیں جو الگ الگ طہروں میں دی گئی ہوں، لہٰذا صرف ایک ہی احتمال باقی رہا کہ تین طلاقوں سے مراد ایسی تین طلاقیں ہیں جو ایسے الگ الگ طہروں میں نہ دی گئی ہوں، جن میں صحبت نہ ہوئی ہو، اور اس احتمال کی صرف دو صورتیں ہیں، یا تو یہ تین طلاقیں بیک لفظ دی جائیں گی، یا الگ الگ الفاظ سے، اگر الگ الگ الفاظ سے پے در پے واقع کی جائیں تو اس مطلقہ کے ساتھ شوہر کی خلوَت ہوچکی ہوگی یا نہیں، اگر خلوَت نہیں ہوئی تھی تو وہ پہلے لفظ سے بائنہ ہوجائے گی، دُوسری اور تیسری طلاق کا محل ہی نہیں رہے گی۔ اور جس صورت میں کہ عورت کے ساتھ شوہر کی خلوَت ہوچکی ہو، پس اگر طلاق دینے والے کی نیت ایک طلاق کی تھی اور اس نے دُوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کے طور پر استعمال کیا تھا تو دیانۃً اس کا قول قبول کیا جائے گا۔

اور جس صورت میں کہ تین طلاق بالفاظِ غیر متعاقبہ یا بلفظِ واحد واقع کی گئی ہوں تو اس کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں:

ایک یہ کہ آج جو تین طلاق بلفظِ واحد دینے کا رواج ہے، دورِ نبوی، دورِ صدیقی اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں اس کا رواج نہیں تھا، بلکہ ان مقدس اَدوار میں اس کے بجائے ایک طلاق دینے کا رواج تھا، لوگ ان زمانوں میں سنت طلاق کی رعایت کرتے ہوئے تین الگ الگ طہروں میں طلاق دیا کرتے تھے، بعد کے زمانے میں لوگ پے در پے اکٹھی طلاقیں دینے لگے، کبھی حیض کی حالت میں، کبھی ایک ہی طہر میں بلفظِ واحد یا بالفاظِ متعاقبہ۔

دُوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح تین طلاق دینے کا آج رواج ہے کہ لوگ بلفظِ واحد یا بالفاظِ متعاقبہ ایک طہر میں یا حیض کی حالت میں طلاق دیا کرتے ہیں، یہی رواج ان تین مقدس زمانوں میں بھی تھا، لیکن ان زمانوں میں ایسی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا، تو کیا ہم اس معاملے میں ان حضرات کی مخالفت کریں؟ اور ہم ان کو تین طلاقیں شمار کریں جبکہ وہ حضرات ان تین کو ایک شمار کرتے تھے؟

الغرض! سبر و تقسیم کے بعد جو آخری دو احتمال نکلتے ہیں ان میں سے پہلے احتمال کے خلاف کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کو غلط قرار دے، اس کے برعکس دُوسرے احتمال کے غلط ہونے کے قوی دلائل موجود ہیں، مثلاً:

ا:... اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف ہے، (جو اس احتمال کے باطل اور مردود ہونے کی

دلیل ہے)، چنانچہ نقاد نے کتنی ہی احادیث کو اس بنا پر نا قابلِ عمل قرار دیا ہے کہ ان کی روایت کرنے والے صحابہؓ کا فتویٰ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ ابنِ رجبؒ نے شرح علل ترمذی میں اس کو شرح وبسط سے لکھا ہے، یہی مذہب ہے یحییٰ بن معینؒ کا، یحییٰ بن سعید القطانؒ کا، احمد بن حنبلؒ کا اور ابن المدینیؒ کا۔ اگرچہ بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار ہے، اس کی رائے کا اعتبار نہیں، لیکن یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حدیث اپنے مفہوم میں نص ہو کہ اس میں دُوسرا احتمال نہ ہو، یا اگر مفہوم قطعی نہیں تو کم سے کم راجح احتمال ہو، مرجوح نہ ہو، لیکن جو احتمال کہ محض فرضی اور مصنوعی ہو اس رائے کے مطابق بھی وہ کیسے لائقِ شمار ہوسکتا ہے؟ اور جس شخص نے علم مصطلح الحدیث میں صرف متأخرین کی کتابوں تک اپنی نظر کو محدود رکھا ہو اس نے اپنی بصارت پر اپنی نظر کے اُفق کی پٹی باندھ رکھی ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فتویٰ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تین طلاق بلفظِ واحد سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ بحث میں ابنِ عباسؓ سے اس کی روایت حضرت عطاء، حضرت عمرو بن دینار، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد رحمہم اللہ اور دیگر حضرات کے حوالے سے بلکہ خود طاؤس کے حوالے سے بھی گزر چکی ہے۔

۲:...اس روایت کے نقل کرنے میں طاؤس منفرد ہیں، اور ان کی یہ روایت دیگر حضرات کی روایت کے خلاف ہے، اور یہ ایسا شذوذ (شاذ ہونا) ہے جس کی وجہ سے روایت مردود ہوجاتی ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا وجہ سے مردود ہوجاتی ہے۔

۳:...کرابیسی کے حوالے سے اُوپر گزر چکا ہے کہ ابنِ طاؤس جو اپنے والد سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں انہوں نے اس شخص کو جھوٹا قرار دیا ہے جو ان کے باپ (طاؤس) کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کے قائل تھے۔

۴:...اس روایت کے یہ الفاظ کہ: ''ابوالصہبا نے کہا'' یہ انقطاع کے الفاظ ہیں، (یعنی معلوم نہیں کہ طاؤس نے خود ابوالصہبا سے یہ بات سنی یا نہیں؟) اور صحیح مسلم میں بعض احادیث منقطع موجود ہیں۔

۵:...نیز ابوالصہبا سے اگر ابنِ عباسؓ کا مولیٰ مراد ہے تو وہ ضعیف ہے، جیسا کہ اِمام نسائیؒ نے ذکر کیا ہے، اور اگر کوئی دُوسرا ہے تو مجہول ہے۔

۶:...نیز حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: ''ھات من ھناتک'' یعنی ابوالصہبا نے ابنِ عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ: ''لائیے! اپنی قابلِ نفرت اور بُری باتوں میں سے کچھ سنائیے!'' حضرت ابنِ عباسؓ کی جلالتِ قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے درجے کا کوئی صحابی بھی ان کو ایسے الفاظ سے مخاطب نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ ان کا غلام ایسی گستاخانہ گفتگو کرے، اور حضرت ابنِ عباسؓ اس کے ان گستاخانہ خطاب کی تردید بھی نہ کریں۔

۷:...اور بریں تقدیر کہ ابنِ عباسؓ نے اس کو بغیر تردید کے جواب دیا (تو گویا اس حدیث کا قابلِ نفرت اور بُری باتوں میں سے ہونا تسلیم کرلیا) اندریں صورت یہ روایت خود انہی کے اقرار وتسلیم کے مطابق قبیح اور مردود باتوں میں سے ہوئی، (پھر اس کو استدلال میں پیش کرنے کے کیا معنی؟) اور حضرت ابنِ عباسؓ کی رُخصتوں کا حکم سلف وخلف کے درمیان مشہور ہے، اور اِمام مسلمؒ کی عادت یہ ہے کہ وہ تمام طرقِ حدیث کو ایک ہی جگہ جمع کردیتے ہیں، تاکہ حدیث پر حکم لگانا آسان ہو، اور یہ حدیث کے مرتبے کی تعریف وتشخیص کا ایک عجیب وغریب طریقہ ہے۔

۸:...اس حدیث کا اگر زیرِ بحث مفہوم لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ...نعوذ باللہ...حضرت عمرؓ نے محض اپنی رائے سے شریعت سے خروج اختیار کیا، اور حضرت عمرؓ کی عزّت وعظمت اس سے بالاتر ہے کہ ایسی بات ان کی جانب منسوب کی جائے۔

۹:...نیز اس سے جمہور صحابہؓ پر یہ تہمت عائد ہوتی ہے کہ وہ...نعوذ باللہ...اپنے تنازعات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکَم بنانے کے بجائے رائے کو حَکَم ٹھہراتے تھے، اور یہ ایک ایسی شناعت وقباحت ہے جس کو صحابہؓ کے بارے میں روافض کے سوا کوئی گوارا نہیں کرسکتا، اور اہلِ تحقیق کے نزدیک اس شذوذ کا مصدر روافض ہیں۔

۱۰:...اور یہ سمجھنا کہ: ''حضرت عمرؓ کا یہ عمل سیاسی تھا، جس کو بطور تعزیر اختیار کرنے کی حضرت عمرؓ کے لئے گنجائش تھی'' یہ نری تہمت ہے، جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پاک ہے۔ آخر ایسا کون ہوگا جو سیاست کے طور پر شریعت کے خلاف بغاوت کو جائز رکھے؟

پس یہ ''عشرہ کاملہ'' (پوری دس وجوہ) آخری دو احتمالوں میں سے دُوسرے احتمال کے باطل ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں، لہٰذا برتقدیرِ صحتِ حدیث پہلا اِحتمال متعین ہے،(۱) اور میں ''ذیول طبقات الحفاظ'' کی تعلیقات میں بھی اس حدیث کے علل کو ذکر کرچکا ہوں، جو یہاں کے بیان کے قریب قریب ہے۔

علاوہ ازیں تین کو ایک کہنا (نصاریٰ کا قول ہے) مسلمانوں کے مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں:

جعلوا الثلاثة واحدًا، لو انصفوا

لم یجعلوا العدد الکثیر قلیلًا

ترجمہ:...''انہوں نے تین کو ایک بنادیا، اگر وہ انصاف کرتے تو عددِ کثیر کو قلیل نہ بناتے۔''

حافظ ابنِ رجبؒ اپنی مذکورالصدر کتاب میں ابنِ عباسؓ کی اس حدیث پر گفتگو شروع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پس اس حدیث کے بارے میں ائمۂ اِسلام کے دو مسلک ہیں، ایک مسلک اِمام احمدؒ اور ان کے موافقین کا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے، کیونکہ یہ روایت شاذ ہے، طاؤس اس کے نقل کرنے میں متفرد ہیں، اور ان کا کوئی متابع موجود نہیں، کوئی راویٔ حدیث خواہ بذاتِ خود ثقہ ہو، لیکن ثقہ راویوں کے خلاف اس کا کسی حدیث کے نقل کرنے میں متفرد ہونا حدیث میں ایک ایسی علت ہے جو اس کے قبول کرنے میں توقف کو واجب کردیتی ہے، اور جس کی وجہ سے روایت شاذ یا منکر بن جاتی ہے، جبکہ وہ کسی دُوسرے صحیح طریق سے مروی نہ ہو۔ اور یہ طریقہ ہے متقدمین ائمہ حدیث کا، جیسے اِمام احمدؒ، یحییٰ بن معینؒ، یحییٰ بن قطانؒ، علی بن المدینیؒ وغیرہ۔ اور زیرِ بحث حدیث ایسی ہے کہ اس کو طاؤس کے سوا حضرت ابنِ عباسؓ سے

(۱) اور میں نے اِحتمالِ نسخ سے تعرض کیا، کیونکہ یہ اِحتمال بہت ہی کمزور ہے، اِمام شافعیؒ اور ان کی پیروی کرنے والوں نے اس اِحتمال سے محض ارخائے عنان کی خاطر تعرض کیا ہے، تاکہ کمزور سے کمزور اِحتمال کو بھی باطل ثابت کرکے اس حدیث سے اِستدلال کرنے والوں کا راستہ ہر طرف سے بند کردیا جائے، اور اس (اِحتمالِ نسخ) میں کلام طویل اور شاخ در شاخ ہے۔

کوئی بھی روایت نہیں کرتا، ابنِ منصور کی روایت میں ہے (ہم اس روایت کی طرف سابق میں اشارہ کرچکے ہیں) کہ: اِمام احمدؒ نے فرمایا:

''ابنِ عباسؓ کے تمام شاگرد طاؤس کے خلاف روایت کرتے ہیں۔''

(ہم اس کی مثل اثرم) سے بھی اُوپر نقل کرچکے ہیں، اور جوزجانی (صاحب الجرح) کہتے ہیں: یہ حدیث شاذ ہے، میں نے زمانۂ قدیم میں اس کی بہت تتبع تلاش کی، لیکن مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔''

اس کے بعد ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں:

''اور جب اُمت کسی حدیث کے مطابق عمل نہ کرنے پر اِجماع کرلے تو اس کو ساقط اور متروک العمل قرار دینا واجب ہے، اِمام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ: ''وہ شخص علم میں اِمام نہیں ہوسکتا جو شاذ علم کو بیان کرے۔'' اِمام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ: ''وہ حضرات (یعنی سلف صالحین) احادیثِ غریبہ سے کراہت کیا کرتے تھے۔'' یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ: ''جب تم کوئی حدیث سنو تو اس کو تلاش کرو، جس طرح گم شدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے، اگر پہچانی جائے تو ٹھیک، ورنہ اس کو چھوڑ دو۔'' اِمام مالکؒ سے مروی ہے کہ: ''بدتر علم غریب ہے، اور سب سے بہتر علم ظاہر ہے، جس کو عام لوگ روایت کرتے ہیں۔'' اور اس باب میں سلف کے بہت سے ارشاد مروی ہیں۔''[1]

اس کے بعد ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں:

''حضرت ابنِ عباسؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان سے صحیح اسانید کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے خلاف اکٹھی تین طلاق کے لازم ہونے کا فتویٰ دیا، اور اِمام احمدؒ اور اِمام شافعیؒ نے اسی علت کی وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے، جیسا کہ ابنِ قدامہؒ نے ''المغنی'' میں ذکر کیا ہے، اور تنہا یہی ایک علت ہوتی تو اس حدیث کے ساقط ہونے کے لئے کافی تھی، چہ جائیکہ اس کے ساتھ یہ علت بھی شامل ہو کہ یہ حدیث شاذ اور منکر ہے اور اِجماعِ اُمت کے خلاف ہے۔ اور قاضی اسماعیل ''اَحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ: طاؤس اپنے فضل وصلاح کے باوجود بہت سی منکر اشیاء روایت کیا کرتے ہیں، من جملہ ان کے ایک یہ حدیث ہے، اور اَیوب سے مروی ہے کہ وہ طاؤس کی کثرتِ خطا سے تعجب کیا کرتے تھے اور ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت میں طاؤس نے شذوذ اختیار کیا ہے۔''

پھر ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں کہ:

---

(۱) ابراہیم بن ابی عبلہ فرماتے ہیں کہ: ''جس نے ''شاذ علم'' اُٹھایا اس نے بہت بڑا شر اُٹھالیا۔'' اور شعبہؒ کہتے ہیں کہ: ''تمہارے سامنے شاذ حدیث کو صرف شاذ آدمی (یعنی ضعیف اور غیر معروف آدمی) ہی بیان کرے گا۔'' یہ اقوال ابنِ رجبؒ نے ''شرح علل ترمذی'' میں ذکر کئے ہیں۔

''علمائے اہلِ مکہ ان شاذ اقوال کی وجہ سے طاؤس پر نکیر کیا کرتے تھے جن کے نقل کرنے میں وہ متفرد ہوں۔''

اور کرابیسی ''ادب القضا'' میں لکھتے ہیں کہ: طاؤس، ابنِ عباسؓ سے بہت سے اخبارِ منکرہ نقل کرتے ہیں، اور ہماری رائے یہ ہے ...واللہ اعلم... کہ یہ منکر خبریں انہوں نے عکرمہ سے لی ہیں، اور سعید بن مسیّب، عطاء اور تابعین کی ایک جماعت عکرمہ سے پرہیز کرتی ہے۔ عکرمہ، طاؤس کے پاس گئے تھے، طاؤس نے عکرمہ سے وہ کچھ لیا ہے جن کو عموماً وہ ابنِ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔''

ابوالحسن السبکیؒ کہتے ہیں کہ: ''پس ان روایات کی ذمہ داری عکرمہ پر ہے، طاؤس پر نہیں۔''

اور ابنِ طاؤس سے کرابیسی کی روایت ہم پہلے نقل کرچکے ہیں کہ: ''ان کے باپ طاؤس کی طرف یہ جو کچھ منسوب کیا گیا ہے، وہ سب جھوٹ ہے۔''

یہ گفتگو تو مسلکِ اوّل سے متعلق تھی۔ (۱)

اور دُوسرے مسلک کے بارے میں ابنِ رجبؒ ہی لکھتے ہیں:

''اور یہ مسلک ہے ابنِ راہویہ کا اور ان کے پیروکاروں کا، اور وہ ہے معنیٔ حدیث پر کلام کرنا، اور وہ یہ کہ حدیث کو غیر مدخول بہا پر محمول کیا جائے، اس کو ابنِ منصور نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے۔ اور الجوفی نے الجامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ابوبکر الاثرم نے اپنی سنن میں اس پر باب باندھا ہے، اور ابوبکر الخلال نے بھی اس پر دلالت کی ہے، اور سنن ابوداؤد میں بروایت حماد بن زید عن اَیوب عن غیر واحد عن طاؤس عن ابنِ عباس یہ حدیث اس طرح نقل کی ہے کہ:

''آدمی جب اپنی بیوی کو تین طلاق دُخول سے پہلے دیتا تو اس کو ایک ٹھہراتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں، پھر جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ پے در پے طلاق دینے لگے ہیں تو فرمایا کہ ان کو ان پر نافذ کردو۔''

اور اَیوب امام کبیر ہیں، پس اگر کہا جائے کہ وہ روایت تو مطلق تھی تو ہم کہیں گے کہ ہم دونوں دلیلوں کو جمع کرکے یہ کہیں گے کہ وہ روایت بھی قبل الدخول پر محمول ہے۔''

یہاں تک مسلکِ ثانی میں ابنِ رجبؒ کا کلام تھا۔

---

(۱) اور ابنِ قیمؒ نے جو نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ طلاق کے بارے میں اپنے فعل پر نادم ہوئے یہ ایک خودتراشیدہ جھوٹی کہانی ہے، اس کی سند میں خالد بن یزید بن ابی مالک واقع ہے، جس کے بارے میں ابنِ معینؒ فرماتے ہیں کہ: ''وہ صرف اپنے باپ پر جھوٹ باندھنے پر راضی نہیں ہوا، یہاں تک کہ اس نے صحابہؓ پر بھی جھوٹ باندھا، اور اس کی ''کتاب الدیات'' اس لائق ہے کہ اس کو دفن کردیا جائے۔''

لطیفہ:... خالد کی خاء پر نقطہ تھا، نوکِ قلم پر روشنائی زیادہ لگ گئی تو یہ نقطہ حا کی طرف بہہ گیا، جس سے زاویہ حادہ بن گیا، دیکھنے والے نے تصحیف کرکے اس کو ''مجالد بن یزید'' پڑھا، حالانکہ اس خالد کا مجالد نامی کوئی بھائی قطعاً تھا ہی نہیں، اور خالد کے باپ یزید نے حضرت عمرؓ کا زمانہ قطعاً نہیں پایا۔

اور شوکانی نے اپنے رسالہ ''تین طلاق'' میں (ابوداؤد کی مندرجہ بالا) اس روایت کو (جس میں طلاق قبل الدخول کا ذکر ہے) بعض افرادِ عام کی تنصیص کے قبیل سے ٹھہرانے کا قصد کیا ہے، حالانکہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ ''الثــلاث'' میں لام کو استغراق پر محمول کرنا صحیح نہیں، لہٰذا یہ روایت اس قبیل سے نہیں ہوگی۔ اور شوکانی کا یہ کلام محض اس لئے کہ ان کو بہر حال بولتے رہنا ہے، خواہ بات کا نفع ہو یا نہ ہو، بالکل ایسی ہی حالت جس کا ذکر اِمام زفرؒ نے فرمایا تھا (کہ میں مخالف کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے اسے صرف خاموش ہوجانے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ مناظرہ کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ پاگل ہوجائے، اور پاگل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی مجنونانہ باتیں کرنے لگے جو کبھی کسی نے نہیں کیں)۔

پھر شوکانی کہتے ہیں کہ: طلاق قبل الدخول نادر ہے، پس لوگ کیسے پے درپے طلاقیں دینے لگے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ غصہ ہوگئے؟ میں کہتا ہوں کہ جو چیز ایک شہر میں یا ایک زمانے میں نادر شمار ہوتی ہے وہ بسا اوقات دُوسرے زمانے میں اور دُوسرے شہر میں نادر نہیں، بلکہ کثیر الوقوع ہوتی ہے، اس لئے شوکانی کا یہ اعتراض بے محل ہے، علاوہ ازیں شوکانی یہ چاہتے ہیں کہ سننِ ابوداؤد میں روایت شدہ صحیح حدیث کے حکم کو محض رائے سے باطل کردیں، (پس یہ درحقیقت انکارِ حدیث کے جراثیم ہیں)، غالباً اس قدر وضاحت اس بات کو بتانے کے لئے کافی ہے کہ ان لوگوں کے لئے حدیثِ ابنِ عباسؓ سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب لیجئے حدیثِ رکانہ! جس سے یہ لوگ تمسک کرنا چاہتے ہیں، یہ وہ حدیث ہے جسے اِمام احمدؒ نے مسند میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

> ''حدیث بیان کی ہم سے سعد بن ابراہیم نے، کہا: خبر دی ہم کو میرے والد نے، محمد بن اسحاق سے، کہا: حدیث بیان کی مجھ سے داؤد بن حصین نے عکرمہ سے، اس نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے فرمایا:
>
> رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دی تھیں، پھر ان کو اس پر شدید غم ہوا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: تم نے کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دیں۔ فرمایا: یہ تو ایک ہوئی، لہٰذا تم اگر چاہو تو اس سے رُجوع کرلو، چنانچہ رکانہ نے اس سے رُجوع کرلیا۔''[1]

اور مجھے بے حد تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ صحابہؓ کے زمانے میں تین طلاق ''أنـتِ طـالق ثلاثًا'' کے لفظ سے ہوتی ہی نہیں تھی، وہ اس حدیث سے تین کو ایک کی طرف رَدّ کرنے پر استدلال کیسے کرنا چاہتا ہے؟ بس جو تین طلاق کہ مجلسِ واحد میں ''أنـتِ طالق ثلاثًا'' کے الفاظ سے نہ تو لامحالہ تکرارِ لفظ کے ساتھ ہوگی، اور تکرار کی صورت میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس نے تاکید کا

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: طلق رکانة ابن عبد یزید أخو المطلب إمرأته ثلاثًا، فحزن علیها حزنًا شدیدًا، قال: فسأل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: کیف طلقتها؟ قال: طلقتها ثلاثًا، قال: فی مجلس واحد؟ قال: نعم! قال: انما تلک واحدة، فارجعها إن شئت. قال: فراجعها. (مسند أحمد بن حنبل، رقم الحدیث:۲۳۸۷ طبع دار الحدیث قاهرة).

ارادہ کیا ہو، دُوسرے یہ کہ تین طلاق واقع کرنے کا قصد کیا ہو، پس جب معلوم ہوا کہ اس نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا تو دیانۃً اس کا قول قبول کیا جائے گا، اور اس کا یہ کہنا کہ میں نے تین طلاق دیں، اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے طلاق کا لفظ تین بار دہرایا، اور ہوسکتا ہے کہ راوی نے حدیث کو مختصر کرکے روایت بالمعنی کردی ہو۔

علاوہ ازیں یہ حدیث منکر ہے، جیسا کہ اِمام جصاصؒ[1] اور ابنِ ہمامؒ فرماتے ہیں،[2] کیونکہ یہ پختہ کار ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے، نیز یہ حدیث معلول بھی ہے، جیسا کہ ابنِ حجرؒ نے "تخریج احادیث رافعی" (التلخیص الحبیر) میں ذکر کیا ہے، تخریج میں ابنِ حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"حدیث:... رکانہ بن عبد یزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس کہا کہ: "میں نے اپنی بیوی سہیمہ کو "البتۃ" طلاق دے دی ہے، اور اللہ کی قسم! کہ میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیوی مجھ کو لوٹادی۔" اس حدیث کو اِمام شافعیؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور ابنِ ماجہؒ نے تخریج کیا ہے۔ اور انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ رکانہ تک مسند ہے یا مرسل؟ ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور اِمام بخاریؒ نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول کہا ہے، ابنِ عبدالبرؒ نے تمہید میں کہا ہے کہ محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس باب میں ابنِ عباسؓ سے بھی روایت ہے (یعنی بلفظِ ثلاث، جیسا کہ ہم نے اُوپر پوری روایت نقل کردی ہے) اس کو اِمام احمدؒ نے اور حاکمؒ نے روایت کیا ہے، اور یہ معلول ہے۔"[3]

بلکہ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں ان حضرات کی رائے کی تصویب کی ہے کہ (ابنِ عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں) تین کا لفظ بعض راویوں کا تبدیل کیا ہوا لفظ ہے، کیونکہ "البتۃ" کے لفظ سے تین طلاق واقع کرنا شائع تھا، (اس لئے راوی نے "البتۃ" کو تین سمجھ کر تین طلاق کا لفظ نقل کردیا) اور اہلِ علم کے اقوال "طلاقِ بتہ" کے بارے میں مشہور ہیں۔[4]

---

(۱) أحکام القرآن للجصّاص، ذکر الحجاج لإیقاع الطلاق الثلاث معًا ج:۱ ص:۳۸۸ طبع سهیل اکیڈمی۔

(۲) فتح القدیر لابن همام الحنفی ج:۳ ص:۲۶ وطلاق البدعة طبع دار صادر بیروت۔

(۳) حدیث: أن رکانة بن عبد یزید أتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: إنی طلقت إمرأتی سهیمة ألبتة، ووالله ما أردت إلّا واحدة، فردها علیه، الشافعی وأبوداؤد والترمذی وابن ماجة، رکانة، أو مرسل عنه، وصححه أبو داؤد وابن حبان والحاکم، وأعله البخاری بالإضطراب، وقال ابن عبد البر فی التمهید: ضعفوه، وفی الباب عن ابن عباس رواه أحمد والحاکم، وهو معلول أیضًا۔ (التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر ج:۳ ص:۲۱۳ رقم الحدیث:۱۶۰۳ طبع المکتبة الأثریة، بیروت)۔

(۴) الثالث أن أبا داؤد رجح أن رکانة انما طلق إمرأته البتة کما أخرجه هو من طریق آل بیت رکانة، وهو تعلیل قوی لجواز أن یکون بعض رواته حمل البتة علی الثلاث فقال طلقها ثلاثا، فبهٰذه النکتة یقف الإستدلال بحدیث ابن عباس۔ (فتح الباری، کتاب الطلاق، باب من طلق وهل یواجه الرجل إمرأته بالطلاق ج:۹ ص:۳۶۲، ۳۶۳ حدیث رقم: ۵۲۶۱ طبع دار نشر الکتب الإسلامیة، لاهور)۔

اب ہم مسندِ احمد میں (مذکورہ بالا) حدیث محمد بن اسحاق پر کلام کرتے ہیں تا کہ اس کے منکر اور معلول ہونے کے وجوہ ظاہر ہوجائیں۔

رہا محمد بن اسحاق! تو اِمام مالکؒ اور ہشام بن عروہؒ وغیرہ نے طویل وعریض الفاظ میں اس کو کذّاب کہا ہے، یہ صاحب ضعفا سے تدلیس کرتے تھے، اور بیان کئے بغیر اہلِ کتاب کی کتابوں سے نقل کرتے تھے اور بتاتے نہیں تھے کہ یہ اہلِ کتاب کی روایت ہے، اس پر قدر کی بھی تہمت ہے، اور لوگوں کی حدیث کو اپنی حدیث میں داخل کردینے کا بھی اس پر اِلزام ہے، یہ ایسا شخص نہیں جس کا قول صفات میں قبول کیا جائے، اور نہ اَحادیثِ اَحکام میں اس کی روایت معتبر ہے، خواہ وہ سماع کی تصریح کرے، جبکہ اس کی روایت کے خلاف روایات پے درپے وارِد ہوں، اور جس نے اس کی روایت کو قوی کہا ہے تو صرف مغازی میں قوی کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں دُوسرا راوی داؤد بن حصین ہے، جو خارجیوں کے مذہب کے داعیوں میں سے تھا، اور اگر اِمام مالکؒ نے اس سے روایت نہ کی ہوتی تو اس کی حدیث ترک کردی جاتی، جیسا کہ ابوحاتم نے کہا ہے، اور ابنِ مدینیؒ کہتے ہیں کہ داؤد بن حصین جس روایت کو عکرمہ سے نقل کرے، وہ منکر ہے، اور اہلِ جرح وتعدیل کا کلام اس کے بارے میں طویل الذیل ہے، جن حضرات نے اس کی روایت کو قبول کیا ہے تو صرف اس صورت میں قبول کیا جبکہ وہ نکارت سے خالی ہو، پس اس کی روایت ثقہ ثبت راویوں کے خلاف کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟

اور تیسرا راوی عکرمہ ہے، جس پر بہت سی بدعات کی تہمت ہے، اور سعید ابنِ مسیّب اور عطاء جیسے حضرات اس سے اجتناب کرتے تھے، پس حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کرنے والے ثقہ راویوں کے خلاف اس کا قول کیسے قبول کیا جائے گا؟ پس جس نے اس روایت کو "منکر" کہا اس نے بہت ہی صحیح کہا ہے۔ اور اِمام احمدؒ سے اس قسم کے متن کی تحسین ایسی سند کے ساتھ صحیح نہیں، حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ: طاؤس کی روایت حضرت ابنِ عباسؓ سے تین طلاق کے بارے میں شاذ اور مردود ہے، جیسا کہ ہم اسحاق بن منصور اور ابوبکر اثرم کے حوالے سے قبل ازیں نقل کرچکے ہیں۔

ابنِ ہمامؒ لکھتے ہیں کہ: صحیح تر وہ روایت ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابنِ ماجہ نے نقل کیا ہے کہ: رکانہ نے اپنی بیوی کو "بتہ" طلاق دی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حلف لیا کہ اس نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت اس کو واپس کرادی، اس نے دُوسری طلاق حضرت عمرؓ کے زمانے میں اور تیسری حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دی۔[1]

اور اسی کی مثل مسندِ شافعی میں ہے، چنانچہ ابوداؤد کی سند میں نافع بن عجیر بن عبدیزید ہے،[2] پس نافع کو ابنِ حبان نے ثقات

---

(۱) والأصح ما رواه أبوداؤد والترمذی وابن ماجة ان رکانة طلق زوجته البتة فحلفه رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه ما أراد إلّا واحدة، فردها إلیه، فطلقها الثانیة فی زمن عمر رضی الله عنه والثالثة فی زمن عثمان رضی الله عنه۔ (فتح القدیر ج:۳ ص:۲۶ طبع دار صادر بیروت)۔

(۲) حدثنا ابن السرح وإبراهیم ابن خالد الکلبی فی آخرین قالوا نا محمد بن إدریس الشافعی حدثنی عمی محمد بن علی بن شافع عن عبیدالله بن علی بن السائب عن نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانة أن رکانة بن عبد یزید طلق إمرأته سهیمة ..... الحدیث۔ (أبوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی ألبتة ج:۱ ص:۳۰۰ طبع ایچ ایم سعید)۔

میں ذکر کیا ہے، اگرچہ نافع کو بعض ایسے لوگوں نے مجہول کہا ہے جن کی رجال سے ناواقفیت بہت زیادہ ہے۔ اور اس کے والد کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ کبار تابعین میں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں۔ اور اِمام شافعیؒ کی سند میں عبداللہ بن علی بن سائب بن عبید بن عبد یزید ابورکانہ واقع ہے، جس کو امام شافعیؒ نے ثقہ کہا ہے۔ رہے عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ، جس کو ابنِ حزم ذکر کرتے ہیں، ان کی ابنِ حبان نے توثیق کی ہے۔ علاوہ ازیں تابعین میں یہی کافی ہے کہ ان کو جرح کے ساتھ ذکر نہ کیا گیا ہو، تاکہ وہ جہالتِ وصفی سے نکل جائیں، صحیحین میں اس نوعیت کے بہت سے رجال ہیں، جیسا کہ الذہبیؒ نے یہ کہتے ہوئے اعتماد کیا ہے کہ آدمی کی اولاد اور اس کے گھر کے لوگ اس کے حالات سے زیادہ واقف ہوا کرتے ہیں۔[1]

حافظ ابنِ رجبؒ نے ابنِ جریج کی وہ حدیث ذکر کی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ: مجھے خبر دی ہے ابورافع مولیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بعض نے عکرمہ سے انہوں نے ابنِ عباسؓ سے (اس سند سے مسند کی روایت کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے) اس روایت کو ذکر کرکے حافظ ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں کہ:

"اس کی سند میں مجہول راوی ہے، اور جس شخص کا نام نہیں لیا گیا وہ محمد بن عبداللہ بن ابی رافع ہے، جو ضعیف الحدیث ہے، اور اس کی احادیث منکر ہیں، اور کہا گیا ہے کہ وہ متروک ہے، لہٰذا یہ حدیث ساقط ہے، اور محمد بن ثور الصنعانی کی روایت میں ہے کہ رکانہ نے کہا: میں نے اس کو طلاق دے دی، اس میں "ثلاثا" کا لفظ ذکر نہیں کیا، اور محمد بن ثور ثقہ ہیں، بڑے درجے کے آدمی ہیں، نیز اس کے معارض وہ روایت بھی ہے جو رکانہ کی اولاد سے مروی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو "بتہ" طلاق دی تھی۔"

اس سے ابنِ قیمؒ کے کلام کا فساد معلوم ہوجاتا ہے جو انہوں نے اس حدیث پر کیا ہے، جس صورت میں کہ حدیثِ رکانہ میں "البتہ" کی روایت صحیح ہو اس سے جمہور کے دلائل میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اور جس صورت میں کہ حدیثِ رکانہ میں اضطراب ہو، جیسا کہ اِمام ترمذیؒ نے اِمام بخاریؒ سے نقل کیا ہے،[2] اور اِمام احمدؒ نے اس کے تمام طرق کو ضعیف قرار دیا ہے، اور ابنِ عبدالبرؒ نے بھی اس کی تضعیف میں اِمام احمدؒ کی پیروی کی ہے، اس صورت میں حدیثِ رکانہ کے الفاظ میں کسی لفظ سے بھی استدلال ساقط ہوجاتا ہے۔ اس حدیث کے اضطرابات میں سے ایک یہ ہے کہ کبھی روایت کرتے ہیں کہ طلاق دینے والا ابورکانہ تھا، اور کبھی یہ کہ رکانہ کا باپ نہیں بلکہ خود رکانہ تھا، اس اضطراب کو یوں دفع کیا جاسکتا ہے کہ یہ اضطراب تین کی روایت میں ہے، "البتہ" کی روایت میں نہیں، "البتہ" کی روایت متن و سند کے اعتبار سے علل سے خالی ہے، اور اگر فرض کرلیا جائے کہ اس میں بھی علت ہے تو (یہ روایت ساقط الاعتبار ہوگی اور) باقی دلائل بغیر معارض کے باقی رہیں گے۔

---

(۱) قال أبوداوٗد هٰذا أصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق إمرأته ثلاثًا لأنهم أهل بيته وهم أعلم به. (سنن أبي داوٗد، كتاب الطلاق، باب ألبتة ج:۱ ص:۳۰۰، ۳۰۱، طبع ايچ ايم سعيد، أيضًا: بذل المجهود، كتاب الطلاق، باب في ألبتة ج:۴ ص:۷۶ طبع مكتبة إمدادية ملتان).

(۲) جامع الترمذي، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في الرجل طلق إمرأته ألبتة ج:۱ ص:۲۲۲، طبع دهلي.

اور ابنِ رجبؒ کہتے ہیں:

''ہم اُمت میں سے کسی کو نہیں جانتے جس نے اس مسئلے میں مخالفت کی ہو، نہ ظاہری مخالفت، نہ حکم کے اعتبار سے، نہ فیصلے کے لحاظ سے، نہ علم کے طور پر، نہ فتویٰ کے طور پر۔ اور یہ مخالفت نہیں واقع ہوئی مگر بہت ہی کم افراد کی جانب سے، ان لوگوں پر بھی ان کے ہم عصر حضرات نے آخری درجے کی نکیر کی، ان میں سے اکثر لوگ اس مسئلے کو مخفی رکھتے تھے، اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ کے دِین کے اخفاء پر اِجماعِ اُمت کیسے ہوسکتا ہے، جس دِین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل فرمایا؟ اور اس شخص کے اجتہاد کی پیروی کیسے جائز ہوسکتی ہے جو اپنی رائے سے اس کی مخالفت کرتا ہو؟ اس کا اعتقاد ہرگز جائز نہیں۔''

اُمید ہے کہ اس بیان سے واضح ہوگیا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کو نافذ کرنا حکمِ شرعی تھا، جس کی مدد پر کتاب و سنت موجود ہیں، اور جو اِجماعِ فقہائے صحابہؓ کے مقارن ہے، تابعینؒ اور ان سے بعد کے حضرات کا اِجماع مزید براں ہے، اور یہ حکمِ شرعی کے مقابلے میں تعزیری سزا نہیں تھی۔ پس جو شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاق کو نافذ کرنے سے خروج کرتا ہے وہ ان تمام چیزوں سے خروج کرتا ہے۔

۶:...طلاق کو شرط پر معلق کرنا اور طلاق کی قسم اُٹھانا

مؤلفِ رسالہ صفحہ: ۱۱۴ پر لکھتے ہیں:

''اور طلاقِ معلق کی سب صورتیں غیر صحیح ہیں، اور طلاقِ معلق واقع نہیں ہوتی۔''

صفحہ: ۸۳ پر لکھتے ہیں:

''اور اس سلسلے میں ان کے معاملے کو بادشاہوں اور اُمراء کی خواہشات نے ...خصوصاً بیعت کے معاملے میں...قوی کردیا۔''

جنابِ مؤلف کا طلاقِ معلق کی دونوں صورتوں کو باطل قرار دینا اور صدرِ اوّل کے فقہاء پر یہ تہمت لگانا کہ وہ بیعت کے حلف میں ملوک و اُمراء کی خواہشات کی تکمیل کیا کرتے تھے، اس شخص کے نزدیک بڑی جرأت و بے باکی ہے جس نے اس مسئلے میں فقہاء کے نصوص کا مطالعہ کیا ہو، اور جو ان فقہائے اُمت کے حالات سے واقفیت رکھتا ہو کہ وہ حق کی راہ میں کس طرح مرمٹ گئے تھے۔

میرا خیال تھا کہ ابوالحسن السبکیؒ کا رسالہ ''الدرة المضية'' اور اس کے ساتھ چند اور رسائل جو کچھ سالوں سے شائع ہوچکے ہیں ان کے مطالعے کے بعد ان لوگوں کو بھی اس مسئلہ تعلیق میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہے گی جن کو فقہی مذاہب کی مبسوط کتابوں کی ورق گردانی کا موقع نہیں ملتا، جناب مصنف کو غالباً اس کے مطالعے کا اتفاق نہیں ہوا، یا پھر انہوں نے جان بوجھ کر کٹ حجتی کا راستہ پسند کیا ہے۔

فقہائے اُمت صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا مذہب یہ ہے کہ طلاق کو جب کسی شرط پر معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ شرط، حلف کے قبیل سے ہو، کہ ترغیب کا یا منع کا یا تصدیق کا فائدہ دے، یا اس قبیل سے نہ ہو، کہ ان میں سے کسی چیز کا فائدہ نہ دے، ان تمام اکابر کے خلاف ابنِ تیمیہؒ کا قول ہے کہ جو تعلیق کہ از قبیل حلف ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ حلف ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ لازم آتا ہے، اور یہ ایسی بات ہے جو ابنِ تیمیہؒ سے پہلے کسی نے نہیں کہی۔ تعلیق کی ان دونوں قسموں میں روافض بھی صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مخالف ہیں اور بعض ظاہریہ نے... جن میں ابنِ حزم بھی شامل ہیں... اس مسئلے میں روافض کی پیروی کی ہے۔ اور ان سب سے پہلے جو اجماع منعقد ہوچکا ہے وہ ان کے خلاف حجت ہے۔ اور جن حضرات نے اس مسئلے پر اجماع نقل کیا ہے وہ یہ ہیں: اِمام شافعیؒ، ابوعبیدؒ، ابوثورؒ، ابنِ جریرؒ، ابنِ منذرؒ، محمد بن نصر مروزیؒ، ابنِ عبدالبرؒ (التمہید اور الْاستذکار میں[1])، فقیہ ابنِ رُشدؒ (المقدمات میں[2])، اور ابوالولید الباجیؒ (المنتقیٰ) میں۔

حدیث وآثار کی وسعتِ علم میں ان حضرات کا وہ مرتبہ ہے کہ ان میں سے ایک بزرگ اگر چھینکیں تو ان کی چھینک سے شوکانی، محمد بن اسماعیل الامیر اور قنوجی جیسے دسیوں آدمی جھڑیں گے، تنہا محمد بن نصر مروزیؒ کے بارے میں ابنِ حزم کہتے ہیں:

> ''اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی کوئی حدیث ایسی نہیں جو محمد بن نصر کے پاس نہ ہو تو اس شخص کا دعویٰ صحیح ہوگا۔''

اور یہ حضرات اِجماع کے نقل کرنے میں امین ہیں، اور صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ طلاقِ معلق واقع ہوجاتی ہے، چنانچہ نافع کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے یوں طلاق دی کہ اگر وہ نکلی تو اسے قطعی طلاق، حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: ''اگر نکلی تو اس سے بائنہ ہوجائے گی، نہ نکلی تو کچھ نہیں''۔[3] ظاہر ہے کہ یہ فتویٰ اسی زیرِ بحث مسئلے میں ہے، ابنِ عمرؓ کے علم اور فتویٰ میں ان کے محتاط ہونے میں کون شک کرسکتا ہے؟ اور کسی ایک صحابی کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا کہ جس نے اس فتویٰ میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی ہو، یا اس پر نکیر فرمائی ہو۔

اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے طلاق کی قسم کے بارے، میں ایک فیصلہ ایسا دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاقِ معلق واقع ہوجاتی ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ آپؓ کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا جس نے طلاق کا حلف اُٹھایا تھا، اور اس حلف کو وہ پورا نہیں کرسکا تھا۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کا فیصلہ کیا جائے، آپؓ مقدمہ کی پوری رُوداد سن کر اس نتیجے پر پہنچے کہ اس بے چارے سے جبراً حلف لیا گیا ہے، چنانچہ آپؓ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے اس کو پیس ڈالا'' (یعنی مجبور کرکے حلف لیا)۔

---

(۱) الْاستذکار لِابن عبدالبر، کتاب الطلاق، باب یمین بطلاق ما لم ینکح ج:٦ ص:١٨٩ رقم الحدیث:١١٩٣ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۲) المقدمات الممهدات، لبیان ما اقتضته رسوم المدونة من الأحکام الشرعیة والتحصیلات، لأبی الولید محمد بن رشد القرطبی، کتاب الأیمان، باب الطلاق، ما جاء فی الأیمان بالطلاق، ج:١ ص:٣٠٥ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۳) وقال نافع: طلق رجل إمرأته البتة إنْ خرجتْ فقال ابن عمر إنْ خرجتْ فقد بُتَّتْ منه وإن لم تخرج فلیس بشیء. (صحیح البخاری، باب الطلاق فی الإغلاق والکره ج:٢ ص:٧٩٣ طبع قدیمی).

پس اکراہ کی بنا پر آپؐ نے اس کی بیوی اسے واپس دِلادی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکراہ کی صورت نہ ہوتی تو آپؐ کی رائے بھی یہی تھی کہ طلاق واقع ہوگئی۔ اور فیصلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا کون ہے؟ ابنِ حزم نے اس فیصلے کو صحیح صورت سے ہٹانے کے لئے تکلف کیا ہے اور محض خواہشِ نفس کی بنا پر اسے اس کے ظاہر سے نکالنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ ان کا قول حضرت شریحؒ کے فیصلے کے بارے میں بھی اسی قبیل سے ہے۔[۱]

اور سننِ بیہقی میں بہ سندِ صحیح حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر اس نے فلاں کام کیا تو اسے طلاق'' بیوی نے وہ کام کرلیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''یہ ایک طلاق ہوئی''،[۲] یہ وہی ابنِ مسعودؓ ہیں جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم سے بھری ہوئی پٹاری کہتے تھے، صحیح فتویٰ دینے میں ان جیسا کون ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی تعلیق مروی ہے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی۔ اور آثار اس بارے میں بہت ہیں، اور کتاب اللہ میں حلف توڑنے پر لعنت کی گئی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

''ہر ایک قسم خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو، بشرطیکہ طلاق یا عتاق کی قسم نہ ہو، تو اس میں قسم کا کفارہ ہے۔''[۳]

اس اثر کو ابنِ عبدالبرؒ نے ''التمهيد'' اور ''الْاستذکار'' میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے،[۴] مگر احمد بن تیمیہؒ نے اس کو نقل کرتے ہوئے استثناء (یعنی ''ليس فيها طلاق ولَا عتاق'' کے الفاظ) کو حذف کردیا اور بقول ابوالحسن السبکیؒ یہ ان کی خیانت فی النقل ہے۔ یہ تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دور، جس میں طلاقِ معلق کے وقوع کے سوا کوئی فتویٰ منقول نہیں۔

اب تابعین کو لیجئے! تابعینؒ میں ائمہ علم معدود اور معروف ہیں، اور ان سب نے قسم کے پورا نہ ہونے کی صورت میں وقوعِ طلاق کا فتویٰ دیا۔ ابوالحسن السبکیؒ ''الدرة المضية'' میں ... جس سے ہم نے اس بحث کا بیشتر حصہ ملخص کیا ہے ... فرماتے ہیں: جامع عبدالرزّاق، مصنف ابنِ ابی شیبہ، سننِ سعید بن منصور اور سننِ بیہقی جیسی صحیح اور معروف کتابوں سے ہم ائمہ اجتہاد تابعینؒ کے فتاویٰ صحیح اسانید کے ساتھ نقل کرچکے ہیں کہ حلف بالطّلاق کے بعد قسم ٹوٹنے کی صورت میں انہوں نے طلاق کے وقوع کا فتویٰ دیا، کفارے کا فیصلہ نہیں دیا۔ ان ائمہ اجتہاد تابعین کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سعید بن مسیّب، حسن بصری، عطاء، شعبی، شریح، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، قتادہ، زہری، ابومخلد، مدینہ کے فقہائے سبعہ، یعنی: عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، خارجہ بن زید،

---

(۱) راوی کے الفاظ میں: ''لم يره حنثا'' (آپؐ نے اسے قسم کا ٹوٹنا نہیں سمجھا) یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حلف اُٹھانے والے نے جو عمل کیا، اگر آپؐ اسے قسم کا ٹوٹنا سمجھتے تو تعلیق کے بموجب طلاق کے وقوع کا فیصلہ فرماتے۔ (مصنف)

(۲) عن ابن مسعود رضی الله عنه فی رجل قال لِامرأته: إن فعلت كذا وكذا فهی طالق، فتفعله قال هی واحدة وهو أحق بها. (سنن الكبرىٰ للبيهقی، باب الطلاق بالوقت والفعل ج:۷ ص:۳۵۶ طبع دار المعرفة بيروت).

(۳) كل يمين وإن عظمت ليس فيها طلاق ولَا عتاق ففيها كفارة يمين.

(۴) وقد روى عن عائشة: كل يمين ليس فيها طلاق ولَا عتق، فكفارتها كفارة يمين. (الْاستذكار، لِابن عبدالبر، كتاب الأيمان والنذور، باب العمل فی المشی إلى الكعبة ج:۵ ص:۱۸۲ رقم الحديث: ۹۸۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت).

ابوبکر بن عبدالرحمٰن، سالم بن عبداللہ، سلیمان بن یسار، اور ان فقہائے سبعہ کا جب کسی مسئلے پر اجماع ہو تو ان کا قول دُوسروں پر مقدّم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابنِ مسعودؓ کے بلند پایہ شاگردان رشید یعنی: علقمہ بن قیس، اسود، مسروق، عبیدہ السلمانی، ابووائل، شقیق بن سلمہ، طارق بن شہاب، زر بن حبیش، ان کے علاوہ دیگر تابعین، مثلاً: ابنِ شبرمہ، ابوعمرو الشیبانی، ابوالاحوص، زید بن وہب، حکم بن عتیبہ، عمر بن عبدالعزیز، خلاس بن عمرو، یہ سب وہ حضرات ہیں جن کے فتاویٰ طلاقِ معلق کے وقوع پر نقل کئے گئے ہیں، اور ان کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔ بتایئے! ان کے علاوہ علمائے تابعین اور کون ہیں؟ پس یہ ہے صحابہؓ و تابعینؒ کا دور، وہ سب کے سب وقوع کے قائل ہیں، ان میں سے ایک بھی اس کا قائل نہیں کہ صرف کفارہ کافی ہے۔

اب ان دونوں زمانوں کے بعد والے حضرات کو لیجئے ان کے مذاہب مشہور و معروف ہیں، اور وہ سب اس قول کی صحت کی شہادت دیتے ہیں، مثلاً: اِمام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ابوعبیدؒ، ابوثورؒ، ابن المنذرؒ، ابنِ جریرؒ، ان میں سے کسی کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں۔ اور ابنِ تیمیہؒ کو کسی تابعی کی طرف عدمِ وقوع کا فتویٰ منسوب کرنے کی قدرت نہ ہوئی، البتہ ابنِ حزم کی پیروی میں انہوں نے طاؤس کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، مگر ابنِ حزم خود طاؤس سے اس کی روایت کرنے میں غلطی پر ہیں، اور ان کی پیروی کرنے والا ان سے بڑھ کر غلطی پر ہے۔ طاؤس کا فتویٰ ''مکرہ'' کے بارے میں ہے، جیسا کہ خود مصنف عبدالرزّاق سے ظاہر ہوتا ہے، اور اسی کی طرف ابنِ حزم اس روایت کو منسوب کرتے ہیں، اور سننِ سعید اور مصنف عبدالرزّاق وغیرہ میں طاؤس کا یہ فتویٰ بہ سندِ صحیح موجود ہے کہ ایسی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

بعد کے دور میں بعض ظاہریہ کی اس مسئلے میں مخالفت اس اجماع کی رُو سے باطل ہے جو ان سے پہلے صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں منعقد ہوچکا تھا۔ اِجماع ایسا نہیں جس کی تصویر کشی ابنِ حزم اقوالِ صحابہ سے پھسل پھسل کر کرنا چاہتے ہیں، جبکہ صحابہؓ ہی ہم تک دِین کے منتقل کرنے میں امین ہیں۔ علاوہ ازیں ظاہریہ، جو قیاس کی نفی کرتے ہیں، اہلِ تحقیق کے نزدیک ان کا کلام اجماع میں لائقِ شمار نہیں، اگرچہ ہر گری پڑی چیز کو اُٹھانے والا کوئی نہ کوئی مل ہی جاتا ہے۔

ابوبکر جصاص رازیؒ اپنے ''اُصول'' میں لکھتے ہیں:

> ''ان لوگوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں جو شریعت کے اُصول کو نہیں جانتے، اور قیاس کے طرق اور اجتہاد کے وجوہ کے قائل نہیں، مثلاً: داؤد اصبہانی اور کرابیسی اور ان کی مثل دُوسرے کم فہم اور ناواقف لوگ، اس لئے کہ انہوں نے چند احادیث ضرور لکھیں مگر ان کو وجوہ نظر اور فروع و حوادث کو اُصول کی طرف لوٹانے کی معرفت حاصل نہیں تھی۔ ان کی حیثیت اس عامی شخص کی سی ہے جس کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں، کیونکہ وہ حوادث کو ان کے اُصول پر مبنی کرنے سے ناواقف ہیں۔ اور داؤد عقلی دلائل کی یکسر نفی کرتے تھے، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ: آسمانوں اور زمین میں اور خود ہماری ذات میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی توحید پر دلائل نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو صرف ''خبر'' کے ذریعہ پہچانا ہے۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے صحیح ہونے کی پہچان، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور مسیلمہ کذّاب

وغیرہ جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے درمیان فرق اور ان جھوٹوں کے جھوٹ کے علم کا ذریعہ بھی عقل اور ان معجزات، نشانات اور دلائل میں غور کرنا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوجائے، پس جس شخص کی مقدارِ عقل اور مبلغ علم یہ ہو، اسے علماء میں شمار کرنا کیسے جائز ہے؟ اور اس کی مخالفت کا کیا اعتبار ہے؟ اور وہ اس کے ساتھ یہ بھی اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا، کیونکہ یہ قول کہ: ''میں اللہ تعالیٰ کو دلائل سے نہیں پہچانتا'' اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ اللہ کو نہیں پہچانتا۔ پس وہ عامی سے بھی زیادہ ناواقف اور چوپائے سے بھی زیادہ ساقط ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کا قول اپنے زمانے کے لوگوں کے خلاف بھی لائقِ اعتبار نہیں، چہ جائیکہ متقدمین کے خلاف لائقِ اعتبار ہوتا۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ: ہر وہ شخص جو اُصولِ سمع، طرقِ اجتہاد اور قیاسِ فقہی کے طرق کو نہیں جانتا اس کی مخالفت کا اعتبار نہیں، خواہ علومِ عقلیہ میں وہ کتنا ہی بلند پایہ ہو، ایسے شخص کی حیثیت بھی عامی کی سی ہے، جس کی مخالفت کسی شمار میں نہیں۔''(۱)

اللہ تعالیٰ جصاصؒ کو اہلِ علم کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے اس کم فہم جماعت کی حالت کو خوب ظاہر کردیا، اگرچہ ان کے بارے میں کچھ سختی کا لہجہ بھی اختیار کیا۔ جصاصؒ ان لوگوں کی حالت کو دُوسروں سے زیادہ جانتے تھے، کیونکہ ان کے اِمام کا زمانہ جصاصؒ کے قریب تھا، اور ان کے بڑے بڑے داعیوں کے تو وہ ہم عصر تھے، اور ان کی یہ دُرشتی اس بنا پر ہے کہ اللہ کے دِین کو جاہلوں کے ہاتھ کا کھلونا بنتے دیکھ کر آدمی کو غیرت آنی چاہئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ''قولِ بلیغ'' کا حکم فرمایا ہے، اور جو شخص ان کے حق میں تساہل سے کام لیتا ہے وہ ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا، ہاں! دِین کو نقصان ضرور پہنچاتا ہے۔

اِمام الحرمینؒ نے بھی اس شدّت میں جصاصؒ کی پیروی کی ہے، اور جس شخص کا یہ خیال ہے کہ اِمام الحرمینؒ کا قول ابنِ حزم اور ان کے متبعین کے بارے میں ہے وہ تاریخ سے بےخبر ہے، کیونکہ اِمام الحرمینؒ کے زمانے میں ابنِ حزم کا مذہب مشرق میں نہیں پھیلا

---

(۱) قال أبوبكر: ولَا يعتد بخلاف من لَا يعرف أصول الشريعة، ولم يرتض بطرق المقاييس ووجوه إجتهاد الرأى، كذا ود الأصبهانى والكرابيسى، وأضرابهما من السخفاء الجهال، لأن هٰؤلَاء انما كتبوا شيئًا من الحديث، ولَا معرفة لهم بوجوه النظر، وردّ الفروع والحوادث إلى الأصول، فهم بمنزلة العامى الذى لَا يعتد بخلافه لجهله ببناء الحوادث علىٰ أصولها من النصوص، وقد كان داوٗد ينفى حجج العقول، ومشهور عنه انه كان يقول: "بل على العقول" وكان يقول: ليس فى السماوات والأرض ولَا فى أنفسنا دلَائل على الله تعالىٰ وعلىٰ توحيده، وزعم انه انما عرّف الله عزّ وجلّ بالخبر، ولم يدر الجاهل ان الطريق إلىٰ معرفة صحة خبر النبى عليه السلام والفرق بين خبره وخبر مسيلمة وسائر المتنبئين والعلم بكذبهم، انما هو العقل، والنظر فى المعجزات، والأعلام والدلَائل، التى لَا يقدر عليها إلّا الله تبارك وتعالىٰ، فإنه لَا يمكن لأحد أن يعرف النبى صلى الله عليه وسلم قبل أن يعرف الله تبارك وتعالىٰ، فمن كان هٰذا مقدار عقله ومبلغ علمه، كيف يجوز أن يعدّ من أهل العلم؟ ومن يعتد بخلافه وهو معترف مع ذالك أنه لَا يعرف الله تعالىٰ، لأن قوله: "إنى ما أعرف الله تعالىٰ من جهة الدلَائل" إعتراف منه بأنه لَا يعرفه، فهو أجهل من العامىّ، وأسقط من البهيمة، فمثله لَا يعد خلافًا علىٰ أهل عصره إذا قالوا قولًا يخالفهم، فكيف يعتد بخلافه علىٰ من تقدمه. (الفصول فى الأصول، لأبى بكر أحمد الجصاص، باب القول فيمن ينعقد بهم الإجماع ج:۲ ص:۱۳۴، ۱۳۵ طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

تھا کہ "ظاہریہ" کے نام سے اس پر گفتگو کرتے۔

البتہ جس شخص نے ابنِ حزم کے رَدّ میں درازنفسی سے کام لیا ہے وہ ابوبکر بن عربیؒ ہیں، چنانچہ وہ "العواصم والقواصم" (ج:۲ ص:۶۷-۹۱) میں ظاہریہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ ایک کم فہم گروہ ہے، جو پھلانگ کر ایسے مرتبے پر جا پہنچا جس کا وہ مستحق نہیں تھا، اور یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں جس کو خود بھی نہیں سمجھتے، یہ بات انہوں نے اپنے خارجی بھائیوں سے حاصل کی ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ صفین میں تحکیم کو قبول کرلیا تو انہوں نے کہا تھا: "لاحکم اِلا للہ" بات سچی تھی مگر ان کا مدعا باطل تھا۔

میں نے اپنے سفر کے دوران جو پہلی بدعت دیکھی وہ باطنیت کی تحریک تھی، جب لوٹ کر آیا تو دیکھا کہ "ظاہریت" نے مغرب کو بھر رکھا ہے، ایک کم فہم شخص جو اشبیلیہ کے کسی گاؤں میں رہتا تھا، ابنِ حزم کے نام سے معروف تھا، اس نے نشو ونما اِمام شافعیؒ کے مذہب سے متعلق ہوکر پائی، بعد ازاں "داؤد" کی طرف اپنی نسبت کرنے لگا، اس کے بعد سب کو اُتار پھینکا، اور بذاتِ خود مستقل ہوگیا۔ اس نے خیال کیا کہ وہ اُمت کا اِمام ہے، وہی رکھتا اور اُٹھاتا ہے، وہی حکم کرتا اور قانون بناتا ہے، اور وہ اللہ کے دِین کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو دِین میں نہیں، اور لوگوں کو علماء سے متنفر کرنے اور ان پر طعن و تشنیع کی خاطر علماء کے ایسے اقوال نقل کرتا ہے جو انہوں نے ہرگز نہیں کہے۔"

اس کے بعد ابن العربیؒ نے ابنِ حزم کی بہت سی رُسواکن باتیں ذکر کی ہیں، جن میں اربابِ بصیرت کے لئے عبرت ہے، اور وسعتِ علم، متانتِ دِین اور امانت فی النقل میں ابوبکر بن العربیؒ کا جو مرتبہ ہے اس سے اناڑی جاہل ہی ناواقف ہوں گے۔

اور حافظ ابوالعباس احمد بن ابی الحجاج یوسف اللبلی الاندلسی اپنی "فہرست" میں ابنِ حزم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ یہ شخص حافظ ہے، مگر جب اپنی محفوظات کو سمجھنے میں مشغول ہوا تو ان کے سمجھنے کی اسے توفیق نہیں ہوئی، کیونکہ جو چیز بھی اس کے خیال میں آجائے وہ اسی کا قائل ہوجاتا ہے۔ میرے اس قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ کوئی معمولی عقل وفہم کا آدمی بھی ابنِ حزم کے اس قول کا قائل نہیں ہوسکتا کہ: قدرتِ قدیمہ محال کے ساتھ بھی متعلق ہوجاتی ہے۔"

ابنِ حزم مسکین نے "الفصل" میں "تعلق قدرت بالمحال" کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ایسی شناعت ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی شناعت کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا، حافظ اللبلی نے اس کا اپنی فہرست میں بڑا واضح رَدّ کیا ہے، اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

"ظنِ غالب یہ ہے کہ ابنِ حزم سے جو یہ کفرِ عظیم صادر ہوا اس سلسلے میں جو اقوال ہذیان، اٹکل پچو اور بہتان کے قبیل سے اس کے قلم سے نکلے ان کا ثبوت بقائمی ہوش وحواس اور بسلامتیٔ عقل وصحتِ فہم اس سے نہیں ہوا، بسااوقات اس پر ایسے اَخلاط کا غلبہ ہوجاتا تھا جس کے علاج سے سقراط و بقراط بھی عاجز تھے، ایسی حالت

میں اس سے یہ حماقتیں اور ہذیانات صادر ہوتے تھے۔''

جنونک مجنون ولست بواحد

طبیبًا یداوی من جنون جنون

ترجمہ:...'' تیرا جنون بھی مجنون ہے، اور تجھے ایسا طبیب میسر نہیں جو جنون کے جنون کا علاج کرسکے۔''

بعدازاں اللبلی نے بڑی تفصیل سے اِمام اشعریؒ اوران اصحاب کے بارے میں ابنِ حزم کے اقوال کا رَدّ کیا ہے، اور بہت سے اہلِ علم نے تصریح کی ہے کہ ابنِ حزم کا نسبی تعلق اشبیلیہ کے دیہات کے ان فارسی گنواروں (اعلاج) سے تھا جو بنواُمیہ کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے ان کے موالی کی طرف منسوب ہوگئے تھے، اور جو شخص اپنے نسب کے بارے میں بھی سچ نہ بولتا ہو اس سے کسی اور بات میں سچ بولنے کی کیا توقع ہوسکتی ہے؟ ابنِ حزم کو جس شخص نے علم میں اس کی حد پر ٹھہرایا وہ ابوالولید الباجیؒ ہیں، جنھوں نے ابنِ حزم سے معروف مناظرے کئے۔ ابنِ حزم کے رَدّ میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ابوبکر ابن العربیؒ کی ''النواہی عن الدواہی'' بہت اہم کتاب ہے، یہ ان کتابوں میں سے ہے جو چند سال قبل مغرب کی طرف منتقل ہوئیں، نیز اس سلسلے کی چند کتابیں یہ ہیں:

ابوبکر ابن العربیؒ کی ''الغرة فی الردّ علی الدرة''، ابوالحسین محمد بن زرقون الاشبیلی کی ''المعلی فی الردّ علی المحلی'' اور حافظ قطب الدین حلبی کی ''القدح المعلی فی الکلام علیٰ بعض أحادیث المحلی''۔

۷:...کیا بدعی طلاق کا واقع ہونا صحابہؓ و تابعین کے درمیان اختلافی مسئلہ تھا؟

مؤلفِ رسالہ لکھتے ہیں:

''بدعی طلاق اور بیک وقت تین طلاق کے واقع ہونے یا نہ ہونے میں صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر ہر زمانے میں اختلاف رہا ہے، اَئمہ اہلِ بیت ایسی طلاق کے واقع نہ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

اور علمائے مصلحین مجتہدین ہر زمانے میں صحیح اور راجح قول کے مطابق فتویٰ دیتے رہے ہیں کہ طلاقِ بدعی باطل ہے اور یہ کہ تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض حضرات تو کھل کر حق کا اظہار کرتے اور علی الاعلان فتویٰ دیتے تھے، اور بعض حضرات عوام اور سیاست دانوں سے ڈر کر ان کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، یہاں تک کہ عظیم الشان مجدّد......احمد بن تیمیہؒ اور ان کے جرأت مند شاگرد ابنِ قیمؒ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستے میں جبر و تشدّد پر صبر کیا، اور وہ سب زبانِ حال سے کہہ رہے تھے:

''مجھے پروا نہیں، جبکہ میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جاؤں، کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کس پہلو پر میرا قتل ہوگا۔''

اور ہمارے دور تک بہت سے علماء نے اس مسئلے میں ان کی پیروی کی۔'' (ص:۸۸،۸۹)

میں کہتا ہوں کہ حیض میں دی گئی طلاق کا صحیح شمار کیا جانا ان احادیث میں مصرّح ہے جو پہلے گزر چکی ہیں، اور ابوالزبیر کی روایت کا وہ اضافہ، ''منکر'' ہے جس کے دامن میں خوارج و روافض کے چیلے پناہ لینا چاہتے ہیں، اِمام ابوداوٗدؒ فرماتے ہیں کہ: ''تمام راویوں کی احادیث ابوالزبیر کے خلاف ہیں۔'' اور ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ: ''یہ روایت منکر ہے، ابوالزبیر کے سوا کوئی اس کو نقل نہیں کرتا، اور ابوالزبیر ان روایات میں بھی حجت نہیں جن میں اس کا کوئی ہم مثل اس کے خلاف روایت کرے، پس جب اس سے ثقہ تر راوی اس کے خلاف روایت کر رہے ہوں اس وقت وہ کیسے حجت ہوسکتا ہے؟'' اور ''التمهيد'' کی جانب جو متابعات منسوب ہیں وہ باطل اسانید کے ساتھ ردّی قسم کے لوگوں سے مروی ہیں، اور حافظ ابنِ عبدالبرؒ ایسے شخص نہیں جو متناقض بات کریں۔ اِمام خطابیؒ کہتے ہیں کہ: ''اہلِ حدیث نے کہا ہے کہ ابوالزبیر نے اس سے بڑھ کر کوئی منکر روایت نہیں کی۔'' اِمام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ: ''یہ روایت غلط ہے۔'' پس ایسی روایت جو ان سب حضرات کے نزدیک ''منکر'' ہے، اس سے تمسک کرنا ان کے لئے کیسے ممکن ہوگا؟[1]

علاوہ ازیں اس روایت میں وارد شدہ اضافہ ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں سمجھا'' کو اگر صحیح بھی فرض کرلیا جائے تب بھی ان کے دعوے پر دلالت کرنے سے بمراحل بعید ہے، کیونکہ اس کی وہ صحیح توجیہات ہوسکتی ہیں جو اِمام شافعیؒ، اِمام خطابیؒ اور حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے کی ہیں، اور جن کو اپنے موقع پر ذکر کیا جاچکا ہے، کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص طلاق کا لفظ ادا کرے گا، اس کی آواز فضا میں محفوظ ہوجائے گی، اس لئے اس کے الفاظ تو ایک موجود شئ ہے، اس کی نفی بلحاظ صفت ہی کے ہوسکتی ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے، اور شوکانی کا یہ کہنا کہ: ''یہ نص ہے'' اس اَمر کی دلیل ہے کہ وہ بات کہنے کے لئے سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اور جس شخص نے ہماری سابق و لاحق تقریر کا احاطہ کیا ہو اسے ایک لحظہ کے لئے بھی تردّد نہیں ہوگا کہ مؤلفِ رسالہ کا قول یکسر باطل ہے، لیکن چند حضرات کی نسبت، جن کے اختلاف کی طرف مؤلف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، دوبارہ گفتگو کرنا نامناسب نہ ہوگا، تاکہ جھوٹ کو اس کے گھر تک پہنچایا جاسکے۔

''طلاق خواہ طہر میں دی گئی ہو یا حیض میں، اور ایک دی گئی ہو یا دو تین، وہ بہرصورت واقع ہوجاتی ہے، فرق اگر ہے تو گناہ ہونے یا نہ ہونے کا ہے۔''

یہ فتویٰ ہم مندرجہ ذیل حضرات سے روایت کرچکے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سننِ سعید بن منصور میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محلّی ابنِ حزم میں، حضرت علی اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے سننِ بیہقی میں، حضرت ابنِ عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابنِ زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے مؤطا اِمام مالک وغیرہ میں، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے سننِ بیہقی میں، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منتقی للباجیؒ اور فتح القدیر لابن الہمامؒ میں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے معانی الآثار طحاوی میں، وغیرہ

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: إعلاء السُّنن، تتمة الرسالة فى الطلقات الثلاث بلفظ واحد ج:۱۱ ص:۷۱۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الإسلامية.

وغیرہ۔ اور کسی صحابی سے ان کے خلاف فتویٰ منقول نہیں ہے۔[1]

اِمام خطابیؒ فرماتے ہیں: ''بدعی طلاق کے واقع نہ ہونے کا قول خوارج اور روافض کا ہے۔'' ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں: ''اس مسئلے میں صرف اہلِ بدعت اور اہلِ ہویٰ خلاف کرتے ہیں۔'' اور ابنِ حجرؒ فتح الباری میں تین طلاق پر بحث کرنے کے بعد اس کے اخیر میں لکھتے ہیں: ''پس جو شخص اس اجماع کے بعد اس کی مخالفت کرتا ہے وہ اجماع کو پس پشت ڈالتا ہے اور جمہور اس پر ہیں کہ اتفاق کے بعد جو اختلاف کھڑا کیا جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔''[2] گویا حافظؒ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مدخول بہا پر اکٹھی تین طلاق کا واقع ہونا تحریمِ متعہ کی طرح اجماعی مسئلہ ہے، اور حافظؒ کا یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی رائے میں یہاں کوئی لائق اعتبار اختلاف نہیں، ورنہ وہ اپنی تحقیق کے خاتمے پر اس مسئلے میں اجماع کا دعویٰ نہ کرسکتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے اس سے پہلے ابن التین کے اس قول پر کہ: ''وقوع میں اختلاف نہیں، اختلاف ہے تو صرف گناہ میں ہے'' جو یہ اعتراض کیا تھا کہ: ''وقوع میں اختلاف ابنِ مغیث نے الوثائق میں حضرت علی، ابنِ مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے، اور اسے محمد بن وضاح کی طرف منسوب کیا ہے...... اور ابن المنذر نے اسے ابنِ عباس کے شاگردوں مثلاً: عطاء، طاؤس اور عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے'' ابنِ حجرؒ کا یہ اعتراض صرف صورۃً ہے، ورنہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان چار صحابہ کرامؓ سے اور ابنِ عباسؓ کے ان تین شاگردوں سے کوئی ایسی چیز ثابت نہیں جو مسلکِ جمہور (یعنی مدخول بہا پر اکٹھی تین طلاقوں کے واقع ہونے) کے منافی ہو، اور اگر حافظ کو اپنی کتاب میں تمام اقوال کے جمع کرنے کی رغبتِ شدیدہ نہ ہوتی تو وہ اپنے آپ کو اس کی اجازت نہ دیتے کہ اس قسم کی ردّی نقول کا ڈھیر لگائیں، اور جب کوئی عالم اپنی ذات کو اتنی بلندی بھی عطا نہ کرسکے کہ وہ ابنِ مغیث ایسے آدمی سے بغیر کسی قید اور لگام کے ہر رُطب و یابس کو نقل کرتا جائے تو قبل اس کے کہ وہ اہلِ علم پر اپنی کثرتِ اطلاع کا رُعب ڈالے وہ اپنے چہرے کو سیاہ کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے آپ کو اس بات کے لئے پیش کرتا ہے کہ اسے ''حاطبِ لیل'' شمار کیا جائے۔ ابنِ حجرؒ سے پہلے ابنِ مغیث کا یہ قول اُبیّ، شرح مسلم میں نقل کرچکے ہیں، لیکن طرر بن عات کے واسطے سے، اور طرر بن عات، مالکیہ کے نزدیک ضعف میں معروف ہے، پس یہ ان روایات کے بودا ہونے پر بمنزلہ نص کے ہے،[3] اور اس بحث سے متعلق اُبیّ اور ابنِ حجرؒ سے قبل ابنِ فرح نے ''جامع اَحکام القرآن'' میں ''وثائق ابنِ مغیث'' سے براہِ راست ایک صفحے کے قریب نقل کیا، اور ابنِ قیمؒ اور ان کے متبعین نے اسی کتاب سے یہ جھوٹی روایات نقل کیں۔ اور ابنِ فرح کی یہ کتاب ''جامع اَحکام القرآن'' اس اَمر میں بطورِ خاص ممتاز ہے کہ اس میں ایسی کتابوں سے بکثرت نقول لی گئی ہیں جو آج کل متداول نہیں، مگر دِقتِ نظر، عمدگیٔ بحث اور علم میں تصرف اس کے نیک مؤلف کا فن نہیں، زیادہ سے زیادہ جو کچھ وہ کرتا ہے وہ ہے ایک طرح کی سختی کے ساتھ، یا یوں کہئے کہ ایک طرح کے تعصب کے ساتھ اپنے مذہب سے تمسک کرنا، اور اس ''جامع اَحکام القرآن'' میں، نیز اُبیّ کی شرح مسلم میں

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) وقد دل إجماعهم علٰى وجود ناسخ وإن كان خفي عن بعضهم قبل ذالك حتّٰى ظهر لجميعهم في عهد عمر، فالمخالف بعد هٰذا الإجماع منابذله والجمهور علٰى عدم إعتبار من احدث الإختلاف بعد الإتفاق والله أعلم۔ (فتح الباری ج:۹ ص:۳۶۵ رقم الحديث: ۵۲۵۹ طبع دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)۔

(۳) إعلاء السنن، المرجع السابق۔

اس بحث میں وارِد شدہ اعلام میں بھی تصحیف ہوئی ہے۔

رہا ابنِ مغیث، تو اس کا نام ابوجعفر احمد بن محمد بن مغیث طلیطلی ہے، ۴۵۹ھ میں ۵۳ برس کی عمر میں اس کی وفات ہوئی، وہ نہ امانت فی النقل میں معروف ہے، اور نہ اپنے تفقہات میں فہم کی عمدگی سے متصف ہے، اور شاذ رائے کی تعلیل میں اس کا یہ قول کہ: ''تین کہنے کے کوئی معنی نہیں، کیونکہ اس نے خبر دی ہے.....'' اس اَمر کی دلیل ہے کہ اسے فہم وفقہ کا شمہ بھی نصیب نہیں، وہ ہر بدکردار مفتی کا کردار ادا کرتا ہے اور اس نے یہ روایات بغیر سند کے محمد بن وضاح کی جانب منسوب کی ہیں، جبکہ ان دونوں کے مابین طویل فاصلہ ہے۔ آخر اس میں ابنِ مغیث ایسے لوگوں پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اندلس کے اہلِ علم ناقدین کے درمیان ابنِ مغیث جہل اور سقوطِ علمی میں ضرب المثل ہونے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا، پھر آخر صحابہ کرامؓ سے بغیر سند کے نقل کرنے کے سلسلے میں اس جیسا آدمی لائقِ ذکر کیسے ہوسکتا ہے؟[1]

ابوبکر ابن العربیؒ نے ''العواصم والقواصم'' میں اس اَمر کا نقشہ کھینچا ہے کہ مغرب میں کس طرح مبتدعہ نے فقہاء کا منصب سنبھال لیا، یہاں تک کہ لوگوں نے جاہلوں کو اپنا سردار بنالیا، انہوں نے بغیر علم کے فتوے دیئے، پس خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی کیا، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تعلیم کس طرح بگڑ گئی، ان اُمور کی تشریح کے بعد وہ لکھتے ہیں:

> ''پھر کہا جاتا ہے کہ فلاں طلیطلی نے یہ کہا ہے، فلاں مجریطی کا یہ قول ہے، ابنِ مغیث نے یہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی آواز کی فریادرسی نہ کرے، اور نہ اس کی اُمید پوری کرے، پس وہ پچھلے پاؤں لوٹے اور ہمیشہ پیچھے ہی کو لوٹتا جائے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کے ذریعہ احسان نہ فرمایا ہوتا جو دیارِ علم تک پہنچا اور وہاں سے علم کا مغز اور خلاصہ لے کر آیا (جیسے کہ ''الاصیلی'' اور ''الباجی'') پس انہوں نے ان مردہ قلوب پر علم کے آبِ حیات کے چھینٹے دیئے، اور گندہ دہن قوم کے انفاس کو معطر کیا) تو دِین مٹ چکا تھا۔''

اور بعض مالکی اکابر کے سامنے وہ روایات ذکر کی گئیں جن کو لوگ ابنِ مغیث سے نقل کرتے ہیں تو فرمایا کہ: میں نے عمر بھر کبھی مرغی بھی ذبح نہیں کی، لیکن جو شخص اس مسئلے میں جمہور کی مخالفت کرتا ہے، مراد ابنِ مغیث تھا، میں اس کو ذبح کرنے کی رائے رکھتا ہوں۔

صحابہ کرامؓ سے قابلِ اعتماد نقل کے مواضع صرف صحاحِ ستہ اور باقی سنن، جوامع، مسانید، معاجم اور مصنفات وغیرہ ہیں، جن میں کوئی قول سند کے بغیر نقل نہیں کیا جاتا، ان کتابوں میں زیرِ بحث مسئلے میں جمہور کے خلاف کوئی روایت ان صحابہ کرامؓ سے کہاں مروی ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ سے بہ سندِ صحیح منقول ہے کہ ایک شخص نے ہزار طلاقیں دی تھیں، آپؓ نے اس سے فرمایا: ''تین طلاقیں اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں'' یہ روایت بیہقی نے سنن میں،[2] اور ابنِ حزم نے محلّی میں وکیع عن الاعمش عن حبیب بن ابی

---

(۱) أيضًا المرجع السابق.

(۲) السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الطلاق، باب ما جاء في إمضاء الطلاق الثلاث وإن كن مجموعات ج:۷ ص:۳۳۵ طبع دار المعرفة بيروت.

ثابت عن علیؓ کی سند سے ذکر کی ہے۔[1] جیسا کہ ان کا یہی فتویٰ ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں نقل کیا ہے جس نے تین مبہم طلاقیں دی تھیں، یہ روایت بہ سندِ صحیح وارد ہے، جیسا کہ ابنِ رجبؒ نے کہا ہے۔ نیز ''حرام'' اور ''البتۃ'' کے بارے میں ان کا فتویٰ متعدّد طرق سے مروی ہے کہ ان الفاظ سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں، اور جن لوگوں نے اس کے خلاف آپؓ کی طرف منسوب کیا ہے وہ صرف اس مقصد کے لئے منسوب کیا ہے کہ اس کے ذریعہ طلاق کے مسئلے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے۔ اور جو روایت ابنِ رجبؒ نے اعمشؒ سے نقل کی ہے، جو پہلے گزر چکی ہے، اس میں عبرت ہے، اسی طرح حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بہ نقلِ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے یہی فتویٰ دیا، جیسا کہ مصنف عبدالرزّاق اور سننِ بیہقی وغیرہ میں ہے، اور یہ سب پہلے گزر چکا ہے، اور فقہائے عراق اور عترت طاہرہ جو حضرت زید بن علی کے اصحاب ہیں، وہ اہلِ علم میں سب سے زیادہ ان دونوں اکابر (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ) کے متبع ہیں، ان دونوں فریقوں کا مذہب ان دونوں بزرگوں کے مطابق ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں اپنی کلبیہ بیوی کے بارے میں جو کچھ کیا تھا، اس کے خلاف ان سے کہاں ثابت ہے؟ ابنِ ہمامؒ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اس بیوی کو مرض الوفات میں تین طلاقیں دے دی تھیں، اس واقعہ کی روایات یہ ہیں:

۱:...بروایت حماد بن سلمہ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۰)۔[2]

۲:...عبدالرزّاق عن ابنِ جریج عن ابنِ ابی ملیکہ عن ابن الزبیر۔

۳:...ابوعبید عن یحییٰ بن سعید القطان عن ابنِ جریج عن ابن الزبیر (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۳)۔[3]

۴:...معلّٰی بن منصور عن الحجاج بن ارطاۃ عن ابنِ ابی ملیکہ عن ابن الزبیر (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۹)۔[4]

اور ابن ارطاۃ نے یہاں نہ شذوذ اختیار کیا ہے نہ کسی راوی کی مخالفت کی ہے، بلکہ لفظ ''ثلاثا'' میں اس کا متابع موجود ہے،

---

(۱) المحلّٰی لابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۲ مسئلة:۱۹۴۹ وأما الصحابة رضی الله عنهم طبع دار الآفاق الجديدة بيروت۔

(۲) ومن طريق حماد بن سلمة عن هشام بن عروة عن أبيه أن عبدالرحمٰن بن عوف طلق إمرأته ثلاثًا فی مرضه فقال عثمان: لئن مت لَا ورثها منک، قال: قد علمت ذالک فمات فی عدتها فورثها عثمان فی عدتها. (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۰)۔ ومن طريق عبدالرزاق عن ابن جريج أخبرنی ابن أبی مليكة أنه سأل عبدالله بن زبير فقال له ابن زبير: طلق عبدالرحمٰن بن عوف بنت الأصبع الكلبية فبتها ثم مات فورثها عثمان فی عدتها ثم ذكر ابن الزبير قوله نفسه۔ (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۰)۔

(۳) ومن طريق أبی عبيد نا يحيی بن سعيد القطان نا ابن جريج عن ابن أبی مليكة قال: سألت عبدالله بن الزبير عمن طلق إمرأته ثلاثًا وهو مريض؟ فقال ابن الزبير: أما عجمان فورث ابنة الأصبع الكلبية وأما أنا فلا أری أن ترث مبتوتة۔ (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۳)۔

(۴) نا معلی بن منصور نا هشيم عن الحجاج بن ارطاة عن ابن أبی مليكة عن ابن الزبير قال: طلق ابن عوف إمرأته الكلبية وهو مريض ثلاثًا فمات ابن عوف فورثها منه عثمان قال ابن الزبير: لو لَا أن عثمان ورثها لم أر لمطلقة ميراثًا۔ (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۹)۔

اور اِمام مسلمؒ اس سے متابع کے ساتھ روایت کرتے ہیں، اور یہ آئندہ بحث کے قبیل سے نہیں۔

اور موٴطا وغیرہ میں جو یہ واقعہ لفظ ''البتۃ'' اور اس کی مثل کے ساتھ منقول ہے وہ بھی ان تصریحات کی بنا پر تین طلاق پر محمول ہے،[1] اور اگر طرقِ صحیحہ کے ساتھ تین طلاق کی تصریح نہ آتی تو لفظ ''البتۃ'' کی روایت میں احتمال تھا کہ اس سے تین طلاق مراد ہوں، اور یہ بھی احتمال تھا کہ تین میں سے آخری طلاق مراد ہو۔ جیسا کہ اِمام ربیعہ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ طلاق عورت کے مطالبے پر دی گئی تھی، یہی رائے قائم کی ہے،[2] لیکن چونکہ طلاق دہندہ کے قصد میں ان دونوں احتمالوں کو جمع کرنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ دونوں آپس میں متنافی ہیں، اس لئے اس کو اقل پر محمول کرنا ضروری تھا، اور وہ ہے تین میں سے آخری طلاق ہونا، چنانچہ اِمام نافع نے بطورِ رائے کے، نہ کہ روایت کے، یہی کیا۔ اس تأویل کی ضرورت ان دونوں بزرگوں کو اس بنا پر پیش آئی کہ ان کو وہ تصریحات نہیں پہنچی تھیں جو ہم نے ذکر کی ہیں، اور اسی سے وہ خلل ظاہر ہوجاتا ہے جو زرقانی اور مولانا عبدالحی لکھنوی کے کلام میں ہے۔

اور اگر ہم فرض کرلیں کہ حضرت نافع کا قول بطورِ روایت ہے تو نافع نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، کیونکہ نافع کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتقال ۳۲ھ میں ہوا، تو ان کی یہ مقطوع روایت کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ اور یہ روایت کہ انہوں نے تین طلاق دی تھیں وہ ایسے رجال سے ثابت ہے جو پہاڑ کی مانند ہیں، جیسا کہ ابھی گزر چکا، اور کوئی عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرف وہ بات سند کے ساتھ منسوب نہیں کرتا جو جمہور صحابہؓ کے مسلک یعنی تین طلاق کے وقوع کے خلاف ہو، حتیٰ کہ جو حضرات یہ رائے رکھتے ہیں کہ تین طلاق بیک وقت دینے میں کوئی گناہ نہیں وہ ابنِ عوفؓ کے اسی فعل سے استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ ابنِ ہمامؒ کی فتح القدیر میں ہے۔[3] اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ٹھیک وہی مسلک ہے جو جمہور صحابہؓ کا ہے، کہ تین طلاق کا بیک وقت واقع کرنا صحیح ہے۔

رہے حضرت زبیرؓ! تو ان کا مسلک جمہور صحابہؓ کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ان کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ ان کو ساری دُنیا سے زیادہ جانتے ہیں اور ان سے جب یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ آیا باکرہ کو تین طلاق دینا صحیح ہے؟ تو سائل سے فرمایا: ہمارا اس میں کوئی قول نہیں، ابنِ عباسؓ اور ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ، ان سے دریافت کرو، پھر آکر ہمیں بھی بتاؤ۔ ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ ایک طلاق اس کو بائن کردے گی اور تین طلاق اسے حرام کردیں گی، یہاں تک کہ وہ کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ یہ واقعہ موٴطا اِمام مالک میں ''طلاق البکر'' کے زیرِ عنوان مذکور ہے۔[4] اب اگر ابنِ زبیرؓ کو اپنے والد کا یہ فتویٰ معلوم تھا کہ مدخول بہا کو دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں تو اس موقع پر وہ اس علم کا اظہار کرنے سے گریز نہ کرتے، کیونکہ جب مدخول بہا کا حکم یہ ہے تو غیر مدخول بہا کا بدرجہ اَولیٰ یہی حکم ہوگا، اور غیر مدخول بہا کی طلاق میں اہلِ علم کا اختلاف معروف ہے۔

---

(۱) موٴطا اِمام مالک ص:۵۱۰ تا ۵۱۳ کتاب الطلاق، ما جاء فی ألبتة، ما جاء فی الخلیة والبریة واشباہ ذٰلک طبع میر محمد کتب خانہ۔

(۲) موٴطا اِمام مالک، کتاب الطلاق، طلاق المریض ص:۵۲۱۔

(۳) فتح القدیر علی الهدایة، کتاب الطلاق، .....وطلاق البدعة ج:۳ ص:۲۵ طبع دار صادر بیروت۔

(۴) موٴطا اِمام مالک ص:۵۲۱، طلاق البکر طبع میر محمد کتب خانہ۔

اور محمد بن وضاح اندلسی کی طرف جو اس مسئلے میں شذوذ منسوب کیا جاتا ہے اگر یہ نسبت صحیح بھی ہو تو اس کی آخر کیا قیمت ہے؟ یہ وہی صاحب ہیں جن کے بارے میں حافظ ابوالولید بن الفرضی کہتے ہیں کہ: ''وہ فقہ وعربیت سے جاہل تھا، بہت سی صحیح احادیث کی نفی کرتا تھا۔'' پس ایسا شخص بمنزلہ عامی کے ہے، خواہ اس کی روایت بکثرت ہو، اور اس طلیطلی اور اس مجریطی جیسے مہمل لوگوں کی رائے میں مشغول ہونا اس شخص کا کام ہے جس کے پاس کوئی اور کام نہ ہو، اس لئے ہم ہر حکایت کردہ رائے کی تردید میں مشغول نہیں ہونا چاہتے، اور اِمام نخعیؒ کی جانب جو روایت منسوب کی جاتی ہے اس کا جھوٹ ہونا پہلے گزر چکا ہے، اور محمد بن مقاتل رازی اس شذوذ سے اہلِ علم میں سب سے بعید تر ہے۔

اور ابنِ حجرؒ نے ابن المنذرؒ کی جانب جو منسوب کیا ہے کہ انہوں نے یہ مسئلہ عطاء، طاؤس اور عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے، تو یہ کھلا ہوا سہو ہے، اس لئے کہ ان تینوں اکابر کا یہ فتویٰ غیر مدخول بہا کے بارے میں ہے، جیسا کہ منتقی للباجیؒ (ج:۴ ص:۸۳) اور محلّی ابنِ حزم (ج:۱۰ ص:۱۷۵) میں ہے، اور ہماری بحث غیر مدخول بہا کے بارے میں نہیں، اور سننِ سعید بن منصور میں بروایت ابنِ عیینہ عن عمرو بن دینار، عطا اور جابر بن زید سے مروی ہے کہ: ''جب غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہوگی'' لیکن مدخول بہا کو تین طلاق بیک وقت دینے میں ان کا قول ٹھیک ٹھیک جمہور کے مطابق ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ تین طلاق کے بیک وقت واقع ہونے کا فتویٰ ہم حضرت ابنِ عباسؓ سے بروایت عطا و عمرو بن دینار، اِمام محمد بن حسن الشیبانی کی کتاب الآثار[1] اور اسحٰق بن منصور کے ''مسائل'' میں روایت کرچکے ہیں، جیسا کہ ہم کرابیسی کے حوالے سے یہ بھی نقل کرچکے ہیں کہ طاؤس کے صاحب زادے نے اس کی تکذیب کی ہے کہ ان کے والد (طاؤس) تین طلاق کے ایک ہونے کے قائل تھے۔ پھر ابن المنذرؒ خود ہی اس مسئلہ کو ''اجماع'' پر مرتب کردہ اپنی کتاب میں، مسائلِ اجماع میں شمار کرتے ہیں۔[2] اب یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اس مسئلے میں اختلاف بھی نقل کریں؟ اور ہم قارئینِ کرام کو عقیلی اور مسلمہ بن القاسم اندلسی کا قول ابن المنذرؒ کے بارے میں یاد دِلانا پسند نہیں کرتے، کیونکہ مسئلہ بالکل واضح اور روشن ہے، اور دائرۂ بحث کو مزید پھیلانے سے مستغنی ہے۔

اور ابنِ حجرؒ نے اپنے بعض شاگردوں کی فرمائش پر فتح الباری میں تین طلاق کے مسئلے میں کسی حد تک وسیع بحث ضرور کی ہے، مگر انہیں بحث وتمحیص کا حق ادا کرنے میں نشاط نہیں ہوا، جس کا اس کے مثل سے انتظار کیا جاتا تھا، بلکہ ان کے کلام میں کئی گوشوں میں خلل نمایاں ہوتا ہے، اور وہ اس میں معذور ہیں، کیونکہ ایسی بحث جس میں ایک مدّت سے مشاغبہ پردازوں کا مشاغبہ جاری ہو، ایک خاص نشاط کے وقت میں اس موضوع پر مستقل تألیف کی فرصت کا متقاضی ہے، اور ان کے کلام میں جو خلل واقع ہوا ہے ہم اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں، لیکن آخرِ بحث میں ان کا یہ فقرہ کافی ہے:

''پس اس اجماع کے بعد جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ اجماع کو پسِ پشت ڈالتا ہے، اور جمہور

---

(۱) کتاب الآثار، باب من طلق ثلاثًا وهو يريد ثلاثًا ص:۱۲۹ طبع الرحيم اكيڈمی، كراچی۔

(۲) الإجماع لِابن المنذر، كتاب الطلاق، رقم الإنفراد:۵۵ رقم الإجماع:۴۱۰ ص:۹۲ طبع دائرة المعارف الإسلامية، مكران بلوچستان۔

اس پر ہیں کہ اتفاق کے بعد جو اختلاف کھڑا کیا جائے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔‘‘[1]

پس انہوں نے ٹھیک ٹھیک تحریمِ متعہ کی طرح اس مسئلے کو بھی اجماعی شمار کیا ہے، اس لئے ان کے نتیجۂ بحث نے ان کے گزشتہ خلل کی اصلاح کردی ہے۔

اور عجیب بات ہے کہ مؤلفِ رسالہ صفحہ:۹۱ پر لکھتے ہیں:

’’ان کو (ابنِ حجرؒ کو) حکم کیا گیا کہ ابنِ تیمیہؒ اور ان کے انصار کے رَدّ میں لکھیں، اور یہ اشارہ ایک زبردست سیاسی سازش کی بنا پر تھا، اس لئے انہیں حکم کی اطاعت کرتے ہی بنی، چنانچہ وہ خاتمۂ بحث میں لکھتے ہیں: اور میں نے اس موضوع میں بعض حضرات کی فرمائش پر درازنفسی سے کام لیا ہے، واللہ المستعان۔‘‘

گویا مؤلفِ رسالہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حافظؒ اس مسئلے میں دُوسری جانب مائل تھے، مگر وہ اپنے مسلک کے اظہار سے خائف تھے، اور مؤلف کی رائے میں حافظؒ کی قیمت یہ تھی کہ وہ اپنے فتوؤں اور فیصلوں میں حکام کے اَحکام کی تعمیل کیا کرتے تھے، اور ان کی ہم نوائی کیا کرتے تھے... نعوذ باللہ... اور یہ بیک وقت حافظؒ کے حق میں بھی اور اس دور کے حکام کے حق میں سوءِ ادب بھی ہے اور تاریخ سے ناواقفیت بھی۔ حالانکہ ابنِ حجرؒ سے ایک مدّت پہلے ابنِ تیمیہؒ کے افکار کی قبر علمائے اہلِ حق کے ہاتھوں کھودی جاچکی تھی، اور ابنِ حجرؒ وہی ہیں جنھوں نے کتاب ’’الرّدّ الوافر‘‘ کی تقریظ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنی مرضی کے مطابق لکھی، اور حکام قضاء وافتاء کے معاملات میں مداخلت نہیں کیا کرتے تھے، پس جس زمانے میں ابنِ حجرؒ تألیف میں مشغول تھے اس دور کے حکام کی رَوِش کا اگر مؤلف نے مطالعہ کیا ہوتا تو اسے اپنی کہانت کی غلطی کا اندازہ اور اپنی اُلٹی رائے کا درجہ معلوم ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت میں رکھیں۔ اور ابنِ حجرؒ کو ایک بار نہیں بلکہ بہت مرتبہ اس کا اتفاق ہوا کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کی فرمائش پر تألیف کی، یا کسی مسئلے کی تشریح میں وسیع بحث کی، اور ایسے مواقع پر وہ لکھا کرتے ہیں: ’’میں نے بعض احباب کی التماس پر تألیف کی، یا شرح لکھی‘‘ جیسا کہ ان لوگوں پر یہ بات مخفی نہیں جنھوں نے ابنِ حجرؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اگر یہ حکم کسی حاکم کی طرف سے ہوتا تو اس دور کی عام رَوِش کے مطابق یہ لکھا جاتا: ’’میں نے اس مسئلے میں توسع کیا بوجہ اس شخصیت کے حکم کے، جس کی طاعت غنیمت ہے، اور جس کا اشارہ حکمِ قطعی ہے‘‘ وغیرہ۔

اور ابنِ اسحاق اور ابنِ ارطاۃ کی رائے معتد بہ آراء میں سے نہیں، کیونکہ ابنِ اسحاق ائمہ فقہ میں سے نہیں، وہ ایک اخباری آدمی ہے جس کا قول مغازی میں شرائط کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے، اور اس کے بارے میں اہلِ نقد کے اقوال پہلے گزر چکے ہیں، علاوہ ازیں جو لفظ اس کی جانب منسوب کیا گیا وہ اس رائے میں صریح نہیں جو اس کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

رہا ابنِ ارطاۃ! تو اس کے بارے میں عبداللہ بن ادریس کا کہنا یہ ہے کہ: ’’میں اسے دیکھا کرتا تھا کہ وہ بیٹھا جوئیں مار رہا ہے، پھر وہ المہدی کے پاس گیا، واپس آیا تو لدے ہوئے چالیس اُونٹ ساتھ تھے۔‘‘ جیسا کہ کامل ابنِ عدی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بصرہ کے قاضیوں میں یہ پہلا شخص تھا جس نے رشوت لی، المہدی کے دور میں منصبِ قضا پر فائز ہونے کے بعد وہ بہت امیر ہوگیا تھا، جبکہ اس سے قبل اسے فاقہ کاٹ کھاتا تھا، اور اس کے پاس عجیب کبر اور سرگردانی تھی، وہ داؤد طائی کے طرز پر سرگرداں تھا، ضعفاء سے

---

(۱) فتح الباری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث ج:۹ ص:۳۶۵ رقم الحدیث: ۵۲۵۹۔

تدلیس کیا کرتا تھا، اہلِ جرح کا کلام اس کے بارے میں بہت ہے، ایسے شخص کی روایت اس وقت ہی قبول کی جاسکتی ہے جبکہ ثقہ ثبت راویوں کے خلاف نہ ہو، اور قبول بھی مقارن اور متابع کے ساتھ کی جاتی ہے۔

یہ تو اس کی روایت کا حال تھا، اب رہی اس کی رائے، تو رائے کے لائق شمار ہونے کے لئے جو شروط مقرّر ہیں ان کے مطابق اس کی رائے کسی شمار کے لائق نہیں، علاوہ ازیں جو قول اس سے منسوب کیا جاتا ہے وہ مجمل ہے، اور جس رائے کو اس سے منسوب کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اس میں صریح نہیں، بہت ممکن ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ تین طلاق ایسی چیز نہیں جو سنت کے مطابق ہو، بہرحال ابنِ اسحاق سے یا ابنِ ارطاۃ سے اس مسئلے میں کوئی صریح لفظ منقول نہیں۔

علاوہ ازیں ابنِ حزم "المحلّٰی" میں حجاج بن ارطاۃ کے طریق سے بہت سی روایات ذکر کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: "یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے" بلکہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "حجاج بن ارطاۃ ہالک ساقط ہے، اس کی روایت لے کر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جو پرلے درجے کا جاہل ہو، یا کھلے بندوں باطل کا پرستار، جو اس کے ذریعہ جھگڑا کرکے حق کو مٹانا چاہتا ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے نہایت بعید ہے، جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے عیب، جہل اور قلّتِ ورع کے اظہار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا، **ونعوذ بالله من الضّلال!**"(۱)

اب دیکھئے! ایک طرف تو ہمارے مؤلف صاحب ابنِ حزم پر لٹو ہیں، اور دُوسری طرف وہ اسی ابنِ ارطاۃ کو ان فقہائے مجتہدین کی صف میں شامل کرتے ہیں، جن کے قول پر اعتماد کیا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے ان حضرات کے علاوہ بھی بعض اور لوگوں کا نام ذکر کیا ہے، جن کی طرف اسی قسم کا قول منسوب کیا گیا ہے، مگر یہ نسبت بغیر سند کے جھوٹ ہے، اور بعض نے ان کے نقل کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے، لیکن جو بات بلاسند نقل کی گئی ہو، ہم اس کی تردید سے بے نیاز ہیں۔

اور اِجماع کا مطلب یہ نہیں کہ اُمت میں کوئی بھی ایسا شخص نہ پایا جائے جس نے غلطی نہ کی ہو، اور ایسی بات نہ کہی ہو جو جمہور کے خلاف ہو، بلکہ اِجماع سے ان مجتہدین کا اِجماع مراد ہے جن کی اِمامت فی الفقہ اور اِمامت فی الدین مُسلّم ہے۔ رہے منکرینِ قیاس! تو وہ اہلِ استنباط ہی میں سے نہیں کہ ان کی مخالفت کو لائقِ شمار ٹھہرایا جائے۔ اس لئے مسائلِ اِجماعیہ میں محققین کے نزدیک ظاہریہ کی کوئی حیثیت نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ باقی رہے روافض اور اِمامیہ میں سے وہ لوگ جو روافض کے فریب خوردہ ہیں، ان کی مخالفت کا بھی کوئی اعتبار نہیں، اجماع پر بحث کرتے ہوئے ہم اس کی کچھ مزید تفصیل آئندہ ذکر کریں گے۔ اور جو شیعہ، کہ حضرت جعفر بن محمد الصادقؒ کی پیروی کے مدعی ہیں، تین طلاق بلفظِ واحد کے سلسلے میں ان کے خلاف خود اس اِمامِ جلیل کا قول حجت ہے، جس کو ہم سننِ بیہقی کے حوالے سے پہلے نقل کرچکے ہیں، اور جو شخص جمہور اہلِ بیت کی طرف اس کے خلاف منسوب کرتا ہے وہ دروغ باف گنہگار ہے، اور جو کتابیں عترتِ طاہرہ کے مذہب میں مدوّن کی گئی ہیں، اگر انہی سے نقل کرنا ضروری ہو تو لیجئے: "**الروض النضیر فی شرح المجموع الفقھی الکبیر**" موجود ہے، اور وہ "**النجم الحلی**" جیسے لوگوں کی کتابوں سے زیادہ لائقِ اعتماد ہے، بوجہ اس

(۱) المحلّٰی لابن حزم، کتاب الطلاق ج:۱۰ ص:۲۲۹ قال: أبو محمد الحجاج بن أرطاۃ مسئلة رقم:۱۹۷۶۔

عظیم فرق کے جوان کی اوران کی کتابوں کے درمیان ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے، اور جس شخص کا سینہ اس کلام کو قبول کرنے کے لئے فراخ ہو، جو "منهج المقال"، "روضات الجنات" اور "الاِستقصا" میں جمہور کے رجال پر کیا گیا ہے، تو جو چاہے ان سے نقل کرتا رہے، اہلِ سنت کو اس کی نقل کی کیا پروا ہے! اور منقول میں کلام تو فرع ہے رجال میں کلام کی، والله سبحانه هو الهادی!

الروض النضیر ج:۴ ص:۱۳۷ میں ہے کہ:

"تین طلاق بلفظِ واحد کا واقع ہونا جمہور اہلِ بیت کا مذہب ہے، جیسا کہ محمد بن منصور نے "الامالی" میں اپنی سندوں کے ساتھ اہلِ بیت سے نقل کیا ہے، اور "الجامع الکافی" میں حسن بن یحییٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، علی علیہ السلام سے، علی بن حسین سے، زید بن علی سے، محمد بن علی باقر سے، محمد بن عمر بن علی سے، جعفر بن محمد سے، عبداللہ بن حسن سے، محمد بن عبداللہ سے اور اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چیدہ حضرات سے اس مسئلے کو روایت کرچکے ہیں۔ حسن نے مزید کہا کہ: آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جو شخص ایک لفظ میں تین طلاق دے اس پر اس کی بیوی حرام ہوجائے گی، خواہ شوہر اس سے صحبت کرچکا ہو یا نہیں، اور بحر میں یہی مذہب ابنِ عباس، ابنِ عمر، عائشہ، ابوہریرہ، علی کرّم اللہ وجہہ، ناصر، مؤید، یحییٰ، مالک اور بعض اِمامیہ سے نقل کیا ہے۔"[1]

لہٰذا اس بیانِ صریح کے بعد اہلِ بیت کی طرف یہ منسوب کرنا غلط ہے کہ وہ تین طلاق کے واقع نہ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

اور اگر مؤلفِ رسالہ یہ چاہتے ہیں کہ اسماعیلی مذہب کو اس کی قبر سے اُکھاڑ کر مصر میں دوبارہ کھڑا کردیں تو ہمیں اس کے ساتھ مناقشہ کی ضرورت نہیں۔ اور ابنِ تیمیہؒ اور ان کی جرأت مند شاگرد ابنِ قیمؒ کے بارے میں مؤلف کا یہ کہنا کہ انہوں نے اس مسئلے کا اعلان کرکے جہاد فی سبیل اللہ کیا، یہ ایسی بات ہے کہ ہم اسے چھیڑنا نہیں چاہتے تھے، اگر مؤلفِ رسالہ نے ان کی شان کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کیا ہوتا، لہٰذا نامناسب نہ ہوگا اگر ان دونوں صاحبوں کی بعض لائقِ گرفت باتوں کی طرف اشارہ کردیا جائے (یہاں مصنف نے حافظ ابنِ تیمیہؒ، ابنِ قیمؒ، شوکانی، محمد بن اسماعیل الوزیر اور نواب صدیق حسن خان پر شدید تنقید کی ہے، جسے ترجمے میں حذف کردیا گیا)۔

۸:...وہ اِجماع جس کے علمائے اُصول قائل ہیں

مؤلفِ رسالہ صفحہ:۱۰۰ پر لکھتے ہیں:

"جس اجماع کا دعویٰ اہلِ اُصول کرتے ہیں اس کی حقیقت ایک خیال کے سوا کچھ نہیں۔"

اور صفحہ:۸۸ پر لکھتے ہیں:

"خود اجماع کی کسی مقبول تعریف پر علماء کی رائے متفق نہیں ہوسکی، اور یہ کہ اس سے استدلال کیسے کیا

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: إعلاء السنن، الرسالة فی الطلقات الثلاثة ج:۱۱ ص:۶۱۴، معاف السُنن، بیان ان الطلقات الثلاث محل إجماع واتفاق ج:۵ ص:۴۷۶ طبع المکتبة البنوریة۔

جائے اور کب کیا جائے؟“

یہ بات کسی ایسے شخص سے صادر نہیں ہوسکتی جو اپنی کہی ہوئی بات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مؤلف کی یہ بات اگر کسی چیز پر دلالت کرتی ہے تو صرف اس بات پر کہ اس نے اُصولِ فقہ نہیں پڑھا، حتیٰ کہ ”مرآۃ الاصول“ اور ”تحریر الاصول“ جیسی کتابیں بھی کسی ماہر سے نہیں پڑھیں، کتاب بزدوی اور اس کے شروح کی تو کیا بات ہے؟ اور نہ اس نے بدرزرکشی کی ”بحر“ اور الاتقانی کی ”الشامل“ ہی کا مطالعہ کیا ہے، کجا کہ اسے دبوسی کی ”تقویم“، سمرقندی کی ”میزان“ اور ابوبکر رازی کی ”فصول“ کے مطالعے کا اتفاق ہوا ہو۔ اور وہ نہ الباجی کی ”فصول“ پر مطلع ہے، نہ ابوبکر ابن العربی کی ”محصول“ پر، بلکہ اس نے قرافی کی ”تنقیح“ دیکھی ہے، نہ اِمام شافعی کا ”الرسالہ“، نہ ابنِ جوینی کی ”برہان“، نہ ابنِ سمعانی کی ”قواطع“، نہ غزالی کی ”مستصفی“ نہ ابوالخطاب کی ”تمہید“، نہ موفق کی ”روضہ“، نہ طوفی کی ”مختصر روضہ“، نہ قاضی عبدالجبار کی ”عمد“، اور نہ ابوالحسین بصری کی ”المعتمد“، بلکہ اس نے اس خطیر علم کے حصول میں صرف شوکانی اور قنوجی کے رسالوں کی ورق گردانی پر اکتفا کیا ہے، جبکہ یہ دونوں صاحب دورِ اَخیر میں مسائل میں خبط در خبط کے اُستاذ تھے۔ اور لطف یہ کہ ایسا شخص اِجماع کے بارے میں اپنی قائم کردہ رائے کے لئے اَحکام ابنِ حزم پر اپنی تعلیقات کا حوالہ دیتا ہے، اگر اس بہادر مؤلف نے اس علم کی کوئی کتاب پڑھی ہوتی تو اسے معلوم ہوجاتا کہ جو شخص اپنے لنگڑے پاؤں تلے ان کتابوں کو روندتا ہے اسے یہ حق حاصل نہیں کہ اندھی اُونٹنی کی طرح اُلٹے سیدھے پاؤں رکھے۔

کیا اس مدعی کو معلوم نہیں کہ اجماع کی حجیت پر تمام فقہائے اُمت متفق ہیں اور انہوں نے اس کو کتاب وسنت کے بعد تیسری دلیلِ شرعی شمار کیا ہے؟ حتیٰ کہ ظاہریہ، فقہ سے بُعد کے باوجود، اجماعِ صحابہؓ کی حجیت کے معترف ہیں،[1] اور اسی بنا پر ابنِ حزم کو اکٹھی تین طلاق کے وقوع سے انکار کی مجال نہ ہوسکی، بلکہ انہوں نے اس مسئلے میں جمہور کی پیروی کی، بلکہ بہت سے علماء نے یہ تک کہا ہے کہ اجماعِ اُمت کا مخالف کافر ہے، یہاں تک کہ مفتی کے لئے یہ شرط ٹھہرائی گئی ہے کہ وہ کسی ایسے قول پر فتویٰ نہ دے جو علمائے متقدمین کے اقوال کے خلاف ہو، اسی بنا پر اہلِ علم کو مصنف ابنِ ابی شیبہؒ اور اجماع ابن المنذرؒ ایسی کتابوں سے خاص اعتنا رہا، جن سے صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے درمیان مسائل میں اتفاق واختلاف کے مواقع واضح ہوسکیں، رضی اللہ عنہم۔

اور دلیل سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ اُمت خطا سے محفوظ ہے، اور لوگوں پر شاہدِ عدل ہے، شاعر کہتا ہے کہ:

ترجمہ:... ”یہ حضرات اہلِ اعتدال ہیں، مخلوق ان کے قول کو پسند کرتی ہے، جب کوئی رات پیچیدہ مسئلہ لے کر آئے۔“

اور یہ کہ یہ اُمت، خیرِ اُمت ہے، جو لوگوں کے لئے کھڑی کی گئی، اس اُمت کے لوگ معروف کا حکم کرتے ہیں اور ”منکر“ سے روکتے ہیں۔ اور یہ کہ جو شخص ان کا پیرو ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرنے والوں کے راستے کا پیرو ہے، اور جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ سبیل المؤمنین سے ہٹ کر چلتا اور علمائے دِین سے مقابلہ کرتا ہے۔

---

(۱) إرشاد الفحول للشوكاني ص:۷۷، طبع بيروت.

نہ جانے ذہن وفکر میں یہ خود رائی کہاں سے آئی؟ اور اس زمانے کے نام نہاد فقہاء کے ذہنوں میں یہ مہلک زہر کیسے پھیل گیا؟

اپنے دور کے شیخ الفقہاء شیخ محمد بخیت مطیعیؒ، جن کی وفات ۸۳ برس کی عمر میں ۲۱ر رجب ۱۳۵۴ھ کو بعد از عصر ہوئی۔ ان کی وفات سے تھوڑی مدّت پہلے ان کے مکان پر مجھے ایک عالم سے ملاقات کا اتفاق ہوا، اُستاذِ کبیر شیخ محمد بخیتؒ ابھی نیچے تشریف نہیں لائے تھے، ان صاحب سے گفتگو تین طلاق بلفظِ واحد کی طرف چل نکلی، میں نے وہ صحیح احادیث پڑھنا شروع کیں جو اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں، اور یہ بھی بتایا کہ اس کے خلاف کسی صحابی کا قول ثابت نہیں۔ ان عالم صاحب نے طاوٴس کی حدیث ذکر کی، میں اس کی عللِ معروفہ ذکر کرنے لگا، وہ صاحب بولے: آپ تو اس مسئلے میں ''اجماع'' سے استدلال کر رہے ہیں، حالانکہ اجماع کی حجیت، اس کے امکان، اس کے وقوع، اس کے علم کے امکان اور اس کی نقل کے امکان میں بحث ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: میں جانتا ہوں کہ یہ بات حرف بحرف کس نے کہی ہے؟ لیکن میں اجماع کے بارے میں اپنے مخاطب کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے ساتھ گفتگو کرسکوں۔ ان صاحب کا رنگ بدل گیا، بولے: ہمارا اِمام کتاب اللہ ہے اور وہ ہمیں اس کے ماسوا سب چیزوں سے مستغنی کردیتی ہے، یہ کہہ کر وہ ارشادِ خداوندی: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' پڑھنے لگے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! آپ اس آیت سے اپنے دعوے پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اِمام بخاریؒ نے اسی آیت سے تین طلاق کے جمع کرنے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ ''مَرَّتَان'' کا لفظ دو کے ہم معنی اعتبار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد: ''نُؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ'' میں یہ لفظ اثنین (دو) کے ہم معنی ہے، اسی طرح ابنِ حزم نے اور بخاری کے بہت سے شارحین نے، مثلاً کرمانی وغیرہ، جن کو عربیت میں یدِطولیٰ حاصل ہے، بھی یہی سمجھا ہے، اور جب دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے تو تین کا جمع کرنا بھی صحیح ہوگا، کیونکہ دونوں کے درمیان کوئی وجہ فرق موجود نہیں، لیکن آنجناب ان حضرات کے مدعا کے بالکل اُلٹ دعویٰ پر اس آیت کو دلیل ٹھہرا رہے ہیں، کیا خیال ہے! یہ حضرات ذوقِ عربی میں آنجناب سے بھی فروتر تھے؟

میری یہ تقریر سن کر وہ صاحب بگڑ گئے، اور فرمانے لگے: آیت یہ بتاتی ہے کہ طلاق معتبر عندالشرع وہی ہے جس کو یکے بعد دیگرے واقع کیا گیا ہو۔ میں نے عرض کیا: غالباً آپ، شوکانی کی طرح الطّلاق کے لام کو استغراق پر محمول فرما رہے ہیں اور ''معتبر عندالشرع'' کی قید مقدّر مان رہے ہیں، تاکہ آپ ''طلاقِ معتبر'' کا حصر اس میں کرسکیں، لیکن ذرا یہ تو فرمائیے کہ جس طلاق کے بعد طلاق نہ دی گئی ہو اس کے بارے میں جناب کی رائے کیا ہے؟ کیا وہ ''طلاقِ معتبر عندالشرع'' نہیں ہوگی جس سے اختتامِ عدّت کے بعد عقدِ نکاح ختم ہوجاتا ہے؟ اور اگر یہ طلاق بھی عندالشرع معتبر ہے تو طلاقِ معتبر کا ''مرّتین'' میں حصر کیسے ہوا؟

اس پر وہ بہت مضطرب ہوئے، میں نے کہا: جب ہم یہ فرض کرلیں کہ ''مَرَّتَان'' کا لفظ دُوسرے معنی (یعنی دو مرتبہ) پر محمول ہے تو آیت کا مفہوم بس یہ ہوگا کہ طلاق کا واقع کرنا یکے بعد دیگرے ہونا چاہئے، مگر یہاں کوئی ایسی بات نہیں جو طلاق کے لئے طہر کی قید لگائے، گویا جس شخص نے یکے بعد دیگرے تین بار لفظ طلاق کا اعادہ کیا تو صرف تکرار سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، خواہ طلاق طہر میں دی گئی ہو یا حیض میں، اور یہ نہ تو آپ کو مقصود ہے، اور نہ آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے، اور اگر آپ اس مسئلے میں آثارِ صحابہؓ سے استدلال کریں گے تو بحث جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں لوٹ آئے گی، اور کتاب اللہ کے ماسوا سے آپ کو استغناء نہ ہوسکے گا۔

ہماری اس گفتگو کے دوران حضرت الاستاذ الکبیر (شیخ محمد بخیت مطیعیؒ) تشریف لے آئے تو ہم نے گفتگو یہیں روک دی، کیونکہ اندیشہ تھا کہ وہ بحث میں حصہ لیں گے اور انہیں بے جا تعب ہوگا، اس لئے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ ان کی موجودگی میں ایسی بحث ہو اور وہ اس میں مشارکت نہ فرمائیں۔

جو لوگ آج کل اپنے آپ کو فقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، وہ مسائل میں کھلے کھلے خبط کے باوجود جماعت کی مخالفت کی جراٴت کیسے کرتے ہیں؟ میں نے اس مسئلے پر طویل مدّت تک غور و فکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا بنیادی سبب (علة العلل) یہ ہے کہ یہ مدعیانِ فقہ اپنی شخصیت آپ سے آپ بنانے کا قصد رکھتے تھے، وہ... ازہر میں نظامِ تعلیم قائم ہونے سے پہلے... جس سبق میں چاہتے جا بیٹھتے، اور جس کتاب کو چاہتے چھوڑ دیتے تھے، اور ازہر کے نظام کے بعد علوم کا جو نصاب مقرّر ہوا ہے اس کی باضابطہ تحصیل میں ان سے رخنہ رہ جاتا تھا، جس کی وجہ سے ان کی عقل و فکر میں بھی خلل رہ جاتا تھا، پس جب یہ حضرات اپنی خام علمی اور ناپختہ ذہنی کے باوجود ایسی غلط سلط کتابیں پڑھتے ہیں جنھیں ناشرین ایک خاص مشن کے لئے علم کے نام پر شائع کرتے ہیں اور جن کا زیغ اوّلِ وہلہ میں ظاہر نہیں ہوتا، تو ان کتابوں کے مطالعے سے اگر ان کا ذہن و فکر انتشار و اضطراب اور اختلال کا شکار ہوجائے تو کچھ بھی تعجب نہیں، اس لئے یہ حضرات ان نئی نئی تحریکوں کا سب سے پہلا شکار ثابت ہوتے ہیں جو مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے جاری کی جاتی ہیں، کیونکہ ان میں نہ تو اس قدر دیانت و تقویٰ موجود ہوتا ہے جو انہیں ایسی چیز میں داخل ہونے سے باز رکھے جس کا ان کو علم نہیں، اور نہ وہ اتنے علمی سامان سے مسلح ہوتے ہیں جو انہیں جہل کی ہمرکابی سے بچاسکے، بلکہ یہ حضرات محض عربی دانی کے بل بوتے پر اپنے آپ کو علماء سمجھ لیتے ہیں، بغیر اس کے کہ ان کی علمی شخصیت، تعلیمِ فقہ کے کسی دقیق نظام کی نگرانی میں مکمل ہوئی ہو، حالانکہ جو شخص اپنے آپ کو عالم شمار کرتا ہے اس پر واجب ہے کہ ہر آواز دینے والے کے پیچھے چل نکلنے کے لئے عامیانہ مظاہرے کی سطح سے اپنے آپ کو بلند رکھے، جیسا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے، پس جو شخص علم کا مدعی ہو، اس کے لئے یہ ردّی حالت بڑی عار کی بات ہے!

پس جو شخص اُصولیّین کے اجماع کے بارے میں یہ کہنے کی جراٴت کرتا ہے، وہ ہر چیز سے پہلے تفقہ کا محتاج ہے کہ ان مباحث میں مشغول ہونے سے پہلے اُصول و فروع کی کچھ کتابیں علمائے محققین سے پڑھے، تاکہ فصولِ ابوبکر رازیؒ وغیرہ میں اس علم کے جو دقائق ذکر کئے گئے ہیں انہیں سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرسکے، اور جو بات کہنا چاہئے سمجھ کر کہہ سکے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ مؤلفِ رسالہ اجماع کے مسئلے میں ابنِ رُشد فلسفی کے کلام کی تعریف و توصیف کرتا ہے، لیکن ابنِ رُشد کے اس قول کی موافقت نہیں کرتا:

> ''بخلاف اس اجماع کے جو عملیات میں رُونما ہوا، کیونکہ سب لوگ ان مسائل کا افشاء تمام لوگوں کے سامنے یکساں ضروری سمجھتے تھے، اور عملیات میں حصولِ اجماع کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ مسئلہ عام طور پر پھیل گیا ہو مگر اس مسئلے میں کسی کا اختلاف ہم تک نقل ہوکر نہ پہنچے، کیونکہ عملیات میں حصولِ اجماع کے لئے یہ بات کافی ہے، البتہ علمی مسائل کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔''[1]

(۱) الاشفاق علی أحكام الطلاق، قول ابن رشد في الأحكام ص: ۷۹ طبع ايچ ايم سعيد۔

بلکہ مؤلفِ رسالہ ابنِ رُشد کے اس متین کلام کی تردید کئے بغیر اسے پسِ پشت پھینک دیتا ہے اور ابنِ رُشد الحفید اگرچہ علم بالآثار میں اس مرتبے کا نہیں کہ مسائل فقہ اور ان کے اَدِلّہ کا معاملہ اس کی عدالت میں پیش کیا جاسکے، جیسا کہ مؤلفِ رسالہ نے صفحہ:۸۴ پر کیا ہے، یہاں تک کہ وہ ''بدایۃ المجتھد'' میں خود اپنے اِمام کا مذہب نقل کرنے میں بھی بسااوقات غلطی کر جاتا ہے، چہ جائیکہ دُوسرے مذاہب؟ لیکن اِجماع کے مسئلے میں اس کا کلام نہایت قوی ہے، جو اہلِ شان کی تحقیق کے موافق ہے۔

رہا محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی کا قول! تو وہ فقہاء کے فہم سے بعید ہے، یہ صاحب اپنی کتابوں میں مقبلی، محمد بن اسماعیل الامیر اور شوکانی وغیرہ اپنے چیلوں کی بہ نسبت نرم لہجہ ہیں، لیکن اس نرمی کے باوصف ان کی کتابیں زہرِ قاتل کی حامل ہیں، یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہِ عترت کو یمن میں مشوّش کیا، ان کا کلام بھی اجماع کو حجیت سے ساقط کرنے کی طرف مشیر ہے، اگرچہ انہوں نے ایسی تصریح نہیں کی جیسی کہ شوکانی نے تین طلاق والے رسالے میں کی ہے، چنانچہ اس نے کہا ہے:

''حق یہ ہے کہ اجماع حجت نہیں، بلکہ اس کا وقوع ہی نہیں، بلکہ اس کا امکان ہی نہیں، بلکہ اس کے علم ہی کا امکان نہیں، اس کی نقل کا بھی امکان نہیں۔''

پس جو شخص... کتاب وسنت کے علی الرغم... اس بات کا بھی قائل نہ ہو کہ شریعت میں مرد کو محدود تعداد میں عورتوں کے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب ''وبل الغمام'' میں ''نیل الاوطار'' کے خلاف لکھا ہے... اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے ''تذکرۃ الراشد'' ص:۴۹۷ میں اس کی قرار واقعی تغلیط کی ہے... وہ مسلمانوں کے اجماع کے بارے میں جو جی میں آئے کہتا رہے، اور جو شخص اَئمہ متبوعین اور ان کے علوم کو پسِ پشت ڈال کر ایسے شخص کی پیروی کرے، اس کی حالت اس سے بھی بدتر اور گمراہ تر ہے۔

ان لوگوں کی یہ افسوس ناک حالت مجھے اس بات سے مانع نہیں ہوسکتی کہ اجماع سے متعلق چند فوائد کی طرف اشارہ کردوں، ممکن ہے کہ یہ بات قارئینِ کرام کے لئے اس اَمر کی جانب داعی ہو کہ وہ اس کے صافی چشموں سے مزید سیرابی حاصل کریں۔

اہلِ علم جب ''اجماع'' کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے انہی اہلِ علم حضرات کا ''اجماع'' مراد ہوتا ہے جن کا مرتبۂ اِجتہاد پر فائز ہونا اہلِ علم کے نزدیک مُسلّم ہو، اسی کے ساتھ ان کے اندر ایسی پرہیزگاری بھی ہو جو انہیں محارم اللہ سے باز رکھ سکے، تاکہ ایسے شخص کو ''شہداء علی الناس'' کے زُمرے میں شمار کیا جاسکے۔ پس جس شخص کا رُتبہ اِجتہاد کو پہنچا ہوا ہونا اہلِ علم کے نزدیک مُسلّم نہ ہو، وہ اس سے خارج ہے کہ اجماع میں اس کے کلام کا اعتبار کیا جائے، خواہ وہ نیک اور پرہیزگار لوگوں میں سے ہو۔ اسی طرح جس شخص کا فسق یا عقائدِ اہلِ سنت سے اس کا خروج ثابت ہو، اس کے کلام کے ''اجماع'' میں لائقِ اعتبار ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ ''شہداء علی الناس'' کے مرتبے سے ساقط ہے۔ علاوہ ازیں مبتدعین... خوارج وغیرہ... ثقات اہلِ سنت کے تمام طبقات کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، پس اس کا تصوّر کیسے کیا جاسکتا ہے کہ انہیں اس قدر علم بالآثار حاصل ہو جو انہیں درجۂ اِجتہاد کا اہل بنادے؟[1]

پھر وہ مجتہد جو باعتراف علماء شروطِ اجتہاد کا جامع ہو اس پر کم از کم جو چیز واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی دلیل پیش کرے، اور جس چیز کو وہ حق سمجھتا ہے تعلیم وتدوین کے ذرائع سے جمہور کے سامنے کھل کر بات کرے، جبکہ وہ اپنی رائے میں اہلِ علم کو کسی مسئلے میں

(۱) کشف الأسرار للبزدوی ج:۳ ص:۹۶۰، تیسیر التحریر ج:۳ ص:۲۲۴۔

غلطی پر دیکھے، یہ نہیں کہ وہ اظہارِ حق سے زبان بند کرکے اپنے گھر میں چھپ کر بیٹھا رہے، یا مسلمانوں کی آبادی سے دُور کہیں پہاڑ کی چوٹی میں گوشہ نشینی اختیار کرلے۔ اس لئے کہ جو شخص اظہارِ حق سے خاموش ہو وہ گونگا شیطان ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کو توڑنے والا ہے، اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے، پس وہ محض اسی بات کی بنا پر ان فاسقوں کی صف میں شامل ہوجاتا ہے جو قبولِ شہادت کے مرتبے سے ساقط ہیں، چہ جائیکہ وہ مرتبۂ اِجتہاد تک پہنچ جائے۔

اور اگر تمام طبقات میں علمائے اسلام کے علمی نشاط پر نظر کی جائے، کہ انہوں نے کس طرح ان تمام لوگوں کے حالات کو مدوّن کیا جن کا کوئی علمی مرتبہ تھا؟ اور علوم کی کتابت و تألیف میں ان کے درمیان کس طرح مسابقت جاری تھی؟ اور مسلمانوں کی دِینی اور دُنیاوی ضرورتوں کے لئے جس قدر علم کا پھیلانا لازم تھا وہ انہوں نے کس تندہی سے پھیلایا؟ اور تبلیغ شاہد للغائب کے حکم کا انہوں نے کس طرح امتثال کیا؟ اور حق کے اظہار و بیان کا جو عہد انہوں نے کیا تھا اسے کیسے پورا کیا؟ ان تمام اُمور پر نظر کرتے ہوئے یہ بات اس اُمت کے حق میں عادۃً محال ہے کہ ہر زمانے میں علماء کی ایسی جماعت موجود نہ رہی ہو جو یہ نہ جانتے ہوں کہ اس زمانے کے مجتہد کون ہیں جو اس مرتبۂ عالیہ پر فائز ہیں، اور جو اپنے فرضِ منصبی کو ادا کر رہے ہیں؟

پس جب کسی قرن میں ایک ایسی رائے، جس کے جمہور فقہاء قائل ہوں، چاروں طرف شائع ہو، اور اس رائے کی مخالفت میں کسی فقیہ کی رائے اہلِ علم کے سامنے نہ آئے تو ایک عاقل کو اس بات میں شک نہیں ہوسکتا کہ یہ رائے اجماعی ہے۔ یہی اجماع ہے جس پر ائمہ اہلِ اُصول اعتماد کرتے ہیں، اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کے گرد یہ غوغا آرائی اثرانداز نہیں ہوسکتی کہ: ''اجماع کی حجیت میں بھی کلام ہے، اور اس کے امکان میں بھی امکان، اور اس کے امکان کے وقوع میں بھی، اور اس کے علم کے امکان میں بھی، اور اس کی نقل کے امکان میں بھی'' جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اجماع کے یہ معنی نہیں کہ ہر مسئلے میں کئی کئی جلدیں مرتب کی جائیں، جو ان لاکھ صحابہ کے ناموں پر مشتمل ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت موجود تھے، اور پھر ہر صحابی سے اس میں روایتیں درج کی جائیں، نہیں! بلکہ کسی مسئلے پر اجماع منعقد ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ مجتہدین صحابہ سے... جن کی تحقیقی تعداد صرف بیس کے قریب ہے... اس مسئلے میں صحیح روایت موجود ہو، ان فقہائے صحابہؓ میں سے کسی سے اس مسئلے میں اس کے خلاف حکم منقول نہ ہو، بلکہ بعض مقامات میں ایک دو کی مخالفت بھی مضر نہیں، جیسا کہ اس فن کے ائمہ نے اپنے موقع پر اس کی تفصیل ذکر کی ہے۔ اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں۔

اس بحث کو جس شخص نے سب سے زیادہ احسن انداز میں واضح کیا ہے کہ کسی متشکک کے لئے شک کی گنجائش نہیں چھوڑی وہ اِمامِ کبیر ابوبکر رازی الجصاصؒ ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''الفصول فی الاصول'' میں اجماع کی بحث کے لئے بڑی تقطیع کے قریباً بیس ورق مخصوص کئے ہیں، اور ان کی اس کتاب سے کوئی ایسا شخص مستغنی نہیں ہوسکتا جو علم کے لئے علم کی رغبت رکھتا ہو۔ اسی طرح علامہ اتقانی ''الشامل شرح اُصولِ بزدوی'' میں (اور یہ دس جلدوں میں ہے) متقدمین کی عبارتیں حرف بہ حرف نقل کرتے ہیں، پھر جہاں ان سے مناقشہ کی ضرورت ہوتی ہے وہاں ماہرانہ انداز میں مناقشہ کرتے ہیں، اس کتاب کی آخری چھ جلدیں ''دار الکتب المصریہ'' میں موجود ہیں، اور پہلی جلدیں ''مکتبہ رجاء اللہ ولی الدین استنبول'' میں موجود ہیں۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ علمِ اُصول میں کوئی کتاب بسط

مع الافادہ میں اس کتاب کے ہم سنگ ہو۔ بدر زرکشی کی ''البحر المحیط'' متأخر ہونے کے باوجود ''الشامل'' کے مقابلے میں گویا صرف ''مجموعہ نقول'' ہے۔

اور اجماع کی ایک قسم وہ ہے جس میں عمومِ بلویٰ کی وجہ سے عام و خاص سب شریک ہیں، مثلاً: اس پر اجماع کہ فجر کی دو، ظہر کی چار اور مغرب کی تین رکعتیں ہیں، اور ایک اجماع وہ ہے جس کے ساتھ خواص... یعنی مجتہدین... منفرد ہیں، مثلاً غلوں اور پھلوں کی مقدارِ زکوٰۃ پر اجماع، اور پھوپھی اور بھتیجی کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر اجماع۔ اس اجماع کا مرتبہ پہلے اجماع سے فروتر نہیں ہے، کیونکہ مجتہدین کے ساتھ اگر عوام مل جائیں تو اس سے مجتہدین کی دلیل میں اضافہ نہیں ہوجاتا، پس جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو اِجماع کہ قطعی ہو کتاب و سنت کی موجودگی میں اس کی ضرورت نہیں، اور جو اِجماع اس سے کم مرتبے کا ہو وہ درجۂ ظن میں ہے (اس لئے اس کا اعتبار نہیں)، وہ اجماع کی حجیت کو رَدّ کرنا چاہتا ہے اور سبیل المؤمنین کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر گامزن ہے۔ اس کی تشریح مبسوط کتابوں میں موجود ہے، اور یہ مقام مزید بحث کا متحمل نہیں، اور اگر اجماع کی بعض صورتیں ظنی بھی ہوں تب بھی اس سے اجماع کا کیا بگڑتا ہے؟ جبکہ یقینی اِجماع کا منکر کافر ہے، اور جو اِجماع خبرِ مشہور کے قائم مقام ہو، اس کا انکار ضلال و ابتداع ہے، اور جو اس سے کم مرتبہ ہو اس کے منکر کی حیثیت صحیح اخبارِ آحاد کے منکر کی سی ہے۔

اور جمہور فقہاء کے نزدیک اَحکامِ عملیّہ میں دلیلِ ظنی بھی لائقِ احتجاج ہے، بوجہ ان دلائل کے جو اس مسئلے پر قائم ہیں، اگرچہ بعض اَئمہ کے اس قول نے کہ: ''خبرِ آحاد کے ساتھ کتاب اللہ پر اضافہ جائز ہے'' ظاہریہ کے ایک گروہ کو اس حد تک پہنچادیا کہ: ''اخبارِ آحاد مطلقاً مفید یقین ہیں اور یہ کہ ظن میں اصلاً کوئی حجت نہیں'' جیسا کہ اجماعِ سکوتی کے بارے میں بعض اَئمہ کے اس قول نے کہ: ''ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاسکتا''... حالانکہ شریعت بہت سے مواضع میں ساکت کی طرف قول کو منسوب کرتی ہے، مثلاً: باکرہ، مأموم اور موقعِ بیان میں خاموش رہنا وغیرہ... ظاہریہ کو حجیتِ اجماع کی نفی میں توسع تک پہنچادیا۔ اسی طرح بعض اَئمہ کے اقوالِ صحابہؓ اور حدیثِ مرسل کے بارے میں جو نظریہ ہے اس نے ظاہریہ میں اقوالِ صحابہؓ... بغیر اجماع... اور حدیثِ مرسل سے بالکلیہ اعراض کا حوصلہ پیدا کردیا۔ اس کی وجہ سے ان سے شریعت کا ایک حصہ فوت ہوگیا۔ پھر اس اِمام نے استحسان پر جو اعتراضات کئے انہوں نے ظاہریہ کو اعراض عن القیاس پر بھی جری کردیا۔ بایں اعتبار کہ جو اعتراضات آپ نے استحسان پر کئے ہیں اگر وہ اس پر وارِد ہوتے ہیں تو قیاس پر بھی یکساں طور پر وارِد ہوتے ہیں، جیسا کہ ابنِ جابر نے، جو قدمائے شافعیہ میں سے تھے، یہی بات کہی جب ان سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے شافعی مسلک چھوڑ کر ظاہری مذہب کیوں اختیار کیا ہے؟ لیکن اِمام شافعی رضی اللہ عنہ کے مقصد کو ان لوگوں کے مزعومات سے کیا واسطہ؟

اور جب اکابرِ شافعیہ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے شافعی مذہب کو اپنی گمراہی کا پل بنالیا ہے تو انہیں اس کا بہت افسوس ہوا، اور انہوں نے ان لوگوں کی تردید میں سب علماء سے زیادہ سخت رویہ اختیار کرلیا۔ (بہت سے حقائق اُصولِ مذاہب کے تقابلی مطالعے سے منکشف ہوتے ہیں، ورنہ صرف فروع کے درمیان مقابلہ تفقہ اور تفقیہ میں قلیل النفع ہے، کیونکہ یہ سب فروعی مسائل اپنے اُصول ہی سے متفرع ہوتے ہیں، پس اس کا وزن اس کے پیمانے سے کرنا ترازو میں ڈنڈی مارنے کے مرادف ہے) اور اس پر ابراہیم بن یسار

النظام کی اجماع اور قیاس میں تشکیک کا اضافہ کرو، کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جو ان دونوں کی نفی کے لئے کھڑا ہوا، اور بہت ہی جلد حشوی راویوں، داؤدیوں، حزمیوں اور شیعہ وخوارج کے طائفوں نے ان دونوں کی نفی میں نظام کی پیروی شروع کردی، پس یہ لوگ اور ان کے اذناب جو اِجماع وقیاس کی نفی کرتے ہیں، تم ان کو دیکھوگے کہ وہ قرن ہا قرن سے نظام ہی کی بات کو رَٹ رہے ہیں، چنانچہ متقدمین کی کتابوں میں جو کچھ مدوّن ہے وہ اس کے فیصلے کے لئے کافی ہے۔

کاش! ان لوگوں کو اگر کسی معتزلی ہی کی پیروی کرنی تھی تو کم از کم ایسے شخص کو تو تلاش کرتے جو اپنے دِین کے بارے میں متہم نہ ہوتا، لیکن افسوس کہ: ''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز!''

اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نظام اندرونی طور پر ان برہمنوں کے مذہب کا قائل تھا جو نبوّت کے منکر ہیں، مگر تلوار کے خوف سے اس نے اپنے اندرونی عقائد کا اظہار نہیں کیا، چنانچہ بیشتر علماء نے اسے کافر گردانا ہے، بلکہ خود معتزلہ کی ایک جماعت... مثلاً ابوالہذیل، الاسکافی اور جعفر بن حرب نے بھی اس کی تکفیر کی ہے اور ان سب نے اس کی تکفیر پر کتابیں لکھی ہیں... اس کے علاوہ وہ فاسق اور بلا کا شرابی تھا۔ ابن ابی الدم ''الملل والنحل'' میں لکھتے ہیں کہ: ''وہ اپنی نوعمری میں ثنویہ کا مصاحب رہا، اور کہولت میں ملاحدہ فلاسفہ کا ہم نشین رہا۔'' جیسا کہ عیون التواریخ میں ہے۔ یہ ہے اجماع وقیاس کے منکرین کا اِمام! اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔ پس جس شخص کو اِجماع وقیاس میں ان کی تشکیک کا کچھ اثر پہنچا ہو اگر وہ غور وفکر سے کسی قدر بہرہ ور ہے تو ''اُصولِ جصاص'' کی مراجعت کرے، اور اگر صرف روایت کی طرف مائل ہے تو الخطیب کی ''الفقیہ والمتفقہ'' کا مطالعہ کرے، ان دونوں سے اسے سیرابی حاصل ہوجائے گی۔

اور مجمع علیہ قول کے مقابلے میں شاذ قول کی حیثیت وہی ہے جو متواتر قرآن کے مقابلے میں قراءتِ شاذہ کی ہے، بلکہ وہ قراءتِ شاذہ سے بھی کم حیثیت ہے، کیونکہ کبھی قراءتِ شاذہ سے کتاب اللہ کی صحیح تأویل ہاتھ لگ جاتی ہے، بخلاف قولِ شاذ کے، کہ سوائے ترک کردینے کے وہ کسی چیز کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ غالباً اسی قدر بیان اس بات کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے کافی ہے کہ ہمارے برخود غلط مجتہد کا یہ دعویٰ کتنا خطرناک ہے کہ: ''اُصولیین اجماع میں جس چیز کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ محض ایک خیال ہے۔''

۹:... طلاق ورجعت بغیر گواہی کے صحیح ہیں

مؤلفِ رسالہ کو اصرار ہے کہ طلاق ورجعت دونوں کی صحت کے لئے گواہی شرط ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ'' (الطّلاق:۲)

ترجمہ:... ''پس جب وہ اپنی مدّت کو پہنچیں تو انہیں معروف طریقے سے روک رکھو، یا معروف طریقے سے جدا کردو، اور اپنے میں سے دو عادل آدمیوں کو گواہ بنالو۔''

اس سلسلے میں مؤلف اس روایت کو بطورِ سند پیش کرتے ہیں جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت عطا اور سدی

سے مروی ہے کہ گواہ بنانے سے مراد طلاق اور رجعت پر گواہ بنانا ہے۔

مؤلفِ رسالہ کا یہ قول ایک بالکل نئی بات ہے جو اہلِ سنت کو تو ناراض کردے گا، مگر اس سے تمام امامیہ کی رضامندی اسے حاصل نہیں ہوگی۔ یہ تو واضح ہے کہ آیتِ کریمہ نے روک رکھنے یا جدا کردینے کا اختیار دینے کے بعد گواہ بنانے کا ذکر کیا ہے، اس لئے گواہ بنانے کا بھی وہی حکم ہوگا جو روک رکھنے یا جدا کردینے کا ہے، جب ان دونوں میں سے کوئی چیز علی التعیین واجب نہیں تو اس کے لئے گواہی کیسے واجب ہوگی؟ اگر یہ حکم وجوب کے لئے ہوتا تو "وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ" سے قبل ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر یہ فرض کیا جائے کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق باطل ہوتی ہے (جیسا کہ مؤلفِ رسالہ کی رائے ہے) تو اس صورت میں اس سے زیادہ احمقانہ رائے اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ صحتِ طلاق کے لئے گواہی کو شرط ٹھہرایا جائے، کیونکہ گواہوں کے لئے یہ گواہی دینا ممکن ہی نہیں کہ طلاق طہر میں ہوئی تھی، کیونکہ یہ چیز صرف عورت سے ہی معلوم ہوسکتی ہے، اور اگر گواہی میں صرف طلاق واقع کرنے کی گواہی پر اکتفا کیا جائے تو عورت کا صرف یہ کہہ دینا کہ: "طلاق حیض کی حالت میں ہوئی تھی" طلاق دہندہ کے قول اور گواہوں کی گواہی دونوں کو باطل کردے گا، پس مرد کو بار بار طلاق دینا پڑے گی، تاآنکہ عورت یہ اعتراف کرلے کہ طلاق طہر میں ہوئی ہے، گویا مرد طلاق دینے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے مگر اس پر خواہ مخواہ نان ونفقہ کے بوجھ کی مدّت طویل سے طویل تر ہو رہی ہے، آخر یہ کیسا ظلم اور اندھیر ہے؟ اور اگر وہ اسے گھر میں ڈالے رکھے، جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے، کہ وہ اسے تین طہروں میں تین طلاق دے چکا ہے، تو اسے گھر میں آباد کرنا غیرشرعی ہوگا، جس سے نفس الامر میں نہ نسب ثابت ہوگا، نہ وراثت جاری ہوگی۔ اور جو اُمور صرف عورت ہی سے معلوم ہوسکتے ہیں ان میں عورت کے قول کو قبول کرنا صرف ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اس کی ذات سے مخصوص ہوں، دُوسروں کی طرف اسے متعدی کرنا ایک ایسی چیز ہے جس کا شریعت انکار کرتی ہے، اور جو اُمور عورت کے ذریعہ ہی معلوم ہوسکتے ہیں ان میں مرد کے قول کو معتبر قرار دینا اس شناعت سے بچنے کے لئے ایک عجیب قسم کا تفقہ ہے۔ آخر کتاب وسنت کے کس مقام سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے؟ جو لوگ اس قسم کے عجیب وغریب اِجتہاد کے لئے بزعمِ خود کتاب وسنت سے تمسک کرتے ہیں درحقیقت کتاب وسنت سے ان کے بُعد میں اضافہ ہوتا ہے۔

پس "اِمساک" کے معنی ہیں رُجوع کرلینا، اور مفارقت سے مراد ہے طلاق دینے کے بعد عورت کو اس کی حالت پر چھوڑ دینا، یہاں تک کہ اس کی عدّت ختم ہوجائے۔ اس سے خود طلاق دینا مراد نہیں کہ اس پر گواہ بنانے کا لحاظ کیا جائے، اور قرآنِ کریم نے گواہ بنانے کا ذکر صرف "اِمساک" اور "مفارقت" کے سیاق میں کیا ہے۔ پس چونکہ عورت سے رُجوع کرلینا یا عدّت ختم ہونے تک اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا، یہ دونوں صرف مرد کا حق ہیں اس لئے ان دونوں کی صحت کے لئے گواہ بنانا شرط نہیں، جیسا کہ صحتِ طلاق کے لئے گواہی کو شرط قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اگر نفسِ طلاق کے لئے گواہی کو شرط قرار دینا مقصود ہوتا تو اس کا ذکر "فَطَلِّقُوْهُنَّ" کے بعد اور طلاق پر مرتب ہونے والی چیزوں (یعنی عدّت کا شمار کرنا اور مطلقہ کو گھر میں ٹھہرانا وغیرہ) سے پہلے ہوتا۔ لہٰذا آیت کو "طلاق کی گواہی" پر محمول کرنا بے محل اور قرآنِ کریم کی بلاغت کے خلاف ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں جو روایات ذکر کی گئی ہیں اوّل تو ان کی اسانید میں کلام ہے، اس سے قطع نظر ان میں کوئی ایسا قرینہ نہیں جو گواہی کے شرط ہونے پر دلالت کرتا ہو، جیسا کہ خود آیت کے اندر گواہی کے شرط ہونے پر ان دلالات میں سے کوئی دلالت نہیں

پائی جاتی جو اہلِ استنباط کے نزدیک معتبر ہیں۔ اور محض امساک اور مفارقت کے بعد ... نہ کہ طلاق کے بعد ... اشہاد کا ذکر کرنا ان میں سے کسی چیز کے لئے گواہی کے شرط ہونے پر دلالت کرنے سے بعید ہے، بلکہ اس موقع پر اشہاد کے ذکر کا منشا اس طریقے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے کہ اگر ان اُمور میں سے کسی چیز کا انکار کیا تو اس کا ثبوت کس طرح مہیا کیا جائے؟ بلکہ جو شخص نورِ بصیرت کے ساتھ آیت میں غور کرے اور اس کے سیاق و سباق کو سامنے رکھے اس پر یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ عدّت ختم ہونے کے وقت مطلقہ کا شوہر کے ذمہ جو حق ہوتا ہے اس حق کی ادائی پر گواہی قائم کرنے کی طرف آیت اشارہ کر رہی ہے، کیونکہ مفارقت بالمعروف یہی ہے کہ عدّت ختم ہونے کے وقت مرد کے ذمہ عورت کا جو حق واجب ہے اسے ادا کردیا جائے، اور اس اَمر پر گواہ مقرّر کرنا گویا طلاق پر گواہ مقرّر کرنے کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ یہ چیز طلاق پر ہی تو مرتب ہوئی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے، اور گواہ بنانے کا حکم محض اس لئے ہے تاکہ مرد یہ ثابت کرسکے کہ اس کے ذمہ جو حقوق تھے وہ اس نے ادا کردیئے، ورنہ اس گواہی کو صحتِ طلاق میں کوئی دخل نہیں۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ طلاق کو گواہی سے مشروط کرنا محض ایک خود تراشیدہ رائے ہے جو نہ کتاب سے ثابت ہے، نہ سنت سے، نہ اِجماع سے اور نہ قیاس سے۔ اور کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں کہ اگر سفر میں وصیت کی جائے، یا اُدھار لین دین کا معاملہ کیا جائے، یا کوئی خرید و فروخت کی جائے، یا یتامیٰ کو ان کے اموال حوالے کئے جائیں اور ان چیزوں میں گواہ نہ بنائے جائیں تو یہ تمام چیزیں باطل ہوں گی، بلکہ بغیر گواہ بنانے کے بھی یہ چیزیں باتفاق اہلِ علم صحیح ہیں، حالانکہ گواہ بنانے کا حکم ان تمام اُمور میں بھی موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ان چیزوں کو گواہی کے ساتھ مشروط کرنے کے لئے نہیں، بلکہ یہ حکم ارشادی ہے، جس سے مقصد یہ ہے کہ اگر ایک فریق انکار کرے تو اس کے خلاف ثبوت مہیا کیا جاسکے۔

دیکھئے! نکاح کا معاملہ کس قدر عظیم الشان ہے، اس کے باوجود قرآنِ کریم میں ''نکاح پر گواہی'' کا ذکر نہیں کیا گیا، تو طلاق اور رجعت کو اس سے بھی اہم کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ اور اکثر ائمہ نے نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا جو ضروری قرار دیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ سنت میں نکاح کو گواہوں سے مشروط کیا گیا ہے، لیکن طلاق کے لئے کسی نے گواہی کو شرط نہیں ٹھہرایا، اگرچہ بعض حضرات سے رجعت کا گواہی کے ساتھ مشروط ہونا مروی ہے، علاوہ ازیں رجعت میں انکار کا موقع کم ہی پیش آتا ہے، اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:

> ''ہمیں اہلِ علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں کہ رجعت بغیر گواہوں کے صحیح ہے، سوائے اس کے کہ جو عطاءؒ سے مروی ہے، چنانچہ سفیانؒ، ابنِ جریجؒ سے اور وہ عطاءؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''طلاق، نکاح اور رجعت گواہی کے ساتھ ہوتے ہیں'' اور یہ اس پر محمول ہے کہ رجعت میں احتیاطاً گواہ مقرّر کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کسی کے انکار کی گنجائش نہ رہے، ان کا یہ مطلب نہیں کہ رجعت گواہی کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے، اس کے ساتھ طلاق کا بھی ذکر کیا ہے؟ حالانکہ گواہی کے بغیر طلاق کے واقع ہونے میں کوئی شخص بھی شک نہیں کرتا، اور شعبہ نے مطر وراق سے اور انہوں نے عطا اور الحکم سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا: جب مرد عدّت میں عورت سے مقاربت

کرلے تو اس کا یہ فعل رجعت شمار ہوگا۔''

اور حق تعالیٰ کا ارشاد: ''فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ'' دلالت کرتا ہے کہ جماع رجعت ہے اور یہ ''اِمساک'' سے ظاہر ہے۔ اب اگر عطا کے قول کا وہ مطلب نہیں جو جصاصؒ نے بتایا ہے تو بتایئے کہ آدمی جماع پر گواہ کیسے مقرّر کرے گا؟ اور وہ جو بعض حضرات سے مراجعت پر گواہ مقرّر کرنا مروی ہے اس سے نفسِ مراجعت پر نہیں بلکہ مراجعت کے اقرار پر گواہ مقرّر کرنا مراد ہے، جیسا کہ تأمل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ پس جب بغیر دلیل وحجت کے یہ قرار دیا جائے کہ: ''جب تک قاضی یا اس کے نائب یا گواہوں کے سامنے طلاق پر گواہی مقرّر نہ کی جائے تب تک واقع ہی نہیں ہوتی'' اس سے نہ صرف انساب میں گڑبڑ ہوگی بلکہ طلاق کی تمام قسمیں ...سنی، بدعی، مجموع، مفرق، جن کا پہلے ذکر آچکا ہے... یکسر باطل ہوکر رہ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ سلامتی عطا فرمائے۔

۱۰:...کیا نقصان رسانی کا قصد ہو تو رجعت باطل ہے؟

مؤلفِ رسالہ کا یہ اصرار کہ: ''اگر رجعت نقصان رسانی کی نیت سے ہو تو باطل ہے'' ایک ایسا قول ہے جس کا ائمہ متبوعین میں کوئی قائل نہیں، بلکہ کوئی صحابی، تابعی یا تبع تابعی بھی اس کا قائل نہیں۔

اس سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ حاکم کو کیسے پتا چلے گا کہ شوہر نے بہ قصدِ نقصان رُجوع کیا ہے، تاکہ وہ اس کے باطل ہونے کا فیصلہ کرسکے؟ اس کی صورت بس یہی ہوسکتی ہے کہ یا تو اس کا دِل چیر کر دیکھے، یا اپنے فیصلے کی بنیاد خیالات و وساوس پر رکھے، اور کتاب اللہ ناطق ہے کہ قصدِ ضرر کے باوصف رجعت صحیح ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ'' (البقرۃ:۲۳۱)

ترجمہ:...''اور انہیں نہ روک رکھو نقصان پہنچانے کی غرض سے، کہ تم تعدی کرنے لگو، اور جس نے ایسا کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔''

اگر بہ قصدِ ضرر رجعت صحیح ہی نہیں ہوتی تو شوہر اس عمل کے ذریعہ...جس کا کوئی اثر ہی مرتب نہیں ہوتا...اپنی جان پر ظلم کرنے والا کیسے ٹھہرتا؟

مؤلفِ رسالہ نے بہت سی جگہ یہ فلسفہ چھانٹا ہے کہ: ''طلاق مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے، حالانکہ عقد کا تقاضا یہ ہے کہ اس عقد کا ختم کرنا بھی مجموعی حیثیت سے دونوں کے سپرد ہو'' مؤلف اس بنیاد پر بہت سے ہوائی قلعے تعمیر کرنا چاہتا ہے، اور جو مقاصد اس کے سینے میں موجزن ہیں ان کے لئے راستہ ہموار کرنا چاہتا ہے، اور ہم آغازِ کتاب میں اس بنیاد کو منہدم اور اس پر ہوائی قلعے تعمیر کرنے کی اُمیدوں کو ناکام و نامراد کرچکے ہیں۔ مؤلف کی باقی لغویات کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، اوّل تو وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، پھر ان کا بطلان بھی بالکل واضح ہے۔

حرفِ آخر

ان اَبحاث کے اختتام پر میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دِلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ نکاح وطلاق اور دیگر اَحکامِ شرع میں

وقتاً فوقتاً ترمیم وتجدید کرتے رہنا اس شخص کے لئے کوئی مشکل کام نہیں جس میں تین شرطیں پائی جائیں:

۱:...خدا کا خوف اس کے دِل سے نکل چکا ہو۔

۲:...اَئمہ کے مدارکِ اجتہاد اور ان کے دلائل سے جاہل ہو۔

۳:...خوش فہمی اور تکبر کی بنا پر بادلوں میں سینگ پھنسانے کا جذبہ رکھتا ہو۔

لیکن اس ترمیم وتجدید سے نہ تو اُمت ترقی کی بلندیوں پر فائز ہوسکے گی، نہ اس کے ذریعہ اُمت کو طیارے، سیارے، بحری بیڑے اور آبدوزیں میسر آئیں گی، نہ تجارت کی منڈیاں اور صنعتی کارخانے اس کے ہاتھ لگیں گے۔

جو چیز اُمت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرسکتی ہے وہ اَحکامِ الٰہیہ میں کتربیونت نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہم ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ آگے بڑھیں، کائنات کے اسرار کا سراغ لگائیں، معادن، نباتات اور حیوانات وغیرہ میں جو قوتیں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں انہیں معلوم کریں، اور انہیں اعلائے کلمۃ اللہ، مصالحِ اُمت اور اسلام کی پاسبانی کے لئے مسخر کردیں، اور انہیں کام میں لائیں۔ ایسی تجدید کا کوئی شخص مخالف نہیں، لیکن طلاق وغیرہ کے اَحکام میں کتربیونت سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا، اس لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے حدود کو محفوظ رہنے دیا جائے، اور اسے خواہشات کی تلبیس سے دُور رکھا جائے۔ اور دُنیا بھر کے مسلمانوں کو میری وصیت ہے کہ جب حکمرانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ شریعت کے خلاف اَحکام جاری کئے جائیں تو اپنی ذات کی حد تک وہ شریعتِ خداوندی پر قائم رہیں، اور ''طاغوت'' کے سامنے اپنے فیصلے نہ لے جائیں، خواہ فتویٰ دینے والے انہیں کتنے ہی فتوے دیتے رہیں:

''تمہیں نقصان نہیں دے گا وہ شخص جو گمراہ ہوا، جبکہ تم ہدایت پر ہو۔''

ان اوراق میں جن اَحکامِ طلاق کی تدوین کا قصد تھا وہ یہاں ختم ہوتے ہیں، میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اپنی خالص رضا کے لئے بنائے اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمُنْقِذِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

الفقیر الی اللہ سبحانہ وتعالیٰ

محمد زاہد بن الشیخ حسن بن علی الکوثری

عفی عنہم وعن سائر المسلمین

تحریر: ۲۰ر ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ

بروز جمعرات، بوقت چاشت

طلاقِ معلق

طلاقِ معلق کا مسئلہ

سوال:... میرے میاں نے مجھے میری بہن کے گھر جانے سے منع کیا اور کہا کہ: ''تم وہاں گئیں تو تم مجھ پر طلاق ہوجاؤ گی'' اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے کہ: ''میں تمہیں طلاق دے دُوں گا۔'' اور اس کے دُوسرے تیسرے دن ہی ہم وہاں چلے گئے، پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ زبان سے کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے، لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس طرح بھی طلاق ہوجاتی ہے، جبکہ میاں نہیں مان رہے اور کہہ رہے ہیں کہ: ''طلاق دینے کا میں نے وعدہ کیا ہے، اور طلاق نہیں دی'' جبکہ یہی الفاظ جو اَبھی لکھے ہیں، میرے میاں نے مجھے کہے تھے، کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو اس کا حل کیا ہے؟

جواب:... آپ کے وہاں جانے کے بعد شوہر نے دو لفظ استعمال کئے ہیں، ایک یہ کہ: ''اگر تم وہاں گئیں تو مجھ پر طلاق ہوجاؤ گی'' اس سے ایک طلاق ہوگئی،[1] مگر شوہر عدّت کے اندر اگر زبان سے کہہ دے کہ: ''میں نے طلاق واپس لے لی'' یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلے تو رُجوع ہوجائے گا،[2] دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ دُوسرا فقرہ آپ کے شوہر کا جسے انہوں نے تین بار دہرایا، یہ تھا کہ: ''میں تمہیں طلاق دے دُوں گا'' یہ طلاق دینے کی دھمکی ہے، ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوئی۔[3]

طلاق اور شرط بیک وقت جملے میں ہونے سے طلاقِ معلق ہوگئی

سوال:... ایک شخص نے اپنی بیوی کو لکھ کر طلاق اس طرح دی: ''میں انہیں طلاقِ بائن دیتا ہوں، تین طلاقوں کے ساتھ یہ سب مسائل میں نے بہشتی زیور میں بغور پڑھ کر حاصل کئے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی اس شخص نے یہ شرط بھی عائد کردی کہ طلاق کا اطلاق اس وقت ہوگا جب فلیٹ جو کہ بیوی کی ملکیت ہے وہ فروخت کردیا جائے گا۔ واضح رہے کہ شوہر نے پُرسکون زندگی گزارنے کے وعدے پر مہر کی رقم معاف کرالی اور اس ضمن میں اپنی بیوی کا حلفیہ بیان مجسٹریٹ کے رُوبرو دِلوادیا۔ اس کے فوراً بعد ہی دو تین روز کے

---

(۱) إذا أضافه (الطلاق) إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا مثل أن يقول لإمرأته ان دخلت الدار فأنت طالق ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰، كتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط).

(۲) فإذا راجعها بالقول نحو أن يقول لها: راجعتک أو راجعت إمرأتي .... وان راجعها بالفعل مثل أن يطأها أو يقبّلها بشهوة أو ينظر إلى فرجها بشهوة فإنه يصير مراجعًا عندنا ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۶۸).

(۳) هو رفع قيد النكاح في الحال بالبائن أو المآل بالرجعي بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق. (الدر المختار ج:۳ ص:۲۲۶، كتاب الطلاق، طبع سعيد).

وقفے کے بعد طلاق مندرجہ بالا طریق پر دے دی۔ براہِ کرم از رُوئے شرع وضاحت و رہنمائی فرمائیں کہ کیا یہ طلاق ہوگئی یا فلیٹ فروخت کرنے کے ساتھ مشروط رہے گی؟ جبکہ فلیٹ بیوی کے نام الاٹ شدہ ہے۔

جواب:...اگر طلاق اور اس کی شرط ایک ہی جملے میں لکھی تھی، مثلاً یہ کہ: ''اگر فلیٹ فروخت کرے گی تو اس کو تین طلاق'' اس صورت میں فلیٹ کے فروخت ہونے پر طلاق ہوگی، جب تک فلیٹ فروخت نہیں ہوتا طلاق نہیں ہوگی،[1] اور اگر طلاق پہلے دے دی بعد میں وضاحت کرتے ہوئے شرط لگائی تو طلاق فوراً واقع ہوگئی اور بعد کی وضاحت کا کوئی اعتبار نہیں۔[2]

''اگر پانی کے علاوہ تمہارے بنگلے پر کوئی چیز کھاؤں تو مجھ پر میری بیوی طلاق''

سوال:...ایک بنگلے میں چوکیدار ہوں، ایک روز میرا اپنے سیٹھ سے جھگڑا ہوگیا، جذبات میں، میں نے کہا کہ: ''اگر پانی کے علاوہ تمہارے بنگلے پر کوئی چیز کھاؤں تو مجھ پر میری بیوی طلاق'' اب میں بہت پریشان ہوں، میری بیوی گاؤں میں ہے، سیٹھ ابھی مجھے چھٹی نہیں دیتا، ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...آپ نے ایک طلاق کہی ہے، اس بنگلے سے کوئی چیز کھائیں گے تو ایک طلاق بیوی کو ہوجائے گی، اس کے بعد بیوی سے رُجوع کرلیں، یعنی زبان سے کہہ دیں کہ میں نے رُجوع کرلیا، اس کے بعد دو طلاقیں رہ جائیں گی، اور اگر کسی اور جگہ ملازمت کرسکتے ہیں تو بہت اچھی بات ہے۔[3]

''اگر میں نے اپنے بھائی کی کوئی مالی خدمت کی تو میری بیوی مجھ پر طلاق'' کی شرعی حیثیت

سوال:...میرا چھوٹا بھائی ہے، جس کا کردار بھی ٹھیک نہیں ہے، اور اس کا رویہ بھی میرے ساتھ نامناسب ہے، چونکہ وہ شادی شدہ ہے، اور چھوٹے چھوٹے اس کے بچے ہیں، میں اکثر اپنا بھائی سمجھتے ہوئے زکوٰۃ وخیرات کی مد میں سے اس کی مالی اِمداد کرتا رہتا ہوں۔ گزشتہ دِنوں وہ میری دُکان پر آیا، اور میری خوب بےعزّتی کی، جو کہ میں برداشت نہ کرسکا، اور غصّے کی حالت میں کہا کہ:

''آئندہ اگر میں نے اپنے بھائی (عابد) کی کوئی مالی خدمت یا رقم (زکوٰۃ وخیرات) وغیرہ میں سے کی، تو میری بیوی مجھ پر طلاق!''

اب صورتِ مسئولہ میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ میں آئندہ اپنے بھائی کی خدمت (زکوٰۃ وخیرات) میں سے کروں یا نہیں؟ کیونکہ اس مد کے علاوہ میں اپنے بھائی کی کوئی خدمت نہیں کرسکتا۔

جواب:...ایسی بےہودہ قسم کھانا سخت غلطی ہے، اگر آپ اپنے بھائی کی مدد کریں گے تو آپ کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی،

---

(۱) دیکھئے گزشتہ صفحہ حاشیہ نمبر۱۔

(۲) إذا قال لها: إن دخلت الدار وأنت طالق، فإنها تطلق للحال وإن قال عنيت التعليق لَا يدين أصلًا ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰)۔ أيضًا: ولو قال: أنت طالق ثم إن دخلت الدار فإنه يقع الطلاق ولو نوى التعليق لَا تصح نيته أصلًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۱، کتاب الطلاق، الباب الرابع في الطلاق بالشرط)۔

(۳) إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰، کتاب الطلاق)۔

مگر چونکہ صرف ایک طلاق کا لفظ بولا ہے تو اس سے ایک طلاق ہوگی،[1] اگر آپ چاہیں تو اپنے بھائی کی مدد کرکے اپنی قسم توڑ دیں، اور بیوی سے دوبارہ رُجوع کرلیں۔[2]

اگر کسی نے کہا: ''اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہے'' پھر قصداً کام کرلیا تو ایک طلاق رجعی ہوگی

سوال:... ایک شخص قسم یوں اُٹھاتا ہے کہ: ''اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری مجھ پر طلاق ہے'' اب وہ قصداً ہی وہ کام کرلیتا ہے، ایسی صورت میں اگر وہ اِعادہ (رُجوع) کرنا چاہے تو کیا طریقہ ہوگا؟ صرف زبانی اِقرار و رُجوع کا کافی ہوگا یا تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے؟ جبکہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اب اس پر بیوی طلاقِ مغلّظہ ہے اور بغیر حلالے کے جائز نہیں ہوگی۔

جواب:... اگر اس کے یہی الفاظ تھے جو سوال میں ذِکر کئے گئے ہیں، تو اس کام کے کرنے کی صورت میں ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی،[3] زبان سے یا فعل سے رُجوع کرلینا کافی ہے، تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں۔[4] طلاقِ مغلّظہ اس صورت میں واقع ہوتی ہے جبکہ اس نے ان الفاظ سے تین طلاق کا اِرادہ کیا ہو، ورنہ جیسا کہ میں نے اُوپر لکھا ایک رجعی طلاق واقع ہوگی۔

''اگر پیسے نہیں لئے گئے تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہے'' کا کیا حکم ہے؟

سوال:... میری دو بہنیں ہیں، جن کی والد صاحب نے ایک جگہ ہی منگنی کردی، اس شرط پر کہ لڑکے والے ایک لاکھ روپے ادا کریں گے، پھر شادی ہوگی، اس دوران لڑکے والوں نے منگنی کے بعد کچھ ایسی باتیں کیں جس پر مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے تقریباً تین بار یہ کہا کہ: ''اگر لڑکے والے ایک لاکھ ادا نہیں کرتے ہیں تو میں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا، اگر پیسے نہیں لئے گئے تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہے اس وقت تک کہ رقم حاصل نہیں کی'' اور اَب میرے والد صاحب نے کچھ رقم لڑکے کو معاف کردی ہے، کیا اس صورت میں میری بیوی پر طلاق ہوگئی؟

جواب:... آپ کا غصہ جاہلی غصہ ہے، اس سے توبہ کیجئے۔ اور آپ کی بیوی کو ایک طلاق ہوگئی،[5] اس سے رُجوع کرلیجئے اور آئندہ طلاق کے لفظ کے اِستعمال سے پرہیز کریں۔

''بھائی کو کھانا دِیا تو طلاق دے دُوں گا'' کہنے کا شرعی حکم

سوال:... ہم چار بھائی ہیں، ایک بھائی میرے ساتھ اور ایک بڑے بھائی کے ساتھ رہتا ہے، بڑے بھائی نے چھوٹے

---

(۱) إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۴۲۰، كتاب الطلاق، الباب الرابع)۔

(۲) إذا طلق الرجل إمرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

(۴) فإذا راجعها بالقول نحو أن يقول لها: راجعتك .... فإنه يصير مراجعًا۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۴۶۸)۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

بھائی کو بعد میں اپنے ساتھ رکھنے سے اِنکار کردیا، پھر اس کو بھی میں نے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اسی بھائی کی عادتیں خراب ہوگئیں، فضول خرچی کرنے لگا، جبکہ کھانا وغیرہ گھر پر کھاتا تھا، میں نے اسے سمجھایا کہ تم فضول خرچی نہ کرو، تو وہ میرے پر غصہ ہونے لگا، بات کافی بگڑ گئی تھی، تو مجھے غصہ آگیا، غصّے میں آکر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر تم نے آئندہ کھانا اس کو دیا تو میں تمہیں طلاق دے دُوں گا۔'' اس بات کو ایک سال ہوگیا، وہ ہوٹل سے کھانا وغیرہ کھاتا ہے، بڑا بھائی بھی اسے اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں ہے، جبکہ میری اور بڑے بھائی کی شادی ہوگئی ہے، میری بہنیں مجھ سے کہتی ہیں کہ اگر تم نے اسے اپنے پاس نہ رکھا تو ہم ناراض ہوجائیں گے، زندگی بھر بات نہ کریں گے۔ اب میں بہت مجبور ہوں، اگر بھائی کو اپنے پاس رکھتا ہوں تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی، اگر بھائی کو ساتھ نہ رکھوں تو بہنیں ناراض ہوجائیں گی، برائے مہربانی آپ مشورہ دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... ''میں تمہیں طلاق دے دُوں گا'' کے الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی، اس لئے اگر آپ اپنے بھائی کو رکھیں تو طلاق نہیں ہوگی، بہتر یہ ہے کہ اس بھائی کی شادی کرکے اس کا الگ گھر بسا دیا جائے۔ [1]

''اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر عورت طلاق'' کا حکم

سوال:... ایک شخص نے اپنی والدہ سے غصّے میں آکر کہا کہ: ''اگر میں تیرے پاس آؤں تو مجھ پر عورت طلاق ہوگی'' اور یہ لفظ اس نے صرف ایک ہی مرتبہ کہا ہے، اب وہ شخص اپنی والدہ کے پاس آنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کیا صورت ہوگی؟

جواب:... اس صورت میں وہ شخص زندگی میں جب کبھی اپنی والدہ کے پاس جائے گا تو بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، [2] جس کا حکم شرعی یہ ہے کہ عدّت کے اندر بغیر تجدیدِ نکاح کے شوہر رُجوع کرسکتا ہے۔ [3] البتہ عدّت کے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ [4] بہتر یہ ہے کہ یہ شخص والدہ کے پاس چلا جائے، اس سے ایک طلاق رجعی ہوجائے گی، اس کے بعد یہ شخص بیوی سے رُجوع کرے اور ''رُجوع'' سے مراد یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا بیوی کو ہاتھ لگادے، یا اس سے صحبت کرلے۔ زبان سے یا فعل سے رُجوع کرلینے کے بعد طلاق کا اثر ختم ہوجائے گا۔ [5] لیکن اس شخص نے تین طلاقوں میں سے ایک طلاق کا حق استعمال کرلیا، اب اس کے پاس صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہ گیا، آئندہ اگر دو طلاقیں دے دیں تو بیوی حرام ہوجائے گی، اس لئے آئندہ احتیاط کرے۔ [6]

---

(۱) وقال فی الدر المختار: بخلاف قوله طلقی نفسک فقالت: أنا طالق أو أطلق نفسی لم یقع لأنه وعد۔ جوهرة۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۱۹)۔

(۲) وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقیب الشرط إتفاقًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰، کتاب الطلاق، الباب الرابع)۔

(۳) إذا طلق الرجل إمرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدّتها ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۴) وإذا کان الطلاق بائنًا .... فله أن یتزوجها .... وبعد إنقضائها ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۵) والرجعة أن یقول راجعتک أو راجعتُ إمرأتی .... أو یطأها أو یقبلها أو یلمسها ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۵)۔

(۶) قال فی البدائع: أما الطلاق الرجعی فالحکم الأصلی له نقصان العدد فأما زوال الملک وحل الوطء فلیس بحکم أصلی له لَازم حتّٰی لَا یثبت للحال بل بعد إنقضاء العدة۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۷)۔

''جس روز میری بیوی نے ان کے گھر کا ایک لقمہ بھی کھایا اسی دن اس کو تین طلاق'' کے الفاظ کا حکم

سوال:... کچھ عرصہ قبل زید کی اپنے سسرال والوں سے کسی بات پر ناراضگی ہوگئی، کچھ لوگوں نے ان کا میل ملاپ کرانا چاہا، غصے کی حالت میں زید نے دو اشخاص کی موجودگی میں یہ الفاظ ادا کئے: ''جس روز اس (میری بیوی) نے ان کے گھر (لڑکی کے والدین کا) کا ایک نوالہ بھی کھایا اسی دن اس کو تین طلاق'' اس کے بعد ابھی چند دن قبل زید کی اس کے سسرال والوں سے صلح کروادی گئی ہے، لیکن زید کی بیوی کو اپنے والدین کے گھر کا کھانا کھانے سے منع کردیا گیا ہے۔

آیا زید کی بیوی اپنے ماں باپ کے گھر کا ساری عمر کچھ نہیں کھاسکتی؟ اور اگر کبھی بھولے سے ہی کھالے تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟ کیا یہ شرط کسی صورت میں ختم ہوسکتی ہے؟ اگر ایسا ممکن ہے تو وہ کیا صورت ہوگی؟

جواب:... اس شرط کو ختم کرنے کی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ زید اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے، طلاق کی عدت ختم ہونے کے بعد عورت اپنے والدین کے گھر کھانا کھا کر اس شرط کو توڑ دے، اس کے بعد زید اور اس کی بیوی کا دوبارہ نکاح کردیا جائے۔[1]

''اگر والدین کے گھر گئی تو طلاق سمجھنا''

سوال:... میرا سسرال والوں سے جھگڑا ہوگیا تھا، میں نے غصے میں اپنی بیوی پر شرط رکھ دی تھی کہ: ''تو میرے بغیر اپنے ماں باپ کے گھر گئی تو میری طرف سے طلاق سمجھنا'' اب تک وہ نہیں گئی، اگر وہ چلی جائے تو اس پر طلاق ہوگی، اب اگر میں خود اجازت دُوں تو وہ میرے بغیر جاسکتی ہے یا نہیں؟ دُوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائے تو میں دوبارہ کس طرح رُجوع کرسکتا ہوں؟

جواب:... آپ طلاق واپس نہیں لے سکتے،[2] اگر وہ بغیر آپ کے میکے جائے گی تو طلاق تو واقع ہوجائے گی،[3] مگر یہ رجعی طلاق ہوگی، آپ کو عدّت کے اندر رُجوع کا حق ہوگا۔[4] رُجوع کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ: ''میں نے طلاق واپس

---

(۱) فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار أن یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها وفی الشامیة أی لَا تکرار بین هٰذه ...إلخ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، باب التعلیق ج:۳ ص:۳۵۵)۔ أیضًا: إذا حلف بثلاث تطلیقات أن لَا یکلم فلانًا فالسبیل أن یطلقها واحدة بائنة ویدعها حتّٰی تنقضی عدتها ثم یکلم فلانًا ثم یتزوّجها، کذا فی السراجیة۔ (الفصل السابع فی الطلاق وحیلة أخریٰ عالمگیری ج:۱ ص:۴۹۷، طبع رشیدیه)۔

(۲) الْإقرار بالرق والطلاق ...... فإنها لَا ترد بالرد ...إلخ۔ (فتاویٰ شامی ج:۵ ص:۶۲۳)۔

(۳) إذا أضافه (الطلاق) إلی الشرط وقع عقیب الشرط إتفاقًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰، کتاب الطلاق)۔

(۴) إذا طلق الرجل إمرأته، تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

لی'' یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا جائے۔[1]

سگریٹ پینے کو طلاق سے معلق کیا تو پینے سے طلاق ہوجائے گی

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ میرے شوہر بہت سگریٹ پیتے تھے، عرصہ دو سال سے انہوں نے سگریٹ نوشی ترک کردی ہے، اور قسم یہ کھائی تھی کہ: ''اگر میں دوبارہ سگریٹ پیئوں تو میری بیوی مجھ پر حرام ہوگی، دُوسرے لفظوں میں اسے طلاق دے دُوں گا۔'' چونکہ وہ دُوسرے شہر میں رہتے ہیں، اب انہیں سگریٹ کی طلب محسوس ہوتی ہے اور وہ سگریٹ پینا چاہتے ہیں، اگر وہ وہاں سگریٹ پی لیتے ہیں اور مجھے پتا نہیں چلتا، تو کیا مولانا صاحب! مجھے طلاق ہوگئی؟ مجھے ان سے شدید محبت ہے، کیا میں انہیں خود اِجازت دے دُوں؟ اس مسئلے نے بہت پریشان کر رکھا ہے، ہماری شادی کو چھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اور ایک بچی ہے، میں کسی قیمت پر بھی اپنے شوہر سے الگ ہونا نہیں چاہتی کہ اس کے سوا میرا کوئی بھی نہیں ہے۔

جواب:... جی ہاں! اگر کوئی شخص یہ کہنے کے بعد کہ ''میں دوبارہ سگریٹ پیئوں تو میری بیوی مجھ پر حرام ہوگی'' سگریٹ پی لے تو اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی،[2] خواہ بیوی کو سگریٹ پینے کی خبر ہو یا نہ ہو۔ آپ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ اگر آپ کے شوہر سگریٹ پی چکے ہیں تو پہلا نکاح تو ٹوٹ گیا،[3] مگر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، فوراً دوبارہ نکاح کرلیں،[4] اس کے بعد کچھ نہیں ہوگا۔ اور دوبارہ نکاح کا ڈھنڈورا پیٹنا بھی ضروری نہیں، ہنسی مذاق میں دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب و قبول خود ہی کرلیں، اور نیا مہر بھی تھوڑا بہت مقرّر کرلیں۔

''آئندہ یہ بات منہ سے نکالی تو تجھے طلاق'' کے الفاظ کا شرعی حکم

سوال:... تقریباً تین سال پہلے میرے شوہر نے ذرا سی بات پر اپنی بہن اور بھانجی کے سامنے کہا: ''تجھے میں عدالت سے طلاق دُوں گا، اگر میں نے تجھے گھر نہ بٹھادیا تو میں اپنے باپ سے نہیں، اگر آئندہ یہ بات دوبارہ منہ سے نکالی تو میری طرف سے طلاق'' میں خاموش ہوگئی۔ میرے شوہر اپنی ایک بیوی کو بھی طلاق دے چکے ہیں۔ ایک دن شوہر سے باتوں ہی باتوں میں وہ بات نکل گئی جو مجھے نہیں کہنی تھی، انہوں نے بھی کچھ نہ کہا، پھر کچھ سال گزر گئے، ایک دن میں نے دیر سے آنے پر ناراضگی کا اِظہار کردیا تو میرے اُوپر ہاتھ تک اُٹھادیا اور کہا کہ ''آج سے تو میرے اُوپر حرام ہے'' دو مرتبہ یا شاید تین مرتبہ، مجھے شبہ ہے۔ میرا ایک ایک دِن سولی

---

(۱) فإذا راجعها بالقول نحو راجعتک أو راجعت إمرأتي .... وإن راجعها بالفعل مثل أن يطأها أو يقبلها بشهوة أو ينظر إلى فرجها بشهوة فإنه يصير مراجعًا عندنا ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۶۸، کتاب الطلاق، الباب السادس).

(۲) إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰).

(۳) وأما الكناية فنوعان نوع هو كناية بنفسه وضعا ونوع هو ملحق بها شرعًا في حق النية أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل في الطلاق ويستحمل في غيره نحوه قوله أنت بائن أنت على حرام ...إلخ. (بدائع الصنائع ج:۳ ص:۱۰۵). وبقية الكنايات إذا نوىٰ بها الطلاق كانت واحدة بائنةً، وإن نوىٰ ثلاثًا كان ثلاثًا، وإن نوىٰ ثنتين كانت واحدةً بائنة وهٰذا مثل قوله أنت بائن وبتة وبتلة وحرام. (هداية ج:۲ ص:۳۷۴، باب إيقاع الطلاق).

(۴) إذا كان الطلاق بائنًا فله ...... أن يتزوجها. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، باب الرجعة).

پر گزر رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ آپ ہی فیصلہ کریں جبکہ ہم اب بھی ساتھ رہتے ہیں، آیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اس کا کیا طریقہ ہے کہ ہم ایک ساتھ رہ سکیں۔

جواب:... ایک طلاق تو آپ کے اس بات کرنے پر ہوگئی جو آپ کو نہیں کرنی چاہئے تھی[1]۔ مگر جب اِزدواجی تعلق قائم رہا تو اس سے رُجوع ہوگیا۔ دُوسرے طلاق بائن "تو میرے اُوپر حرام ہے" کے لفظ سے ہوگئی[2] دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔[3] اب آپ کے شوہر کے پاس ایک طلاق رہ گئی، اگر کبھی وہ بھی دے دی تو طلاقِ مغلّظہ ہوجائے گی اور پھر حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکے گا۔

"اگر بھائی سے بات کی تو تمہیں طلاق" کہنے کا نکاح پر اَثر

سوال:... میرا کچھ دنوں پہلے اپنے بہنوئی سے جھگڑا ہوگیا تھا، اس کے جواب میں بہنوئی نے میری بہن سے کہا کہ: "تم آج کے بعد اپنے بھائی سے بات نہیں کروگی، اگر بات کی تو تمہیں طلاق" اب مجھ سے میری بہن ملنا اور بات کرنا چاہتی ہے، اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟

جواب:... اس کا کفارہ تو اَدا نہیں ہوسکتا، آپ کی بہن جب بھی آپ سے بات کرے گی، اسے طلاق ہوجائے گی،[4] البتہ شوہر رُجوع کرسکتا ہے، کیونکہ ان الفاظ سے ایک طلاقِ رجعی ہوگی۔[5]

"میری بات نہ مانی تو میں تمہیں آزاد کردوں گا" کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال:... چند دِنوں قبل اپنی بیوی سے میرا جھگڑا ہوا، جس پر میں نے کہا: "اگر آئندہ تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہیں آزاد کردوں گا" دوبارہ میں نے یہی الفاظ قسم کے ساتھ دُہرائے کہ "خدا کی قسم! اگر آئندہ تم نے میری بات نہ مانی تو میں تم کو آزاد کردوں گا" کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی؟

جواب:... پہلے الفاظ سے تو کچھ نہیں ہوا، اور دُوسرے الفاظ قسم کے ہیں، اگر عورت نے بات نہ مانی اور آپ نے اسے آزاد بھی نہ کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اس کا کفارہ آپ کے ذمے لازم ہوگا۔[6]

---

(۱) إذا أضافه (الطلاق) إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰)۔

(۲) قال لإمرأته أنت عليّ حرام ونحو ذٰلك .... تطليقةً بائنة إن نوى الطلاق ..... ويفتى بأنه طلاق بائن وإن لم ينوه لغلبة العرف. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۴۳۳)۔

(۳) إذا كان الطلاق بائنًا .... فله أن يتزوجها. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

(۵) فالصريح قوله أنت طالق ومطلقة وطلقتك فهٰذا يقع به الطلاق الرجعي. (هداية ج:۲ ص:۳۵۹، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، طبع مكتبه شركة علمية، ملتان)۔

(۶) والمنعقدة ما يحلف على أمر في المستقبل أن يفعله أو لَا يفعله وإذا حنث في ذٰلك لزمته الكفّارة. (هداية، كتاب الأيمان ج:۲ ص:۴۷۸)۔

طلاقِ معلق کو واپس لینے کا اختیار نہیں

سوال:... اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے غصّے میں یہ کہہ دے کہ: ''اگر تم نے میری مرضی کے خلاف کام کیا تو تم میرے نکاح سے باہر ہو جاؤ گی'' اگر شوہر اس شرط کو ختم کرنا چاہے تو کیا وہ ختم ہوسکتی ہے؟ اور کس طرح؟ دُوسری بات یہ ہے کہ فرض کرو اگر بیوی اس کام کو کرلیتی ہے تو کیا وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے؟

جواب:... طلاق کو کسی شرط پر معلق کردینے کے بعد اسے واپس لینے کا اختیار نہیں،[1] اس لئے اس شخص کی بیوی اگر اس کی مرضی کے خلاف وہ کام کرے گی تو طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی، مگر دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔[2]

کیا دو طلاقیں دینے کے بعد طلاقِ معلق واقع ہوسکتی ہے؟

سوال:... زید نے اپنی بیوی کو کہا: ''اگر میری اجازت کے بغیر میکے گئی تو تمہیں طلاق ہے'' مگر چند دنوں کے بعد دُوسری وجہ سے دو طلاقیں دے دیتا ہے، اور اپنی بیوی سے الگ ہو جاتا ہے، اور اپنی مطلقہ بیوی کو میکے بھیج دیتا ہے یا وہ عورت اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہے، تو کیا اس عورت کو صرف دو طلاقیں واقع ہوں گی یا وہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی جو زید نے اس شرط پر دی کہ میری بغیر اجازت اپنے والدین کے گھر گئی تو ایک طلاق ہے۔ کیا زید اپنی بیوی کو دوبارہ نکاح میں لاسکتا ہے؟

جواب:... طلاقِ معلق نکاح یا عدّت میں شرط کے پائے جانے سے واقع ہو جاتی ہے،[3] پس صورتِ مسئولہ میں دو طلاق کے بعد بیوی کا میکے جانا اگر عدّت ختم ہونے کے بعد تھا تو طلاقِ معلق واقع نہیں ہوئی، اور اگر عدّت کے اندر تھا اور شوہر نے خود اسے بھیجا تب بھی تیسری طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ شرط بلا اجازت جانے کی تھی، اور یہ جانا بغیر اجازت کے نہیں بلکہ اس کے حکم سے ہوا۔ اور اگر عورت عدّت کے اندر شوہر کی اجازت کے بغیر چلی گئی تو تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔[4]

''اگر تم مہمان کے سامنے آئیں تو تین طلاق''

سوال:... میرے شوہر معمولی سی باتوں پر جھگڑا کرنے لگتے ہیں، ایک دفعہ جھگڑے کے دوران کہنے لگے کہ: ''اگر تم میرے یا اپنے رشتہ داروں کے سامنے آئیں تو تمہیں میری طرف سے تین طلاق'' یہ کہہ کر چلے گئے، جبکہ انہیں معلوم تھا کہ مہمان آنے والے ہیں جو کہ ان کے اور میرے دونوں کے یکساں رشتہ دار ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مہمان آگئے اور مجھے مجبوراً ان کے سامنے جانا پڑا۔ آپ یہ

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) ایضاً۔

(۳) ایضاً۔

(۴) وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرّة وثنتین فی الأمَة لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳)۔

تحریر فرمائیں کہ کیا ان کے اس طرح کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور ہمارا ایک ساتھ رہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ میرے شوہر اس سے پہلے بھی اکثر لڑائیوں میں طلاق کا لفظ نکال چکے ہیں، برائے مہربانی جواب ضرور عنایت فرمائیں۔

جواب:... ان الفاظ سے تین طلاقیں ہوگئیں، اور اگر وہ اس سے پہلے بھی اکثر لڑائیوں میں طلاق کا لفظ نکال چکے ہیں تو طلاق پہلے ہی واقع ہوچکی ہے۔ بہرحال اب تم دونوں کا تعلق میاں بیوی کا نہیں بلکہ ایک دُوسرے پر قطعی حرام ہو، حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں۔[1]

''خط ملتے ہی عمل نہ کیا تو تیسری طلاق'' ان الفاظ سے کیا طلاق واقع ہوگئی؟

سوال:... میں نے جرمنی سے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ تم کو پہلی طلاق دی، دُوسری طلاق پر تم نے بچوں کو میرے گھر چھوڑنا ہوگا، اور خط ملتے ہی فوراً عمل نہ کیا تو تیسری طلاق بھی سمجھ لینا ہوگی۔ مگر میری بیوی نے ایک ماہ بعد میرا گھر چھوڑا، بچے چھوڑ کر چلی گئی اپنے والدین کے پاس تین ماہ رہی، پھر ہم نے رُجوع کیا کہ تم آجاؤ، وہ آگئی۔ اس عمل کو ڈیڑھ سال گزر گیا، اب میں ڈیڑھ سال بعد پاکستان آیا ہوں اور حسبِ معمول زندگی بسر کر رہا ہوں۔ کیا مجھے دو طلاقوں کے بعد تین ماہ کے اندر نکاح کرنا لازمی تھا یا اب نکاح کرا سکتا ہوں؟ یا کہ میرے اس فعل اور عمل سے تیسری طلاق بھی ہوچکی ہے جبکہ نکاح نہیں کیا ہے؟

جواب:... آپ کے خط میں یہ وضاحت ہے کہ آپ کی بیوی نے ''خط ملتی ہی فوراً عمل نہیں کیا'' بلکہ ایک مہینے بعد گھر چھوڑا، اس لئے تیسری طلاق واقع ہوگئی اور دونوں میاں بیوی کا تعلق ختم ہوگیا۔[2] بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح کرنے کی بھی گنجائش نہیں رہی،[3] آپ دونوں گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں، فوراً علیحدگی اختیار کرلیں۔

''میں زید کو ٹھیک چار ماہ بعد یہ روپے نہ دُوں تو بیوی تین طلاق'' کا حکم

سوال:... زید نے بکر سے ایک ہزار روپیہ قرض لیا تھا، اور زید نے خود ہی اپنی مرضی سے ایک رسید بکر کو دے دی کہ میں زید کو ٹھیک چار ماہ بعد یہ روپے نہ دُوں تو مجھ زید پر اپنی بیوی تین شرائط طلاق۔ اور پھر زید نے یہ روپے بکر کو ایک ماہ لیٹ دیئے ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زید پر بیوی طلاق ہوگئی کہ نہیں؟

جواب:... زید نے اگر ایسی رسید لکھ کر دی تھی اور مقرّر کردہ میعاد کے اندر رقم ادا نہیں کی تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہوگئیں۔[4] بیوی حرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوگئی، اس کو چاہئے کہ اس سے علیحدگی اِختیار کرلے۔[5]

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، كتاب الطلاق، الباب السادس، فصل فيما تحل به المطلقة)۔

(۲) إذا أضافه (الطلاق) إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰)۔

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر۲۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

''میں اگر دو دِن کے بعد تمہاری رقم نہ دُوں تو میری بیوی پر تین شرطیں طلاق ہو'' کہنے سے طلاق کا حکم

سوال:... میرے چچازاد بھائی نے مجھ سے کچھ رقم اُدھار لی تھی، تقریباً کافی عرصہ گزر جانے کے بعد وہ اِنکاری ہوگیا کہ میں نے تمہاری کوئی رقم نہیں دینی ہے، کافی یاد کروانے کے بعد آدھی رقم پر آمادگی ظاہر کی اور اس نے اس طرح وعدہ کیا کہ: ''میں اگر دو دِن کے بعد تمہاری رقم تم کو نہ دُوں تو میری بیوی مجھ پر تین شرطیں طلاق ہو۔'' اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کے ان الفاظ سے بیوی کو طلاق ہوگئی؟ حالانکہ وہ کافی بچوں کا باپ ہے، اور میں نے قرض سے صبر کرکے اچھا کیا یا کہ جھگڑا کرکے وصول کرتا؟

جواب:... جب تمہارے بھائی نے یہ قسم کھائی تھی کہ ''اگر وہ دو دِن بعد تمہاری رقم ادا نہیں کرے گا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں'' اور پھر اس نے اس قسم کے خلاف کیا، تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہوگئیں۔[1] اب چاہے صبر کرو یا لڑ جھگڑ کر اپنی رقم وصول کرو، وہ تین طلاقیں تو واپس نہیں ہوں گی، اس کی بیوی بہرحال اس پر حرام ہوگئی۔[2]

''اگر دُوسری شادی کی تو بیوی کو طلاق''

سوال:... ایک لڑکے کی ۱۸ سال قبل اس وقت شادی ہوئی، جب وہ حدودِ لڑکپن میں تھا، اس کے سسر نے اس سے ایسی تحریر پر دستخط لے لئے جس میں تحریر تھا کہ: ''اگر دُوسری شادی کی تو میری بیٹی کو طلاق ہوجائے گی'' جبکہ وہ لڑکا اس تحریر کو نہ سمجھ سکا تھا، ایسی صورت میں اس کے لئے دُوسری شادی کا کیا حکم ہے؟

جواب:... آپ کے سوال میں دو اَمر تنقیح طلب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے ''حدودِ لڑکپن'' کا جو لفظ لکھا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ وہ لڑکا اس وقت ''نابالغ'' تھا تو نابالغ کی تحریر کا اعتبار نہیں، اس لئے دُوسری شادی پر طلاق نہیں ہوگی۔[3] اور اگر اس لفظ سے یہ مراد ہے کہ لڑکا تھا تو بالغ، مگر بے سمجھ تھا، تو یہ تحریر معتبر ہے، اور دُوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔[4]

دُوسرا اَمر تنقیح یہ ہے کہ آیا تحریر میں یہی الفاظ تھے جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں، یعنی: ''اگر دُوسری شادی کی تو میری بیٹی کو طلاق ہوجائے گی'' یا تین طلاق کے الفاظ تھے؟ اگر یہی الفاظ لکھے تھے جو آپ نے سوال میں نقل کئے ہیں تو دُوسری شادی کرنے پر پہلی

---

(۱) إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا۔ (اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۲۴۷، كتاب الطلاق)۔

(۲) إن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمَة لم تحل له حتّى تنكح زوجًا غيره۔ (اللباب ج:۲ ص:۱۸۳)۔

(۳) ولَا يقع طلاق الصبي وإن كان يعقل ...إلخ۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۳۵۳)۔

(۴) يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغًا عاقلًا سواء كان حرًّا أو عبدًا، طائعًا أو مكرهًا، كذا في الجوهرة النيرة۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۳۵۳)۔ أيضًا: رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتابًا بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقرّا الزوج أنّه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها۔ (عالمگيری ج:۲ ص:۳۹۸)۔

بیوی کو صرف ایک طلاق ہوگی،[1] اور وہ بھی رجعی۔ ''رجعی'' کا مطلب یہ ہے کہ عدّت ختم ہونے سے پہلے پہلے شوہر زبان سے یہ کہہ دے کہ: میں نے طلاق واپس لے لی اور بیوی سے رُجوع کرلیا، یا مطلقہ کو ہاتھ لگادے یا اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کرلے۔ غرضیکہ اپنے قول یا فعل سے طلاق کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلے تو طلاق مؤثر نہیں ہوتی، اور نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔[2] اور اگر عدّت ختم ہوجائے تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[3] اور اگر طلاق کے الفاظ تین مرتبہ استعمال کئے گئے تھے تو اس میں رُجوع کی گنجائش نہیں رہتی، اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔[4]

''جب تک تمہارے بہن بہنوئی گھر میں رہیں گے، تمہیں طلاق رہے گی''

سوال:... میری ایک سہیلی اپنی دو بچیوں کے ساتھ اپنے شوہر کے گھر میں رہ رہی تھی، کچھ عرصے سے میری سہیلی کی بہن بہنوئی بھی گھر میں ساتھ آکر رہنے لگے، جو کہ اس کے شوہر کو ناپسند تھے، لیکن سہیلی بہن بہنوئی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ جب جھگڑا زیادہ بڑھ گیا تو سہیلی کے شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ: ''جب تک تمہارے بہن بہنوئی اس گھر میں رہیں گے، تم پر طلاق رہے گی اور جب یہ گھر سے چلے جائیں گے تو یہ طلاق ختم ہوجائے گی اور تم دوبارہ میرے ساتھ بیوی کی حیثیت سے رہ سکوگی'' برائے مہربانی آپ یہ بتلائیں کہ سہیلی کے بہن بہنوئی کے گھر سے چلے جانے کے بعد کیا میری سہیلی شوہر کے ساتھ دوبارہ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور وہ دُوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... آپ کی سہیلی کو ایک طلاق ہوگئی،[5] اب اگر اس کی بہن اور بہنوئی عدّت کے اندر چلے گئے تو گویا شوہر نے طلاق سے رُجوع کرلیا اور نکاح قائم رہا، اور اگر عدّت ختم ہونے کے بعد گئے تو نکاح ختم ہوگیا، دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔[6]

سامان نہ لینے پر طلاق کی قسم کھائی تو کون سی طلاق ہوئی؟

سوال:... ہمارے بڑے بھائی کی لڑکی کی شادی ہے، اس میں ہم اس کی لڑکی کو کچھ سامان وغیرہ دینا چاہتے ہیں، لیکن ہمارے بڑے بھائی نے ہم سے سامان نہ لینے کی قسم کھائی تھی، وہ ایسے کھائی تھی کہ: ''ہم پر اپنی بیوی طلاق ہے کہ اگر ہم تم لوگوں سے سامان لیں'' اگر وہ سامان نہیں لیتا تھا تو ہم لوگ اس کی لڑکی کی شادی میں نہیں بیٹھتے تھے، لیکن اب وہ سامان لینے پر راضی ہوگیا ہے، اب

---

(۱) وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا۔ (اللباب ج:۲ ص:۲۴۱، کتاب الطلاق)۔

(۲) فإذا راجعها بالقول نحو أن يقول لها: راجعتک أو راجعت إمرأتي وإن راجعها بالفعل مثل أن يطأها أو يقبّلها بشهوة أو ينظر إلى فرجها بشهوة فإنه يصير مراجعًا عندنا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۶۸)۔

(۳) إذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدّة وبعد إنقضائها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۲)۔

(۴) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتّى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة)۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۶) إذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد إنقضائها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۲، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)۔

بتائیں کہ یہ طلاق اُس پر کیسے پڑی؟ کیا اس کو صرف دُوسرا نکاح کرنا پڑے گا یا یہ تین ماہ کے لئے اپنی بیوی کو چھوڑے گا؟

جواب:... سامان لینے سے اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی،[1] طلاق ہونے کے بعد وہ بیوی سے رُجوع کرلے، نکاح باقی رہے گا۔[2]

شوہر کا بیوی سے کہنا کہ ''اگر آپ اُن لوگوں (بہن بہنوئی) کے گھر گئیں تو طلاق دے دُوں گا'' کی شرعی حیثیت

سوال:... میرے خاوند کسی بات پر میری بہن بہنوئی سے ناراض ہوگئے، اور مجھے حکم دیا کہ ''اگر آپ ان لوگوں کے گھر گئیں تو طلاق دے دُوں گا'' بعد میں صلح ہوگئی، میرے خاوند اور بچے آتے جاتے ہیں، بہن بہنوئی بھی آتے جاتے ہیں، میرے شوہر بھی میرے جانے پر رضامند ہیں، ہم میاں بیوی راضی خوشی زندگی گزار رہے ہیں، عرصہ دو سال سے میں ان لوگوں کے گھر نہیں گئی ہوں، آپ اس مسئلے کا حل لکھیں کہ میں اب کیسے جاسکتی ہوں؟

جواب:... ''طلاق دے دُوں گا'' کے لفظ سے طلاق نہیں ہوتی، آپ اپنی بہن کے گھر آجاسکتی ہیں۔[3]

شوہر نے کہا: ''اگر بہنوئی سے ملی تو تجھ کو طلاق'' پھر وہ اُسے بہنوئی کے گھر لے گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال:... مولانا صاحب! میرے شوہر کچھ وہمی سے ہیں، ان کو وہم ہوا کہ بہنوئی سے میرا تعلق ہے، میں نے قرآن اُٹھاکر قسم کھائی اور یقین دِلایا کہ یہ خیال غلط ہے، لیکن انہوں نے کہا کہ: ''اگر تم ان سے ملی تو میری طرف سے طلاق۔'' بعد میں گھر والوں کے سمجھانے پر ان کو اپنی غلطی کا اِحساس ہوا اور پھر خود ہی مجھے میری باجی کے گھر لے گئے، بعد میں انہوں نے کسی مولوی سے پوچھا، اس نے کہا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادو، انہوں نے دیگ پکاکر رِشتہ داروں میں بانٹ دی، لیکن میرے دِل کو قرار نہیں، ہمارے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑا؟

جواب:... طلاق کے الفاظ زبان سے کہہ دینے کے بعد ان کو واپس نہیں لیا جاسکتا، اس لئے جب آپ کے شوہر آپ کو بہنوئی کے گھر لے کر گئے اور آپ بہنوئی سے ملیں تو ایک طلاق واقع ہوگئی،[4] لیکن ایک رجعی طلاق کے بعد عدّت کے اندر شوہر کو رُجوع کا حق ہوتا ہے،[5] پس اگر بہنوئی سے ملنے کے بعد اگر آپ کے شوہر نے میاں بیوی کا تعلق قائم کیا تو رُجوع ہوگیا، اور آپ بدستور میاں بیوی ہیں، نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا مسئلہ یہاں جاری نہیں ہوتا۔

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) إذا طلق الرجل إمرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۳) فقال الزوج أطلق، طلاق مى كنم .... بخلاف سأطلق، طلاق كنم، لأنه إستقبال، فلم يكن تحقيقًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۸۴، كتاب الطلاق)۔

(۴) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۲ ملاحظہ ہو۔

''اگر تم بہن کے رِشتے کے لئے گئیں، یا اگر تم قدم گھر سے باہر نکالوگی تو تمہیں طلاق ہوجائے گی'' کہنے کا شرعی حکم

سوال:... میرے شوہر نے مجھے کہا کہ ''اگر تم بہن کے رِشتے کے سلسلے میں جاؤ گی تو تمہیں طلاق ہوجائے گی، اگر تم قدم گھر سے باہر نکالوگی تو تمہیں طلاق ہوجائے گی'' اور ایسا ہوا، یہ مختلف دِنوں کے واقعات ہیں، کیا طلاق واقع ہوگئی؟

جواب:... اگر یہی الفاظ کہے تو بہن کے رِشتے کے سلسلے میں جانے اور گھر کے باہر قدم رکھنے پر طلاق ہوجائے گی، اور چونکہ ایسا ہوچکا ہے اس لئے طلاق ہوگئی۔[1] آپ یہ خط دے کر اپنے شوہر کو میرے پاس بھیج دیں، اُن سے پوری بات معلوم کرکے ان کو صحیح مشورہ دُوں گا، واللہ اعلم!

اگر بھائی کے گھر آنے سے طلاق کو معلق کیا تو اَب کیا کرے؟

سوال:... میں ایک کرائے کے مکان میں رہ رہا تھا، آج سے پانچ سال پہلے ہم دونوں بھائیوں کی آپس میں باتیں ہورہی تھیں، تو باتوں باتوں میں تلخ کلامی ہوگئی اور بہت زیادہ ہوئی، اسی دوران بھائی باہر نکل گیا، کافی دُور جاکر اس نے کہا کہ میں اپنے بھائی کے گھر آؤں تو میری بیوی پر تیرہ دفعہ طلاق ہے۔ اب وہ بھائی عرصہ ۵ سال سے میرے گھر نہیں آیا، اب وہ میرے گھر کس صورت میں آسکتا ہے؟ اور ان باتوں کا کیا حل ہے؟

جواب:... آپ کا بھائی جب بھی آپ کے گھر آئے گا اس کی بیوی کو تین طلاق ہوجائیں گی۔ اگر وہ اپنی قسم توڑنا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ''ایک طلاق بائن'' دے دے، پھر جب بیوی کی عدّت ختم ہوجائے تو آپ کے گھر چلا جائے، اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، دوبارہ اپنی بیوی سے نکاح کرلے۔[2]

غیرشادی شدہ اگر طلاقِ کل کی قسم کھالے تو کیا شادی کے بعد طلاق ہوجائے گی؟

سوال:... ایک شخص عاقل بالغ یہ کہہ دے کہ: ''آئندہ میں اگر سگریٹ نوشی کروں تو مسلمان نہیں۔ آئندہ اگر میں سگریٹ نوشی کروں تو مجھ پر (طلاق کل ہے) یعنی دُنیا کی تمام عورتیں مجھ پر طلاق ہیں۔'' یاد رہے کہ یہ شخص غیرشادی شدہ ہے، پھر اگر یہ سگریٹ نوشی ترک نہ کرسکے تو کیا کافر ہوجائے گا یا پھر اس کا نکاح کسی عورت کے ساتھ ہوسکے گا یا نہیں؟

جواب:... ایسی قسمیں کھانا، کہ فلاں کام کروں تو مسلمان نہیں، نہایت بیہودی قسم اور گناہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے، مگر

---

(۱) إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰)۔

(۲) ص:۶۲۰ کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

اس قسم کو توڑنے سے یہ شخص کافر نہیں ہوگا،[1] بلکہ اس کو توبہ کرکے قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہئے۔[2] اور یہ کہنا کہ: ''اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر تمام عورتوں کو طلاق'' جبکہ وہ شادی شدہ نہیں، تو قسم لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوا۔[3]

البتہ اگر یوں کہا کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو نکاح کرتے ہی اس کو طلاق ہوجائے گی، لیکن صرف ایک دفعہ طلاق ہوگی، اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنے پر طلاق نہیں ہوگی۔[4]

''اگر باپ کے گھر گئیں تو مجھ پر تین طلاق'' کہنے کا حکم

سوال:... میرا اپنے سسر سے جھگڑا ہوگیا، اور میں نے گھر آتے ہی بیوی کو کہا کہ: ''آج کے بعد تم اگر باپ کے گھر گئی تو تم مجھ پر تین شرط طلاق ہو'' خیر اس کے بعد وہ تو باپ کے گھر نہ گئی، مگر آج کل سسر صاحب سخت بیمار ہیں اور میں یہ سوال لے کر بڑے بڑے علمائے کرام کے پاس گیا ہوں، مگر مطمئن نہیں ہوں، آپ بتایئے کہ میری بیوی کس طرح باپ کے گھر جائے؟

جواب:... آپ کی بیوی اپنے والد کے گھر نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو اسے تین طلاقیں ہوجائیں گی۔[5] اس کی تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ اس کو ایک بائن طلاق دے کر اپنے نکاح سے خارج کردیں، پھر وہ عدّت ختم ہونے کے بعد اپنے باپ کے گھر چلی جائے، چونکہ اس وقت وہ آپ کے نکاح میں نہیں ہوگی اس لئے تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، اور شرط پوری ہوجائے گی۔ اب اگر دونوں کی رضامندی ہو تو دوبارہ نکاح کرلیا جائے، اس کے بعد اگر اپنے باپ کے گھر آجائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔[6]

''اپنی بہن کی شادی سے پہلے یہاں آؤ گی تو پکی آجاؤ گی، اور اگر اپنی بہن سے بولو گی تو تین طلاق''

سوال:... میں بہت شکی اور وہمی مزاج آدمی ہوں، ایک دفعہ میری لڑائی اپنی سالی سے ہوگئی، غصّے میں، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر اپنی بہن کی شادی سے پہلے یہاں آؤ گی یعنی اپنی ماں کے گھر تو پھر پکی آجاؤ گی، اور اگر اپنی بہن سے بولو گی تو تین طلاق'' شاید زندگی بھر کے لئے یہ الفاظ بھی اِستعمال کئے تھے۔ جامعہ اشرفیہ سے فتویٰ لیا تو انہوں نے کہا کہ ''پکی آجاؤ گی'' کنایہ کے

---

(۱) وإن قال: إن فعلت كذا فهو يهودي أو نصراني أو كافر يكون يمينًا .... والصحيح أنه لَا يكفر فيهما إن كان يعلم أنه يمين ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۸۱).

(۲) "لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمٰنِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمٰنَ" (المائدة: ۸۹).

(۳) ولَا تصح إضافة الطلاق إلّا أن يكون الحلف مالكًا أو يضيفه إلى ملك كالتزوج كالإضافة إلى الملك فإن قال لأجنبية إن دخلت الدار فأنت طالق، ثم نكحها فدخلت الدار لم تطلق، كذا في الكافي. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۲۰).

(۴) ولو قال كل إمرأة أتزوجها فهي طالق فتزوج نسوة طلقن ولو تزوج إمرأة واحدة مرارًا لم تطلق إلّا مرّة واحدة، كذا في المحيط. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۱۵).

(۵) إذا أضافه (الطلاق) إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۲۰).

(۶) فحيلة من علّق الثلاث بدخول الدّار أن يطلّقها واحدةً ثم بعد العدّة تدخلها فتنحلّ اليمين فينكحها. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۵۵).

الفاظ نہیں ہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ ایک دن بیوی کی بھاوج کی تیمارداری کے لئے میں بیوی اور بہن سمیت سسرال میں تھا، مریضہ کے ساتھ سب سے آگے میری بیوی بیٹھی تھی، اس سے تھوڑا پیچھے میری بہن اور میری بہن کے ساتھ میری سالی بیٹھی تھی۔ باتوں کے دوران اچانک میری بیوی نے اپنی بہن کی طرف منہ کرکے کوئی بات کہی، پھر فوراً وہی بات اس نے میری بہن کی طرف منہ کرکے دُہرائی، جس سے مجھے یقین ہوگیا کہ میری بیوی نے اپنی بہن کو بلایا تھا، میرے اِستفسار پر بیوی نے بتایا کہ اس نے میری بہن کو مخاطب کیا تھا، دُوسرے دن بیوی کہنے لگی کہ اس نے بہت غور کیا تو اِحساس ہوا کہ اصل میں وہ اپنی بھاوج سے مخاطب تھی، بیوی کی بہن کا بھی کہنا ہے کہ بیوی نے اسے نہیں بلایا۔ دوبارہ جامعہ اشرفیہ سے رُجوع کیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ثبوت دینا ہوگا، ورنہ بیوی کی بات کا اِعتبار کیا جائے گا، اس صورتِ حال میں کیا کیا جائے؟

جواب:... جامعہ اشرفیہ کا فتویٰ صحیح ہے، آپ کی بیوی اگر حلفاً کہتی ہے کہ میں نے بہن کو نہیں بلایا تو اس کی بات کا اِعتبار ہے، آپ کا شکی مزاج، وہم کو بھی سو فیصد یقینی بنالیتا ہے، اس کا اِعتبار نہیں۔ سالی سے معافی مانگنے پر تین طلاق ختم نہیں ہوگی، اگر اس کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک بائن طلاق دے دیں، جب اس کی عدّت ختم ہوجائے تو اپنی بہن سے بات کرلے، شرط ختم ہوجائے گی، اس کے بعد بیوی سے دوبارہ نکاح کرلیں، اس کے بعد اگر وہ اپنی بہن سے بولے گی تو تین طلاق واقع نہیں ہوں گی۔ [1]

”اگر تو وہاں گئی تو تجھ کو ایک، دو، تین طلاق“ کہنے کا نکاح پر اَثر

سوال:... میرے ایک رشتہ دار اپنی بیگم سے کسی بات پر ناراض ہوگئے، اور اس حالت میں انہوں نے یہ الفاظ ادا کئے: ”اگر تو (یعنی بیگم) وہاں گئی تو تجھ کو ایک، دو، تین طلاق“ کسی کے گھر کا نام لے کر نہیں کہا، لیکن ان کی مراد بیگم کا گھر تھا، اس کے بعد ان کی بیگم کہیں نہیں گئیں، لیکن اگر کبھی ان کو یہ مسئلہ درپیش آجائے کہ وہاں جانا ہو تو وہ کیا کریں؟ میرے رشتہ دار چاہتے ہیں کہ ان الفاظ کے ادا کرنے کا کفارہ ادا ہوجائے اور وہ اپنی بیگم کو اس بندش سے آزاد کردیں، اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

جواب:... طلاق کے الفاظ نہ تو واپس لئے جاسکتے ہیں، اور نہ ان کا کوئی کفارہ ادا ہوسکتا ہے، البتہ اس کی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی بیگم کو ایک طلاق دیدے، اور پھر عدّت پوری ہونے تک ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھے، جب عدّت پوری ہوجائے تو لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائے، اور پھر واپس آکر نکاح کی تجدید کرلی جائے، یعنی عورت کسی کو وکیل بنادے اور دو گواہوں کی موجودگی میں ان کا نکاح دوبارہ کردے۔[2] واللہ اعلم!

رِشتہ دینے سے طلاق کو معلق کرنا

سوال:... ”الف“ ”ذ“ سے شادی کرنا چاہتی ہے، مگر ایک موقع پر ”الف“ کے بھائی نے یہ الفاظ کہے کہ: ”اگر ”الف“ یعنی

(۱ و ۲) فحيلة من علّق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدةً ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۵۵، باب التعليق، أيضًا: عالمگيری ج:۱ ص:۳۹۷، طبع رشيديه).

میری بہن کا رِشتہ ''د'' کو دُوں تو میری بیوی مجھ سے تین طلاق ہے۔'' اب مسئلہ یہ ہے کہ دونوں فریق اس رِشتے پر راضی ہیں، مگر ''الف'' کے بھائی کے ادا کئے ہوئے الفاظ رُکاوٹ ہیں، کوئی ایسی صورت بتائیں کہ طلاق بھی نہ ہو اور رِشتہ بھی ہو جائے۔

یا ایسا ہوسکتا ہے کہ ''الف'' کی ماں رِشتہ دے دیں اور طلاق نہ ہو؟

کیا اس رِشتے کے ہونے سے ''الف'' کی بھابھی کو طلاق ہو جائے گی؟

اگر طلاق ہوگی تو کیا بغیر حلالہ کے نکاح ہوسکتا ہے؟

رِشتہ ہونے سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟ مولانا صاحب! جواب ضرور عنایت کیجئے گا۔

جواب:... ''الف'' کا بھائی رِشتہ نہ دے، بلکہ وہ اس سے یکسر لاتعلق رہے، دُوسرے لوگ رِشتہ کرادیں، تو ''الف'' کے بھائی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔ [1]

''اگر تم اس پڑوس کے گھر میں گئیں تو مجھ پر تین شرطوں پر طلاق ہوگی''

سوال:... ہمارے ایک پڑوسی ہیں، انہوں نے سات آٹھ سال قبل اپنی بیوی کو اپنے دُوسرے پڑوسی کے گھر سے روک کر یہ شرط عائد کی کہ: ''اگر تم اس پڑوسی کے گھر گئیں تو مجھ پر تین شرطوں پر طلاق ہوگی۔'' اب اس بات کو سات آٹھ سال کا عرصہ گزر گیا، اب وہ شخص خود بھی پڑوسی کے گھر جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی بیوی بھی اب پڑوسی کے گھر جایا کرے، اب اپنی بیوی کو جانے سے منع نہیں کرتا، لیکن بیوی اس ڈر سے نہیں جاتی کہ طلاق ہو جائے گی، وہ شخص چاہتا ہے کہ اب یہ مسئلہ حل ہو جانا چاہئے، انہوں نے کافی دریافت کیا لیکن کسی نے اس مسئلے کو حل کرنے میں مدد نہیں دی، برائے مہربانی یہ بتایا جائے کہ یہ طلاقیں اب کیسے واپس ہوں گی؟

جواب:... یہ شرط تو مرتے دَم تک قائم رہے گی، عورت جب بھی پڑوسی کے گھر جائے گی اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی، اب اس کا حل یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر الگ کردے، جب عورت کی عدّت ختم ہو جائے تو وہ پڑوسی کے گھر چلی جائے، اس کے بعد یہ دونوں دوبارہ نکاح کرلیں۔ [2]

''اب اگر ہم یہاں آئیں تو تمہیں طلاق ہے'' کہنے کا حکم

سوال:... میری شادی کو پورے دو سال ہو چکے ہیں، میرے شوہر مجھ سے اور میں اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی ہوں، وہ میرا ہر طرح خیال رکھتے ہیں، مگر ان کا غصہ اتنا تیز ہے کہ اس وقت وہ بے قابو ہو جاتے ہیں۔ دِلوں میں کچھ بدگمانیاں ہیں، جس کی وجہ سے وہ مجھے ہمیشہ میری امی کے گھر بہت مشکل سے لے کر جاتے ہیں، اور اکثر کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو چھوڑ دو، میرا تمہارا جھگڑا تمہارے گھر کی وجہ سے ہوگا۔ یہ ۱۳/اپریل کی بات ہے، شب براءت کا مبارک دِن تھا، مغرب کے وقت وہ ہمارے عزیز کے گھر سے مجھے

---

(۱) إذا أضافه (الطلاق) إلى الشرط وقع عقيب الشرط إتفاقًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰)۔

(۲) فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها۔ وفي الشامية: أي لا تكرار بين هٰذه ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۵۵، باب التعليق، طبع سعيد)۔

لے کر نکلے، وہاں بھی یہی مسئلہ تھا کہ تم اپنی سسرال کیوں نہیں جاتے ہو؟ میرے شوہر نے ایک دو غلط باتیں کیں، جن پر میں سب کے سامنے تصدیق کروا رہی تھی، وہ مجھے لے کر فوراً نکلے اور میری امی کی گلی کے سامنے رُک گئے، اس وقت مسجد میں مغرب کی اَذانیں ہو رہی تھیں، مجھے بے اِنتہا بُرا بھلا کہا کہ میں لکھ نہیں سکتی، اور موٹر سائیکل سے دھکے دے کر اُتار رہے تھے کہ ابھی اپنے گھر دفع ہو جاؤ، مگر میں روتی رہی اور سمجھاتی رہی، میں نے کہا کہ میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، انہوں نے گلی کے تین چکر لگائے اور بار بار مجھے ذلیل کرتے رہے، ذرا آگے جاکر پھر کہنے لگے: ''اب اگر تم یہاں آئیں یا اب تم مجھ سے یہاں لانے کے لئے کہوگی تو میری طرف سے تمہیں طلاق ہے۔'' یہی الفاظ رُک رُک کر تین مرتبہ کہے۔ بعد میں خود بھی بہت پشیمان ہوئے اور معافی مانگنے لگے۔ اور ان کے دفتر میں ایک الحاج صاحب ہیں، ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا اس کا کفارہ ادا ہوگا، یعنی ساٹھ روزے رکھیں اور دو نفل خدا سے توبہ کر کے پڑھیں۔ لیکن میں مطمئن نہیں ہوں، مولانا صاحب! میں بہت پریشان ہوں، اپنی بیٹی سمجھ کر میرے لئے دُعا کریں اور اس مسئلے کا حل وضاحت سے بیان کریں۔ مولانا صاحب! جلد سے جلد میرے مسئلے کا جواب دیں۔

جواب:... الحاج صاحب کا مسئلہ تو صحیح نہیں۔ آپ میکے جب بھی جائیں گی یا جانے کے لئے کہیں گی فوراً تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اب میاں بیوی کے ایک ساتھ رہنے کی دو ہی صورتیں ہیں، یا تو آپ ہمیشہ کے لئے میکے کو بھول جائیں، کسی شادی غمی میں وہاں نہ جائیں، نہ جانے کی فرمائش کریں، اس میں جو تنگی لاحق ہوگی وہ ظاہر ہے۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ شوہر آپ کو ایک طلاق بائن دیدے، پھر عدّت ختم ہونے کے بعد آپ میکے چلی جائیں، اس کی طلاق کی قسم ختم ہو جائے گی۔ پھر دوبارہ نکاح کر لیا جائے۔ اس صورت میں آئندہ یہ پابندی ختم ہو جائے گی، یہ صورت آسان ہے اس کو اِختیار کر لیا جائے۔ [1]

---

(۱) فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار أن یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها۔ وفی الشامیة: أی لَا تکرار بین هٰذه ... الخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۵۵، باب التعلیق)۔

حاملہ کی طلاق

''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' کے الفاظ حاملہ بیوی سے کہے تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

سوال:... زید نے اپنی بیوی کو چار عورتوں کے سامنے ایک نشست میں تین دفعہ کہا کہ: ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' اور عورتوں کو کہا کہ تم گواہ رہنا۔ ایک دفعہ جب طلاق دینے کو کہا تو زید کی ماں نے زید کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، کچھ دیر بعد جب ہاتھ ہٹایا تو زید نے پھر دو دفعہ کہا کہ: ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' اور زید کی بیوی چھ ماہ کی اُمید سے ہے، ایسی صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے؟ کیا یہ دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں؟

جواب:... زید پر اس کی بیوی حرام ہوگئی، اب نہ تو رُجوع جائز ہے اور نہ ہی حلالہ شرعی کے بغیر عقدِ ثانی ہوسکتا ہے۔[1] زید کی بیوی کی عدّت بچے کا پیدا ہونا ہے، جب بچہ پیدا ہوجائے گا عدّت پوری ہوجائے گی۔[2] عدّت کے بعد زید کی بیوی اگر کسی دُوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔ واضح رہے کہ حالتِ حمل میں بھی اگر کوئی طلاق دے دے تو واقع ہوجاتی ہے، اس لئے زید کی بیوی اگرچہ حاملہ ہے پھر بھی زید کے طلاق دینے سے مطلقہ ہوگئی۔[3]

حمل کی حالت میں دو مرتبہ طلاق کے الفاظ کہے، پھر دو دِن بعد تین مرتبہ کہا: ''تمہیں طلاق دی'' سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟

سوال:... میرے شوہر نے ۱۲/۶/۱۹۹۶ء کو مجھے دو مرتبہ طلاق کے الفاظ کہے، اور پھر ۱۴/۶/۱۹۹۶ء کو ہماری لڑائی ہوئی تو انہوں نے غصّے کی حالت میں تین مرتبہ کہا کہ: ''میں نے تمہیں طلاق دی'' جبکہ میں حاملہ ہوں، اور میں نے سنا ہے کہ ایسی حالت میں طلاق نہیں ہوتی، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک دفعہ میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں، کیونکہ ہر طلاق کے بعد ایک ماہ کا وقفہ لازمی ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں میاں بیوی ایک دُوسرے سے رُجوع کرسکتے ہیں؟ میرے شوہر کو اپنی غلطی پر ندامت ہے، وہ مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں، اس صورتِ حال سے میں بھی بہت پریشان ہوں، سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلّقها أو يموت عنها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة)۔

(۲) ''وَأُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ'' (الطلاق:۴)۔

(۳) وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۵۶)۔

کروں؟ کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی ہے۔ اگر یہ طلاق ہوگئی ہے تو اس کا کیا حل ہے؟ کس طرح ہم پھر ایک ہوسکتے ہیں؟

جواب:...دو بار پہلے طلاق دی تھی، اور تین بار اب دے دی، گویا کل پانچ طلاقیں ہوئیں، تین طلاقوں کے ساتھ بیوی حرام ہوگئی، اور دو زائد طلاقیں اس کی گردن پر وَبال رہا، قیامت کے دن اس کی سزا بھگتے گا۔ حمل کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے،[1] اور ایک بار کی تین، تین ہی ہوتی ہیں۔ آپ کو تو دو بار پانچ دی گئی ہیں، طلاق واقع ہوگئی، میاں بیوی ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے، اب نہ مصالحت ہوسکتی ہے، نہ شرعی حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے،[2] واللہ اعلم!

---

(۱) وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع ... إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۵۶). قال رجل لشريح القاضي: طلقت إمرأتي مأة، فقال: بانت منك بثلاث، وسبع وتسعون إسراف ومعصية. (المحلّٰى لِابن حزم ج:۱۰ ص:۱۷۳، طبع بيروت).

(۲) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹، طبع شركت علميه ملتان).

کن الفاظ سے طلاق ہوجاتی ہے؟ اور کن سے نہیں؟

طلاق اگر حرف ''ت'' کے ساتھ لکھی جائے، تب بھی طلاق ہوجائے گی

سوال:...طلاق اگر ''ط'' کے بجائے ''ت'' سے لکھ کر دی جائے تو کیا طلاق ہوجائے گی؟

جواب:...جی ہاں! ہوجائے گی۔[1]

طلاق کے لئے گواہ ہونے ضروری نہیں

سوال:...اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین بار منہ سے طلاق دے دے اور ان کے پاس کوئی آدمی نہ ہو تو کیا طلاق ہوجائے گی یا گواہ ضروری ہیں؟

جواب:...طلاق صرف زبان سے کہہ دینے سے ہوجاتی ہے، خواہ کوئی سنے نہ سنے، گواہ ہوں یا نہ ہوں، اور بیوی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔[2]

والد اگر بیوی کو طلاق دینے پر اِصرار کریں تو کیا کیا جائے؟

سوال:...شادی کے بعد سے میں اپنے گھر کی طرف سے بہت پریشان ہوں، میرے والد صاحب کا کہنا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دُوں، میں نے ان سے عرض کیا کہ کوئی اور طریقہ بتائیں، لیکن وہ صرف اسی بات پر اِصرار کر رہے ہیں، میں نے ان سے کہا ہے کہ آپ برادری کو بٹھا کر فیصلہ کرلیں، لیکن اس پر وہ خاموش ہوجاتے ہیں، اور علیحدگی میں طلاق کا کہتے ہیں، میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرح بیوی کو طلاق دی جائے تو واقع ہوجاتی ہے؟ اگر شوہر بیوی کے سامنے نہ کہے صرف والدین کے سامنے کہے تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

---

(۱) یقع بها أی بهٰذه الألفاظ وما بمعناها من الصریح ویدخل نحو طلاغ وتلاک ...إلخ۔ (الدر المختار شامی ج:۳ ص:۲۴۸، باب الصریح)۔ أیضًا: فی الهندیة ج:۱ ص:۳۵۷، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق۔

(۲) هو رفع قید النکاح فی الحال بالبائن أو المآل بالرجعی بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۶)۔ أیضًا: ورکنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلَالته علٰی معنی الطلاق من صریح أو کنایة ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۲۳۹، کتاب الطلاق)۔ أیضًا: قال الحاکم الشهید إذا کتمها الطلاق ثم راجعها وکتمها الرجعة فهی إمرأته غیر أنه قد أساء فیما صنع۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة)۔

جواب:... طلاق تو آدمی کے یہ کہنے سے بھی ہوجاتی ہے کہ ''میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں'' اور تین دفعہ کہنا بھی ضروری نہیں، صرف ایک دفعہ کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے،[1] اور تین دفعہ طلاق دینا گناہ ہے۔[2] یہ تو مسئلہ ہوا۔ جہاں تک مشورے کا تعلق ہے، اگر آپ کی بیوی کا کوئی قصور نہیں تو اس کو طلاق نہ دیں، بلکہ اپنے والدین کو کہیں کہ اپنے خاص عزیزوں میں سے چند آدمیوں کو جمع کریں اور وہ مجھے جو مشورہ دیں گے، اِن شاء اللہ میں اس پر عمل کروں گا۔

ٹیلی فون پر طلاق دی تو واقع ہوگئی

سوال:... ایک بار طلاق کا لفظ ٹیلی فون پر کہے اور کوئی گواہ نہ ہو تو طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

جواب:... ایک طلاق واقع ہوگئی، خواہ کوئی گواہ نہ ہو۔[3]

سوال:... ایک طلاق دینے کے ۸ ماہ بعد تک شوہر سے کوئی ملاقات نہ ہو اور ۸ ماہ بعد تین بار بغیر گواہ کے بیوی سے ''نکاح قبول ہے'' کے الفاظ شوہر کہلوائے تو کیا اس سے نکاح ہوجاتا ہے؟

جواب:... اگر طلاق دینے کے بعد شوہر نے عدّت کے اندر رُجوع کرلیا تو نکاح باقی ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔[4] اگر عدّت کے اندر شوہر نے رُجوع نہیں کیا تو نکاح ختم ہوگیا اور میاں بیوی کا بغیر گواہوں کے اِیجاب و قبول کرلینا، اس سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ نکاح کے لئے گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، اور مہر بھی مقرّر کرنا چاہئے۔[5]

سوال:... طلاق کے بعد کیا میں ان ۱۵ ماہ کا نان و نفقہ مانگنے کا حق رکھتی ہوں؟

---

(۱) یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغًا عاقلًا سواء کان حرًّا أو عبدًا، طائعًا أو مکرهًا۔ (الفتاویٰ العالمگیریة ج:۱ ص:۳۵۳، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق)۔

(۲) وطلاق البدعة ان یطلقها ثلاثًا بکلمةٍ واحدةٍ أو ثلاثًا فی طهر واحد فإذا فعل ذٰلک وقع الطلاق وکان عاصیًا۔ (الهدایة، کتاب الطلاق ج:۲ ص:۳۵۵)۔

(۳) الطلاق الصریح وهو کأنت طالق ومطلقة وطلقتک، وتقع واحدة رجعیة وإن نوی الأکثر أو الإبانة أو لم ینو شیئًا، کذا فی الکنز۔ ولو قال لها: أنت طالق، ونویٰ به الطلاق عن وثاق لم یصدق قضاءً ویُدیّن فیما بینه وبین الله تعالٰی، والمرأة کالقاضی لَا یحل لها أن تمکنه إذا سمعت منه ذالک أو شهد به شاهد عدل عندها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۴)۔ الطلاق علٰی ضربین: صریح وکنایة، فالصریح قوله أنت طالق ومطلقة وطلقتک فهٰذا یقع به الطلاق الرجعی۔ (هدایة، کتاب الطلاق ج:۲ ص:۳۵۹)۔

(۴) وإذا طلق الرجل إمرأته طلاقًا بائنًا أو رجعیًا ...... فعدتها ثلاثة أقراءٍ۔ (هدایة، باب العدة ج:۲ ص:۴۲۲)۔ أیضًا: وإذا طلق الرجل إمرأته تطلیقةً رجعیةً أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها۔ (هدایة، کتاب الطلاق، باب الرجعة ج:۲ ص:۳۹۴)۔

(۵) ولَا ینعقد نکاح المسلمین إلّا بحضور شاهدین۔ (هدایة، کتاب النکاح ص:۳۰۶)۔

جواب:... میکے میں رہتے ہوئے بیوی نان نفقہ کی حق دار نہیں۔[1]

فون پر طلاق دے دی تو واقع ہوجائے گی

سوال:... میری شادی تین مہینے پہلے ہوئی ہے، میرے شوہر ملک سے باہر نوکری کرتے ہیں۔ ہر گھر میں چھوٹے موٹے جھگڑے ہوتے ہیں، میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، لیکن میں نے کسی سے نہ کوئی شکایت کی اور نہ ہی اپنے شوہر کو کچھ بتایا، میں ہمیشہ غلط باتوں کو نظرانداز کردیا کرتی ہوں، اور میں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن کچھ غلط باتوں کے دوران میری بڑی نند نے مجھے دھمکی دی کہ میں تمہیں طلاق دِلوا کر اپنے بھائی کی دُوسری شادی کراؤں گی۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ عید کے دن میرے شوہر نے جو کہ ملک سے باہر ہیں، میرے والد کے پاس فون کیا اور کہا: ''میری ماں نے مجھے رو کر سب کچھ بتایا، میں اپنی ماں کے آنسو پر آپ کی بیٹی جیسی دس بیویاں قربان کرسکتا ہوں، میں آپ کی بیٹی کا حق مہر کا ڈرافٹ اور طلاق نامہ بھیج رہا ہوں، جو آپ کو ایک ہفتے کے اندر مل جائے گا۔'' اور فوراً ہی فون پر مجھ سے بات کی اور کہا: ''تمہارا ڈرافٹ اور طلاق نامہ بھیج رہا ہوں جو تمہیں ایک ہفتے میں مل جائے گا۔'' میرے بار بار پوچھنے پر کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور کیوں کہہ رہے ہیں؟ مجھے مذکورہ بالا صرف ایک ہی جواب ملا اور اس طرح پورے جملے کو انہوں نے چار یا پانچ دفعہ کہا اور فون بند کردیا، کیا مجھے طلاق ہوگئی؟

تقریباً ایک ہفتے تک طلاق نامے کا اِنتظار کرنے کے بعد ہم دونوں یعنی میرے اور میرے شوہر کے گھر والے کہنے لگے کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی، اگر طلاق نامہ مل جاتا تو تمہیں طلاق ہوجاتی۔ اب دو تین ہفتے بعد میرے شوہر کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی، وہ تو میں نے ایسے کہا تھا۔ لیکن میرا ذہن اور میرا دِل کسی صورت میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں، کیونکہ جس طرح میرے شوہر نے اس جملے کو کہا، آج مہینے بھر بعد بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، اب جب بھی اس سلسلے میں بات ہوتی ہے میری زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلتے ہیں کہ اب میں حرام کی زندگی گزارنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہوں، میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو اس رِشتے کے لئے بالکل تیار نہیں کر پا رہی۔

جواب:... اگر شوہر نے ٹیلی فون پر کہا تھا کہ ''میں طلاق نامہ بھیج رہا ہوں'' تو طلاق واقع ہوگئی، اگر آدمی جھوٹ موٹ بھی کہہ دے کہ میں نے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوجاتی ہے۔[2] آپ اس شخص سے علیحدگی اِختیار کرلیں اور فون کرنے کی تاریخ کے بعد عدّت گزار کر دُوسری جگہ نکاح کرلیں۔

طلاق کے الفاظ بیوی کو سنانا ضروری نہیں

سوال:... زید نے اپنی بیوی کی نافرمانی، زبان درازی اور مشکوک چلن کردار اور گھریلو جھگڑوں سے بدظن ہوکر اپنے دِل

---

(۱) وإن نشزت فلا نفقة لها حتّٰى تعود إلى منزله۔ (هداية، باب النفقة ج:۲ ص:۴۳۸)۔

(۲) يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغًا عاقلًا سواء كان حرًّا أو عبدًا، طائعًا أو مكرهًا .... وطلاق اللاعب والهازل به واقع وكذٰلك لو أراد أن يتكلم بكلام فسبق لسانه بالطلاق فالطلاق واقع۔ (الفتاوى العالمگيرية ج:۱ ص:۳۵۳، كتاب الطلاق)۔

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر تین مرتبہ اپنے منہ سے یہ الفاظ ادا کئے: ''میں نے تجھے طلاق دی'' جبکہ زید کی بیوی کو اس طلاق کا قطعی علم نہیں، تو از راہ کرم بتلائیں کہ کیا شرعاً طلاق ہوگئی؟

جواب:... چونکہ یہ الفاظ زبان سے کہے تھے، لہٰذا طلاق ہوگئی، بیوی کو سنانا شرط نہیں۔ [1]

''ٹھیک ہے میں تمہیں تین دفعہ طلاق دیتا ہوں، تم بچی کو مار کر دِکھاؤ''

سوال:... ''ع'' اور ''س'' میں جھگڑا ہوا ہے، ''ع'' نے غصّے میں کہا کہ: ''میں تمہیں چھوڑ دُوں گا'' تو ''س'' (بیوی) نے کہا کہ: اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں تمہیں اور تمہاری بچی (جو کہ دو سال کی ہے) کو جان سے مار دُوں گی۔ تو ''ع'' نے کہا: ''ٹھیک ہے میں تمہیں تین دفعہ طلاق دیتا ہوں، تم بچی کو مار کر دِکھاؤ'' تو کیا ایسی صورت میں طلاق ہوگئی؟ یا جب بچی کو مارا جائے گا تب طلاق ہوگی؟ مہربانی فرما کر اس مسئلے میں ہماری رہنمائی کریں۔

جواب:... طلاق فوراً ہوگئی، بچی کے مارنے پر موقوف نہیں۔ [2]

طلاق زبان سے بولنے سے یا لکھنے سے ہوتی ہے، دِل میں سوچنے سے نہیں ہوتی

سوال:... ہمارا ایک دوست ہے، اس کے ساتھ کچھ ایسا واقعہ پیش آیا ہے، اس نے اپنے دِل میں ایک کام نہ کرنے کا عہد کیا اور اپنے دِل میں کہا کہ: ''اگر میں نے یہ کام کیا تو میری بیوی کو طلاق'' مجبوری کی وجہ سے اس نے وہ کام کیا، کیا اس کو طلاق ہوگئی؟

جواب:... طلاق زبان سے الفاظ ادا کرنے یا تحریر کرنے سے ہوتی ہے، دِل میں سوچنے سے نہیں ہوتی۔ [3]

طلاق کا وہم اور اس کا علاج

سوال:... آج سے گیارہ سال قبل میرے شوہر نے کسی بات پر خفا ہو کر مجھے دو طلاقیں دے دیں، مجھے اس بات سے بے حد ذہنی صدمہ پہنچا، میں اتنی پریشان ہوئی کہ خط لکھ کر میں نے اس بات کا ذِکر اپنی والدہ سے کیا، اس کے بعد سے مجھے یہ شک ہونے لگا کہ شاید میرے شوہر نے دو طلاق والے واقعے سے قبل بھی مجھے ایک طلاق دے دی ہے، آج تک یہ شبہ باقی ہے، سوچتے سوچتے میرا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے، بلاک سا ہونے لگتا ہے، مجھے کچھ نہیں یاد آتا، میں بے بس سی ہو جاتی ہوں، اس کے علاوہ خوفِ خدا سے سہم جاتی ہوں کہ خدا اس بات پر مجھے نہ پکڑ لے، میں نے اپنا شک دُور کرنے کے لئے اس سلسلے میں اپنے شوہر سے بات کی، وہ باوضو ہو کر کہتے ہیں کہ انہوں نے صرف دو طلاقیں دی تھیں، اس سے پہلے انہوں نے طلاق نہیں دی، اس کے علاوہ اُوپر میں نے جس

---

(۱) یقع طلاق کل زوج إذا کان عاقلًا بالغًا ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔ أیضًا: دیکھئے گزشتہ صفحہ حاشیہ نمبر ۲۔

(۲) کما لو قال أنت طالق ثم إن دخلت الدار فإنه یقع الطلاق ولو نوی التعلیق لَا تصح نیته أصلًا ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۳۱)۔

(۳) (اما تفسیره) شرعًا هو رفع قید النکاح حالًا أو مآلًا بفلظ مخصوص، کذا في البحر الرائق۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۸)۔ أیضًا: یقع طلاق کل زوج إذا کان عاقلًا بالغًا ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔

خط کا ذِکر کیا ہے اس خط سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوطلاق واقعے سے قبل میرے شوہر نے طلاق کی بات زبان پر نہیں لائی تھی، اس کے باوجود مجھے شک وشبہ ہے کہ میرے شوہر نے شاید دوطلاق والے واقعے سے قبل بھی ایک طلاق دے دی ہو، میں کئی سالوں سے بے حد پریشان ہوں، میری راتوں کی نیند غائب ہوگئی ہے، خدا کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھے یہ بتائیں کہ کیا صرف شک کی بنا پر مجھے طلاق واقع ہوگئی؟

جواب:... یہ شک نہیں بلکہ وہم ہے، جب آپ کے شوہر باوضو حلفیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس سے پہلے طلاق نہیں دی تو طلاق کیسے واقع ہوگئی...؟[1]

ذہن میں طلاق کا تصوّر کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال:... تنہائی میں انسان کے دِل میں آئے کہ میں نے بیوی کو تین طلاقیں دیں، تو کیا طلاق ہوجائے گی؟ حالانکہ وہ زبان سے نہیں کہتا ہے، مگر کیونکہ تنہائی میں اِنسان پر شیطان جلدی حاوی ہوجاتا ہے، اس لئے بے اِرادہ یہ بات ذہن میں آجاتی ہے، اور اِنسان کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔

جواب:... ذہن میں خیال آنے سے طلاق نہیں ہوتی، زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کرنے سے طلاق ہوتی ہے۔[2]

کیا اس طرح کہنے سے طلاق ہوجائے گی؟

سوال:... زاہد کا دوست زاہد کو کچھ اس طرح بات سمجھا رہا تھا کہ: ''دیکھو زاہد! تم جرمنی گئے، اس کے بعد تم نے وہاں ورک پرمٹ حاصل کیا، اس کے بعد تم پاکستان آئے، اور تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر تم نے ملتان جاکر فلاں گھرانے میں شادی کرلی۔ اب زاہد ہر بات پر ''ہاں ٹھیک ہے''، ''ہاں'' کرتا جارہا تھا، اب اگر زاہد جرمنی جائے اور ورک پرمٹ حاصل کرلے تو کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب:... اگر زاہد نے جرمنی سے واپس آکر طلاق نہیں دی تو طلاق نہیں ہوئی۔[3]

---

(۱) ومنها عدم الشک من الزوج فی الطلاق وهو شرط الحکم بوقوع الطلاق حتّٰی لو شک فیه لَا یحکم بوقوعه حتّٰی لَا یجب علیه أن یعتزل إمرأته لأن النکاح کان ثابتًا بیقین ووقع الشک فی زواله بالطلاق فلا یحکم بزواله بالشک. (بدائع الصنائع ج:۳ ص:۱۲۶، کتاب الطلاق، طبع ایچ ایم سعید).

(۲) رفع قید النکاح حالًا أو مآلًا بلفظ مخصوص. (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۵۲، طبع دار المعرفة، بیروت).

(۳) هو رفع قید النکاح فی الحال بالبائن أو المآل بالرجعی بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۲۶). أیضًا: ان الصریح لَا یحتاج إلٰی النیة، ولٰکن لَا بد فی وقوعه قضاء ودیانة من قصد إضافة لفظ الطلاق إلیها عالمًا بمعناه. (شامی ج:۳ ص:۲۵۰). أیضًا: رجل قیل له إن فلانا طلق إمرأتک أو أعتق عبدک، فقال: نعم ما صنع أو بئسما صنع، إختلفوا فیه، قال الشیخ الإمام الأجل أبوبکر محمد بن الفضل رحمه الله تعالٰی: لَا یقع الطلاق فیهما، رجل قال لغیره طلقت إمرأتک فقال أحسنت أو قال أسأت علٰی وجه الإنکار لَا یکون إجازة. (فتاویٰ قاضیخان علٰی هامش الهندیة ج:۱ ص:۴۵۴).

طلاق کی مثال دیتے ہوئے کہنا: ''میں طلاق دے رہا ہوں، جا تجھے طلاق ہے'' کا شرعی حکم

سوال:... اگر زید اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں نادانستہ طور پر مثال دیتے ہوئے یوں کہہ دے: ''مثلاً میں طلاق دے رہا ہوں، جا تجھے طلاق ہے'' حالانکہ اس کا ارادہ طلاق دینے کا نہیں ہے، یا اس طرح کہہ دے: ''اگر میں طلاق دُوں گا تو اس طرح کہوں گا: جا تجھے تین طلاق ہے۔'' مندرجہ بالا صورتوں میں کونسی صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی؟ اگر زید بھول گیا ہو کہ کونسی بات کہی تھی؟ تو کونسی صورت پر عمل کرنا چاہئے؟ اس بات کو اگر بالفرض ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہو تو طلاق ہونے کی صورت میں عدت اب بیٹھے گی یا عدّت گزر گئی ہے؟

جواب:... اگر بیوی کو طلاق نہیں دی، بلکہ مسئلہ سمجھانے کے لئے بطور مثال کے کہا تو طلاق نہیں ہوئی،[1] واللہ اعلم!

طلاق دینے والے کی نقل اُتارنے سے طلاق نہیں ہوئی

سوال:... ہمارے محلے میں ایک طلاق واقع ہوئی ہے، طلاق دینے والے نے یوں کہا: ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی'' اس نے یہ جملے تین مرتبہ دُہرائے، اس کے دُہرانے کا انداز کچھ اس طرح تھا جیسے مسلمان قرآن پاک ہل ہل کر پڑھتے ہیں، اس محفل میں ہمارا ایک دوست بھی شریک تھا، ہمارا دوست شادی شدہ ہے، ہمارا دوست اس محفل کا ذِکر کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس طلاق دینے والے لڑکے نے کس انداز میں طلاق دی، اس نے بھی ہل ہل کر وہی جملے دُہرائے جو اُوپر بیان کیا جاچکا ہے، کیا اس کی بھی طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... اس نے ہل ہل کر اپنی بیوی کو تو طلاق نہیں دی، بلکہ کسی کے طلاق دینے کی نقل کی ہے، اس لئے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔[2]

تصوّر میں بیوی سے جھگڑتے ہوئے طلاق دینا

سوال:... اگر کسی شخص کا تصوّر میں اپنی بیوی سے جھگڑا ہوجائے اور جھگڑے کے دوران وہ زبان سے تین طلاق ادا کرے، تو کیا طلاق نافذ ہوجائے گی؟ جبکہ جھگڑا تصوّر میں ہوا تھا۔

---

(۱) لو كرر مسائل الطلاق بحضرتها أو كتب ناقلًا من كتاب إمرأتي طالق مع التلفظ أو حكى يمين غيره فإنه لَا يقع أصلًا ما لم يقصد زوجته. (شامی ج:۳ ص:۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصريح).

(۲) رجل حكى يمين رجل أن دخلت الدار إمرأتي طالق فلما انتهى الحاكي إلى ذكر الطلاق ترك الحكاية واستئناف الطلاق وكان كلامه يصلح إيقاعًا للطلاق على إمرأته يقع وإن لم ينو الإستئناف لَا يقع ويكون كلامه محمولًا على الحكاية. (فتاوىٰ خانيه على هامش الهندية ج:۱ ص:۴۲۶). أيضًا: حكى يمين غيره فإنه لَا يقع أصلًا ما لم يقصد زوجته. (شامی ج:۳ ص:۲۵۰).

جواب:...تصوّر میں جھگڑا کرتے ہوئے اگر بیوی کا نام لئے بغیر طلاق دی تو طلاق نہیں ہوئی،[1] اور اگر یہ کہا کہ میں نے مسماۃ فلاں (اپنی بیوی کا نام ذِکر کرکے) طلاق دی یا یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو طلاق ہوجائے گی۔[2]

زبانی طلاق کے بعد شرعاً تحریری طلاق کی ضرورت نہیں

سوال:...میری شادی ۱۹۸۱ء میں ہوئی تھی، اس وقت میری عمر ۱۷ سال کی تھی اور والدین کی طے شدہ تھی۔ شادی کے تقریباً پونے دو سال بعد ایک بیٹا ہوا، میرے شوہر مجھے ۱۹۸۵ء میں چھوڑ کر جاپان چلے گئے اور پھر کبھی واپس نہیں آئے۔ میں ان کے پاس جاپان ۱۹۸۸ء میں گئی تھی اور میں نے کوشش کی کہ وہ مجھے اپنے پاس جاپان میں رکھ لیں، مگر اس بات پر وہ راضی نہیں ہوئے اور تقریباً ایک مہینے بعد واپس آگئی۔ میرے شوہر نے واپس آنے سے اِنکار کردیا ہے۔ ۱۹۹۲ء تک تو انہوں نے مجھے پیسے بھجوائے، لیکن اب پیسے بھجوانے بند کردیئے ہیں۔ اپنے شوہر سے کئی دفعہ میری ٹیلی فون پر بات ہوئی ہے، انہوں نے مجھے ہر دفعہ یہی کہا ہے کہ آزاد ہو اور اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتی ہو، میں نے تمہیں دِل سے طلاق دے دی ہے، صرف لکھ کر دینا باقی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے لکھ کر دے دو، تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی مرضی جب ہوگی تو لکھ کر دُوں گا۔ یہی بات وہ میری والدہ، بہنوں، بھائی اپنے دوستوں سے بھی کرچکے ہیں، ٹیلی فون پر اپنے گھر والوں سے بھی جو کہ راولپنڈی میں رہتے ہیں ان سے بھی وہ ذِکر کرچکے ہیں کہ میں نے افشاں کو طلاق دے دی ہے، اب صرف لکھ کر دینا باقی ہے۔ اب میرے گھر والے چاہتے ہیں کہ میں ان کی مرضی سے ایک اور صاحب سے نکاح کرلوں، برائے مہربانی میرے نیچے دیئے گئے سوالوں کا جواب دے دیں:

سوال:...کیا مجھے طلاق ہوچکی ہے؟

جواب:...ہوچکی ہے۔

سوال:...اگر مجھے طلاق ہوچکی ہے تو مجھے کچھ لکھا ہوا کاغذ چاہئے ہوگا؟

جواب:...زبانی بھی طلاق ہوجاتی ہے،[3] تحریر قانونی ضرورت کے لئے ہوتی ہے، اگر لکھا ہوا نہ ملے تب بھی طلاق ہوگئی۔

سوال:...کیا مجھے کسی عدالت سے رُجوع کرنا ہوگا اپنی طلاق کو قانونی حیثیت دینے کے لئے؟

جواب:...شرعاً ضروری نہیں، لیکن بہتر ہے کہ آپ عدالت سے رُجوع کرکے عدالت میں گواہ پیش کردیں اور عدالت سے فیصلہ لے لیں۔

سوال:...کیا میں موجودہ حالات میں دُوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہوں؟

---

(۱) إن الصريح لَا يحتاج إلى النية ولٰكن لَا بد في وقوعه قضاء وديانة من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالمًا بمعناه ولم يصرفه إلٰى ما يحتمله. (شامي ج:۳ ص:۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح).

(۲) لو سبق لسانه من قول أنت حائض مثلًا إلٰى أنت طالق فإنه يقع قضاء فقط. (شامي ج:۳ ص:۲۵۰).

(۳) الطلاق علٰى ضربين: صريح وكناية، فالصريح قوله: أنت طالق ومطلقة وطليقة فهٰذا يقع به الطلاق الرجعي. (هداية، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق ص:۳۵۹، طبع شركت علميه ملتان).

جواب:...عدّت گزرنے کے بعد کرسکتی ہیں۔ (۱)

نشے کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے

سوال:...ایک رات میرے خاوند نے شراب کے نشے میں اور غصّے میں یہ الفاظ کہے ہیں کہ: ''لوگ تین بار طلاق دیتے ہیں، میں نے تجھے دس بار طلاق دی ہے، طلاق، طلاق، طلاق.....، آج سے تو میری ماں بہن ہے اور یہ خیال نہ کرنا کہ میں نشے میں ہوں، بلکہ ہوش میں ہوں''، لیکن وہ تھے نشے میں، اب میں بہت پریشان ہوں، آپ بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...نشے کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوجاتی ہے،(۲) آپ کے شوہر نے آپ کو دس طلاقیں دیں، تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اور باقی اس کی گردن پر وبال رہیں،(۳) دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دُوسرے پر حرام ہوگئے، اور آئندہ بغیر شرعی حلالہ کے نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

نشے کی حالت میں طلاق کا وقوع

سوال:...نشے کی حالت میں تین دفعہ طلاق دی جائے تو کیا طلاق ہوجائے گی یا نہیں؟ جبکہ کوئی شخص روزانہ شراب پی کر طلاق دیتا ہو؟

جواب:...حرام نشے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے،(۴) البتہ اگر کسی نے غلطی سے مدہوش کرنے والی چیز اِستعمال کرلی ہو، یا اس کو زبردستی پلادی گئی ہو تو اس کے نشے میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (۵)

اگر بے اِختیار کسی کے منہ سے لفظ ''طلاق'' نکل گیا تو طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال:...میں اکیلے اپنے کمرے میں بیٹھ کر نکاح اور طلاق کے الفاظ کو ملا رہا تھا کہ ایسے میں میرے منہ سے نکل جاتا ہے کہ ''طلاق دی''، لیکن یہ الفاظ کہنے کے بعد میں نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا، کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ جبکہ کمرے میں میرے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا، یہ الفاظ منہ تک آتے ہیں مگر دِل اور دِماغ قبول نہیں کرتا۔

جواب:...جو صورت آپ نے لکھی ہے اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ (۶)

---

(۱) ''وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ'' (البقرة:۲۲۸).

(۲) وطلاق السكران واقع إذا سكر من الخمر أو النبيذ ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳، كتاب الطلاق).

(۳) عن مالك بلغه ان رجلًا قال لعبدالله ابن عباس: إني طلقت إمرأتي مائة تطليقة، فماذا ترىٰ عليّ؟ فقال ابن عباس: طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون إتخذت بها آيات الله هزوًا۔ (مشكوٰة ص:۲۸۴).

(۴) انه إن كان سكره بطريق محرم لَا يبطل تكليفه فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق ...إلخ. (فتاوىٰ شامی، كتاب الطلاق ج:۳ ص:۲۳۹، وفي الهداية، وطلاق السكران واقع، باب طلاق السُّنّة. (ج:۲ ص:۳۵۸).

(۵) واختلف التصحيح فيمن سكر مكرهًا أو مضطرًا فصحّح في التحفة وغيرها عدم الوقوع. (فتاوىٰ شامی، باب الطلاق، ج:۳ مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج ص:۲۴۰).

(۶) لو كرر مسائل الطلاق بحضرتها ...... فإنه لَا يقع أصلًا ما لم يقصد زوجته. (شامی ج:۳ ص:۲۵۰).

غصّے میں طلاق ہونے یا نہ ہونے کی صورت

سوال:...ایک خاوند کے منہ سے غصّے کی حالت میں بلاقصد اپنی بیوی کے لئے طلاق کے الفاظ نکل جائیں تو کیا وہ طلاق ہوجائے گی؟

جواب:...''بلاقصد'' کا کیا مطلب؟ کیا وہ کوئی اور لفظ کہنا چاہتا تھا کہ سہواً اس کے منہ سے طلاق کا لفظ نکل گیا؟ یا کہ وہ غصّے میں آپے سے باہر ہوکر طلاق دے بیٹھا؟ پہلی صورت میں اگرچہ دیانتاً طلاق نہیں ہوئی، مگر یہ شوہر کا محض دعویٰ ہے، اس لئے قضاءً طلاق کا حکم کیا جائے گا،[1] اور دُوسری صورت میں بھی طلاق ہوگئی۔[2]

کیا پاگل آدمی کی طرف سے اس کا بھائی طلاق دے سکتا ہے؟

سوال:...ہمارے یہاں ایک شخص جو عقل مند، نوجوان اور بالغ تھا، شادی کے بعد اس شخص کا دماغی توازن بگڑ گیا اور بالکل پاگل ہوگیا ہے، بعد میں لوگوں نے یہ رائے دی کہ عورت کو طلاق شوہر کا بھائی دے سکتا ہے۔ چنانچہ اس شخص کے بھائی نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس عورت نے دُوسری شادی کرلی۔ اس مسئلے میں پاگل کی طرف سے طلاق کس طرح ہوسکتی ہے؟ کیا اس کے بھائی کی طرف سے طلاق ہوگئی؟

جواب:...مجنون کی طرف سے کوئی دُوسرا آدمی طلاق نہیں دے سکتا،[3] اس لئے وہ عورت ابھی تک اس کے نکاح میں ہے اور اس کا دُوسرا نکاح باطل ہے۔[4]

''میں کورٹ جارہا ہوں'' کے الفاظ سے طلاق کا حکم

سوال:...میرے شوہر نے ایک مرتبہ لڑائی کے دوران کہا کہ: ''میں عدالت میں جارہا ہوں اور طلاق دُوں گا'' اسی طرح انہوں نے کئی مرتبہ کہا، لیکن کبھی طلاق کورٹ میں جاکر نہیں دی، کیا ان کے یہ کہنے سے: ''میں کورٹ جاکر طلاق دُوں گا'' طلاق ہوجائے گی؟

---

(۱) وفی الجامع الأصغر: سئل راشد عمن أراد أن یقول زینب طالق فجریٰ علٰی لسانه عمرة فی القضاء تطلق التی سمّٰی ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳، کتاب الطلاق، الباب الأوّل)۔ أیضًا: لو سبق لسانه من قول أنت حائض مثلًا إلٰی أنت طالق فإنه یقع قضاء فقط۔ (شامی ج:۳ ص:۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصریح)۔

(۲) ویقع طلاق من غضب خلافًا لِابن القیم اھ وھٰذا ھو الموافق عندنا۔ (شامی ج:۳ ص:۲۴۴)۔ أیضًا: فیقع طلاق المخطی وھو الذی یرید أن یتکلم بغیر الطلاق فیسبق علٰی لسانه الطلاق۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۶۳)۔

(۳) لَا یقع طلاق المولٰی علٰی إمرأة عبده لحدیث ابن ماجة "الطلاق لمن أخذ بالساق"۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۴۲)۔ أیضًا: ان طلاق الفضولی موقوف علٰی إجازة الزوج فإن أجازه وقع وإلّا فلا ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۴۵)۔

(۴) أما نکاح منکوحة الغیر .... لم یقل بجوازه فلم ینعقد أصلًا۔ (شامی ج:۳ ص:۱۳۲)۔

جواب:... شوہر کے الفاظ سے کہ: ''کورٹ میں طلاق دُوں گا'' یا یہ کہ: ''طلاق دینے کے لئے کورٹ جارہا ہوں'' طلاق نہیں ہوئی۔[1]

شوہر کا کیسٹ میں کہنا کہ ''میں دُوسری کیسٹ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں'' اور پھر نہ دے تو کیا طلاق واقع ہوگئی؟

سوال:... میں یہاں شارجہ میں مقیم ہوں اور میرے بیوی بچے کراچی میں ہیں، میں نے چند وجوہات کی بنا پر آج سے ڈھائی سال قبل اپنی بیوی کو دو عدد آڈیو کیسٹ بھر کر روانہ کئے تھے، اور اس وقت میں اِشتعال کے آخری نقطے پر تھا، پہلی کیسٹ میں، میں نے اِنتہائی گندی گالیاں دیں اور وہ سب کچھ کہا جو نہیں کہنا چاہئے تھا، اور بار بار یہ بھی کہا کہ میں دُوسری کیسٹ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں (یہ نہیں کہا کہ دیتا ہوں) یہ کہا کہ دے رہا ہوں، اور یہ بھی کہا کہ دُوسری کیسٹ کے آخر میں طلاق دے دُوں گا۔ لیکن اس وقت جب میں نے دُوسری کیسٹ بھری تو نہ تو طلاق دی اور نہ ہی پہلی کیسٹ کی طرح غصہ کیا بلکہ اِفہام و تفہیم کا راستہ اپنایا اور یہ دونوں کیسٹ میں نے دستی طور پر ایک ہی وقت میں کراچی روانہ کیں، دونوں کیسٹ میری بیوی نے سن لیں اور میری ہدایت کے مطابق وہ کیسٹیں سننے کے بعد مقرّرہ وقت پر ٹیلی فون سننے آئی، مگر اس کے بعد آج تک میری ہزار کوششوں کے باوجود اس نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا اور اپنے والد کے گھر منتقل ہوگئی۔ میری بیوی کے والد اور بڑے بھائی یہاں شارجہ میں مقیم ہیں، ان کے علم میں یہ سارے حالات ڈھائی سال سے ہیں اور اُنہوں نے آج تک طلاق کا لفظ نہیں نکالا تھا، مگر آج وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تم نے تو ڈھائی سال قبل کیسٹ میں ہماری بیٹی کو طلاق بھیج دی تھی اور طلاق ہوگئی ہے، ہم نے مولوی سے دریافت کرلیا ہے۔ تو کیا مذکورہ صورتِ حال میں یعنی کہ میرے پہلی کیسٹ میں یہ کہنا کہ دُوسری کیسٹ میں طلاق دے رہا ہوں، اور دُوسری کیسٹ میں نہ دینا جبکہ طلاق دینے کی نیت اور کوئی اِرادہ بھی نہ ہو تو کیا طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟ جواب جلد عنایت فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب:... آپ نے جو کہانی لکھی ہے، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو دُوسری کیسٹ میں طلاق دینے کی دھمکی دی، لیکن طلاق نہیں دی، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی،[2] اس لئے مناسب ہے کہ دونوں فریق آپس میں معافی تلافی کرکے معاملے کو سلجھالیں، ایک آباد گھر کو برباد نہ کریں۔

''دِل چاہتا ہے کہ تجھے طلاق دے دُوں'' کے الفاظ سے طلاق نہیں ہوئی

سوال:... یہ آج سے دس بارہ سال پُرانی بات ہے کہ ایک بار میرے شوہر نے غصّے میں مجھ سے کہا کہ ''میرا دِل چاہتا ہے کہ تجھے طلاق دے دوں، میرا دِل چاہتا ہے کہ تجھے طلاق دے دُوں'' تو کیا مجھے طلاق ہوگئی تھی؟ نواسی، نواسے والی ہوں، دُنیا کی رُسوائی کا

(۱،۲) وفی الدر المختار، کتاب الطلاق (ج:۳ ص:۲۳۰) (ورکنه لفظ مخصوص)۔ وفی الشامیة: قوله (ورکنه لفظ مخصوص) هو ما جعل دلالة علٰی معنی الطلاق من صریح أو کنایة .... وأراد اللفظ ولو حکمًا لیدخل الکتابة المستبینة، واشارة الأخرس۔

اور دُوسری طرف اللہ کا ڈر کہ موت ایک دن آئے گی اور خدا کے آگے جواب دہ ہونا ہے، اور یہاں پر میرا کوئی ہے بھی نہیں، کہاں جاؤں سمجھ میں نہیں آتا؟

جواب:... دِل چاہتا ہے کے لفظ سے طلاق نہیں ہوتی، جب تک دِل کے چاہنے پر عمل کر کے طلاق نہ دی ہو۔ (۱)

بلانیتِ طلاق اپنی بیوی سے کہنا کہ: ''اگر تم نے میری والدہ کی خدمت نہ کی، یا بچوں کو کسی وجہ سے ڈانٹا تو تمہیں گھر سے نکال دُوں گا''

سوال:... ایک شخص نے غصّے کی حالت میں بلانیتِ طلاق کے اپنی بیوی سے کہا کہ ''اگر تم نے میری والدہ کی خدمت نہ کی، یا بچوں کو کسی وجہ سے بھی ڈانٹا یا مارا پیٹا تو میں تمہیں گھر سے نکال دُوں گا۔'' چند روز کے بعد اس شخص کی والدہ فوت ہوگئی، گھر میں شور و غل تو بچے کیا ہی کرتے ہیں، ماں کو بچوں کو ڈانٹنا ہی پڑتا ہے، اس صورتِ حال میں کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

جواب:... ''گھر سے نکال دُوں گا'' لفظ سے طلاق نہیں ہوتی۔ (۲)

نابالغ شوہر کی طلاق کا شرعی حکم

سوال:... چھ ماہ قبل ایک ۱۸ سالہ لڑکی کا نکاح ۱۳ سالہ لڑکے سے ہوا، بعد میں لڑکی اغوا کرلی گئی، برادری کے چند لوگوں نے فیصلہ کیا کہ لڑکی کو طلاق دِلوا کر اغوا کنندہ کے ساتھ نکاح کیا جائے، اور اس کے بدلے میں اغوا کنندگان ایک لڑکی کا نکاح مغویہ کے ورثاء کے ساتھ کردیں، لہٰذا ایسا ہی ہوا، مگر چونکہ مذکورہ بالا لڑکی کا جس لڑکے کے ساتھ نکاح ہوا، وہ ابھی نابالغ ہے اس لئے رُخصتی نہ ہوئی تھی، لڑکے نے طلاق کا لفظ تین بار کہا اور طلاق نامے پر نشانِ انگوٹھا بھی لگادیا، اب اس لڑکی کا دُوسری جگہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جن لوگوں نے اس لڑکی کو نکاح میں رکھا ہوا ہے ان کے ساتھ میل جول اور سلام و دُعا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر لڑکی کا شوہر نابالغ ہے تو اس کی طلاق صحیح نہیں،(۳) اس کے جوان ہونے کا اِنتظار کیا جائے، جب لڑکا جوان ہوجائے تب وہ طلاق دے، بچے سے طلاق لے کر لڑکی کا جو نکاح دُوسری جگہ کردیا گیا، یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔(۴) جن لوگوں نے نکاح کیا ہے، ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے اور اس دُوسرے لڑکے کو اس لڑکی سے الگ رہنا چاہئے۔

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

(۲) فقال الزوج: أطلق "طلاق می کنم" فکرر ثلاثًا، طلقت ثلاثًا، بخلاف قوله: سأطلق "طلاق کنم" لأنه استقبال، فلم یکن تحقیقًا بالتشکیک۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۸۴، کتاب الطلاق، الطلاق بألفاظ الفارسیة)۔

(۳) ولَا یقع طلاق الصبیّ والمجنون والنائم لقوله علیه السلام: کل طلاق جائز إلّا طلاق الصبیّ ...إلخ۔ (هدایة، کتاب الطلاق ج:۲ ص:۳۵۸)۔

(۴) اما نکاح منکوحة الغیر ومعتدة ...... لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلًا۔ (فتاویٰ شامی، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد ج:۲ ص:۱۳۲)۔

کیا ماہرِ نفسیات کے مطابق جو ''جنون کا مریض'' ہو اُس کی طلاق واقع نہیں ہوتی؟

سوال:...ایک شخص جو بہ ظاہر اِنتہائی نارمل ہے، گاڑی ڈرائیو کرتا ہے، ایک بہت اعلیٰ عہدے پر فائز ہے، اور فرائض بھی ادا کرتا ہے، مگر اندرونی طور پر وہ دواؤں کا بھی عادی ہے اور عرصہ چار سال سے ایک ماہرِ نفسیات کے زیرِ علاج بھی ہے۔

۲:...وہ ماہرِ نفسیات اس کو ''جنون کا مریض'' قرار دیتا ہے، اور باقاعدہ اس کو دوائیں اور اِنجکشن لگاتا ہے، خود وہ مریض بھی بے اِنتہا اِشتعال میں آجاتا ہے اور کبھی اس کو ایسی چپ لگ جاتی ہے اور نڈھال ہوجاتا ہے کہ ہفتوں گزر جاتے ہیں، بقول مریض کے: ''میں جو کچھ بھی اس دوران کرتا ہوں، مجھے پتا ہوتا ہے، لیکن میں خود پر قابو نہیں پاسکتا۔'' اس کے معالج کی رائے میں یہ ''کچھ بھی کرسکتا ہے'' کیونکہ اسے خود پر کنٹرول نہیں رہتا۔ خوش ہو تو معمولی بات پر سلطنت بخش دے، اور ناراض یا غصہ ہو تو معمولی بات پر کھال کھینچ دے۔

۳:...اس دورے کی کیفیت میں (جبکہ اسے اِنجکشن بھی لگا ہے) وہ اپنی بیوی کو تین دفعہ واضح الفاظ میں طلاق دیتا ہے، تو کیا یہ طلاق ہوگئی؟ کیونکہ اسے جزئیات تو نہیں، البتہ یہ بات یاد ہے کہ اس نے تین دفعہ طلاق کہی تھی۔

۴:...گھر میں اس وقت صرف اس کی بیوی تھی۔

جواب:...اگر یہ شخص مجنون اور دِیوانہ ہے اور معالج اس کی دیوانگی کی تصدیق کرتے ہیں، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔[1]

کیا سرسام کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے؟

سوال:...کیا سرسام کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے؟ جبکہ دینے والے کو اپنا کوئی ہوش نہیں؟

جواب:...بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔[2]

خواب میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال:...رات میں گہری نیند سو رہا تھا، خواب میں یاد نہیں کہ کس بات پر بیوی کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور جھگڑے کے وقت گھر میں کافی رشتہ دار، میری والدہ صاحبہ اور سسر صاحب بھی موجود تھے، اور میں نے خاص طور پر والدہ اور سسر کو مخاطب کرکے بیوی کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرکے کہا کہ: ''تم لوگ گواہ رہنا، میں اس عورت کو طلاق دیتا ہوں، کیونکہ اس سے مجھے کسی طرح کا سکون نہیں مل رہا ہے'' اور اس طرح میں نے تین بار یہ الفاظ دہرائے، تو کیا میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوجائے گی؟

---

(۱) مطلب الصبی والمجنون لیسا بأھل لإیقاع طلاق بل للوقوع۔ قوله فلیسا بأھل للإیقاع أی إیقاع الطلاق منھما بل ھما أھل للوقوع۔ (حاشیة ردالمحتار ج:۳ ص:۱۹۰)۔

(۲) ولَا یقع طلاق الصبی وإن کان یعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی علیه والمدھوش ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔ أیضًا: لَا یقع طلاق ...... المعتوہ والمبرسم والمغمٰی علیه۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۴۳)۔

جواب:... مطمئن رہئے! خواب کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (۱)

''کاغذ دے دُوں گا'' کہنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال:... گاؤں میں جب میاں بیوی لڑتے جھگڑتے ہیں تو میں نے اکثر میاں کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: ''میں کاغذ دے دُوں گا'' واضح رہے کہ یہاں کاغذ سے مراد طلاق ہے، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان الفاظ کے ادا کرنے سے بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جواب:... ''کاغذ دے دُوں گا'' کے الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی، کیونکہ یہ طلاق دینے کی دھمکی ہے، طلاق دی نہیں۔ (۲)

''طلاق دُوں گا'' کہنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال:... ایک عورت ہے اس کے خاوند کی یہ عادت ہے کہ جب بھی لڑائی ہوتی ہے، بیوی کو کہتا ہے کہ: ''میں تم کو طلاق دُوں گا'' کیونکہ ان کی خاندانی عادت ہے کہ لڑائی میں یہ بات کرتے ہیں کہ طلاق دُوں گا، جبکہ دِل نہیں کرتا، اُوپری دِل سے کہتے ہیں، بعد میں ٹھیک ہوجاتے ہیں، بیوی بھی خاوند کے سامنے زبان چلاتی ہے اور ان کی لڑائی تقریباً دُوسرے تیسرے روز ہوتی ہے، کیا اس طرح طلاق ہوجاتی ہے؟

جواب:... ''طلاق دُوں گا'' کے الفاظ طلاق کی دھمکی ہیں، ان سے طلاق نہیں ہوتی۔ (۳) لیکن میاں بیوی کی لڑائی میں طلاق کا لفظ آنا ہی نہیں چاہئے، نہ جانے شیطان کس وقت کیا الفاظ زبان سے نکلوادے۔ بیوی کو بھی ''زبان چلانے'' سے پرہیز کرنا چاہئے۔

''دے دی جائے گی'' کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی

سوال:... ہم تین بھائی شادی شدہ ہیں، یعنی: الف، ب، ت، میں یعنی ''ب'' ایک مرتبہ اپنی بھابھی اپنی بیگم اور چھوٹی بھابھی کو بٹھاکر تنبیہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر گھریلو حالات سے دُوسرے خاندان کے لوگوں کو آگاہ کیا تو تم تینوں کو (میں یہ الفاظ لکھنا نہیں چاہتا) دے دی جائے گی۔ حضرت! یہ پتا نہیں کہ یہ الفاظ میں نے ایک مرتبہ کہے یا دو مرتبہ؟ پوچھنا یہ ہے کہ خدانخواستہ اس لفظ سے ہم دونوں متأثر تو نہیں ہوئے؟ کیونکہ اس دوران کچھ خاندانی رنجش ہوئی تھی۔

جواب:... ''دے دی جائے گی'' کے الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی، اس لئے آپ دونوں اس سے متأثر نہیں ہوئے۔ (۴)

---

(۱) ولَا یقع طلاق .... المجنون والنائم ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔ أیضًا: طلق النائم فلما انتبه قال لها طلقت فی النوم لَا یقع وكذا لو قال أجزت ذلك الطلاق ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۴۹)۔

(۲) هو رفع قید النكاح فی الحال بالبائن أو المآل بالرجعی بلفظ مخصوص هو ما اشتمل علی الطلاق۔ (شامی ج:۳ ص:۲۲۶)۔

(۳) وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلَالة علی معنی الطلاق من صریح أو كنایة۔ (شامی ج:۳ ص:۲۳۰)۔ أیضًا: رفع قید النكاح حالًا أو مآلًا بلفظ مخصوص۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۲۵۲)۔

(۴) أیضًا۔

''جا تجھے طلاق، طلاق، جا چلی جا'' کے الفاظ سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟

سوال:... آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے میاں بیوی کا جھگڑا ہوگیا، شوہر نے بیوی سے کہا کہ: ''تو خاموش ہوجا ورنہ طلاق دے دُوں گا''، لیکن وہ برابر ناراض ہوکر شور کرنے لگی اور رونے لگی، پھر شوہر نے اس سے کہا: ''جا تجھے طلاق، طلاق، جا چلی جا'' مولانا صاحب اس ضمن میں واضح کریں کہ کیا طلاق ہوگئی؟ اور یہ ''طلاق'' الفاظ کی ادائیگی دو مرتبہ ہے۔

جواب:... دو طلاقیں تو طلاق کے لفظ سے ہوگئیں، اور تیسری ''جا چلی جا'' کے لفظ سے ہوگئی[1]، لہٰذا بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔[2]

''ٹھہرو ابھی دے رہا ہوں تم کو طلاق'' کہنے سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال:... میں اپنی بیوی کی وجہ سے پریشان ہوں، بے انتہا زبان دراز ہے، دو چار روز ہوئے پھر جھگڑا ہوا، میں نے تنگ آکر غصّے میں کہا: ''ٹھہرو ابھی دے رہا ہوں تم کو طلاق''، ''ابھی دیتا ہوں تم کو طلاق'' یہ کہتے ہوئے پین کاپی ڈھونڈنے لگا کیونکہ میرے ذہن میں تھا کہ طلاق لکھ کر دی جاتی ہے، الفاظ میں نے دو دفعہ کہے، میری بیوی نے فوراً ڈر کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے لکھنے نہیں دیا، مہربانی فرماکر مجھے بتائیں طلاق تو واقع نہیں ہوگئی؟ اگر خدانخواستہ طلاق دو دفعہ کہنے سے واقع ہوگئی ہے تو آگے کیا طریقۂ کار ہوگا؟ میں اپنے بچوں کی وجہ سے بیوی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

جواب:... زبان کے محاورے میں ''ٹھہرو ابھی یہ کام کرتا ہوں'' کے الفاظ مستقبل قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں، گویا طلاق دی نہیں بلکہ طلاق دینے کا وعدہ کیا کہ ابھی تھوڑی دیر میں دیتا ہوں۔ اس لئے میرے خیال میں تو طلاق نہیں ہوئی۔ لیکن بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ ان الفاظ سے دو طلاق واقع ہوگئیں، اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر عدّت کے اندر رُجوع نہ کیا ہو تو نکاح دوبارہ کرلیا جائے۔[3] آئندہ طلاق کے لفظ سے پرہیز کیا جائے۔ ورنہ ان اہلِ علم کے قول کے مطابق ایک طلاق اور دے دی تو بیوی حرام ہوجائے گی۔

''جس رشتہ دار سے چاہو ملو، میری طرف سے تم آزاد ہو'' کا حکم

سوال:... میں نے اب سے کچھ عرصہ پہلے اپنی بیوی سے یہ کہا تھا کہ: ''تم اپنے جس رشتہ دار سے چاہو ملو، میری طرف سے تم آزاد ہو'' غصّے کی حالت میں ان الفاظ کو ادا کرتے وقت میرے دِل میں طلاق دینے والی کوئی بات نہیں تھی، اور نہ میں ایسا چاہتا تھا، اور نہ ہی میں نے لفظ ''طلاق'' استعمال کیا، براہِ مہربانی اس پر غور فرماکر میری تشویش دُور فرمائیں۔

جواب:... جس سیاق و سباق میں آپ نے یہ الفاظ کہے، اس سے مراد اگر یہ تھی کہ: ''رشتہ داروں سے ملنے کی میری طرف

---

(۱) فالکنایات لَا تطلق بها إلّا بنیة أو دلَالة الحال ... إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۲۹۶)۔ أیضًا: الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة والبائن یلحق الصریح ... إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۳۰۶)۔

(۲) وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرّة ...... لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیره ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳)۔

(۳) إذا طلق الرجل إمرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

سے تمہیں آزادی ہے''، تو ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوئی، لیکن اگر یہ مطلب تھا کہ: ''میں نے تم کو آزاد کردیا ہے، اس لئے اب خوب رشتہ داروں سے ملو'' تو اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی۔[1]

شادی سے پہلے یہ کہنا کہ: ''مجھ پر میری بیوی طلاق ہو'' سے طلاق نہیں ہوتی

سوال:... اگر کوئی آدمی جس کی بیوی نہ ہو اور ہر بات میں طلاق کا لفظ استعمال کرتا ہو کہ مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہو، اور اس کے بعد جب وہ بیوی کا خاوند ہوجائے تو کیا اس کی یہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... ان الفاظ کے ساتھ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی، اور اگر یوں کہا تھا کہ: ''اگر میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق'' تو اس سے طلاق ہوجائے گی۔[2]

طلاق کے ساتھ ''اِن شاء اللہ'' بولا جائے تو طلاق نہیں ہوتی

سوال:... اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ: ''میں نے اِن شاء اللہ ایک طلاق، دُوسری طلاق اور تیسری طلاق دی'' تو اس طرح کہنے سے یعنی کہ طلاق کے ساتھ اِن شاء اللہ استعمال کرنے سے طلاق نہیں ہوتی، یہ میں نے ایک دوست سے سنا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... آپ نے ٹھیک سنا ہے، اِن شاء اللہ کے ساتھ طلاق نہیں ہوتی۔[3]

طلاق نامہ خود نہیں لکھا، یا اپنی مرضی سے اُس پر دستخط نہیں کئے تو طلاق کا حکم

سوال:... ایک سال پہلے ہمارے سسر نے مجھ سے میری بیوی کی طلاق لی تھی، طلاق دینے کا میرا کوئی اِرادہ نہیں تھا، انہوں نے طلاق لکھوا کر مجھ سے دستخط کرالئے تھے، اور نہ ہی لڑکی کا اِرادہ تھا، ہماری تین لڑکیاں ہیں، جب میں ان کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے بولتا ہوں تو وہ کہتی ہیں کہ ماں بھی ساتھ چلے، پھر بہ مجبوری ہم سب اِکٹھے چلتے پھرتے ہیں۔

جواب:... اگر طلاق نامہ آپ کے سسر نے کسی سے لکھوا کر آپ سے دستخط کرالئے تھے، آپ نے نہ طلاق نامہ خود لکھا، نہ زبان سے اپنی بیوی کو طلاق دی، نہ طلاق نامے پر اپنی رضامندی سے دستخط کئے، تو طلاق واقع نہیں ہوئی،[4] لیکن اگر طلاق نامہ خود لکھا تھا، یا زبان سے طلاق دی تھی، یا اپنی رضامندی سے طلاق نامے پر دستخط کئے تھے تو طلاق واقع ہوگئی۔[5]

---

(۱) فإن سرحتک کناية لكنه في عرف الفرس غلب إستعماله في الصريح فإذا قال ''رها كردم'' أي سرحتک يقع به الرجعي ... إلخ. (شامي ج:۳ ص:۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الصريح).

(۲) وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح وقع عقيب النكاح مثل أن يقول لإمرأة إن تزوجتک فأنت طالق أو كل إمرأة أتزوجها فهي طالق. (هداية ج:۲ ص:۳۸۵).

(۳) إذا قال لإمرأته أنت طالق إن شاء الله متصلًا لم يقع الطلاق ... إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۸۹).

(۴) وفي البحر ان المراد الإكراه على التلفظ بالطلاق فلو أكره على أن يكتب طلاق إمرأته فكتب لَا تطلق لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة بإعتبار الحاجة ولَا حاجة هنا. (شامي ج:۳ ص:۲۳۶).

(۵) وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوىٰ أو لم ينو. (شامي ج:۳ ص:۲۴۶).

خلع

خلع کسے کہتے ہیں؟

سوال:... خلع کیا ہے؟ یہ اسلامی ہے یا غیراسلامی؟ زید نے اپنی بیوی گلشن کو شادی کے بعد تنگ کرنا شروع کردیا، بیوی نے خلع کے لئے کورٹ سے رُجوع کیا، دو سال کیس چلا اس کے بعد خلع کا آرڈر ہوگیا، اور دونوں میاں بیوی علیحدہ ہوگئے، لیکن بعد میں دونوں میاں بیوی میں پھر صلح ہوگئی اور بغیر نکاح یا حلالہ کے میاں بیوی پھر بن گئے، کیا یہ سب جائز تھا؟

جواب:... خلع کا مطلب ہے کہ جس طرح بوقتِ ضرورت مرد کو طلاق دینا جائز ہے، اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کرسکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر نے جو مہر وغیرہ دیا ہے اس کو واپس کرکے اس سے گلوخلاصی کرلے۔[1] اور اگر شوہر آمادہ نہ ہو تو عدالت کے ذریعہ خلع لے لے۔ اور عدالت کے ذریعہ جو خلع لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہوسکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے، اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بدلے اس کو طلاق دے دے، اور اگر شوہر اس کے باوجود بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کرسکتی۔[2] خلع سے ایک بائن طلاق ہوجاتی ہے،[3] اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہوجائے تو نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔[4]

طلاق اور خلع میں فرق

سوال:... اگر عورت خلع لینا چاہے تو اس صورت میں بھی کیا مرد کے لئے طلاق دینا ضروری ہے یا عورت کے کہنے پر ہی نکاح فسخ ہوجائے گا؟ اگر مرد کا طلاق دینا ضروری ہے تو پھر طلاق اور خلع میں کیا فرق ہے؟

---

(۱) فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ...إلخ" (البقرة: ۲۲۹)۔ أيضًا: الخلع إزالة ملك النكاح ببدل بلفظ الخلع كذا في فتح القدير۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۸۸)۔

(۲) والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض وللزوج ولَاية إيقاع الطلاق ولها ولَاية إلتزام العوض۔ (المبسوط للسرخسي ج:۶ ص:۱۷۳)۔ أيضًا: وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولَا يستحق العوض بدون القبول۔ (بدائع الصنائع ج:۳ ص:۳۹۹)۔

(۳) وإذا اختلعت من زوجها فالخلع جائز والخلع تطليقة بائنة عندنا ...إلخ۔ (المبسوط ج:۶ ص:۱۷۱)۔

(۴) وإن كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد إنقضائها لأن حل المحلية باق لأن زواله معلقة بالطلقة الثالثة فينعدم قبله۔ (هداية، فصل فيما تحل به المطلقة ج:۲ ص:۳۹۹)۔ أيضًا: وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع۔ (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة ج:۳ ص:۴۰۹)۔

جواب:...طلاق اور خلع میں فرق یہ ہے کہ خلع کا مطالبہ عموماً عورت کی جانب سے ہوتا ہے، اور اگر مرد کی طرف سے اس کی پیشکش ہو تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے، عورت قبول کرلے تو خلع واقع ہوگا، ورنہ نہیں۔[1] جبکہ طلاق عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں، وہ قبول کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔[2]

دُوسرا فرق یہ ہے کہ عورت کے خلع قبول کرنے سے اس کا مہر ساقط ہوجاتا ہے، طلاق سے ساقط نہیں ہوتا،[3] البتہ اگر شوہر یہ کہے کہ تمہیں اس شرط پر طلاق دیتا ہوں کہ تم مہر چھوڑ دو اور عورت قبول کرلے تو یہ بامعاوضہ طلاق کہلاتی ہے اور اس کا حکم خلع ہی کا ہے۔

خلع میں شوہر کا لفظ ''طلاق'' استعمال کرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر عورت کہے کہ: ''میں خلع (علیحدگی) چاہتی ہوں''، اس کے جواب میں شوہر کہے: ''میں نے خلع دے دیا''، تو بس خلع ہوگیا۔[4] خلع میں طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے،[5] یعنی شوہر کو اَب بیوی سے رُجوع کرنے یا خلع کے واپس لینے کا اختیار نہیں،[6] ہاں! دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[7]

جھوٹ بول کر خلع لینے کی شرعی حیثیت

سوال:...میری ایک سہیلی ہے، اس کو شوہر نے بہت تنگ کیا تو وہ میکے میں چلی گئی، چار سال گزر گئے ہیں، اب وہ اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے، شوہر شرافت سے طلاق نہیں دیتا، اس کو کورٹ کے ذریعے طلاق یعنی خلع لینے کے لئے بلایا۔ اس نے پہلے کلمہ طیبہ پڑھا اور یہ کہلوایا کہ اگر جھوٹ بولے تو اللہ پاک کا قہر اور غضب نازل ہو۔ اب ہمارے پاکستان میں قانون ہی ایسا ہے کہ جب تک جھوٹ نہ بولے تو شرافت اور سچائی سے عورت کو خلع بھی نہیں ملتا، اس لئے اس نے کچھ جھوٹ بھی بولے، مثلاً: ''مارتا تھا، گھر سے نکال دیتا تھا'' وغیرہ وغیرہ، اس کا مقصد خلع حاصل کرنا ہے، اب آپ بتائیں کہ اس طریقے سے گناہ تو نہیں ہوگا؟ اگر ہوگا تو کفارہ کیا ادا کرنا ہوگا؟

جواب:...حدیث شریف میں ہے کہ ''خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں''۔[8] ''یہ عورت جس کو اپنے شوہر سے کوئی شکایت تھی تو

---

(۱) هو ...... إزالة ملک النکاح ...... المتوقفة علٰی قبولها۔ وفی الشامیة: أی المرأة قال فی البحر: ولَا بد من القبول منها حیث کان علٰی مال أو کان بلفظ خالعتک أو اختلعی ...إلخ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۳ ص:۴۴۰، باب الخلع)۔

(۲) إنما الطلاق لمن أخذ بالساق۔ (ابن ماجة، باب طلاق العبد ص:۱۵۲)۔

(۳) والظاهر أن خالعتک بلفظ المفاعلة إنما یتوقف علی القبول لسقوط المهر لَا لوقوع الطلاق به ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۴۴۰)۔

(۴) والرابع: أن یقول بلا مال فخلعت یتم بقولها۔ (شامی ج:۳ ص:۴۴۰)۔

(۵) وحکمه ان الواقع به ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علٰی مال طلاق بائن۔ (شامی ج:۳ ص:۴۴۴)۔

(۶) ولَا یصح رجوعه عنه قبل قبولها، أی لو إبتدأ الزوج الخلع فقال: خالعتک علٰی ألف درهم لَا یملک الرجوع عنه وکذا لَا یملک فسخه ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۴۴۲)۔

(۷) وإن کان الطلاق بائنًا ...... فله أن یتزوجها ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۸) عن أبی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: المنتزعات والمختلعات هنّ المنافقات۔ (مشکوٰة ص:۲۸۴، باب الخلع والطلاق، الفصل الثالث)۔

صرف اتنی شکایت عدالت کو بتانا چاہئے تھی، جس سے معلوم ہوتا کہ واقعتاً کوئی شکایت نہیں محض جھوٹ بول کر خلع حاصل کرتی ہے، اس کے منافق ہونے میں کیا شبہ ہے؟ بہرحال یہ عورت سخت گناہگار ہے اور اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب کے نیچے ہے، اسے چاہئے کہ سچی توبہ کرے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اگر ممکن ہو تو اپنے شوہر سے دوبارہ عقد کرلے، واللہ اعلم!

خلع کا مطالبہ، نیز خلع میں طلاق کیا ضروری ہے؟

سوال:... آج کے ''جنگ'' میں جناب کے اِرشادات بسلسلہ آپ کے مسائل اور ان کا حل بعنوان طلاق کب اور کیسے دی جائے؟ فی زمانہ ایک بڑا ہی ضروری مسئلہ بن چکا ہے۔ اس کے برعکس عورت خلع کب اور کیسے لے سکتی ہے؟ اس پر تھوڑی سی روشنی ڈالیں، تو عورتوں کے لئے بھی اس مسئلے کا حل نکل آئے گا۔ مہربانی کرکے مندرجہ ذیل نقطوں پر روشنی ڈالیں۔

الف:... یہ دعویٰ قاضی کورٹ میں کیا جائے یا ملکی عدالت میں؟

ب:... کیا عورت کے لئے وجوہات دِکھانی ضروری ہیں؟

ج:... خلع کی منظوری کے بعد کیا خاوند سے طلاق بھی لینی ضروری ہے یا نہیں؟

د:... اگر یہ دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو کیا حلالہ کی ضرورت ہے؟

جواب:... خلع کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہوتا ہے، اگر عورت یہ محسوس کرے کہ اس شوہر کے ساتھ اس کا نبھاؤ نہیں ہوسکتا، اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدوں کو قائم نہیں رکھ سکتے تو عورت شوہر سے خلع لینے کا مطالبہ کرے،[۱] اگر شوہر خلع دینے پر راضی ہوجائے تو خلع ہوجائے گا،[۲] اور عورت نے خلع کے معاوضے میں شوہر کو مہر چھوڑ دینے کی پیشکش کی ہو تو مہر ساقط ہوجائے گا۔[۳]

اگر شوہر اپنے طور پر خلع دینے کے لئے آمادہ نہ ہو تو عورت عدالت سے رُجوع کرسکتی ہے، اور عدالت تحقیق و تفتیش کے بعد شوہر کو خلع دینے کا حکم دے۔[۴]

خلع پر اگر خلع ہی کے الفاظ اِستعمال کئے گئے ہوں تو ایک بائنہ طلاق واقع ہوگی،[۵] اور بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح ہوسکے گا،[۶] ورنہ جتنی طلاقیں دیں، اتنی واقع ہوجائیں گی۔[۷]

---

(۱) إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال يخلعها به۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۸۸)۔

(۲) والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضی۔ (المبسوط للسرخسی ج:۶ ص:۱۷۳)۔

(۳) إن خالعها علٰى مهرها فإن كانت المرأة مدخولًا بها وقد قبضت مهرها يرجع الزوج عليها بمهرها وإن لم يكن مقبوضًا سقط عن الزوج جميع المهر۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۸۹)۔

(۴) دیکھیں حیلہ ناجزہ ص:۷۳۔

(۵) والخلع تطليقة بائنة عندنا۔ (المبسوط للسرخسی ج:۶ ص:۱۷۱)۔

(۶) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها فی العدة وبعد إنقضائها۔ (هداية، فصل فيما تحل به المطلقة ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۷) وتصح نية الثلاث فيه (الخلع)۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۸۸)۔

اگر عورت کو دس سال سے نان ونفقہ نہ ملے اور شوہر کسی دُوسری عورت کے پاس رہے تو عورت کیا دُوسری شادی کرسکتی ہے؟

سوال:... عرضِ خدمت ہے کہ ایک عورت جس کے شوہر نے تقریباً دس سال سے نان ونفقہ سے محروم کر رکھا ہے، اور کسی شادی شدہ عورت کے پاس رہ رہا ہے، ایسی حالت میں جبکہ پچھلے چند سال میں کچھ خرچ نہ دیا ہے بلکہ چند سال قبل بچوں کے لئے چند ماہ ایک ہزار روپیہ خرچ دیا کرتا تھا لیکن شوہر کے فرائض پورے نہ کر رہا ہے، اس سلسلے میں آپ کی مذہبی معلومات کی بنا پر یہ معلوم کرتا ہے کہ یہ عورت جس کا ذِکر کر رہا ہوں دُوسری شادی بغیر طلاق کے یا بغیر خلع کے کرسکتی ہے یا نہیں؟ واضح طور پر لکھ کر شکریہ کا موقع دیں عین نوازش ہوگی۔ یہ عورت بے حد پریشان ہے، کارخانے میں کام کرتی ہے، لیکن بچوں کا پیٹ پالنا بہت مشکل ہے۔ حکم شریعتِ محمدیہ کے فرمان کے مطابق دیں گے۔ ایک بات واضح کردوں کہ یہ عورت اور اس کا خاندان مسلک حنفی (اہلِ سنت) کا زیرِ اثر ہے۔

جواب:... بغیر طلاق یا خلع کے دُوسری شادی نہیں کرسکتی۔[1] البتہ طلاق یا خلع لے سکتی ہے، اور طلاق لینے کے بعد عدّت پوری کرکے دُوسری جگہ شادی کرسکتی ہے، واللہ اعلم!

ظالم شوہر کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے

سوال:... میری ایک رشتہ دار کو اس کا شوہر خرچ بھی نہیں دیتا اور نہ طلاق دیتا ہے، وہ بہت پریشان ہے کہ کیا کرے؟ وہ بچوں کے ڈَر سے کیس بھی نہیں کرتی کہ بچے اس سے چھن نہ جائیں، اور تقریباً پانچ سال ہوگئے ہیں، اگر وہ چھوڑ دیتا ہے تو دُوسری شادی کرکے وہ عزّت کی زندگی گزارتی۔ تو آپ یہ بتائیں کہ شرعی رُو سے یہ نکاح اب تک قائم ہے کہ نہیں؟ اور وہ اس کے ساتھ رہتا بھی نہیں ہے۔

جواب:... نکاح تو قائم ہے، عورت کو چاہئے کہ شرفاء کے ذریعہ اس کو خلع دینے پر آمادہ کرے، اگر شوہر خلع نہ دے تو عورت عدالت سے رُجوع کرے اور اپنا نکاح اور شوہر کا نان نفقہ نہ دینا شہادت سے ثابت کرے، عدالت تحقیقات کے بعد اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت کا دعویٰ صحیح ہے تو عدالت شوہر کو حکم دے کہ یا تو اس کو حسن وخوبی کے ساتھ آباد کرو اور اس کا نان ونفقہ ادا کرو، یا اس کو طلاق دو، ورنہ ہم نکاح فسخ ہونے کا فیصلہ کردیں گے۔ اگر عدالت کے کہنے پر بھی وہ نہ تو آباد کرے اور نہ طلاق دے تو عدالت خود نکاح فسخ کردے۔[2]

---

(۱) أما منکوحة الغیر ومعتدة .... لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلًا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد ج:۳ ص:۱۳۲)۔

(۲) دیکھئے: الحیلة الناجزة ص:۷۳ پرحکم زوجہ متعنت، طبع دارالاشاعت کراچی۔

غلط بیانی سے خلع لینے کے بعد دُوسرا نکاح کرنا

سوال:...آپ کی ایک گناہگار بیٹی آپ سے مخاطب ہے، آج سے ڈیڑھ سال پہلے میری شادی ہوئی تھی، شوہر بدمزاج تھے، ساس، سسر اور دیور نے کسی قسم کا تعاون نہیں کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اپنی ماں اور لوگوں کے کہنے میں آکر شادی سے دو ماہ بعد خلع حاصل کیا، میں اور میری والدہ نے اِلزام یہ رکھا کہ لڑکا (نامرد) شادی کے قابل نہ تھا، حالانکہ ایسی بات نہیں تھی، میں نے اور میری والدہ نے مل کر حمل ضائع کرادیا، اور دُنیاوالوں کو دِکھانے کے لئے میں نے عدّت کے دن بھی نہیں گزارے۔ یہ بات خاص طور پر نوٹ کریں کہ حمل ضائع کروانے کے بعد طلاق لی گئی۔ اب میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا نکاح دُوسری جگہ ہونے والا ہے، کتاب وسنت کی روشنی سے جواب دیں کہ آیا دُوسرا نکاح جائز ہے جبکہ میں نے عدّت کے دِن نہیں گزارے؟ میرے ساتھ کوئی مجبوری نہیں تھی، صرف دُنیا کو دِکھانے کے لئے کہ لڑکا نامرد تھا۔ اگر یہ نکاح جائز نہیں تو کس طرح جائز ہوگا؟ آخرت میں میری اور میری والدہ کے لئے کیا سزا ہوگی؟

جواب:...جب آپ نے طلاق لے لی، خواہ غلط بیانی کر کے لی، تو طلاق تو ہوگئی۔[1] اب اگر طلاق ہوجانے کے بعد عدّت کے دن گزر چکے ہیں (جس سے مراد یہ ہے کہ تین مرتبہ ایام آچکے ہیں) تو گو آپ نے عدّت گزارنے کا قصد نہیں کیا، مگر عدّت پوری ہوگئی، اور دُوسری جگہ نکاح صحیح ہے، اور اگر طلاق کے بعد ابھی تک تین حیض کا وقفہ نہیں گزرا تو آپ عدّت میں ہیں، اور اس وقفے کے گزر جانے سے پہلے دُوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔[2] باقی آپ سے پہلے شوہر کے حق میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان سے توبہ کیجئے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

خلع کی شرائط پوری کئے بغیر اگر کسی عورت نے دُوسری جگہ نکاح کیا تو اس کی حیثیت

سوال:...میرے ایک عزیز دوست نے ایک عورت سے شادی کر لی جو کہ بقول عورت کے "خلع یافتہ" ہے، ہمیں معلوم ہوا کہ اس عورت نے "شرائطِ خلع" (جو کہ کورٹ سے ہوئی تھی) پوری کئے بغیر (یعنی مہر کی رقم اور زیورات کی واپسی کی شرط) علاقے کے کونسلر سے تنسیخِ نکاح کا سرٹیفکیٹ لے کر عدّت کے بعد میرے دوست سے نکاح کرلیا۔ اب حقیقت کا علم ہوا ہے کہ شرائطِ خلع تو پوری نہیں ہوئی۔

۱:...نکاحِ ثانی کی بغیر صحیح خلع ہونے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:...یہ نکاحِ ثانی غلط ہوا ہے۔[3]

۲:...کیا خلع بغیر شرائطِ خلع پوری کئے یعنی ادائیگی کئے بغیر ہوگیا؟

---

(۱) ويقع طلاق كل زوج إذا كان بالغًا عاقلًا سواء كان حرًّا أو عبدًا طائعًا أو مكرهًا. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳).

(۲) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدة .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامی ج:۳ ص:۱۳۲).

(۳) أيضًا.

جواب:... خلع نہیں ہوا۔[1]

۳:... کیا خلع کورٹ کے آرڈر پر واقع ہوجاتا ہے؟ جبکہ شوہر نے علیحدگی کا اپنی زبان سے کوئی اظہار نہیں کیا؟

جواب:... اگر عدالت نے شوہر کا اِظہار سن کر فیصلہ کیا تھا تو خلع ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔

۴:... اس صورت میں میرے دوست اور ان کی بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... آپ کے دوست کے کرنے کا کوئی کام ان کے بس میں نہیں رہا، البتہ ان کی بیوی کو چاہئے کہ پہلے اپنے شوہر سے شرعی طلاق حاصل کرے، پھر عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کرے۔

اگر عورت عدالت میں طلاق کا دعویٰ دائر کرے اور شوہر حاضر نہ ہو تو عدالت کے فیصلے کی شرعی حیثیت

سوال:... ''جنگ'' کے جمعہ مؤرخہ ۲۸؍فروری کے ایڈیشن میں ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' میں ایک سوال کے جواب میں آپ نے بتایا ہے کہ اگر عورت عدالت میں طلاق کے لئے دعویٰ داخل کرے اور عدالت شوہر کو طلب کرے اور شوہر پھر بھی عدالت میں حاضر نہ ہو، تو عدالت اس بات کی مجاز نہیں کہ شوہر کی عدم موجودگی میں طلاق کا فیصلہ صادر کرسکے۔ دُوسرے لفظوں میں جب تک شوہر عدالت میں آکر یا تو اپنی صفائی دے یا طلاق دے، تب ہی اس مظلوم عورت کا اس شخص سے چھٹکارا ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں!

۱:... اگر آپ کا جواب دُرست ہے تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ دِینِ اسلام میں عورت لاچار، مجبور اور بے بس ہے کہ شوہر حقوق کی ادائیگی (تمام ہی حقوق) بھی نہ کرے، آباد بھی نہ کرے، عورت کو دُنیا کے ظلم و ستم پر چھوڑ دے اور ان تمام باتوں کے باوجود عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ ایسے ظالم انسان سے حق و انصاف کی بنا پر آزادی بھی حاصل نہ کرسکے۔

۲:... اگر آپ کا جواب دُرست ہے تو اِسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں، کیا ان میں یہ بات شامل نہیں ہے اور عورت وہی مجبور اور لاچار ہے اور اپنے شوہر کے رحم و کرم پر اپنی بقایا زندگی سسک سسک کر لوگوں کے ٹکڑوں پر گزاردے؟

۳:... اگر آپ کا جواب دُرست ہے تو ایسی صورت میں اپنا اور بچوں کا گزر بسر کیسے کرے؟

۴:... اگر آپ کا جواب دُرست ہے تو اِسلام نے پھر عورت کو ''خلع'' کا حق کیوں دیا ہے؟ عام طور پر لوگ ایسے معاملات میں جاتے ہیں تو ''خلع'' کا لفظ اِستعمال نہیں کرتے بلکہ ''طلاق'' ہی کہا جاتا ہے۔ ''خلع'' عورت لے سکتی ہے، پھر آپ کے ''حل'' کا کیا مطلب نکالا جائے؟

۵:... اگر مان لیں شوہر باوجود عدالت کے نوٹس کے حاضرِ عدالت نہیں ہوتا، عدالت طلاق کا فیصلہ صادر کردیتی ہے، اور

---

(۱) وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول. (بدائع الصنائع ج:۳ ص:۱۴۵).

اَخبار میں طلاق کے فیصلے کا اِشتہار بھی دے دیتی ہے، اور شوہر اس کو پڑھ کر بھی کوئی جوابی کارروائی نہیں کرتا، تو کیا صورتِ حال ہوگی؟

مولانا صاحب! یہ مسئلہ بہت نازک، حساس اور فی زمانہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اُمید ہے کہ آپ اس کا ایک بار پھر غور فرماکر، تاریخی اور خلفائے راشدینؓ کے عمل کے مطابق تجزیہ کرکے جواب دیں گے، تاکہ عام لوگ اور اس مسئلے میں اُلجھے ہوئے بے شمار لوگ دِینِ اسلام میں عورت کے دیئے ہوئے حقوق سے متنفر نہ ہوں، اور یہ سمجھیں کہ اسلام نے صرف شوہر کو بلاشرکتِ غیرے نکاح کے مقدس رِشتے کا مالک ومختار بنادیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اَجرِ عظیم عطا کریں۔

جواب:... آپ نے میرے جواب کے مشتملات کو صحیح طور پر نہیں سمجھا، اس لئے چند نکات میں اس کی بقدرِ ضرورت وضاحت کرتا ہوں۔

۱:... جب عورت کی طرف سے شوہر کے خلاف مقدمہ دائر کیا جائے تو عدالت کو سب سے پہلے عورت سے یہ ثبوت طلب کرنا چاہئے کہ مدعا علیہ واقعتاً اس کا شوہر ہے یا نہیں؟

۲:... جب دونوں کا نکاح ثابت ہوجائے تو اَب دعوے کے مندرجہ اِلزامات کے بارے میں شوہر سے جواب طلبی کرنی چاہئے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ عورت کے اِلزامات کہاں تک حق بجانب ہیں۔

۳:... اگر شوہر حاضرِ عدالت نہیں ہوتا، تو عدالت کو لازم ہے کہ اس کو گرفتار کرکے جوابدہی کے لئے حاضرِ عدالت کرے، وہ خود آئے یا جوابدہی کے لئے اپنے وکیل کو بھیجے۔

۴:... اگر شوہر کا اتا پتا معلوم نہیں، یا وہ ملک سے باہر ہے، یا کسی وجہ سے وہ عدالت میں حاضر نہیں کیا جاسکتا تو عدالت شوہر کی طرف سے سرکاری خرچ پر کسی کو وکیل مقرّر کرے، اور اس کو ہدایت کرے کہ وہ عورت کے اِلزامات کی جوابدہی کرے۔

۵:... اگر شوہر اور اس کے وکیل کے بیانات اور شہادتوں کی سماعت کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ عورت مظلوم ہے اور یہ کہ اس کے ظلم کا اِزالہ اس کے سوا نہیں ہوسکتا کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے تو عدالت شوہر کو طلاق دینے کا حکم کرے۔

۶:... اگر عدالت کی ہدایت کے باوجود شوہر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کے یا اس کے وکیل کی موجودگی میں فسخِ نکاح کا فیصلہ کردے۔[1]

۷:... بغیر شوہر کو طلب کئے یک طرفہ فیصلہ کردینا منصبِ عدالت کے خلاف، انگریزی دور کی یادگار ہے۔ اور شرعاً ایسا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا۔ صرف اخباروں میں اِشتہار دے دینا اور شوہر کا بڑے اطمینان سے اس اِشتہار کو پڑھ لینا کافی نہیں، جب عدالتیں مظلوم عورتوں کو ظلم سے نجات دِلانے کے لئے قائم کی گئی ہیں، تو ان کو لازم ہے کہ شرعی طریقۂ کار کی پابندی کریں، صرف انگریزی قانون کے طریقۂ کار سے مقدمات کو نہ نمٹائیں۔

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں: حیلۂ ناجزہ ص:۷۳۔

عدالت نے اگر خلع کا فیصلہ شوہر کی حاضری کے بغیر کیا تو عورت دوبارہ اس شوہر کے پاس رہ سکتی ہے

سوال:... مجھے فیملی کورٹ سے خلع ہوا ہے، میرے سابق شوہر کو عدالت نے کئی مرتبہ نوٹس بھیجے اور ایک مقامی اخبار کے ذریعے بھی نوٹس شائع کروایا گیا، مگر وہ نہیں آئے، وہ کراچی میں رہتے ہیں، عدالت نے یک طرفہ فیصلہ کرتے ہوئے مجھے خلع دے دیا۔ میونسپل کمیٹی کی پنچایت عدالت نے بھی نوٹس بھیجے، مگر وہ نہ آئے تو ثالثی عدالت نے دو معزّز اَفراد کی گواہی لے کر میری درخواست پر طلاق مؤثر ہونے کی سند دے دی اور عدّت کا وقت بھی مقرّر کردیا۔ عدّت کے آخری دِنوں میں میرے شوہر آئے مگر وہ گھر نہیں آئے، اس طرح میری عدّت بھی پوری ہوگئی۔ اب میرے والدین کا مجھ پر دباؤ ہے کہ میں اپنے سابق شوہر کے پاس کراچی چلی جاؤں۔ بقول والدین کے اس نے اپنی زبان سے طلاق نہیں دی، تو طلاق کیسے ہوئی؟ اب میں شدید ذہنی اذیت سے گزر رہی ہوں، ماں باپ کا حکم مانوں یا نہ مانوں، والدین تو مجھے اپنے گھر میں رکھنے کے لئے تیار نہیں، مذکورہ صورت میں مجھے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... یک طرفہ خلع جس میں شوہر حاضر نہ ہو، صحیح نہیں۔[1] اس لئے یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، اگر شوہر راضی ہیں اور ناچاقی کا اندیشہ بھی نہیں ہے تو آپ واپس جاسکتی ہیں،[2] شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، والدین کا حکم مان لیں، کیونکہ کوئی غیرشرعی حکم نہیں ہے۔

شوہر کی نہ مان کر چلنے والی عورت اگر عدالت سے یک طرفہ خلع لے لے تو خاوند کو چاہئے کہ طلاق دیدے

سوال:... بیوی عدالت سے طلاق کس طرح لے سکتی ہے؟ جس کو غالباً خلع کہتے ہیں، میرے سسرال والوں نے کہا ہے کہ ہم نے اپنی بیٹی کی طلاق عدالت سے لے لی ہے۔ اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ کیا عدالت دُوسرے فریق یعنی خاوند کو طلب کئے بغیر ہی اور صحیح صورتِ حال کا پتا چلائے بغیر ہی خلع کا حکم جاری کرسکتی ہے؟

مولانا صاحب! میں اس معاملے میں بڑا پریشان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ صلہ رحمی کروں اور یہ رِشتہ قائم رہ جائے، جبکہ سسرال والے جو میرے چچا ہیں، ان کی عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے، ایک غیرمحرَم کی ان کے گھر میں آمد و رفت ہے، میں منع کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ تجھے چھوڑنا منظور ہے، اس کو نہ چھوڑیں گے۔ آدمی مشکوک چال چلن کا مالک ہے۔ اور ایک خاص بات یہ کہ میرے سسر نے اپنی بیٹی یعنی میری بیوی کو گاؤں سے شہر بھیج دیا ہے، وہاں وہ بڑے لوگوں کے بچوں کو بہلاتی اور ان کا کھانا پکاتی ہے، اس کے عوض ۵۰۰ روپے ماہوار تنخواہ لیتی ہے، یہ سب میری مرضی کے خلاف ہو رہا ہے، اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) قالت: خلعت نفسی بکذا ففی ظاهر الروایة لَا یتم الخلع ما لم یقبل بعده۔ (شامی ج:۳ ص:۴۴۰)۔

(۲) لو إبتدأت المرأة بالخلع ثم رجعت قبل قبول الزوج صح رجوعها علم الزوج برجوعها أو لم یعلم۔ (فتاویٰ خانیة علی الهندیة ج:۱ ص:۵۲۸، طبع رشیدیه)۔

جواب:...اگر فریقین کے بیانات سنے بغیر عدالت نے فسخِ نکاح کا فیصلہ کردیا تو یہ فیصلہ شرعاً صحیح نہیں۔[1] ایسی عورت کو طلاق دے دی جائے۔

عدالتی خلع کے بعد میاں بیوی کا اِکٹھے رہنا

سوال:... بیوی نے عدالتی خلع حاصل کرلیا، جبکہ شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہوا، بعد میں خاندان والوں نے صلح صفائی کروادی اور میاں بیوی پھر ساتھ رہنے لگے، لیکن شوہر مطمئن نہیں ہے، رہنمائی فرمائیے۔

جواب:...اگر شوہر عدالت میں حاضر نہیں ہوا تو عدالتی طلاق واقع نہیں ہوئی،[2] لیکن بہتر ہے کہ نکاح دوبارہ کرلیا جائے تاکہ ان صاحب کے ذہن میں کھٹک نہ رہے۔

شوہر کی مرضی کے بغیر عدالت کا طلاق دینا

سوال:...میری بیوی نے اپنے خاندان والوں کے دباؤ میں آکر عدالت میں خلع کا مقدمہ دائر کیا تھا، عدالت نے آج کل کے حالات کے مطابق اور حکومت اور سپریم کورٹ کی ہدایات کے مطابق میری ہر عرض داشت کو مسترد کردیا اور مجھے اِنصاف کے تقاضوں کے مطابق کسی بھی صفائی کو پیش کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا۔ نتیجتاً میں عدالت سے غیرحاضر ہوگیا، کیونکہ مجھے اِنصاف کی توقع نہیں تھی۔ میری بیوی نے اپنے خاندان والوں کے دباؤ میں آکر میرے خلاف بیان دیا، دُوسری طرف میری بیوی مجھ سے تقریباً روزانہ ملتی رہی اور حقوقِ زوجیت بھی ادا کرتی رہی، لیکن اس کا علم اس کے گھر والوں کو نہیں ہے۔ مقدمے کا فیصلہ ۱۲رمئی ۱۹۹۶ء کو ہوا، مگر وہ اَب بھی برابر مجھ سے ملتی ہے اور حقوقِ زوجیت ادا کرتی ہے۔ کیا ایسی حالت میں اِسلام اور شریعت کی رُو سے عدالتی طلاق یا خلع ہوگیا؟ کیا میری بیوی آج بھی میری جائز بیوی ہے؟ شریعت کی رُو سے مجھے مشورہ دیں کہ کیا میں اپنی بیوی کو کس طرح اپنے گھر لاسکتا ہوں؟ جبکہ عدالت نے میری مرضی کے خلاف میری غیرحاضری میں میری بیوی کے حق میں یک طرفہ فیصلہ کردیا ہے۔

جواب:...آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اگر صحیح ہے تو آپ کی بیوی کو خلع نہیں ہوا، وہ بدستور آپ کی بیوی ہے،[3] آپ اس کو لاسکتے ہیں، لیکن اگر دوبارہ نکاح کرلیا جائے تو بہتر ہوگا، اس کے بعد کسی کو قانونی طور پر بھی اِعتراض کا موقع نہیں رہے گا، واللہ اعلم!

---

(۱) وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولَا يستحق العوض بدون القبول. (بدائع الصنائع ج:۳ ص:۱۴۵). أيضًا: قالت خلعت نفسي بكذا ففي ظاهر الرواية لَا يتم الخلع ما لم يقبل بعده. (شامي ج:۳ ص:۴۴۰). أيضًا: لو ابتدأت المرأة بالخلع ثم رجعت قبل قبول الزوج صح رجوعها علم الزوج برجوعها أو لم يعلم. (فتاویٰ خانية مع الهندية ج:۱ ص:۵۲۸).

(۲) أيضًا.

(۳) والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض وللزوج ولَاية إيقاع الطلاق ولها ولَاية إلتزام العوض. (المبسوط للسرخسي ج:۶ ص:۱۷۳). ایضاً حاشیہ نمبر۱ دیکھئے۔

اگر بیوی نے کہا کہ ''مجھے طلاق دو'' تو کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

سوال:... فرض کیا کہ اگر کسی شخص کی بیوی نے اس سے کہا کہ: ''مجھے طلاق دو'' تین بار اس طرح کہا، لیکن شوہر نے کچھ نہیں کہا، تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ جبکہ شوہر بالکل خاموش رہا۔

جواب:... اگر شوہر نے بیوی کے جواب میں کچھ نہیں کہا تو طلاق نہیں ہوئی۔

عورت کے طلاق مانگنے سے طلاق کا حکم

سوال:... ایک شادی شدہ عورت اگر ۴، ۵ دفعہ اپنے خاوند کو بھری مجلس میں کہہ دے کہ: مجھے طلاق دے دو یا طلاق چاہئے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ مرد اور عورت کے حقوق برابر ہیں، اور کیا مرد پر کوئی شرط عائد ہوتی ہے؟ ذرا وضاحت کریں۔

جواب:... عورت کے طلاق مانگنے سے تو طلاق نہیں ہوتی، البتہ اگر عورت بغیر کسی معقول وجہ کے طلاق مانگے تو ایسی عورت کو حدیث میں منافق فرمایا گیا ہے۔[1] اور اگر مرد کے ظلم و جور سے تنگ آ کر طلاق مانگے تو وہ گنہگار نہیں ہوگی،[2] بلکہ مرد کے لئے لازم ہوگا کہ اگر وہ شریفانہ برتاؤ نہیں کر سکتا تو طلاق دیدے۔[3] مرد و عورت کے حقوق تو بلاشبہ برابر ہیں (اگرچہ حقوق کی نوعیت اور درجے کا فرق ہے) لیکن طلاق ایک خاص مصلحت و حکمت کی بنا پر مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے، عورت کے سپرد اس کو نہیں کیا گیا،[4] البتہ عورت کو خلع لینے کا حق دیا گیا ہے۔

عدالت سے خلع لینے کا طریقہ

سوال:... ایک عورت ہے جو اپنے شوہر کے ظلم و ستم کی وجہ سے لاچار ہو چکی، اب شوہر نہ تو اسے طلاق دیتا ہے، تاکہ اس ظالم سے آزادی ہو، اور نہ اپنی بُری عادتوں سے باز آتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اب وہ عورت خلع کے معاملے کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کا شرعی طریقہ واضح فرمائیں۔

جواب:... عدالت سے رُجوع کیا جائے، جس کا طریقہ حسبِ ذیل ہے:

۱:... عدالت میں نکاح کا ثبوت پیش کیا جائے۔

۲:... عورت کو جو شکایات ہوں اور جن کی وجہ سے وہ طلاق لینا چاہتی ہے ان کا ذِکر کیا جائے۔

۳:... عدالت اس کے شوہر کو طلب کر کے اس کا اِظہار کرے، اور اگر عدالت یہ سمجھتی ہے کہ لڑکی کا اس شوہر کے ساتھ رہنا

---

(۱) عن أبی هریرة أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: المنتزعات والمختلعات هن المنافقات. رواه النسائی. وفی حاشیة مشکوٰة: والمختلعات أی اللاتی یطلبن الخلع والطلاق عن أزواجهن من غیر بأس ... إلخ. (مشکوٰة ص: ۲۸۴، باب الخلع).

(۲) ''فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ'' (البقرة: ۲۲۹).

(۳) ویجب لو فات الإمساک بالمعروف. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۲۹).

(۴) قال فی الفتح: ومنها أی من محاسنه جعله بید الرجال دون النساء لإختصاصهن بنقصان العقل وغلبة الهویٰ ونقصان الدین. (شامی ج:۳ ص:۲۲۹).

ممکن نہیں، تو اس کو خلع دینے کی ہدایت کرے، اگر وہ خلع دینے پر تیار ہو جائے تو ٹھیک، ورنہ عدالت شوہر کی یا اس کے نائب کی موجودگی میں خود تنسیخ کا فیصلہ کردے۔

۴:... شوہر کو عدالت میں طلب کرنا اور اس کا خود یا بذریعہ وکیل حاضر ہوکر عدالت کے سامنے اپنا موقف پیش کرنا ضروری ہے، اگر شوہر عدالت میں حاضر نہ ہوا تو عدالت اس کی طرف سے وکیل مقرّر کرے اور وہ وکیل شوہر سے مل کر اس کا موقف معلوم کر کے عدالت میں پیش ہو۔

۵:... اگر عدالت نے شوہر کو عدالت میں حاضر نہیں کیا، اور نہ اس کی طرف سے کوئی وکیل مقرّر کیا گیا، بلکہ صرف عورت کے بیان پر یک طرفہ طور پر تنسیخِ نکاح کا فیصلہ کر دیا گیا، تو یہ فیصلہ شرعاً نافذ نہیں ہوگا، اور وہ عورت بدستور شوہر کے نکاح میں رہے گی۔ [1]

عورت کے خلع کے دعوے میں شوہر اگر عدالت میں حاضر ہوتا رہا اور فیصلہ عورت کے حق میں ہوگیا تو خلع دُرست ہے

سوال:... ایک عورت کی شادی ۲۰ سال قبل ہوئی اور اُس کی دو بیٹیاں پیدا ہوئیں، شادی کے کچھ عرصہ بعد شوہر جاپان چلا گیا، جب ایک سال بعد شوہر جاپان سے واپس آیا تو وہ ایک بالکل مختلف اور بدلا ہوا بدقماش انسان بن چکا تھا، عورت اس کی بدعادتوں سے تنگ آگئی، تو شوہر نے اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے، جس کی وجہ سے عورت بیمار ہوگئی، آخر کار عورت نے فیملی جج کی عدالت میں خلع کا کیس دائر کر دیا، سال بھر یہ کیس چلا، جس میں شوہر خود بھی عدالت میں حاضر ہوتا رہا، بالآخر فیصلہ عورت کے حق میں ہوگیا، اور عدالت نے عورت کو خلع جاری کر دیا، اب مسئلہ یہ ہے کہ شوہر نہ عورت کو طلاق دیتا ہے اور نہ خلع قبول کرتا ہے، ان حالات میں عدّت گزرنے کے بعد کیا عورت عقدِ ثانی کرسکتی ہے؟

جواب:... جو حالات آپ نے لکھے ہیں، ان کے مطابق عدالت کی طرف سے خلع کا فیصلہ صحیح ہے، خلع کے دن سے عدّت گزرنے کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ [2]

شوہر اگر متعنّت ہو تو عدالت سے رُجوع کرنا صحیح ہے

سوال:... آپ نے ایک دفعہ خلع سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ خلع شوہر کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوتا، اور عدالتی فیصلہ آپ کے نزدیک دُرست نہیں ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا شوہر نہ تو دُنیوی اور نہ دِینی اِعتبار سے اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ رہا جائے، کیونکہ میں اور میرا گھرانہ تھوڑا بہت مذہبی ہے، میں نے اور میرے والدین نے بہت کوشش کی کہ میرا گھر آباد رہے، مگر ایسا نہ ہوسکا، اب میرے شوہر طلاق دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، اور نہ خلع دینے کے لئے۔ سوال یہ ہے کہ اگر شوہر ظالمانہ رویہ

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: حیلہ ناجزہ ص:۷۳، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) حیلہ ناجزہ ص:۷۳ طبع دارالاشاعت کراچی۔

اِختیار کرتے ہوئے کہہ دے کہ میں کسی قیمت پر بھی خلع نہیں دُوں گا تو ایسی صورت میں عورت کیا کرے؟

جواب:... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اخبار میں، میں نے جو لکھا تھا، وہ اس صورت میں ہے کہ شوہر متعنّت نہ ہو، اگر آپ نے شوہر سے خلع لینے کی کوشش کی اور وہ نہ تو شریفانہ طور پر گھر آباد کرنے پر راضی ہوا، اور نہ طلاق یا خلع دینے پر آمادہ ہے، بلکہ اس کا مقصود محض پریشان کرنا ہے تو اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ عدالت سے رُجوع کیا جائے...؟

خلاصہ یہ کہ اگر آپ لوگوں نے اپنے طور پر شریفانہ حیثیت سے خانہ آبادی کی کوشش کی، وہ کامیاب نہ ہوئی، پھر ذاتی طور پر طلاق یا خلع لینے کی کوشش کی اور وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا، تو آپ کا عدالت سے رُجوع کرنا صحیح ہے، عدالت شوہر کو بلاکر طلاق یا خلع دینے پر آمادہ کرے، اگر وہ نہ مانے تو عدالت اپنے طور پر فیصلہ کرسکتی ہے، اور اس کا فیصلہ مؤثر ہوگا،[1] واللہ اعلم!

نشہ کرنے والے شوہر سے طلاق کس طرح لی جائے؟

سوال:... آج سے سات سال پہلے میرا اپنے شوہر سے جھگڑا ہوا تھا، جھگڑا اس بات پر تھا کہ وہ نشہ کرتے تھے، جھگڑا زیادہ ہونے کی بنا پر میں نے ان سے علیحدگی اِختیار کرلی اور واپس اپنے گھر آگئی۔ سات سال ہوگئے، نہ میرے شوہر نے آکر کبھی کوئی خبر لی، نہ بچوں کو آکر پوچھا، جبکہ میں طلاق لینا چاہتی ہوں تو وہ طلاق بھی نہیں دیتے۔ میں نے یہاں تک کہا کہ میں زندگی بھر ساتھ نہیں رہوں گی کیونکہ میری لڑکیوں کا ساتھ ہے۔ اب آپ مہربانی فرماکر کوئی حل بتائیں جس سے ان کا میری بچیوں پر اور میرے اُوپر سے حق ختم ہوجائے، یا نکاح ختم ہوجائے۔

جواب:... علیحدگی کی دو ہی صورتیں ہیں: ۱- یا تو اس سے طلاق لے لی جائے، ۲- یا عدالت کے ذریعے شوہر یا اس کے وکیل کی موجودگی میں فیصلہ لے لیا جائے۔ اگر کچھ لوگ ایسے ہوں جو آپ کے شوہر کو ڈرا دھمکا کر اس سے طلاق کے الفاظ کہلائیں اور لکھوا بھی لیں تو علیحدگی ہوجائے گی۔[2]

شوہر اگر متعنّت ہو تو عدالت کا خلع صحیح ہوگا

سوال:... آج سے گیارہ سال قبل میری شادی چچا کے ہاں وٹے سٹے میں ہوئی، میری بہن جس کی شادی چچا کے بیٹے سے ہوئی اس کے بارے میں چچا نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی اس کی رُخصتی کرلی جائے گی، لیکن اس کے بعد دو تین سال تک انہوں نے رُخصتی کا نام تک نہ لیا۔ میں نے خود بھی رابطہ کیا اور برادری کے معزّزین کے ذریعے بھی ان کو کہلوایا، جس پر انہوں نے دو تین مہینے بعد رُخصتی کا وعدہ کرلیا، لیکن نہ ہی وہ آئے اور نہ ہی رُخصتی کی۔ اس پورے واقعے کو تقریباً سات آٹھ سال گزر گئے۔ پھر میری بہن نے عدالت میں خلع کا دعویٰ دائر کردیا، عدالت نے فریقین کو طلب کرکے باضابطہ طور پر دو سال تک مقدمے کی سماعت کی، اور آخرکار فیصلہ میری بہن کے حق میں دے دیا کہ وہ اپنے خاوند سے آزاد ہے۔ اس کے بعد لڑکے والوں نے ہائی کورٹ میں اس فیصلے کو چیلنج کیا، مگر ہائی کورٹ نے

---

(۱) دیکھئے: حیلہ ناجزہ ص:۷۳ طبع دارالاشاعت۔

(۲) يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغًا عاقلًا سواء كان حرًّا أو عبدًا طائعًا أو مكرهًا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳)۔

سول کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ یہاں کے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جب تک لڑکا خود لڑکی کو طلاق نہ دے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی، جبکہ لڑکا بھی یہ کہتا ہے کہ جب تک میں طلاق نہیں دیتا تب تک لڑکی میری بیوی ہے، اور ساری زندگی اسے طلاق نہ دُوں گا تاکہ میری پابند بیٹھی رہے، اور دُوسری جگہ شادی نہ کرسکے۔ واضح رہے کہ لڑکے نے دُوسری جگہ شادی کرلی ہے۔ لڑکے نے دو تین مرتبہ طلاق پر آمادگی بھی ظاہر کی، مگر اس کا والد ہر دفعہ اسے یہ کہہ کر اس کو اپنے اِرادے سے باز رکھتا تھا کہ اگر لڑکے نے میری بہن کو طلاق دی تو وہ لڑکے کی ماں کو طلاق دیدے گا۔ اس صورتِ حال میں جو خلع عدالت کے ذریعے حاصل کیا گیا وہ شرعاً معتبر ہے؟

جواب:... جب معزّزین کے سامنے لڑکے سے اور لڑکے والوں سے رُخصتی کا مطالبہ کیا گیا اور انہوں نے اس کا وعدہ بھی کیا، لیکن اس کے باوجود وہ رُخصتی پر آمادہ نہیں ہوئے بلکہ لڑکے کی شادی دُوسری جگہ کردی تو یہ لڑکا ''متعنّت'' ہے، اور ایسے متعنّت کا علاج یہی ہے کہ عدالت سے خلع لیا جائے، جیسا کہ میرے مسائل پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ میں عدالتی خلع کے سخت خلاف ہوں، لیکن جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں عدالت کا فیصلہ صحیح ہے، اور لڑکی شرعی طور پر آزاد ہے، اس کو دُوسری جگہ نکاح کرنے کا حق حاصل ہے۔[1]

اگر شوہر نہ لڑکی کو بسائے اور نہ طلاق و خلع دے تو عدالت کا فیصلہ دُرست ہے

سوال:... میں نے اپنی لڑکی کی شادی جس لڑکے سے کی تھی، وہ خراب نکلا، لڑکی کو شدید مارتا تھا اور بدچلن تھا۔ دو سال تک وہ میرے گھر میں بیٹھی رہی، لیکن لڑکا لینے کے لئے نہیں آیا، ہم نے اور لوگوں نے بہت سمجھایا، لیکن وہ باز نہ آیا۔ ہم نے کہا کہ طلاق یا خلع دے دو، مگر انہوں نے نہ طلاق دی، نہ خلع، آخر ہم نے عدالت میں مقدمہ کردیا، چار سال مقدمہ چلنے کے بعد فیصلہ میری بیٹی کے حق میں ہوگیا اور خلع ہوگیا، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا خلع ٹھیک نہیں ہوتا، کیا شریعت کے مطابق میری بیٹی کو خلع ہوگیا؟ فیصلہ ہونے کے بعد جبکہ لڑکی عدّت میں ہو، اگر لڑکے والے عدالت میں اپیل دائر کردیں تو کیا یہ فیصلہ ختم ہوجائے گا؟

جواب:... اگر لڑکے کو اِرادی طور پر سمجھایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ وہ لڑکی کو آباد کرے، یا طلاق دے، یا خلع دیدے، لیکن وہ کسی بات پر بھی راضی نہیں ہوا، تو لڑکی کے لئے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ وہ عدالت میں جائے اور عدالت سے خلع حاصل کرے، اس لئے یہ خلع صحیح ہے اور لڑکی عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے،[2] واللہ اعلم!

طلاق دے کر مکر جانے والے شوہر سے خلع لینا دُرست ہے

سوال:... میرے سابقہ شوہر نے مجھے دو طلاق دی تھی، جس کی عدّت گزارنے کے بعد میں نے علیحدگی اختیار کرلی، بعد میں وہ مکر گئے، لہٰذا عدالت سے میں نے خلع لے لیا، اس کے بعد ایک شخص سے نکاح کرلیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری طلاق ہی نہیں ہوئی، اس لئے دُوسرا نکاح بھی نہیں ہوا، کیا یہ بات ٹھیک ہے؟

---

(۱) دیکھیں: حیلہ ناجزہ ص:۷۳۔
(۲) ایضاً۔

جواب:... اگر شوہر نے اِنکار کردیا تھا تو اس کا علاج عدالت سے خلع لینا تھا، عدّت کے بعد دُوسری جگہ آپ کا نکاح صحیح ہے،[1] لوگ غلط کہتے ہیں، واللہ اعلم!

عورت، ظالم شوہر سے خلاصی کے لئے عدالت کے ذریعے خلع لے

سوال:... میری ایک دوست جو بعض وجوہات کی بنا پر اپنے شوہر سے خلع لینا چاہتی ہے اور بعض مؤثر ذرائع سے کہلوا بھی چکی ہے، اس کا شوہر جو بیرونِ ملک مقیم ہے، مسلسل ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کئے جارہا ہے اور اسے آزاد کرنے کے بجائے مسلسل سات مہینے سے ذہنی کرب میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مرد کو بااختیار بنایا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے کسی عورت کی زندگی برباد کئے رکھے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز میں توازن رکھا ہے، کیا اللہ کے ہاں ایسے انسانوں کی کوئی پکڑ نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں تاکہ بہت سے کلمہ گو مسلمانوں کو احساس ہو کہ یہ عمل اسلام میں کتنا ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

جواب:... جو شوہر اپنی بیویوں سے زیادتی کرتے ہیں وہ بڑے ہی ظالم ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید کے ساتھ عورتوں سے حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔[2] اگر زوجین میں موافقت نہ ہو تو عورت کو خلع لینے کا اِختیار دیا ہے، وہ عدالت سے رُجوع کرے اور عدالت اس کے شوہر سے خلع دِلوائے، یہی توازن ہے جو شریعت نے اس نازک رشتے میں ملحوظ رکھا ہے۔[3]

خلع سے طلاقِ بائن ہوجاتی ہے

سوال:... ایک سوال کے جواب میں آپ نے طلاق اور خلع میں فرق کی یہ تشریح کی کہ خلع قبول کرنے پر مہر ساقط ہوجاتا ہے اور طلاق میں نہیں۔ خلع قبول کرنا عورت کی مرضی پر ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ خلع کے بعد عدّت بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر عورت دوبارہ اسی سابقہ شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو بغیر حلالہ شرعی کے نکاح ہوسکتا ہے؟ کیونکہ شوہر نے طلاق نہیں دی ہے۔

جواب:... خلع کا حکم ایک بائن طلاق کا ہے،[3] اگر میاں بیوی کے درمیان ''خلوَت'' ہوچکی ہے تو خلع کے بعد عورت پر عدّت لازم ہوگی۔ اور سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔[4] البتہ اگر عورت کے خلع کے مطالبے پر شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں تو حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔[5]

---

(۱) وإذا كان الطلاق بائنًا .... فله أن يتزوجها۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹)۔

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: استوصوا بالنساء خيرًا ...إلخ۔ (مشكوٰة ص:۲۸۰)۔

(۳) فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ...إلخ" (البقرة: ۲۲۹)۔ أيضًا: تفصیل کے لئے دیکھئے: حیلہ ناجزہ ص:۷۳۔

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: حیلہ ناجزہ ص:۷۳، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ا۔

(۵) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة .... فلا تحل له من بعد حتّٰى تنكح زوجًا غيره۔ (عالمگيري ج:۱ ص:۴۷۳)۔

خلع کی ''عدّت'' لازم ہے

سوال:... میری شادی ادلے بدلے کی ہوئی، میرے بھائی کی بیوی نے طلاق لے لی، میرا شوہر اس طلاق کا بدلہ مجھے ذہنی اذیتوں اور ذِلتوں میں دیتا رہتا ہے۔ آٹھ سال ہوگئے مجھے اس کے سلوک سے اور بچوں سے عدم دِلچسپی سے کچھ نفرت سی ہوگئی ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا کیا جائے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ خلع لے کر اور شادی کرلوں تو خلع کی کیا صورت ہوگی؟ کیا خلع کی بھی عدّت ہوتی ہے؟

جواب:... ''خلع'' کے معنی ہیں عورت کی جانب سے علیحدگی کی درخواست۔ عورت اپنے شوہر کو یہ پیشکش کرے کہ میں اپنا مہر چھوڑتی ہوں، اس کے بدلے میں مجھے ''خلع'' دے دو، اگر مرد اس کی اس پیشکش کو قبول کرلے تو طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے[1]، جس طرح طلاق کے بعد عدّت ہوتی ہے، اسی طرح خلع کے بعد بھی لازم ہے، عدّت کے بعد آپ جہاں دِل چاہے عقد کرسکتی ہیں۔

کیا خلع کے بعد رُجوع ہوسکتا ہے؟

سوال:... خلع کے مبہم ہونے کی صورت میں اگر ایک مفتی کہے کہ خلع ہوگیا اور دُوسرا کہے کہ نہیں ہوا، اور لڑکی نادم ہوکر نباہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو کیا تجدیدِ نکاح ہوسکتا ہے؟ نیز تجدیدِ نکاح کون کرتا ہے اور کیسے ہوتا ہے؟

جواب:... خلع میں اگر شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں تو دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا[2] اور اگر صرف خلع کا لفظ یا ایک طلاق کا لفظ استعمال کیا تھا تو نکاح دوبارہ ہوسکتا ہے[3]۔ دوبارہ نکاح کرنے کو تجدیدِ نکاح کہتے ہیں۔ جس طرح پہلا نکاح ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، اسی طرح دوبارہ نکاح بھی ایسے ہی ہوگا۔ چونکہ خلع کا علم سب تعلق والوں کو ہوچکا تھا، اس لئے دوبارہ نکاح بھی علی الاعلان ہونا چاہئے۔

والدہ کی عنایت کا خمیازہ

سوال:... میری شادی میرے والدین نے ایک عالمِ دِین سے کردی تھی۔ وہ شرعی پردہ کرتے تھے، یعنی میرے جیٹھ نے بھی مجھے کبھی نہ دیکھا۔ لیکن ان کا یہ شرعی پردہ کرنا کہ میں اپنے بہنوئی اور خالو سے بھی پردہ کروں، میرے والدین کو ناگوار گزرا، جس کی وجہ سے میری والدہ نے سخت الفاظ میں میرے میاں کو بہت کچھ کہا اور یہ بھی کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اتنے پردے کے پابند ہیں تو میں آپ کو بیٹی کا رشتہ کبھی نہ دیتی۔ جس کی وجہ سے میرا دِل بھی میرے خاوند سے بھر گیا، لیکن انہوں نے مجھے کسی طرح کی تکلیف نہ دی۔ ایسی ہی دیگر چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے میری والدہ میرے کان بھرنے لگیں، اور میں حاملہ بھی تھی۔ میں اپنی ماں کے کہنے میں آکر

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔ نیز: والخلع تطليقة بائنة عندنا۔ (مبسوط ج:۶ ص:۱۷۱)۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

(۳) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في عدّتها وبعد إنقضائها ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۳۹۹)۔

ان سے بات بات پر جھگڑنے کی کوشش کرلیتی، مگر میری ساس سسر اور میاں نے مجھ سے جھگڑنے کے بجائے صبر کیا۔ میں جب بھی میکے جاتی، امی تو میرے خاوند کے خلاف تھیں، مگر اَبو بھی امی کی باتوں میں آکر ان کے خلاف ہوگئے۔ اتنے میں اچانک میرے میاں رمضان میں عمرہ ادا کرنے چلے گئے اور پھر حج کے لئے وہیں رہ گئے، لیکن میرے والدین سے مل کر نہیں گئے تھے، میرے والدین کو بہت دُکھ ہوا اور مجھے بھی ہوا۔ اسی اثنا میں ۹ رذیقعدہ کو مجھے اللہ میاں نے بچی عطا کی، میرے والدین کو بچی کی ولادت بھی دُشوار لگی اور پھر حج کے فوری بعد جب میرے میاں آئے تو اَبو نے پہلے ہی وکیل سے مشورہ کررکھا تھا، اور ان پر میری طرف سے خلع کا دعویٰ کورٹ میں کردیا، اور میں نے بھی والدین کا ساتھ دیا۔ میرے سسرال والے چونکہ مذہبی قسم کے تھے، انہوں نے کورٹ سے باہر ہی خلع دے دیا اور کورٹوں کے چکر میں وہ پڑے ہی نہیں، میرے میاں نے خلع بچی اور مہر کی واپسی پر دِیا، اب جبکہ بچی میری گود میں نہیں رہی، مجھے اس چیز کا اِحساس ہوا ہے کہ میں اپنے والدین کے غلط بہلاوے میں آگئی تھی، اور ایک چاہنے والے شوہر، بیٹی اور سسرال سے ہاتھ دھو بیٹھی ہوں، اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے محبت سے رکھ لیں گے، اب میں اگر بھاگ کر اپنے شوہر کے ہاں جاتی ہوں کہ اس کے پاس جاؤں تو میرے والدین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے نکال دیں گے، اور میں ان کی ذِلت کا باعث بنوں گی، اور اگر اپنے والدین سے اس بات کا اِظہار کرتی ہوں تو وہ کسی بھی صورت میں مجھے واپس نہیں جانے دیں گے، لہٰذا آپ بتائیں کہ میں کس طرح اپنے اُجڑے گھر کو آباد کرسکتی ہوں؟

جواب:... اس عالمِ دِین نے واقعتاً آپ کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا کہ آپ لوگوں نے خلع مانگا اور اس نے بغیر کسی حیل وحجت کے خلع دے دیا۔ عدالتوں کے چکر کاٹنے کی ضرورت نہیں، اب جبکہ آپ کو خلع مل چکا ہے، میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کے والدین آپ کا عقد کسی اور مناسب جگہ کردیں اور اس شریف آدمی کے ساتھ بھی آپ کی والدہ کا ''حسنِ سلوک'' وہی نہیں رہنا چاہئے جو پہلے داماد سے رہا۔ جن بچیوں کو طلاق ہوجاتی ہے ان کی طلاق میں اکثر وبیشتر لڑکیوں کی ماؤں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ لڑکی والدین کے پاس سسرال والوں کی شکایت کرتی ہے تو بجائے اس کے کہ اپنی بیٹی کو صبر وشکر کی تلقین کریں، وہ اس کی سسرال والوں سے بگاڑ پیدا کرکے بیٹی کو گھر بٹھالیتی ہیں، بالآخر نوبت طلاق تک جاپہنچتی ہے۔ حضرت حاتم اصمؒ کا قول ہے کہ: ''جب تیری بہن اور بہنوئی کے درمیان یا بیٹی اور داماد کے درمیان رنجش ہو تو بہنوئی اور داماد کی طرف داری کر، اس سے تو اپنی بیٹی اور بہن کا دِین قائم رکھ سکے گا، اور بیٹی اور بہن کی حمایت کرکے ان کے خاوندوں کا مخالف نہ ہو، اس سے تو ان کے دِین کو بگاڑ دے گا۔'' آپ نے جو لکھا ہے کہ آپ دوبارہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہیں، میرے نزدیک اس سے اچھی اور کوئی بات نہیں کہ آپ کو اپنی بیٹی اور سابق شوہر دوبارہ مل جائیں، لیکن اس کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ وہ شریف آدمی بھی آپ کو دوبارہ قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ دوم یہ کہ آپ کے والدین خصوصاً آپ کی امی جان کو اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمادیں اور آپ پر ان کی ''عنایت'' سے غموں کا جو پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے ان کو اس کا اِحساس ہو تو خود جاکر اس شریف آدمی کو دوبارہ عقد کرنے پر آمادہ کریں۔ (۱)

(۱) وإذا كان الطلاق بائنًا .... فله أن يتزوجها. (هداية ج:۲ ص:۳۹۹).

یہ خط قطعاً جعلی ہے

سوال:... اسلامی صفحہ روزنامہ ''جنگ'' کراچی اشاعت مؤرخہ ۷ ردسمبر ۱۹۹۰ء (جمعۃ المبارک) میں ایک خط بعنوان ''والدہ کی عنایت کا خمیازہ'' میری طرف منسوب کرکے شائع کیا گیا ہے۔ میں حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ یہ خط یا سوال میں نے آپ کو اِرسال نہیں کیا۔ میں اس کی اور اس میں ذِکر کردہ فرضی اور جھوٹے واقعات کی پُرزور تردید کرتی ہوں۔ یہ شرمناک حرکت یقیناً میرے سابقہ شوہر مولانا .... اِمام جامع مسجد رحمانیہ چنیسر گوٹھ کراچی نے خود کی ہے، اور ایک عالم دِین کہلانے والے کے لئے یہ حرکت نہایت رذالت اور کمینہ پن کی ہے کہ وہ جعلی خط بنابنا کر اخبارات کے صفحے سیاہ کرے۔ بہرحال اس شخص نے میری طرف منسوب کرکے جو خط آپ کے کالم میں شائع کرایا ہے میں اس کی پُرزور مذمت کرتی ہوں اور اپنی اور اپنے والدین کی بے عزّتی اور ہتک کرنے پر سابقہ شوہر کے خلاف عدالتی کارروائی کے لئے اپنے وکیل سے مشورہ کر رہی ہوں۔ مزید یہ کہ مجھے فاحشہ کہنے اور طرح طرح کے اِلزامات دینے کی وجہ سے میں نے اس ظالم شوہر اور سسرال سے اپنی ممتا قربان کرنے اور دو ماہ کی بچی اور مہر واپس کرکے ان سے اپنی جان چھڑائی ہے، میں کسی طرح سے بھی دوبارہ ان لوگوں کے پاس جانے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتی۔

آپ سے گزارش ہے کہ اسلامی صفحہ پر مذکورہ خط یا سوال کی تردید شائع کریں، تاکہ میرا مستقبل تباہ ہونے سے بچ سکے۔ اس شخص نے ایک نہایت کمینہ حرکت یہ کی ہے کہ اب اس نے مؤرخہ ۴ رجنوری ۱۹۹۱ء کے اسلامی صفحہ ''جنگ'' میں ''خلع عائلی نظام کی ایک کڑی'' کے عنوان سے ایک مضمون شائع کرایا ہے، جس کی آڑ میں مجھے اور میرے والدین کو نہایت ناشائستہ الفاظ سے یاد کیا ہے، اور خلع لینے والی عورتوں کو منافق اور جہنمی کہا ہے۔ مگر جو رذیل شوہر اپنی بیوی کو ''فاحشہ'' کے لقب سے یاد کرکے اور نہایت گندے اِلزامات لگاکر ایک باعفت کی زندگی اجیرن کردے، اور وہ اس ظالم وسفاک کے پنجے سے نکلنے اور خلع لینے پر مجبور ہوجائے۔ اور یہ رذیل اور ظالم شوہر عورت کی دو ماہ کی معصوم بچی بھی اس سے چھین لے، فرمایا جائے کہ کیا ایسا شوہر منافق اور جہنمی نہیں ہے؟ کیا شوہر کو اس سفاکانہ شرط کی اِجازت ہے کہ خلع دینے کے لئے ماں سے اس کی دو ماہ کی بچی واپس لینے کی شرط لگائے؟

جواب:... آپ کے خط سے مجھے نہایت صدمہ ہوا کہ آپ کے سابق شوہر نے پہلے تو گندے اِلزامات لگاکر آپ کو خلع کا مطالبہ کرنے پر مجبور کردیا، پھر آپ کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاکر آپ کو مہر واپس کرنے کے علاوہ دو ماہ کی بچی چھوڑنے کی قیمت پر خلع دیا، اور جب علیحدگی ہوگئی تو آپ کی اور آپ کے والدین کی عزّت وآبرو سے کھیلنے کے لئے آپ کے نام سے جعلی خط اور مضمون شائع کردیا، اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو بلاشبہ یہ اخلاقی گراوٹ اور پست ذہنی کی اِنتہا ہے۔

جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ اس جعل سازی کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہیں، مگر آپ کو مشورہ دُوں گا کہ آپ اس شخص کی ان حرکتوں پر صبر کریں اور اپنا اِستغاثہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لے جائیں، پاک دامن، باعفت خواتین پر تہمتیں لگانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ''دُنیا وآخرت میں ملعون'' اور ''راندۂ درگاہِ الٰہی'' قرار دے کر ان کو ''عذابِ عظیم'' کے مستحق قرار دیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہے:

''بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں اَنجان، پارسا، ایمان والیوں کو، ان پر لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں، اور ان کے ہاتھ، اور ان کے پاؤں، جو کچھ کرتے تھے، اس دن اللہ انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے۔''[1] (النور:۲۳-۲۵)

جن لوگوں کو دُنیا و آخرت میں ملعون قرار دیا گیا ہو، وہ اپنی شامتِ اعمال سے نہ دُنیا میں بچ سکتے ہیں، نہ آخرت میں (سوائے ان لوگوں کے جو اپنے جرائم سے سچی توبہ کرلیں اور صاحبِ حق سے معافی مانگ لیں)۔

اگر آپ کے سابق شوہر نے خلع کے بدلے میں بلاوجہ آپ سے دو مہینے کی بچی چھین لی تو بہت بُرا کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ''جو شخص ماں سے اس کے بچے کو جدا کردے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے درمیان اور اس کے پیاروں کے درمیان تفریق ڈال دیں گے'' (مشکوٰۃ ص:۲۹۱)۔[2]

آپ ان تمام اِیذاؤں پر جو آپ کو سابق شوہر کی طرف سے پہنچی ہیں، صبر سے کام لیں، (عدّت کے بعد) اپنا عقد دُوسری مناسب جگہ کرلیں اور اس موذی کو دوبارہ منہ نہ لگائیں۔ مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔[3]

خلع کے لئے طے شدہ معاوضے کی ادائیگی لازمی ہے

سوال:... میاں بیوی کی ناچاقی کی وجہ سے اگر مرد نے خلع رکھ کر بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی نے خلع ادا کرنے کے بغیر شادی کرلی تو شادی حلال ہے یا حرام؟

جواب:... اگر نقد طلاق دے دی تھی تو عدّت کے بعد وہ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور جو معاوضہ طے ہوا تھا وہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے،[4] اور اگر معاوضہ ادا کرنے کی شرط پر طلاق دی تھی تو جب تک معاوضہ ادا نہیں ہوجاتا طلاق نہیں ہوگی،[5] لہٰذا دُوسری جگہ شادی بھی نہیں ہوسکتی۔

لڑکی بچپن کا نکاح پسند نہ کرے تو خلع لے سکتی ہے

سوال:... میں نے اپنی لڑکی شاہدہ کا نکاح منظور احمد کے لڑکے منیر احمد سے بچپن میں کردیا تھا، اس وقت لڑکی کی عمر پانچ

---

(۱) ''اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ'' (النور:۲۳-۲۵)۔

(۲) عن أبی أیوب قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من فرّق بین والدة وولدها، فرّق الله بینه وبین أحبته یوم القیامة. (مشکوٰة ص:۲۹۱، باب النفقات وحق المملوک، الفصل الثانی)۔

(۳) لَا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرّتین. (کنز العمال ج:۱ ص:۱۲۶ رقم الحدیث:۸۳۰)۔

(۴) إن طلّقها علٰی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال وکان الطلاق بائنًا کذا فی الهدایة. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۹۵)۔

(۵) إذا أضافه (الطلاق) إلی الشرط وقع عقیب الشرط إتفاقًا. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۲۰)۔

سال اور لڑکے کی عمر سات سال تھی، اب ماشاء اللہ دونوں جوان ہیں۔ منیر احمد کی سوسائٹی اور کردار اچھا نہ ہونے کی وجہ سے میری لڑکی نے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے، لڑکے والے متواتر زور ڈال رہے ہیں کہ لڑکی کو وداع کرو، لیکن لڑکی اس بات پر بالکل راضی نہیں، اس صورت میں نکاح بحال رہتا ہے یا کہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب:... لڑکی کی نابالغی میں جو نکاح لڑکی کے باپ نے کر دیا ہو، بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اس کے توڑ دینے کا اختیار نہیں ہوتا۔[1] اب اگر لڑکا بدکردار ہے تو لڑکی کو وہاں رُخصت نہ کیا جائے بلکہ لڑکے سے "خلع" لے لیا جائے، یعنی اس کو مہر چھوڑنے کی شرط پر طلاق دینے کے لئے کہا جائے۔

بیوی کے نام مکان

سوال:... اگر کوئی شخص شادی کے بعد اپنی محنت کی کمائی سے ایک مکان بناتا ہے اور وہ اپنی بیوی کے نام کر دیتا ہے، اس کے بعد بیوی اس شخص سے خلع چاہتی ہے، قرآن پاک کے حوالے سے بتائیں کہ وہ مکان بیوی کو واپس کرنا ہوگا یا نہیں؟ وہ شخص کہتا ہے کہ میری محنت کا مکان ہے وہ مکان واپس کر دو، ورنہ خلع نہیں دُوں گا۔

جواب:... وہ خلع میں مکان کی واپسی کی شرط رکھ سکتا ہے، اس صورت میں عورت اگر خلع لینا چاہتی ہے تو اسے وہ مکان واپس کرنا ہوگا۔ الغرض شوہر کی طرف سے مکان واپس کرنے کی شرط صحیح ہے، اس کے بغیر خلع نہیں ہوگا۔[2]

اگر خاوند بے نمازی ہو تو بیوی کیا کرے؟

سوال:... اگر کسی شخص کی بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو کہتے ہیں کہ خاوند کو حق ہے کہ وہ بیوی کو سمجھا اور مار بھی سکتا ہے، اور اگر اس سے بھی باز نہ آئے تو طلاق بھی دے سکتا ہے۔ اب قابلِ دریافت اَمر یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند باوجود سمجھانے کے بھی نماز نہیں پڑھتا تو شریعت ایسی عورت کو کیا حقوق دِلاتی ہے؟ کیا وہ اپنے شوہر سے مقاطعہ کر سکتی ہے؟ اس سے بھی باز نہ آئے تو وہ طلاق بھی لے سکتی ہے؟

جواب:... عورت کو چاہئے کہ نہایت شفقت و محبت سے اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے، اور حسنِ تدبیر سے اسے

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیبًا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش أو بغیر کفوٴ إن کان الولی أبًا أو جدًّا۔ (شامی ج:۳ ص:۶۲، کتاب النکاح)۔

(۲) ومن نشزت لَا أی لَا یکرہ لہ الأخذ إذا کانت هی الکارهة أطلقه فشمل القلیل والکثیر وإن کان أکثر مما أعطاها ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۴ ص:۸۳)۔ أیضًا: إذا تشاق الزوجان وخافا أن لَا یقیما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها من بمال یخلعها به ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۸۸، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع)۔

نماز روزہ کا عادی بنائے،[1] لیکن اگر وہ منحوس کسی طرح بھی نہ مانے تو عورت اس سے خلع لے سکتی ہے۔[2]

خلع کا دعویٰ کرنے والی عورت کے شوہر کو چاہئے کہ عدالت جانے سے پہلے ہی خلع دیدے

سوال:... ایک عورت نے چھ سال پہلے اپنی مرضی سے شادی کی، جس سے دو بچیاں ہیں، اب وہ طلاق کے لئے عدالت میں دعویٰ کرچکی ہے، خاوند اسے طلاق نہیں دینا چاہتا، تو ایسی صورت میں خاوند کی مرضی کے بغیر وہ عورت عدالت کی مدد سے طلاق لے سکتی ہے جبکہ فیصلہ دینے والی جج عورت ہے؟

جواب:... جو عورت اس کے شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی، اس کو رکھ کر کیا کرے گا؟ اس کو چاہئے کہ خلع دیدے۔ عورت کو عدالت سے رُجوع کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اگر شوہر نے خلع نہ دیا تو وہ عورت عدالت سے خلع لے کر دُوسرا نکاح کرے گی، تو شوہر خلع نہ دے کر گناہگار ہوگا اور عورت کو گناہگار کرے گا، اس لئے ایسی عورت کو خلع دے دینا چاہئے۔ اگر عورت کا قصور ہو اور مرد اس کو آباد کرنا اور اس کے حقوق ادا کرنا چاہتا ہے تو عدالت کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا،[3] لیکن شوہر کو چاہئے کہ ایسی بدبخت عورت کو اس کے عدالت میں جانے سے پہلے طلاق دیدے۔

---

(۱) "إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ" (النحل: ۹۰)۔ "فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى" (طٰه: ۴۴)۔

(۲) إذا تشاق الزوجان وخافا أن لَا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها من بمال يخلعها به ...إلخ۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۴۸۸)۔ أيضًا: لَا يجب على الزوج تطليق الفاجرة ولَا عليها تسريح الفاجر إلّا إذا خافا ان لّا يُقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۰)۔

(۳) قالت خلعت نفسی بکذا ففی ظاهر الرواية لَا يتم الخلع ما لم يقبل بعده۔ (شامی ج:۳ ص:۴۴۰)۔

ظہار

(یعنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا کسی اور محرَم خاتون کے ساتھ تشبیہ دینا)

ظہار کی تعریف اور اس کے اَحکام

سوال:...ظہار سے کیا مراد ہے؟ اور اس کے اَحکام علمِ فقہ میں کیا ہیں؟

جواب:...ظہار کے معنی یہ ہیں کہ: کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہہ دے: ''تو مجھ پر میری ماں یا بہن جیسی ہے''[1] اس کا حکم یہ ہے کہ اس لفظ سے طلاق نہیں ہوتی، لیکن کفارہ ادا کئے بغیر بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔[2] اور کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے، تب اس کے لئے بیوی کے پاس جانا حلال ہوگا۔[3]

بیوی کو ''بیٹا'' کہنے کا حکم

سوال:...زید اپنی زوجہ کو ''بیٹا'' کہہ کر پکارتا ہے، چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو۔ جب بھی زید کو اپنی بیوی کو بلانا مقصود ہو یہی طریقہ اپنایا ہوا ہے، جبکہ اس کے سب گھر والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں، اور اکثر زید کی سالی، زید سے پوچھ لیتی ہے کہ: تمہارا بیٹا کہاں ہے؟ جبکہ بیوی بھی اس کے مخاطب کرنے پر رُجوع کرتی ہے۔ یہاں پردیس میں بھی جب اس کو بیوی کا خط ملنے میں دیر ہوجائے تو وہ دوستوں سے یہی کہتا ہے کہ میرے بیٹے کا خط نہیں آیا، کیا زید اور اس کی بیوی کا رشتہ قائم رہا یا نہیں؟ اور اس کا کیا کفارہ ہے؟

جواب:...بیوی کو ''بیٹا'' کہنا لغو اور بیہودہ حرکت ہے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، اور توبہ و اِستغفار کے سوا اس کا کوئی

---

(۱) الظهار: هو تشبيه زوجته أو ما عبر به عنها أو جزء شائع منها بعضو يحرم نظره إليه من أعضاء محارمه نسبًا أو رضاعًا كأمه وبنته وأخته. (التعريفات للجرجاني ص:۱۲۵، ۱۲۶، باب الظاء، طبع المكتبة الحمادية، أيضًا: قواعد الفقه ص:۳۶۸).

(۲) إذا قال الرجل لإمرأته أنت عليّ كظهر أمي فقد حرمت عليه لَا يحل له وطيها ولَا مسها ولَا تقبيلها حتّٰى يكفر عن ظهاره ... إلخ. لقوله تعالٰى: الذين يظٰهرون من نسائهم إلٰى أن قال: فتحرير رقبة من قبل أن يتمآسّا ... إلخ. (هداية، باب الظهار ج:۲ ص:۴۰۹).

(۳) وكفارة الظهار عتق رقبة فإن لم يجد فصيام شهرين متتابعين فإن لم يستطع فإطعام ستّين مسكينًا للنص الوارد فيه، فإنه يفيد الكفارة علٰى هٰذا الترتيب. (هداية، كتاب الظهار، فصل فى الكفارة ج:۲ ص:۴۱۱).

کفارہ نہیں۔ [1]

''تمہارا اور میرا رشتہ ماں بہن کا ہے'' کے الفاظ کا نکاح پر اثر

سوال:... ایک عورت کے خاوند نے محلے کے تین آدمیوں کو بلاکر ان کے سامنے اپنی بیوی کو کہا کہ: ''آئندہ کے لئے تمہارا اور میرا رشتہ ماں، بہن کا ہے'' یہ الفاظ اس شخص نے دو یا تین دفعہ دہرائے۔ اب وہ عورت اپنے دو بچوں کی خاطر اسی گھر میں الگ رہتی ہے اور اس مرد کے ساتھ بول چال گزشتہ پانچ چھ ماہ سے ختم ہے۔ یعنی وہ ایک دُوسرے سے ناراض ہیں، ان حالات میں کیا عورت کو طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟

جواب:... ''تمہارا اور میرا رشتہ ماں، بہن کا ہے'' یہ ''ظہار'' کے الفاظ ہیں، [2] ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی، البتہ شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا ہوگا، اور کفارہ ادا کئے بغیر بیوی کے قریب جانا حرام ہے۔ اور کفارہ یہ ہے کہ شوہر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے، اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔ [3]

بیوی، شوہر کو اس کی ماں کی مماثل رشتہ کہے تو نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال:... بیوی نے اپنے شوہر کو کہا کہ: ''اگر تم میرے قریب آئے (میاں بیوی کے تعلقات قائم کئے) تو تم اپنی ماں بہن کے قریب آؤ گے'' تو ان الفاظ سے ان دونوں کے درمیان نکاح باقی ہے یا نہیں؟

جواب:... بیوی کے ان بیہودہ الفاظ سے کچھ نہیں ہوا، البتہ بیوی ان ناشائستہ الفاظ کی وجہ سے گناہ کی مرتکب ہوئی ہے، اس کو ان الفاظ سے توبہ کرنی چاہئے۔ [4]

بیوی کو ماں کہنے کا شرعی حکم

سوال:... ہمارے محلے میں زید نے بیوی کو کہا کہ: ''آج کے بعد تیرا میرا ماں بیٹے جیسا رِشتہ ہے، تجھے (بیوی کو) ماں سمجھتا ہوں۔'' آیا ماں کہنے سے رشتہ (شوہر بیوی کا) ختم ہوجاتا ہے کہ نہیں؟ اگر رِشتہ ختم ہوجاتا ہے تو بیوی کو شوہر کے ساتھ رہنا چاہئے یا

---

(۱) ویکره قوله انت اُمّی یا ابنتی ویا اُختی ونحوه۔ (شامی ج:۳ ص:۴۷۰)۔

(۲) (وإن قال أنت عليّ مثل اُمّي) أو كاُمّي وكذا لو حذف "عليّ" خانية (رجع إلى نيته) لينكشف حكمه (فإن قال أردت الكرامة فهو كما قال) لأن التكريم في التشبيه فاش في الكلام (وإن قال أردت الظهار فهو ظهار) لأنه تشبيه بجميعها وفيه تشبيه بالعضو لٰكنه ليس بصريح فيفتقر إلى النية۔ (اللباب في شرح الكتاب للميداني، كتاب الظهار ج:۲ ص:۱۹۲)۔

(۳) هي تحرير رقبة فإن لم يجد ما يعتق صام شهرين متتابعين قبل المسيس، فإن عجز عن الصوم أطعم ستّين مسكينًا۔ (الدر المختار، باب الكفارة ج:۳ ص:۴۷۲، ۴۷۸ طبع سعيد)۔

(۴) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دعى الرجل إمرأته إلى فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتّى تصبح۔ متفق عليه۔ وفي رواية لهما قال: والذي نفسي بيده! ما من رجل يدعو إمرأته إلى فراشه فتأبٰى عليه إلّا كان الذي في السماء ساخطًا عليها حتّى يرضٰى عنها۔ (مشكوٰة ص:۲۸۱، باب عشرة النساء، الفصل الأوّل)۔

علیحدگی اِختیار کرلے؟

جواب:... ایسے الفاظ بکنے سے میاں بیوی کا رِشتہ ختم نہیں ہوتا، لیکن کفارہ لازم آتا ہے، اور جب تک کفارہ ادا نہ کرے اس وقت تک بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔[1] کفارہ یہ ہے کہ یہ شخص دو مہینے کے پے در پے لگاتار روزے رکھے، اور اگر روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔ جب یہ کفارہ ادا کرلے گا تب بیوی حلال ہوگی۔[2]

بیوی سے کہنا کہ ''تو میری ماں ہے'' کا نکاح پر اَثر

سوال:... خاوند نے بیوی کو کسی معمولی کام کرنے سے روکا کہ آئندہ تم یہ کام نہیں کروگی، بیوی نے کہا: میں کروں گی، خاوند نے غصے میں آکر کہا تو میری ماں ہے، اگر آئندہ تم نے یہ کام کیا۔ خاوند کے ذہن میں نہ تو بیوی کو چھوڑنے کا خیال تھا اور نہ ہی اس نے لفظ طلاق اِستعمال کیا، بس غصہ اور وقتی اِشتعال میں آکر یونہی بک دیا، بیوی نے ابھی تک وہ کام نہیں کیا جس سے خاوند نے منع کیا تھا، لیکن کام اتنا معمولی ہے کہ وہ کسی وقت بھی بھول کر کرسکتی ہے، خاوند اس پر شرمندہ ہے، ایسی صورت میں کیا وہ بیوی کی طرف رُجوع کرسکتا ہے یا اسے کوئی کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟

جواب:... اگر بیوی نے وہ کام کرلیا تو اس صورت میں شوہر بیوی کے قریب نہیں جاسکتا، اور بیوی کے پاس جانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے، اور اگر روزے رکھنے کی اِستطاعت نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا پیٹ بھر کر کھلائے، اس کے بعد بیوی کے قریب جاسکتا ہے۔[3]

اگر کسی نے کہا'' آپ میری بیوی کو میرے گھر میں لاؤ گے تو میں اُس کو بہن بنا کر رکھوں گا'' تو ظہار ہوگا

سوال:... آج سے پانچ سال قبل اپنے ماں باپ کی موجودگی میں اپنی بیوی کو گھریلو جھگڑوں کی بنا پر قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر یہ الفاظ کہے تھے کہ اگر آپ میری بیوی کو میرے گھر میں لاؤ گے تو میں اس کو بہن بنا کر رکھوں گا۔ اور اس وقت میرا طلاق دینے کا اِرادہ نہ تھا، اور طلاق بھی اب تک نہیں دی، تو کیا میں اس کو گھر بیوی بنا کر رکھ سکتا ہوں؟

---

(۱) إذا قال الرجل لإمرأته أنت عليّ كظهر أمّي .... فقد حرمت عليه لَا يحل له وطيها ولَا مسها ولَا تقبيلها وكذا يحرم عليها تمكينه من حتّى يكفّر عن ظهاره. (اللباب في شرح الكتاب للميداني، كتاب الظهار ج:۲ ص:۱۹۱).

(۲) وكفارة الظهار عتق رقبة .... فإن لم يجد ما يعتقه فصيام شهرين متتابعين فإن لم يستطع الصيام فإطعام ستّين مسكينًا للنص الوارد فيه. (اللباب، كتاب الظهار، فصل في الكفارة ج:۲ ص:۱۹۳).

(۳) وفي اللباب: وكفارة الظهار عتق رقبة أي إعتاقها بنية الكفارة فإن لم يجد ما يعتقه فصيام شهرين متتابعين، فإن لم يستطع الصيام فإطعام ستّين مسكينًا للنص الوارد فيه. (اللباب، كتاب الظهار، فصل في الكفارة ج:۲ ص:۱۹۳).

جواب:... یہ الفاظ ظہار کے ہیں،[1] بیوی نکاح سے تو خارج نہیں ہوئی، لیکن جب تک ظہار کا کفارہ ادا نہ کیا جائے بیوی کے پاس جانا جائز نہیں۔ اور کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔[2]

ظہار کا مسئلہ

سوال:... یہ مسئلہ جو بھیج رہی ہوں، یہ میری بہن نے امریکا سے لکھ کر بھیجا ہے، یہ اس کی دوست کا مسئلہ ہے، اس کی دوست شہلا کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے خاوند نے ایک دن اسے کہا کہ اگر آج کے بعد میں تمہارے ساتھ سوؤں تو سمجھو کہ میں اپنی ماں کے ساتھ سویا، آج کے بعد ہم بہن بھائی ہیں، تم میری بہن ہو۔ یہ لفظ اس نے کوئی قسم اُٹھائے بغیر کہے ہیں۔ اب شہلا بہت پریشان ہے کہ خاوند کے اس طرح کہنے پر کہیں نکاح نہ ٹوٹ گیا ہو، کیونکہ اس نے بیوی کو بہن کہہ دیا ہے، غصّے کی حالت میں کہا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلے کا حل بتادیں تاکہ میں اسے بھیج سکوں، مہربانی ہوگی۔

جواب:... خط کشیدہ الفاظ ''ظہار'' کے ہیں، اس سے طلاق نہیں ہوتی، البتہ بیوی اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ شوہر کفارہ ادا نہ کرے،[3] کفارہ یہ ہے کہ ساٹھ دن کے روزے لگاتار رکھے،[4] درمیان میں ایک دن کا ناغہ نہ کرے، اور اگر کسی وجہ سے کوئی روزہ درمیان میں رہ جائے تو نئے سرے سے شروع کرے، یہاں تک کہ ساٹھ دن کے روزے لگاتار ہوجائیں۔

جو شخص بڑھاپے کی وجہ سے اتنا کمزور ہو کہ روزے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزوں کے بجائے ساٹھ محتاجوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے، کفارہ ادا کرنے کے بعد بیوی حلال ہوگی، کفارے کے بغیر بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔

''ایلاء'' کی تعریف

سوال:... میری اپنی بیوی سے تعلقات کشیدہ تھے، جب چار مہینے ہونے کو تھے تو میں نے اس سے رُجوع کرلیا۔ (یعنی انگریزی حساب سے)۔ اب معلوم ہوا کہ شریعتِ اسلامیہ میں قمری مہینوں کا اِعتبار ہوتا ہے نہ انگریزی کا۔ صورتِ مذکورہ بالا میں میری بیوی کو طلاقِ بائنہ ہے یا نہیں؟ جبکہ میرا شرعی ایلا کا اِرادہ نہ تھا اور نہ ہی میں نے قسم کھائی تھی۔ بعض دوستوں نے یہ بتایا ہے کہ اگر بیوی سے ناراضگی کی بنا پر چار ماہ تک علیحدگی اِختیار کی جائے تو طلاقِ بائنہ ہوجاتی ہے۔

---

(۱) وکذا إن شبهها بمن لَا یحل له النظر إلیها علی التأبید من محارمه مثل أُختە أو عمّته أو أُمّه من الرضاعة۔ (هدایة ج:۲ ص:۴۱۰)۔

(۲) وکفارة ظهار عتق رقبة فإن لم یجد فصیام شهرین متتابعین ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۴۱۱، أیضًا: اللباب للمیدانی، کتاب الظهار، باب فی الکفارة ج:۲ ص:۱۹۳)۔

(۳) إذا قال الرجل لإمرأته أنت علیّ کظهر أُمّی فقد حرمت علیه لَا یحل له وطیها ولَا مسها ولَا تقبیلها حتّٰی یکفّر عن ظهاره۔ (هدایة ج:۲ ص:۴۰۹)۔

(۴) وکفارة ظهار عتق رقبة فإن لم یجد فصیام شهرین متتابعین فإن لم یستطع فإطعام ستّین مسکینًا۔ (هدایة ج:۲ ص:۴۱۱)۔

جواب:... شرعی ایلاء یہ ہے کہ آدمی چار مہینے یا اس سے زیادہ مدّت تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالے،[1] یا بغیر تجدید مدّت مطلقاً بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھالے، اگر قسم نہ کھائی ہو تو محض ترکِ صحبت سے ایلاء نہیں ہوتا، چونکہ آپ نے قسم نہیں کھائی اس لئے ایلاء نہیں ہوا، اور نہ طلاق ہوئی۔ شرعی ایلاء کی مدّت میں قمری مہینوں کا اِعتبار ہے، شمسی مہینوں کا اِعتبار نہیں۔

کیا چار ماہ تک بیوی کے پاس بالکل نہ جانے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

سوال:... ایک دن ریڈیو پر سننے میں آیا تھا کہ ایک شادی شدہ آدمی چار مہینے تک بیوی کے نزدیک تک بھی بالکل نہ جائے تو ایک طلاق واقع ہوجاتی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ صحیح ہے یا میں بات نہیں سمجھا؟

جواب:... ایسا کوئی مسئلہ نہیں، آپ نے غلط سمجھا ہوگا۔

(۱) وإذا قال الرجل لإمرأته: والله لَا أقربک، أو قال: والله لَا أقربک أربعة أشهر، فهو مول لقوله تعالٰى: للذين يؤلون من نسائهم تربص أربعة أشهر الآية فإن وطيها فى الأربعة الأشهر حنث فى يمينه ولزمته الكفارة ...... وسقط الإيلاء ...... وإن لم يقربها حتى مضت أربعة أشهر بانت منه بتطليقة ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۰۱)۔

تنسیخِ نکاح

تنسیخِ نکاح کی صحیح صورت

سوال:... میری بیوی نے میرے خلاف عدالت سے بمع مہر ۸۰۰۰ روپے کے طلاق حاصل کرلی ہے، عدالت میں میرے خلاف اس کی کوئی شہادت موجود نہیں، اور نہ ہی عدالت نے شہادت طلب کی ہے، میری بیوی کے اپنے بیان میرے حق میں جاتے ہیں، اس کے باوجود بھی اس نے عدالت سے اثر و رُسوخ کی بنا پر طلاق حاصل کرلی ہے، وجہ طلاق صرف یہ ہے کہ اس کے والدین مجھے پسند نہیں کرتے، کیونکہ میں معمولی ملازم ہوں، حالانکہ اس کے بطن سے ۵ سال اور ۳ سال کے میرے دو بچے بھی ہیں۔ کیا اس کو شرعاً طلاق ہوگئی یا نہیں؟ کیا وہ شرعاً دُوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... شرعاً صحیح فیصلے کی صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے، اگر وہ عورت کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اس کے دعویٰ پر شہادتیں طلب کرے، اور شوہر کو صفائی کا پورا موقع دے، اگر تمام کارروائی کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہو تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے، اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور مظلوم عورت کی گلوخلاصی پر راضی نہ ہو تو عدالت ازخود تنسیخِ نکاح کا فیصلہ کردے۔ اگر اس طریقے سے فیصلہ ہوا ہو تو عورت عدّت کے بعد دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہے، اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔[1]

لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ محض عورت کی درخواست پر فیصلہ کردیا گیا، نہ عورت سے گواہ طلب کئے اور نہ شوہر کو بلواکر اس کا موقف سنا گیا، ایسا فیصلہ شرعاً کالعدم ہے، اور عورت بدستور اس شوہر کے نکاح میں ہے، اس کو دُوسری جگہ عقد کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔[2]

---

(۱) دیکھئے: الحیلة الناجزة ص:۲۹ ازحکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) قال فی غرر الأذکار: ثم إعلم أن مشایخنا استحسنوا أن ینصب القاضی الحنفی نائبًا ممن مذھبه التفریق بینهما إذا کان الزوج حاضرًا وأبی عن الطلاق، لأن رفع الحاجة الدائمة لَا یتیسر بالإستدانة، إذ الظاهر أنها لَا تجد من یقرضها وغنی الزوج مآلًا أمر متوهم، فالتفریق ضروری إذا طلبته وإن کان غائبًا لَا یفرق لأن عجزه غیر معلوم حال غیبته وإن قضٰی بالتفریق لَا ینفذ قضاءہ لأنه لیس فی مجتهد فیه لأن العجز لم یثبت اھ۔ (شامی ج:۳ ص:۵۹۰)۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: حیله ناجزه۔

فسخِ نکاح کا طریقہ

سوال:... میری دوست کا نکاح ہوا تھا، رُخصتی نہیں ہوئی تھی، پھر وہ لڑکا باہر چلا گیا، پانچ چھ سال گزرنے کے باوجود وہ لوگ رُخصتی نہیں کر رہے، اس کی کوئی اِطلاع نہیں تھی، لیکن پچھلے سال آ کر وہ تسلیاں دے کر چلا گیا، لڑکے کے گھر والے بھی پریشان ہیں، اب لڑکی والے طلاق چاہتے ہیں، اگر وہ خلع کے لئے عدالت میں جائیں گے تو عدالت یک طرفہ فیصلہ کر کے طلاق کا حکم دے دے گی۔ میں نے اپنی دوست کو سمجھا دیا کہ یک طرفہ فیصلے سے شرعی طلاق نہیں ہوگی، لیکن میں آپ کا ثبوت دیکھنا چاہتی ہوں۔

جواب:... اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان صاحب کو لکھا جائے کہ یا تو وہ خانہ آبادی کریں، یا فیصلہ دے دیں، اگر وہ کسی چیز پر بھی آمادہ نہ ہو تب عدالت سے رُجوع کیا جائے، اور عدالت اس کو وہاں نوٹس بھیجے، اگر وہ عدالت کے نوٹس کا بھی کوئی جواب نہ دے تو عدالت اس کی جانب سے کوئی وکیل مقرّر کر کے اس کو ہدایت کرے کہ اس کی جانب سے اس کے مشورے کے ساتھ جوابدہی کرے، اور اگر عدالت پر واضح ہو جائے کہ یہ شخص نہ آباد کرتا ہے نہ چھوڑتا ہے تو عدالت اس کے وکیل کے سامنے علیحدگی کا فیصلہ کر دے، اس کے بغیر عدالتی فیصلہ شرعاً مؤثر نہیں ہوگا۔[1]

رُخصتی سے قبل تنسیخِ نکاح کی صحیح شکل اور عدّت

سوال:... ایک بچی کا چھوٹی عمر میں نکاح ہوا، اس کی مرضی کے علاوہ، جو بالغ ہونے کے بعد تک قائم دائم رہا، مگر بچی اپنے والدین کے گھر رہی، رُخصتی سے پہلے لڑائی جھگڑے کی نوبت بھی آئی۔ بڑی تگ و دو کے بعد تنسیخِ نکاح کی نوبت آگئی (پہلا نکاح شرعی تھا) طلاق ہوئے ایک دن ہوا یا دُوسرے دن ہی اس آدمی کے سگے بھائی کے ساتھ نکاح ہوا، اور اسی وقت سرکاری طور پر لکھ پڑھ بھی کرلی گئی۔ اس میں والد کی رضامندی تھی، صرف بوقتِ نکاح موقع پر بچی کا والد غیرحاضر تھا، نکاح غلط ہے یا دُرست؟ طلاق جس کا اُوپر ذِکر ہوا ہے تھوڑے سے تھوڑا کتنا عرصہ درکار ہے؟ جواب مع حدیث لکھ دیں تاکہ دونوں فریقین کسی گناہِ کبیرہ کے مرتکب نہ ہوں۔

جواب:... یہاں دو مسئلے ہیں، ایک یہ کہ آیا عدالت کے فیصلے سے نکاح کی تنسیخ ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عدالت نے شوہر کو بلاکر اس کا اِظہار سنا اور پھر اس کی موجودگی میں تنسیخِ نکاح کا فیصلہ دیا، تب تو نکاح کی تنسیخ صحیح ہے، ورنہ نہیں۔[2] دُوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس لڑکی کی رُخصتی نہ ہوئی ہو، اور میاں بیوی کے درمیان تنہائی نہ ہوا ور اسے طلاق ہو جائے تو اس کے ذمہ عدّت نہیں، وہ طلاق کے بعد اسی دن دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔[3]

---

(۱) والخلع جائز عند السلطان وغیرہ لأنہ عقد یعتمد التراضی۔ (المبسوط للسرخسی ج:۶ ص:۱۷۳)۔ أیضًا: تفصیل کے لئے دیکھیں: حیلہ ناجزہ ص:۷۳۔

(۲) حیلہ ناجزہ ص:۷۳۔

(۳) وإن فرق بوصف أو خبر أو جمل بعطف أو غیرہ بانت بالأولٰی لَا إلٰی عدۃ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۲۸۶)۔

عدالت کے غلط فیصلے سے پہلا نکاح متأثر نہیں ہوا

سوال:... کسی شخص کی منکوحہ دُوسرے آدمی کے ساتھ بھاگ گئی، اس شخص نے عدالتِ عالیہ میں جھوٹا نکاح نامہ پیش کردیا، جبکہ شوہر کے عزیزوں نے اصلی نکاح نامہ پیش کیا، لیکن اغوا کنندہ عدالت کو دھوکا دینے میں کامیاب ہوگیا، اور عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا۔ شوہر نے اس مقدمے میں دِلچسپی نہیں لی، نہ اس نے طلاق دی ہے۔ کیا عدالت کے فیصلے کے بعد پہلا نکاح فسخ ہوگیا؟ اور کیا یہ عورت اغوا کنندہ کے پاس بیوی کی حیثیت سے رہ سکتی ہے؟ ازرُوئے شریعت کیا حکم ہے؟

جواب:... عدالت کے غلط فیصلے سے جو عدالت کو فریب دے کر حاصل کیا گیا، پہلا نکاح متأثر نہیں ہوا، وہ بدستور باقی ہے۔[1] جب تک اصلی شوہر اسے طلاق نہیں دے گا، یہ دُوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔[2] اگر یہ دونوں اسی حالت میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے تو ہمیشہ کے لئے بدکاری کے مرتکب ہوں گے اور ان کی اولاد شرعاً بے نکاح کی اولاد ہوگی۔[3]

عدالت کی طرف سے یک طرفہ طلاق کا شرعی حکم

سوال:... ایک شخص کی شادی ایک لڑکی سے ہوئی، لیکن نان نفقہ میں اِنتہائی غفلت، دُوسری شادی کرلینے کی بنا پر اور منشیات کا کاروبار کرنے پر لڑکی نے عدالت کے ذریعے طلاق لے لی۔ عدالت نے کئی سمن نوٹس دیئے، لیکن ریاض الدین حاضر نہیں ہوا۔ اس پر عدالت نے یک طرفہ کارروائی کرکے حسینہ کو طلاق کی ڈگری دے دی۔ کیا اس صورت میں حسینہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اس سے خلاصی کس طرح حاصل کی جائے؟ کیونکہ اب دونوں کا نباہ بے حد مشکل بلکہ ناممکن ہے، ہماری رہنمائی فرماکر ممنون و مشکور ہونے کا موقع دیں۔

جواب:... اگر شوہر اِصالۃً یا وکالۃً حاضر نہیں ہوا تو عدالت کا یک طرفہ فیصلہ مؤثر نہیں ہوگا۔[4] اس فیصلے کے باوجود عورت بدستور شوہر کے نکاح میں ہے۔ اس کی تدبیر یا تو یہ ہوسکتی ہے کہ دو چار شرفاء کے ذریعے اس کو سمجھایا جائے کہ عدالتی فیصلے کے بعد اَب عورت تمہاری تو رہ نہیں سکتی، تم طلاق نہ دے کر کیوں گناہگار ہوتے ہو؟ یا غیرشریفانہ صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اسے پکڑ کر زبردستی اس سے طلاق کے الفاظ کہلائے جائیں۔

عدالت کی یک طرفہ تنسیخِ نکاح کی شرعی حیثیت

سوال:... میری بیوی نے غیرمرد سے ناجائز تعلقات قائم کرلئے، اور پھر انگلش کورٹ میں انگریزی قانون کے مطابق اس نے درخواست دائر کی، انگریزی قانون کے مطابق کورٹ نے علیحدگی اِختیار کرادی ہے، جبکہ میں نے منہ سے طلاق کا ابھی تک کوئی لفظ

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۲) أما نكاح منكوحة الغير إلى قوله لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا۔ (شامی ج:۳ ص:۱۳۲)۔

(۳) فالوطء فيه زنا لَا يثبت به النسب ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۵۵۵)۔

(۴) حیلۂ ناجزہ ص:۷۳۔

اِستعمال نہیں کیا اور نہ لکھ کر دیا۔ براہِ کرم ارشاد فرماویں کہ آیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ نیز خلع کے متعلق کیا صورت ہوگی؟ درخواست اس نے دی تھی، میں نے نہیں، اور شریعتِ مطہرہ میں کیا شرائط ہوں گی؟

جواب:... عدالت کے یک طرفہ فیصلے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، پس اگر شوہر کو عدالت میں نہیں لایا گیا اور اس کی غیرموجودگی میں فیصلہ کردیا گیا تو شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوا[1]۔ شوہر کو چاہئے کہ ایسی عورت کو طلاق دیدے اور اس طلاق کو مہر معاف کرنے کے ساتھ مشروط کردے، یعنی یوں کہہ دے کہ میں اس شرط پر طلاق دیتا ہوں کہ وہ مہر معاف کردے (یا اگر وصول کرچکی ہو تو واپس کردے)۔

کیا عدالت تنسیخِ نکاح کرسکتی ہے؟

سوال:... اگر ایک منکوحہ عورت کسی جج کی عدالت سے خاوند سے علیحدگی حاصل کرے اور اس عورت کے اعتراضات اس کے خاوند پر گواہان کی شہادتوں سے دُرست ثابت ہوجائیں، مگر خاوند عدالت وغیرہ میں شرعی حیثیت سے طلاق نہ دے بلکہ جج کسی عورت کی درخواست منظور کرے اور یوں اس عورت کو چھٹکارا مل جائے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس عورت کو واقعی طلاق ہوگئی یا نہیں؟ یہ کہ بعد عدّتِ طلاق، کیا اس عورت کا نکاحِ ثانی حلال ہے؟

جواب:... اگر عدالت معاملے کی پوری چھان بین اور گواہوں کی شہادت کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ عورت واقعی مظلوم ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کررہا اور عدالت کے حکم کے باوجود وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہیں ہے، تو اس کا تنسیخ نکاح کا فیصلہ صحیح ہے، اور عورت عدّت کے بعد دُوسرا عقد کرسکتی ہے، اور اگر عدالت نے معاملے کی صحیح تفتیش اور گواہوں کی شہادت کے بغیر فیصلہ کیا، یا شوہر کی غیرموجودگی میں محض عورت کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے تنسیخِ نکاح کا فیصلہ کردیا، تو یہ فیصلہ طلاق کے قائم مقام نہیں ہوگا[2] اور اس فیصلے کے باوجود عورت کے لئے دُوسری جگہ عقد کرنا جائز نہیں ہوگا۔[3]

پاگل شوہر سے طلاق کس طرح لی جائے؟

سوال:... دو بھائیوں کی اولاد کی آپس میں شادی ہوئی، ایک کی لڑکی اور ایک کا لڑکا، شادی کے ایک ہفتے بعد اچانک لڑکے کو پاگل پن کے دورے پڑنے لگے اور وہ اپنے سسر اور بیوی سے لڑنے جھگڑنے لگا، اور دُوسرے دِن بولنا بالکل بند کردیا۔ ڈیڑھ سال سے بالکل خاموش اور لاپروا ہوگیا ہے، لہٰذا لڑکی کے والدین نے عدالت کے ذریعے طلاق دِلوائی اور درخواست میں لکھا کہ لڑکا، کام کاج نہیں کرتا اور بیوی کو مارتا پیٹتا ہے، بظاہر لڑکا پاگل ہے، پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس حالت میں لڑکی کو طلاق ہوجاتی ہے اور لڑکی دُوسری جگہ شادی کرسکتی ہے؟

---

(۱) تفصیل دیکھئے: حیلہ ناجزہ ص:۴۳۔

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیں: الحیلۃ الناجزۃ ص:۲۹ طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۳) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

جواب:...جس عورت کا شوہر پاگل ہوگیا ہو، اس کی تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت، عدالت میں درخواست دے اور خاوند کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے، عدالت تحقیق کے بعد اگر عورت کے دعوے کو صحیح پائے تو شوہر کو ایک سال کی مہلت دیدے کہ وہ اپنا علاج کرائے، سال ختم ہونے کے بعد بھی اگر شوہر ٹھیک نہ ہوا اور عورت پھر درخواست کرے تو عدالت عورت کو اختیار دے، اگر عورت اسی مجلس میں جدائی کا مطالبہ کرے تو عدالت دونوں کے درمیان تفریق کا فیصلہ کردے۔ اس تفریق کے بعد عورت (اگر شوہر سے خلوت کرچکی تھی تو) عدّت کے بعد نکاح کرسکتی ہے، اور اگر خلوت نہیں ہوئی تھی تو عدّت کی ضرورت نہیں۔

آپ نے جو صورت لکھی ہے اس پر چونکہ مذکورہ بالا شرائط کی رعایت نہیں کی گئی، اس لئے نکاح فسخ نہیں ہوا، اور لڑکی کا نکاح دُوسری جگہ جائز نہیں۔[1]

حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنے والے شوہر کے خلاف تنسیخِ نکاح کا دعویٰ

سوال:...میرے شوہر کو سعودی عرب گئے تقریباً چھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اور انہوں نے وہاں دُوسری شادی کرلی ہے، وہ نہ پاکستان آتا ہے اور نہ مجھے بلاتا ہے، گھر کے خرچے کے لئے پانچ چھ ماہ بعد تین ہزار روپے اِرسال کرتا ہے جس سے گھر کا خرچہ پورا نہیں ہوتا، میرے چار بچے بھی ہیں، اب جبکہ انہوں نے دُوسری شادی بھی کرلی ہے، میں ان سے طلاق مانگتی ہوں تو وہ مجھے طلاق نہیں دیتا اور میں بھی دُوسری شادی کرنا چاہتی ہوں، موجودہ صورتِ حال میں، میں دُوسری شادی کرسکتی ہوں یا نہیں؟ اگر دُوسری شادی نہیں کرسکتی تو وہ کونسا شرعی طریقہ ہے جس سے میں دُوسری شادی کرسکوں؟ واضح رہے کہ وہ چھ سالوں میں ایک دفعہ بھی پاکستان نہیں آئے، انہوں نے تو وہاں دُوسری شادی کرلی ہے، میں اس کے نام پر اپنی جوانی تو ختم نہیں کرسکتی، ان کے طلاق دیئے بغیر میں شادی کرسکتی ہوں؟

جواب:...۱:...حقوقِ زوجیت ادا کرنا شوہر کے ذمے ہے۔

۲:...جو شخص حقوقِ زوجیت ادا نہ کرسکتا ہو، اس کے لئے بیوی کو قیدِ نکاح میں رکھنا، ناجائز ہے، اس لئے اس پر لازم ہے کہ یا بیوی کو آباد کرے یا اسے طلاق دیدے۔

۳:...آپ اپنے شوہر کو میرے اس خط کی نقل بھیج دیں اور اس سے خانہ آبادی کا یا طلاق کا مطالبہ کریں، طلاق کے بعد عدّت گزار کر آپ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔

۴:...اگر وہ آپ کے مطالبے پر طلاق نہ دے، یا خط کا جواب ہی نہ دے تو آپ عدالت سے رُجوع کریں، اپنا نکاح اور شوہر کا رویہ ثابت کریں۔

۵:...عدالت شوہر کو آگاہ کرے کہ یا بیوی کو آباد کرو، یا طلاق دو، ورنہ عدالت تنسیخِ نکاح کی مجاز ہوگی۔

---

(۱) وإذا كان بالزوج جنونٌ .... قال محمد رحمه الله تعالىٰ: إن كان الجنون حادثًا يؤجله سَنَةً كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ وإن كان مطبقًا فهو كالجب وبه نأخذ۔ (الفتاوى العالمگيرية ج:۱ ص:۵۲۶)۔

۶:...اگر وہ عدالت کے نوٹس پر بھی متوجہ نہ ہو تو عدالت اس کی طرف سے کسی کو وکیل مقرّر کر کے اس وکیل کے سامنے کارروائی کرے، اور شوہر کے تعنّت کی وجہ سے فسخِ نکاح کا فیصلہ کردے۔ (۱)

۷:...عدالت کے فیصلے کے بعد عدّت گزار کر آپ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہیں۔

حقوق ادا نہ کرنے اور خرچہ نہ دینے والے شوہر سے کس طرح گلوخلاصی ہوسکتی ہے؟

سوال:...اگر کوئی خاوند نہ تو بیوی کے حقوق ادا کرے، نہ خرچہ دے، بلکہ آباد کرنے سے اِنکاری ہو تو بیوی کو مسلمان حاکم کے پاس دعویٰ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر عدالت کی طرف سے نوٹس اور اِطلاع کے باوجود بھی خاوند حاضر نہ ہو تو ایسا شخص شریعت میں بیوی کے شرعی حقوق تلف کرنے کا مرتکب ہے یا نہیں؟ جو شخص بیوی کو تنگ کرے، نہ آباد کرے، نہ آزاد، اور عدالت میں اس کا جرم ثابت ہوجائے تو مسلمان حاکم نکاح فسخ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا یہ طلاق تصوّر ہوگی؟ اگر یہی طلاق تصوّر کی جائے تو کیا عدّت کی مدّت گزارنے کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ نیز اگر سوالِ بالا کی طرح کا کیس عدالت میں دائر ہوکر اَنجام پذیر ہوجائے یعنی عورت نے عدالت سے رُجوع کر کے اور عدالت نے خاوند کو نوٹس بھیج کر مطلع کردیا ہو اور خاوند عدالت میں حاضر نہ ہو اور عدالت خاوند کی عدم موجودگی میں اس کیس کا فیصلہ طلاق کی صورت میں دیدے تو کیا عدّت کے بعد وہ عورت نکاحِ ثانی کرسکتی ہے؟

جواب:...جو شوہر، بیوی کے حقوق ادا نہ کرتا ہو، عورت عدالت میں نالش (۲) کرے، اپنا نکاح اور شوہر کا حقوق ادا نہ کرنا ثابت کرے، عدالت شوہر کو طلب کر کے اس سے جواب طلبی کرے، اگر عدالت مطمئن ہو کہ عورت واقعی مظلوم ہے تو عدالت شوہر کو طلاق دینے کا حکم کرے، اگر وہ طلاق نہ دے تو عدالت شوہر کے رُوبرو فسخِ نکاح کا فیصلہ کرے۔ اگر یہ شرطیں پائی جائیں تو عدالت کا یہ فیصلہ طلاق کے قائم مقام ہوگا اور عورت فیصلے کے بعد عدّت گزار کر دُوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔ اگر شوہر عدالت میں نہ آئے تو عدالت اس کی طرف سے وکیل مقرّر کر کے اس کو ہدایت کرے کہ اس کی طرف سے جوابدہی کرے۔ اگر شوہر یا اس کی طرف سے مقرّر کئے گئے وکیل کی غیر موجودگی میں عدالت یک طرفہ فیصلہ کردے گی تو اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا، اور بیوی کو دُوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں ہوگا۔ (۳)

شوہر ڈھائی سال تک خرچہ نہ دے، بیوی عدالت میں اِستغاثہ کرے

سوال:...میری شادی کو چودہ برس کا عرصہ بیت چکا ہے، میرا ایک لڑکا ہے جو کہ ۹ سال کا ہے، اور ایک لڑکی تین برس اور چار ماہ کی ہے۔ میری اپنے شوہر سے سات برس پہلے علیحدگی ہوگئی تھی، علیحدگی سے میری مراد طلاق نہیں، بلکہ انہوں نے دُوسری شادی کر کے گھر بسالیا تھا۔ ان سات برسوں میں انہوں نے مجھے چار آنے تک نہیں دیئے، سات برسوں میں صرف ایک دفعہ چار سال بعد

---

(۱) حیلہ ناجزہ ص:۷۳، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) حاکم کے سامنے چارہ جوئی کرنا۔

(۳) حیلہ ناجزہ ص:۷۳، از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، طبع دارالاشاعت کراچی۔

آئے تھے اور صرف پندرہ دن رہ کر چلے گئے۔ اب تین سالوں سے ان کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ اب میرا اصل مسئلہ یہ ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ اگر شوہر ڈھائی سال تک خرچ نہ دے تو نکاح نہیں رہتا، آپ مجھے بتائیں کہ یہ بات کہاں تک سچ ہے؟

جواب:... یہ تو کسی نے غلط کہا ہے کہ شوہر ڈھائی سال تک خرچ نہ دے تو نکاح نہیں رہتا۔ آپ اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں اِستغاثہ کریں اور عدالت کا فرض ہے کہ وہ آپ کو نان و نفقہ دِلائے یا ایسے شوہر سے آپ کی گلوخلاصی کرائے۔ (۱)

کیا فیملی کورٹ کے فیصلے کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

سوال:... اگر ایک عورت ناچاقی کی صورت میں فیملی کورٹ میں نکاح فسخ کا دعویٰ دائر کرتی ہے، جج فیملی کورٹ مقدمے کی سماعت کے بعد عورت کے حق میں ڈگری دے دیتا ہے، یعنی عورت کو نکاحِ ثانی کی اجازت فیملی کورٹ سے مل جاتی ہے تو کیا ازروئے شریعت عورت نکاحِ ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... فیملی کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قواعد کے مطابق ہو تو وہ فیصلہ شرعاً بھی نافذ ہوگا۔ اور اگر مقدمے کی سماعت میں یا فیصلے میں شرعی قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تو شرعی نقطۂ نظر سے وہ فیصلہ کالعدم ہے، شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوگا، اور عورت کو نکاحِ ثانی کی اجازت نہ ہوگی۔

شرعی قواعد کے مطابق فیصلے کی صورت یہ ہے کہ عورت کی شکایت پر عدالت، شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کے الزامات کا جواب طلب کرے، اگر شوہر ان الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں یا اگر عورت گواہ پیش نہیں کرسکتی تو شوہر سے حلف لیا جائے، اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے دعویٰ کو غلط قرار دے تو عورت کا دعویٰ خارج کردیا جائے گا، اور اگر عورت گواہ پیش کردے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوقِ شرعیہ ادا کرنے کی تاکید کرے۔ اور اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ ان دونوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے، اور اگر وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو (جبکہ وہ عورت کے حقوقِ واجبہ بھی ادا نہیں کرتا) تو عدالت ازخود فسخِ نکاح کا فیصلہ کرسکتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو، ورنہ اگر جج غیرمسلم ہو (جیسا کہ پاکستان کی عدالتوں میں غیرمسلم جج بھی موجود ہیں) تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ (۲)

اگر کسی شخص نے پانچ یا چھ شادیاں کرلیں تو پہلی بیویوں کا کیا حکم ہے؟

سوال:... میری شادی اب سے دس سال قبل ایک ایسے انسان سے ہوئی جس نے خود کو کنوارا ظاہر کیا، جبکہ اس کی تین بیویاں موجود تھیں (جو کہ بعد میں پتا چلا)، انہوں نے نکاح نامہ میں بھی خود کو کنوارا لکھوایا، اس کے علاوہ ولدیت بھی غلط درج کرائی۔ اب سے دو سال قبل انہوں نے پانچویں شادی ایک عیسائی عورت سے کی اور پھر اس کے تین ماہ بعد ہی چھٹی شادی راولپنڈی میں

---

(۱) حیلہ ناجزہ ص:۳۷ دیکھیں، از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) دیکھئے: الحیلة الناجزة ص:۲۹، طبع دارالاشاعت کراچی۔

اسلامی طریقے پر ایک مسلمان عورت سے کی۔ میں معلوم یہ کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارا مذہب ایک وقت میں چار بیویوں کی اجازت دیتا ہے، تو ایسی صورت میں آیا اس کی پہلی بیویاں نکاح سے خارج ہوگئیں یا پھر بعد کی شادیاں جائز نہ تھیں؟ میں ان کی چوتھی بیوی ہوں میں اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میری کیا حیثیت ہے؟ میں ان کے نکاح میں ہوں یا طلاق ہوچکی ہے؟ اگر میں ان کے نکاح میں ہوں تو طلاق لینے کے لئے مجھے شرع کی روشنی میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... آپ کی شادی صحیح ہے۔ پانچویں اور چھٹی شادی جو اس نے کی وہ صحیح نہیں ہے،[1] آپ عدالت سے رُجوع کریں، اور آپ ان چیزوں کا ثبوت پیش کرکے اس شخص کو سزا دِلواسکتی ہیں۔

عدالت سے فسخِ نکاح کے بعد بیوی سے تعلقات قائم کرنا

سوال:... تین سال پہلے کی بات ہے کہ میری بیوی نے کورٹ کے ذریعے مجھ سے طلاق حاصل کی تھی، پورے مقدمے میں، میں کبھی بھی نہیں گیا اور نہ مجھ پر کوئی سمن تعمیل ہوسکا، نہ یک طرفہ فیصلے کی کوئی وارننگ دی گئی۔ بہرحال کسی طرح بھی میری بیوی کو ڈگری مل گئی اور مجھ کو کچھ بھی پتا نہ چلا۔ پانچ ماہ بعد میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کو منالیا اور اس کے بعد ہم خوش خوش زندگی بسر کر رہے ہیں۔ شریعت کی رُو سے کیا یہ میری بیوی رہ سکتی ہے یا نہیں؟ میں نے کبھی بھی اپنی بیوی کو کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔

جواب:... اگر آپ کا بیان صحیح ہے تو عدالت کا فیصلہ غلط تھا، لہٰذا آپ کا نکاح فسخ نہیں ہوا، وہ بدستور آپ کی بیوی ہے۔[2]

والدین کے ناحق طلاق کے حکم کو ماننا جائز نہیں

سوال:... والدین اگر بیٹے سے کہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور بیٹے کی نظر میں اس کی بیوی صحیح ہے، حق پر ہے، طلاق دینا اس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے، تو اس صورت میں بیٹے کو کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ ایک حدیثِ پاک ہے جس کا قریب یہ مفہوم ہے کہ ''والدین کی نافرمانی نہ کرو، گو وہ تمہیں بیوی کو طلاق دینے کو بھی کہیں'' تو اس صورتِ حال میں بیٹے کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب:... حدیثِ پاک کا منشا یہ ہے کہ بیٹے کو والدین کی اطاعت وفرماں برداری میں سخت سے سخت آزمائش کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے، حتیٰ کہ بیوی بچوں سے جدا ہونے اور گھر بار چھوڑنے کے لئے بھی۔ اس کے ساتھ ماں باپ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بے انصافی اور بے جا ضد سے کام نہ لیں۔ اگر والدین اپنی اس ذمہ داری کو محسوس نہ کریں اور صریح ظلم پر اُتر آئیں تو ان

---

(۱) قال المُلّا علی القاریٔ فی شرح المشکٰوة: لَا یجوز أکثر من أربع نسوة .... وأما أبوحنیفة رحمه الله تعالٰی فقال: الأربع الأول جائز ونکاح من بقی منهن باطل وهو قول إبراهیم نخعی رحمه الله .... وفی الهدایة: ولیس له أن یتزوّج أکثر من ذٰلک، قال ابن الهمام: إتفق علیه الأربعة وجمهور المسلمین ...إلخ۔ (مرقاة، باب المحرمات ج:۳ ص:۴۳۵ طبع بمبئی)۔ أیضًا: لو کان له أربع نسوة ماتت إحداهنّ فتزوّج بالخامسة بعد یوم جاز ولَا یصح للحُرّ نکاح إمرأة أُخریٰ خامسة فی عدة رابعة۔ (خلاصة الفتاویٰ ج:۲ ص:۷ طبع کوئٹه)۔

(۲) ولَا یفرق بینهما بعجزه عنها ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۵۹۰، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

کی اطاعت واجب نہ ہوگی، بلکہ جائز بھی نہ ہوگی۔[1] آپ کے سوال کی یہی صورت ہے اور حدیثِ پاک اس صورت سے متعلق نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر والدین حق پر ہوں تو والدین کی اطاعت واجب ہے، اور اگر بیوی حق پر ہو تو والدین کی اطاعت ظلم ہے۔ اور اسلام جس طرح والدین کی نافرمانی کو برداشت نہیں کرسکتا، اسی طرح ان کے حکم سے کسی پر ظلم کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔[2]

سوال:... ساس اور بہو کے گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے اگر ساس یا سسر اپنے بیٹے کو حکم کریں کہ تم اسے چھوڑ دو ہم تمہیں دُوسری بیوی کروادیں گے تو کیا بیٹا اس حکم کی تعمیل کرے گا؟

جواب:... اگر بیوی قصوروار ہو تو والدین کے حکم کی تعمیل کرے، اور اگر بے قصور ہو تو تعمیل نہیں کرنی چاہئے۔[3]

---

(۱) عن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا طاعة فی معصیة، إنّما الطاعة فی المعروف۔ متفق علیه۔ (مشکوٰة ص: ۳۱۹، کتاب الإمارة، الفصل الأوّل)۔

(۲) "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ" (المائدة: ۲)۔

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر ا۔

طلاق سے مُکر جانے کا حکم

شوہر طلاق دے کر مُکر جائے تو عورت کیا کرے؟

سوال:... میری ہمشیرہ کو میرے بہنوئی نے تین بار طلاق دی، جس پر ہمشیرہ گھر پر آگئیں، اور والدین کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ میرے والدین نے جب میرے بہنوئی سے معلوم کیا تو انہوں نے انکار کردیا اور کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ جبکہ ہمشیرہ بضد ہیں کہ مجھے طلاق دے دی ہے، اب آپ مشورہ دیں کہ طلاق کیسے ہوئی؟

جواب:... اُصول تو یہ ہے کہ اگر طلاق میں میاں بیوی کا اختلاف ہوجائے، بیوی کہے کہ اس نے طلاق دے دی ہے، اور شوہر انکار کرے تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں عدالت شوہر کی بات کا اعتبار کرے گی۔[1] لیکن آج کل لوگوں میں دِین ودِیانت کی بڑی کمی آگئی ہے، لوگ طلاق دینے کے بعد مُکر جاتے ہیں، اس لئے اگر شوہر دِین دار قسم کا آدمی نہیں ہے اور عورت کو یقین ہے کہ اس نے تین بار طلاق دی ہے تو عورت کے لئے شوہر کے گھر آباد ہونا جائز نہیں ہے۔[2] شوہر کی قانونی کاروائی سے بچنے کے لئے اس کا حل یہ ہے کہ عدالت سے رُجوع کیا جائے اور عورت کی طرف سے خلع کا مطالبہ کیا جائے اور عدالت دونوں کے درمیان تفریق کرادے۔

شوہر کے مُکر جانے پر عورت کے لئے طلاق کے گواہ پیش کرنا ضروری ہے

سوال:... ایک سوال کے جواب میں آپ نے لکھا تھا کہ: ''عورت طلاق دینے کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے، میاں بیوی کے درمیان جب اختلاف ہو تو بیوی اگر قابلِ اعتماد گواہ پیش کردے جو حلفاً شہادت دیں کہ ان کے سامنے شوہر نے طلاق دی ہے تو عورت کا دعویٰ دُرست تسلیم کرلیا جائے گا، ورنہ اس کا دعویٰ جھوٹا ہوگا، اور شوہر کی یہ بات صحیح ہوگی کہ اس نے طلاق نہیں دی۔''

تو محترم فرض کیجئے! عورت کا دعویٰ بالکل صحیح ہو مگر وہ کوئی گواہ پیش نہیں کرسکتی اور مرد صرف اس لئے طلاق سے انکار کر رہا ہو کہ اس کو مہر نہ دینا پڑے یا وہ صرف تنگ کرنے کے لئے ہی انکار کر رہا ہو، تو ایسی صورت میں عورت اس شوہر کے پاس واپس جاکر گنہگار نہ

---

(۱) لو ادعت أن زوجها أبانها بثلاث فأنكر فحلفه القاضي فحلف والمرأة تعلم أن الأمر كما قالت لَا يسعها المقام معه. (شامي ج:۵ ص:۴۰۷). أيضًا: ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالًا أو غيره كنكاح وطلاق رجلان أو رجل وامرأتان. (شامي ج:۵ ص:۴۶۵، طبع ايچ ايم سعيد كراچي).

(۲) ولو قال لها أنت طالق ونوى به الطلاق عن وثاق لم يصدق قضاءً ويدين فيما بينه وبين الله تعالىٰ والمرأة كالقاضي لَا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذٰلک أو شهد به شاهد عدل عندها. (عالمگيری ج:۱ ص:۳۵۴، طبع رشيديه كوئٹه).

ہوگی؟ جبکہ اس نے اپنے کانوں سے طلاق کے الفاظ سن لئے ہیں۔

جواب:... ماشاء اللہ! بہت نفیس سوال ہے۔ جواب یہ ہے کہ آپ نے جس مسئلے کا حوالہ دیا ہے اس کا تعلق عدالت کے فیصلے سے ہے، عورت کے ذاتی کردار سے نہیں، جس صورت میں کہ شوہر انکار کر رہا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں ہیں تو عدالت یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگی کہ عورت کا دعویٰ غلط اور بے ثبوت ہے۔

جہاں تک عورت کے ذاتی کردار کا تعلق ہے تو جب عورت کو سو فیصد یقین ہو کہ شوہر اسے طلاق دے چکا ہے اور اب محض بے دِینی کی وجہ سے انکار کر رہا ہے تو عورت کے لئے اس کے پاس واپس جانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسے چاہئے کہ اس کے پاس جانے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے صاف انکار کردے۔ نیز اسے چاہئے کہ اس سے گلوخلاصی کی کوئی تدبیر کرے، مثلاً اس کو خلع دینے پر مجبور کرے۔ بہرحال جب تک اس سے قانونی رہائی نہیں ہوجاتی اس کو اپنے قریب نہ آنے دے اور نہ اس کے گھر میں رہے (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۴)۔[(۱)]

طلاق دینے کے بعد یہ کہنا کہ ''میں پاگل تھا'' اس کا کچھ اِعتبار نہیں

سوال:... گیارہ سال قبل میری شادی ہوئی تھی اور اس دوران میرا شوہر مجھے طرح طرح کی اذیتیں دیتا رہا اور اس کے گھر والے بھی طرح طرح سے تنگ کرتے رہے، لیکن میں صبر کرتی رہی، چونکہ میں طلاق لینا نہیں چاہتی تھی، بالآخر ایک دن میرے شوہر نے کہا کہ: ''آج سے تم میری ماں بہن ہو، تم گھر سے نکل جاؤ'' لیکن میں گھر سے نہیں نکلی اور اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ بیٹھی رہی، بعد میں گاؤں کے مولوی نے میرے شوہر سے کہا کہ چونکہ تم اپنی بیوی کو ماں بہن تین مرتبہ کہہ چکے ہو، اس لئے تم دوبارہ اِزدواجی رشتہ قائم کرنے کے لئے ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلاؤ تو تمہارا کفارہ ادا ہوجائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، میرے شوہر نے ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلاکر پھر سے میرے ساتھ اِزدواجی رشتہ قائم کرلیا۔

چند دِن گزرنے کے بعد پھر میرے شوہر نے مجھے مارنا پیٹنا شروع کردیا اور مجھے گھر سے نکل جانے کو کہا اور باقاعدہ گواہوں کے رُوبرو مجھے تحریری طلاق دے کر مجھے گھر سے نکال دیا، رُوبرو گواہوں کے تین طلاق تحریری طور پر دی جو میرے پاس موجود ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ میرا سابق شوہر اِدھر اُدھر کہتا پھرتا ہے کہ جب میں نے طلاق دی تھی اس وقت میرا دِماغ ٹھکانے نہیں تھا، یعنی میں پاگل تھا (حالانکہ وہ ٹھیک ٹھاک تھا) اس لئے وہ کہتا ہے کہ چونکہ طلاق میں نے پاگل پن میں دی ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی، اس طرح وہ مجھے اور میرے والدین کو ہراساں کرتا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ اسلامی شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا میرے سابق شوہر کا موقف صحیح ہے؟ اگر فرض کرلیا جائے کہ اس وقت اس کے ہوش ٹھکانے نہیں تھے تو کیا متذکرہ دی گئی طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اِلتماس ہے کہ آپ اپنی اوّلین فرصت میں اسلامی صفحہ ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' کے کالم میں جواب دے کر ممنون

---

(۱) ولو قال لها أنت طالق ونوى به الطلاق عن وثاق لم يصدق قضاءً ويدين فيما بينه وبين الله تعالىٰ والمرأة كالقاضي لَا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذٰلك أو شهد به شاهد عدل عندها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۴، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

فرمائیں، چونکہ ایسا واقعہ میری جیسی کسی اور بہن کو بھی پیش آسکتا ہے۔

جواب:... آپ کے شوہر کا یہ دعویٰ ناقابلِ قبول ہے کہ وہ طلاق دیتے وقت پاگل تھا۔ آپ کو پکی طلاق ہوچکی ہے، عدّت کے بعد آپ دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہیں۔ [۱]

طلاق کا اِقرار نہ کرنے والے شوہر کے ساتھ بیوی کا رہنا

سوال:... ایک شخص نے اپنی بیوی کو مختلف اوقات میں تین طلاق دے دی، لڑکی اور اس کے والدین کہتے ہیں کہ تین طلاق ہوگئی ہیں، اب لڑکی کسی قیمت پر شوہر کے پاس رہنے کو تیار نہیں، بلکہ وہ کہتی ہے کہ اگر مجھے زبردستی بھیجا گیا تو زہر کھالوں گی۔ مگر لڑکا اور اس کا والد اس پر مصر ہیں کہ طلاق نہیں دی، اگر ہے تو گواہ پیش کرو، نیز کہتے ہیں کہ تحریری طلاق نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... طلاق بغیر گواہوں کے بھی ہوجاتی ہے، اور بغیر تحریر کے بھی، لیکن طلاق کا ثبوت یا تو گواہوں سے ہوگا یا طلاق دینے والے کے اِقرار سے، اور صورتِ مسئولہ میں نہ گواہ ہیں، نہ لڑکا طلاق کا اِقرار کرتا ہے، اس لئے طلاق کا ثبوت نہیں۔

تاہم اگر لڑکی کو سوفیصد یقین ہے کہ لڑکا تین طلاقیں دے چکا ہے تو اس کے لئے دیانۃً اس لڑکے کے گھر رہنا حلال نہیں، [۲] بلکہ اسے چاہئے کہ پنچایت کے ذریعے سے یا عدالت کے ذریعے لڑکے سے تحریری طلاق حاصل کرلے۔

شوہر اگر طلاق کا اِقرار کرے، تو بیوی اور ساس کا اِنکار فضول ہے

سوال:... میرا دوست جو کہ شادی شدہ ہے، اس کی بیوی سے اس کی کسی بات پر لڑائی ہوگئی اور معاملہ طلاق تک پہنچ گیا، میرے دوست نے باقاعدہ اپنے اور اس کے رشتہ داروں کے سامنے اپنی بیوی کو تین دفعہ طلاق دے دی، اور اس کی بیوی بھی دُوسرے کمرے میں بیٹھی تھی، اور میرا دوست تین دفعہ طلاق دے کر اپنے گھر چلا آیا۔ لیکن بعد میں اس کی بیوی اور اس کی ساس نے کہا کہ ہم نے تین دفعہ نہیں سنا، لہٰذا طلاق نہیں ہوئی۔ اب آپ بتایئے کہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟

جواب:... اگر آپ کے دوست کو اِقرار ہے کہ تین دفعہ طلاق دی تھی تو تین طلاقیں ہوگئیں، بیوی اور ساس کا اِنکار فضول ہے۔ [۳]

---

(۱) والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل لَا يحل لها تمكينه. (شامي ج:۳ ص:۲۵۱). أيضًا: وإذا شهد عند المرأة شاهدان عدلَان أن زوجها طلقها ثلاثًا وهو يجحد ذٰلك .... لم يسعها أن تقوم معه وأن تدعه يقربها فإن حلف الزوج علٰى ذٰلك ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۵، طبع رشيديه كوئٹه).

(۲) ولو قال لها أنت طالق ونوى به الطلاق عن وثاق لم يصدق قضاءً ويدين فيما بينه وبين الله تعالٰى والمرأة كالقاضي لَا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذٰلك أو شهد به شاهد عدل عندها. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۴، طبع رشيديه كوئٹه).

(۳) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكحح زوجًا غيره ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳). أيضًا: لو أقر بالطلاق كاذبًا أو هازلًا وقع قضاءً. (شامي ج:۳ ص:۲۳۶). أيضًا: تتارخانية، فصل فيما يرجع إلٰى صريح الطلاق ج:۳ ص:۲۶۲، طبع رشيديه كوئٹه.

طلاق کی تعداد میں شوہر بیوی کا اختلاف

سوال:... میرے شوہر مجھے تین بار طلاق کہہ کر چلے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس آ گئے اور کہنے لگے تو رو رہی ہے میں نے تو دو بار کہا تھا، رُجوع کی گنجائش ہے، مگر میں نہ مانی۔ بچے، گھر بار صرف گناہ کے ڈر سے چھوڑنے گوارا کر لئے، مگر وہ بضد ہیں کہ میں نے دو بار کہا ہے۔ میں نے کہا: قسم کھائیں! تو وہ بولے: ''ایمان سے دو بار کہا ہے، اور اگر تو نہیں مانتی تو چلو سب گناہ میرے سر!'' میں نے خدا سے دُعا کی کہ خدایا میں گنہگار نہیں سب گناہ ان کے سر ہیں، اگر یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ تو بتائیں گناہ کس کے سر پر ہوگا؟

جواب:... اگر آپ کو یقین ہے کہ تین بار کہا تھا تو ان کی قسم کا کوئی اعتبار نہ کیجئے، اور ان کے پاس جانے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے صاف انکار کر دیجئے، اور ہر حال میں ان سے گلوخلاصی کی کوئی تدبیر کیجئے۔ اور اگر آپ کو یقین نہیں تو گناہ وثواب اس کے ذمہ ہے، آپ اس کی بات پر یقین کر سکتی ہیں۔ [1]

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ا ملاحظہ ہو۔

نامرد کی بیوی کا حکم

نامرد سے شادی کی صورت میں بیوی کیا کرے؟

سوال:... ایک نامرد شخص نے نکاح کیا اور عرصہ چار ماہ عورت اس کے پاس رہی اور اس کے مخصوص کمرے میں سوتی رہی، لیکن اس کی حیثیت کنواری کی ہے۔ اس کے بعد وہ عورت والدین کے گھر چلی آئی اور لڑکے سے اس کے والدین نے طلاق کا مطالبہ کیا، مگر وہ لڑکا رقم بٹورنے کے خیال میں طلاق نہیں دیتا، لہٰذا طلاق کی صورت اور حقِ مہر کی بابت مسئلہ واضح فرمائیں۔

جواب:... شادی کے وقت عورت کنواری تھی تو عدالت کے ذریعہ نامرد خاوند کو ایک سال کی مہلت بغرضِ علاج دی جائے گی، ایک سال بعد خاوند صحبت پر قادر ہوجائے تو منکوحہ کو رکھے اور اگر ایک سال میں بھی قادر نہ ہوسکے تو عدالت سے نکاح ختم کرنے کی درخواست دے کر نکاح ختم کراسکتی ہے۔ عدالت کی تفریق طلاقِ بائن سمجھی جائے گی اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور مرد پر مہر پورا ادا کرنا لازمی ہوگا۔[1]

سوال:... ایک لڑکا پیدائشی نامرد ہے، جس کی تصدیق خود ڈاکٹر اور لڑکا بھی کرتا ہے، اور علاج وغیرہ بھی کرایا گیا لیکن معالج نے صرف اس وجہ سے لڑکے کو جواب دے دیا کہ یہ پیدائشی طور پر صحیح نہیں ہے، اس لئے اس کا علاج نہیں ہوسکتا۔ اور عورت نے عدالت میں اپنے خاوند پر تنسیخِ نکاح کا دعویٰ کیا اور حاکمِ وقت نے فیصلہ بھی عورت کے حق میں دے دیا کہ یہ عورت بغیر اپنے خاوند سے طلاق لئے کسی اور جگہ نکاح کرسکتی ہے، جبکہ خاوند سے بار بار طلاق کا اصرار بھی کیا گیا، لیکن وہ بضد ہے اور طلاق نہیں دیتا۔ ان تمام صورتوں کے ہوتے ہوئے از رُوئے شریعتِ محمدی کیا حکم ہے؟

جواب:... جب لڑکا پیدائشی نامرد ہے اور اس کی تصدیق ہوچکی ہے کہ اس کا علاج نہیں ہوسکتا تو لڑکے پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے،[2] اور اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو عدالت ان دونوں کے درمیان تفریق کا فیصلہ کردے، عدالت کا یہ فیصلہ طلاق کے حکم میں ہوگا، لہٰذا لڑکی دُوسری جگہ (عدّت کے بعد) نکاح کرسکتی ہے۔[3]

---

(۱) إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي وادعت انه عنين وطلبت الفرقة .... يوجل سَنة، كذا في الكافي. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۲). أيضًا: إن اختارت الفرقة أمر القاضي أن يطلقها طلقة بائنة فإن أبٰى فرّق بينهما، هٰكذا ذكر محمد رحمه الله تعالٰى في الأصل، كذا في التبيين، والفرقة تطليقة بائنة، كذا في الكافي، ولها المهر كاملًا وعليها العدة بالإجماع إن كان الزوج قد خلا بها وإن لم يخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهر إن كان مسمّٰى، كذا في البدائع. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۴). تفصیل کے لئے دیکھیں: الحيلة الناجزة ص:۴۳، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) ويجب لو فات الإمساك بالمعروف كما لو كان خصيًا أو مجبوبًا أو عنينًا ...إلخ. (شامی ج:۳ ص:۲۲۹).

(۳) صفحہ ھٰذا کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

عدّت

عدّت فرض ہے اور عدّت کے دوران نکاح نہیں ہوتا

سوال:... بیوہ عورت کے ساڑھے تین ماہ عدّت فرض ہے یا سنت؟

جواب:... بیوہ کی عدّت چار مہینے دس دن (۱۳۰ دِن) ہے، اور یہ عدّت فرض ہے۔[۱]

سوال:... اگر کوئی مرد عدّت والی عورت سے عدّت کے درمیان نکاح کر بیٹھے، پھر اس قصور کا کس طرح اِزالہ کرے؟ اور کس طریقے سے عورت کو حلال کرلیا جائے؟

جواب:... عدّت میں نکاح نہیں ہوتا،[۲] جن لوگوں نے نکاح کیا ان کو توبہ کرنی چاہئے اور اپنے نکاح بھی دوبارہ پڑھوانے چاہئیں۔

عدّت کا کیا مقصد ہے؟

سوال:... اسلام میں بنیادی طور پر "عدّت" کا مقصد کیا ہے؟

جواب:... طلاق کی عدّت میں بچے کی ولدیت کا تعین کرنا، اور وفات کی عدّت میں ولدیت کے تعین کے ساتھ شوہر کے ساتھ وابستگی کا ثبوت دینا ہے۔[۳]

---

(۱) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴). أيضًا: وإذا مات الرجل عن امرأته الحرة فعدتها أربعة أشهر وعشرة وهٰذه العدة لَا تجب إلّا في نكاح صحيح سواءً دخل بها أو لم يدخل. (الجوهرة النيرة، كتاب العدة ج:۲ ص:۱۵۴، طبع حقانيه ملتان).

(۲) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدة فالدخول فيه لَا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامي ج:۳ ص:۱۳۲، طبع ايچ ايم سعيد كراچی).

(۳) هي اسم لأجل ضرب لإنتفاء ما بقي من آثار النكاح أو الفراش. (شامي ج:۳ ص:۵۰۳). أيضًا: العدة ...... وكان فيها مصالح كثيرة .... والمتوفى عنها زوجها تتربص أربعة أشهر وعشرًا ويجب عليها الإحداد في هٰذه المدة، وذٰلك لوجوه، أحدها: انها لما وجب عليها أن تتربص ولَا تنكح ولَا تخطب في هٰذه المدّة حفظًا نسب المتوفى عنها اقتضى ذٰلك في حكمة السياسة أن تؤمر بترك الزينة .... وأيضًا فإن من حسن الوفاء أن تحزن على فقده وتصير تفلةً شعثةً ...إلخ. (حجة الله البالغة ج:۲ ص:۱۴۲ طبع إدارة الطباعة المنيرية دمشق).

طلاق شدہ عورت کی عدّت تین حیض ہے اور بیوہ کی عدّت چار ماہ دس دِن کیوں ہے؟

سوال:... طلاق شدہ عورت کی عدّت کی مدّت تین ماہواری ہے اور بیوہ عورت کی عدّت چار ماہ دس دِن ہے، اس کی وجہ؟

جواب:... اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے اسی طرح عدّت ذِکر کی ہے،(۱) اور مسلمانوں کا عمل چودہ سو سال سے بغیر کسی چون و چرا کے اسی کے مطابق چلا آتا ہے۔

طلاق کے بعد عدّت ضروری ہے

سوال:... ۲۷ر جون ۱۹۸۶ء میں میری شادی ہوئی، لیکن شوہر بہت ہی زیادہ خراب ثابت ہوئے اور میں ۸ر ستمبر ۱۹۸۸ء سے لے کر آج تک اپنے والدین کے پاس رہ رہی ہوں، اس عرصے میں میرے شوہر نے مجھے کوئی نان نفقہ نہیں دیا، اور میرا ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔ اب مجھے جلد ہی طلاق ہوجائے گی، آپ سے گزارش ہے کہ مجھے بتائیں کہ فقہِ حنفیہ کے مطابق مجھ پر عدّت واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:... طلاق کے بعد عدّت لازم ہے، خواہ میاں بیوی کا تعلق کافی دیر سے نہ رہا ہو۔(۲)

دُوسرے شوہر سے عدّت کے دوران نکاح کرنے والی عورت پہلے شوہر سے رُجوع کیسے کرے؟

سوال:... میرے ایک پڑوسی دوست ان کے گھر ان کا ایک پُرانا دوست عرصہ تین سال سے رہ رہا تھا، اس دوران اس کی عورت کے ناجائز تعلقات اس کے دوست سے ہوگئے۔ یہاں تک کہ عورت نے اپنے مرد کو کہہ دیا کہ اگر آپ نے اپنے دوست کو نکل جانے کو کہا کہ تو میں بھی اس کے ساتھ نکل جاؤں گی۔ ایسا ہی ہوا۔ آٹھ دس روز بعد اس عورت نے عدالت سے طلاق کے لئے رُجوع کیا، میرے دوست کو عدالت سے نوٹس آگیا، اس نے عدالت سے دعویٰ کی کاپی لی، وکیل کیا، فیصلہ یہ ہوا کہ عورت کو اس کے کہنے کے مطابق طلاق دے دی جائے۔ طلاق ہوگئی۔ اس مرد کے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، لڑکا اور دو لڑکیاں پوری جوان ہیں، بلکہ طلاق کے بعد ایک لڑکی کی شادی کردی، لڑکا بھی نوکر ہوگیا، طلاق میں لکھا گیا کہ عورت میری کسی چیز، جائیداد، کیش اور اولاد کی حق دار نہ ہوگی، اس عورت نے شرعی عدّت کا خیال بالکل نہ کرتے ہوئے جس مرد کے ہمراہ نکلی تھی، اس سے نکاح کرلیا۔

اب صرف عرض یہ کرنا ہے کہ دورانِ عدّت جو نکاح کرلیا ہے، کیا وہ نکاح ہوگیا کہ نہیں؟ یہ عورت اب پھر اپنے پہلے مرد سے

---

(۱) قال أبو جعفر: وإذا طلق الرجل زوجته بعد دخوله بها وهي حرة، فعدتها ثلاثة قروء، كما قال تعالىٰ: والمطلقٰت يتربصن بأنفسهنّ ثلٰثة قروٓء، والإقراء الحيض. (شرح مختصر الطحاوی ج:۵ ص:۲۲۶، باب العِدَد والإستبراء). وعدة المتوفىٰ عنها زوجها أربعة أشهر وعشرًا ...... لقول الله تعالىٰ: والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجًا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا. (شرح مختصر الطحاوی ج:۵ ص:۲۳۹، باب العِدَد والإستبراء، طبع بيروت).

(۲) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸). أيضًا: العدة جمع عدة، والعدة هي التربص الذي يلزم المرأة بزوال النكاح أو شبهة .... وهي على ثلاثة اضراب الحيض والشهور ووضع الحمل، فالحيض يجب بالطلاق ...إلخ. (الجوهرة النيرة، كتاب العدة ج:۲ ص:۱۵۲، طبع حقانيه ملتان).

رُجوع کر رہی ہے، اب اس کے گھر رہنا شروع کردیا، جس مرد کے ساتھ نکل گئی تھی اس سے پھر عدالت میں طلاق کے لئے رُجوع کیا، مگر اس کی درخواست عدالت نے مسترد کردی۔

جواب:... عدّت کے دوران کیا گیا نکاح، نکاحِ فاسد ہے،[1] اس کے لئے طلاق کی ضرورت نہیں۔ صرف اس شخص سے علیحدگی کافی ہے۔ لیکن عدّت نکاحِ فاسد کی بھی لازم ہے،[2] اس لئے پہلے شوہر کے ساتھ اس عورت کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے، ایک یہ کہ پہلے شوہر نے اس کو تین طلاقیں نہ دی ہوں، اگر تین طلاقیں دی تھیں تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ عورت دُوسری جگہ نکاحِ صحیح کرے، پھر دُوسرا شوہر صحبت کے بعد اس کو طلاق دیدے یا مرجائے، اور اس کی عدّت گزر جائے۔[3] دُوسری شرط یہ ہے کہ نکاحِ فاسد کے ساتھ یہ عورت جس شخص کے پاس رہ آئی ہے، اس سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد عدّت کا وقفہ (تین حیض) گزر جائے، کیونکہ نکاحِ فاسد میں اگر مرد و عورت کی خلوت ہوجائے تو عدّت لازم ہوجاتی ہے۔[4]

عدّت کس پر واجب ہوتی ہے؟

سوال:... ہمارے یہاں عورتوں کا ایک غلط عقیدہ ہے، وہ یہ کہ اگر بیٹی کا انتقال ہوجائے تو اس لڑکی کی ماں عدّت کرتی ہے، ساس اور سسر کا انتقال ہو تو اس کی بہو، اگر زیادہ بہوئیں ہوں تو وہ سب عدّت اور گھونگھٹ کرتی ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ عدّت صرف اس پر فرض ہے جس کا شوہر انتقال کرجائے نہ کہ بیٹی، ساس اور سسر اور کوئی عزیز رشتہ دار کے انتقال پر عدّت کرنا فرض ہے۔ یہ سب کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... عدّت اسی عورت کے ذمہ ہے جس کے شوہر کا انتقال ہوا ہو،[5] اس کے ساتھ دُوسری عورت کا عدّت میں بیٹھنا فضول حرکت ہے، البتہ نامحرَموں سے پردہ اور گھونگھٹ عدّت کے بغیر بھی ہر عورت پر لازم ہے۔[6]

عدّت کے ضروری اَحکام

سوال:... آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ شریعت میں عورت کو "عدّت" کس طرح کرنا چاہئے؟ بڑی بوڑھیاں کہتی ہیں کہ جس عورت کا شوہر مرجائے وہ عورت عدّت کے اندر سر میں تیل نہیں ڈال سکتی، خواہ کتنا ہی سر میں درد ہو، اور تینوں کپڑے عورت کو سفید پہننے چاہئیں، ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہننا چاہئیں وغیرہ۔ آپ سے گزارش ہے کہ شریعت میں جس طرح عورت کو عدّت گزارنے کا حکم دیا

---

(۱) لَا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ وکذٰلک المعتدة، کذا فی السراج الوھاج۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۰)۔

(۲) تربص یلزم المرأة .... عند زوال النکاح .... أو شبھتة کنکاح فاسد۔ (شامی ج:۳ ص:۵۰۳)۔

(۳) وإن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرة .... لم تحل له حتّٰی تنکح زوجًا غیرہ نکاحًا صحیحًا ویدخل بھا ثم یطلقھا أو یموت عنھا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

(۴) ایضاً حوالہ نمبر ۲ صفحہ ھٰذا۔

(۵) لقوله تعالٰی: "وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوٰجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴)۔

(۶) کما فی القرآن: "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوٰجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ" (الأحزاب:۵۹)۔

گیا ہے اس کے مطابق جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب:...عدّت کے ضروری اَحکام یہ ہیں:

۱:...شوہر کی وفات کی عدّت چار مہینے دس دن ہے،(۱) اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہو تو چار قمری مہینے اور اس سے دس دن اُوپر عدّت گزارے، خواہ مہینے اُنتیس کے ہوں یا تیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو انتقال ہوا تو ایک سو تیس دن پورے کرے۔(۲)

۲:...عدّت گزارنے کے لئے گھر میں کسی مخصوص جگہ بیٹھنا ضروری نہیں، گھر بھر میں جہاں جی چاہے رہے، چلے پھرے۔(۳)

۳:...عدّت میں عورت کو بناؤ سنگھار کرنا، چوڑیاں پہننا، زیور پہننا، خوشبو لگانا، سرمہ لگانا، پان کھاکر منہ لال کرنا، مسی ملنا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، ریشمی، رنگے اور پھول دار اچھے کپڑے پہننا جائز نہیں، ایسے معمولی کپڑے پہنے جن میں زینت نہ ہو۔(۴)

۴:...سر دھونا اور نہانا عدّت میں جائز ہے، اور سر میں درد ہو تو تیل لگانا بھی جائز ہے، ضرورت کے وقت موٹے دندانوں کی کنگھی کرنا بھی جائز ہے، علاج کے طور پر سرمہ لگانا بھی جائز ہے، مگر رات کو لگائے، دن کو صاف کردے۔(۵)

۵:...عدّت کے دوران گھر سے نکلنا جائز نہیں،(۶) البتہ اگر وہ اتنی غریب ہے کہ اس کے پاس گزارے کے لئے خرچ نہیں، تو پردے کے ساتھ محنت مزدوری کے لئے جاسکتی ہے، لیکن رات اپنے گھر آکر گزارے اور دن میں کام سے فارغ ہوکر فوراً آجائے، بلاضرورت باہر رہنا جائز نہیں۔(۷)

---

(۱) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴)۔ أيضًا: وإذا مات الرجل عن امرأته الحرة فعدتها أربعة أشهر وعشرة وهٰذه العدة لَا تجب إلّا في نكاح صحيح ...إلخ۔ (الجوهرة النيرة، كتاب العدة ج:۲ ص:۱۵۴ طبع مكتبه حقانيه)۔

(۲) والعدة للموت أربعة أشهر بالأهلّة ولو في الغرة كما مر وعشر من الأيام بشرط بقاء النكاح صحيحًا إلى الموت مطلقًا۔ (الدر المختار، مطلب في عدة الموت ج:۳ ص:۵۱۰، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

(۳) للمعتدة أن تخرج من بيتها إلٰى صحن الدار تبيت في أي منزل شائت ...إلخ۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۳۵)۔

(۴) وعلى المبتوتة والمتوفّٰى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد، والحداد أن تترك الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۲۷، طبع مكتبه شركت علميه ملتان، أيضًا: الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۱۵۸ طبع حقانيه، أيضًا: بدائع الصنائع ج:۳ ص:۲۰۸، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

(۵) وإنما يلزمها الْإجتناب في حالة الْإختيار، أما في حالة الْإضطرار فلا بأس بها إن اشتكت رأسها أو عينها فصبت عليها الدهن أو اكتحلت لأجل المعالجة فلا بأس به ولٰكن لَا قصد الزينة إن امتشطت بالطرف الذي اسنانه متفرجة لَا بأس به ...إلخ۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۳۳، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۶) وتعتدان معتدة الطلاق وموت في بيت وجبت فيه ولَا تخرجان منه۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۳۶)۔

(۷) ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل في منزلها لأن نفقتها عليها تحتاج للخروج حتّٰى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها الخروج۔ (شامى ج:۳ ص:۵۳۶، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

۶:...اسی طرح اگر بیمار ہوجائے تو علاج کی مجبوری سے حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جانا بھی جائز ہے۔[۱]

وفات کی عدّت

سوال:... ہمارے محلے میں ایک عورت کا شوہر مرگیا، جب اس کا جنازہ جانے لگا تو محلے کی عورتوں نے اسے گھر کے دروازے سے باہر نکال دیا، اور یہ کہا کہ جو عورت روتے ہوئے گھر سے باہر نکال دی جائے وہ عدّت نہیں کرتی۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے کہ یہ بات کس حد تک ٹھیک ہے؟

جواب:...ان عورتوں کی یہ بات بالکل غلط ہے، عورت پر وفات کی عدّت لازم ہے۔[۲]

کیا عورت عدّت کے دوران بناؤ سنگھار کرسکتی ہے؟ نیز کپڑے کیسے پہن سکتی ہے؟

سوال:... بیوگی کے بعد کسی بھی قسم کا زیور خاص طور پر چوڑیاں (کانچ یا دھات کی) پہنی جاسکتی ہیں؟

جواب:...عدّت دوران کسی قسم کا بار سنگھار ممنوع ہے، اس لئے چوڑیاں بھی جائز نہیں، عدّت کے بعد پہن سکتی ہے۔[۳]

سوال:... بیوہ صرف سفید کپڑے ہی پہن سکتی ہے؟ یعنی سفید رنگ پہننا ضروری ہے یا رنگین کپڑے بھی پہنے جاسکتے ہیں؟

جواب:...عدّت کے دوران میلا کچیلا لباس پہنے، خوبصورت لباس جائز نہیں، خواہ سفید ہو یا رنگین، الغرض ہر ایسا لباس جس سے زینت ہو، پہننا ناجائز ہے۔[۴]

سوال:... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بیوہ کو صرف لٹھے کا لباس پہننا چاہئے، ریشمی یا کڑھائی والا لباس پہننا منع ہے؟

جواب:...جس لباس میں زینت نہ ہو، اس کا پہننا جائز ہے۔

عدّت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کی مدّت کتنی اور کب سے شمار ہوگی؟ نیز عدّت کے اور عام دِنوں کے پردے میں کیا فرق ہے؟

سوال:... محترم! میں ناچیز بھی آپ سے خاوند کی موت یا طلاق کے بعد عورت کی عدّت سے متعلق چند مسائل کی وضاحت جاننا چاہتا ہوں، اُمید ہے کہ ''جنگ'' اخبار کے جمعہ ایڈیشن میں جلد اِشاعت کرواکے مجھ پر اور دیگر کروڑوں مسلمانوں پر اِحسانِ عظیم

---

(۱) وأما الخروج للضرورة فلا فرق فيه بينهما كما نصو عليه فيما يأتي فالمراد به هنا غير الضرورة. (شامي ج:۳ ص:۵۳۶).

(۲) وإذا مات الرجل عن إمرأته الحرة فعدتها أربعة أشهر وعشرة وهٰذه العدة لَا تجب إلّا في نكاح صحيح ...إلخ. (الجوهرة النيرة، كتاب العدة ج:۲ ص:۱۵۴ طبع حقانيه ملتان). أيضًا: "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴).

(۳) وعلى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد والحداد أن تترك الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب. (هداية ج:۲ ص:۴۲۷ أيضًا: بدائع الصنائع ج:۳ ص:۲۰۸، طبع سعيد كراچی).

(۴) والمراد بالثوب ما كان جديدًا تقع به الزينة وإلّا فلا بأس به. (شامي ج:۳ ص:۵۳۱، طبع سعيد كراچی).

فرمائیں گے۔

سوال:...عدّت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی فرض ہے، واجب ہے یا سنت ہے؟

جواب:...عورت پر عدّت گزارنا قرآن کی رُو سے فرض ہے۔[1]

سوال:...عدّت کی شرعی مدّت کیا ہے؟ اور یہ کس دن سے شمار کی جائے گی؟

جواب:...اگر شوہر کا اِنتقال قمری مہینے کی پہلی تاریخ میں ہوا ہو تو اس کے اِعتبار سے چار ماہ دس دن عدّت ہوگی،[2] ورنہ دِنوں کے حساب سے ۱۳۰ دِن پورے کئے جائیں۔[3]

سوال:...عدّت اور عام دِنوں کے پردے میں کیا فرق ہے؟

جواب:...عدّت اور عام دِنوں کے پردے میں کوئی فرق نہیں، بہرصورت نامحرَموں سے پردہ لازم ہے۔[4]

تین ماہواری ختم ہونے کے بعد نکاح صحیح ہے، ماہواری گزرنے میں لڑکی کی بات معتبر ہوگی

سوال:...ایک لڑکی نے اپنے شوہر سے خلع لینے کے بعد دو ماہ تیئیس دِن گزار کر دُوسرے شخص سے نکاح کیا، لڑکی والے کہتے ہیں نکاح حرام ہے، لڑکی کہتی ہے کہ تین ماہواریاں ہوچکی ہیں، اور حمل کا بھی اِمکان نہیں ہے، تو کیا نکاح دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:...سابق شوہر سے خلع لینے کے بعد جب دو ماہ تیئیس دِن گزر گئے اور لڑکی عدّت ختم ہونے کا کہہ رہی ہے تو لڑکی کی بات معتبر ہوگی،[5] تین ماہواری ختم ہوجانے کے بعد دُوسرے شخص سے جو نکاح ہوا ہے، وہ شرعاً صحیح اور جائز ہے،[6] لڑکی والوں کا کہنا غلط ہے۔

کیا مرد کے ذمے بھی عدّت ہوتی ہے؟

سوال:...سنا ہے جس طرح عورت طلاق یا شوہر کی وفات پر عدّت گزارتی ہے، اسی طرح بعض صورتوں میں مرد کو بھی عدّت

---

(۱) والعدة واجبة من يوم الطلاق، ويوم الموت، وذالك لقول الله تعالىٰ: والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلٰثة قروء .... وقال تعالىٰ: والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجًا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۵ ص:۲۴۸، ۲۴۹، باب العِدَد والإستبراء، طبع بيروت)۔

(۲) في المحيط: إذا اتفق عدة الطلاق والموت في غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلّة وان نقصت عن العدد، وان اتفق في وسط الشهر، فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد في الطلاق بتسعين يومًا وفي الوفاة بمائة وثلاثين وعندهما يكمل الأول من الأخير وما بينهما بالأهلّة۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۵۰۹، طبع ايچ ايم سعيد كراچی)۔

(۳) ”وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوٰجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا“ (البقرة:۲۳۴)۔

(۴) ”يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوٰجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ“ (الأحزاب:۵۹)۔

(۵) قالت: مضت عدتی والمدة تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها وإلّا تحتمله المدة لَا۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۲۳، طبع ايچ ايم سعيد كراچی)۔

(۶) لو قالت امرأته لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لَا بأس أن ينكحها۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۲۹)۔

گزارنا ہوتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ کونسی صورتیں ہیں جہاں مرد کو بھی عدّت گزارنا ہوتی ہے؟

جواب:...مرد کے ذمے عدّت نہیں ہوتی، البتہ بعض حالات میں مرد کو ایک خاص حالت کے گزرنے تک نکاح کی اجازت نہیں ہوتی۔ مثلاً: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو تو جب تک بیوی عدّت میں ہے، یہ شخص اس کی بہن سے، اس کی خالہ سے، اس کی پھوپھی سے، اس کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور وہ ایک کو طلاق دیدے تو جب تک اس عورت کی عدّت نہیں گزر جاتی، یہ شخص کسی اور عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔ علامہ شامیؒ نے ایسی ۲۰ صورتیں ذِکر کی ہیں جن میں مرد کو اِنتظار کا پابند کیا گیا ہے (شامی ج:۳ ص:۵۰۳)۔[۱]

عورت کی عدّت کتنے دِن ہوتی ہے؟ نیز عدّت گزار کر ختم دِلانا اور اُوپر دِن گزارنا

سوال:...اگر آدمی مرجائے تو عورت عدّت کے دِن پورے چار مہینے دس دِن کرتی ہے، اس کے بعد ختم دِلاکر باہر جاسکتی ہے، نیز چار مہینے دس دِن کرکے ختم دِلائے یا کہ کچھ دِن اُوپر کرے؟ مثلاً: ہفتے کو عدّت پوری ہوئی، اگلے ہفتے کو ختم دِلایا، پھر پندرہ دِن بعد، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:...شوہر کے اِنتقال کے بعد ۱۳۰ دِن تک عورت پر عدّت کی پابندی ہے،[۲] جب یہ میعاد پوری ہوگئی تو پابندی خودبخود اُٹھ گئی، کچھ دِن اُوپر کرنا یا ختم دِلاکر عدّت سے نکلنا شرعی مسئلہ نہیں ہے۔

ایک طلاق کی عدّت گزرنے کے بعد اگر دُوسری طلاق دے دی تو کیا پھر بھی عدّت ہوگی؟

سوال:...زید نے اپنی بیوی کو ایک بار طلاق دی، چار ماہ دس یوم گزر گئے، عدّت پوری ہوئی، رُجوع نہ کیا، ایک سال بعد دُوسری، پھر ایک سال بعد تیسری طلاق دی، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مطلقہ کو ہر بار عدّت میں بیٹھنا ہوگا؟

جواب:...عدّت کے بعد اگر دوبارہ نکاح کیا تھا تو دُوسری طلاق (اسی طرح تیسری طلاق) کے بعد بھی عدّت لازم ہوگی،[۳]

---

(۱) ومواضع تربصه عشرون مذكورة في الخزانة، حاصلها يرجع إلى ان من امتنع نكاحها عليه لمانع لزم زواله كنكاح أختها وأربع سواها، (قوله عشرون) وهي: نكاح أخت امرأته، وعمتها وخالتها، وبنت أخيها، وبنت أختها، والخامسة، وادخال الأمة على الحرة، ونكاح أخت الموطوءة في نكاح فاسد أو في شبهة عقد، ونكاح الرابعة كذالك اى إذا كان له ثلاث زوجات ووطئ أخرىٰ بنكاح فاسد أو شبهة عقد ليس له تزوج الرابعة حتّى تمضي عدة الموطوءة، ونكاح المعتدة للأجنبي أي بخلاف معتدته، ونكاح المطلقة ثلاثًا أي قبل التحليل، ووطء الأمة المشتراة أي قبل الإستبراء، والحامل من الزنا إذا تزوجها أي قبل الوضع، والحربية إذا أسلمت في دار الحرب وهاجرت إلينا وكانت حاملًا فتزوجها رجل أي قبل الوضع، والمسبية لَا توطأ حتّى تحيض أو يمضي شهر لو لَا تحيض لصغر أو كبر، ونكاح المكاتبة، ووطؤها لمولاها حتّى تعتق أو تعجز نفسها، ونكاح الوثنية والمرتدة والمجوسية لَا يجوز حتّى تسلم. (رد المحتار على الدر المختار ج:۳ ص:۵۰۳، باب العدة، مطلب عشرون موضعًا يعتد فيها الرجل، طبع ايچ ايم سعيد كراچي).

(۲) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴).

(۳) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸).

اور دوبارہ نکاح نہیں کیا تو دُوسری اور تیسری طلاق لغو ہے۔ [۱]

کیا ایک طلاق کے بعد بھی عدّت ہوتی ہے؟

سوال:... ۲۱ رمئی کو میرے شوہر نے ایک عدالتی طلاق نامے میں لکھا کہ: ''میں تم کو ایک طلاق دیتا ہوں'' تو اسے یعنی بیوی کو عدّت گزارنی ہوگی یا ایک طلاق کی کوئی عدّت نہیں ہوتی؟ قرآن اور سنت کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب:... ایک طلاق کی بھی عدّت ہوتی ہے اور یہ عدّت بھی تین حیض ہے، لیکن جس عورت کو رجعی طلاق ہوئی ہو، اس کو زینت وآرائش اور اچھے کپڑے پہننے کی ممانعت نہیں، بلکہ اس کا حکم ہے، [۲] تاکہ شوہر کو اس کی طرف رغبت ہو اور وہ اس سے رُجوع کرلے۔ [۳] اگر تین حیض کی مدّت کے اندر اندر شوہر نے رُجوع کرلیا تو دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے، تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی، اور اگر یہ مدّت گزر گئی مگر شوہر نے رُجوع نہیں کیا تو نکاح ختم ہوجائے گا، [۴] اس کے بعد اگر دونوں فریق رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔

سات سال سے علیحدہ رہنے والی عورت کو طلاق ہوجائے تو کتنی عدّت ہے؟

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ ایک لڑکی جس کی شادی ۹ سال پہلے ہوئی تھی، شادی کے بعد ۲ سال میں علیحدگی ہوگئی، ۷ سال علیحدہ رہنے کے بعد ۷ر۹ر۱۹۹۸ء کو طلاق دے دی گئی، اب یہ لڑکی دُوسری جگہ شادی کرسکتی ہے، لیکن پوچھنا یہ ہے کہ ۷ سال علیحدہ رہنے کے باوجود کیا لڑکی کو ''عدّت کی مدّت'' کو پورا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ عدّت کی مدّت کے لئے کیا کیا شرائط وضوابط ہیں؟ تحریر کریں۔

جواب:... اگر اس لڑکی کو پہلے طلاق نہیں ہوئی تھی ویسے ہی میاں بیوی علیحدہ رہے جبکہ ان کے درمیان نکاح موجود تھا، اور سات سال کے بعد طلاق ہوئی تو طلاق ہونے کے بعد عدّت گزارنا ضروری ہے۔

طلاق کی عدّت تین حیض ہے، یعنی جب سے لڑکی کو طلاق ہوئی ہے اس کے بعد وہ تین دفعہ پاک ہو تو تیسرا حیض ختم ہونے کے بعد اس کی عدّت ختم ہوجائے گی۔

---

(۱) وأما شرطه على الخصوص فشيئان، أحدهما قيام القيد في المرأة نكاح أو عدّة. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۴۸).

(۲) ولَا يجب الحداد على الصغيرة .... والمطلقة طلاقًا رجعيًا، كذا في البدائع. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳۴).

(۳) ولَا احداد على المطلقة ثلاثًا رجعيًا .... بل يستحب لها أن تتزين لتحسن في عين الزوج فيراجعها. (بدائع الصنائع ج:۳ ص:۲۰۹، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۴) وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث .... فله أن يتزوجها في العدة وبعد إنقضائها ...إلخ. (هداية ج:۱ ص:۳۹۹، طبع مکتبہ شرکت علمیہ ملتان). أيضًا: قوله هي استدامة الملك القائم في العدة أي الرجعة ابقاء النكاح على ما كان ما دامت في العدة .... وفي الصيرفية لَا يكون حالًا حتّٰى تنقضي العدة وقيد بقيام العدة لأنه لَا رجعة بعد انقضائها .... وفي البزازية وإذا أسقطت تام الخلق أو ناقص الخلق بطل حق الرجعة لِانقضاء العدة. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة ج:۴ ص:۵۴، طبع بيروت).

موت کی عدّت چار مہینے دس دن ہے، یعنی ایک سوتیس دِن،[1] واللہ اعلم!

عورت کا حج کا قرعہ نکلنے کے بعد وہ بیٹے کے پاس دُوسرے شہر گئی تو شوہر کا اِنتقال ہوگیا، اب وہ عدّت کہاں گزارے؟

سوال:… ایک عورت کا حج کے لئے قرعہ نکل آیا، وہ اپنے بیٹے کے پاس کراچی آئی، بہاولنگر سے آئی، بیٹے کے ساتھ حج کو جائے گی، یہاں آنے کے بعد رمضان کے شروع میں خبر آئی کہ اس کے خاوند کا اِنتقال ہوگیا، اب وہ عدّت کے لئے بہاولنگر واپس جائے یا یہیں رہے؟

جواب:… واپس بہاولنگر چلی جائے۔[2]

دورانِ عدّت سفر کرنا دُرست نہیں

سوال:… میرے شوہر کے اِنتقال کو تین ماہ ہوئے ہیں، میرا بڑا بیٹا سعودی عرب جارہا ہے، اور مجھے ساتھ لے جانا چاہتا ہے، کیا اس حالت میں بھی مجھ پر عدّت پوری کرنا لازم ہے؟

جواب:… چار ماہ دس دِن کی عدّت تو آپ پر بھی لازم ہے،[3] عدّت تک آپ نہیں جاسکتیں، صاحبزادے کو چاہئے کہ عدّت پوری ہونے دیں، پھر آپ کو لے جائیں، والسلام۔

ناسمجھی کی وجہ سے عدّت پوری نہ کرسکی تو اِستغفار کرے

سوال:… میں جب چار مہینے کی حاملہ تھی تو شوہر کے ایک جملے سے مجھے طلاق ہوگئی تھی، ہمیں سمجھ آگیا تھا کہ طلاق ہوگئی ہے، آپ کے فتوے کی وجہ سے۔ میں اپنے والدین کے گھر پر ہی رہی، لیکن میرا شوہر اور کچھ لوگ اس بات کے حق میں نہ تھے، بہت جھگڑوں کے بعد چار سال کے عرصے میں اس نے باقاعدہ طلاق دی۔ بہرحال مجھے آپ سے عرض یہ کرنا ہے کہ حاملہ ہونے کی وجہ سے اور بہت جھگڑوں کی وجہ سے اس وضعِ حمل تک عدّت نہ گزارسکی، اس وقت سمجھ بالکل نہیں تھی، نہ بڑوں نے کچھ کہا، اللہ کے فضل سے اب ان باتوں کی سمجھ آنے لگی ہے، تو بہت ڈر لگتا ہے، مجھے کیا کرنا چاہئے؟

---

(۱) قال: والعدة واجبة من يوم الطلاق، ويوم الموت، وذالک لقول الله تعالىٰ: والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلٰثة قروٓءٍ، فأوجب الأقراء فی وقت الطلاق، وقال: والذين يتوفون منكم ويذرون أزوجًا يتربصن بـأنفسهن أربعة أشهر وعشرًا، فأوجبها من يوم الموت. (شرح مختصر الطحاوی ج:۵ ص:۲۴۸، ۲۴۹، باب العِدَد والإستبراء، طبع بيروت).

(۲) علـى المعتدة أن تعتد فی المنزل الذی يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت، كذا فی الكافی. (عالمگيری ج:۱ ص:۵۳۵، طبع رشيديه كوئٹه).

(۳) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوٰجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴).

جواب:... وضعِ حمل سے عدّت پوری ہوگئی،[۱] اور عدّت کی پابندی نہ کرنے کی جو کوتاہی ہوگئی اس پر اِستغفار کیا جائے، اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں،[۲] اور کوئی کفارہ یا جرمانہ لازم نہیں۔

نفاس کے بعد ایک سال تک حیض نہ آنے والی کو اگر نفاس کے بعد طلاق ہوگئی تو عدّت کتنی ہوگی؟

سوال:... ایک عورت کی عادت ہے کہ جب بھی نفاس سے پاک ہوجاتی ہے تو کم از کم ایک سال تک اس کو حیض نہیں آتا، ایک سال یا چودہ ماہ کے بعد باقاعدہ حیض شروع ہوجاتا ہے، اب اگر اس عورت کو نفاس سے پاک ہونے کے بعد طلاق مل جائے تو اس کی عدّت حیض سے پوری ہوگی یا تین ماہ سے؟

جواب:... تین حیض سے۔[۳]

بچے کی پیدائش سے ایک دن یا چند گھنٹے قبل طلاق والی کی عدّت

سوال:... اگر خاوند اپنی بیوی کو بچے کی پیدائش سے چند گھنٹے قبل یا ایک دن پہلے طلاق دیدے تو بچے کی پیدائش کے بعد اس عورت پر عدّت ہوگی یا نہیں؟

جواب:... بچے کی پیدائش کے بعد اَب عورت پر عدّت نہیں، طلاق دینے سے بچے کی پیدائش تک کا جو عرصہ ہے وہی عدّت شمار کیا جائے گا۔[۴]

جس کے مخصوص دِنوں میں بے قاعدگی ہو وہ عدّت کس حساب سے گزارے؟

سوال:... اگر عورت کے مخصوص دِنوں میں بے قاعدگی ہو اور وہ عدّت میں بیٹھی ہوئی ہو تو وہ دِن کا حساب کر کے نوّے دن پورے کرے گی یا کوئی اور صورت ہوگی؟

جواب:... عدّت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک طلاق کی عدّت اور دُوسرے شوہر کی وفات کی عدّت۔ طلاق کی عدّت تو تین حیض ہے،[۵] یعنی عورت تیسرے حیض سے فارغ ہوگئی تو اس کی عدّت ختم ہوگئی، نوّے دن کی کوئی قید نہیں۔ اور شوہر کی وفات کی عدّت

---

(۱) وعدة الحامل أن تضع حملها، كذا في الكافي .... وليس للمعتدة بالحمل مدة سواء ولدت بعد الطلاق أو الموت بيوم أو أقل، كذا في الجوهرة النيرة. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۸، طبع رشیدیه کوئٹه).

(۲) "إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (الزمر:۵۳).

(۳) الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحيض إلى أن تبلغ سن الياس. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۵۰۸). أيضًا: قال العلّامة ابن عابدين: أنها تعتد للطلاق بالحيض لا بالأشهر. (شامی ج:۲ ص:۵۱۰).

(۴) وليس للمعتدة بالحمل مدة سواء ولدت بعد الطلاق أو الموت بيوم أو أقل، كذا في الجوهرة النيرة. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۸، طبع رشیدیه کوئٹه).

(۵) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ" (البقرة:۲۲۸).

چار مہینے دس دِن ہے،[۱] یعنی جس دن شوہر کا اِنتقال ہوا، اس دن سے لے کر جب ایک سوتیس دن گزر جائیں گے تو عدّت پوری ہوجائے گی، واللہ اعلم!

پچاس سالہ عورت کی عدّت کتنی ہوگی؟

سوال:... سورۂ بقرہ، سورۂ طلاق، سورۂ نساء جہاں بھی خواتین کا ذِکر آیا ہے، طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں عدّت کی ادائیگی پر زور دِیا گیا ہے، اور خواتین کو تین حیض تک عدّت گزارنے کا حکم ہے۔ لیکن میں ایک مسئلے پر اُلجھا ہوا ہوں، مختلف علماء سے اِستفسار کیا، کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا، اُمید ہے کہ اس مسئلے پر آپ وضاحت فرمائیں گے تو میری تشفی ہوجائے گی۔

مسئلہ یہ ہے کہ جن عورتوں کو حیض آتا ہے، وہ تو عدّت کی پابند ہیں، اور جو عورتیں پچاس کے سن میں چلی جاتی ہیں اور حیض نہیں آتا، کیا وہ خواتین بھی عدّت کی پابند ہیں؟ جبکہ ان کے بطن سے کسی قسم کی اولاد ہونے کا اندیشہ بھی نہیں، تو ایسی خواتین کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ خدشہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کہیں اس کے پیٹ میں پہلے شوہر یا مرنے والے شوہر کا بچہ نہ ہو، جبکہ وہ خواتین آئندہ شادی نہیں کرنا چاہتیں تو کیا پھر بھی عدّت ضروری ہے؟

جواب:... عدّت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک عدّتِ طلاق، مثلاً: کسی عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی وجہ (صغرسن یا کبرسن) سے اس کے ایام بند ہوچکے ہیں تو اس کی عدّت تین مہینے ہے۔[۲] اور اگر کسی عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہو تو اس کی عدّت چار مہینے دس دن ہے، خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔[۳]

رُخصتی سے قبل بیوہ کی عدّت

سوال:... ایک لڑکی کا نکاح ہوا، لیکن ابھی رُخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا شوہر ایک حادثے میں فوت ہوگیا، اب کیا اس عورت کو عدّت گزارنا ہوگی یا نہیں؟ اور مہر ملے گا؟ اگر ملے گا تو کتنا ملے گا؟

جواب:... اگر رُخصتی سے قبل شوہر کا انتقال ہوجائے تب بھی لڑکی کے ذمہ "عدّتِ وفات" چار مہینے دس دن لازم ہے،[۴] اور وہ پورے مہر کی مستحق ہے، جو مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا، اور وہ شوہر کے ترکہ میں بیوہ کے حصے کی بھی مستحق ہے۔[۵]

حاملہ کی عدّت

سوال:... میری بیٹی کو میرے داماد نے غصّے میں آکر میرے ہی گھر میں میری موجودگی میں طلاق دے دی، کیونکہ وہ میری

---

(۱) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة: ۲۳۴)۔

(۲) وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ" (الطلاق: ۴)۔

(۳) ایضاً حوالہ نمبرا۔

(۴) عدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام سواء كانت مدخولًا بها أو لا .... هٰذه العدة لا تجب إلّا في نكاح صحيح۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۹، طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

(۵) وأما أحكامه .... ووجوب المهر والنفقة .... والإرث من الجانبين۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۰)۔

بیٹی کو رکھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ایک مولوی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حاملہ پر طلاق نہیں ہوتی، اور جب تک طلاق نہیں ہوتی عدّت لازم نہیں۔ جبکہ میرا داماد مصر ہے کہ طلاق ہوجاتی ہے اور عدّت لازم ہے، اس کو عدّت میں رکھا جائے جب تک وضعِ حمل نہ ہو۔ کیا طلاق ہوگئی اور عدّت لازم ہے؟

جواب:... حمل کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے،[1] اور حاملہ کی عدّت وضعِ حمل ہے، جب بچے کی پیدائش ہوجائے تو عدّت ختم ہوجاتی ہے۔[2] آپ کے داماد نے اگر ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہیں تو عدّت کے اندر رُجوع کرسکتا ہے،[3] اور عدّت کے بعد فریقین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے،[4] اگر تین طلاقیں دیں تو رُجوع نہیں کرسکتا، بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔[5]

پچاس سالہ بیوہ عورت کی عدّت کتنی ہوگی؟

سوال:... بیوہ عورت جس کی عمر پچاس سال سے کم ہے اور بغیر حمل کے ہے، اس کی عدّت کی مدّت کتنی ہوگی؟ اور وہ گھر میں معمولی کام کاج مثلاً: جھاڑو دینا یا روٹی پکانا وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کے ساتھ بہو بھی رہتی ہے۔

جواب:... شوہر کی وفات کی عدّت حاملہ کے لئے وضعِ حمل ہے،[6] اور جو عورت حاملہ نہ ہو اس کی عدّت چار مہینے دس دن ہے، خواہ بوڑھی ہو یا جوان یا نابالغ۔[7] عدّت کے دوران گھر کا کام کاج کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔

کیا شہید کی بیوہ کی بھی عدّت ہوتی ہے؟

سوال:... اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ شہید کو مردہ کہا جائے، بلکہ وہ زندہ ہے، لیکن ہمیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔ مقصد یہ کہ جس طرح ایک عورت اپنے شوہر کے مرنے کے بعد عدّت کرتی ہے کیا شہید کی بیوہ کو بھی عدّت کرنی ضروری ہے؟

جواب:... شہید کی بیوہ کے ذمہ بھی عدّت ہے،[8] اور عدّت کے بعد وہ دُوسری جگہ عقد بھی کرسکتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت کا مطلب آپ نے صحیح نہیں سمجھا، کیونکہ جہاں یہ فرمایا ہے کہ: ''شہیدوں کو مردہ مت کہو'' وہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: ''وہ زندہ تو ہیں مگر تم

---

(۱) وطلاق الحامل یجوز عقیب الجماع۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۵۶، طبع مکتبه شرکت علمیه ملتان)۔ وحل طلاقهن أی الآیسة والصغیرة والحامل۔ (درمختار ج:۳ ص:۲۳۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۲) "وَاُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (الطلاق:۴)۔

(۳) إذا طلق الرجل إمرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۰)۔

(۴) وإذا کان الطلاق بائنًا .... فله أن یتزوجها ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۳۹۹، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

(۵) إن کان الطلاق ثلاثًا فی الحرة فلا تحل له من بعد حتّٰی تنکح زوجًا غیره نکاحًا صحیحًا ثم یطلقها أو یموت عنها ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر ۲۔

(۷) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۸) "وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوٰجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴)۔

کو ان کی زندگی کا شعور نہیں''،[1] اس سے معلوم ہوا کہ ان کی زندگی سے ہماری دُنیا کی زندگی مراد نہیں، بلکہ ایسی زندگی مراد ہے جو ہمارے حواس اور شعور سے بالاتر ہے، اس لئے شہیدوں پر دُنیا میں وفات پانے والے لوگوں کے اَحکام جاری ہوتے ہیں، چنانچہ ان کا جنازہ پڑھا جاتا ہے، ان کی وراثت تقسیم ہوتی ہے، ان کی بیواؤں پر عدّت لازم ہے اور عدّت کے بعد ان کو دُوسرا نکاح کرنا جائز ہے۔

رُخصتی سے قبل تنسیخِ نکاح کا فیصلہ ہوگیا تو عورت پر عدّت نہیں

سوال:... صالح محمد نے بحیثیت ولی اپنی بیٹی سلطان کوثر کا نکاح خضر حیات سے بچپن میں کردیا تھا، بالغ ہوجانے کے بعد سلطان کوثر نے خاوند کے گھر آباد ہونے سے اس لئے انکار کردیا کہ لڑکا بدکردار ہے۔ رشتہ داروں کے ذریعے خلع حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، مگر لڑکے نے خلع منظور نہیں کیا، اسی بنیاد پر لڑکی نے تنسیخِ نکاح کا دعویٰ فیملی کورٹ میں دائر کردیا، عدالت نے وجوہ کی بنیاد پر نکاح کردیا، لڑکے نے سیشن کورٹ میں نظرِ ثانی کی اپیل کی، اس نے بھی فیصلے کو برقرار رکھا۔ کیا اس صورت میں نکاح ختم ہوگیا؟ اگر نکاح ختم ہوگیا تو لڑکی کو کتنی مدّت عدّت گزارنی پڑے گی؟

جواب:... عدالت کے فیصلے سے نکاح ختم ہوگیا، اور چونکہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر آباد نہیں ہوئی، اس لئے اس کے ذمے عدّت نہیں۔[2]

رُخصتی سے پہلے طلاق کی عدّت نہیں

سوال:... میرے والدین نے میرا ایک جگہ نکاح کرادیا، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی تھی کہ میں نے اسے طلاق دے دی، اور طلاق دینے کے بعد کہا کہ: ''یہ عورت مجھ سے آزاد ہے، میرا اس پر کچھ دعویٰ نہیں'' کیا وہ عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟ کیا عدّت بھی لازم ہے؟

جواب:... رُخصتی سے پہلے جب طلاق دی گئی ہے تو آپ کی بیوی کو طلاقِ بائن ہوگی اور اس صورت میں عورت پر عدّت بھی لازم نہیں ہے،[3] لہٰذا طلاق کے فوراً بعد لڑکی کا نکاح کسی دُوسرے شخص سے ہوسکتا ہے۔

طلاق کی عدّت کے دوران اگر شوہر اِنتقال کرجائے تو کتنی عدّت ہوگی؟

سوال:... اگر شوہر عورت کو طلاق دے اور عورت کی عدّت کے دوران شوہر کا انتقال ہوجائے تو عورت طلاق کی عدّت کے دن گزارے یا مرنے کی عدّت کے دن گزارے؟

جواب:... اگر عورت طلاق کی عدّت گزار رہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہوگیا تو اس کی تین صورتیں ہیں، اور تینوں کا حکم الگ الگ ہے:

---

(۱) ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ'' (البقرة:۱۵۴).

(۲) أربع من النساء لَا عدة عليهن (منها) المطلقة قبل الدخول. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳۶، طبع رشیدیه کوئٹه).

(۳) أربع من النسآء لَا عدّة عليهنّ: المطلقة قبل الدخول ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۶).

۱:...ایک صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو، اس کی عدّت وہ وضعِ حمل ہے، بچے کی پیدائش سے اس کی عدّت ختم ہوجائے گی، خواہ طلاق دہندہ کی وفات کے چند لمحوں بعد بچہ پیدا ہوجائے، عورت کی عدّت ختم ہوگئی۔ (۱)

۲:...دُوسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اور عدّت ختم ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہوجائے، اس صورت میں طلاق کی عدّت کالعدم سمجھی جائے گی اور عورت نئے سرے سے وفات کی عدّت گزارے گی، یعنی چار مہینے دس دن۔ (۲)

۳:...تیسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے بائن طلاق دی تھی، پھر عدّت ختم ہونے سے پہلے مرگیا، اس صورت میں دیکھیں گے کہ طلاق کی عدّت زیادہ طویل ہے یا موت کی؟ ان دونوں میں سے جو زیادہ طویل ہوگی وہ اس کے ذمہ لازم ہوگی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ عورت اس صورت میں طلاق اور وفات دونوں کی عدّت بیک وقت گزارے گی، ان میں سے اگر ایک پوری ہوجائے اور دُوسری کے کچھ دن باقی ہوں تو ان باقی ماندہ دنوں کی عدّت بھی پوری کرے گی۔ (۳)

کیا بے آسرا عورت عدّت گزارے بغیر نکاح کرسکتی ہے؟

سوال:...ایک عورت جو کہ عرصہ چھ ماہ سے بیمار تھی، اور اس چھ ماہ کے عرصے میں وہ اپنے شوہر کے قریب تک نہیں گئی، اسی مدّت کے بعد اس کا شوہر انتقال کرگیا اور اس عورت کے پانچ بچے ہیں، جن کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں، بالکل بے آسرا ہیں، تو کیا ایسی صورت میں وہ عورت بغیر عدّت گزارے دُوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ بغیر نکاح کے ان کے اخراجات وغیرہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

جواب:...چار مہینے دس دن وفات کی عدّت شرعاً فرض ہے۔ (۴) اس میں نہ صرف یہ کہ عورت نکاح نہیں کرسکتی بلکہ نکاح کی بات کرنا بھی حرام ہے۔ (۵) اگر واقعتاً وہ ایسی نادار ہے تو حکومت اور مسلمان معاشرے کا فرض ہے کہ عدّت کی مدّت تک اس کی کفالت

---

(۱) وليس للمعتدة بالحمل مدة سواء ولدت بعد الطلاق أو الموت بيوم أو أقل، كذا في الجوهرة النيرة وذكر في الأصل انها لو ولدت والميت على سريره انقضت به العدة. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۸، طبع رشيديه كوئٹه).

(۲) إذا طلق إمرأته ثم مات فإن كان الطلاق رجعيًا انتقلت عدتها إلى الوفاة سواء طلقها في حالة المرض أو الصحة وانهدمت عدة الطلاق ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳۰، طبع رشيديه كوئٹه).

(۳) وإن كان بائنًا أو ثلاثًا فإن لم ترث بأن طلقها في حالة الصحة لَا تنتقل عدتها وإن ورثت بأن طلقها في حالة المرض ثم مات قبل أن تنقضي العدة فورثت اعتدت بأربعة أشهر وعشرة أيام فيها ثلاث حيض حتّٰى انها لو لم توف المدة الأربعة الأشهر والعشر ثلاث حيض تكمل بعد ذٰلك وهٰذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالٰى، كذا في البدائع. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳۰، طبع رشيديه كوئٹه، شامی ج:۳ ص:۵۱۳، طبع ايچ ايم سعيد كراچی).

(۴) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوٰجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴).

(۵) تحرم خطبتها .... وصح التعريض وفي الشامية هٰذا كله في المبتوتة والمتوفى عنها زوجها، أما المطلقة الرجعية فلا يجوز التصريح ولَا التلويح لأن نكاح الأول قائم. (شامی ج:۳ ص:۵۳۴).

کرے، یا وہ عورت اتنے عرصے تک محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالے۔

گمشدہ شوہر کی عدّت کب شروع ہوگی

سوال:... میرے بھائی جان گزشتہ سال سعودی عرب حج کرنے کے لئے گئے، حج کے دوران وہ گم ہوگئے، ان کا کچھ پتا نہ چلا، ان کا بیٹا بھی سعودی عرب گیا، مگر ان کا کچھ پتا نہ چل سکا، معلوم یہ کرنا ہے کہ آیا ان کی زوجہ یعنی میری بھابھی کو عدّت کرنا ہوگی؟ یا یہ سوچ کر چپ ہوجائے کہ وہ فوت ہوچکے ہیں؟ مہربانی فرماکر ہمارے دِل کو ہلکا کریں تاکہ ہم کچھ سوچ سمجھ کر قدم اُٹھاسکیں۔

جواب:... ان کی گمشدگی کی عدالت میں درخواست دی جائے، عدالت تحقیق کے بعد ان کی موت کا فیصلہ کردے، اس فیصلے کے بعد آپ کی بھابھی صاحبہ پر عدّت ہوگی، جب تک موت کی خبر نہیں آجاتی یا عدالت سے فیصلہ نہیں لیا جاتا، ان کو زِندہ ہی تصوّر کیا جائے گا۔[1]

خلع کے فیصلے کی صبح اگر ماہواری شروع ہوئی تو وہ عدّت میں شمار نہیں ہوگی

سوال:... مجھے ۴/۳/۱۹۹۸ء کو خلع کا عدالت سے حکم ہوگیا، مسئلہ یہ ہے کہ مجھے کب سے عدّت بیٹھنا چاہئے؟ میں ۴/۳/۱۹۹۸ء کی صبح سے ہی ماہانہ ایام میں مبتلا ہوں، آیا میں چاند کے اِعتبار سے عدّت پوری کروں یعنی تین ماہ، یا ماہانہ ایام کے اِعتبار سے پوری کروں؟ میرا شوہر ۱۸ سال سے لاپتا تھا، جس کی وجہ سے مجھے خلع لینا پڑا۔

جواب:... خلع کا فیصلہ ہونے کے بعد جب تک ماہواریاں گزر جائیں تو آپ عدّت سے فارغ ہیں، یعنی تیسری ماہواری پوری ہونے کے بعد آپ کی عدّت ختم ہوجائے گی۔[2] جس تاریخ کو آپ کے خلع کا فیصلہ ہوا، اگر خلع کے فیصلے کے بعد آپ کی ماہواری شروع ہوئی تو وہ بھی عدّت میں شمار ہوگی، اور اس کے بعد آپ کو دو ماہواریاں اور گزارنی ہوں گی، اور اگر خلع کا فیصلہ بعد میں ہوا اور ماہواری پہلے شروع ہوچکی تھی تو اس ماہواری کا اِعتبار نہیں،[3] اس ماہواری کے بعد جب تین ماہواریاں گزر جائیں گی تو عدّت پوری ہوگی۔

نوٹ:... عدّت اس عورت کے ذمے ہے، جو اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہوچکی ہو، اور پھر اس کو طلاق ہوگئی ہو، یا اس کو خلع مل گیا ہو، لیکن اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر آباد ہی نہیں ہوئی کہ اس کو طلاق ہوگئی یا اس کو خلع مل گیا تو اس کے ذمے عدّت نہیں ہے،[4] واللہ اعلم!

---

(۱) حیلہ ناجزہ ص:۶۲، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۲) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸)۔

(۳) لَا إعتبار لحيض طلقت فيه، ومقتضاه أن ابتداء العدّة من الحيضة التالية له وهو الأنسب لعدم التجزی لتكون الثلاث كوامل۔ (شامی ج:۳ ص:۵۰۵، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۴) أربع من النسآء لَا عدّة عليهنّ: المطلقة قبل الدخول ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۶، طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

کیا چار پانچ سال سے شوہر سے علیحدہ رہنے والی عورت پر عدّت واجب نہیں؟

سوال:... زید نے ایک عورت کو طلاق دِلائی اور دُوسرے دن اس سے نکاح کرلیا، زید کا کہنا ہے کہ عورت مذکورہ چار پانچ سال سے اسی شہر میں اپنے شوہر سے دُور رہی ہے، عدّت اس عورت پر واجب وفرض ہے جو شوہر کے ساتھ رہتی ہو۔

جواب:... زید کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ اس عورت پر عدّت نہیں تھی، طلاق کے بعد عدّت ضروری ہے خواہ عورت شوہر کے پاس رہتی ہو یا عرصے سے شوہر سے الگ رہتی ہو۔[1] البتہ جس لڑکی کی رُخصتی سے پہلے طلاق ہوجائے اس کے ذمہ عدّت نہیں۔[2] بہرحال زید کو اپنی جہالت سے توبہ کرنی چاہئے اور عدّت کے اندر جو اس نے نکاح کیا وہ کالعدم ہے، عدّت کے بعد دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔[3]

نابالغ بچی کے ذمہ بھی عدّت ہے

سوال:... میری چھوٹی بہن جو ابھی نابالغ ہے، ہم نے اس کا نکاح ایک اچھی جگہ دیکھ کر کیا کہ لڑکی کا نکاح جتنی جلدی ہوجائے اچھا ہے، لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ابھی نکاح کو صرف ایک ماہ ہی ہوا تھا کہ لڑکے کو کسی دُشمن نے قتل کردیا۔ ہم لوگوں نے لڑکی کے بالغ ہونے پر رُخصتی رکھی تھی، اب مسئلہ یہ ہے کیا نابالغ لڑکی کا جس کی رُخصتی بھی نہ ہوئی ہو، عدّت کرنا ضروری ہے؟

جواب:... وفات کی عدّت نابالغ بچی کے ذمہ بھی لازم ہے۔[4]

اگر عورت کو تین طلاق دینے کے بعد بھی اپنے پاس رکھا تو عدّت کا شرعی حکم

سوال:... ایک شخص نے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس کے بعد بیوی کو اپنے ساتھ رہنے پر راضی کرلیا، اور عرصہ دو سال تک ایک ساتھ رہے، لوگوں کی ملامت پر وہ پاک زندگی بسر کرنے پر تیار ہیں، لیکن دریافت کرنا ہے کہ عورت کی عدّت ان دو سالوں میں پوری ہوگئی یا نہیں؟ یعنی اب وہ کسی دُوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے؟

جواب:... عورت کی عدّت تو گزر چکی ہے، چونکہ ان دونوں نے میاں بیوی کا تعلق ختم نہیں کیا، دونوں کا علیحدگی اختیار کرنا لازم ہے، اور علیحدگی کے بعد عورت پر نئے سرے سے عدّت گزارنا ضروری ہوگا۔[5] اور جب عدّت پوری ہوجائے تب کسی دُوسرے

---

(۱) "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرة:۲۲۸).

(۲) أربع من النساء لَا عدة عليهنّ: المطلقة قبل الدخول ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۶).

(۳) "وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ" (البقرة:۲۳۵). أيضًا: أما نكاح منكوحة الغير ومعتدة .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا. (شامی ج:۳ ص:۱۳۱).

(۴) والعدة للموت أربعة أشهر بالأهلّة لو في الغرة كما مر وعشرة من الأيام بشرط بقاء النكاح صحيحًا إلى الموت مطلقًا وطئت أو لَا ولو صغيرة ...إلخ. (شامی ج:۳ ص:۵۱۰). أيضًا: عدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام سواء كانت مدخولًا بها أو لَا ...... صغيرة أو كبيرة ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲۹).

(۵) وإذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة أخرىٰ لتجدد السبب ...إلخ. قوله بشبهة .... وذٰلك كالموطوءة للزوج في العدة بعد الثلاث بنكاح ...إلخ. (شامی ج:۳ ص:۵۱۸، مطلب في المعتدة بشبهة).

شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ نکاح کے بعد دُوسرے شوہر سے صحبت کرے، صحبت کے بعد دُوسرا شوہر از خود طلاق دے دے، یا مرجائے اور اس کی عدّت بھی گزر جائے تب پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ پہلے شوہر کے ساتھ پاک زندگی گزارنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ [1]

عورت اپنے شوہر کے گھر میں عدّت گزارے گی

سوال:... لڑکا اپنے والدین کے ساتھ کراچی میں قیام پذیر تھا، اس کا ٹرانسفر اسلام آباد ہوگیا تو وہ اپنے بیوی بچوں کو اِسلام آباد ساتھ لے گیا، وہاں اس کا اِنتقال ہوگیا تو بیوہ میّت لے کر کراچی اپنے سسرال میں آگئی، بیوہ کے میکے والے اور خود بیوہ بھی یہ چاہتی ہے کہ میکے چلی جائے، لیکن سسرال والوں کا کہنا ہے کہ بیوہ ساس کے گھر عدّت گزارے۔ اس سلسلے میں معلوم یہ کرنا ہے کہ بیوہ کو عدّت کہاں گزارنی چاہئے؟

جواب:... عورت اپنے شوہر کے گھر میں عدّت گزارے گی، اور جب تک عدّت پوری نہیں ہوجاتی، اس کا اپنے شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ [2]

مطلقہ عورت کا شوہر کے گھر رہنا کیسا ہے؟

سوال:... عورت مطلقہ اور مخلوعہ ہے، اس نے اپنی خوشی، مرضی اور مسلسل اصرار سے خلع لیا ہے، اور اس کو علماء کے فتووں کے سہارے طلاق کی شکل دے کر اپنی چوبیس سالہ اِزدواجی زندگی سے خود ہی علیحدگی اِختیار کرلی ہے، خود ہی عدّت کے دِن مقرّر کئے، پردے کی راہ داریوں میں اپنے شوہر کے گھر عدّت کے بعد کئی سال گزار دیئے، شوہر نے اپنے حصے کے واجبات، جہیز اور مہر کی رقم نقد و یکمشت عورت کو اَدا کردی کہ وہ احسن طریقے سے جو کچھ اس کے گھر سے لے جانا چاہتی ہے لے کر رُخصت ہوجائے۔ مگر عورت شوہر کا مکان چھوڑنا نہیں چاہتی، اس کے بہن بھائی اور ماں کراچی میں رہتے ہیں، اس کے جوان تعلیم یافتہ اعلیٰ ملازمت پر مامور لڑکے اس کو اپنے گھر لے جانے، وہاں رکھنے اور اس کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر عورت تینوں بیٹوں کے گھر جانا چاہتی اور نہ اپنے ماں، بہن بھائیوں کے گھر جانا چاہتی ہے۔ ایک مکان میں مرد اور عورت نامحرَم رِشتوں میں کس طرح پردے کی پابندیوں میں کب تک رہ سکتے ہیں؟ آخر کب تک خدا اور اس کے رسول کے اَحکامات کی کھلی مخالفت اور گناہ اور لاپروائی ہوتی رہے گی؟ اخلاقی اور قانونی طور پر مطلقہ مخلوعہ عورت، اس کے بیٹوں کی ذمہ داری ہے، اور بیٹے اس کی تکمیل کررہے ہیں، ہر طرح کی خدمت کررہے ہیں، لیکن عورت اپنی شوہر والی سکونت تبدیل کرنے کو تیار نہیں ہے، جبکہ شوہر کا تقاضا ہے کہ عورت اس کا مکان خالی کرکے بیٹوں کے گھر یا بھائی بہن کے گھر

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳).

(۲) علی المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت، كذا في الكافي. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳۵، أيضًا: اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۲۰۵).

منتقل ہوجائے۔ آپ اس مسئلے میں عورت کی اِطلاع کے لئے شرعی، قانونی، اخلاقی جواز اور عدمِ جواز کے بارے میں اپنے اِرشادات سے نوازیں تو مشکور ہوں گا۔

جواب:... مطلقہ عورت کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ وہ عدّت کے دن شوہر کے گھر میں گزارے، اس دوران اس کے نان نفقہ کی ذمہ داری بھی طلاق دینے والے پر ہوگی۔[1] عدّت ختم ہونے کے بعد اس کا اس گھر میں رہنا قانوناً، شرعاً اور اَخلاقاً جائز نہیں۔ اگر اس کے بیٹے موجود ہیں اور وہ اپنی والدہ کی خدمت بھی کرنا چاہتے ہیں تو عورت کا سابق شوہر کے گھر رہنا اور بھی بُرا ہے۔ بہرحال ایک اجنبی کے گھر رہنا (اور اس پر اِصرار کرنا) کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اس شریف خاتون کو چاہئے کہ شرعی حکم کا اِحترام کرتے ہوئے اس اجنبی گھر کو چھوڑ دے اور اگر عورت کسی بھی حکمِ شرعی پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو سابق شوہر کو چاہئے کہ جس طرح بھی ممکن ہو، اس کو گھر سے نکال دے۔

کیا عدّت کے دوران ہر ایک سے بات ہوسکتی ہے؟

سوال:... کیا عدّت کے دوران ہر ایک سے بات اور ملاقات کی جاسکتی ہے؟

جواب:... عورتوں اور محرَم مردوں سے گفت و شنید جائز ہے۔

سوال:... اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی مشہور شخصیت (مرد) کا اِنتقال ہوجاتا ہے تو دُوسرے ہی دِن حکمران اور سیاستدان جن میں اکثریت مرد حضرات کی ہوتی ہے، بیوہ سے تعزیت کرنے پہنچ جاتے ہیں اور اکثر کی تصاویر مع بیوہ کے اخبارات میں شائع ہوتی ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ اور اگر نہیں تو ان کا کفارہ کیا ہوگا؟

جواب:... نامحرَم مردوں کو مرحوم کے مرد ورثاء سے تعزیت کی اِجازت ہے، بیوہ سے اپنی عورتوں کے ذریعے تعزیت کریں، پھر ایسی بیوگان کو بھی غیرت و حیا ہونی چاہئے کہ خاوند کے رُخصت ہوتے ہی نامحرَموں سے گفت و شنید اور تصویر کشی کا تماشا رچا رہی ہیں، توبہ و اِستغفار اس کا کفارہ ہے۔

بیوہ، مرحوم کے گھر عدّت گزارے

سوال:... لڑکی تین ماہ کی حاملہ ہے، جبکہ عدّت بھی لڑکی نے مرحوم کے گھر نہیں کی، بلکہ سوئم والے دن چلی گئی، مہر کی رقم بھی لڑکی نے میرے بھائی کے مرنے کے بعد معاف کردی تھی اور اب اگر وہ یہ کہے کہ ہم یہ بھی لیں گے تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔

---

(۱) وعلى المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت لقوله تعالى: ولا تخرجوهن من بيوتهن ...الخ۔ (هداية، باب العدة ج:۲ ص:۴۲۸، أيضًا: اللباب في شرح الكتاب ج:۲ ص:۲۰۵، كتاب العدة)۔

جواب:...مرحوم کی بیوہ کو مرحوم کے گھر پر عدّت گزارنا لازم ہے،[1] اور عدّت سے پہلے گھر سے نکل جانا سخت گناہ ہے، حاملہ کی عدّت وضعِ حمل ہے،[2] مہر اگر وہ بخوشی معاف کرچکی ہے تو اس کا دوبارہ مطالبہ کرنا جائز نہیں۔[3]

حرام کاری کی عدّت نہیں ہوتی

سوال:...ایک مرد، عورت عرصے سے حرام کاری میں مصروف تھے، لوگوں کے معلوم ہونے پر انہوں نے حرام کاری کے دوران دو آدمیوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا، عدّت کے وقفے کا کوئی خیال نہ رکھا، کیا یہ نکاح دُرست ہے یا باطل؟

جواب:...نکاح صحیح ہے، حرام کاری کی عدّت نہیں ہوتی۔[4]

عدّت کے دوران عورت کی چوڑیاں اُتارنا

سوال:...اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی شادی شدہ مرد کا انتقال ہوجائے تو اس کی بیوہ کے ہاتھوں سے چوڑیاں اُتاردی جاتی ہیں یا توڑ دی جاتی ہیں۔ آیا اسلامی اُصولوں کے مطابق یہ کہاں تک صحیح عمل ہے؟ حدیث میں اس بات کا کہیں ذکر ملتا ہے یا نہیں؟

جواب:...شوہر کے انتقال کے بعد عورت پر چار مہینے دس دن کی عدّت لازم ہے،[5] اور عدّت کے دوران اس کے لئے زیب و زینت ممنوع ہے،[6] اس لئے زیور اور چوڑیاں وغیرہ اُتاردی جاتی ہیں، البتہ اگر چوڑیوں کا اُتارلینا ممکن ہو تو ان کو توڑنا غلط ہے۔

عدّت کے دوران ظلم سے بچنے کے لئے عورت دُوسرے مکان میں منتقل ہوسکتی ہے

سوال:...ایک نوجوان عورت کا شوہر انتقال کرگیا، تقریباً ایک ہفتہ ہوا ہے، عورت مذکورہ اپنے متوفی شوہر کے گھر پر عدّتِ وفات گزار رہی ہے، لیکن شوہر کے خاندان کے بعض لوگ یہ تقاضا کررہے ہیں کہ اس بیوہ کا نکاح فلاں فلاں سے کردیا جائے، اس

---

(۱) وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولَا یخرجان منه ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۳۶)۔

(۲) "وَأُولٰتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (الطلاق:۴)۔

(۳) وفی القنية من كتاب الهبة وهبت مهرها من زوجها فی مرض موتها ومات زوجها قبلها فلا دعوىٰ لها لصحة الإبراء ما لم تمت ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۵۱)۔

(۴) جاز نكاح من رآها تزني وله وطؤها بلا إستبراء ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۰)۔ أيضًا: هی تربص يلزم المرأة .... عند زوال النكاح فلا عدة لزنا۔ وفی الشامية: بل يجوز تزوج المزنىٰ بها وإن كانت حاملًا ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۵۰۳، باب العدة)۔

(۵) "والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجًا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرًا" (البقرة:۲۳۴)۔

(۶) وعلى المبتوتة والمتوفٰى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد، والحداد أن تترك الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۲۷)۔

سبب سے عورت کو ڈرا دھمکا رہے ہیں، ایسی صورت میں وہ اپنے والدین کے گھر جا سکتی ہے؟

جواب:... ایامِ عدّت میں عورت سے نکاح کے سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو حرام ہے۔[1] عورت کو اس اَمر کا شدید خوف و خطرہ ہو تو والدین کے مکان میں منتقل ہوسکتی ہے۔[2]

تنہا عورت عدّت کس طرح گزارے؟

سوال:... میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، میری کوئی اولاد نہیں ہے، گھر میں اکیلی رہتی ہوں، میں کتنی عدّت گزاروں؟ نیز کیا عدّت اپنے عزیزوں کے گھر گزار سکتی ہوں؟

جواب:... جس عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہو، اس کی عدّت چار ماہ دس دن ہے۔[3] اگر شوہر کے گھر میں عدّت گزارنا ممکن ہو تو وہاں ہی گزاری جائے،[4] لیکن اگر تنہائی کا عذر ہو تو اپنے عزیزوں کے پاس بامرِ مجبوری منتقل ہوسکتی ہے۔[5]

کیا عدّت کے دوران عورت ضروری کام کے لئے عدالت جاسکتی ہے؟

سوال:... ایک عورت کو جو عدّت کے دن گزار رہی ہے، عدالت میں طلب کیا جاتا ہے، حاکمِ عدالت کے سامنے اس کو بیان دینا ہے، اور ضروری دستاویزات پر دستخط کرنا ہیں، نیز عدالت میں اس کی حاضری سے اس کا اور اس کے بچوں کا مالی مفاد بھی وابستہ ہے، ایسی صورت میں اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:... اس ضرورت کے لئے عدالت میں جاسکتی ہے، شام کو گھر واپس آجائے، رات اسی گھر میں گزارنا ضروری ہے۔[6]

---

(۱) والمعتدة تحرم خطبتها وصح التعريض لو معتدة الوفاة ...إلخ. وفي الشامية: وهٰذا كله في المبتوتة والمتوفى عنها زوجها ...إلخ. (شامي ج:۳ ص:۵۳۴).

(۲) وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجب فيه ولَا يخرجان منه إلّا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف أو تلف مالها أو لَا تجد كراء البيت ونحو ذٰلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع إليه ...إلخ. (شامي ج:۳ ص:۵۳۶).

(۳) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوٰجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴).

(۴) على المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنٰى حال وقوع الفرقة والموت، كذا في الكافي. (عالمگيری ج:۱ ص:۵۳۵).

(۵) المعتدة إذا كانت في منزل ليس معها أحد وهي لَا تخاف من اللصوص ولَا من الجيران ولٰكنها تفزع من أمر البيت إن لم يكن الخوف شديدًا ليس لها أن تنتقل من ذٰلك الموضع وإن كان الخوف شديدًا كان لها أن تنتقل، كذا في فتاوىٰ قاضيخان. (عالمگيری ج:۱ ص:۵۳۵، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر في الحداد).

(۶) المتوفٰى عنها زوجها تخرج نهارًا وبعض الليل ولَا تبيت في غير منزلها. (عالمگيری ج:۱ ص:۵۳۴).

عدّت کے دوران ملازمت کرنا

سوال:...مدّتِ عدّت میں کوئی بہتر ملازمت مل جائے تو وہ شرعی طور سے ملازمت کرسکتی ہے یا کوئی مضائقہ ہے؟

جواب:...اگر خرچ کا انتظام نہ ہو تو محنت مزدوری اور ملازمت جائز ہے، اور اگر خرچ کا انتظام ہو تو ملازمت بھی جائز نہیں۔[1]

عدّت کے دوران گھر کے قریب دِینی درس سننے جانا

سوال:...کیا عورت دورانِ عدّت اپنے گھر کے قریب کسی دِینی درس وغیرہ کو سننے جاسکتی ہے؟

جواب:... پردے کے ساتھ جاسکتی ہے۔[2]

جس کو ملازمت سے چھٹی نہ ملتی ہو وہ عدّت کس طرح گزارے؟

سوال:...میری بیٹی چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر اپنے شوہر سے خلع لے رہی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک اسکول میں پڑھاتی ہے، اسکول پرائیویٹ ہے، وہ لوگ تین ماہ کی اِکٹھی چھٹیاں نہیں دیتے، عدّت گزارنے کے لئے اس کو اسکول چھوڑنا پڑے گا، پچھلے آٹھ ماہ سے وہ شوہر سے علیحدہ ہے، اور میرے گھر پر ہے۔ میں پنشن یافتہ ہوں، ان حالات میں کیا عدّت گزارنے کے لئے اس کی ملازمت چھڑواؤں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

جواب:...اگر لڑکی کو کوئی کما کر دینے والا نہیں ہے، تو وہ عدّت کے دوران اپنی ملازمت پر جاسکتی ہے، لیکن رات گھر پر گزارے، رات کو باہر نہ رہے،[3] واللہ اعلم!

اگر سسرال والے شوہر کے گھر عدّت پوری نہ کرنے دیں تو عورت کیا کرے؟

سوال:...میرے شوہر کے اِنتقال کے بعد مجھے سسرالیوں نے اتنا تنگ کیا کہ شوہر کے گھر عدّت بھی نہ پوری کرنے دی، اور

---

(۱) قال فی الفتح: والحق أن علی المفتی أن ینظر فی خصوص الوقائع، فإن علم فی واقعة عجز هٰذه المختلعة عن المعیشة إن لم تخرج أفتاها بالحل، وإن علم قدرتها أفتاها بالحرمة اهـ. وأقره فی النهر والشرنبلالیة. (رد المحتار ج:۳ ص:۵۳۵).

(۲) وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجب فیه ولَا یخرجان منه إلّا أن تخرج .... ونحو ذٰلک من الضرورات. وفی الشامیة: وأما الخروج للضرورة فلا فرق فیه بینهما کما نصوا علیه فیما یأتی، فالمراد به هنا غیر الضرورة. (شامی ج:۳ ص:۵۳۶، فصل فی الحداد، أیضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۱۶۷، طبع بیروت).

(۳) ومعتدة موت تخرج فی الجدیدین وتبیت أکثر اللیل فی منزلها. (وفی الشامیة) وأما المتوفٰی عنها زوجها فلأنه لَا نفقة لها فتحتاج إلی الخروج نهارًا لطلب المعاش. (شامی ج:۳ ص:۵۳۶ أیضًا: اللباب ج:۲ ص:۲۰۵).

نہ ہی مجھے مرحوم کے ترکے میں سے حصہ دیا، مجھے مجبوراً عدّت دُوسری جگہ پوری کرنا پڑی۔ شرعی لحاظ سے عدّت شوہر کے گھر پوری نہ ہونے یا نہ پوری کرنے دینے سے کون گناہگار رہوا، میں یا سسرالی رشتہ دار؟

جواب:... عدّت تو شوہر کے گھر میں گزارنی چاہئے،[1] لیکن اگر ان لوگوں نے آپ کو وہاں عدّت نہیں گزارنے دی، تو وہ گناہگار ہوئے۔ اسی طرح مرحوم کے ترکے میں آٹھواں حصہ آپ کا بنتا ہے، اگر یہاں نہیں دیتے تو مرنے کے بعد دیں گے۔[2]

دورانِ عدّت بیماری کا علاج جائز ہے

سوال:... اگر ایک عورت عدّت کے دوران بیمار ہوجائے اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو جائے تو کیا وہ اپنا علاج کرواسکتی ہے؟ نیز اگر سخت بیمار ہوجائے تو اسپتال میں داخل ہوسکتی ہے؟

جواب:... علاج بھی کرواسکتی ہے، اور خدانخواستہ اسپتال میں داخل ہونے کی ضرورت ہو تو اسپتال میں بھی داخل ہوسکتی ہے۔[3]

عدّت کے دوران ہسپتال کی نوکری کرنا

سوال:... ہندہ ہسپتال میں ملازم ہے، مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے آنا جانا ہوتا ہے، اب ہندہ کے شوہر کی وفات ہوئی، ہندہ کے لئے اَیامِ عدّت میں ہسپتال جانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۲:... ہندہ بے پردہ ہے، دورانِ عدّت پردہ ضروری ہے یا نہ؟ اور عدّت کا کیا طریقہ اِختیار کیا جاوے؟

جواب:... اس صورت میں ملازمت کے سلسلے میں ہسپتال جاسکتی ہے، البتہ رات کو غروبِ آفتاب سے پہلے گھر آجائے۔[4]

۲:... پردہ مسلمان عورت کے لئے ہر حال میں ضروری ہے،[5] اس میں عدّت اور غیرِ عدّت کا فرق نہیں ہے، تاہم عدّت میں عورت کے لئے یہ بھی حکم ہے کہ وہ زیب و زینت کو ترک کردے، سرمہ وغیرہ نہ لگائے، عطر سے اِجتناب کرے، رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے وغیرہ۔[6]

---

(۱) وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجب فیه ولَا یخرجان منه إلّا أن تخرج .... قال فی الشامیة: وشمل إخراج الزوج ظلمًا أو صاحب المنزل لعدم قدرتها علی الکراء ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۵۳۶، فصل فی الحداد)۔

(۲) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من کانت له مظلمة لأخیه من عرضه أو شیء فلیتحلّله منه الیوم قبل أن لَا یکون دینار ولَا درهم، إن کان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته وإن لم یکن له حسنات أخذ من سیئات صاحبه فحمل علیه۔ رواه البخاری۔ (مشکوٰة، باب الظلم ص:۴۳۵، الفصل الأوّل)۔

(۳) ولَا یخرجان منه إلّا أن تخرج أو ینهدم .... ونحو ذٰلک من الضرورات۔ وفی الشامیة: وأما الخروج للضرورة فلا فرق فیه بینهما کما نصوا علیه فیما یأتی، فالمراد به هنا غیر الضرورة۔ (شامی ج:۳ ص:۵۳۶، فصل فی الحداد)۔

(۴) وفی الدر: ومعتدة موت تخرج فی الجدیدین وتبیت أکثر اللیل فی منزلها۔ وفی الشامیة: وأما المتوفٰی عنها زوجها فلأنه لَا نفقة لها فتحتاج إلی الخروج نهارًا لطلب المعاش۔ (شامی ج:۳ ص:۵۳۶، فصل فی الحداد)۔

(۵) "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوٰجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلٰبِیْبِهِنَّ" (الأحزاب:۵۹)۔

(۶) وعلی المبتوتة والمتوفّٰی عنها زوجها إذا کانت بالغة مسلمة الحداد، والحداد أن تترک الطیب والزینة والکحل والدهن المطیب وغیر المطیب ...إلخ۔ (هدایة ج:۲ ص:۴۲۷، طبع شرکت علمیه ملتان)۔

ڈاکٹرنی اور ماسٹرنی کس طرح عدّت گزاریں؟

سوال:...مثلاً ڈاکٹرنی اور ماسٹرنی کے شوہر اِنتقال کرگئے تو عدت کس طرح ہوگی؟ لیڈی ڈاکٹر کے پاس مریض آئے تو کیا وہ مریضوں کو دیکھ سکتی ہے؟ اور اسی طرح کیا لیڈی ٹیچر کچھ دنوں بعد اسکول جاسکتی ہے؟

جواب:...عدّت شوہر کے گھر میں گزارنا لازم ہے، لیڈی ڈاکٹر گھر میں مریض دیکھ سکتی ہے۔[۱]

عدّت کے دوران اپنے یا بچوں کے علاج کے لئے ہسپتال جانا دُرست ہے

سوال:...میری چچی جو کہ تین ماہ کے حمل سے ہے، بیوگی کی وجہ سے عدّت گزار رہی ہے، آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ وہ عدّت کے دنوں میں اسپتال جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ ان کی اولاد بغیر اسپتال کے پیدا نہیں ہوتی۔ اور دُوسرا یہ کہ ان کی دو معصوم بچیاں بھی ہیں، خدانخواستہ ان کی بیماری کی صورت میں بھی انہیں اسپتال جانا پڑے تو انہیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...ضرورت کی وجہ سے اسپتال جاسکتی ہیں۔[۲]

عدّت کے دوران عورت اگر گھر سے باہر نکلی تو کیا حکم ہے؟

سوال:...اگر ایک عورت عدّت کے زمانے میں گھر سے باہر نکل جاتی ہے اور پھر اس کا کفارہ چاہتی ہے تو کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب:...اس کو اس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے، اور کوئی کفارہ نہیں۔

عدّت کے دوران عورت ضرورت کے لئے دِن کو گھر سے نکل سکتی ہے

سوال:...کیا بیوہ اپنے عزیز کے گھر جاسکتی ہے، جس میں اور اس کے گھر میں جہاں عدّت گزار رہی ہے فاصلہ صرف ایک دیوار کا ہے؟

جواب:...بیوہ ضرورت کی بنا پر دِن کو گھر سے باہر جاسکتی ہے، مگر رات اپنے گھر رہے، اور دِن کو بھی شدید ضرورت کے بغیر نہ جائے۔[۳]

سوال:...اگر کسی غلط فہمی کی بنا پر بیوہ اپنے عدّت والے گھر سے بغل والے عزیز کے گھر چلی گئی (ایک مرتبہ) تو اس کا

---

(۱) على المعتدة أن تعتد فى المنزل الذى يضاف إليها بالسكنٰى حال وقوع الفرقة والموت، كذا فى الكافى۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۳۵، الباب الرابع عشر فى الحداد، أيضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۱۶۷، فصل فى الحداد، طبع بيروت)۔

(۲) المتوفّٰى عنها زوجها تخرج نهارًا وبعض الليل ولَا تبيت فى غير منزلها، كذا فى الهداية۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۳۴)۔ أيضًا: وتعتدان .... ولَا يخرجان منه إلّا ان تخرج منه أو ينهدم المنزل أو تخاف إنهدامه أو تلف مالها أو لَا تجد كراء البيت ونحو ذٰلك من الضرورات۔ (شامى ج:۳ ص:۵۳۶، فصل فى الحداد)۔

(۳) المتوفّٰى عنها زوجها تخرج نهارًا وبعض الليل ولَا تبيت فى غير منزلها۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۳۴)۔

کفارہ کیا ہے؟

جواب:...کوئی کفارہ نہیں، اگر بغیر ضرورت کے گئی تھی تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

عدّت نہ گزارنے کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال:...طلاق دینے کے بعد بیوی کو اس کی ماں کے گھر بھیج دیا تھا، طلاق کے بعد اس نے عدّت نہیں گزاری اور نہ کسی پر یہ ظاہر کیا تھا کہ طلاق ہوگئی ہے، عدّت نہ گزارنے کا گناہ کس پر عائد ہوتا ہے؟

جواب:...عدّتِ طلاق شوہر کے گھر گزارنے کا حکم ہے،(۱) اس مدّت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے،(۲) اس لئے اس کو ماں کے گھر بھیج دینا جائز نہیں تھا۔ طلاق اگر ''رجعی'' ہو تو عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں رہتی ہے، اس لئے اس کو چاہئے کہ خوب زیب و زینت کرے تاکہ شوہر کا دِل اس کی طرف مائل ہو اور وہ رُجوع کرلے۔(۳)

اور طلاقِ بائن اور موت کی عدّت میں عورت پر ''سوگ'' کرنا واجب ہے، نہ خوشبو لگائے، نہ اچھا کپڑا پہنے، نہ سرمہ لگائے، نہ تیل لگائے، نہ بغیر اضطراری حالت کے شوہر کے گھر سے نکلے۔(۴)

اگر عورت نے ان اُمور کی پابندی نہیں کی تو گنہگار ہوگی، اور عدّت کے دن پورے ہونے پر عدّت بہرحال ختم ہوجائے گی۔ آپ نے چونکہ طلاق کے بعد عورت کو ماں کے گھر بھیج دیا تھا اس لئے آپ بھی گنہگار ہوئے۔ اور اگر عورت نے عدّت کی شرائط پوری نہیں کیں تو وہ بھی گنہگار ہوئی۔

عورت کا عدّت نہ گزارنا کیسا ہے؟

سوال:...کیا شوہر کے مرنے کے بعد مدّتِ عدّت گزارنا ضروری ہے؟ اور جو عورتیں مدّتِ عدّت نہ گزارنا چاہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

---

(۱) وتعتدان أی معتدة طلاق وموت فی بیت وجب فیها، ولَا یخرجان منه إلّا ... إلخ. (درمختار ج:۳ ص:۵۳۶).

(۲) وتجب لـلمطلقة الرجعی والبائن والفرقة بلا معصیة .... النفقة والسکنٰی ولکسرة إن طالت المدّة. (الرد المحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۶۰۹، باب النفقة، أیضًا: هدایة ج:۲ ص:۴۴۳، طبع شرکت علمیه ملتان).

(۳) ولَا یجب الحداد علی الصغیرة والمجنونة الکبیرة .... والمطلقة طلاقًا رجعیًا وهٰذا عندنا، کذا فی البدائع. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳۴، الباب الرابع عشر فی الحداد). أیضًا: ولم تؤمر المطلقة بذٰلک (أی الْإحداد) لأنها تحتاج إلٰی أن تتزین فیرغب زوجها فیها ویکون ذٰلک معونة فی جمع ما افترق من شملها ... إلخ. (حجة الله البالغة، العدة ج:۲ ص:۱۴۲ طبع إدارة الطباعة المنیریة، بیروت).

(۴) مسألة: (وجوب الْإحداد علی المتوفّٰی عنها زوجها والمطلقة) قال: وعلی المعتدة المسلمة من الوفاة والطلاق إجتناب الزینة والطیب) وذالک لما روته أمّ حبیبة وأمّ سلمة وغیرهما عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: لَا یحل لِامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تحد علٰی میت فوق ثلاث إلّا علٰی زوجها، فإنها تحد علیه أربعة أشهر وعشرًا، فأوجب علیها الْإحداد، والْإحداد: الْإمتناع من الزینة والطیب. (شرح مختصر الطحاوی، للجصاص ج:۵ ص:۲۴۴، طبع بیروت).

جواب:... شوہر کے مرنے کے بعد چار مہینے دس دن (ایک سوتیس دِن) کی عدّت گزارنا ضروری ہے۔[۱] جو عورت اس کی پابندی نہ کرے وہ گناہگار ہے، اور اگر عدّت گزرنے سے پہلے نکاح کرلیا تو وہ نکاح باطل ہے۔[۲]

ہر ایک سے گھل مل جانے والی بیوی کا حکم

سوال:... ایک صحابی نے شکایت کی: یہ میری بیوی کسی طلب گار کا ہاتھ نہیں جھٹکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے طلاق دے دو۔ صحابی نے عرض کیا کہ: میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ یہ روایت کیسی ہے؟ یہ بھی درایت کے خلاف معلوم ہوتی ہے؟

جواب:... مشکوٰۃ شریف، باب اللعان، فصلِ ثانی میں یہ روایت ہے ابنِ عباسؓ سے، اور اس کے رفع ووقف میں اِختلاف نقل کرکے اِمام نسائیؒ کا قول بھی نقل کیا ہے: "**لیس ثابت**"[۳] اگرچہ اس کی تأویل بھی ہوسکتی ہے کہ: "**لَا ترد ید لَامس**" سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک سے گھل مل جاتی ہے، یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ ہوگا کہ اس کی محبت کی وجہ سے یہ حرام میں مبتلا ہوجائے گا۔[۴]

---

(۱) "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوٰجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرة:۲۳۴)۔

(۲) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدة ...... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا۔ (شامی ج:۳ ص:۱۳۲)۔

(۳) عن ابن عباس قال: جاء رجل إلى النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال: إنّ لی امرأةً لَا ترد يد لَامس، فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم: طلّقها! قال: إنی أحبّها، قال: فأمسكها إذًا۔ رواه أبوداوٗد والنسائی وقال النسائی رفعه أحد الرواة إلى ابن عباس وأحدهم لم يرفعه، قال وهٰذا الحديث ليس بثابت۔ (مشكوٰة ص:۲۸۷، باب اللعان، الفصل الثانی، طبع قديمی)۔

(۴) مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لمعات کے حوالے سے درج ہے کہ: قوله ولَا ترد يد لَامس أی لَا يمنع نفسها من يقصدها بفاحشة ويؤيده قوله لَامس وقيل معناه لَا ترد يد من يأخذ شيئًا من البيت وقد يرجع هٰذا المعنى بأن النبی صلی اللہ علیه وسلم لَا يأمره بإمساك الفاجرة وقد يوجه بأنه يمكن أنه أمر به بسبب شدة محبته إياها لئلا يقع من مفارقتها فی الفتنة لٰكنه يحفظها ويمنعها عن الزنا والوقوع فی الفاحشة، فافهم! ۱۲ لمعات۔ (مشكوٰة ص:۲۸۷، طبع قديمی كراچی)۔

طلاق کے متفرّق مسائل

جب تک سوتیلی ماں کے ساتھ بیٹے کا زِنا ثابت نہ ہو، وہ شوہر کے لئے حرام نہیں

سوال:... زید نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا، زید کی چچی نے اس کی تمام حرکات کو دیکھا، زید نے چچی سے کہا کہ مجھے معاف کرو، آئندہ کے لئے ایسا نہیں کروں گا اور اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کریں۔ صبح ہوتے ہی چچی نے شور مچا کر اس کی تشہیر کردی اور محلے کے ایک عالم کے پاس جاکر پورا واقعہ بیان کیا۔ عالم نے محلّہ والوں سے حالات دریافت کئے، معلوم ہوا کہ ان کے تعلقات ماں بیٹے جیسے نہ تھے، تو عالم نے محلّہ والوں کو جمع کرکے زید کی چچی سے شہادت طلب کی تو اس نے شہادت دینے سے انکار کردیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ مولانا صاحب نے ازراہ احتیاط عمرو (یعنی زید کے باپ) سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو، اس نے نہیں چھوڑا، کیا یہ عورت عمرو کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ٹھیک، ورنہ حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟

جواب:... جب تک شرعی گواہ موجود نہ ہوں، یا اس عورت کا خاوند تسلیم نہ کرے اس وقت تک حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، اور عمرو کا نکاح بدستور باقی رہے گا۔ شکوک واوہام اور اَٹکل پچو سے شرعاً زنا کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ہاں! البتہ اگر صاحبِ واقعہ کو معلوم ہو تو دیانتاً حرمت آجائے گی، اور اگر شرعی گواہوں سے یا خاوند کے اقرار سے زید کا سوتیلی ماں سے زنا ثابت ہوجائے تو پھر عمرو پر اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔ اس صورت میں خاوند کو چاہئے کہ بیوی کو چھوڑ دے اور چھوڑنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے کہہ دے کہ: ''میں نے تجھے چھوڑ دیا'' اور پھر دونوں علیحدگی اختیار کرلیں۔ یا مسلمان حاکم میاں بیوی میں تفریق کرادے۔[1]

مطلقہ بیوی کا انتقام اس کی اولاد سے لینا سخت گناہ ہے

سوال:... کوئی شخص اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے اور دُوسری شادی کرلے اور پہلی بیوی سے جو اولاد ہو، اس سے وہ انتقام پہلی بیوی کا لے، یعنی اس کو عاق کرنے کی کوشش کرے، ذرا تفصیل سے بیان کریں، کیا یہ رویہ دُرست ہے؟

جواب:... مطلقہ بیوی کا انتقام اس کی اولاد سے لینا اور اولاد کو عاق کرنا دونوں باتیں سخت گناہ ہیں، اور عاق کرنے سے بھی

---

(۱) وبحرمة المصاهرة لَا يرتفع النكاح حتّٰى لَا يحل لها الزوج بآخر إلّا بعد المتاركة وانقضاء العدة. وفي الشامية: وعبارة الحاوي إلّا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة ... إلخ. (شامي ج:۳ ص:۳۷، فصل في المحرمات، طبع سعيد كراچي).

اس کی اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوگی۔ [۱]

اگر بہو سسر پر زنا کا دعویٰ کرے تو حرمتِ مصاہرت!

سوال:... اگر ایک بہو اپنے سسر پر زنا کا دعویٰ کرے، اس پر حرمتِ مصاہرہ لازم آتی ہے یا کہ نہیں؟

جواب:... اگر شوہر اس کی تصدیق نہیں کرتا تو حرمتِ مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی۔ [۲]

کیا بیٹا باپ کی طرف سے ماں کو طلاق دے سکتا ہے؟

سوال:... اگر کسی عورت پر زِنا کا الزام عائد ہوتا ہے اور اس کا شوہر اس ملک میں موجود نہیں اور زِنا کے گواہ بھی موجود ہیں تو کیا اس کے بیٹے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ماں کو باپ کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے؟

جواب:... کوئی کسی کی طرف سے طلاق نہیں دے سکتا۔ [۳]

کیا ''تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے'' کہنے والے کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی؟

سوال:... دو شخص آپس میں ایک دِینی مسئلے پر تنازع کرتے ہیں اور ان میں سے ایک شخص دُوسرے کو غصّے کی حالت میں کہتا ہے: ''تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے'' اور اس بات کی دو تین بار تکرار کرتا ہے، اس شخص کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

جواب:... اس شخص کا یہ کہنا کہ: ''تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے'' شرعاً دُرست نہیں، اور یہ قول اس کا نہایت ناپسندیدہ اور داڑھی کی اہانت کا موجب ہے۔ اس لئے وہ سخت گنہگار ہوا، اس کو توبہ و اِستغفار کرنا چاہئے اور آئندہ کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے مکمل احتراز کرنا چاہئے۔ البتہ اس لفظ سے کفر لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوتی ہے، کیونکہ اس شخص کا مقصود داڑھی کی توہین نہیں۔

کسی کے پوچھنے پر شوہر کہے کہ ''میں نے طلاق دے دی ہے'' کیا طلاق ہوجائے گی؟

سوال:... میرے شوہر ہر بات پر یہ دھمکی دیتے تھے کہ: ''میں تمہیں طلاق دے دُوں گا، اور دُوسری شادی کرلوں گا'' یہ جملہ انہوں نے تقریباً ایک لاکھ دفعہ دہرایا ہوگا۔ ہر موقع پر ان کا یہی تکیہ کلام تھا، اس کے بعد انہوں نے مجھے میرے میکے بھیج دیا اور لوگوں

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنّة یوم القیامة۔ (الدر المنثور للسیوطی ج:۲ ص:۱۲۸ بیروت)۔

(۲) رجل قبّل إمرأة أبیه بشهوة أو قبّل الأب إمرأة إبنه بشهوة وهی مکرهة وأنکر الزوج أن یکون بشهوة فالقول قول الزوج وإن صدقه الزوج وقعت الفرقة ویجب المهر علی الزوج...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷٦، طبع رشیدیه)۔ أیضًا: وإن إدعت الشهوة ...... وأنکرها الرجل فهو مصدق لا هی۔ (الدر المختار، فصل فی المحرمات ج:۳ ص:۳۷ طبع سعید)۔

(۳) کما فی شرح التنویر: وأهله زوج عاقل بالغ مستیقظ۔ وفی الشامیة: احترز بالزوج عن سید العبد ووالد الصغیر۔ (شامی ج:۳ ص:۲۳۰، کتاب الطلاق، طبع ایچ ایم سعید)۔

سے کہنا شروع کردیا کہ: ''میں نے طلاق دے دی ہے، معاملہ ختم کردیا ہے'' ایک دو جگہ اس طرح بھی ہوا کہ کسی نے پوچھا کہ: تم کیا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ''طلاق!'' وہ مجھے واپس نہیں بلانا چاہتے اور طلاق دینا چاہتے ہیں، لیکن ان کی یہ کوشش ہے کہ میں طلاق کا مطالبہ کروں، تاکہ مجھے مہر معاف کرنا پڑے اور مہر ادا کئے بغیر ان کی خواہش کی تکمیل ہوجائے۔

جواب:... اگر کسی کے پوچھنے پر شوہر یہ کہہ دے کہ: ''میں نے طلاق دے دی ہے'' تو اس سے طلاق ہوجاتی ہے۔[1] آپ اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں دعویٰ کریں اور شہادتوں کے ذریعہ ثابت کریں کہ فلاں فلاں اشخاص کے سامنے اس نے طلاق کے الفاظ کہے ہیں۔ عدالت شہادتوں کی سماعت کے بعد طلاق کا فیصلہ دے دے گی اور آپ کا مہر بھی دِلادے گی۔

نکاح وطلاق کے شرعی اَحکام کو جہالت کی روایتیں کہنے والے کا حکم

سوال:... عید کے بعد سخت غصے کی حالت میں خاوند نے مجھ سے صاف صاف الفاظ میں اس طرح کہا: ''میری طرف سے تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو آج سے میری ماں کے برابر ہے'' جب غصہ اُترا تو کہنے لگے: ''غصے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی، اس کے لئے باقاعدہ درخواست دینا پڑتی ہے، جب کہیں طلاق ہوتی ہے۔'' میں نے اپنے ایک ہمسایہ سے پوچھا، اس نے کہا: اب تو تمہیں طلاق پڑچکی ہے۔ لیکن خاوند کسی طرح نہیں مانتا، میں نے قرآن شریف اور بہشتی زیور دِکھایا تو اس نے نعوذ باللہ بُرا بھلا کہنا شروع کردیا کہ یہ تو جہالت کے وقت کی روایتیں ہیں، آج پڑھا لکھا معاشرہ ہے، اس پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ ویسے میرا تو قرآن شریف اور حدیث پر پورا پورا ایمان ہے، لیکن یہ آدمی مجھے زبردستی گناہ کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رہا ہے، لیکن میں اِن شاء اللہ انجام کی پروا کئے بغیر ایسا نہ کروں گی چاہے میری حالت کچھ ہو۔

جواب:... طلاق غصے ہی میں دی جاتی ہے، ہنسی خوشی میں طلاق کون دیا کرتا ہے؟ غصے کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے،[2] اور زبانی طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔[3] اس شخص کا یہ کہنا کہ: ''یہ تو جہالت کے وقت کی روایتیں ہیں'' کلمۂ کفر ہے،[4] اس شخص کو اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔[5] اور آپ اس کے لئے بالکل حرام ہوچکی ہیں،[6] اس سے علیحدگی اختیار کرلیجئے۔

---

(۱) ولو قيل له طلقت إمرأتك فقال: نعم أو بلٰى بالهجاء طلقت، بحر۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۲۴۹، باب الصريح، طبع ایچ ایم سعید کمپنی)۔

(۲) ويقع طلاق من غضب ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۲۴۴ طبع ایچ ایم سعید)۔ أيضًا: ورده ابن السيد فقال: لو كان كذٰلك لم يقع على أحد طلاق، لأن أحدًا لَا يطلق حتّٰى يغضب۔ (بذل المجهود، كتاب الطلاق، باب فى الطلاق على الغيظ ج:۳ ص:۲۷۶)۔

(۳) وركنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلَالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية .... وأراد اللفظ ولو حكما ليدخل الكتابة المستبينة ...إلخ۔ (شامی ج:۳ ص:۲۳۰، كتاب الطلاق، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۴) رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة فردها وقال: چه بار نامه فتوى آورده، قيل يكفر لأنه رد حكم الشرع، وكذا لو لم يقل شيئًا لٰكن ألقى الفتوىٰ على الأرض وقال: اين چه شرع است، كفر۔ (عالمگیری ج:۲ ص:۲۷۲، طبع رشيديه)۔

(۵) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح۔ (شامی ج:۴ ص:۲۴۷، باب المرتد، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۶) وإن كان الطلاق ثلاثًا فى الحرة وثنتين فى الأمة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳)۔

طلاق مانگنے والی عورت کو طلاق نہ دینا گناہ ہے

سوال:... میرے اپنے شوہر کے ساتھ چار سال سے اِزدواجی تعلقات منقطع ہیں، ہم دونوں میں عمر کا بہت فرق ہے، شوہر کی بے روزگاری کی وجہ سے بھی اکثر لڑائی جھگڑے ہوتے تھے، بات طلاق تک آپہنچی، میں گزشتہ سات ماہ سے اپنے والدین کے ساتھ رہ رہی ہوں، بچے بھی میرے ساتھ ہیں، کئی مرتبہ طلاق کا مطالبہ کرچکی ہوں، لیکن وہ طلاق نہیں دیتے اور اُلٹا یہ کہتے ہیں کہ تجھے لٹکائے رکھوں گا، طلاق نہیں دُوں گا۔ ان حالات میں میرے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... آپ ان سے خلع لے لیں،[1] مرد کا عورت کو اس طرح رکھنا گناہ ہے، اس کو چاہئے کہ طلاق دیدے۔

سوتیلے باپ سے کہنا کہ ''میں تمہاری لڑکی کو طلاق دیتا ہوں'' کیا اس سے طلاق ہوجائے گی؟

سوال:... ہمیں معلوم یہ کرنا ہے کہ ایک شخص نے ایک ایسی خاتون سے شادی کی، جس کی پہلے شوہر سے ایک بیٹی تھی، اس لڑکی کو اس شخص نے پال پوس کر بڑا کیا اور وقت آنے پر اس کی شادی کردی، اس لڑکی اور اس کے شوہر میں کسی بات پر چپقلش ہوگئی، اور اس نے اس لڑکی کے سوتیلے والد کے سامنے یہ کہا کہ ''میں تمہاری لڑکی کو طلاق دیتا ہوں'' تو کیا ایسی صورت میں لڑکی کو طلاق ہوجائے گی؟ جبکہ وہ لڑکی حقیقتاً تو اس کی نہیں ہے، اس نے تو اس کو صرف پالا ہے، لڑکی تو اپنے حقیقی والد کی طرف منسوب ہے اور اس شخص نے اس کے سوتیلے والد کی طرف منسوب کرکے کہا ہے کہ تمہاری بیٹی لڑکی کو طلاق دیتا ہوں۔ اَز راہِ نوازش اس مسئلے پر ہماری رہنمائی کی جائے کہ شریعتِ اسلام اس کے متعلق کیا حکم لگاتی ہے؟

جواب:... چونکہ اس شخص نے اس لڑکی کو پالا ہے، اس لئے اس کی طرف نسبت کرکے یہ کہنا کہ ''میں تمہاری بیٹی کو طلاق دیتا ہوں'' صحیح ہے، اس سے طلاق ہوجائے گی، رہا یہ کہ کتنی طلاقیں ہوئیں، ایک، یا دو یا تین؟ اس کی تفصیل آپ نے لکھی نہیں، اگر اس شخص نے صرف یہی کہا تھا کہ ''میں تمہاری لڑکی کو طلاق دیتا ہوں'' اور نیت تین کی نہیں تھی تو ایک طلاقِ رجعی ہوئی، عدّت کے اندر بغیر نکاح کے رُجوع ہوسکتا ہے اور عدّت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔[2]

پہلی بیوی کی اِجازت سے دُوسری شادی کرنے والے کا پہلے سسرال کے مجبور کرنے پر پہلی بیوی کو طلاق دینا

سوال:... میری شادی کو تقریباً چار سال کا عرصہ ہو رہا ہے، میری دو بچیاں بھی ہیں، تقریباً ڈیڑھ دو سال سے میری بیوی بیمار رہنے لگی ہے، اسے نسوانی مرض ہے، بہت علاج معالجہ کروایا، لیکن اس کی صحت ٹھیک نہ ہوئی۔ اپنی بیوی کی رضامندی سے میں نے ایک

---

(۱) وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لّا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به لقوله تعالٰى: فلا جناح عليهما فيما افتدت به، فإذا فعل ذٰلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزوجها المال۔ (هداية، كتاب الطلاق ج:۲ ص:۴۰۴ باب الخلع)۔

(۲) قال إمرأته عمرة بنت صبيح طالق وإمرأته عمرة بنت حفص ولا نية له لا تطلق إمرأته فإن كان صبيح زوج أمّ إمرأته وكانت تنسب إليه وهى فى حجره فقال ذٰلك وهو يعلم نسب إمرأته أو لا يعلم طلقت إمرأته۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۸)۔

بیوہ خاتون سے دُوسرا نکاح کرلیا، لیکن جب میری پہلی بیوی کے ماں باپ کو معلوم ہوا کہ میں نے دُوسرا نکاح کرلیا ہے تو ان لوگوں نے بہت شور مچایا، اور لڑائی جھگڑا بھی ہوا، ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ میں اپنی دُوسری بیوی کو طلاق دے دُوں، نہیں تو وہ لوگ اپنی لڑکی یعنی میری پہلی بیوی کو اپنے گھر لے جائیں گے، یا پھر طلاق لے لیں گے، مگر میں نہ ایسا چاہتا ہوں اور نہ میری پہلی بیوی مجھے اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر اپنے ماں باپ کے گھر جانا چاہتی ہے۔

جواب:... پہلی بیوی کے ماں باپ کا مطالبہ بالکل غلط، حرام اور ناجائز ہے،[1] آپ دونوں بیویوں کو رکھیں لیکن میل برتاؤ میں دونوں کے ساتھ برابر کا سلوک کریں، ایک رات ایک کے گھر رہا کریں، اور دُوسری رات دُوسری کے گھر، اسی طرح نان و نفقہ میں برابری کریں، کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک نہ کریں۔[2]

سوال:... جب کچھ بات نہ بنی تو میں نے مجبوراً اپنے سسرال والوں کے کہنے پر اپنی دُوسری بیوی کو عدالت کے ذریعے طلاق دے دی، لیکن طلاق دینے سے پہلے نہ تو مجھے معلوم تھا اور نہ ہی میری بیوی نے بتایا تھا کہ وہ حمل سے ہے، ڈاکٹری معائنے سے پتا چلا کہ میری بیوی ایک ماہ کی حاملہ ہے۔ اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ طلاق نہیں ہوئی کیونکہ عورت حمل سے ہے۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تین ماہ تیرہ دن عورت کے ایام الگ الگ کاٹنے ہوں گے، اس درمیان میاں بیوی اِزدواجی زندگی نہیں گزار سکتے، اگر ایسا نہیں کیا گیا تو یہ حرام کاری ہوگی۔ مہربانی فرماکر میری رہبری کی جائے کہ کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... اگر آپ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی تو نکاح ختم نہیں ہوا، دونوں کو رکھ سکتے ہیں،[3] اور اگر تین طلاقیں دی تھیں تو نکاح ختم ہوگیا، جو حمل کی حالت میں تھی وہ بھی حرام ہوگئی، اس کے ساتھ بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا،[4] واللہ اعلم!

جوان عورت سے شادی کرکے پہلی بوڑھی بیوی کو طلاق دینا اور اولاد کو عاق کرنا

سوال:... میری شادی کو ۳۰ سال ہوگئے ہیں، میرے شوہر جن کی عمر اس وقت ۵۵ سال ہے، عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں، چار جوان بیٹے ہیں، میرے شوہر نے ایک جوان لڑکی سے شادی کرلی ہے جو کہ ان کی بیٹی کی عمر کی ہے۔ شادی کرنے کے بعد اس عورت کے کہنے میں آکر مجھے طلاق دے دی اور چاروں بچوں کو عاق کردیا۔ اسلام میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... میری بہن! آپ کے شوہر نے آپ پر بہت ظلم کیا، اور اپنے اُوپر بھی ظلم کیا، آپ صبر کریں، اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد پر پوری طرح قادر ہے، ظالم اور مظلوم کا فیصلہ قیامت کے دِن ہوگا۔

---

(۱) عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منّا من خبّب إمرأةً على زوجها أو عبدًا على سيده. رواه أبوداؤد. (مشكوة ص:۲۸۲، باب عشرة النساء، الفصل الثانی).

(۲) عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل إمرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. رواه الترمذی وأبوداؤد. (مشكوة ص:۲۷۹، باب القسم، الفصل الثانی).

(۳) والطلاق الرجعی لَا يحرم الوطی. (هداية، باب الرجعة ج:۲ ص:۳۹۹). أيضًا: وإذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها فی العدة وبعد إنقضائها. (هداية، باب الرجعة ج:۲ ص:۳۹۹، طبع شركت علميه ملتان).

(۴) "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (البقرة:۲۳۰).

بیوی اگر شوہر کے پاس مکہ میں رہنے کے لئے تیار نہ ہو اور طلاق دینی پڑے تو شوہر گناہگار تو نہیں ہوگا؟

سوال:... میری شادی ۲۴/۹/۱۹۸۴ء کو ہوئی تھی، مگر میری بیوی کچھ مدّت میرے ساتھ گزارنے کے بعد ایسی بگڑی کہ خدا کی پناہ! بہت بڑا جھگڑا ہوا، میں اسے اپنے ساتھ مکہ مکرمہ میں رکھنا چاہتا ہوں مگر وہ مکہ مکرمہ میں نہیں رہتی۔ اس بات کو تقریباً چھ سال گزر گئے۔ برادری نے بہت سمجھایا، مگر وہ نہیں مانی۔ آخرکار اسے ایک طلاق بھی دے دی، پھر برادری درمیان میں آئی، انہوں نے طلاق کو واپس کردیا جو میں نے واپس قبول کرلی، مگر بات وہی ہے مکہ نہیں آنا، طلاق بھی نہیں لینی، میرا خرچ دیا کرو جو اسے ۱۵۰۰ ماہوار دیتا ہوں۔ میں نے ۱۰/۷/۱۹۹۴ء کو سعودی عرب میں دُوسری شادی کرلی ہے، صرف اتنا جواب چاہئے کہ قیامت کے روز مجھے بازپُرس تو نہیں ہوگی؟ اگر ہوگی تو دونوں کو ہوگی؟ اس کی ہر خواہش پوری ہو رہی ہے، ۱۵۰۰ کے علاوہ اور بھی اِمداد دی جاتی ہے۔

جواب:... اگر آپ اس کے حقوق صحیح ادا کرتے ہیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں، چونکہ وہ آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ رہنے کے لئے تیار نہیں، اس لئے اس کے پاس رہنے کا جو حق آپ کے ذمہ لازم تھا، وہ اس نے خود چھوڑ دیا۔

طلاق دینے کے بعد حج وعمرے کا وعدہ کس طرح پورا کروں؟ نیز مکان کا کیا کروں؟

سوال:... میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، مسئلہ یہ ہے کہ میں نے طلاق سے قبل اس سے وعدہ کیا تھا کہ اسے حج یا عمرہ کراؤں گا، تو اَب طلاق کے بعد میں اسے کیسے عمرہ کرواسکتا ہوں؟

جواب:... اگر ایک طلاق دی تھی تو اس سے دوبارہ نکاح کرلیا جائے،[1] اور اگر تین طلاقیں دی تھیں تو اس کو حج یا عمرے کے لئے ساتھ نہیں لے جاسکتے۔

سوال:... جس مکان میں وہ خاتون رہتی ہے، آیا میں اس مکان کو وقف کردوں یا اپنے بچوں کے نام کردوں؟

جواب:... مکان اپنے نام رکھیں، اور رہائش کے لئے ان کو دے دیں۔

شوہر کی نافرمان اور ساس، سسر کو تنگ کرنے والی بیوی کو طلاق دینا

سوال:... ہمارے ایک عزیز کی شادی دس سال قبل ہوئی، ایک سال سے بھی کم عرصہ خوشگوار گزار کر بیوی کی طرف سے جھگڑا شروع ہوگیا، بہو اپنی ساس اور سسر، اور سسر کی ضعیف والدہ سب کی بے عزّتی وتوہین کا باعث بنی ہوئی ہے، اپنے خاوند کی سخت نافرمان ہے، قرآنِ کریم وچھٹی جماعت تک تعلیم یافتہ ہے، مگر تقریباً پورے عرصہ دس سال میں چند بار کے علاوہ باوجود کہنے سننے کے

---

(۱) وإن كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد إنقضائها۔ (هداية، باب الرجعة ج:۲ ص:۳۹۹، طبع شركت علميه ملتان)۔ وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمَة فلا تحل له من بعد حتّى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ثم يطلقها أو يموت عنها۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، طبع بلوچستان)۔

اس عورت نے نہ ہی قرآن مجید کھولا اور نہ نماز و روزے میں معمولی سی بھی دِلچسپی لی۔ اب کچھ دنوں سے وہ کہتی ہے میں اپنے کو مکان میں بند کرکے مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگالوں گی، یا یہاں سے نکل جاؤں گی۔ ایک دو بار مکان کے اندر سے کنڈی بہت ہی مشکل سے کئی گھنٹوں کی تکرار کے بعد کھلوائی، کئی بار ماچس کی ڈبیا اس سے چھینی، دو بچے ہیں، ان کا اس کو بالکل خیال نہیں، نہ ہی ان کی تعلیم اور نہ ہی ان کی صحت کا، معاملہ بہت ہی برداشت کی حد سے بڑھا ہوا ہے، اب خاوند اپنی جان و آن بچانے کے لئے اسے طلاق دیدے تو کیا شریعت اسے مجرم تو نہیں گردانے گی؟ جبکہ کئی سال تقریباً پانچ سال سے وہ اِزدواجی حقوق بھی ایک دُوسرے کے ادا نہیں کرتے، بیوی کی طویل عرصہ سمجھانے کے باوجود نافرمانیوں سے اب خاوند بھی اَزحد بیزار ہے، اس حال میں اَزحد پریشان حال خاوند کو شریعت کیا طلاق کی اجازت دیتی ہے؟

جواب:... اگر بیوی اس شوہر سے چھٹکارا چاہتی ہے تو اس غریب کو اتنے عرصے تک قید رکھنے کی ضرورت کیا تھی...؟ بہت عرصہ پہلے اس کو آزاد کردیا ہوتا، شریعت نے طلاق ایسے ہی حالات کے لئے تو رکھی ہے کہ جب کسی تدبیر سے بھی نبھاؤ کی صورت نظر نہ آئے تو اس بندھن کو توڑ دیا جائے۔ (۱)

طلاق نامے پر کونسلر کی تصدیق کے بغیر عورت کا دُوسری شادی کرنا

سوال:... ایک مرد نے اپنی عورت کو طلاق دی جسے ایک سال کا عرصہ ہوچکا ہے اور طلاق نامے میں یہ الفاظ تحریر ہیں کہ بعد عدّت عورت دُوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ طلاق نامہ ۶ روپے کے اسٹامپ پیپر پر تحریر ہے، جس پر مرد، عورت اور گواہان کے دستخط موجود ہیں۔ حکومتِ پاکستان کے قانون کے مطابق طلاق شدہ عورت اس وقت دُوسرا نکاح کرسکتی ہے جبکہ طلاق نامے پر علاقے کے کونسلر کے دستخط برائے تصدیق طلاق ہوں، اب اگر کونسلر دستخط کرنے کے لئے کچھ رقم طلب کرے یا دستخط کرنے سے اِنکار کرے تو کیا وہ عورت دُوسرا نکاح نہیں کرسکتی؟ اور کرسکتی ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:... یہ عورت عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، کونسلر کو طلاق نامے کی کاپی بھجوادی جائے، پھر خواہ وہ تصدیق کرے یا نہ کرے، دونوں صورتوں میں طلاق ہوچکی، کونسلر کو رِشوت دینے کی ضرورت نہیں۔

سوال:... کیا طلاق نامے پر لڑکے کا والد بطور گواہ کے دستخط کرسکتا ہے؟ کیا طلاق کے لئے شریعت میں والد کی لڑکے کے حق میں گواہی قابلِ قبول ہے؟

جواب:... لڑکے کا والد دستخط کرسکتا ہے، شریعت میں طلاق کے لئے گواہی شرط ہی نہیں، بغیر گواہوں کے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔

---

(۱) "وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهنّ فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهنّ بمعروف ولَا تمسكوهن ضرارًا لتعتدوا" (البقرة: ۲۳۱).

طلاق شدہ عورت سے تعلق رکھنے والے شوہر کا شرعی حکم

سوال:... میں اپنے شوہر کی دُوسری بیوی ہوں، پہلی کو طلاق ہوچکی تھی، اس کے بعد مجھ سے شادی ہوئی۔ شادی کو سات سال ہوچکے ہیں، لیکن میرے شوہر اپنی سابقہ بیوی سے اسی طرح ملتے ہیں، ساتھ تصویر کھنچواتے ہیں، خرچہ دیتے ہیں، اکثر راتیں اس کے گھر گزارتے ہیں، خریداری ہوتی ہے، گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ عورت بھی میرے شوہر کا نام ہی استعمال کرتی ہے، جبکہ طلاق ہوچکی ہے، ایسے مرد اور عورت کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

۲:... میرے شوہر شراب پیتے ہیں، اس کے علاوہ دُوسرا نشہ بھی کرتے ہیں، میں اگر کچھ کہتی ہوں تو کہتے ہیں کہ یہ میرا اور اللہ کا معاملہ ہے، میں تمہارے تو سب حقوق پورے کرتا ہوں۔ آپ بتایئے کہ ایسے شخص کی شریعت میں کیا سزا ہے؟

جواب:... غالباً آپ کے شوہر نے اپنی پہلی بیوی کو ایسی طلاق دی ہوگی جس کے بعد رُجوع ہوسکتا ہے، اور انہوں نے رُجوع کرلیا ہوگا۔ اس لئے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ پہلی بیوی کو جو طلاق دی تھی اس کی نوعیت کیا تھی؟ تب تک ان کے بارے میں کچھ کہنا صحیح نہیں۔

۲:... یہ تو صحیح ہے کہ یہ ان کا اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، لیکن اگر کسی تدبیر سے ان کو ان کبیرہ گناہوں سے بچانا ممکن ہو تو اس کی ضرور کوشش کرنی چاہئے، اور اگر کوئی بھی کوشش کارگر نہ ہو تو ان کے لئے دُعا ہی کرنی چاہئے۔[1]

کیا تین طلاق کے بعد تعلق ختم ہوگیا ہے؟ مہر کتنا ادا کرنا ہوگا؟ نیز وہ جو سامان لے گئیں، اُس کا کیا حکم ہے؟

سوال:... میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں، طلاق نامہ اور اخباری اِشتہار کی کٹنگ منسلک ہے، کیا طلاق ہوگئی؟ کیونکہ میرے سسرال والے مجھے اب بھی رُجوع کرنے پر زور دے رہے ہیں؟

۲:... حق مہر بیس سال پہلے دو ہزار روپے مقرّر ہوا تھا، کیا یہی ادا کرنا ہوگا؟

۳:... بیوی اپنے ساتھ کافی گھر کا سامان لے گئی ہے، جو تقریباً چالیس ہزار کا ہوگا، کیا یہ اسے لوٹانا ہوگا؟ اس کے علاوہ زیورات بھی تمام اس کے پاس ہیں۔

جواب:... آپ کی بیوی کو تین طلاقیں ہوگئی ہیں، اور اس کا آپ سے تعلق ختم ہوگیا،[2] اس کا مہر آپ کے ذمے ہے، وہ ادا

---

(۱) عن أبی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من رأی منکم منکرًا فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذٰلک أضعف الإیمان۔ (مشکوٰۃ ص:۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأوّل)۔

(۲) واما الطلقات الثلاث فحکمها الأصلی هو زوال الملک وزوال حل المحلیة أیضًا حتّٰی لَا یجوز له نکاحها قبل التزوّج بزوج آخر لقوله عز وجل: فإن طلّقها فلا تحل له من بعد حتّٰی تنکح زوجًا غیره۔ (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی حکم طلاق البائن ج:۴ ص:۴۰۳، طبع ایچ ایم سعید کراچی، أیضًا: عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، طبع رشیدیه)۔

کردیجئے[۱] اور جو سامان محترمہ ساتھ لے گئی ہیں، وہ اگر آپ کی ملکیت ہے تو ان کو واپس کرنا چاہئے، کیونکہ یہ حقوق العباد کا مسئلہ ہے۔[۲]

مرد طلاق کا اِختیار عورت کو سپرد کرسکتا ہے

سوال:... پاکستان میں مروّجہ عائلی قوانین کے مطابق بوقتِ نکاح جو نکاح فارم اِستعمال ہوتا ہے، اس میں مندرجہ ذیل الفاظ پر مبنی ایک شق نمبر ۱۸ درج ہے: ''آیا شوہر نے طلاق کا حق بیوی کو تفویض کردیا ہے، اگر کردیا ہے تو کون سی شرائط کے تحت'' آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ:

۱:...طلاق کے حق کا کیا مطلب ہے؟

۲:...فقہِ حنفی کے مطابق کیا ایسا حق خاوند کو بوقتِ نکاح بیوی کو تفویض کرنے کا حق ہے؟

۳:...اگر ایسا حق خاوند کو حاصل ہے اور بوقتِ نکاح بیوی کو یہ حق تفویض کردیتا ہے تو کیا بیوی اپنی صوابدید پر جب بھی حالات متقاضی ہوں، خاوند کے نام ایک رجسٹری خط یا نوٹس کے ذریعے دو گواہوں کی تصدیق کے ساتھ یہ حق اِستعمال کرسکتی ہے؟ اور کیا ایسی صورت میں وہ اپنے آپ کو قانونی طور پر طلاق یافتہ تصوّر کرسکتی ہے؟ اور کیا عدّت گزارنے کے بعد کسی رُکاوٹ کے بغیر دوبارہ نکاح کرسکتی ہے؟

جواب:...شریعت نے طلاق کا اِختیار مرد کو دِیا ہے،[۳] اور مرد یہ اِختیار کسی کو بھی دے سکتا ہے، ایک خاص وقت کے لئے بھی اور عام اوقات کے لئے بھی۔ پس اگر شوہر نے نکاح کے بعد طلاق کا اِختیار بیوی کو دِیا ہو تو یہ اِختیار دینا صحیح ہے۔[۴] لیکن عورتیں کم عقل بھی ہوتی ہیں، اور جذباتی بھی، اس لئے شریعت نے طلاق مرد کے سپرد کی ہے، عورت کو طلاق کا اِختیار نہیں دیا، اس لئے مرد کو اگر طلاق کا اِختیار بیوی کو تفویض کرنا ہو تو اس کے لئے ایسی شرطیں لگادینی چاہئیں کہ وہ جلد بازی میں کھیل نہ بگاڑ بیٹھے، واللہ اعلم!

---

(۱) وإذا خلا الرجل بإمرأته وليس هناك مانع من الوطي ثم طلقها فلها كمال المهر. (هداية، باب المهر ص:۳۲۵).

(۲) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال إمرىء مسلم إلّا بطيب نفس منه. (مشكوٰة، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ج:۱ ص:۲۵۵، طبع قديمي).

(۳) إنما الطلاق لمن أخذ بالساق. (فتح القدير، قبيل باب إيقاع الطلاق ج:۳ ص:۴۴ طبع دار صادر بيروت).

(۴) والرجل كما يملك الطلاق بنفسه يملك إنابة غيره فيه، ويجوز تفويض الطلاق للزوجة بالإجماع لأنه صلى الله عليه وسلم خيّر نساؤه بين المقام وبين مفارقته لما نزل قوله تعالىٰ: "يٰأيها النبي قل لأزواجك إن كنتنّ تردن الحيٰوة الدنيا وزينتها فتعالين أمتعكنّ وأسرحكنّ سراحًا جميلًا. فلو لم يكن لإختيارهن الفرقة أثر ولم لتخييرهن معنًى .(الفقه الإسلامي وأدلّته، كتاب الطلاق، التوكيل في الطلاق ج:۹ ص:۶۹۳۵، ۶۹۴۶، طبع دار الفكر، بيروت).

پرورِش کا حق

باپ کو بچی سے ملنے کی اجازت نہ دینا ظلم ہے

سوال:...زید اور اس کی بیوی کے درمیان طلاق ہوگئی، ان کی ایک بچی بھی ہے جس کی عمر تقریباً پونے دو سال ہے اور جو اپنی ماں کے پاس اپنے نانا کے گھر ہے۔ زید اپنی مطلقہ کو اَیامِ عدّت کا خرچ بھی دے چکا ہے، نیز بچی کی پرورِش کا خرچ بھی وہ بذریعہ منی آرڈر متعدّد بار بھیج چکا ہے جو کہ بچی کی ماں وصول نہیں کرتی، زید اپنی بچی سے ملنا چاہتا ہے جبکہ بچی کی ماں اور اس کے نانا بچی کو اپنے باپ سے قطعاً ملنے نہیں دیتے۔ تو شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا زید اپنی بچی سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:...باپ اپنی بچی سے جب چاہے مل سکتا ہے، اس سے نہ ملنے دینا ظلم ہے۔[1] غالباً ان کو یہ خطرہ ہوگا کہ باپ بچی کو نہ لے جائے اور ماں سے جدا نہ کردے، اگر ایسا اندیشہ ہو تو اس اندیشے کا تدارک کرنا چاہئے۔

اولاد پر پرورِش کا حق کس کا ہے؟

سوال:...میرے ایک رشتہ دار کی لڑکی کو حمل کی حالت میں اس کے شوہر نے تین طلاق دے دی ہیں، شرعاً تو طلاق ہوگئی ہے، مگر اس شخص کا ان بچوں پر حق ہے یا نہیں؟ اگر لڑکی کی پیدائش ہو تو اس پر ماں کا حق ہے یا باپ کا؟

جواب:...ماں کو لڑکوں کی پرورِش کا حق سات سال کی عمر تک ہے، اور لڑکی کی پرورِش کا حق بلوغ تک۔[2]

بچی کی پرورِش کا حق کس کا ہے؟

سوال:...ایک بچی جس کے ماں اور باپ دونوں کا اِنتقال ہوچکا ہو تو ننھیال والوں کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کو اپنے پاس

---

(۱) وإذا أرادت المطلقة أن تخرج بولدها من المصر فليس لها ذٰلك لما فيه من الإضرار بالأب ...إلخ۔ (هداية ج:۲ ص:۴۳۶، طبع شركت علميه ملتان، أيضًا: عالمگيرى ج:۱ ص:۵۴۳، فصل مكان الحضانة مكان الزوجين)۔

(۲) والحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتّٰى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى والأم والجدة ...... أحق بها بالصغيرة حتّٰى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۶۶)۔ لیکن مفتیٰ بہ قول نو سال کی عمر تک کا ہے۔ وقال فى الرد: قوله وبه يفتىٰ، قال فى البحر بعد نقل تصحيحه والحاصل ان الفتوىٰ علىٰ خلاف ظاهر الرواية۔ (شامى، باب الحضانة: ج:۳ ص:۵۶۷، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

رکھیں یا ددھیال والوں کا؟ بچی کی عمر پندرہ سال ہے، ددھیال میں صرف دادی اور ایک پھوپھو ہیں جبکہ ننھیال میں نانا، نانی اور ماموں وغیرہ ہیں۔

جواب:... پندرہ سال کی عمر ہونے کے بعد لڑکی عاقلہ بالغہ ہے، اس لئے لڑکی کو اختیار ہے خواہ ددھیال میں رہے یا ننھیال میں، مگر بظاہر ددھیال میں اس کا کوئی محرَم مرد نہیں، جبکہ ننھیال میں نانا اور ماموں اس کے محرَم ہیں، اس لئے اس کا ننھیال میں رہنا بہتر لگتا ہے۔[1]

طلاق کے بعد بچے کس کے پاس رہیں گے؟

سوال:... جب مرد عورت کو طلاق دے دیتا ہے تو اس کا بچوں سے بھی تعلق ختم ہوجاتا ہے، کیونکہ بچوں کو ماں جنم دیتی ہے، جب ماں سے ہی تعلق نہ رہا تو بچوں کی مرد کیسے دیکھ بھال کرسکتا ہے؟ کیا پتا کہ مرد بچوں کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟ بچے ماں کو یاد کریں گے کیونکہ بچوں کو ماں سے فطری طور پر محبت ہوتی ہے، ان پر کیا گزرے گی؟ اس کے علاوہ کیا اس کی دُوسری بیوی ان بچوں کی موجودگی پسند کرے گی؟ خاص طور پر نابالغ بچوں اور بچیوں کی، بصورتِ دیگر اگر بچے بڑے ہوکر اپنے باپ کے پاس رہنا پسند کریں تو ایسی صورت میں بچوں کی والدہ کی کیا اہمیت ہوگی؟ کیا وہ بچوں سے خاص کر لڑکوں سے محروم رہے گی؟ جن کو اُس نے پالا ہے۔

جواب:... طلاق ہوجانے کی صورت میں بچہ سات سال کی عمر تک اپنی ماں کے پاس رہے گا، اور اس کے بعد اس کا باپ اس کو لے سکتا ہے، کیونکہ تعلیم و تربیت کی ذمہ داری باپ کے ذمے ہے،[2] اور لڑکی نو سال تک اپنی ماں کے پاس رہے گی، بعد میں باپ اس کو لے سکتا ہے۔[3]

یتیم بچی کی پرورِش کا حق کس کا ہے اور کب تک؟

سوال:... جناب ہمارا ایک مسئلہ ہے کہ ہمارے بھائی مرحوم کی ایک بیٹی ہے، اس وقت اس کی عمر تقریباً ڈھائی سال ہے، بھائی کے انتقال کے بعد بچی کی والدہ اپنے میکے چلی گئی ہیں اور بچی کو بھی ساتھ لے گئی ہیں، اور ہم سے بچی کو ملاتی بھی نہیں ہیں، بچی کے ماشاء اللہ دادا، دادی، چچا اور پھوپھیاں سب حیات ہیں، ایسی صورت میں قانونی طور پر ہم بچی کو کتنے سال بعد حاصل کرسکتے ہیں؟ اگر شریعت کے مطابق بچی شروع میں والدہ کے پاس رہے گی تو بچی کم از کم کتنے سال کی ہونے کے بعد اپنے اصل وارثوں کے پاس

---

(۱) بلغت الجارية مبلغ النساء إن بكرًا ضمها الأب إلى نفسه إلّا وإذا دخلت في السن واجتمع لها رأى فتسكن حيث أحبت حيث لَا خوف. (درمختار، باب الحضانة، مطلب لو كانت الإخوة أو الأعمام غير مأمونين ص:۵۶۸).

(۲) والحضانة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتّٰى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب .... فإن أكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع إليه ولو جبرًا وإلّا لَا. وفي الشامية: ولو جبرًا أي إن لم يأخذه بعد الإستغناء أجبر عليه بالإجماع. وفي شرح المجمع: وإذا استغنى الغلام عن الخدمة أجبر الأب أو الوصي أو الولي على أخذه، لأنه أقدر على تأديبه وتعليمه. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۶۶، أيضًا: عالمگيرى ج:۱ ص:۵۴۳، فصل مكان الحضانة ...إلخ).

(۳) وغيرهما أحق بها حتّٰى تشتهي وقدر بتسع وبه يفتى .... وعن محمد ان الحكم في الأمّ والجدّة كذٰلك وبه يفتى لكثرة الفساد. (الدر المختار). والحاصل ان الفتوىٰ علٰى خلاف ظاهر الرواية. (شامى ج:۳ ص:۵۶۷).

آئے گی؟

۲:... اگر بچی کی والدہ کہیں اور شادی کرلیتی ہے تو ایسی صورت میں بچی کہاں رہے گی؟ اپنی نانی کے پاس یا اپنے اصل وارثوں کے پاس؟ اور اگر نانی حیات نہ ہو تو بچی کی پرورِش دادی، دادا یا چچاؤں سے اچھی تو اور کوئی نہیں کرسکتا، کیونکہ عورت کو اختیارِ کل حاصل نہیں ہے، بچی کی خالہ اپنی مرضی سے بچی کی پرورِش نہیں کرسکتی، کیونکہ اس کے اُوپر ایک مرد ہوتا ہے، جس کا بچی سے کوئی خونی رشتہ نہیں ہوتا، جبکہ چچا کو مکمل اختیار ہوتا ہے اور وہ اس کا خون ہے تو ایسی صورت میں بچی کہاں زیادہ مناسب رہے گی؟ جبکہ ماں شادی کرلیتی ہے، وہ بھی برادری سے باہر، اگر برادری کے اندر کرتی ہے تو اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

۳:... وہ لوگ تقریباً ایک سال سے بچی سے ملنے نہیں دے رہے ہیں، جبکہ بچی کی دادای کی حالت بہت خراب رہتی ہے اور ان کی خواہش ہے کہ بچی زیادہ وقت ان کے پاس رہے، اس سے ان کو سکون ملتا ہے، کیونکہ یہ بیٹے کی آخری نشانی ہے، اس صورت میں کیا وہ ظلم نہیں کر رہے، کیا وہ گناہ کے حقدار نہیں بن رہے، ایسے میں ہم کو اب کیا کرنا چاہئے؟ شروع میں بچی ہم نے ان کے حوالے کردی کہ یہ شریعت میں ہے کہ بچپن میں بچی ماں کے پاس ہی رہے گی، اس طرح کرنے سے یہ ماں پر ظلم ہوگا کہ بچی کو ہم رکھ لیں۔

جواب:... بچی نو سال کی عمر تک اپنی والدہ کے پاس رہے گی، اس کے بعد آپ لوگ اس کو لے سکتے ہیں۔ [1]

۲:... اگر بچی کی والدہ کسی ایسی جگہ شادی کرلیتی ہے جو بچی کے لئے اجنبی ہیں، بچی کے محرَم نہیں، تو اس کی والدہ کا حق پرورِش ختم ہوجائے گا، [2] اور بچی اپنی نانی کے پاس رہے گی، نانی نہ ہو تو اپنی خالہ کے پاس، وہ بھی نہ ہو تو اپنی دادی کے پاس۔ [3]

۳:... مناسب مدّت کے بعد بچی کی دادی اور دُوسرے عزیز اس کو دیکھ سکتے ہیں، بچی کی ماں کو، یا اس کی نانی کو حق نہیں کہ ان کو ملنے سے روکیں، [4] البتہ ماں کی یا نانی کی (بچی جس کی پرورِش میں ہو) رضامندی کے بغیر بچی کو اپنے گھر نہیں لاسکتے، جب تک کہ میعاد پوری نہیں ہوجاتی۔ [5]

۴:... بچی کی دادی کی خواہش لائقِ اِحترام ہے، مگر دادی کو یہ سوچنا چاہئے کہ جیسی اس کی خواہش ہے ویسی ہی بچی کی والدہ اور اس کی نانی کی بھی خواہش ہوگی، اس لئے صلح صفائی اور رضامندی سے اس معاملے کو طے کیا جائے تا کہ ماں اور نانی پر بھی ظلم نہ ہو۔

---

(۱) وغيرهما أحق بها حتّٰى تشتهي وقدر تسع وبه يفتٰى .... وعن محمد أن الحكم في الأمّ والجدة كذٰلك وبه يفتٰى لكثرة الفساد. (درمختار ج:۳ ص:۵۶۷، باب الحضانة، طبع ايچ ايم سعيد كراچي).

(۲) والحضانة يسقط حقها بنكاح غير محرمه أي الصغير. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۶۵).

(۳) وإذا أسقطت الأمّ حقها صارت كميتة أو متزوجة فتنتقل للجدة، بحر. وفي الشامية: أي تنتقل الحضانة لمن يلي الأمّ في الإستحقاق كالجدة إن كانت وإلّا فلمن يليها فيما يظهر. (شامي ج:۳ ص:۵۵۹، باب الحضانة).

(۴) ولَا يملك أحدهما إبطال حق الولد من كونه عند أمّه قبل السبع وعند أبيه بعدها. (شامي ج:۳ ص:۵۶۶). وفي السراجية: إذا سقطت حضانة الأمّ وأخذه الأب لَا يجبر على أن يرسله لها، بل هي إذا أرادت أن تراه لَا تمنع من ذٰلك. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۷۱، باب الحضانة).

(۵) وفي المجمع: ولَا يخرج الأب بولده قبل الإستغناء وعلله في شرحه بما فيه من الإضرار بالأمّ بإبطال حقها في الحضانة. (شامي ج:۳ ص:۵۷۰، باب الحضانة، أيضًا: عالمگيري ج:۱ ص:۵۴۳، فصل مكان الحضانة مكان الزوجين).

بچوں کی پرورِش کا حق

سوال:...میں نے اپنی بیوی کو بوجہ خلافِ شرع کاموں کی مرتکب ہونے کے طلاق دے دی، الفاظ یوں ادا کئے: ''میں نے اپنی بیوی کو جو میرے نکاح میں ہے، اس کو طلاق دی'' یہ جملہ تین مرتبہ دُہرایا تھا، کیا یہ طلاق ہوگئی ہے؟ مجھے اپنی بیوی کا مہر کتنے دن کے اندر اندر ادا کرنا چاہئے؟ میرے کم عمر بچے، بچی ایک ڈھائی سال کی، ایک ایک سال کی اسی کے پاس ہے، وہ ان کو کتنے عرصے تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے؟ کیا مجھے ان بچیوں کا خرچہ دینا پڑے گا؟

جواب:...آپ کی بیوی نکاح سے نکل گئی، نکاح ٹوٹ گیا، بیوی حرام ہوگئی، اب دوبارہ رُجوع یا تجدیدِ نکاح کی کوئی صورت نہیں۔[1] مہر واجب ہے جلد از جلد ادا کردینا چاہئے۔[2] لڑکیوں کو ماں اپنے پاس ان کے جوان ہونے تک (یعنی ۹ برس کی عمر تک) رکھ سکتی ہے،[3] البتہ اگر ماں کی اخلاقی حالت خراب ہو یا وہ بچیوں کے غیرمحارِم میں نکاح کرلے تو اس کا حقِ پرورِش ساقط ہوجائے گا۔[4] پرورِش کا خرچ ہر حال میں باپ کے ذمہ ہوگا۔[5]

بچہ سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا

سوال:...طلاق کی صورت میں بچوں کی پرورِش کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

جواب:...طلاق کے بعد بچہ سات سال کی عمر تک اپنی والدہ کے پاس رہتا ہے، اس کے بعد بچے کا والد اس کو لے سکتا ہے۔[6] اور لڑکی جوان ہونے تک والدہ کے پاس رہتی ہے، جوان ہونے کے بعد باپ اس کو لے سکتا ہے۔[7] نکاح کرانے کا اختیار اسی کو

---

(۱) وإن كان الطلاق ثلاثًا في الحرّة وثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگيری ج:۱ ص:۴۷۳).

(۲) ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۱۰۲).

(۳) والأمّ والجدة لأمّ أو لأب أحق بها بالصغيرة حتّٰى تحيض أى تبلغ في ظاهر الرواية ...... وقدر بتسع وبه يفتٰى. وفي الشامية: قال في البحر بعد نقل تصحيحه والحاصل ان الفتوىٰ علٰى خلاف ظاهر الرواية. (رد المحتار على الدر المختار، باب الحضانة: ج:۳ ص:۵۶۶، ۵۶۷).

(۴) والحضانة يسقط حقها بنكاح غير محرمه أى الصغير .... لما في القنية: لو تزوّجت الأمّ بآخر فأمسكته أمّ الأمّ في بيت الأب فللأب أخذه. (در مختار ج:۳ ص:۵۶۵). أيضًا: وإنما يبطل حق الحضانة لهؤلاء النسوة بالتزوج إذا تزوجن بأجنبي ...إلخ. (فتاوىٰ عالمگيرى، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة ج:۱ ص:۵۴۱).

(۵) ونفقة أولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كما لا يشاركه في نفقة الزوجة لقوله تعالٰى: وعلى المولود له رزقهنّ، والمولود لهُ الأب. (الهداية ج:۲ ص:۴۴۴ طبع ملتان).

(۶) والحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتّٰى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتي لأنه الغالب. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۶۶).

(۷) والأمّ والجدة لأمّ أو لأب أحق بها بالصغيرة حتّٰى تحيض أى تبلغ في ظاهر الرواية ...... وغيرهما أحق بها حتّٰى تشتهى وقدر بتسع وبه يفتٰى .... وعن محمد ان الحكم في الأمّ والجدّة كذٰلك وبه يفتٰى لكثرة الفساد. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۶۷).

ہے اور اگر فساد کا اندیشہ ہو تو باپ بچی کو ۹ برس کی مدّت کے بعد لے سکتا ہے۔[۱]

بیوہ اگر دُوسری شادی ایسی جگہ کرلیتی ہے جو بچوں کا نامحرَم ہے تو اُس کو پرورِش کا حق نہیں

سوال:... اگر عدّت کے بعد میرے مرحوم بیٹے کی بیوی شادی کرلیتی ہے تو میرے بیٹے کے بچوں کو کون پالے گا؟ میں تو بہت ضعیف ہوں اور کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔

جواب:... اگر بیوہ ایسی جگہ عقد کرلیتی ہے جو بچوں کے لئے نامحرَم ہے، تو اس کو بچوں کی پرورِش کا حق نہیں ہوگا،[۲] بلکہ نانی کو، خالہ کو، دادی کو، پھوپھی کو علی الترتیب پرورِش کا حق ہوگا۔[۳]

کیا بیوہ بچوں کو لے کر دُوسری جگہ جاسکتی ہے؟ نیز بیوہ کا مکان پر کیا حق ہے؟

سوال:... میری تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں، اور میرے شوہر کا اِنتقال ہوچکا ہے، پچھلے مہینے میرا چھوٹا بیٹا عجمان میں طویل بیماری کے بعد اِنتقال کرگیا، اس نے اپنے پیچھے دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ اس کی بیوہ اپنے بچوں کو لے کر سیالکوٹ چلی گئی ہے، میں اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ عجمان میں رہتی ہوں، اور اس کو میں نے اور میرے بڑے بیٹے نے بہت روکا، مگر وہ اپنے تینوں بچوں کو اور اپنا سب سامان وغیرہ لے کر چلی گئی ہے، میرے مرحوم بیٹے نے اپنی بیوی کے نام سیالکوٹ میں ایک گھر بنایا تھا، اور اس کی بیوی یہاں اسکول میں پڑھاتی ہے، میری بیوہ بہو کا کیا حق بنتا ہے کہ وہ الگ ہوکر رہے؟ جبکہ میرا بڑا بیٹا کہتا ہے کہ وہ اس کو اور اس کے بچوں کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے اور ان کا تمام خرچہ برداشت کرسکتا ہے، اور اچھی طرح دیکھ بھال کرسکتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ میرے بڑے بیٹے کے چھ بچے ہیں۔

جواب:... عدّت کے بعد شرعاً اس کو جانے کا حق تھا، اور بچے اگر چھوٹے تھے تو ان کو اپنی ماں کے پاس رہنا چاہئے۔[۴]

سوال:... میری بیوہ بہو کا مکان پر کیا حق ہے؟

---

(۱) بلغت الجارية مبلغ النساء إن بكر ضمها الأب إلى نفسه ... إلخ۔ (در مختار، باب الحضانة ج:۳ ص:۵۶۸)۔

(۲) والحضانة يسقط حقها بنكاح غير محرمه أي الصغير۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۶۵)۔

(۳) ثم أي بعد الأمّ بأن ماتت أو لم تقبل أو تزوّجت بأجنبيّ أمّ الأمّ وإن علت عند عدم الأهلية القربى ثم أمّ الأب وإن علت بالشرط المذكور .... ثم الأخت لأب وأمّ ثم لأمّ .... ثم الخالات كذٰلك أي لأبوين .... ثم العمّات كذٰلك ثم خالة الأمّ كذٰلك .... ثم العصبات بترتيب الإرث۔ (درمختار، باب الحضانة، مطلب في لزوم اجرة مسكن الحضانة ج:۳ ص:۵۶۲، ۵۶۳، أيضًا: عالمگیری ج:۱ ص:۵۴۱، الباب السادس عشر في الحضانة)۔

(۴) (الحضانة) تثبت للأمّ النسبية۔ (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۵۵، باب الحضانة، طبع سعيد كراچی)۔

جواب:...اگر آپ کے مرحوم بیٹے نے وہ مکان اپنی بیوی کے نام کردیا تھا تو مکان اسی کا ہے، اس میں دُوسرے کسی کا کوئی حق نہیں۔

سوال:...میرے مرحوم بیٹے کو یہاں سرکار سے کافی روپیہ ملا ہے، اس روپے پر میرا، میری تین بیٹیوں کا اور میرے بڑے بیٹے کا کتنا حق بنتا ہے؟

جواب:...اس روپے میں (اور مرحوم کے تمام ترکے میں) آپ کا (یعنی مرحوم کی والدہ کا) چھٹا حصہ ہے،(۱) بیوہ کا آٹھواں حصہ(۲) اور باقی تمام مرحوم کے بچوں کا ہے،(۳) بچوں کے ہوتے ہوئے مرحوم کے بھائی اور بہنوں کا کوئی حق نہیں۔

سوال:...کیا میرا بڑا بیٹا ان بچوں کو اس کی ماں سے لے سکتا ہے؟

جواب:...لڑکیوں کو جوان ہونے کے بعد اور لڑکوں کو سات سال کی عمر پوری ہونے پر لے سکتے ہیں۔(۴)

سوال:...میرے مرحوم بیٹے کے بچوں اور اپنا تمام خرچہ بیوہ خود اُٹھا رہی ہے، وہ کہتی ہے کہ میرے مرحوم شوہر کے بھائی اور بہنوں کا کوئی حق نہیں ہے۔

جواب:...میں اُوپر لکھ چکا ہوں کہ مرحوم کے بھائی اور بہنوں کا اس کے چھوڑے ہوئے مال میں کوئی حق نہیں ہے، ماں کا چھٹا حصہ ہے اور بیوہ کا آٹھواں حصہ، باقی سارا مال یتیموں کا ہے، جو اس کو کھائے گا وہ آگ کے انگارے کھائے گا۔(۵)

نوٹ:...یتیموں کے مال کی نگہداشت ان کے تایا کے ذمے ہے، مگر خود نہ کھائے، بلکہ بچوں پر خرچ کرے۔(۶)

گود لئے ہوئے بچے کو حقیقی بچے کے حقوق حاصل نہیں ہوتے

سوال:...جو بچہ گود لیا ہوا ہے، اس کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو کہ ایک حقیقی بچے کو ہوتے ہیں؟ اور کیا قانونی طور پر اسے وہی مراعات نہیں ملنی چاہئیں جو کہ ایک حقیقی بچے کو ملتی ہیں؟

---

(۱) "وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ" (النساء: ۱۱).

(۲) "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ" (النساء: ۱۲).

(۳) "يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" (النساء: ۱۱).

(۴) الأمّ والجدة أحق بالجارية حتّى تحيض .... الأمّ والجدة أحق بالغلام حتّى تستغني وقدر سبع سنين. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۴۲، باب الحضانة، طبع سعيد كراچی).

(۵) "إنّ الذين يأكلون أموال اليتمٰى ظلمًا إنّما يأكلون في بطونهم نارًا وسيصلون سعيرًا" (النساء: ۱۱).

(۶) وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة وهو كل من يعوله فدخل الأخ والعم عند عدم الأب لو في عيالهم. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۵ ص:۲۹۴، طبع ايچ ايم سعيد كراچی).

جواب:... گود لئے ہوئے بچے کو شرعاً حقیقی لڑکے لڑکی کے حقوق حاصل نہیں ہوتے، نہ اس سے نسب ثابت ہوتا ہے، نہ وراثت جاری ہوتی ہے۔ (۱)

لے پالک کا شرعی حکم

سوال:... بھائی، بہنوں کی اولاد جو لے کر پالی ہو، ان کے تعلق سے اپنی حقیقی اولاد کے ضمن میں پردے کا کیا حکم ہے؟ اور بیوی کی بھانجی، بھتیجی وغیرہ جسے بچپن سے اولاد کی طرح پالا ہو، اس سے پردہ کیا جائے یا نہیں؟ ان دونوں صورتوں میں بچوں کو بیوی کا دُودھ نہیں پلایا گیا۔

جواب:... لے پالک پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہوتا، (۲) اور اگر لے پالک بنانے سے پہلے وہ عورت کا محرَم ہو تو محرَم رہے گا، اور نامحرَم ہو تو نامحرَم رہے گا، بیوی کی بھانجی، بھتیجی شرعاً نامحرَم ہیں۔

لے پالک کی نسبت، حقیقی باپ کے بجائے پرورِش کرنے والے کی طرف کرنا صحیح نہیں

سوال:... کسی لاوارث شیرخوار بچے کو جس کے ماں باپ کا قطعی علم نہ ہو، گود لینا، اپنی بیوی کا دُودھ پلوانا اور اپنے بچوں کی طرح پرورِش کرنا، اس کا نام رکھنا اور ولدیت اپنی اِستعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب:... اپنی طرف اس کے نسب کی نسبت صحیح نہیں، (۳) باقی سب کچھ ٹھیک ہے۔

بچی کو دے کر واپس لینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... فدوی کو تقریباً ڈیڑھ سال قبل اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عنایت فرمائی، اس بچی کے علاوہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے تین لڑکے اور ایک لڑکی عطا فرمائی ہے۔ اس آخری بچی کی پیدائش کے وقت میری سگی بہن نے جو مجھ سے بڑی ہیں اور ان کے کوئی اولاد بدقسمتی سے نہیں، انہوں نے بچی کو خود گود لینے کی خواہش کی، میں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ بچی کی والدہ کو دُکھ ہوگا، اپنی رضامندی بہن کو بچی دینے میں کردی، حالانکہ بچی کی والدہ پر ایک قسم کی زیادتی تھی، بہرحال میں نے اپنی بہن کو بچی سپرد کردی۔

آج تقریباً ڈیڑھ سال ہو رہا ہے، درمیان میں ہمیں اس بات کا علم ہوتا رہا کہ بچی کو برابر دُودھ اور خوراک نہیں مل رہی ہے، ہم اس ذہنی کوفت کو بھی خدا کی مصلحت سمجھ کر برداشت کرتے رہے۔ ہمارے بہنوئی کو تقریباً ۵۰۰ روپے پنشن ملتی ہے، جس پر ان کا اور گھر کا گزارہ ہو رہا ہے، لیکن کچھ عرصہ قبل سے ہم میں کچھ اِختلافات ہوگئے، کسی تیسرے فریق کے بہکانے اور اُکسانے پر وہ ہم سے کافی بدظن اور مخالف ہوگئے، اور ہمیشہ کسی نہ کسی بات پر جھگڑا کرتے، اسی جھگڑے کے دوران اور ذہنی پریشانی کے باعث میں نے ان سے کہہ دیا اور تحریر میں بھی دے دیا کہ ہماری بچی کو ہمیں واپس دے دیں، جس پر انہوں نے بچی کی پرورِش کے عوض تقریباً ۳۲,۰۰۰

(۱) "وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ" (الأحزاب:۴)۔

(۲) أيضًا۔

(۳) "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ" (الأحزاب:۵)۔

روپے کا مطالبہ کردیا اور کہا کہ یہ رقم ہمیں ایک ہفتے کے اندر ادا کردیں اور اپنی بچی کو لے جائیں، اور ساتھ ہی کونسلر کو بھی ہمارے بہنوئی نے درخواست دی کہ ہم بچی کو واپس مانگ رہے ہیں اور خرچہ نہیں دے رہے ہیں، اور یہ دلیل پیش کی کہ وہ دِل کے مریض ہیں، اگر بچی کو واپس دے دیا تو میرے دِل پر خطرناک اثر ہوسکتا ہے، جس پر کونسلر صاحب نے دباؤ کے تحت پہلے تو فیصلہ ان کے حق میں دے دیا، پھر ہماری اپیل پر یہ فیصلہ دیا کہ جو فریق اس فیصلے پر ناراض ہے وہ عدالت سے رُجوع کرسکتا ہے۔

نوٹ ۱:... اگر بچی کو واپس دیتے ہیں تو ان کے دِل پر اثر پڑتا ہے، اور ساتھ ہی وہ متذکرہ بالا رقم ادا کرکے بچی کو واپس لیں تو دِل پر اثر نہیں ہوتا۔

۲:... بچی کو دیتے وقت کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی لکھا پڑھی ہوئی تھی، اب ہمیں دِین اور سنت سے دریافت کرنا ہے کہ:

سوال:... کیا ہم بچی کو واپس لے سکتے ہیں؟

جواب:... بچی آپ کی ہے، اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ بچی کی پرورش صحیح نہیں ہو رہی تو واپس لے سکتے ہیں۔

سوال:... واپس لے سکتے ہیں تو کس صورت میں؟ کتاب و سنت کے مطابق ان کو پرورش کے عوض کتنا معاوضہ ہمیں ادا کرنا ہوگا؟

جواب:... شرعاً آپ کے ذمے کوئی معاوضہ نہیں، جو خرچ انہوں نے کیا، اپنی خوشی سے کیا، معاوضے کے لئے نہیں کیا۔[1]

سوال:... کتاب و سنت کے مطابق اگر ان کو کہا جائے اور وہ نہ مانیں تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ برائے مہربانی ان سب باتوں کا جواب ہمیں شرعی لحاظ سے تحریر کریں، ہم ممنون ہوں گے۔

جواب:... اگر کوئی شخص شریعت کے فیصلے کو نہ ماننے میں اس کو کیا کہہ سکتا ہوں...!

یتیم کی تعریف، نیز کیا چالیس سالہ بھی یتیم ہوگا؟

سوال:... یتیم کی تعریف کیا ہے؟ مطلب یتیم اگر چالیس سال کا بھی ہے تو اس کو وہی رعایت حاصل ہوگی جو ایک بارہ سال کے بچے کو حاصل ہے؟

جواب:... یتیم اس نابالغ بچے (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) کو کہتے ہیں جس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اُٹھ گیا ہو۔ حدیث میں ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں رہتی، بعد میں اگر کسی کو یتیم کہا جاتا ہے تو مجازاً کہا جاتا ہے۔[2]

---

(۱) لا رجوع فیما تبرع عن الغیر۔ (قواعد الفقه، رقم القاعدة: ۲۵۱، طبع صدف پبلشرز، کراچی)۔

(۲) قال علی ابن أبی طالب: حفظت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یتم بعد إحتلام ...إلخ۔ (سنن أبی داوٗد، کتاب الوصایا ج:۲ ص:۴۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

یتیم کی عمر کی حد کیا ہے؟

سوال:... میرے قریب میں ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً ۲۰ یا ۲۱ سال ہے، جس کے والد اور والدہ دونوں کا اِنتقال ہوچکا ہے، لڑکا ایک کمپنی میں ملازمت بھی کرچکا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ میں یتیم ہوں، یہ لڑکا اپنے عزیز کے پاس رہتا ہے، ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ لڑکا یتیم ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جبکہ وہ جوان ہے اور ملازمت، محنت مزدوری کرسکتا ہے تو شریعت کی رُو سے وہ اس عمر کو پہنچنے کے باوجود یتیم ہے؟ آپ سائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں گے کہ شریعت نے یتیم کے زُمرے میں آنے کی عمر کی کیا حد مقرّر کر رکھی ہے؟

جواب:... حدیث میں ہے کہ: ''بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں'' (ابوداؤد)۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے بالغ ہونے کے بعد اس پر یتیمی کے اَحکام جاری نہیں ہوتے۔ (۱)

(۱) قال علی ابن أبی طالب: حفظت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا یتم بعد إحتلام ... إلخ. (سنن أبی داؤد، کتاب الوصایا ج:۲ ص:۴۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

نان ونفقہ

اولاد کی پرورِش کی ذمہ داری والد کی ہے

سوال:... میرے والد نے میری والدہ کو اس وقت طلاق دی، جب میں ڈیڑھ سال کا تھا، اب میری عمر ۲۴ سال ہے، میری پرورِش میری والدہ اور نانا نے کی تھی۔ میرے والد صاحب کا کہنا ہے کہ شریعت کی رُو سے آپ کی پرورِش میری ذمہ داری نہیں۔ کیا واقعی شریعت کی رُو سے میرے والد پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی؟ اور اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:... اولاد کی پرورِش کی ذمہ داری والد پر ہے، آپ کے والد کا کہنا غلط ہے، آپ ان کی جائیداد میں بھی وارث ہیں۔[1]

بچے کا خرچہ باپ کی حیثیت سے اُس کے ذمے لازم ہے

سوال:... ایک عورت کو طلاق ہوگئی، گیارہ ماہ کا ایک لڑکا عورت کے پاس ہے، وہ عورت، مرد سے زائد از حیثیت رقم برائے خرچے کا مطالبہ کرتی ہے، اور بچے کو اس کے باپ سے ملانے، ملاقات کروانے سے قطعی اِنکار کردیا ہے، شرعی حیثیت سے اس عورت کا کیا فرض ہے؟ برائے مہربانی جلد تحریر کریں، کیونکہ بچہ باپ سے بہت مانوس ہے اور اس کی صحت کو خطرہ ہے۔

جواب:... بچے کا خرچ باپ کی حیثیت کے مطابق باپ کے ذمے لازم ہے،[2] اور بچے کو دیکھنا اور اس سے ملنا باپ کا حق ہے، ماں اس سے نہیں روک سکتی۔[3]

---

(۱) "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (البقرة:۲۳۳). يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" (النساء:۱۱).

(۲) "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (البقرة:۲۳۳). وقوله: بالمعروف أى بالمتعارف فى عرف الشرع من غير تفريط ولَا إفراط. ثم بيّن الله تعالىٰ أن الإنفاق على قدر غنى الزوج ومنصبها من غير تقدير مُدٍّ ولَا غيره بقوله تعالىٰ: لَا تُكلَّف نفس إلّا وسعها. (تفسير القرطبى ج:۳ ص:۱۶۳، طبع بيروت). وأيضًا: ونفقة أولَاد الصغار على الأب .... لقوله تعالىٰ: وعلى المولود له رزقهن، والمولود له الأب. (الهداية ج:۲ ص:۴۴۴، باب النفقة، طبع ملتان). وأيضًا: تجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثىٰ والجمع الفقير ...إلخ. (الدر المختار، باب النفقة ج:۳ ص:۶۱۲، طبع سعيد).

(۳) ولَا يملك أحدهما إبطال حق الولد من كونه عند أمّه قبل السبع وعند أبيه بعدها. (شامى، باب الحضانة، مطلب لو كانت الإخوة أو الأعمام ...إلخ ج:۳ ص:۵۶۶، طبع ايچ ايم سعيد كراچى).

شوہر کے گھر نہ رہنے والی بیوی کا نان و نفقہ کس کے ذمے ہے؟

سوال:... بیوی اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر اکثر اپنے میکے میں رہتی ہے، کیا اس کا خرچہ اور بچوں کا خرچہ وغیرہ شوہر کے ذمے ہوگا یا نہیں؟ جبکہ شوہر کے بار بار کہنے کے باوجود بھی اس کے گھر میں نہیں رہتی، اگر آتی ہے تو بھی ایک دو دِن میں کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے واپس اپنے والدین کے پاس چلی جاتی ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... اگر وہ بلاوجہ شوہر کے ساتھ رہنے سے گریزاں ہے تو وہ ''ناشزہ'' ہے، اور نان و نفقہ کی مستحق نہیں، لیکن اگر شوہر خود گھر پر نہ ہو اور بیوی کو گھر پر رہنے کے لئے مجبور کرے تو عورت بےقصور ہے۔[1]

بچوں سمیت شوہر کی مرضی کے بغیر میکے بیٹھنے والی کا خرچ شوہر کے ذمے نہیں

سوال:... میری بیوی مع دو بچوں کے میکے میں جابیٹھی ہے، جس میں نہ تو میری مرضی ہے نہ خوشی، پانچ سال تک جدہ میں رہی، حج وغیرہ کیا، اس کے بعد چلی گئی، وہ نہ جدہ آنا چاہتی ہے، نہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے، اس کے صاف الفاظ یہ ہیں کہ مجھے تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزارنی ہے۔ میں اس کو طلاق نہیں دینا چاہتا، کیونکہ بچوں کا مستقبل ہے۔ اس کو خلع کا حق ہے، لکھ دیا خلع لے لو، خلع بھی نہیں لیتی، بچوں کی کیفیت بھی نہیں دیتی، فون کرنے پر بات نہیں کرتے، کیا مجھ پر بیوی کے اور بچوں کے اِخراجات کا ذمہ ہوگا؟ جبکہ میں نے کئی ڈرافٹ بھی بھیجے جو کہ واپس کردیئے گئے، ایسی صورت میں میرے لئے اور میری بیوی کے لئے کیا اَحکام ہیں؟

جواب:... آپ کے ذمے بیوی کا خرچ نہیں،[2] اور چونکہ بچے بھی اس کی تحویل میں ہیں، لہٰذا ان کا خرچ بھی آپ کے ذمے نہیں، اِلَّا یہ کہ عدالت سے خرچ مقرّر ہوجائے۔

بلاوجہ ماں باپ کے ہاں بیٹھنے والی عورت کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں

سوال:... میری بیوی عرصہ ۷ ماہ سے اپنے والدین کے گھر ناراض ہوکر بیٹھ گئی ہے، اور میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کا خرچہ اور بچوں کا خرچہ مسلسل بھیج رہا ہوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ آخر کب تک بھیجتا رہوں گا، کیونکہ نہ ان کو میری فکر ہے اور نہ ہی لڑکی کے ماں باپ کو یہ فکر ہے کہ اپنی لڑکی کو شوہر کے پاس بھیجیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا مجھ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کو خرچ وغیرہ بھیجتا رہوں یا نہیں؟

جواب:... بیوی شوہر سے نان و نفقہ وصول کرنے کی اس وقت تک مستحق ہے جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر آباد ہو، اگر وہ شوہر کی

---

(۱) وان نشزت فلا نفقة لها حتّٰى تعود إلٰى منزله. (هداية، باب النفقة ج:۲ ص:۴۳۸، طبع مكتبه شركت علميه ملتان). أيضًا: وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتّٰى تعود ...إلخ. (الدر المختار مع الرد، باب النفقة، مطلب لَا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير ج:۳ ص:۵۷۶، أيضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۱۹۴، باب النفقة، طبع بيروت).

(۲) وان نشزت فلا نفقة لها حتّٰى تعود إلٰى منزله. (عالمگيری، الباب السابع عشر فی النفقات ج:۱ ص:۵۴۵). أيضًا: والنفقة لَا تصير دَينًا إلّا بالقضاء أو الرضاء. (الدر المختار مع الرد، مطلب لَا تصير النفقة دَينًا إلّا بالقضاء أو الرضاء ج:۳ ص:۵۹۴، طبع ايچ ايم سعيد كراچی، أيضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۲۰۳، باب النفقة، طبع بيروت).

اجازت ومنشاء کے بغیر بلاوجہ اپنے میکے میں جا بیٹھے تو وہ شرعاً "ناشزہ" (نافرمان) ہے، اور ناشزہ کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں۔ (۱)

بچے کے اخراجات

سوال:... خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بیوی کے اصرار پر لڑکا جو کہ طلاق کے وقت پانچ ماہ کا تھا بیوی کے حوالے کردیا، اب جب لڑکا چھ سال کا ہوگیا ہے تو خاوند نے کہا کہ بچہ مجھے دے دو، اس پر بیوی نے مقدمہ کیا کہ یا تو بچہ میرے پاس رہے یا یہ کہ چھ سال بچے کی پرورش کا خرچہ مجھے دے جو کہ بیس ہزار روپے ہے۔ کیا باپ کے ذمہ ان گزشتہ سالوں کا خرچ دینا لازمی ہے؟ جبکہ بیوی نے دُوسری شادی بھی کرلی ہے۔

جواب:... بچے کا خرچ اس کے باپ کے ذمہ ہے، اس کا فرض تھا کہ بچے کے اخراجات ادا کرتا، اور اگر اس نے ادا نہیں کئے تو بچے کی ماں وصول کرنے کی مجاز ہے۔ (۲)

مطلقہ عورت کے لئے عدّت میں خوراک ورہائش کس کے ذمہ ہے؟

سوال:... مطلقہ عورت نان ونفقہ وخوراک، لباس، مکان، علاج ومعالجے کے لئے کتنی رقم پانے کی مستحق ہے؟ کیا برادری والے اس قضیہ کا تصفیہ کرسکتے ہیں؟

جواب:... مطلقہ عورت کو طلاق دہندہ کے گھر میں عدّت گزارنا لازم ہے، (۳) اور وہ عدّت پوری ہونے تک طلاق دہندہ کی جانب سے رہائش اور نان ونفقہ کی مستحق ہے، (۴) اور اس کی مقدار کا تعین مرد کی حیثیت کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا جانا چاہئے۔

عدّت کے دوران مطلقہ عورت کا نان ونفقہ شوہر کے ذمے ہے

سوال:... مطلقہ نان ونفقہ (خوراک، لباس، مکان، علاج) کے لئے کتنی رقم پانے کی مستحق ہے؟ کیا برادری والے اس قضیہ کا تصفیہ کرسکتے ہیں؟

---

(۱) لَا نفقة لأحد عشر: مرتدة، ومقبلة ابنه وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتّٰى تعود. (الدر المختار، باب النفقة ج:۳ ص:۵۷۶ طبع سعيد). وأيضًا: وإن نشزت فلا نفقة لها حتّٰى تعود إلٰى منزله ...إلخ. (عالمگيرى، الباب السابع عشر في النفقات، ج:۱ ص:۵۴۵، أيضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۲۰۳، باب النفقة، طبع بيروت).

(۲) ونفقة أولَاد الصغار على الأب .... لقوله تعالٰى: وعلى المولود له رزقهن، والمولود له الأب ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۴۴۴ طبع ملتان). لیکن اگر باپ کی مرضی یا قضاءِ قاضی کی بنا پر خرچ کیا ہے تو مطالبے کا حق ہے، ورنہ نہیں۔ دیکھئے: كفاية المفتي ج:۶ ص:۴۲۵، طبع دارالاشاعت کراچی۔

(۳) وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه ولَا يخرجان منه ...إلخ. وفي الشامية: هو ما يضاف إليها بالسكنٰى قبل الفرقة ولو غير بيت الزوج ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۳ ص:۵۳۶ مطلب الحق أن على المفتي ان ينظر في خصوص الوقائع، فصل في الحداد).

(۴) المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنٰى كان الطلاق رجعيًّا أو بائنًا أو ثلاثًا حاملًا كانت المرأة أو لم تكن، كذا في فتاوىٰ قاضيخان. (عالمگيرى ج:۱ ص:۵۵۷، طبع رشيديه كوئٹه).

جواب:... مطلقہ عورت عدّت پوری ہونے تک طلاق دہندہ کی جانب سے رہائش اور نان ونفقہ کی مستحق ہے،[۱] اور اس کی تعداد کا تعین دونوں کی حیثیت کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا جانا چاہئے۔[۲]

کیا چار سال سے بچے کا خرچ ادا نہ کرنے والے سے نسب ثابت نہیں ہوگا؟

سوال:... چار سال کے دوران وہ کبھی بچے کو دیکھنے نہیں آیا، نہ ہی بچے کے لئے خرچ دیا، بچے کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟ بچہ اس کا ہوگا یا میرا؟

جواب:... بچے کا نسب اس کے باپ سے ثابت ہے، اور بچے کا خرچ اس کے باپ کے ذمے ہے۔[۳]

طلاق دینے والا مطلقہ کو کیا کچھ دے گا؟ اور بچہ کس کے پاس رہے گا؟

سوال:... میاں بیوی میں طلاق ہوجاتی ہے، ان کا ایک بچہ ہے جو تقریباً ایک سال کا ہے، وہ کس کے پاس رہے گا، باپ کے پاس یا ماں کے پاس؟ اس کے علاوہ خاوند بیوی کو کیا کچھ دے گا؟

جواب:... مذکورہ صورت میں شوہر پر پورا مہر ادا کرنا لازم ہے[۴] (اگر پہلے ادا نہ کیا ہو یا عورت نے معاف نہ کردیا ہو)، اس کے علاوہ مطلقہ کو ایک جوڑا دینا مستحب ہے،[۵] اور عدّت کے دوران کا نان ونفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے،[۶] اس کے علاوہ شوہر کے ذمہ کوئی چیز نہیں۔ بچہ سات برس کی عمر تک اپنی ماں کے پاس رہے گا، سات سال کے بعد باپ اس کو لے سکتا ہے، اور لڑکی جوان ہونے تک اپنی والدہ کے پاس رہے گی اس کے بعد باپ کے پاس۔[۷]

---

(۱) وإذا طلق الرجل إمرأته فلها النفقة والسكنٰى فى عدتها رجعيًّا كان أو بائنًا. (هداية، كتاب الطلاق، باب النفقة ج:۲ ص:۴۴۳، طبع مكتبه شركت علميه ملتان، أيضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۲۱۶، طبع بيروت).

(۲) قال فى البحر: واتفقوا علٰى وجوب نفقة الموسرين إذا كانا موسرين، وعلٰى نفقة المعسرين إذا كانا معسرين، وإنما الإختلاف فيما إذا كان أحدهما موسرا والآخر معسرًا .... فإن كان موسرًا وهى معسرة فعليه نفقة الموسرين وفى عكسه نفقة المعسرين. وأما على المفتى به فتجب نفقة الوسط فى المسألتين وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة. (شامى ج:۳ ص:۵۷۴ مطلب لَا تجب على الأب نفقة زوج ...إلخ، طبع ايچ ايم سعيد كراچى).

(۳) "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (البقرة:۲۳۳). وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثٰى والجمع الفقير. (الدر المختار، باب النفقة ج:۳ ص:۶۱۲ طبع سعيد).

(۴) وفى الدر المختار: وتجب (أى المهر) .... عند وطئ أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما، أو تزوج فى العدة. وفى الشامية: وإذا تأكد المهر بما ذكر لَا يسقط بعد ذالك وإن كانت الفرقة من قبلها، لأن البدل بعد تأكده لَا يحتمل السقوط إلّا بالإبراء. (رد المحتار على الدر المختار ج:۳ ص:۱۰۲، كتاب النكاح، باب المهر، أيضًا: عالمگيرى ج:۱ ص:۳۰۳ كتاب النكاح، طبع رشيديه كوئٹه).

(۵) وتستحب المتعة لكل مطلقة ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۳۲۶، طبع شركت علميه ملتان).

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

(۷) والحضانة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتّٰى يستغنى عن النساء، وقدر بسبع وبه يفتٰى لأنه الغالب .... والأم والجدّة .... (أحق بها) بالصغيرة حتّٰى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية ...إلخ. (الدر المختار ج:۳ ص:۵۶۶).

بیوی کا نان ونفقہ اور اقارب کے نفقات

سوال:...عرض یہ ہے کہ ازدواجی رشتہ فقہ کی رُو سے "جدی" ہے یا "رحمی"؟ وضاحت سے سمجھائیے، جدی اور رحمی رشتے کے طرفین پر کیا حقوق ہیں؟ مرد کی ماہانہ کمائی اس کا اثاثہ ہوتا ہے، دورِ حاضر کی بیوی کل اثاثہ کی خود کو حق دار اور مختارِ کل متصوّر کرتی ہے، اور شوہر کو اس کے جدی حقوق کی تکمیل میں مختلف طریقوں سے رُکاوٹیں کھڑی کردیتی ہے جس کی وجہ سے مرد سخت گنہگار رہتا ہے۔ فقہِ حنفیہ کی روشنی میں پوری وضاحت سے سمجھایا جائے کہ شوہر کے ماہانہ اثاثے کے وارث اور حق دار جدی رشتے سے معمر والدین اور حقیقی بہن بھائی غیرشادی شدہ ہیں یا بربنا رحمی رشتہ بیوی کے والدین اور ان کی اولاد ہیں؟

جواب:...میاں بیوی کا رشتہ نہ جدی ہے، نہ رحمی، دونوں سے الگ ازدواجی رشتہ ہے۔ شوہر کے ذمہ بیوی کا نان ونفقہ ہے،[1] اور دیگر اہلِ قرابت کے حقوق بھی مرد کے ذمہ ہیں۔[2] اگر بیوی ان حقوق کی ادائیگی سے مانع نظر آتی ہے تو یہ اس کی کم ظرفی و بے دِینی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ایک بڑے درجے کے اِمام، محدّث، فقیہ اور مجاہد ہوئے ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ: "عورتوں کا وہ فتنہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے، یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے لئے قطع رحمی کا سبب بنتی ہیں، اوران کو معمولی رذیل پیشوں کا محتاج کرتی ہیں۔" اس لئے جس عورت کا شوہر اس کے نان ونفقہ کے حقوق ادا کر رہا ہو، اس کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ اسے اپنے والدین اور عزیز واقارب کی مالی خدمت سے روکے۔ رہا عزیز رشتہ داروں کے حقوق کا تعین، تو یہ مسئلہ کافی تفصیل طلب ہے، اس کا اُصول اور ضابطہ میں عرض کئے دیتا ہوں۔ اگر والدین یا دُوسرے رشتہ دار خود غنی ہوں تو ان کی مالی کفالت آپ کے ذمہ نہیں، اور اگر وہ نادار ہوں تو ان کی کفالت کا بار حصہ رسدی ان لوگوں پر آتا ہے جو ان کے مرنے کے بعد وارث ہوں، مثلاً: آپ کا کوئی عزیز نادار ہے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ خدانخواستہ اس کا انتقال ہوجائے تو اس کی وراثت کا کتنا حصہ آپ کو ملے گا؟ بس اس کے مصارف کا اتنا حصہ ہی آپ کے ذمہ واجب ہے،[3] اور اس سے زیادہ محض احسان ہے۔

عدّت کے دوران بیوہ کا خرچہ ترکے سے منہا کرنا

سوال:...عدّت کے دوران بیوہ کا خرچہ ترکے میں سے منہا کیا جائے گا یا نہیں؟ یا خرچہ کون دے گا؟

جواب:...عورت کی عدّت کا خرچ اس کے ترکے کے حصے سے کیا جائے گا، میّت کے مال سے نہیں۔[4]

---

(۱) النفقة واجبة للزوجة علٰی زوجها مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها إلٰی منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها ...إلخ. (هداية، كتاب الطلاق، باب النفقة ج:۲ ص:۴۳۷، طبع مكتبه شركت علميه ملتان).

(۲) وعلى الرجل أن ينفق علٰی أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوه في دينه ...إلخ. (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة ج:۲ ص:۴۴۵، أيضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۲۲۳، طبع بيروت).

(۳) ويجب ذٰلك علٰی مقدار الميراث ويجبر عليه لأن التنصيص على الوارث تنبيه علٰی إعتبار المقدار. (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة ج:۲ ص:۴۴۷).

(۴) لَا نفقة للمتوفّٰی عنها زوجها .... لأن النفقة تجب شيئًا فشيئًا ولَا ملك له بعد الموت فلا يمكن ايجابها في ملك الورثة. (هداية، كتاب الطلاق، باب النفقة ج:۲ ص:۴۴۳، ۴۴۴، أيضًا: البحر الرائق ج:۴ ص:۲۱۷، طبع بيروت).

تین طلاق کے بعد عدّت کے دوران مطلقہ کا نان نفقہ شوہر کے ذمے ہے

سوال:...تین طلاقیں دینے کے بعد کیا شوہر پر مطلقہ کا نان نفقہ اور دیگر اِخراجات دینا لازم ہیں؟ اگر بیوی دُوسرے مرد سے شادی کرے تو پھر کیا صورت ہوگی؟

جواب:...تین طلاق کے بعد مطلقہ کا نان ونفقہ طلاق دینے والے شوہر کے ذمے واجب ہے، جب تک کہ عدّت پوری نہ ہوجائے۔[1] عدّت پوری ہونے کے بعد اس کے ذمے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ اور عورت عدّت پوری ہونے تک دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔[2]

یتیم لڑکی پر چھوٹے بھائیوں کی کتنی ذمہ داری ہے؟

سوال:...ایک یتیم لڑکی نے اپنے چھوٹے بھائیوں کے کمانے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے دس برس کی سخت محنت وجدوجہد کرکے اپنے گھر کو ایسا بنایا کہ اعلیٰ ترین رہائشی علاقے میں لاکھوں روپے کے فلیٹ میں جملہ آسائشیں مہیا کردیں، مثلاً: فون، کاروبار، دیگر لوازمات، اور بھائیوں کو بھی مناسب ذریعہ معاش پر لگانے کی پوری کوشش کی، لیکن بھائیوں نے بہن کی ذاتی زندگی وخواہشات کو نظرانداز کرکے اپنی ذاتی زندگی کے لئے مصروفیات اِختیار کرلیں، مثلاً: اپنے لئے لڑکی پسند کرکے اس کے ساتھ گھومنا پھرنا، اور اپنے فرائض کو اتنی خوش اُسلوبی وجانفشانی سے انجام نہ دینا جیسا بہن ابھی تک کر رہی ہے، ایسی صورت میں جبکہ بہن کا برسوں کا طے شدہ رِشتہ موجود ہو، لیکن بہن کا اپنی شادی کو محض اس لئے ٹالنا کہ وہ مزید محنت کرکے ایک آرام دہ بنگلہ بنانا چاہتی ہے اور اسے یہ خوف بھی ہے کہ اس کی شادی کے بعد بھائی شاید اس معیارِ زندگی کو قائم نہ رکھ سکیں، یا وہ شاید بنگلہ نہ بناسکیں، یہ کیسا طرزِ عمل ہے؟ اور اس خوف سے بہن کا اپنی شادی کو ٹالنا کہ اعلیٰ انتظامات وجہیز ہو تو مصنوعی عزّت کا بھرم رہے گا، چاہے بہن کی زندگی روزافزوں برباد ہوتی رہے، یہ اعلیٰ معیارِ زندگی کی ہوس کیسی ہے؟ کہ بھائیوں کی بے حسی نے بہن کی صحت کو ۲۵ برس کی عمر میں تباہی کے قریب لاکھڑا کیا ہے، گویا وہ محرومی اور مایوسی کی چلتی پھرتی تصویر ہے، یعنی ایسی حالت کہ عورت اپنے جذبات کو مردہ محسوس کرنے لگے، صرف یہ سوچ کہ اب جو خوشی ہے وہ صرف بھائیوں کے لئے ہے، کیونکہ میں نے اپنی زندگی کا مقصد پورا کردیا، اور باقی زندگی بھائیوں کے لئے وقف کردی، چاہے وہ کچھ کریں یا نہ کریں، جبکہ بھائیوں کی عمریں ۲۵ سے اُوپر ہیں جو مرد کی معاشی زندگی کے بھرپور اِستعمال کا وقت ہے۔

جواب:...معیارِ زندگی کو اُونچا کرنے کی تو کوئی حد نہیں، اس بہن نے اِیثار وقربانی سے بھائیوں کی پرورش کی، اب اس کے ذمے بھائیوں کی کوئی ذمہ داری نہیں، اس کو اپنا عقد کرکے عزّت کی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ بھائیوں کو عقل آئے گی، وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کریں گے۔

---

(۱) وإذا طلق الرجل إمرأته فلها النفقة والسكنٰى فى عدتها رجعيًا أو بائنًا۔ (هداية، كتاب الطلاق، باب النفقة ج:۲ ص:۴۴۳)۔

(۲) وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلًا ...إلخ۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۵۱۶ كتاب الطلاق، باب العدة)۔ أيضًا: ولَا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذالك المعتدة ...إلخ۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۲۸۰، كتاب النكاح، الباب الثالث، طبع رشيديه كوئٹه)۔

عائلی قوانین

قرآن کا قانون اور دو شادیاں

سوال:... آج کل اسلامی قانون اور شریعت پر بہت کچھ کہا اور لکھا جارہا ہے، نوجوان پریشان ہیں کہ اسلامی قانون کیا ہے؟ اسلامی قانون سے کسی کا نقصان ہوگا یا فائدہ؟ عائلی قوانین کیا ہیں؟ اور کیا قرآنی عائلی قوانین نافذ ہونے سے عورتوں کے حقوق سلب ہوجائیں گے؟ مغرب زدہ عورتیں، دُوسری شادی کے کیوں خلاف ہیں؟ اور کیا دُوسری شادی کرنے سے پہلی کے حقوق ختم ہوجاتے ہیں؟ حالانکہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ مرد کے دُوسری شادی کرنے سے پہلی عورت کو بہت فائدے ہوتے ہیں۔ میرے اپنے رشتہ دار ہیں جن کی دو بیویاں ہیں، اور دونوں خوشحال ہیں، ایک دُوسرے سے خوش ہیں۔ آخر یہ چند خواتین کیوں اس ملک کو زِناکاریوں کا اَڈّا بنانا چاہتی ہیں؟ کیونکہ مسائل اتنے ہیں کہ عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور بہت سے گھروں میں لڑکیاں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہورہی ہیں، اور وہ اِزدواجی خواہشات پر کب تک قابو رکھیں گی؟ اور ہر لڑکی تو ایسا نہیں کرسکتی، اور کرے گی بھی تو آخر وہ انسان ہے، ایک نہ ایک دن بہک سکتی ہے، جن کے یہاں لڑکیاں زیادہ ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کوئی شادی شدہ شریف محنتی شخص ملے، مگر آپ کی یہ عورتیں پہلی عورت کو دُوسری عورت کے خلاف کر رہی ہیں، یہ کہتی ہیں کہ یہ عورتوں کے حقوق کی بات کرتی ہیں، وہ دُوسری بھی عورت ہی ہے۔ بات تو تب ہے کہ مرد دو تین چار شادیاں کرے، مگر دونوں کو برابر حقوق دے، تو معاشرے میں جو جنسی بُرائی پھیل رہی ہے، وہ کم ہوگی، اگر ایسا نہ ہوا تو پاکستانی معاشرہ بھی یورپ کے معاشرے سے کم نہ ہوگا...!

جواب:... اسلامی قانون سے مراد اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ وہ قانونِ رحمت ہے جو نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بنی نوعِ انسان کو عطا کیا گیا، اور جس کی تفصیلات فقہائے اُمت نے مدوّن کیں۔ یہ قانونِ اِلٰہی سراپا رحمت و عدل ہے، جس پر حکیمِ مطلق نے اِنسانی نفسیات کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اور اسی قانونِ رحمت پر عمل کرنے کی برکت سے ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو رَشکِ ملائکہ ہے۔ آج بھی اگر اس قانون کو اپنی خواہشات کی آمیزش کے بغیر ٹھیک ٹھیک نافذ کردیا جائے تو دُنیا حقیقی عدل و اِنصاف کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

''عائلی قوانین'' ان سیاہ قوانین کو کہا جاتا ہے کہ جو چند بیگمات کی رضاجوئی کے لئے سابق صدر ایوب خان نے اس ملک پر مسلط کئے، جن کی متعدّد دفعات قرآن و سنت کے صریح خلاف ہیں، اور جو اس ملک کے لئے لعنت و غضبِ اِلٰہی کے موجب ہیں۔

جہاں تک دُوسری شادی کا تعلق ہے، ہمارے معاشرے میں اس کا رِواج نہ ہونے کے برابر ہے، ہزار دو ہزار میں کوئی ایک

آدمی ایسا ہوگا جس نے کسی مجبوری میں دُوسری شادی کی ہو۔ اہلِ عقل ایسے شاذ و نادر واقعات پر عمومی پابندی کا قانون نہیں بنایا کرتے۔ مغرب زدہ بیگمات کو اَصل چڑ قرآنِ کریم کے اس اِرشاد سے ہے کہ مرد بوقتِ ضرورت چار تک شادیاں کرسکتا ہے، ان بیگمات کو نہ خواتین کے حقوق یا ان کی پریشانیوں کے حل سے کوئی دِلچسپی ہے، نہ ان کو ان ہزاروں والدین کی پریشانی کا اِحساس ہے جن کی جوان بیٹیاں رِشتوں کے اِنتظار میں سر کے بال سفید کر رہی ہیں، ان کو ضد ہے تو بس یہ کہ قرآنِ کریم نے مردوں کو بوقتِ ضرورت چار شادیاں کرنے کی اجازت کیوں عطا کردی ہے؟ جبکہ ان کے مغربی خداؤں کے نزدیک اس کی اِجازت نہیں۔

جہاں تک معاشرے میں جنسی انارکی، عریانی و فحاشی اور بے راہ روی پھیلنے کا تعلق ہے، ان ''خواتینِ مغرب'' کو اس سے قطعاً کوئی پریشانی نہیں، بلکہ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ خود اس کی داعی ہیں۔ وہ دِل سے چاہتی ہیں کہ مشرقی معاشرہ بھی مغرب کے نقشِ قدم کی پیروی کرے، اور جو کچھ مغرب میں ہو رہا ہے، وہ سب کچھ مشرق میں بھی ہوا کرے۔ اور مشرقی عورت، عفت و عصمت، شرم و حیا اور پردہ و ستر کے تمام اوصاف کو خیرباد کہہ دے۔ جو مرد طبعاً عورت کو تماشائے بزم بنانا چاہتے ہیں، وہ ان بیگمات کی سرپرستی کر رہے ہیں، اور ناقصات العقل یوں سمجھتی ہیں کہ مغرب گزیدہ لوگ تو ان کے خیرخواہ ہیں اور اللہ و رسول ان کے دُشمن ہیں۔ اس لئے یہ بڑے گھروں کی خواتین اسلامی قانون سے خائف اور ترساں و لرزاں رہتی ہیں، اور موقع و بے موقع اسلامی قانون کے خلاف اِحتجاج کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ کاش! اللہ تعالیٰ ان کو اِیمان و عقل کی دولت سے نوازدیں تو ان کو معلوم ہو کہ وہ کس جنت کو چھوڑ کر، کس جہنم کی دعوت دے رہی ہیں...!

کیا پاکستان کے عائلی قوانین میں طلاق کا قانون دُرست ہے؟

سوال:... پاکستان کے بعض اخبارات و رسائل میں مختلف قانونی مسائل پر قانون داں حضرات سوال کنندگان کو آئینِ پاکستان کی روشنی میں مشورے دیتے ہیں، جن میں سے ایک حساس مسئلہ طلاق کا بھی ہے، جو شوہر حضرات اپنی بیوی کو کسی بھی وجہ سے براہِ راست زبانی یا تحریری تین طلاقیں ایک ساتھ دیتے ہیں اور بعد میں پچھتا کر رُجوع کے خواہاں ہوتے ہیں، تو انہیں یہ وکلاء مشورہ دیتے ہیں کہ اِزدواجی زندگی جاری رکھیں، کیونکہ قانونِ پاکستان میں طلاق دینے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے اُس کے مطابق چونکہ یہ طلاق نہیں دی گئی ہے اس لئے طلاق نہیں ہوئی۔ آئینِ پاکستان میں طلاق دینے کا جو طریقۂ کار دَرج ہے، وہ کچھ یوں ہے کہ طلاق دینے والا شوہر پہلے اپنے علاقے کے کونسلر کو اس بات کا ۹۰ دِن کا نوٹس دے کہ وہ اپنی بیوی کو فلاں فلاں وجوہات کی بنا پر طلاق دیتا ہے، اور اس کی ایک کاپی وہ اپنی بیوی کو بھی بذریعہ رجسٹرڈ اے ڈی بھجوائے۔ اس نوٹس کے ملتے ہی کونسلر شوہر اور بیوی دونوں کے نام اپنی طرف سے خطوط جاری کرے گا کہ وہ اس سے ایک مقرّرہ تاریخ اور وقت پر اس کے آفس میں آکر مل لیں تاکہ ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کی، طرفین کی شکایات سن کر وہ کوشش کرسکے۔ اگر بیوی کونسلر کے دفتر آکر ہی نہ دے یا طرفین کے درمیان سمجھوتہ نہ ہوسکے اور ۹۰ دِن گزر جائیں تو میاں بیوی کے درمیان طلاق واقع ہوجائے گی۔ قانونِ پاکستان میں موجود اس طریقۂ کار ہی کو طلاق دینے کا واحد طریقۂ عمل گردان کر ہمارے قانون داں، شوہر کی جانب سے بیوی کو ''راست'' زبانی یا تحریری ایک ساتھ تین طلاق کو بھی طلاق تسلیم نہیں

کرتے ہیں اور یہی نکتہ ان کے رُجوع کے مشورے کی بنیاد ہے۔ قانونِ پاکستان کی عمر تین عشروں سے بھی کم ہے، جبکہ طلاق سے متعلق اَحکامِ خداوندی آج سے ۱۵ صدی قبل قرآن مجید کی صورت میں اُمتِ مسلمہ کے لئے ساری دُنیا اور ہر دور کے لئے نازل ہو چکے ہیں، اس لئے براہِ کرم رہبری فرمائیے کہ:

۱:... آیا قانونِ پاکستان میں درج طلاق کا طریقۂ کار قرآن وسنت کی روشنی میں ''واحد'' طریقۂ کار ہے یا نہیں؟

۲:... اس کے حوالے سے ہمارے وکلاء کا راست تین طلاق دینے والے شوہروں اور ان کی مطلقہ بیویوں کو رُجوع کا قانونی مشورہ دُرست ہے یا نہیں؟

۳:... کیا ایک ساتھ تین طلاقیں غصّے، ناچاقی، مذاق یا کسی شرط کے پوری نہ ہونے پر (جیسے شوہر بیوی سے کہے کہ اگر تمہاری والدہ کے گھر کا کوئی فرد تم سے ملنے میرے گھر آئے گا تو تم پر تین طلاقیں) دینے سے حتمی طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

۴:... کیا شوہر بیوی کو اگر ''راست'' زبانی یا تحریری ایک ساتھ تین طلاق دیتا ہے تو یہ واقع ہوں گی یا نہیں؟

جواب:... پاکستان میں جو عائلی قانون نافذ ہے، یہ ایوب خان کے زمانے میں نافذ کیا گیا، اس وقت سے آج تک علمائے کرام مسلسل بتارہے ہیں کہ یہ قانون اسلامی شریعت کے خلاف ہے، اور ایک ساتھ تین طلاق دینے سے تین واقع ہوجاتی ہیں[1]، اور بیوی حرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوجاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ اربعہؒ اور جمہور اکابرِ اُمت نے قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی سے یہی سمجھا ہے۔ پاکستان کا قانون اس کے خلاف ہے۔ پس جو لوگ اکابرِ اُمت کی تشریح کے مطابق قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور اللہ ورسول پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو تین طلاق کے بعد حرمتِ مغلّظہ کے ساتھ بیوی کو حرام سمجھیں کہ نہ ایسی بیوی سے رُجوع جائز ہے اور نہ دُوسرے شوہر کے گھر آباد ہونے کی شرط کے بغیر دوبارہ نکاح ہی ہوسکتا ہے۔[2] اور جو لوگ ایوب خان کے قانون پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنا خمیازہ مرنے کے بعد قبر اور حشر میں خود بھگت لیں گے۔ وہاں میں بھی دیکھ لوں گا کہ ان لوگوں کو ایوب خان کا قانون اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب اور عذاب سے کس طرح بچاتا ہے...! آپ کے سارے سوالوں کا جواب تو اسی تحریر میں آگیا، تاہم ان کا نمبروار جواب بھی عرض کرتا ہوں۔

۱:... پاکستان کا قانون غلط اور شریعت کے خلاف ہے، اور اس پر عمل کرنے والے خدا کے مجرم ہیں، کسی کا قانون اللہ کے حرام کو حلال نہیں کرسکتا۔

۲:... ان کا قانونی مشورہ شرعاً غلط ہے، اور یہ وکلاء بھی قیامت کے دن خلافِ شرع مشورہ دینے کی وجہ سے پکڑے جائیں گے۔

---

(۱) وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث .... وقد ثبت النقل عن أكثرهم صريحًا بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف، فماذا بعد الحق إلّا الضلال۔ وعن هٰذا لو حكم حاكم بأنها واحدة لم ينفذ حكمه لأنه لَا يسوغ الْإجتهاد فيه فهو خلاف لَا إختلاف۔ (رد المحتار ج:۳ ص:۲۳۳، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۲) فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ'' (البقرة: ۲۳۰)۔

۳:...تین طلاقیں خواہ غیرمشروط ہوں یا کسی شرط سے معلق ہوں، شرعاً تین ہی شمار ہوتی ہیں، ان کے بعد رُجوع کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

۴:...جی ہاں! ہرصورت میں تین واقع ہوجاتی ہیں۔

عائلی قوانین کا گناہ کس پر ہوگا؟

سوال:...ایک سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:''اَیوب خان (سابق صدرِ پاکستان) کے عائلی قوانین کے مطابق کونسلر صاحب کو طلاق کی اطلاع دینا ضروری ہے، اور شوہر تین طلاق کے بعد بھی اپنی بیوی سے بذریعہ کونسلر مصالحت کرسکتا ہے جبکہ تین طلاق کے بعد مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔'' اگر مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تو پھر ہمارے اسلامی ملک میں یہ غیرِاسلامی قانون کیوں نافذ ہے؟ موجودہ دور میں کونسلر بھی موجود ہیں اور یقیناً اس قانون پر عمل درآمد بھی ہورہا ہوگا، اور بہت سے لوگوں کو قانون کے سائے میں گناہ کی زندگی کی طرف راغب کیا جارہا ہوگا، اس گناہ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا ہم پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ اس قانون کے نفاذ اور مقاصد کا جائزہ لیتے ہوئے یا تو اسلامی سانچے میں اس قانون کو ڈھلوائیں یا پھر اس کو ختم کروائیں۔ جہاں تک میری ناقص رائے کا تعلق ہے تو اَیوب خان (سابق صدرِ پاکستان) کے عائلی قوانین کا صرف ایک مقصد سمجھ میں آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طلاق کے بڑھتے ہوئے رُجحان کو روکا جاسکے، یقیناً یہ ایک بُری لعنت ہے لیکن بُرائی کا خاتمہ بُرائی سے کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ اگر عائلی قوانین کے نفاذ کا مطلب طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکنا تھا تو کیا اسے اس طرح نافذ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ہر شخص کو اس بات کا پابند کردیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے کونسلر کو مطلع کرے تاکہ طلاق دینے کی وجوہات معلوم کرکے دونوں فریقوں میں مصالحت کی کوشش کروائی جاسکے۔ یقیناً اس طرح طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکا جاسکتا ہے۔

جواب:...آپ کی تجویز بہت مناسب ہے۔ دراصل حضراتِ علمائے کرام کی طرف سے اَیوب خان (سابق صدرِ پاکستان) کو بھی اچھی اچھی تجاویز پیش کی گئی تھیں اور موجودہ حکومت کو بھی پیش کی جاچکی ہیں، لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ عائلی قوانین، جس میں اسلامی اَحکام کو بالکل مسخ کردیا گیا ہے، اب تک پاکستان پر مسلط ہیں۔ بلکہ شرعی عدالت کے دائرۂ اِختیار سے بھی خارج ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کی کافر حکومت مسلمانوں کے عائلی قوانین کو مسخ کرنے کی جرأت نہیں کرسکی، لیکن پاکستان میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں اسلامی قوانین کی مٹی پلید کی گئی ہے۔ اب یہ ارکانِ اسمبلی کا فرض ہے کہ وہ خدا کے غضب سے ڈریں اور اس خلافِ اسلام قانون کو منسوخ کرائیں۔

خلافِ اسلام قوانین میں عوام کیا کریں؟

سوال:...جمعہ مورخہ ۳۰؍اگست کے جنگ میں آپ نے عائلی قوانین کے بارے میں لکھا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ ایوب خان کا قانون ہے، اور یہ قانون اسلامی شریعت کے خلاف ہے، اور یہ کہ جو لوگ ایوب خان کے قانون پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنا خمیازہ مرنے کے بعد قبر اور حشر میں خود بھگت لیں گے۔ پہلی بات تو یہ کہ ڈکٹیٹرشپ کی مارشل لائی حکومت جبر کی حکومت ہوتی ہے، حوالے کے

لئے تینوں مارشل لا کی حکومتوں کا مارشل لا ریگولیشن نمبرا دیکھ لیں کہ یہ کیسی جبر کی حکومت ہے، جبکہ قرآن کہتا ہے کہ دِین میں جبر نہیں، تو ڈکٹیٹرشپ کی جبر کی حکومت اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ ایک ڈکٹیٹر نے غیر اِسلامی عائلی قوانین مارشل لا کے ڈنڈے سے قوم پر ٹھونس دیئے، دُوسرے ڈکٹیٹر نے جو کہ کھلا فاسق، فاجر، شرابی اور زانی تھا، اس نے آدھا پاکستان ختم کردیا۔ تیسرے ڈکٹیٹر نے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مارشل لا کے ڈنڈے سے انگریزی نظامِ قانون میں زکوٰۃ آرڈی نینس، عشر آرڈی نینس اور حدود آرڈی نینس کے پیوند لگادیئے، گویا اسلامی قانون کو انگریزی قانون اور انگریزی نظامِ قانون کی بیساکھیوں کی ضرورت ہے، جبکہ غیراللہ کے قانون سے اختیار حاصل کرکے حکم نافذ کرنا شرک ہے۔ ہم نے انگریزی قانون اور انگریزی نظامِ قانون کو ۵۰ سال سے سینے سے لگا رکھا ہے، جبکہ انگریزی قانون اور انگریزی نظامِ قانون کے بجائے اللہ کا قانون اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہئے۔ ہم زبان سے کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہوگئی، لیکن نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قانون اور نظام کو ترک کرکے انگریزی قانون اور نظام اپنائے ہوئے ہیں، اور تیسرے ڈکٹیٹر نے تو حد ہی کردی کہ اسلامی قانون کے آرڈی نینس بنابناکر انگریز کے قانون کے تابع کردیا۔ ان ڈکٹیٹروں نے جو قانون اسلام کے نام پر مسلط کردیئے ہیں، ان قوانین کے مطابق اس وقت پاکستان میں یہ مضحکہ خیز قانونی صورت ہے کہ ڈکٹیٹرِ اوّل کے حدود آرڈی نینس کو اِسلامی قانون کا شاہکار کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو آپ نے جیسا فرمایا، تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اور بیوی حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجاتی ہے، اور ایسی بیوی سے نہ رُجوع جائز ہے اور نہ دُوسرے شوہر کے گھر آباد ہونے کی شرط کے بغیر دوبارہ نکاح ہی ہوسکتا ہے۔

جناب محترم یوسف صاحب! آپ چاہے کتنا ہی کہتے رہیں کہ اس طرح طلاق ہوگئی اور میاں بیوی ایک دُوسرے پر حرام ہوگئے، مگر ڈکٹیٹر سوئم کا حدود آرڈی نینس آپ کی بات نہیں مانتا۔ حدود آرڈی نینس کہتا ہے کہ اگر ڈکٹیٹرِ اوّل کے غیر اِسلامی عائلی قوانین کی شرائط یعنی کونسلر کے دفتر آنا، اس کا طلاق کا سرٹیفکیٹ جاری کرنا وغیرہ، میں سے ایک شرط بھی پوری نہیں ہوئی اور ایسی عورت دُوسرا نکاح کرلیتی ہے، جبکہ وہ عورت آپ کی بتائی ہوئی شرعی طلاق کی تمام شرائط پوری کرچکی ہوتی ہے، تو وہ عورت اور وہ مرد جس سے اس نے دُوسرا نکاح کیا ہے، دونوں حدود آرڈی نینس کے تحت زنا کے مرتکب ٹھہرائے جاتے ہیں اور کوڑوں کی سزا کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ کئی سال پہلے یہ کیس لاہور ہائی کورٹ میں فیصلہ ہوا۔ واضح رہے کہ پاکستان کی عدالتیں انگریزی نظامِ قانون کی عدالتیں ہیں، نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالتیں نہیں ہیں۔ یہ فیصلہ کہ ایک مرد نے شرعی طور پر طلاق تو دی لیکن غیر اِسلامی عائلی قوانین کی شرائط پوری نہیں کیں، جبکہ عورت کو اس نے بتایا کہ عائلی قوانین کی شرائط اس نے پوری کردی ہیں، جب عورت نے دُوسرا نکاح کرلیا جو کہ شرعی طور پر صحیح تھا تو اس پہلے مرد نے یا کسی اور نے شوشا چھوڑا کہ عائلی قوانین کی فلاں شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے کونسلر نے طلاق ہوجانے کا سرٹیفکیٹ جاری نہیں کیا ہے، چنانچہ حدود آرڈی نینس کے تحت وہ عورت اور اس کا دُوسرا شوہر زنا کے مرتکب پائے گئے اور ان کو کوڑوں کی سزا سناکر جیل میں ڈال دیا گیا۔

بھلا ہو عبدالستار ایدھی اور ان کی بیگم بلقیس ایدھی کا کہ انہوں نے اس ظلم کے خلاف جہاد کیا اور ان میاں بیوی کو نجات ملی،

لیکن یہ مضحکہ خیز صورت ابھی تک موجود ہے کہ شرعی قوانین کو پورا کریں، لیکن اگر غیر اسلامی عائلی قوانین کو پورا نہ کریں تو حدود آرڈی نینس آڑے ہاتھوں لیتا ہے۔

کچھ دن ہوئے آپ کے کلام میں پڑھا تھا کہ وضو ایک مکمل عمل ہے، اگر وضو کرنے کے دوران یاد آئے کہ وضو کی نیت نہیں کی اور بسم اللہ نہیں کی تھی اور بیچ میں نیت کرلی اور وضو مکمل کرلیا تو اس طرح وضو نہیں ہوا اور ایسے نامکمل وضو سے صلاۃ بھی ادا نہیں ہوئی۔ اسی طرح سے عائلی قوانین جو کہ غیر اسلامی ہیں تو ان کے تحت نکاح بھی نہیں ہوا اور اس کے بعد کی زندگی ناجائز ٹھہری۔ یہاں برطانیہ میں مسلمانوں کی شادیاں ہوتی ہیں تو طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ ملکی قانون کے مطابق رجسٹری آفس میں انگریزی قانون کے تحت (جو کہ غیر شرعی قانون ہے) باقاعدہ ایجاب وقبول ہوتا ہے، بالکل اسی طرح گواہوں کے ساتھ جیسا کہ مسلم نکاح میں ہوتا ہے، لیکن بہرحال وہ انگریزی یعنی غیر اسلامی قانون کے تحت ہوتا ہے، اور یہ کہ اس طرح شادی رجسٹر کرانا لازمی ہے، لیکن پھر الگ سے ایک پُروقار تقریب میں اسلامی طریقے پر شرعی نیت اور ارادے سے نکاح ہوتا ہے۔ تب رُخصتی ہوتی ہے جبکہ پاکستان میں صرف غیر اسلامی عائلی قوانین کے تحت ایجاب وقبول ہوتے ہیں اور اس نیت اور ارادے سے کہ یہ سب غیر اسلامی عائلی قوانین کا ضابطہ پورا کرنے کے لئے ہے اور عائلی قوانین کے ضابطے کے نکاح نامے پر دستخط بھی کرنے ہوتے ہیں، جس میں نکاح خواں کے دستخط بھی شامل ہیں، ایک وقت میں اسلامی اور غیر اسلامی قانون پورا کرنے کی نیت نہیں ہوسکتی، وہ تو شرک ہوگا۔ عائلی قوانین ایسے ہی غیر اسلامی ہیں جیسے شادی کے انگریزی قانون غیر اسلامی ہیں۔ انگریزی قانون کے تحت نکاح نہیں ہوتا چاہے نکاح کی تمام شرائط پوری کردی گئی ہوں، کیونکہ نیت اور ارادہ ایک غیر اسلامی قانون کا ضابطہ پورا کرنا ہے، چنانچہ انگریزی قانون کے تحت شادی کے بعد پھر الگ سے شرعی نیت اور اِرادے سے نکاح کیا جاتا ہے۔

اسی طرح سے غیر اسلامی عائلی قوانین کے تحت نکاح نہیں ہوا، کیونکہ نیت اور ارادہ ایوب خان کے غیر اسلامی قانون کا ضابطہ پورا کرنا ہوتا ہے نہ کہ اللہ کے قانون کا ضابطہ پورا کرنا، اور سند بھی ایوب خان کے ضابطۂ قانون کو پورا کرنے کی ملتی ہے، یعنی عائلی قوانین کا نکاح نامہ، پھر عائلی قوانین کے تحت شادی کے بعد شرعی نیت اور اِرادے سے نکاح نہیں کیا جاتا۔ پاکستان میں اس وقت قانونی صورت یہ ہے کہ اگر شرعی نیت اور اِرادے سے نکاح ہوا ہو، لیکن غیر اسلامی عائلی قوانین کی شرائط پوری نہ کی گئی ہوں تو حدود آرڈی نینس کے تحت وہ مرد اور عورت زنا کے مرتکب ٹھہرتے ہیں اور ان کو کوڑوں کی سزا ہوجاتی ہے۔

براہِ مہربانی بتائیں کہ کیا ایوب خان کے غیر اسلامی عائلی قوانین کے تحت نکاح ہوجاتا ہے؟ اگر نہیں تو میرے جیسے کروڑوں لوگوں کی کیا حیثیت ہے اور ہمارے بچوں کی کیا حیثیت ہے؟ کیا کروڑوں لوگوں کی ازدواجی زندگیاں ناجائز ہیں؟ کیا کروڑوں بچے ناجائز ہیں؟ کیا زکوٰۃ، عشر اور حدود آرڈی نینس اسلامی ہیں جبکہ یہ ایک غیر اللہ کے قانون کا حصہ ہیں؟

جواب:... ہمارے ملک میں رائج الوقت غلط قوانین کے خلاف آنجناب نے جس غم وغصے کا اظہار فرمایا ہے، بالکل صحیح ہے۔ اور یہ بھی صحیح فرمایا کہ ہمارا عدالتی نظام کتاب وسنت اور فقہِ اسلامی کے بجائے ''فقہِ وکٹوریہ'' کے تحت چل رہا ہے، اور اس میں اسلامی

پیوندکاری کی کوشش کی جاتی ہے۔

۱:...تین طلاق کے بعد...... جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، عورت حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجاتی ہے،[۱] خواہ تین طلاقیں زبانی دی گئی ہوں یا تحریری طور پر،[۲] خواہ کونسلر صاحب بہادر نے اس کی تصدیق کی ہو یا نہ کی ہو۔ شرعاً عدّت کے بعد وہ عورت نکاحِ ثانی کی مجاز ہے، اور اس کے لئے کونسلر کے سرٹیفکیٹ کی شرط لگانا شریعتِ خداوندی سے بغاوت ہے۔ اور ایسے جوڑے کو جس نے قانونِ شرعی کے مطابق نکاح کیا، حدود کے مقدمے میں ملوّث کرنا، ان پر جرمِ بے گناہی میں کوڑوں کی سزا جاری کرنا اور جیل بھجوانا شریعت سے بغاوت در بغاوت ہے، اور اس غلط قانون کے تحت غلط سزا جاری کرنے میں وہ تمام لوگ گنہگار ہوئے جو اس سزا میں حصہ دار بنے،[۳] چنانچہ:

اوّل:...اس جابر حاکم پر اس کا وبال پڑے گا جس نے غلط قانون نافذ کیا۔

دوم:...عورت کے سابق شوہر پر وبال آئے گا جس نے غلط قانون کی آڑ لے کر مقدمہ درج کروایا۔

سوم:...اس کے وکلاء پر بھی، جنھوں نے اس غلط مقدمے کی پیروی کی۔

چہارم:...عدالت کے اس جج پر، جس نے خلافِ شریعت قانون کی بنیاد پر ان بے گناہوں پر سزا جاری کی، ان سب نے اپنی قبر کو جہنم کی آگ سے بھرا ہے۔

۲:...آپ کا یہ سوال بڑا عجیب ہے کہ ایوب خان کے قانون کے تحت نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟ نکاح تو شرعی شرائط کے مطابق ایجاب و قبول کرنے سے ہوجاتا ہے۔[۴] ایوب خان کا عائلی قانون جو پابندیاں عائد کرتا ہے وہ نکاح کے ہونے نہ ہونے میں مؤثر نہیں۔

۳:...زکوٰۃ وعشر اور حدود آرڈی نینس میں متعدّد خامیاں ہیں، نفسِ قانون اپنی جگہ صحیح تھا، لیکن ان خامیوں کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ قانونِ خداوندی کا منشا پورا نہیں ہوا، اور شرعی قوانین کو بدنام کرنے کا ذریعہ بنا، حضراتِ علمائے کرام ان خامیوں کی نشاندہی کرچکے ہیں، خود راقم الحروف نے بھی اس پر تفصیل سے لکھا ہے،[۵] لیکن اَربابِ اقتدار نے ان کی اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھی۔

۴:...آپ نے اپنی تحریر کے درمیان وضو کے مسئلے کا حوالہ دیا ہے، یہ مسئلہ صحیح نہیں، جس وضو کی شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی ہو،

---

(۱) وان كان الطّلاق ثلاثًا في الحرة وثنتين في الأمَة لم تحل له حتّٰى تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثم يطلّقها أو يموت عنها كذا في الهداية. (عالمگیری ج:۱ ص:۴۷۳، طبع بلوچستان).

(۲) ارسل الطّلاق بأن كتب: أما بعد، فأنت طالق، فكما كتب هٰذا يقع الطّلاق وتلزمها العدّة من وقت الكتابة. (عالمگیری ج:۱ ص:۳۷۸، طبع بلوچستان، أيضًا: فتاویٰ شامی ج:۳ ص:۲۴۶، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۳) ”وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ، اِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ“ (المائدة:۲).

(۴) ينعقد بالإيجاب والقبول وضعا للمضي ..... فاذا قال لها أتزوّجك بكذا فقالت: قد قبلت، يتم النكاح. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۷۰، طبع بلوچستان، أيضًا: هداية ج:۲ ص:۳۰۵، طبع شركت علميه ملتان).

(۵) دیکھئے: اسلام کا قانونِ زکوٰۃ وعشر۔ از حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مطبوعہ مکتبہ لدھیانوی۔

اس سے نماز ہوجاتی ہے، البتہ بسم اللہ شریف پڑھنے کی فضیلت اسے حاصل نہیں ہوئی۔ [1]

خلع کی شرعی حیثیت اور ہمارا عدالتی طریقۂ کار

سوال:... آپ نے ۱۲راگست ۱۹۹۴ء کے اسلامی صفحہ اقرأ میں لکھا تھا کہ خلع کے لئے زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کی ڈگری دے دی تو خلع نہیں ہوگا اور عورت کے لئے دُوسری جگہ نکاح کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

۲رستمبر ۱۹۹۴ء کے روزنامہ "جنگ" میں ایک خاتون حلیمہ اسحاق صاحبہ نے آپ کے مسئلے کی مدلل تردید کرتے ہوئے لکھا کہ عورت خود خلع لے سکتی ہے اور عدالت بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع دے سکتی ہے، تین ہفتے بعد ۲۳رستمبر کے اسلامی صفحہ میں آپ نے دوبارہ وہی مسئلہ لکھا لیکن اس مضمون کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مولانا صاحب! اس مضمون سے بہت سے لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہوگئے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حلیمہ اسحاق نے قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ مسئلہ لکھا تھا، مگر آپ اس کے دلائل کا کوئی توڑ نہیں کرسکے، ازراہ کرم دلائل کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت کیجئے اور بے شمار لوگوں کے ذہن کی اُلجھن دُور ہو۔

محترمہ حلیمہ اسحاق صاحبہ کا مضمون:
"خلع کے لئے شوہر کی رضامندی"

"مؤرخہ ۱۲راگست ۱۹۹۴ء کا "جنگ" اخبار (میگزین) نظر سے گزرا، جس میں ایک کالم "آپ کے مسائل اور اُن کا حل" پڑھنے کا موقع ملا، اور پڑھنے کے بعد یہ اِحساس بڑی شدّت سے ہوا کہ بعض دِینی مسائل پر خواتین کی صحیح رہنمائی نہیں کی جارہی ہے، جس سے ان کی تمام زندگی متأثر ہوتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان مسائل پر خواتین کی صحیح خطوط پر رہنمائی کی جائے۔

خواتین کے مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ طلاق اور خلع سے متعلق ہے۔ جہاں تک طلاق کا تعلق ہے تو وہ مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں ہے، مگر خلع سے متعلق بہت سی باتیں ایسی ہیں جو عوام الناس کے علم میں نہیں ہیں، اور اگر ہیں تو ان کے متعلق ذہنوں میں کچھ شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں، مثلاً یہی کہ خلع کے لئے خاوند کی رضامندی ضروری ہے، یا اس کی اِجازت چاہئے، یا کہ یہ عدالت سے حاصل شدہ خلع کی ڈگری کالعدم ہوتی ہے۔ یہاں ان سطور میں خواتین کا خاص طور پر یہ تذبذب دُور کرنا مقصود ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں خلع

---

(۱) عن رباح بن عبدالرحمٰن ابن أبی سفیان بن حویطب عن جدته عن أبیها قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لا وضوء لمن لم یذکر اسما الله علیه۔ وفی حاشیة الترمذی: قال القاضی هذه الصیغة حقیقة فی نفی الشیء وتطلق علٰی نفی کماله وهنا محمولة علٰی نفی الکمال ...الخ۔ (حاشیه ترمذی ج:۱ ص:۶ طبع دهلی) تفصیل کے لئے دیکھئے: عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج:۱ ص:۳۷ طبع ملتان۔

کے لئے خاوند کی اِجازت یا مرضی ضروری نہیں ہے اور نہ ہی خلع کے بعد عقدِ ثانی حرام ہے جیسا کہ کچھ لوگ تأثر دیتے ہیں۔

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ خلع کے مسئلے پر قرآن ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے، قرآنِ کریم کی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۲۹ بہت واضح ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور جس کو مزید تقویت سنت اور احادیث سے ملتی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں تین چیزوں کا ذِکر ہے:

۱:... اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہ رکھ سکنے کا ڈر۔

۲:... خلع کا مطالبہ عورت کی طرف سے۔

۳:... خلع کے بدلے شوہر کو مہر معاف کردینا بطورِ معاوضہ دی گئی خاوند کی جائیداد واپس کردینا۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کا تعلق ہے، ہر مسلمان اس سے بخوبی واقف ہے، خلع کے بدلے عورت کا شوہر کو مہر معاف کردینے کا مسئلہ بھی واضح ہے۔ یہاں وضاحت صرف اس بات کی کرنی ہے کہ آیا خلع لینا عورت کا حق ہے جو کہ شوہر کے طلاق کے حق کے برابر ہے، اور عدالت یا قاضی کے ذریعے حاصل کئے گئے خلع کی قانونی اور مذہبی حیثیت کیا ہے؟ خلع عورت کا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے جو کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے۔ اس آیت کی رُو سے جب عورت یہ سمجھتی ہے کہ شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا اس کے لئے اس قدر تکلیف دہ ہے کہ وہ اور اس کا شوہر اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود قائم نہیں رکھ سکتے تو اس صورت میں خلع جائز ہے۔ ابوعبداللہ محمد الانصاری اپنی تفسیر الجامی الاحکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی بُرائی یا گناہ نہیں ہے کہ عورت خاوند کو مہر یا زَرِ خلع دے کر خلع حاصل کرلے اگر وہ سمجھتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتی اس صورت میں جبکہ شوہر کے ساتھ زندگی اس کے لئے مشکل ہوگئی ہو۔ شادی ایک اسلامی معاہدہ ہے جو باہمی رضامندی سے طے ہوتا ہے، اور نکاح کا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک دُوسرے کے گلے پڑ جائیں، بلکہ مقصودِ حقیقی یہ ہے کہ دونوں کے ملاپ سے ایک کامل اور خوشحال اِزدواجی زندگی پیدا ہوجائے اور ایسی زندگی تب ہی ممکن ہے کہ آپس میں محبت اور باہمی اِعتماد کی فضا قائم ہو اور دونوں یعنی مرد اور عورت ایک دُوسرے کے حقوق ادا کریں جو کہ خدا نے مقرّر کردیئے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو نکاح کا مقصد فوت ہوجاتا ہے، اور یہاں ایسے حالات میں ضروری ہوجاتا ہے کہ دونوں کے لئے علیحدگی کا دروازہ کھول دیا جائے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ انسان پر بڑا ظلم ہوتا اور اللہ تعالیٰ زیادتی کو ناپسند فرماتا ہے۔ بعض حالات میں شوہر محض عورت کو پابند رکھنے یا اسے سزا دینے کے اِرادے سے نہ تو طلاق دے کر آزاد کرتا ہے، اور نہ ہی اس کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ایسے ہی حالات کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت کے

ذریعے عورت کو خلع کا حق دیا ہے کہ وہ شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر اس سے آزاد ہوسکتی ہے، حالانکہ ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ اگر شوہر کچھ نہ لے تو اَحسن طریقہ ہے۔ اس آیت مبارکہ میں لفظ "خفتم" اِستعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے: "پس اگر تمہیں خوف ہے" یعنی صرف شوہر اور بیوی کو مخاطب کیا ہوتا تو لفظ "خفتما" اِستعمال ہوتا جس سے مراد ہے تم دونوں، مگر لفظ "خفتم" کا اِستعمال اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اِختیار دیا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو تمہیں اِختیار ہے کہ ان کو الگ کردو۔ حضرت ابوعبیدہؒ بھی اس آیت کی تفسیر یونہی فرماتے ہیں کہ لفظ "خفتم" کا اِستعمال زوجین کے ساتھ ساتھ حکم اور قاضی سے بھی متعلق ہے، بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔ تفسیر "الکشف" میں محمود بن عمر لکھتے ہیں کہ لفظ "خفتم" سے مراد زوجین اور حاکم اور قاضی دونوں ہی ہیں، کیونکہ مہر کا واپس کرنا اور زَرِ خلع کا لین دین کا مسئلہ کوئی حاکم یا قاضی ہی طے کرسکتا ہے۔ تفسیر بداوی میں بھی اس آیت کی ہمیں یہی تشریح ملتی ہے کہ یہاں مخاطب قاضی اور حاکم ہی ہے۔ مزید برآں اس تفسیر کو تقویت اس واقعے سے بھی ملتی ہے کہ جب ایک خاتون جمیلہ جناب رسولِ اکرمؐ کے پاس آئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے خیمے کا ایک کونا اُٹھا کر دیکھا کہ ثابت بن قیس کچھ مردوں کے ساتھ آرہا ہے، وہ ان میں سب سے زیادہ کالا ہے، سب سے زیادہ کوتاہ قد ہے، اور سب سے زیادہ بدصورت ہے، خدا کی قسم! میں اس کے اِیمان یا پاکیزگی پر شک نہیں کرتی مگر میں اور وہ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے کہ مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: کھجوروں کا باغ جو تمہیں مہر میں ملا ہے، واپس کردو۔ اس واقعے سے ثابت ہوا کہ خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ اگر ایک عورت قاضی یا حاکم کو اس بات پر مطمئن کرے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو حاکم یا عدالت کو اِختیار ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کردے۔

یہاں یہ بھی وضاحت ضروری ہے کہ ہماری عدالتوں کا ایک طریقۂ کار یہ بھی ہے کہ وہ دورانِ مقدمہ شوہر اور بیوی دونوں کو بلاکر ایک موقع اور دیتے ہیں، لیکن اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ زوجین کا اِکٹھا رہنا ناممکن ہے تو اس صورت میں عدالت خلع کی ڈگری جاری کردیتی ہے، اور یوں عدّت کے بعد اگر کوئی عورت عقدِ ثانی کرتی ہے تو نہ عقدِ ثانی حرام ہے، اور نہ ہی قرآن وسنت اس بات کی ممانعت کرتی ہے۔ بالفرض اگر ہم یہ مان لیں کہ خلع کے لئے شوہر کی اِجازت اور مرضی ضروری ہے تو پھر خلع اور طلاق میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اور ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اکرمؐ نے اپنی زندگی میں جو خلع سے متعلق فیصلے دیئے ہیں ان کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ کیا ہم جناب رسول اکرمؐ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی فیصلہ کرسکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر خلع عورت کا ایک ایسا حق ہے جو اسے خدا نے دیا اور رسول اکرمؐ نے اس پر عمل کرکے مہرِ تصدیق لگائی۔

مندرجہ بالا چند سطور سے اُمید ہے کہ بہت سے ایسی خواتین کے شکوک وشبہات دُور ہونے میں مدد ملے گی جو یا تو صحیح رہنمائی نہ ملنے پر، یا پھر کسی دباؤ میں آکر چاہنے کے باوجود اپنا یہ حق اِستعمال نہیں کرسکتیں۔''

جواب:... محترمہ حلیمہ اسحاق صاحبہ کا مضمون شائع ہونے پر بہت سے لوگوں نے خطوط اور ٹیلیفون کے ذریعے اس ناکارہ سے وضاحت طلب کی، اس ناکارہ نے ان کو تو جواب دے دیا اور مسئلے کی وضاحت بھی دوبارہ شائع کردی، لیکن محترمہ حلیمہ کے مضمون سے تعرض کرنا مناسب نہ سمجھا، کیونکہ ایک نامحرَم خاتون کا نام لیتے ہوئے بھی طبعی طور پر شرم وحیا مانع آتی ہے، چہ جائیکہ ایک خاتون کی تردید میں قلم اُٹھایا جائے۔ اگر محترمہ نے یہ مضمون اپنے والد، بھائی یا شوہر کے نام سے شائع کردیا ہوتا تو اس کی تردید میں یہ طبعی حجاب مانع نہ ہوتا، بہرحال چونکہ اس مضمون سے بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں، اس لئے یہ وضاحت کردینا ضروری ہے کہ محترمہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ شرعی مسئلہ نہیں بلکہ ان کی اِنفرادی رائے، اور ان کا اپنا اِجتہاد ہے، کیونکہ تمام فقہائے اُمت اس مسئلے پر متفق ہیں کہ خلع ایک ایسا معاملہ (عقد) ہے جو فریقین (میاں بیوی) کی رضامندی پر موقوف ہے، حوالے کے لئے دیکھئے:

فقہِ حنفی[۱]:... السرخسیؒ: مبسوط ج:۶ ص:۱۷۳۔ الکاسانیؒ: بدائع الصنائع ج:۳ ص:۱۴۵، ابنِ عابدین شامیؒ: حاشیہ درمختار ج:۳ ص:۴۴۱۔ عالمگیری ج:۱ ص:۴۸۸۔

فقہِ شافعی[۲]:... اِمام شافعیؒ: کتاب الأم ج:۵ ص:۲۱۴، ایضاً ج:۵ ص:۲۱۳، ایضاً ج:۵ ص:۲۱۲، ایضاً ج:۵ ص:۲۰۸۔ نوویؒ: شرح مہذب ج:۱۷ ص:۳۔

فقہِ مالکی[۳]:... ابنِ رُشدؒ: بدایۃ المجتھد ج:۲ ص:۵۱۔ قرطبیؒ: الجامع لاحکام القرآن ج:۳ ص:۱۲۵۔

فقہِ حنبلی[۴]:... ابنِ قیمؒ: زاد المعاد ج:۵ ص:۱۹۶۔ ابنِ قدامہؒ: المغنی ج:۳ ص:۱۷۴۔

---

(۱) والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض وللزوج ولَاية إيقاع الطلاق ولها ولَاية إلتزام العوض. (السرخسي: المبسوط ج:۶ ص:۱۷۳، أيضًا: بدائع الصنائع للكاساني ج:۳ ص:۱۴۵، طبع سعيد، فتاوىٰ شامي ج:۳ ص:۴۴۱، طبع سعيد، عالمگيري ج:۱ ص:۴۸۸، طبع بلوچستان).

(۲) وروى أن جميلة بنت سهل كانت تحت ثابت بن قيس بن الشماس وكان يضربها فأتت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقالت: لَا أنا ولَا ثابت وما أعطاني، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خذ منها، فأخذ منها فقعدت في بيتها، وإن لم تكره منها شيئًا وتراضيا على الخلع من غير سبب جاز ...... ولأنه رفع عقد بالتراضي جعل لدفع الضرر فجاز من غير ضرر كإقالة في البيع ...إلخ. (المجموع شرح المهذب للنووي ج:۱۷ ص:۳ كتاب الخلع، طبع بيروت).

(۳) فإن الجمهور علىٰ أن الخلع جائز مع التراضي إذا لم يكن سبب رضاها بما تعطيه إضراره بها. (بداية المجتهد ج:۲ ص:۵۱، الباب الثالث في الخلع، الفصل الثاني في شروط وقوعه طبع المكتبة العلمية لَاهور، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ج:۳ ص:۱۲۵، طبع بيروت).

(۴) وفي تسميته سبحانه الخلع فدية، دليل علىٰ أن فيه معنى المعاوضة ولهٰذا اعتبر فيه رضى الزوجين. (زاد المعاد ج:۵ ص:۱۹۶ حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخلع طبع مكتبة الحضارة الإسلامية). أيضًا: ولأنه معاوضة فلم يفتقر إلى السلطان كالبيع والنكاح ولأنه قطع عقد بالتراضي أشبه الإقالة. (المغني ج:۸ ص:۱۷۴، طبع بيروت).

فقہِ ظاہری:[1]...ابنِ حزم: المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۳۵ و ص:۸۸۔

لہٰذا شرعاً خلع کے لئے میاں بیوی دونوں کا رضامند ہونا لازم ہے، نہ بیوی کی رضامندی کے بغیر شوہر اس کو خلع لینے پر مجبور کرسکتا ہے، اور نہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت خلع حاصل کرسکتی ہے، اسی طرح عدالت بھی میاں بیوی دونوں کی رضامندی کے ساتھ تو خلع کا حکم کرسکتی ہے، لیکن اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو کوئی عدالت بھی خلع کا فیصلہ دینے کی مجاز نہیں۔

اس شرعی مسئلے کے خلاف محترمہ حلیمہ اسحاق صاحبہ کا یہ کہنا بالکل غلط اور قطعاً بے جا ہے کہ: ''قرآن وسنت کی روشنی میں خلع کے لئے خاوند کی اجازت یا مرضی ضروری نہیں۔''

اہلِ عقل وفہم کے نزدیک محترمہ کی اس رائے کی غلطی تو اسی سے واضح ہے کہ یہ رائے تمام اکابر ائمہ مجتہدینؒ کے خلاف ہے، لہٰذا اس رائے کو صحیح ماننے سے پہلے ہمیں یہ فرض کرلینا پڑے گا کہ گزشتہ صدیوں کے تمام ائمہ دین، مجتہدینؒ اور اکابر اہلِ فتویٰ نہ قرآن کو سمجھ سکے اور نہ سنت کو۔ قرآن وسنت کو پہلی مرتبہ محترمہ حلیمہ اسحاق نے صحیح سمجھا ہے۔ کسی شخص کی ایسی انفرادی رائے جو اِجماعِ اُمت کے خلاف ہو، اس کے غلط اور باطل ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، اس رائے کا خلافِ اِجماع ہونا ہی اس کے باطل ہونے کی کافی دلیل ہے۔

مگر دورِ حاضر کے اہلِ قلم شاید اپنے آپ کو اِمام ابوحنیفہؒ و اِمام شافعیؒ سے کم نہیں سمجھتے، اس لئے ضروری ہوا کہ محترمہ کے دلائل پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ محترمہ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں سورۃ البقرۃ کی آیت:۲۲۹ کا حوالہ دیا ہے، مگر چونکہ یہ آیت شریفہ محترمہ کے خلاف جاتی تھی اس لئے انہوں نے نہ تو آیت شریفہ کا پورا متن یا ترجمہ نقل کرنے کی زحمت فرمائی، اور نہ اس اَمر کی وضاحت فرمائی کہ انہوں نے اس آیت شریفہ سے یہ ہولناک دعویٰ کیسے کشید کرلیا کہ:

''خلع کے لئے خاوند کی اجازت یا مرضی ضروری نہیں۔''

مناسب ہوگا کہ محترمہ کی غلط فہمی کی اصلاح کے لئے آیت شریفہ کا مستند ترجمہ نقل کردیا جائے، اس کے بعد قارئینِ کرام کو آیت کے مضمون پر غور وفکر کی دعوت دی جائے، تاکہ قارئین معلوم کرسکیں کہ آیا یہ آیت شریفہ، محترمہ حلیمہ اسحاق صاحبہ کے مدعا کی تائید کرتی ہے یا اس کی نفی کرتی ہے؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' میں آیت شریفہ[2] کا تشریحی ترجمہ حسبِ ذیل دیا گیا ہے:

---

(۱) الخلع وهو الإفتداء إذا كرهت المرأة زوجها فخافت ان لَا توفيه حقه أو خافت ان يبغضها فلا يوفيها حقها فلها أن تفتدى منه ويطلقها إن رضى هو وإلّا لم يجبر وهو ولَا أُجبرت هى، انما يجوز بتراضيهما ولَا يحل الإفتداء إلّا بأحد الوجهين المذكورين أو إجتماعهما فإن وقع بغيرهما فهو باطل ويرد عليهما ما أخذ منها وهى إمرأته كما كانت ويبطل طلاقه ويمنع من ظلمها فقط۔ (المحلّى لِابن حزم ج:۱۰ ص:۲۳۵ الخلع طبع منشورات دار الآفاق الجديدة بيروت)۔ أيضًا قال أبو محمد: ليس فى الآية ولَا فى شيء من السُّنن أن للحكمين أن يفرقا ولَا أن ذٰلك للحاكم۔ (أيضًا المحلّى ج:۱۰ ص:۸۸)۔

(۲) "وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ" (البقرة: ۲۲۹)۔

''اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (بیبیوں کو چھوڑتے وقت ان سے) کچھ بھی لو (گو وہ لیا ہوا) اس (مال) میں سے (کیوں نہ ہو) جو تم (ہی) نے ان کو (مہر میں) دیا تھا، مگر (ایک صورت میں البتہ حلال ہے وہ) یہ کہ (کوئی) میاں بی بی (ایسے ہوں کہ) دونوں کو اِحتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو (جو دربارۂ ادائے حقوقِ زوجیت ہیں) قائم نہ کرسکیں گے، سو اگر تم لوگوں کو (یعنی میاں بی بی کو) یہ اِحتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابطِ خداوندی کو قائم نہ کرسکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑالے۔'' (حضرت تھانویؒ: بیان القرآن ج:۱ ص:۱۳۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اس آیت شریفہ کے مضمون کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱:...اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہے تو بیوی سے کچھ مال لینا اس کے لئے حلال نہیں، خواہ وہ مال خود شوہر ہی کا دیا ہوا کیوں نہ ہو۔

۲:...صرف ایک ہی صورت ایسی ہے جس میں شوہر کے لئے بیوی سے معاوضہ لینا حلال ہے، وہ یہ کہ میاں بیوی دونوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے مقرّر کردہ ضابطوں کو قائم نہیں کرسکیں گے۔

۳:...پس اگر ایسی صورتِ حال پیدا ہوجائے کہ میاں بیوی دونوں یہ محسوس کرتے ہوں کہ اب وہ میاں بیوی کی حیثیت سے حدودِ خداوندی کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں کو خلع کا معاملہ کرلینے میں کوئی گناہ نہیں، اور اس صورت میں بیوی سے بدلِ خلع کا وصول کرنا شوہر کے لئے حلال ہوگا۔

۴:...اور خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کی قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کچھ مال بطور ''فدیہ'' پیش کرے، اور شوہر اس کی پیشکش کو قبول کرکے اسے قیدِ نکاح سے آزاد کردے۔

آیت شریفہ کا یہ مضمون (جو میں نے چار نمبروں میں ذکر کیا ہے) اتنا صاف اور ''دو اور دو چار'' کی طرح ایسا واضح ہے کہ جو شخص سخن فہمی کا ذرا بھی سلیقہ رکھتا ہو وہ اس کے سوا کوئی دُوسرا نتیجہ اخذ ہی نہیں کرسکتا۔

ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ قرآنِ کریم کی اس آیتِ مقدسہ نے (جس کو ''آیتِ خلع'' کہا جاتا ہے) خلع کے معاملے میں اوّل سے آخر تک میاں بیوی دونوں کو برابر کے شریک قرار دیا ہے، مثلاً:

*:... ''اِلَّآ اَنْ یَّخَافَا'' (اِلَّا یہ کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو)۔

*:... ''اَلَّا یُقِیْمَا'' (کہ وہ دونوں قائم نہیں کرسکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو)۔

*:... ''فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا'' (پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں خداوندی حدود کو قائم نہیں کرسکیں گے)۔

*:... ''فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا'' (تب ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں)۔

*:... ''فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ'' (اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرے)۔

فرمائیے! کیا پوری آیت میں ایک لفظ بھی ایسا ہے جس کا مفہوم یہ ہو کہ عورت جب چاہے شوہر کی رضامندی کے بغیر اپنے

آپ خلع لے سکتی ہے؟ اس کے لئے شوہر کی رضامندی یا مرضی کی کوئی ضرورت نہیں؟ آیت شریفہ میں اوّل سے آخر تک ''وہ دونوں، وہ دونوں'' کے الفاظ مسلسل استعمال کئے گئے ہیں، جس کا مطلب اناڑی سے اناڑی آدمی بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ: ''خلع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں میاں بیوی دونوں برابر کے شریک ہیں، اور ان دونوں کی رضامندی کے بغیر خلع کا تصوّر ہی ناممکن ہے۔''

یاد رہے کہ پوری اُمت کے علماء وفقہاء اور ائمہ دِین نے آیت شریفہ سے یہی سمجھا ہے کہ خلع کے لئے میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے، جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، مگر حلیمہ اسحاق صاحبہ کی ذہانت آیت شریفہ سے یہ نکتہ کشید کر رہی ہے کہ جس طرح طلاق مرد کا انفرادی حق ہے، اسی طرح خلع عورت کا انفرادی حق ہے، جس میں شوہر کی مرضی و نامرضی کا کوئی دخل نہیں۔ فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے خلاف اور قرآنِ کریم کے صریح الفاظ کے علی الرغم قرآنِ کریم ہی کے نام سے ایسے نکتے تراشنا ایک ایسی ناروا جسارت ہے جس کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جانی چاہئے اور جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرسکتا۔

محترمہ حلیمہ اسحاق کی ذہانت نے یہ فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو قائم نہیں کرسکتے تو وہ ازخود زوجین کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کرسکتی ہے۔

اُوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ تمام فقہائے اُمت اس اَمر پر متفق ہیں کہ خلع، میاں بیوی دونوں کی رضامندی پر موقوف ہے، اگر دونوں خلع پر رضامند نہ ہوں یا ان میں سے ایک راضی نہ ہو تو خلع نہیں ہوسکتا، لہٰذا حلیمہ صاحبہ کا یہ فتویٰ بھی اِجماعِ اُمت کے خلاف اور صریحاً غلط ہے، محترمہ نے اپنے غلط دعویٰ پر آیت شریفہ سے جو استدلال کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

> ''اس آیت مبارکہ میں لفظ ''خفتم'' استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے: ''پس اگر تمہیں خوف ہو'' یعنی صرف شوہر اور بیوی کو مخاطب کیا ہوتا تو لفظ ''خفتما'' استعمال ہوتا، جس سے مراد ہے: ''تم دونوں''، مگر لفظ ''خفتم'' کا استعمال اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کو الگ کردو۔''

محترمہ کا یہ استدلال چند وجوہ سے غلط در غلط ہے:

اوّل:... محترمہ کے یہ الفاظ کہ: ''تو تمہیں اختیار ہے کہ انہیں الگ کردو'' قرآنِ کریم کے کسی لفظ کا مفہوم نہیں، نہ قرآنِ کریم نے قاضی یا حاکم کو میاں بیوی کے درمیان تفریق کا کسی جگہ اختیار دیا ہے، اس مفہوم کو خود تصنیف کرکے محترمہ نے بڑی جرأت و جسارت کے ساتھ اس کو قرآنِ کریم سے منسوب کردیا ہے۔

دوم:... آیت شریفہ میں: ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' سے جو جملہ شروع ہوتا ہے وہ جملہ شرطیہ ہے، جو شرط اور جزا پر مشتمل ہے، اس جملے میں شرط تو وہی ہے جس کا ترجمہ محترمہ نے یوں نقل کیا ہے یعنی:

> ''اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو......''

اس "تو" کے بعد شرط کی جزا ہے، لیکن وہ جزا کیا ہے؟ اس میں محترمہ حلیمہ اسحاق کو اللہ تعالیٰ سے شدید اِختلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے اس شرط کی جزا یہ ذکر فرمائی ہے:

"فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ" (البقرة:۲۲۹)

ترجمہ:... "تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے اور دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

لیکن محترمہ فرماتی ہیں کہ نہیں! اس شرط کی جزا یہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے، بلکہ اس شرط کی جزا یہ ہے کہ:

"تو (اے حکام!) تم کو اِختیار ہے کہ تم ان دونوں میاں بیوی کو الگ کردو۔"

گویا حلیمہ اسحاق صاحبہ... نعوذ باللہ... اللہ تعالیٰ کی غلطی نکال رہی ہیں کہ "فَاِنْ خِفْتُمْ" کی جو جزا اللہ تعالیٰ نے "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ" کے بلیغ الفاظ میں ذکر فرمائی ہے، یہ غلط ہے، اس کی جزا یہ ہونی چاہئے تھی:

"فلکم ان تفرقوا بينهما۔"

(تو تم کو اختیار ہے کہ تم ان دونوں کے درمیان ازخود علیحدگی کردو)

کیسا غضب ہے کہ پورا ایک فقرہ تصنیف کرکے اسے قرآن کے پیٹ میں بھرا جاتا ہے، اور اس پر دعویٰ کیا جارہا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں کہہ رہی ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

سوم:... محترمہ فرماتی ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے......"

"شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ" کے الفاظ سے واضح ہے کہ محترمہ کے نزدیک بھی "فَاِنْ خِفْتُمْ" کا اصل خطاب تو میاں بیوی ہی سے ہے، البتہ "ان کے ساتھ ساتھ" یہ خطاب دُوسروں کو بھی شامل ہے، اب دیکھئے کہ قرآنِ حکیم کی رُو سے صورتِ مسئلہ یہ ہوئی کہ:

*:... خلع میاں بیوی کا شخصی اور نجی معاملہ ہے۔

*:... خلع کے ضمن میں قرآنِ کریم بار بار میاں بیوی دونوں کا ذکر کرتا ہے (جیسا کہ اُوپر معلوم ہوچکا ہے)۔

*:... اور "فَاِنْ خِفْتُمْ" میں بھی اصل خطاب انہی دونوں سے ہے (اگرچہ "ان دونوں کے ساتھ ساتھ" قاضی یا حاکم بھی شریک ہیں)۔

ان تمام حقائق کے باوجود جب خلع کے فیصلے کی نوبت آتی ہے تو محترمہ فرماتی ہیں کہ میاں بیوی دونوں سے یہ پوچھنا ضروری نہیں کہ آیا وہ خلع کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ بلکہ عدالت اپنی صوابدید پر علیحدگی کا یک طرفہ فیصلہ کرسکتی ہے، خواہ میاں بیوی ہزار خلع سے انکار کریں، مگر عدالت یہی کہے گی:

"مابدولت قطعی طور پر اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے، لہٰذا مابدولت ان دونوں سے پوچھے بغیر دونوں کی علیحدگی کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں، کیونکہ حلیمہ اسحاق کے بقول قرآن نے

ہمیں اس کے اختیارات دیئے ہیں۔"

کیا محترمہ کا یہ نکتہ عجیب و غریب نہیں کہ جن لوگوں کے بارے میں علیحدگی کا فیصلہ صادر کیا جارہا ہے ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، بس عدالت کا "سکھا شاہی فیصلہ" بیوی کو حلال و حرام کرنے کے لئے کافی ہے؟ کیا قرآنِ کریم میں دُور دُور بھی کہیں یہ مضمون نظر آتا ہے؟

چہارم:... "فَاِنْ خِفْتُمْ" کے خطاب میں مفسرین کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ یہ خطاب بھی میاں بیوی سے ہے، نہ کہ حکام سے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کی تشریح اُوپر گزر چکی ہے۔[1]

دُوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب میاں بیوی کے علاوہ حکام کو بھی شامل ہے، اب اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ یہ خطاب حکام سے ہے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ خلع کے قضیہ میں بسااوقات حکام سے مرافعہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے حکام کو اس خطاب میں اس لئے شریک کیا گیا کہ اگر خلع کا معاملہ حکام تک پہنچ جائے تو ان کے لئے لازم ہوگا کہ فریقین کو مناسب طرزِ عمل اختیار کرنے پر آمادہ کریں، اور اگر فریقین خلع ہی پر مصر ہوں تو خلع کا معاملہ خوش اُسلوبی سے طے کرادیں، جیسا کہ صاحبِ کشاف، بیضاوی اور دیگر مفسرین نے اس کی تقریر کی ہے۔[2] بہرحال "فَاِنْ خِفْتُمْ" کا خطاب اگر حکام سے بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے کسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ عدالتوں اور قاضیوں کو خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے، اور یہ کہ انہیں زوجین کی رضامندی معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: "فَاِنْ خِفْتُمْ" کا خطاب میاں بیوی کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کے سربرآوردہ اور سنجیدہ افراد اور حکام و ولاۃ سب کو عام ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی تصریح فرمائی ہے،[3] اس قول کے مطابق اس تعبیر کے اختیار کرنے میں ایک بلیغ نکتہ ملحوظ ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی کا معاملہ نہایت سنگین ہے، شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کی علیحدگی سے ہوتی ہے اتنی خوشی لوگوں کو چوری اور شراب نوشی جیسے بدترین گناہوں میں ملوّث کرنے سے بھی نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کو بہکانے کے لئے بھیجتا ہے، ان شیطانی لشکروں میں شیطان کا سب سے زیادہ مقرّب اس کا وہ چیلا ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ گمراہ کرے، ان میں سے ایک شخص آتا ہے اور شیطان کو بتاتا ہے کہ آج

---

(۱) بیان القرآن ج:۱ ص:۱۳۳ طبع ایچ ایم سعید کراچی۔

(۲) فإن قلت: لمن الخطاب في قوله: (ولَا يحل لكم أن تأخذوا)؟ .... قلت: يجوز الأمران جميعًا أن يكون أول الخطاب للأزواج، وآخرى للأئمة والحكام، ونحو ذٰلك غير عزيز في القرآن وغيره، وان يكون الخطاب كله للأئمة والحكام لأنهم الذين يأمرون بالأخذ والإيتاء عند الترافع إليهم، فكأنهم الآخذون والمؤتون. (تفسير كشاف لزمخشري ج:۱ ص:۲۷۴ سورة البقرة آية: ۲۲۹، أيضًا: تفسير نسفي ج:۱ ص:۱۹۱ طبع بيروت)۔

(۳) الرابعة: قوله تعالٰى: فإن خفتم ألّا يقيما أي على أن لَا يقيما حدود الله، أي فيما يجب عليهما من حسن الصحبة وجميل العشرة والمخاطبة للحكام والمتوسلين لمثل هٰذا الأمر وإن لم يكن حاكمًا. (الجامع لأحكام القرآن، للقرطبي ج:۳ ص:۱۳۸، الطبعة الثالثة، دار الكتب المصرية)۔

میں نے فلاں فلاں گناہ کرائے ہیں (مثلاً: کسی کو شراب نوشی میں اور کسی کو چوری کے گناہ میں مبتلا کیا ہے)، تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا، پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں (میاں بیوی کے پیچھے پڑا رہا، ایک دُوسرے کے خلاف ان کو بھڑکاتا رہا اور میں) نے آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا، یہاں تک آج اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کراکے آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شیطان اس سے کہتا ہے کہ: ہاں! تو نے کارنامہ انجام دیا ہے، یہ کہہ کر شیطان اس سے بغل گیر ہوتا ہے (مشکوٰۃ ص:۱۸ بروایت صحیح مسلم)۔[1]

شیطان کی اس خوشی کا سبب یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی سے بے شمار مفاسد جنم لیتے ہیں، پہلے تو یہ گھر اُجڑتا ہے، پھر ان کے بچوں کا مستقبل بگڑتا ہے، پھر دونوں خاندانوں کے درمیان بغض وعداوت اور نفرت وحقارت کی مستقل خلیج حائل ہوجاتی ہے اور ایک دُوسرے کے خلاف جھوٹ طوفان، طعن وتشنیع اور غیبت وچغل خوری تو معمولی بات ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک دُوسرے کی جان کے درپے ہوجاتے ہیں، اور یہ سلسلہ مزید آگے بڑھتا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیطان کو زوجین کی تفریق سے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ کسی اور گناہ سے نہیں ہوتی، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مباح چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے:

"أبغض الحلال الى الله الطّلاق۔" (مشکوٰۃ ص:۲۸۳ بروایت ابوداؤد)

ترجمہ:... "اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔"

اور یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے عورت کے مطالبۂ طلاق کو لائقِ نفرت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

"جس عورت نے اپنے شوہر سے شدید ضرورت کے بغیر طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔"[2] (مشکوٰۃ ص:۲۸۳ بروایت مسندِ احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی، ابنِ ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"اپنے کو قیدِ نکاح سے نکالنے والی اور خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں۔"[3]

(مشکوٰۃ ص:۲۸۴ بروایت نسائی)

عورت بے چاری جذباتی ہوتی ہے، گھر میں ذرا سی نرمی، گرمی یا تلخ کلامی ہوئی، آٹھ بچوں کی ماں ہونے کے باوجود فوراً کہہ

---

(۱) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن إبليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه يفتنون الناس فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة يجيء أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئًا! قال: ثم يجيء أحدهم فيقول: ما تركته حتّى فرقت بينه وبين إمرأته. قال: فيدنيه منه ويقول: نعم أنت! قال الأعمش: أراه قال فيلتزمه. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۱۸، باب الوسوسة، الفصل الأوّل).

(۲) عن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ايما إمرأة سألت زوجها طلاقًا في غير ما بأسٍ فحرام عليها رائحة الجنة. رواه أحمد والترمذى وأبوداؤد وابن ماجة والدارقطنى. (مشكوٰة ص:۲۸۳، باب الخلع والطلاق).

(۳) عن أبى هريرة ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: المنتزعات والمختلعات هن المنافقات. رواه النسائى. (مشكوٰة ص:۲۸۴، باب الخلع والطلاق، الفصل الثالث).

دے گی کہ: ''مجھے طلاق دے دو''، شوہر کہتا ہے کہ: ''اچھا دے دیں گے!'' تو کہتی ہے کہ: ''نہیں اسی وقت دو، فوراً دو''، بعض اوقات مرد بھی (اپنی مردانگی، حوصلہ مندی اور صبر و تحمل کی صفات کو چھوڑ کر) عورت کی ان جذباتی لہروں کے سیلاب میں بہہ کر طلاق دے ڈالتا ہے، اور اس کا نتیجہ، معمولی بات پر خانہ ویرانی نکلتا ہے، بعد میں دونوں اس خانہ ویرانی پر ماتم کرتے ہیں، اس قسم کے سیکڑوں نہیں، ہزاروں خطوط اس ناکارہ کو موصول ہو چکے ہیں۔

''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کے خطاب میں میاں بیوی کے علاوہ دونوں خاندانوں کے معزّز افراد کے ساتھ حکام کو شریک کرنے سے... واللہ اعلم... مدعا یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کسی وقتی جوش کی بنا پر خلع کے لئے آمادہ ہو بھی جائیں تو دونوں خاندانوں کے بزرگ اور نیک اور خداترس حکام ان کو خانہ ویرانی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، اور اگر معاملہ کسی طرح بھی سلجھنے نہ پائے تو پھر اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ دونوں کی خواہش و رضامندی کے مطابق ان کو خلع ہی کا مشورہ دیا جائے، ایسی صورت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

''اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدوں کو قائم نہیں رکھ سکتے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔''(۱)

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کے خطاب میں حکام کو شریک کرنے کا مطلب وہ نہیں جو محترمہ حلیمہ صاحبہ نے سمجھا ہے کہ حکام کو خلع کی یک طرفہ ڈگری دینے کا اختیار ہے، بلکہ اس سے مدعا یہ ہے کہ خلع کو ہر ممکن حد تک روکنے کی کوشش کی جائے، اور دونوں کے درمیان مصالحت کرانے اور گھر اُجڑنے سے بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جائے، جیسا کہ دُوسری جگہ ارشاد ہے:

''اور اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی کے درمیان اتفاق پیدا فرمادیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔''(۲) (النساء:۳۵، ترجمہ حضرت تھانویؒ)

الغرض اس خطاب کو عام کرنے سے مدعا یہ ہے کہ حتی الامکان میاں بیوی کی علیحدگی کا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے، دونوں خاندانوں کے معزّز افراد بھی اور خداترس حکام بھی کوشش کریں کہ کسی طرح ان کے درمیان مصالحت کرادی جائے۔ ہاں! اگر دونوں خلع ہی پر مصر ہیں تو دونوں کے درمیان خوش اُسلوبی سے خلع کرادیا جائے۔ بہرحال محترمہ حلیمہ صاحبہ کا ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' سے یہ نکتہ پیدا کرنا کہ عدالت کو زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، منشائے الٰہی اور فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے قطعاً خلاف ہے۔

محترمہ مزید لکھتی ہیں:

---

(۱) ''فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ'' (البقرة:۲۲۹)

(۲) ''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَآ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا، اِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا'' (النساء:۳۵)۔

''حضرت ابوعبیدہؓ بھی اس آیت کی تفسیر یونہی فرماتے ہیں کہ لفظ ''خِفْتُمْ'' کا استعمال زوجین کے ساتھ ساتھ حَکَم اور قاضی سے بھی متعلق ہے، بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔''

یہاں چند اُمور لائقِ توجہ ہیں:

اوّل:... یہ ''حضرت ابوعبیدہؓ'' کون بزرگ ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لفظ سن کر ذہن فوراً منتقل ہوتا ہے اسلام کی مایہ ناز ہستی امین الأمت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف، جن کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے، لیکن محترمہ کی مراد غالباً ان سے نہیں، کیونکہ تفسیر کی کسی کتاب میں حضرت ابوعبیدہؓ سے یہ تفسیر منقول نہیں۔

خیال ہوا کہ شاید محترمہ کی مراد مشہور اِمامِ لغت ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ (المتوفی ۲۱۰ھ قریباً) ہوں، لیکن ان سے بھی ایسا کوئی قول کتابوں میں نظر نہیں آیا۔

البتہ اِمام قرطبیؒ نے تفسیر میں اور حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں اِمام ابوعبید القاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۴ھ) کا یہ تفسیری قول نقل کیا ہے، خیال ہوا کہ محترمہ کی مراد شاید یہی بزرگ ہوں، اور ان کی ''ذہانت'' نے ابوعبید کو ''حضرت ابوعبیدہ'' بنادیا ہو، اور ان کے نام پر ''رضی اللہ عنہ'' کی علامت بھی لکھوادی ہو، کاش! کہ محترمہ نے وضاحت کردی ہوتی، اور اسی کے ساتھ کتاب کا حوالہ لکھنے کی بھی زحمت فرمائی ہوتی تو ان کے قارئین کو خیال آرائی کی ضرورت نہ رہتی۔

دوم:... اِمام قرطبیؒ اور حافظ ابنِ حجرؒ نے ابوعبید کا یہ تفسیری قول نقل کرکے اس کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔

اِمام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ: ابوعبید نے ''اِلَّا ان یخافا'' میں حمزہ کی قراءۃ (بصیغہ مجہول) کو اختیار کیا ہے اور اس کی توجیہ کے لئے مندرجہ بالا تفسیر اختیار کی۔ [1]

قرطبیؒ، ابوعبید کے قول کو نقل کرکے اس پر درجِ ذیل تبصرہ فرماتے ہیں:

''ابوعبید کے اس اختیار کردہ قول کو منکر اور مردود قرار دیا گیا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ابوعبید کے اختیار کردہ حروف میں کوئی حرف اس سے زیادہ بعد از عقل ہوگا، اس لئے کہ یہ نہ تو اِعراب کے لحاظ سے صحیح ہے، نہ لفظ کے اعتبار سے، اور نہ معنی کی رُو سے۔'' [2] (القرطبیؒ: الجامع لاحکام القرآن ج:۳ ص:۱۳۸)

اور حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں:

''ابوعبید نے ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کی اس تفسیر کی تائید کے لئے حمزہ کی قراءۃ ''اِلَّا ان یخافا'' (بصیغہ

(۱) اِلَّا أن یخافا بضم الیاء علٰی ما لم یسم فاعله والفاعل محذوف وهو الولاة والحکام واختاره أبو عبید۔ (تفسیر قرطبی ج:۳ ص:۱۳۷، طبع بیروت)۔

(۲) وقد أنکر إختیار أبی عبید ورد وما علمت فی إختیاره شیئًا أبعد من هٰذا الحرف لأنه لَا یوجبه الإعراب ولَا اللفظ ولَا المعنی۔ (قرطبی ج:۳ ص:۱۳۸، طبع بیروت)۔

مجہول) کو پیش کرکے کہا ہے کہ مراد اس سے حکام کا خوف ہے، اور اِمامِ لغت نحاس نے ان کے اس قول کو یہ کہہ کر مردود قرار دیا ہے کہ: ''یہ ایسا قول ہے کہ نہ اِعراب اس کی موافقت کرتے ہیں، نہ لفظ اور نہ معنی'' اور اِمام طحاویؒ نے اس کو یہ کہہ کر رَدّ کیا ہے کہ یہ قول شاذ اور منکر ہے، کیونکہ یہ قول اُمت کے جم غفیر کے مذہب کے خلاف ہے۔ نیز از رُوئے عقل و نظر بھی غلط ہے، کیونکہ طلاق، عدالت کے بغیر ہوسکتی ہے تو اسی طرح خلع بھی ہوسکتا ہے۔''[1] (فتح الباری ج:۹ ص:۳۹۷)

محترمہ حلیمہ صاحبہ نے یہ تو دیکھ لیا کہ ابوعبید نے بھی ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کے خطاب میں غیر زوجین کو شامل قرار دیا ہے، مگر نہ تو یہ سوچا کہ ابوعبید کا موقف نقل کرکے قرطبیؒ اور ابنِ حجرؒ نے اس کا منکر اور باطل و مردود ہونا بھی نقل کیا ہے۔ چونکہ محترمہ کا نظریہ خود بھی باطل و مردود تھا، لامحالہ اس کی تائید میں بھی ایک منکر اور باطل و مردود قول ہی پیش کیا جاسکتا تھا، اقبال کے پیرِ رُومیؒ کے بقول:

''زانکہ باطل باطلاں را می کشد''

سوم:... اِمام ابوعبید کے اس تفسیری قول کو اختیار کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ سلف میں اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ آیا خلع، زوجین کی باہمی رضامندی سے بھی ہوسکتا ہے یا اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے؟ جمہور سلف و خلف کا قول ہے کہ اس کے لئے عدالت میں جانا کوئی ضروری نہیں، دونوں باہمی رضامندی سے اس کا تصفیہ کرسکتے ہیں، لیکن بعض تابعین یعنی سعید بن جبیرؒ، اِمام حسن بصریؒ اور اِمام محمد بن سیرینؒ قائل تھے کہ اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے، اِمام ابوعبید نے بھی اسی قول کو اختیار کیا، اِمام قتادہؒ اور نحاسؒ فرماتے تھے کہ ان حضرات نے یہ مسلک زیاد بن ابیہ سے لیا ہے، حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں:

''اِمام قتادہؒ اس مسئلے میں حسن بصریؒ پر نکیر فرماتے تھے کہ: ''حسن نے یہ مسئلہ صرف زیاد سے لیا ہے'' یعنی جب زیاد حضرت معاویہؓ کی جانب سے عراق کا امیر تھا، میں (یعنی حافظ ابنِ حجرؒ) کہتا ہوں کہ زیاد اس کا اہل نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے۔''[2] (فتح الباری صفحہ مذکورہ)

اور اِمام قرطبیؒ اس قول کو رَدّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ قول بے معنی ہے، کیونکہ مرد جب اپنی بیوی سے خلع کرے گا تو یہ خلع اسی مال پر ہوگا جس پر دونوں

---

(۱) واختاره أبو عبيد واستدل بقوله تعالٰى: فإن خفتم ألّا يقيما حدود الله، وبقوله تعالٰى: وإن خفتم شقاق بينهما .... وقوى ذٰلك بقراءة حمزة فى آية الباب "إلّا أن يخافا" بضم أوله على البناء المجهول، قال: والمراد الولَاة، ورده النحاس بأنه قول لَا يساعده الإعراب ولَا اللفظ ولَا المعنى، ورده الطحاوى بأنه شاذ مخالف لما عليه الجم الغفير، ومن حيث النظر أن الطلاق جائز دون الحاكم فكذٰلك الخلع. (فتح البارى، كتاب الطلاق، باب الخلع ج: ۹ ص: ۳۹۶ طبع لَاهور).

(۲) وقد أنكر قتادة هٰذا على الحسن فأخرج سعيد بن أبى عروبة فى كتاب النكاح عن قتادة عن الحسن فذكره، قال قتادة: ما أخذ الحسن هٰذا إلّا عن زياده، يعنى حيث كان أمير العراق لمعاوية، قلت: وزياد ليس أهلًا أن يقتدىٰ به. (فتح البارى ج: ۹ ص: ۳۹۶، باب الخلع، طبع لَاهور).

میاں بیوی راضی ہو جائیں، حاکم، مرد کو خلع پر مجبور نہیں کرسکتا، لہٰذا جو لوگ خلع کے لئے عدالت میں جانا ضروری قرار دیتے ہیں، ان کا قول قطعاً مہمل اور لایعنی ہے۔"[1] (قرطبیؒ: الجامع لاحکام القرآن ج:۳ ص:۱۳۸)

چہارم:... اُوپر جو مسئلہ ذکر کیا گیا کہ آیا خلع کا معاملہ عدالت ہی میں طے ہونا ضروری ہے، یا عدالت کے بغیر بھی اس کا تصفیہ ہوسکتا ہے؟ اس میں تو ذرا سا اختلاف ہوا، کہ جمہورِ اُمت اس کے لئے عدالت کی ضرورت کے قائل نہیں تھے، اور چند بزرگ اس کو ضروری سمجھتے تھے (بعد میں یہ اختلاف بھی ختم ہوگیا، اور بعد کے تمام اہلِ علم اس پر متفق ہوگئے کہ عدالت میں جانے کی شرط غلط اور مہمل ہے، جیسا کہ آپ ابھی سن چکے ہیں)۔

لیکن محترمہ حلیمہ صاحبہ نے جو فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ عدالت، زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرسکتی ہے، یقین کیجئے کہ اہلِ علم میں ایک فرد بھی اس کا قائل نہیں، نہ اِمام ابوعبیدؒ، نہ حسن بصریؒ نہ کوئی اور۔ لہٰذا زوجین کی رضامندی کے بغیر عدالت کا یک طرفہ فیصلہ باجماعِ اُمت باطل ہے، اور یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص، دُوسرے کی بیوی کو اس کی اجازت کے بغیر طلاق دے ڈالے۔ ہر معمولی عقل و فہم کا شخص بھی جانتا ہے کہ ایسی نام نہاد طلاق یکسر لغو اور مہمل ہے، جس کا زوجین کے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ ٹھیک اسی طرح زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کا عدالتی فیصلہ بھی قطعی لغو اور مہمل ہے، جو کسی بھی طرح مؤثر نہیں۔ محترمہ حلیمہ صاحبہ کی ذہانت چونکہ ان دونوں مسئلوں میں فرق کرنے سے قاصر تھی، اس لئے انہوں نے اِمام ابوعبید کے قول کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ عدالت خلع کی یک طرفہ ڈگری دے سکتی ہے۔

پنجم:... محترمہ نے "حضرت ابوعبیدہؓ" سے جو یہ نقل کیا ہے کہ:

"اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔"

انہوں نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ انہوں نے یہ فتویٰ کہاں سے نقل کیا ہے، جہاں تک اس ناکارہ کے ناقص مطالعے کا تعلق ہے، ایسا فتویٰ کسی بزرگ سے منقول نہیں، نہ "حضرت ابوعبیدہؓ" سے، اور نہ کسی اور "حضرت" سے۔ ممکن ہے کہیں ایسا قول منقول ہو اور میری نظر سے نہ گزرا ہو، لیکن سابقہ تجربات کی روشنی میں اَغلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ بھی محترمہ کی عقل و ذہانت کی پیداوار ہے۔ خدا جانے اصل بات کیا ہوگی؟ جس کو محترمہ کی ذہانت نے اپنے مطلب پر ڈھال لیا۔

بہرحال محترمہ کا یہ فقرہ کتنا خطرناک ہے؟ انہوں نے اس کا اندازہ ہی نہیں کیا! یہاں اس کے چند مفاسد کی طرف ہلکا سا اشارہ کردینا کافی ہوگا:

اوّلاً:... مکرّر عرض کرچکا ہوں کہ خلع کے لئے باجماعِ اُمت، فریقین کی رضامندی شرط ہے۔ محترمہ کا یہ فتویٰ اِجماعِ اُمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے آیت شریفہ: "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى" (النساء:۱۱۵) کا مصداق ہے، جس میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اہلِ

---

(۱) ولَا معنٰی لھٰذا القول لأن الرجل إذا خالع إمرأته فإنما هو علٰی ما يتراضيان به ولَا يجبره السلطان علٰی ذٰلک ولَا معنٰی لقول من قال هٰذا إلى السلطان۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ج:۳ ص:۱۳۸، طبع بيروت)۔

ایمان کے راستے کو چھوڑ کر چلنے والوں کو ہم دوزخ میں داخل کریں گے۔

ثانیاً:... ہر شخص جانتا ہے کہ عورت کی حیثیت ''خلع لینے والی'' کی ہے، خلع دینے والی کی نہیں، خود محترمہ بھی عورت کے لئے ''خلع لینے'' کا لفظ استعمال کر رہی ہیں، لیکن محترمہ کے مندرجہ بالا فتویٰ سے لازم آئے گا کہ عورت جب چاہے شوہر کے خلاف اظہارِ نفرت کر کے، اسے چھٹی کرا سکتی ہے، اور اس کو خلع دے سکتی ہے۔

ثالثاً:... محترمہ نے یہ مضمون عدالتی خلع کے جواز کے لئے لکھا ہے، حالانکہ اگر صرف عورت کے اظہارِ نفرت کرنے سے خلع واقع ہو جاتا ہے تو عدالتوں کو زحمت دینے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

رابعاً:... اللہ تعالیٰ نے: ''**اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ**'' (البقرة:۲۳۷) فرما کر نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی ہے، کہ وہی اس کو کھول سکتا ہے، لیکن محترمہ اپنے فتویٰ کے ذریعہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ سے چھین کر عورت کے ہاتھ میں تھما رہی ہیں، کہ وہ جب چاہے مرد کے خلاف اظہارِ نفرت کر کے خلع واقع کر دے، اور مرد کو بیک بینی و دو گوش گھر سے نکال دے، تاکہ امریکہ کے'' ورلڈ آرڈر'' کی تکمیل ہو سکے، اور مغربی معاشرے کی طرح مشرقی معاشرے میں بھی طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں نہ ہو، بلکہ عورت کے ہاتھ میں ہو، گویا محترمہ حلیمہ صاحبہ کو فرمودۂ خداوندی: ''**اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ**'' (البقرة:۲۳۷) سے اختلاف ہے، اور امریکی نظام پر ایمان ہے۔

خامساً:... محترمہ کے اس فتویٰ سے لازم آئے گا کہ ہمارے معاشرے میں ۹۹۹ فی ہزار جوڑے نکاح کے بغیر گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں، کیونکہ عورت کی نفسیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: ''اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ پوری زندگی بھی احسان کرو، پھر کوئی ذرا سی ناگوار بات اس کو تم سے پیش آجائے تو فوراً کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی'' (صحیح بخاری ج:۱ ص:۹)۔[1]

اب ہر خاتون کو زندگی میں کبھی نہ کبھی شوہر سے ناگواری ضرور پیش آئی ہوگی... اِلَّا ماشاء اللہ... اور اس نے اپنی ناگواری کے اظہار کے لئے شوہر کے خلاف نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہوگا۔ محترمہ کے فتویٰ کی رُو سے ایسی تمام عورتوں کا خلع واقع ہو گیا، نکاح فسخ ہو گیا، اور اب وہ بغیر تجدیدِ نکاح میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، اور گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ محترمہ کے فتویٰ کے مطابق یا تو ایسی عورتوں کو فوراً گھر چھوڑ کر اپنی راہ لینی چاہئے، یا کم سے کم دوبارہ عقد کی تجدید کر لینی چاہئے، تاکہ وہ گناہ کے وبال سے بچ سکیں، کیا محترمہ حلیمہ صاحبہ قرآن و سنت کی روشنی میں عورتوں کی یہی راہ نمائی کرنے چلی ہیں...؟

محترمہ نے اپنے اس دعویٰ پر کہ عدالت، شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ دے سکتی ہے، حدیث شریف سے بھی استدلال کیا

---

(۱) عن ابن عباس قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: اریت النار فإذا أکثر أهلها النساء یکفرن قیل أیکفرن بالله؟ قال: یکفرن العشیر ویکفرن الإحسان، لو أحسنت إلٰی إحداهن الدهر ثم رأت منک شیئًا، قالت: ما رأیت منک خیرًا قط. (بخاری ج:۱ ص:۹ کتاب الإیمان، باب کفران العشیر وکفر دون کفر فیه طبع قدیمی کتب خانه کراچی)۔

ہے، جس کے الفاظ محترمہ نے درج ذیل نقل کئے ہیں:

''جب ایک خاتون جمیلہ (ثابت بن قیس کی بیوی- ناقل) جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا..... خدا کی قسم! میں اس کے ایمان یا پاکیزگی پر شک نہیں کرتی، مگر میں اور وہ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے کہ مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجوروں کا باغ جو تمہیں مہر میں ملا ہے، واپس کردو۔''

محترمہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتی ہیں کہ:

''اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں، اگر ایک عورت، قاضی یا حاکم کو اس بات پر مطمئن کردے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو حاکم یا عدالت کو اختیار ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کردے۔''

یہاں چند اُمور لائقِ توجہ ہیں:

اوّل:... محترمہ کا یہ فقرہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''کھجوروں کا جو باغ تمہیں مہر میں ملا ہے، واپس کردو'' قطعاً خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ حدیث میں تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت فرمایا کہ: ''کیا تم اس کو اس کا باغ واپس کردوگی؟'' (أتردّين عليه حديقته؟) (مشکوٰۃ ص:۲۸۳ بروایت بخاری)۔[1]

دونوں فقروں میں زمین و آسمان کا فرق اور مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، محترمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو فقرہ منسوب کیا ہے وہ ایک حکم ہے، اور حدیث کا جو فقرہ میں نے صحیح بخاری سے نقل کیا وہ ایک سوالیہ فقرہ ہے۔ اگر محترمہ، حکم اور سوال کے درمیان امتیاز کرنے سے عاری ہیں تو ان کی عقل و ذہانت لائقِ داد ہے، اور اگر انہوں نے جان بوجھ کر سوالیہ فقرے کو حکم میں تبدیل کرلیا ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان و افترا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق ہے کہ:

''من كذب عليّ متعمّدًا فليتبوأ مقعده من النار۔'' (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص:۳۲)

ترجمہ:... ''جو شخص جان بوجھ کر میری طرف غلط بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔''

دوم:... محترمہ نے حدیث کا ایک جملہ نقل کرکے اس کا مطلب بگاڑا، اور اس بگاڑے ہوئے مفہوم سے فوراً یہ نتیجہ نکال لیا کہ: ''خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں، عدالت کو اختیار ہے کہ از خود نکاح فسخ کردے۔'' لیکن حدیث کا اگلا جملہ جو اِن کے دعوے کی نفی کرتا تھا، اسے حذف کردیا۔ پوری حدیث یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت

---

(۱) عن ابن عباس ان إمرأة ثابت بن قيس أتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! ثابت بن قيس ما أعتب عليه في خلق ولا دين ولٰكني اكره الكفر في الإسلام، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتردّين عليه حديقته؟ فقالت: نعم! قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أقبل حديقتك وطلقها تطليقة. (صحيح البخاري ج:۲ ص:۷۹۴ طبع أصح المطابع كراچي)۔

فرمایا کہ: کیا تم شوہر کا دیا ہوا باغ اسے واپس کردوگی؟ اور اس نے ''ہاں'' میں اس کا جواب دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر سے فرمایا: ''**اقبل الحدیقة و طلقها تطلیقة**'' یعنی: ''اپنا باغ واپس لے لو، اور اس کو ایک طلاق دے دو۔'' (چنانچہ شوہر نے یہی کیا)۔

پوری حدیث سامنے آنے کے بعد محترمہ کا اخذ کردہ نتیجہ سرے سے غلط ہوجاتا ہے کہ خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں، بلکہ عدالت کو ازخود نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ محترمہ نے حدیث کا ایک حصہ نقل کرکے اور ایک حصہ حذف کرکے وہی طرزِ عمل اختیار کیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ'' (پھر کیا تم کتاب کے ایک حصے پر تو ایمان رکھتے ہو، اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو؟)۔

سوم:... محترمہ تو حدیث کا آدھا ٹکڑا (وہ بھی تحریف کرکے) نقل کرتی ہیں اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرلیتی ہیں کہ عدالت، شوہر کی رضامندی کے بغیر فسخِ نکاح کا حکم کرسکتی ہے، لیکن جن ائمہ دِین کو حق تعالیٰ شانہ نے عقل و ایمان اور علم و عرفان سے بہرہ ور فرمایا ہے، وہ اس حدیث سے... محترمہ کے بالکل برعکس... یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زوجین کے درمیان ان کی رضامندی کے بغیر تفریق کردینا عدالت کا کام نہیں، اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ ''اَحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

> ''اگر یہ اختیار حاکم کو ہوتا کہ جب وہ دیکھے کہ زوجین، حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے تو ان کے درمیان خلع کا فیصلہ کردے، خواہ زوجین خلع کو چاہیں یا خلع سے انکار کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اس کا سوال ہی نہ فرماتے، اور نہ شوہر سے یہ فرماتے کہ اس کو خلع دے دو، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود خلع کا فیصلہ دے کر عورت کو مرد سے چھڑا دیتے، اور شوہر کو اس کا باغ لوٹا دیتے، خواہ وہ دونوں اس سے انکار کرتے، یا ان میں سے ایک فریق انکار کرتا۔ چنانچہ لعان میں زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار چونکہ حاکم کو ہوتا ہے اس لئے وہ لعان کرنے والے شوہر سے نہیں کہتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو، بلکہ ازخود دونوں کے درمیان تفریق کردیتا ہے۔''[1] (الجصاصؒ: اَحکام القرآن ج:۱ ص:۳۹۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

اور حافظ ابنِ حجرؒ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''**اقبل الحدیقة و طلقها تطلیقة**'' (باغ واپس لے لو، اور اس کو ایک طلاق دے دو) کے تحت لکھتے ہیں:

''امر اصلاح و ارشاد لَا ایجاب''[2]

ترجمہ:... ''یہ فرمانِ نبوی اصلاح و ارشاد کے لئے ہے، بطور واجب کے نہیں۔''

---

(۱) لو کان الخلع إلى السلطان شاء الزوجان أو أبيا إذا علم انهما لَا يقيمان حدود الله لم يسئلهما النبي صلى الله عليه وسلم عن ذٰلك ولَا خاطب الزوج بقوله إخلعها بل كان يخلعها منه ويرد عليه حديقته وإن أبيا أو واحد منهما كما لما كانت فرقة المتلاعنين إلى الحاكم لم يقل للملاعن خل سبيلها بل فرّق بينهما. (أحكام القرآن للجصّاص ج:۱ ص:۱۹۵ طبع سهيل اكيڈمی، لَاهور).

(۲) فتح الباری لِابن حجر ج:۹ ص:۳۲۹، طبع لَاهور.

معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا یک طرفہ فیصلہ نہیں فرمایا گیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو مشورہ دیا کہ اس سے باغ واپس لے کر اس کو طلاق دے دیں۔

گزشتہ مباحث سے کچھ اندازہ ہوا ہوگا کہ محترمہ حلیمہ صاحبہ اپنے غلط موقف کو ثابت کرنے کے لئے قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کے مطالب کو بگاڑنے کی کیسی سعیٔ بلیغ فرماتی ہیں، کاش! کوئی ہمدردی و خیرخواہی سے ان کو مشورہ دیتا کہ یہ میدان جس میں آپ نے قدم رکھا ہے، بڑا پُرخار ہے، جس سے دامنِ ایمان کے تارتار ہونے کا اندیشہ ہے، قرآن و حدیث اور فقہِ اسلامی کا فہم ان کے بس کی بات نہیں، ان کے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اس میدان میں ترکتازی سے احتراز فرمائیں۔

محترمہ، ہمیں عدالتی طریقِ کار سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہماری عدالتوں کا ایک طریقۂ کار یہ بھی ہے کہ وہ دورانِ مقدمہ شوہر اور بیوی کو بلاکر ایک موقع اور دیتے ہیں، لیکن اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ زوجین کا اکٹھا رہنا ناممکن ہے تو اس صورت میں عدالت خلع کی ڈگری کر دیتی ہے، اور یوں عدّت کے بعد اگر کوئی عورت عقدِ ثانی کرتی ہے تو نہ عقدِ ثانی حرام ہے، اور نہ ہی قرآن وسنت اس بات کی ممانعت کرتی ہے۔''

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ عدالتیں اگر میاں بیوی کو مصالحت کا موقع دیتی ہیں تو بہت اچھا کرتی ہیں، تاہم شرعی نقطۂ نظر سے ہمارے موجودہ عدالتی نظام میں (خصوصاً عائلی مسائل کے حوالے سے) متعدد سقم پائے جاتے ہیں، چونکہ خلع کا مسئلہ خالص شرعی مسئلہ ہے، جس سے حلال وحرام وابستہ ہے، اس لئے عدالتی نظام کی ان خامیوں کی اصلاح بہت ضروری ہے، چند اُمور کی جانب مختصراً اشارہ کرتا ہوں:

۱:...ہمارے یہاں یہ تو ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جس شخص کو جج کے منصب پر فائز کیا جائے وہ رائج الوقت قانون کا ماہر ہو، اور ایک عرصہ تک اس نے بحیثیت وکیل کے قانونی تجربہ بھی بہم پہنچایا ہو، لیکن شریعتِ اسلامی نے منصبِ قضا کے لئے جو شرائط مقرّر کی ہیں، مثلاً: اس کا مسلمان ہونا، مرد ہونا، عادل ہونا، شرعی قانون کا ماہر ہونا،[۱] ان شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ چنانچہ جس جج کی عدالت میں خلع کا مقدمہ جاتا ہے، اس کے بارے میں ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ اور شرعی قانون کا ماہر ہونا تو درکنار وہ ناظرہ قرآن بھی صحیح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ کسی غیرمسلم کا فیصلہ مسلمانوں کے نکاح وطلاق کے معاملات میں شرعاً نافذ و مؤثر نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ یہ اُصول طے کر دیا جائے کہ خلع کے جو مقدمات عدالتوں میں جاتے ہیں ان کی سماعت صرف ایسا جج کر سکے گا جو

---

(۱) (قوله لَا تصح ولَاية القاضي حتّٰى يجتمع في المولّٰى شرائط الشهادة) .... اما الأول فهو أنه لَا بد أن يكون من أهل الشهادة (فلأن حكم القضاء يستقى من حكم الشهادة) يعني كل من القضاء والشهادة يستمد من أمر واحد هو شروط الشهادة من الْإسلام والبلوغ والعقل والحرية وكونه غير أعمٰى ولَا محدودًا في قذف والكمال فيه أن يكون عدلًا عفيفًا عالمًا بالسُّنّة وبطريق من كان قبله من القضاة. (فتح القدير ج:۵ ص:۴۵۳، كتاب القاضي إلى القاضي طبع دار صادر، بيروت).
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شرح المجلة لسليم رستم باز ص:۱۱۶۳ تا ۱۱۶۷ طبع حبيب الله بستي كوئٹه.

مسلمان ہو، نیک اور خدا ترس ہو، اور شرعی مسائل کی نزاکتوں سے بخوبی واقف ہو، چونکہ خلع سے حلال و حرام وابستہ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس میں شرعی اُصول و قواعد کی پابندی کی جائے۔

۲:...موجودہ عدالتی نظام میں سب سے زیادہ مؤثر کردار قانون کے ماہرین (وکلاء) حضرات کا ہے کہ وہی فریقین کی طرف سے عدالت میں پیش ہوتے ہیں اور عدالت کی قانونی راہ نمائی کرتے ہیں، لیکن وکیل صاحبان کا طرزِ عمل عموماً یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مؤکل کا موقف قطعاً غلط اور باطل ہے، وہ اس باطل کی پیروی کے لئے مستعد ہوجاتے ہیں، اور پھر اس باطل کو حق اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے نہ صرف خود عدالت میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں، بلکہ اپنے مؤکل کو بھی جھوٹا بیان تلقین کرتے ہیں، اور یہ جھوٹا بیان اس کو اس طرح رَٹاتے ہیں جس طرح قرآن حفظ کرنے والا بچہ مکتب میں قرآنِ کریم کے الفاظ کو رَٹتا ہے۔ کوئی خاتون خلع کی درخواست عدالت میں پیش کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے بھی وکیل صاحبان کی خدمات حاصل کرنا ناگزیر ہوتا ہے، اور وکیل صاحبان اس سے بھی جھوٹا بیان دِلواتے ہیں۔ خیال کیجئے کہ عورت کا جو دعویٰ اس طرح کے وکیلانہ جھوٹ پر مبنی ہو، اور عدالت اس جھوٹ کو سچ سمجھ کر اسے خلع کی یک طرفہ ڈگری دے دے تو کیا یہ عدالتی فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کو تبدیل کرنے میں مؤثر ہوسکتا ہے...؟

۳:...عدالت کا منصب فریقین کے ساتھ انصاف کرنا ہے، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ عدالت کا جھکاؤ کسی ایک فریقِ مقدمہ کی طرف نہ ہو، لیکن مغربی پروپیگنڈے کے زیرِ اثر ہمارے یہاں گویا یہ اُصول طے کرلیا گیا ہے کہ خلع کے مقدمے میں مرد ہمیشہ ظالم ہوتا ہے اور عورت ہمیشہ معصوم و مظلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ خلع کے قریباً سو فیصد فیصلے عورت کے حق میں کئے جاتے ہیں، جب عدالت نے ذہنی طور پر شروع ہی سے عورت کی طرف داری کا اُصول طے کرلیا ہو تو سوچا جاسکتا ہے کہ اس کا فیصلہ انصاف کی ترازو میں کیا وزن رکھتا ہے؟ اور وہ شرعاً کیسے نافذ و مؤثر ہوسکتا ہے؟ اور اس کے ذریعہ عورت پہلے شوہر کے لئے حرام اور دُوسرے کے لئے حلال کیسے ہوسکتی ہے...؟

۴:...مفتی اور قاضی کے منصب میں یہ فرق ہے کہ مفتی کے سامنے جو صورتِ مسئلہ پیش کی جائے وہ اس کا شرعی حکم لکھ دیتا ہے، اس کو اس سے بحث نہیں کہ سوال میں جو واقعات درج ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ نہ اس کے ذمہ اصل حقائق کی تحقیق و تفتیش لازم ہے۔ برعکس اس کے قاضی کا منصب یہ ہے کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں جو واقعات ذکر کئے ہیں، ان کے ایک ایک حرف کی تحقیق و تفتیش کرکے دیکھے کہ ان میں کتنا سچ ہے اور کتنا جھوٹ؟ اور جب تحقیق و تفتیش کے بعد دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ الگ ہوجائے تو اس کی روشنی میں عدل و انصاف کی ترازو ہاتھ میں لے کر خدا لگتا فیصلہ کرے۔ (۱)

لیکن ہمارے یہاں خلع کے مقدمات میں تحقیق و تفتیش کی ضرورت کو نظر انداز کردیا گیا ہے، گویا عدالتیں قاضی کے بجائے مفتی کا کردار ادا کرتی ہیں، مدعیہ کی جانب سے جو واقعات پیش کئے جاتے ہیں، جن کو وکیل صاحبان نے اپنی خاص مہارت کے ذریعہ

---

(۱) وحاصل ما ذكره الشيخ قاسم في تصحيحه: أنه لا فرق بين المفتي والقاضي إلّا أن المفتي مخبر عن الحكم والقاضي ملزم به ...إلخ۔ (درمختار ج:۱ ص:۷۴ مقدمة، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

بات کا بتنگڑ بنا کر خوب رنگ آمیزی اور مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا ہوتا ہے، عدالت انہی کو وحیٔ آسمانی اور حرفِ آخر سمجھ کر ان کے مطابق یک طرفہ ڈگری صادر کردیتی ہے۔ شوہر کو حاضرِ عدالت ہونے کی بھی زحمت نہیں دی جاتی، نہ صحیح صورتِ حال کو معلوم کرنے کی تکلیف اُٹھائی جاتی ہے، عدالت زیادہ سے زیادہ یہ کرتی ہے کہ شوہر کے نام نوٹس جاری کردیتی ہے کہ وہ:

''فلاں تاریخ کو حاضرِ عدالت ہوکر اپنا موقف پیش کرے، ورنہ اس کے خلاف کاروائی یک طرفہ عمل میں لائی جائے گی۔''

مرد یہ سمجھتا ہے کہ اس کا عدالت جانا نہ جانا برابر ہے، کیونکہ عدالتی فیصلہ تو بہرصورت اس کے خلاف ہونا ہے، اس لئے وہ عدالت کے نوٹس کا نوٹس ہی نہیں لیتا، اِدھر عدالت یہ سمجھتی ہے کہ اس نے شوہر کے نام نوٹس بھجوا کر قانون و انصاف کے سارے تقاضے پورے کردیئے ہیں، اب اگر وہ عدالت میں نہیں آئے گا تو اپنا نقصان کرے گا، اس لئے وہ خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کردیتی ہے۔

دراصل خلع کے مقدمہ کو بھی دیوانی مقدمات پر قیاس کرلیا گیا ہے کہ مالیاتی مقدمہ میں اگر مدعا علیہ حاضرِ عدالت ہوکر اپنا دفاع نہیں کرے گا تو فیصلہ اس کے خلاف ہوجائے گا، اس لئے وہ اس کے خوف کی بنا پر خود حاضرِ عدالت ہوگا۔ حالانکہ خلع کا مقدمہ عورت کے ناموس کے حلال و حرام سے متعلق ہے، اس میں ایسی تساہل پسندی کسی طرح بھی روا نہیں ہوسکتی، اور جب عدالت اپنا منصبی فرض، جو شرعاً اس کے ذمہ ہے، بجا نہ لائے تو اس کے یک طرفہ فیصلے کے بارے میں کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ شرعاً نافذ و مؤثر ہے؟ ہماری عدالتیں آخر ایسی بے اختیار کیوں ہیں کہ وہ مدعا علیہ کو عدالت میں بلانے سے عاجز ہوں، اور بغیر تحقیق و تفتیش کے حلال و حرام کے یک طرفہ فیصلے کرنے کی انہیں ضرورت پیش آئے...؟

۵:... میاں بیوی کے درمیان کشاکشی کا اندیشہ ہو تو حق تعالیٰ شانہ نے حکام اور دونوں خاندانوں کے لوگوں کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں، چنانچہ ارشاد ہے:

''اور اگر تم کو ان دونوں کے درمیان کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی، جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، مرد کے خاندان سے، اور ایک آدمی، جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، عورت کے خاندان سے (تجویز کرکے اس کشاکشی کو رفع کرنے کے لئے ان کے پاس) بھیجو (کہ وہ جاکر تحقیقِ حال کریں، اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو، سمجھائیں) اگر ان دونوں آدمیوں کو (سچے دِل سے) اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں اتفاق پیدا فرمائیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔''[1]

(النساء:۳۵، مأخوذ از ترجمہ حضرت تھانویؒ)

لیکن ہمارے یہاں اس حکمِ الٰہی کو یکسر نظرانداز کردیا گیا اور ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' کو تمام عائلی مسائل کا واحد حل قرار

(۱) ''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَآ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا'' (النساء:۳۵)۔

دے لیا گیا۔ چنانچہ میاں بیوی کے درمیان مصالحت کرانے کا یہ قرآنی حکم گویا منسوخ کردیا گیا، لڑکے اور لڑکی کے خاندان کے لوگ تو اس کے لئے کوئی قدم کیا اُٹھاتے؟ ہماری عدالتیں بھی قرآنِ کریم کے اس حکم پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں، بلکہ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ کہ بعض دفعہ میاں بیوی دونوں شریفانہ زندگی گزارنے کے لئے تیار ہیں، لیکن لڑکی کے والدین خلع کا جھوٹا دعویٰ کرکے خلع کی یک طرفہ ڈگری حاصل کرلیتے ہیں، اور عدالت میاں بیوی سے پوچھتی تک نہیں۔ چنانچہ ۱۲ راگست کو جس سوال کا جواب میں نے دیا تھا (اور جس کی تردید کے لئے حلیمہ اسحاق صاحبہ نے قلم اُٹھایا) اس میں اس مظلوم لڑکی نے، جس کو ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' عدالت نے عطا فرمادی تھی، یہی لکھا تھا کہ میں اور میرا میاں دونوں گھر آباد کرنا چاہتے ہیں، لیکن میرے والدین نے میری طرف سے خلع کا دعویٰ کرکے میرے میاں کی اطلاع کے بغیر خلع کی یک طرفہ ڈگری حاصل کرلی۔ انصاف کیا جائے کہ جس فیصلے میں قرآنِ کریم کے مندرجہ بالا حکم کو پسِ پشت ڈال دیا گیا ہو، جس میں زوجین کی خواہش کے باوجود ان کو ملنے کا موقع نہ دیا گیا ہو، اور جس میں زوجین کی خواہش کو پامال کرتے ہوئے ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' دے دی گئی ہو، ایسے فیصلے کے بارے میں کس طرح کہہ دیا جائے کہ وہ شرعاً نافذ اور مؤثر ہے؟ اس سے میاں بیوی کا نکاح ختم ہوگیا، اور اب عورت عقدِ ثانی کے لئے آزاد ہے...؟

یہ میں نے موجودہ عدالتی نظام کے چند اصلاح طلب اُمور کی نشاندہی کی ہے، ورنہ ایسے اُمور کی فہرست طویل ہے، جس کی تفصیل کے لئے مستقل فرصت درکار ہے:

اند کے با تو گفتم درد دل و ترسیدم
کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

جب تک شریعتِ اسلامی کی روشنی میں ان اُمور کی اصلاح نہیں کی جاتی، عدالت کا یک طرفہ فیصلہ شرعاً کالعدم قرار پائے گا، اس لئے نہ تو میاں بیوی کا نکاح ختم ہوگا، اور نہ عورت کو عقدِ ثانی کی شرعاً اجازت ہوگی۔

محترمہ بڑے معصومانہ انداز میں سوال کرتی ہیں کہ:

''بالفرض اگر ہم یہ مان لیں کہ خلع کے لئے شوہر کی اجازت اور مرضی ضروری ہے تو پھر خلع اور طلاق میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟''

اُوپر تفصیل سے عرض کیا جاچکا ہے کہ قرآن وسنت اور اِجماعِ اُمت کی رُو سے خلع میاں بیوی دونوں کی اجازت اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتا، اور محترمہ نے قرآن وسنت سے اس کے خلاف جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خلع کے لئے شوہر کی اجازت اور مرضی ضروری نہیں، اس کا غلط اور باطل ہونا بھی پوری وضاحت سے عرض کیا جاچکا ہے۔ رہا محترمہ کا یہ سوال کہ پھر خلع اور طلاق کے

درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ان دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق اور مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، جسے فقہ کا ایک مبتدی طالبِ علم بھی جانتا ہے۔

طلاق مرد کا انفرادی حق ہے، جس میں بیوی کی خواہش اور مرضی کا کوئی دخل نہیں، جب مرد طلاق کا لفظ استعمال کرے تو خواہ وہ چاہتی ہو یا نہ چاہتی ہو، اور اس طلاق کو قبول کرے یا قبول نہ کرے، بہرصورت طلاق واقع ہوجاتی ہے،[1] بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ طلاق کا لفظ استعمال کرتے ہوئے مرد کی رضامندی بھی ضروری نہیں، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اور پھر دعویٰ کرے کہ میں نے طلاق دِل کی رضامندی کے ساتھ نہیں دی تھی، بلکہ یوں ہی عورت کو ڈرانے دھمکانے کے لئے دی تھی، یا محض مذاق کے طور پر دی تھی، تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔[2] اس کے برعکس خلع میں دونوں کی رضامندی شرط ہے، اگر مرد عورت کو خلع کی پیشکش کرے تو جب تک عورت اس کو قبول نہ کرے، خلع نہیں ہوگا، اسی طرح اگر عورت اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے تو شوہر کے قبول کئے بغیر خلع نہیں ہوگا، ایک چیز (خلع) دونوں فریقوں کی رضامندی پر موقوف ہے، اور دُوسری چیز (طلاق) دونوں کی رضامندی کے بغیر بھی واقع ہوجاتی ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ آپ کو ان دونوں کے درمیان فرق محسوس نہیں ہوتا...؟

اور آپ کا یہ تصوّر کہ جس طرح مرد، عورت کو اس کی مرضی کے بغیر طلاق دے سکتا ہے، اسی طرح عورت، مرد کی رضامندی کے بغیر اس سے خلع لے سکتی ہے، یہ دورِ جدید کا وہ مغربی تصوّر ہے، جس سے شریعت کا پورا عائلی نظام تلپٹ ہوجاتا ہے، اور جس سے اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتِ بالغہ باطل ہوجاتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ''نکاح کی گرہ'' مرد کے ہاتھ میں رکھی تھی، عورت کے ہاتھ میں نہیں۔

محترمہ لکھتی ہیں:

''کیا ہم جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فیصلہ کرسکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔''

---

(۱) اما المرأة فلا تقدر علٰی تطلیق الزوج وبعد الطلاق لَا تقدر علٰی مراجعة الزوج ولَا تقدر أیضًا علٰی أن تمنع من المراجعة۔ (تفسیر کبیر ج:۲ ص:۲۴۷، طبع بیروت)۔ أیضًا: عن ابن عباس رضی الله عنهما: جاء إلی النبی صلی الله علیه وسلم رجل: فقال: یا رسول الله! سیّدی زوّجنی امته وهو یرید أن یفرق بینی وبینها، فصعد النبی صلی الله علیه وسلم المنبر، فقال: یا أیها الناس! ما بال أحدکم یزوج عبده من امته ثم یرید أن یفرق بینهما إنما الطلاق لمن أخذ بالساق۔ (فتح القدیر ج:۴ ص:۲۹۴، طبع دار المعرفة بیروت، أیضًا ابن ماجة ج:۱ ص:۱۵۲ باب طلاق العبد، طبع نور محمد کراچی)۔

(۲) ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبدًا أو مکرهًا أو هازلًا أو سفیهًا أو سکران أو أخرس أو مخطئًا۔ (در مختار، کتاب الطلاق ج:۳ ص:۲۳۵ تا ۲۴۱، طبع سعید، أیضًا: عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۳ فصل فیمن یقع طلاقه طبع رشیدیه)۔

بلاشبہ، کسی اُمتی کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فیصلہ کرے (اور اگر کوئی کرے گا تو خلع کی یک طرفہ عدالتی ڈگری کی طرح وہ فیصلہ کالعدم اور باطل ہوگا)، لیکن محترمہ کو سوچنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کرنے کی جسارت کون کر رہا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیلہ کی درخواستِ خلع پر ان کے شوہر سے فرمایا تھا کہ: ''اپنا باغ (جو تم نے اس کو مہر میں دیا تھا) واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔'' لیکن محترمہ حلیمہ اسحاق فرماتی ہیں کہ خلع کے لئے شوہر سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، یہ عورت کا انفرادی حق ہے، اور عدالت شوہر سے پوچھے بغیر دونوں کے درمیان علیحدگی کراسکتی ہے۔ فرمائیے! یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہے یا نہیں...؟

محترمہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں کرسکتیں جس میں عورت کی درخواستِ خلع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر سے پوچھا تک نہ ہو، اور صرف عورت کی درخواستِ خلع پر اس کے ہاتھ میں ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' تھمادی ہو۔ اب آپ خود انصاف کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...میری جان اور میرے ماں باپ آپ پر قربان!...کی مخالفت کون کر رہا ہے؟ حضراتِ فقہائے اُمت، یا خود محترمہ حلیمہ اسحاق...؟

''منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر!''

محترمہ لکھتی ہیں کہ:

''خلع عورت کا ایک ایسا حق ہے جو اسے خدا نے دیا ہے، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرکے مہرِ تصدیق لگائی ہے۔''

اللہ و رسول کی بات سر آنکھوں پر، آمنا و صدقنا۔ مگر محترمہ یہ تو فرمائیں کہ قرآنِ کریم کی کون سی آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ خلع عورت کا انفرادی حق ہے، جب اس کا جی چاہے مرد کو خلع دے کر اس کی چھٹی کراسکتی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیث ہے جس میں عورت کے اس انفرادی حق کو بیان کیا ہو کہ عورت شوہر کی اجازت و مرضی کے بغیر اس کو خلع دے سکتی ہے؟

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ ضرورت محسوس کرے تو شوہر سے خلع کی درخواست کرسکتی ہے اور ''بدلِ خلع'' کے طور پر مالی معاوضے کی پیشکش کرسکتی ہے، ''خلع کا حق'' اور ''خلع کے مطالبے کا حق'' دو الگ الگ چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے، یہ حق نہیں دیا کہ وہ ازخود مرد کو خلع دے کر چلتا کرسکتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو حق دیا ہے کہ حدودِ شرعیہ کی رعایت رکھتے ہوئے جہاں چاہے نکاح کرسکتا ہے، یہ حق مرد کو بھی ہے اور عورت کو بھی، لیکن نکاح کا یہ حق یک طرفہ نہیں، کیونکہ نکاح ایک ایسا عقد ہے جو دونوں فریقوں کی رضامندی

پر موقوف ہے۔ اسی طرح خلع بھی ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعہ دونوں فریق ازالۂ نکاح بالعوض کا معاملے طے کرتے ہیں۔ جس طرح نکاح کا پیغام بھیجنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے لیکن عملاً نکاح اس وقت ہوگا جب دونوں فریق (اصالۃً یا وکالۃً) نکاح کا ایجاب و قبول کرلیں گے۔ اسی طرح خلع کی پیشکش کرنا عورت کا حق ہے، لیکن عملاً خلع اس وقت ہوگا جب دونوں فریق اس عقد کا ایجاب وقبول کرلیں گے، بخلاف طلاق کے، کہ وہ عقد نہیں، بلکہ یمین ہے، مرد کو اس یمین کا اختیار دیا گیا ہے، خواہ دُوسرا فریق اس کو قبول کرے یا نہ کرے، بلکہ دُوسرے فریق کو اس کا علم بھی ہو یا نہ ہو۔

الغرض! خلع لینا عورت کا حق ہے، لیکن عملاً اس کو خلع اس وقت ملے گا جب شوہر اس کو خلع دے گا۔ ''خلع لینا'' کا لفظ خود بتاتا ہے کہ وہ شوہر سے خلع لے سکتی ہے، اس کو از خود خلع نہیں دے سکتی، خلع لینا اس کا حق ہے، خلع دینا اس کا حق نہیں۔

اپنے مضمون کے آخر میں محترمہ لکھتی ہیں:

''مندرجہ بالا سطور سے اُمید ہے کہ بہت سی ایسی خواتین کے شکوک وشبہات دُور ہونے میں مدد ملے گی جو یا تو صحیح رہنمائی نہ ملنے پر، یا پھر کسی دباؤ میں آکر چاہنے کے باوجود اپنا یہ حق استعمال نہیں کرسکتیں۔''

میں محترمہ کا ممنون ہوں کہ ان کی تحریر کی وجہ سے مجھے خلع کے مسئلے کی وضاحت کا موقع ملا، مجھے اُمید ہے کہ اس وضاحت کے بعد وہ تمام عورتیں (اور ان کے والدین) جو عدالت سے خلع کی یک طرفہ ڈگری حاصل کرکے اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتی ہیں کہ ان کا پہلا نکاح ختم ہوچکا ہے، اس لئے وہ بلاتکلف عقدِ ثانی کرلیتی ہیں، ان کی غلط فہمی دُور ہوجائے گی، اور وہ اچھی طرح جان لیں گی کہ:

*:... قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کی رُو سے خلع اس وقت ہوتا ہے جب میاں بیوی دونوں اس پر راضی اور متفق ہوجائیں۔

*:... باجماعِ اُمت، شوہر کی طرف سے دُوسرا کوئی فرد یا ادارہ یا عدالت اس کی بیوی کو طلاق دینے یا خلع دینے کی مجاز نہیں ہے، اگر کسی شوہر کی بیوی کو اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر کسی فرد نے، کسی ادارے نے، یا کسی عدالت نے طلاق دے دی یا خلع دے دیا تو وہ شرعاً کالعدم ہے، یہ عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، جب تک کہ اس سے طلاق یا خلع نہ لے۔

*:... ایسی عورت جس کو شوہر کی مرضی کے بغیر کسی ادارے نے طلاق یا خلع دے دیا ہو وہ چونکہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، اس لئے اس کا عقدِ ثانی باطل ہے، اگر وہ دُوسری جگہ عقد کرے گی تو ہمیشہ کے لئے گناہ کی زندگی گزارے گی، اور اس کا وبال دُنیا و آخرت میں اس کو بھگتنا ہوگا۔

نوٹ:... میں نے یہ مضمون حلیمہ اسحاق کی اس ''آزاد فکری'' کے جواب میں لکھا ہے کہ عورت کو خلع کا یک طرفہ حق ہے، اور یہ کہ عدالت کو خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کرنے کا اختیار ہے۔ میں اس سے بے خبر نہیں ہوں کہ بعض حالات میں عورت نہایت مشکل میں پھنسی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہتا کہ عدالت اس کے معاملے میں مداخلت کرے۔

مثلاً: شوہر نامرد ہونے کے باوجود عورت کو رہائی نہیں دیتا، کبھی متعنت ہوتا ہے کہ نہ عورت کو آباد کرتا ہے اور نہ آزاد کرتا ہے، یا شوہر لاپتا ہے، یا مجنون ہے جس کی وجہ سے عورت سخت مشکلات سے دوچار رہتی ہے، ایسی صورتوں میں مسلمان حاکم کو خاص شرائط کے ساتھ تفریق کا حق ہے۔ (۱)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ!

عدالتی خلع کی تردید پر اِعتراض کا جواب

سوال:... جناب مولانا محمد یوسف صاحب محترم لدھیانوی، اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام زیرِنظر مضمون جناب کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

طلاق اور خلع کے بارے میں آپ کے مضامین اخبار ''جنگ'' میں شائع ہو رہے ہیں، اس بارے میں یہ سوال پوچھنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ زوجین کی رضامندی سے آپ کی کیا مراد ہے؟ زوجین جمع کا لفظ ہے جبکہ طلاق یا خلع کی طالب صرف لڑکی ہے، یعنی زوجین میں سے ایک اور وہ بھی وہ جو مظلوم ہے، کمزور ہے، اور کئی اِعتبار سے ہمدردی واِمداد کی مستحق۔ حیا کی ماری لڑکی پہلے تو یہی کوشش کرتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح نباہ ہوجائے، لڑکے کے بارے میں زبان نہیں کھولتی، اس کے گھر اور ماحول کے بارے میں جس میں وہ مقید ومحبوس ہوگئی ہے خاموش رہنے اور برداشت کرنے کی حتی الامکان کرتی ہے۔

آپ کے مضامین میں اس بات کا کہیں کوئی ذِکر نہیں کہ اِن اِن وجوہات کی بنیاد پر لڑکی طلاق کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب قرار دی جائے گی، اور اگر لڑکی کا مطالبہ حقائق واِنصاف پر مبنی ہے تو اس پر عمل درآمد بھی ہونا چاہئے، چنانچہ ثابت ہوا کہ اگر طلاق کے مطالبے کی وجوہات معقول ہوں تو شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کو طلاق دیدے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے کہ بیوی طلاق مانگے تو شوہر طلاق دیدے، معنی ومفہوم کچھ یوں ہے: ''اور خوش اُسلوبی سے علیحدہ ہوجاؤ بلکہ اپنے پاس سے کچھ دے دلاکر رُخصت کرو۔''

غور فرمائیے! شوہروں سے کیا کہا جارہا ہے اور شوہر صاحبان اس فرمانِ عظیم کی کتنی پاسداری کر رہے ہیں؟ تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بڑی عالی مرتبت نہایت محترم خواتین نے طلاق کا مطالبہ کیا اور انہیں طلاق دے دی گئی، اس کے بعد ان کی دُوسری شادیاں ہوئیں، یہ بات بھی معلوم ہے کہ جن اَصحابِ کرام سے طلاق کا مطالبہ کیا گیا وہ لوگ معمولی درجہ ومرتبہ کے نہ تھے اور نہ صرف یہ بلکہ طلاق کی طرف ان کا میلان بھی نہ تھا، لیکن بیویوں کے طلاق کے مطالبے پر ان لوگوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دیا، کیونکہ ان

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں: حیلہ ناجزہ از صفحہ: ۴۳ تا ۸۳ طبع دارالاشاعت کراچی۔

لوگوں کو معلوم تھا کہ حکمِ ربی کیا ہے اور نہیں اس کا بھی فہم و ادراک تھا کہ اگر وہ طلاق نہیں دیتے تو نبی کریمؐ اس مسئلے کا بہتر حکیمانہ حل پیش فرمادیں گے۔

اب یہاں چند نکات قابلِ غور ہیں:

۱:...طلاق کا مطالبہ کیا گیا اور طلاق دے دی گئی، یہ ناپسندیدہ کیوں اور کیسے ہے؟

۲:...ثابت ہوا کہ طلاق کا مطالبہ فی نفسہٖ ناپسندیدہ نہیں، بُرائی سے منسوب نہیں۔

۳:...متذکرہ بالا اَصحابِ کرام اگر اپنی بیویوں کو طلاق دینے سے اِنکار کرتے تو نبی کریمؐ بہتر حکیمانہ حل پیش فرمادیتے، اس سے یہی مراد لی جاسکتی ہے کہ آپؐ اپنے اِختیارات اِستعمال فرماتے اور خلع دیدیتے۔

۴:...یعنی شوہر اپنی بیوی کے مطالبے پر طلاق نہ دے تو حاکم اعلیٰ یعنی مجاز عدالت خلع دے سکتی ہے۔

۵:...شوہر کسی طرح طلاق دینے پر آمادہ و رضامند نہیں اور بیوی کسی قیمت شوہر کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں تو ایسی صورت میں جبکہ آپ کے اِرشاد کے مطابق خلع کے لئے زوجین کی رضامندی ضروری ہے تو ان میں ایک تو راضی ہے اور نہ صرف راضی ہے بلکہ طلاق یا خلع کے علاوہ اور کوئی بات اُسے منظور ہی نہیں، تو اَب بیوی کی آزادی اور گلوخلاصی کی آبرومندانہ صورت کیا ہوگی؟

۶:...قرآن و حدیث میں یہ واقعات اسی لئے آئے ہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسئلہ واضح ہوجائے اور اُمت کی رہنمائی ہوتی رہے۔

۷:...مسئلے کے اس پہلو پر جو بلاشبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اس پر آپ کی نگاہ نہیں گئی اور اس کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں لکھا، بلکہ آخری چارۂ کار کے طور پر عدالت مجاز سے خلع حاصل کرنے کا راستہ بھی آپ نے کلیتاً بند کردیا۔

۸:...ایسی صورت میں جب شوہر کوئی بات سننے پر تیار نہ ہو اور اس کی یہی ایک رَٹ ہو کہ ''طلاق ہرگز نہیں دُوں گا، ساری زندگی سڑا سڑا کے ماروں گا'' تو بیوی کے لئے اور کون سا راستہ رہ جاتا ہے بجز رُجوعِ عدالتِ مجاز کے، جہاں سے خلع کا حصول و بعدہٗ عقدِ ثانی آپ کے نزدیک زِناکاری میں شمار ہوگا، جس کا وبال (خدانخواستہ) لڑکی اور لڑکی والوں پر پڑے گا۔

ہماری اسلامی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اُس وقت بیوی کے مطالبے پر طلاق دے دی گئی اور آج کے دور میں ابوجہلوں کی کثرت و بہتات ہے، جو دِین اور اس کے تقاضوں کو بالکل نہیں سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ آج کے ابوجہل طلاق نہیں دیتے، لہٰذا بیوی عدالت مجاز سے خلع حاصل کرتی ہے اور بعد عدّت اس کا عقدِ ثانی ہوجاتا ہے، تو یہ حرام و ناجائز کیوں اور کیسے ہے؟ اور اس کا (جو آپ کے نزدیک زِناکاری ہے) وبال لڑکی اور لڑکی والوں پر کیوں پڑے گا؟ استغفراللہ!

جنابِ محترم میری گزارشات پر غور فرمائیں، معاشرے کا جائزہ لیں، جہاں آپ کو ایسے بہت سے (Cases) کیسز مل جائیں گے جن کی وجہ سے نہ جانے کتنے گھرانے پریشان ہوں گے اور آپ کے مضامین ان لوگوں کی پریشانیوں اور مسائل میں مزید

اِضافہ ہی کررہے ہوں گے۔

بتایئے ایسے لوگ کیا کریں؟ کہاں جائیں؟ آپ نے تو سارے راستے ہی بند کرادیئے اور عدالت کو نااہل اور جانبدار قرار دے دیا، حالانکہ عدالتی کارروائیوں کے بارے میں وکلا و جج صاحبان کے بارے میں آپ نے جن خیالات کا اِظہار فرمایا ہے، واقعتاً ایسا نہیں ہوتا، مجھے حیرت ہے کہ اس موضوع پر اتنی غلط اِطلاعات آپ کو کس نے دیں؟

شوہر کی بے جا ضد اور ہٹ دھرمی سے (بلکہ بدمعاشی اور غنڈہ گردی کہیے) تو دونوں یا ایک کے لئے بے راہ روی کا زیادہ اِمکان، اِحتمال واندیشہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا اور اس کی تائید وتصدیق نبی کریمؐ نے کی کہ طلاق کے مطالبے پر طلاق دے دی جائے، ورنہ ظاہر ہے حاکمِ اعلیٰ (عدالت مجاز) سے خلع مل جائے گا۔ یہ غیرفطری، غیرشرعی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ خالصتاً دِینی مسئلہ ہے اور اَخلاقی قدروں سے پوری طرح آراستہ وبھرپور۔

لڑکی کو جب تک طلاق یا خلع نہیں مل جاتا، لڑکی اور اس کے متعلقین سب عذابِ مسلسل میں گرفتار رہیں گے، ان سب لوگوں کو کس بات کی سزا دی جارہی ہے؟ کیا ہمارا دِین ایسے معاملات میں ہماری رہنمائی نہیں کرتا؟ کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے! ہر مسئلے کا معقول، حکیمانہ، اِطمینان بخش حل ہونا چاہئے، ہمارے دِین میں کوئی بات، کوئی مسئلہ ادھورا یا نامکمل نہیں، ہمارا دِین، مکمل دِین ہے۔

آپ جیسے علمائے کرام کا کام اور مقام ہے کہ اُلجھی، بگڑی باتوں سے مسئلوں کو سلجھائیں اور اُمت کی رہنمائی فرمائیں کہ یہ مسئلہ فی زمانہ بڑا اہم وشدید ہے۔

مؤدّبانہ عرض گزار ہوں کہ میرے مضمون کو اپنے شافی جواب کے ساتھ شائع فرمائیں تاکہ ایسے لوگوں کی اشک شوئی ہوسکے جو ایسے کرب اور عذابِ مسلسل میں گرفتار ہیں، ایسے لوگوں کو جب راہِ عمل ملے گی تو انہیں یقیناً سکون ملے گا اور ایسے زخم خوردہ لوگ آپ کے لئے دُعائے خیر کریں گے، اور اس عاجز واحقر کے لئے بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ کہ اس سے زیادہ وبہتر اجر ممکن نہیں۔

مضمونِ ھٰذا میں نے اُمت کی بھلائی کے لئے لکھا ہے، آپ کی شان میں گستاخی تصوّر میں بھی نہیں لاسکتا، ہاں آپ گراں باری محسوس کریں تو کمالِ شفقت وحلیمی سے معاف فرمادیں اور میرے اور میرے متعلقین کے لئے دُعائے خیر فرمائیں۔

جواب:... مجھے معلوم نہیں کہ جناب کو کبھی پہلے بھی اس ناچیز کی تحریر پڑھنے کا اِتفاق ہوا یا نہیں؟ اگر آنجناب نے کبھی اس قسم کے مسائل کو میرے کالم میں پڑھا ہے تو میں نے جو بار ہا لکھا ہے کہ: ''عورت عدالت سے رُجوع کرے، اور عدالت شوہر کو طلاق کا حکم کرے، اگر شوہر اس پر بھی طلاق نہ دے تو عدالت خود تفریق کردے۔'' اس ناچیز کی یہ تصریحات بھی آپ کے ذہن میں ہوں گی، اندریں صورت ایک مغرب زدہ آزاد خیال عورت کے افکارِ باطلہ کی تردید میں لکھتا ہوں تو آنجناب کو پریشانی کیوں ہوتی ہے؟

میرے محترم! ہمارے معاشرے میں شریف عورتیں نہ بلاضرورت خلع لیتی ہیں، نہ ان کے بارے میں گفتگو ہے، گفتگو اِن ''بیگمات'' کے بارے میں ہے جن کو ذائقہ چکھنے کی عادت ہے، اور جن کا دِل ذرا سی بات پر شوہر سے بھر جاتا ہے، وہ سیدھی عدالت میں

جاتی ہیں، اور جج صاحبان فٹ سے ان کو خلع کی ڈگری جاری کردیتے ہیں۔ خلع کے سو مقدمات میں ایک بھی ایسا آپ کو نہیں ملے گا جس میں اَزراہِ عدل گستری جج صاحب نے یہ فیصلہ دیا ہو کہ عورت کا دعویٰ غلط ہے، کیا آپ کے خیال میں ہر عورت معصوم، فرشتہ اور ہر شوہر مجسم شیطان ہے...؟

الغرض ہماری عدالتوں میں خلع کا نام نہاد جو طریقہ رائج ہے، وہ یکسر شریعت کے بھی خلاف ہے، اور عدل و انصاف کے تقاضوں کی ضد بھی۔ یہ عورت کو، خواہ وہ کیسی ہی ظالم ہو، مادر پدر آزادی دے کر مشرق کو مغربی معاشرت کی سطح پر لا کھڑا کرنا چاہتا ہے، اور ''شرعی خلع'' کی آڑ لے کر یہ کھیل کھیلا جارہا ہے، آپ ہی فرمایئے! کہ اگر ہر خلع کا فیصلہ عورت کے حق ہونے کا اُصول کردیا جائے تو سیدھا یہ کیوں نہیں کہہ دیا جاتا ہے کہ عورت بھی جب چاہے مرد کو طلاق دینے کا حق رکھتی ہے، اور اُن اِرشاداتِ نبوی کا کیا مصرف رہے گا جن میں فرمایا گیا ہے کہ: ''خلع لینے والی عورتیں پکی منافق ہیں۔''[1]

بہرحال میرا مقصد اس لامذہبیت کا علاج ہے جو مذہب کے نام پر بذریعہ عدالت ہمارے یہاں رائج کی جارہی ہے، ورنہ میں خود ایک بار نہیں، کئی بار، اور بار بار لکھ چکا ہوں کہ عدالت تحقیق و تفتیش کے بعد اگر اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ عورت واقعی مظلوم ہے اور یہ کہ مرد کسی طرح بھی رشتۂ اِزدواج کے تقدس کو ملحوظ رکھنے پر آمادہ نہیں تو عدالت شوہر کو حکم کرے کہ وہ اسے طلاق دیدے، اگر اس کے باوجود بھی وہ طلاق نہیں دیتا تو عدالت اَزخود دونوں کے درمیان علیحدگی کرادے۔

اُمید ہے کہ یہ چند الفاظ جناب کے اِطمینان کے لئے کافی ہوں گے، والسلام!

---

(۱) عن أبی ھریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: المنتزعات والمختلعات ھن المنافقات۔ رواہ النسائی۔ (مشکوٰة ص:۲۸۴، باب الخلع والطلاق، الفصل الثالث، طبع قدیمی کراچی)۔